قلت وفیہ واستظہرہ الشارح [illegible] فی باب البیع الفاسد ان الفساد القوی [illegible] یسری [illegible] بخلاف الضعیف المختلف فیہ فیقتصر علی محلہ
الا شیعا [illegible] میں کہتا ہوں کہ بیع فاسد کے باب میں فقہا نے سرایت فساد کو [illegible] فساد قوی متفق علیہ کیا ہو تو کل عقد
میں فساد پھیل جاتا ہے جیسے بیع [illegible] آزاد اور غلام کا عقد واحد میں بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کے کہ وہ تو اپنی جگہ پر ٹھہر رہیگا اور وہاں سے تجاوز نہ کریگا
جیسے بیع [illegible] غلام اور مدبر کا عقد واحد میں تو اسکو تامل کرو ہم شارح نے النفع الوسائل کی تائید شرح کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ وقف مفسد
ضعیف ہے تو [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] وہو ایضا من الفساد الطاری فتنبہ اور یہ بھی ہو کہ فقیہوں نے طول اجارہ کو فساد
طاری قرار دیا ہے [illegible] یہ دوسری تائید ہے یعنی جب کہ یہ فساد طاری ہو تو کل عقد میں ساری نہ ہوگا طحطاوی نے کہا کہ اسکے طاری ہونے میں تامل ہے
[illegible] اور طاری وہ ہے جو بعد عقد کے لاحق ہو [illegible] حوادث [illegible] ثم ظہر لی
[illegible] فی البناء [illegible] المسالۃ [illegible] الاول [illegible] حوادث سے
[illegible] کہ زید [illegible] وقف [illegible] قطعہ زمین کا اجارہ [illegible] قطعہ زید کی ملک [illegible] ہوا
[illegible] زمین میں بیع صحیح ہوگی یا نہیں [illegible] باقی [illegible] دوسرے
[illegible] اور بعض علما نے [illegible] مسالہ [illegible] تامل [illegible] شارح نے
النفع الوسائل کی [illegible] طرف اشارہ کیا ہے کہ ایسا نہیں ہوتا کہ عقد اجارہ میں بعض تو صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوی عالمگیری [illegible]
[illegible] عقد [illegible] تو فساد [illegible] ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی [illegible] فی الفتاوی الخیریۃ [illegible] فی الصکاک [illegible] عقد
[illegible] لا یصح الاجارۃ [illegible] الصحیح وعلیہ الفتوی [illegible] قاضی [illegible] بخلاف [illegible] انتہی اور [illegible] الفتاوی
میں ہے کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ دی اور دستاویزوں میں لکھا کہ [illegible] عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے عقد کے بعد یعنی
عقود مذکورہ سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اوقاف کی حفاظت کے واسطے یعنی
تا کہ اتنی مدت کے تصرف سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعوی نہ کرے پھر جواہر الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکورہ کی صحت کا حکم
دے تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہو جائیگا انتہی [illegible] خلاف اسوقت ہوگا جبکہ قاضی حادثہ شرعیہ میں حکم کرے اسطرح پر کہ دو مدعی ہوں ایک صحت کا مدعی
اور دوسرا بطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے کذا فی الطحطاوی قلت [illegible] المتولی او الوصی [illegible] بدون اجر المثل یلزم المستاجر تمام اجر المثل [illegible]
بلا نفع للوقف [illegible] میں کہتا ہوں اور اگر متولی اور وصی اگر اجارہ دیں کمتر اجرت مثل سے تو مستاجر پر پورا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ [illegible] عمل ہوگا جو زیادہ
انفع ہو وقف کیواسطے [illegible] فسد العقد [illegible] میں ہے کہ جب عقد بعض [illegible] فاسد ہو [illegible] کے جو
مقارن ہو عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا [illegible] مصنف نے اپنی شرح میں [illegible] کی تقویت کیواسطے وظاہر النتیج ایضا بیان [illegible]
والصبغ والخیاطۃ بما یرتفع الجہالۃ اور بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ رنگریزی اور رنگ سازی اور درزی [illegible] اس طرح کا بیان جو
جہالت کو دور کردے عمل رنگریزی میں ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ میں کپڑے کا بیان اور جنس رنگ کا سرخ یا زرد یا کاہی
اور یہ کہ ہلکا رنگ ہو یا گہرا ضرور ہے اور درزی [illegible] جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور شوب میں کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے و لہذا
[illegible] میں ہے کہ اگر [illegible] دس کپڑوں کے شوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہے اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہو گیا ہو اسواسطے کہ کپڑا
[illegible] اور نرمی میں مختلف ہوتا ہے انتہی [illegible] بیان الوقت [illegible] فاسد [illegible] کیواسطے

جانور ہو کہ کرایہ لینے میں بیان وقت یا مکان ہر کو جب شرط ہے تو اگر اجارہ دونوں بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البزازیہ یعنی اور مثل
کہ بیان مذکور سے رفع جہالت ہو [illegible] ثم ایضا بالاشارۃ کنقل ہذا الطعام الی کذا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ لیجا
اس طعام کو فلانے مکان تک [illegible] تمام ہر چند منفعت مشار الیہ نہیں ہے لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ محل مقصود ان مراد ہے کذا فی الدرر و الامان
الاجیر لا یلزم بالعقد و لا یجب تسلیمہ بل بتعجیلہ و شرطہ فی الاجارۃ المنجزۃ اور معلوم کر کہ اجرت ضروری لازم نہیں عقد سے تو واجب نہیں
اس کی تسلیم یعنی اسکا ادا کرنا عقد سے بلکہ مستاجر کی تعجیل سے یا اجارہ حاضرہ میں تعجیل کے شرط ہونے سے لازم تسلیم ہوتی ہے کہ اگر دے
کر مستاجر نے اول ضروری ادا کر دی تو اب اسکو نہیں پھیر سکتا کذا فی الطحطاوی عن النہایۃ اما المضافۃ فلا تملک فیہا الاجرۃ بشرط التعجیل
اجماعا اور اجارہ مضافہ یعنی وقت غیر موجود کے اجارہ میں اجرت مالک نہیں ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق وقیل تعجیل عقود اتی کل الاحکام
فیفتی بہ درایۃ ملکہا بشرط التعجیل للحاجۃ شرح وہبانیۃ للشرنبلالی اور بعضوں نے کہا کہ اجارہ مضافہ تمام احکام میں عقود منجزہ کا حکم رکھتا ہے پس اجرت
کے مالک ہونے کا فتوی دیا جاوے اشتراط التعجیل سے بسبب حاجت کے کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ثم شارح سے یہاں اختصار مخل واقع ہوا بلکہ تفصیل
مطلب ظاہر نہ ہوگا اجارہ مذکورہ بخارا میں متعارف ہے صورت اسکی یہ ہے کہ گھر یا زمین کا اجارہ کرتے ہیں مثلا تیس برس کا لیکن تین دن ہر سال سے نکال ڈالتے
ہیں اجارہ سے تا اتصال منفعت باقی رہے اور سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہیں اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہیں علما اسکے جواز اور عدم جواز
میں مختلف ہیں [illegible] اس اجارہ کو عقود مختلفہ قرار دیتے ہیں اور بعضے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہیں سو اسلئے کہ اگر عقود الگ ٹھیرے تو سوا عقد اول
کے باقی عقود مضافہ ٹھیرینگے اور اجارہ مضافہ میں اجرت مالک نہیں ہوتی تعجیل سے نہ شرط التعجیل سے اور غرض اس اجارہ سے تملک اجرت ہے صدر الاسلام [illegible]
کہ [illegible] یہ ہے کہ وہ حق سارے احکام عقود منجزہ کے ہیں اور حق ملک اجرت تعجیل یا اشتراط التعجیل سے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہیں انتہی تو موضع کلام شارح کا یہ [illegible]
اور اگر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر [illegible] اجارہ دیا [illegible] اتنی اجرت پر تو مقام مذکور ہوتا کہ اسمیں اشتراط التعجیل باطل ہے اور [illegible] پہلی اجرت لازم ہوگی [illegible] بیان کیا
ہے [illegible] نے کہا کہ اس تحریر سے تجھ کو معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شرنبلالی کے مانند محرر نہیں ہے اور اگر شارح یوں کہتا [illegible] عقد [illegible] بشرط
التعجیل [illegible] القول [illegible] کذا فی الطحطاوی او الاستیفاء [illegible] لازم ہوتی ہے منفعت کے حاصل کر لینے سے اور [illegible] الا فی ثلاث
مذکورۃ فی الاشباہ یا اجرت لازم ہوتی ہے استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر ان تین صورتوں میں باوجود قدرت لازم نہیں ہوتی جو اشباہ میں مذکور ہیں [illegible] جب
موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اسباب سے خالی کر کے دے اور اسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کی طرف سے کوئی مانع نہ ہو تو مستاجر قادر ٹھیریگا اور [illegible] ہیں اگر
مستاجر استیفاء منفعت کو ترک کریگا تو یہ تعطیل لزوم اجرت کی مانع نہ ہوگی تو اگر موجر کی طرف سے تسلیم نہ واقع ہوئی یا وہ چیز اسکے اسباب سے فارغ نہیں یا فارغ
تسلیم کی مدت کے غیر میں یا مدت میں تسلیم کی لیکن اسکو غیر محل اجارہ میں [illegible] کر رکھا یا اسکو محل اجارہ میں رکھا اور اسمیں کوئی عذر ہے مانع یا موجر کی طرف سے کوئی
عذر نہیں لیکن حاکم یا غاصب نے اسکو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسدہ تھا تو اجرت ان صورتوں میں لازم نہیں کذا فی [illegible] اشباہ کی مستثنی صورتوں میں سے پہلی صورت
یہ ہے کہ قدرت علی الاستیفا اجارہ فاسدہ میں ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اس پر سوار
نہ ہوا تیسری صورت یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کر کے پھر اسکو چند سال رکھ چھوڑا بدون پہننے کے تو اجرت لازم نہ ہوگی اس مدت کے بعد کہ اگر اسکو
پہنتا تو کپڑا پھٹ جاتا یعنی وہاں تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اسکو پہنے جاتا تو کپڑا نہ پھٹتا پھر اس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ثم فرع
علیہ بقولہ فیجب الاجر لدار قبضت ولم تسکن لوجود تمکنہ من الانتفاع پھر مصنف نے اسپر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی تو اجرت
واجب ہوگی اس گھر کی جو مقبوض ہوا اور سکونت اسمیں مستاجر نہیں ہوا واجب ہونا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت انتفاع کے ہے [illegible]

الاجارۃ الصحیحۃ واما فی الفاسدۃ فلا تجب الاجرۃ الا بحقیقۃ الانتفاع کذا فی المبسوط فی العمادیۃ اور یہ یعنی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اس وقت ہے
جب کہ صحیح اجارہ ہو اور اجارہ فاسدہ میں تو اجرت واجب نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے فقط قدرت سے چنانچہ عمادیہ میں شرح بیان کیا ہے و
ظاہر ما فی الاسعاف اخراج الوقف انہ تجب اجرتہ فی الفاسدۃ بالتمکن کذا فی الاشباہ اور ظاہر قول اسعاف کا نکالا ہے کہ وقف کی صورت میں وقف کی اجرت فاسد
اجارہ میں واجب ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ ثم خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہے کہ وقف کے اجارہ فاسدہ میں اگر زراعت یا سکونت نہ ہو تو
اجرت لازم نہیں متقدمین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہے حالانکہ متاخرین کا خلاف اسمیں نظر نہیں آیا اور لعل اس لیے
خود مصرح ہے کہ وقف کی اجرت اجارہ فاسدہ میں لازم نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور یہ نص صریح ہے عدم وجوب میں پھر جب وقف کا حکم معلوم
ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم ہو گیا میں شارح اپنا تردد بیان کریگا کذا فی الطحطاوی فانما ثابت وفی مال الیتیم ثم المعد للاستغلال او استاجر فی بیع
الوفاء علی ما افتی بہ علماء الروم کذا لک محل تردد فلیحرر میں کہتا ہوں اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کے واسطے مہیا ہے اور بیع الوفا کے
اجارہ والی چیز جب فتوی اسے علماء سے روم کبھی اسی طرح وقف کے مانند ہے تردد کا مقام ہے کہ مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کیا جائے ہم کچھ تردد کا مقام نہیں
چنانچہ ہم مذکور کر چکے ہیں واسطے کہ اگر اجارہ صحیح ہو تو قدرت انتفاع اسمیں کافی ہے اور اگر اجارہ فاسد ہو تو اسکے حکم میں کچھ تغیر نہیں اشتباہ بیع الوفا کی یہ صورت
ہے کہ بیع الوفا کے بائع نے اجارہ لیا مشتری سے اس چیز کا جو بطریق بیع الوفا بیچی اور یہ اجارہ قبضہ مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ میں اجارہ
صحیح ہے پھر اگر مدت اجارہ گذر گئی اور وہ چیز اسکے ہاتھ میں باقی رہی تو علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا اور اسکا نام بیع الاستغلال ہے انتہی حل کیا
بعد انقضائے مدت اجارہ مثلا اجارہ میں کذا فی الطحطاوی ویقول ویسقط الاجر بالغصب ای بالحیلولۃ بین المستاجر وبین الانتفاع لان حقیقۃ الغصب لا تجری فی العقار اور
مصنف نے قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہوتی ہے اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل ہو جانے سے اسلئے
کہ حقیقت غصب کی جاری نہیں ہوتی زمین میں یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہوگی ولا تنفسخ بالغصب وال
فی الہدایۃ نعم خلافا لقاضی خان اور کیا اجارہ فسخ ہو جاتا ہے غصب سے ہدایہ میں کہا کہ ہاں فسخ ہو جاتا ہے برخلاف قاضی خان کے ولو غصب فی بعض المدۃ فبحسابہ
اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ میں تو بحساب اسکی اجرت ساقط ہوگی الا اذا امکن اخراج الغاصب من الدار مثلا بشفاعۃ او حمایۃ اشباہ
مگر جبکہ نکالنا غاصب کا مثلا گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگاروں کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقطہ نہ ہوگی کذا فی الاشباہ ثم اگر بلا خرچ ہو سکتا
اخراج مستاجر اور سکونت جاری رکھتا تو قصور مستاجر کا ہے اجرت اسپر لازم ہوگی اور اگر بدون خرچ مال کے اسکا اخراج ممکن نہ ہو تو قنیہ میں ہے کہ اجرت ساقط ہو گئی
ولو انکر ذلک ای الغصب الموجر وادعاہ المستاجر ولا بینۃ لہ یحکم الحال کمسئلۃ الطاحونۃ اور اگر موجر یعنی اجارہ دینے والا اسی غصب کا انکار کرے
اور مستاجر یعنی اجارہ لینے والا اسکا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہ ہوں تو فی الحال حکم کریگا پن چکی کے مسئلہ کے مانند ہم یعنی اگر مستاجر گھر میں تنہا ہو نزاع
کے حال میں تو موجر کا قول مقبول ہے اور اگر اسمیں غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اسپر کرایہ نہ ہوگا کذا فی البحر اور اگر پن چکی کے مستاجر اور موجر میں
اختلاف واقع ہو بعد انقضائے مدت اجارہ کے پانی کے جاری رہنے اور منقطع ہونے میں تو فی الحال پر حکم ہوگا یعنی اگر پانی جاری ہو جھگڑے کے وقت تو موجر کا
قول مقبول ہوگا اور نہیں تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی البحر ولا یقبل قول الساکن لانہ فرد ذخیرہ اور گھر کے رہنے والے کا قول مقبول نہ ہوگا اسلئے
کہ وہ تنہا شخص ہے کذا فی الذخیرۃ یعنی مسئلہ غصب میں ساکن مذکور کا قول معتبر نہیں اور اگر گھر میں کوئی ساکن نہیں تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی کذا فی العالمگیریۃ
ولو اجر او الا یعتق قریب الموجر لو کان اجرہ لانہ لم یملکہ بالعقد اور عدم لزوم اجرت بالعقد پر مصنف نے اپنے اس قول سے تفریع کیا اور آزاد
نہ ہوگا قرابت دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہوا ہو اجارہ میں اسواسطے کہ موجر اسکا مالک نہیں ہو گیا فقط عقد اجارہ سے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ

گذر جاوے کا اعلام خالد نے محمود کا بھائی محمود نے بیع محمود کی زمین اجارہ پر لی اور خالد کو اسکی اجرت مقرر کی تو خالد بمجرد عقد کے آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا
کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہیں ہوتی بلکہ موجر کی طرف سے تسلیم ہو یا فی الواقع تمکنہ من الاستیفاء و تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع من الانتفاع
اور بقدر استیفاء منفعت کے مراد تسلیم محل کی ہے مستاجر کی طرف اسطرح پر کہ کوئی مانع نہ ہو منفعت سے لینے کے فان سلمہ العین المؤجرة بعد مضی
بعض المدة فلیس لاحدہما الامتناع من التسلیم والتسلم فی الباقی المدة اذا لم یکن فی مدة الاجارة وقت یرغب فیہا لاجلہ
اور اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گذر جانے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونوں میں سے کسی کو باقی مدت میں دینے اور لینے سے
امتناع جائز نہیں بشرطیکہ اجارہ کی مدت میں ایسا کوئی وقت مخصوص نہ ہووے کہ جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت یکسان ہو بسبب امتناع
دینے اور لینے سے جائز نہیں فان کان فیہا ای فی العین المؤجرة وقت کذلک کبیوت مکة وقت الموسم و حوانیت منی زمن الموسم فانہ لا یرغب فیہا الا فی
الموسم فلو لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاجلہ خیر فی قبض الباقی کما فی البیع کذا فی البحر اور اگر اجارہ کی چیز میں ایسا وقت ہو کہ جسکے واسطے اجارہ لینے
کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور منا کے گھر اور دکانیں موسم حج کے زمانہ میں اسواسطے کہ بعد موسم حج ان کی خواہش
نہیں رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اس وقت میں تسلیم نہ کرے کہ جسکی خواہش ہوتی ہو تو مستاجر کو اختیار ہوگا باقی مدت کے قبض میں چاہے لے چاہے
نہ لے چنانچہ بیع میں کذا فی البحر یعنی اگر بیوت مکہ معظمہ خرید کیے قبل موسم حج کے سو تسلیم نہ واقع ہوئی تا بعد گذر جانے موسم کے تو مشتری کو خرید اور عدم خرید
میں اختیار ہوگا ولو سلمہ المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاعہ ان امکنہ الفتح بلا کلفة وجب الاجر والا لا اشباہ اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی
سو مستاجر اس کے کھولنے پر قادر نہ ہوا بسبب گم ہو جانے کنجی کے تو اگر اس کو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہیں
تو واجب نہیں کذا فی الاشباہ ہم اور اگر مالک نے کہا یہ مکان ہے اور اسمیں رہ مگر اسنے دروازہ کھول نہیں دیا اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا
میں اسمیں نہیں رہا تو اگر مستاجر بلا مشقت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہیں تو نہیں اور موجر کو یوں حجت کرنا جائز نہیں کہ تو نے کھول کر
قفل توڑ ڈالا اور کیوں نہ اسمیں داخل ہوا کذا فی العالمگیریہ قلت وکذا لو عجز المستاجر عن الفتح بہذا المفتاح لم یکن تسلیما لان التخلیة لم تصح فیہ
میں کہتا ہوں اور اسیطرح اگر مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کنجی یعنی موجر کی دی کنجی کے تو تسلیم نہ ہوگی اسواسطے کہ تخلیہ صحیح نہ ہوا کذا فی
الصیرفیة ولو اختلفا تحکیم الحال اور اگر دونوں میں اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کریگا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور رہا لانا کنجی مستاجر کے پاس
ہو مستاجر کہتا ہو کہ میں قفل کھولنے پر قادر نہ ہوا اور موجر کہتا ہو کہ تو قادر ہوا اور دونوں کے گواہ نہیں ہیں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال
سے مراد یہ ہو کہ مستاجر سے کہا جاوے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہو اور اگر کھول سکے تو موجر کا قول مقبول ہو کذا فی الطحاوی
ولو برہنا فبینة المؤجر ذخیرہ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الذخیرہ وکذا البیع اور اسیطرح بیع کا حکم ہو یعنی جب
مستاجر کی ساتھ بیع الغار بین کا گھر خرید کیا اور کنجی اسکی لی اور گھر کی طرف نہیں گیا تو اگر کنجی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہریگا اور نہیں تو نہیں
کذا فی المنح وقیل ان قال لہ اقبض المفتاح وافتح الباب فہو تسلیم والا لا کما بسطہ المصنف اور قول ضعیف یہ ہو کہ اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور
دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہو اور اگر کنجی دی اور قول مذکور نہ کہا تو تسلیم نہ ہوگی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہو وللموجر
طلب الاجر للدار والارض کل یوم وللدابة کل مرحلة اذا اطلقہ ولو بین تعین اور موجر کو جائز ہو گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا ہر روز
اور جانور کا کرایہ ہر منزل میں جبکہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہو تو وہی متعین ہوگا
شرط کے موافق وللخیاطة ونحوہا من الصنائع اذا فرغ وسلم فہلک قبل تسلیمہ سقط الاجر اور سینے اور مانند اس کے اور

پیشیوں کی مزدوری مانگنا جائز ہی جب کہ اُس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی ایسی مزدوری کا مطالبہ پہر دن نہیں بلکہ کام
کر چکنے اور رہو پہنچا دینے کے بعد ہی تو اُس چیز کا تلف ہو جانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کر دیتا ہی ہم کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور اسکی بلا تعدی
جل گیا تو مزدوری ساقط ہو گئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہو گا کیونکہ وہ بلا تعدی امین ہی کذا کل من لعمله اثر اور اسیطرح
ہر ایک اُس پیشہ ور کا حکم ہی جسکے عمل کا اثر موجود ہو جیسا کچھ بڑھئی اور رفوگر اور معمار اور جولاہہ اور سنار کہ انکے عمل کا اثر لکڑی اور لوہے اور مکان
اور کپڑے اور زیور میں موجود رہتا ہی تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہو گا وما لا اثر له کحمال له الاجر لما فرغ وان لم یسلم بحر
اور جسکے عمل کا اثر نہیں ہوتا جیسا کہ حمال تو اُس کو مزدوری مانگنا بعد فراغت کے جائز ہی اگرچہ تسلیم نہ واقع ہو پس تو بعد فراغت کے تلف
ہو جانے سے مزدوری ساقط نہو گی کذا فی البحر وان عمل فی بیت المستاجر خیاطت وغیرہ کی مزدوری لازم نہیں بدون فراغ
اور تسلیم کے اگرچہ خیاطت وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر میں کیا ہو ہم مصنف کا یہ قول اس کو مقتضی ہی کہ مستاجر کے گھر میں عمل سے فارغ ہونا تسلیم
نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہی اسواسطے کہ زیلعی میں ہی کہ خیاطت وغیرہ میں مستاجر کے گھر میں تسلیم حاصل ہوتی ہی بمجرد عمل کے اسواسطے کہ وہ مستاجر
کے گھر میں ہی اور گھر اُسی کے قبضے میں ہی تو اسمیں تسلیم حقیقی کی حاجت نہیں تو اجرت واجب ہو گی بمجرد عمل کے انتہی تو موجب اسکے اگر کپڑا وغیرہ تلف
ہو گا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اجرت واجب ہی بسبب تسلیم حکمی کے اور ظاہر یہ ہے کہ اگرچہ تعمیم ذکر کی ہی لیکن تسلیم یہاں نہیں کی ہدایہ میں یوں ہی کہ درزی
اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہیں تاوقتیکہ عمل سے فراغ نہ ہو اسواسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہیں تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہ ہو گا
اور اسیطرح اگر مستاجر کے گھر میں عمل کرے مستوجب اجرت نہو گا قبل فراغ کے کذا فی الطحطاوی اور صدر الشریعہ میں ہی کہ جب مستاجر کے گھر میں بعض
ثوب کی دوخت کرے پہر اُسکی چوری ہو جاوے تو بقدر دوخت اسکی اجرت ثابت ہی تو یہ دلیل ہی کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہی انتہی در در میں ہی کہ جمیع
ہدایہ و تجرید کے مستاجر کے گھر میں عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہیں اور مبسوط اور فوائد ظہیریہ اور ذخیرہ اور شرح جامع صغیر میں مذکور ہی کہ جب بعض
دوخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اسکے حساب کے اجرت واجب ہی تو اگر کپڑا چوری ہو جاوے کچھ سینے کے بعد تو اُسکے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا ہو گا انتہی
نعم لو سرق بعد ما خاط البعض او انهدم بعد ما بنى بعضه فله الاجر بحسابه على المذهب بحر وابن کمال ہاں اگر کپڑا چوری ہو جاوے بعد اسکے کہ درزی نے اسکو کچھ سیا یا کچھ دیوار
گر پڑی بعد بنا کیے تو اُسکا اجر ثابت ہو گا اُسکے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البحر و ابن کمال ہم یہ استدراک بلا وجہ ہی اسواسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے
گھر میں ہی تو اجرت واجب ہی خواہ سب دوخت ہوئی ہو یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر میں ہی تو کل یا بعض کچھ اجرت نہیں بدون تسلیم کے اور دیوار
اُٹھانا تو نہیں ہوتا مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق میں ہی کہ مسئلہ بنا خود اصل میں متعدی ہی کہ بعض عمل سے اجرت اسکی واجب ہوتی ہی بسبب تسلیم کے اور کرخی نے
اسکو ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہی اور اسی پر یقین کیا ہی غایۃ البیان میں ہدایہ پر رد کرکے تو یہی مذہب ٹھہرا اور لہذا مصنف یعنی صاحب کنز نے مستصفی میں اسکو
پسند کیا ہی اگرچہ اسکی عبارت کنز میں مطلق ہی کذا فی الطحطاوی ثوب خاطه الخياط باجر ففتقه رجل قبل ان يقبضه رب الثوب فلا اجر له بل له تضمين
الفاتق کپڑا ہی جسکو درزی نے سیا مزدوری پر سو سیون اُدھیڑ ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اسکے واسطے مزدوری نہیں بلکہ درزی
کو سیون اُدھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہی ولا جبر على الاعادة وان كان الخياط هو الفاتق فعليه الاعادة كانه لم يعمل بخلاف فتق اجنبي
اور درزی پر اعادہ دوخت کا جبر نہو گا اور اگر درزی ہی سیون کا اُدھیڑنے والا ہو تو اُسپر دوبارہ سینا واجب ہی گویا اُس نے نہ سیا تھا بخلاف
اجنبی سے یعنی اجنبی شخص کے اُدھیڑنے سے درزی پر اعادہ دوخت لازم نہیں وقیل للخیاط اجر التفصیل بالاخیاطة الاصح لا اشباه لكن فی حاشیتها
معزیا للمضمرات المفتی به نعم وقال المصنف ینبغی ان یحکم العرف انتہی ثم رایت فی التاتارخانیۃ معزیا للکبری ان الفتوی علی الاول فقال اور

کیا خیاط کے واسطے کپڑا ہوتے سینے بدون وقت کے مزدوری ہے یا نہیں قول اصح یہ ہے کہ قطع کرنے سے بدون سینے کے مزدوری نہیں
کذا فی الاشباہ لیکن حموی کے حاشیہ میں مضمرات سے منقول ہے کہ قول مفتی بہ یہ ہے کہ ہاں اجرت ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں کہا جواب لائق یہ ہے کہ
رواج پر حکم ہونا چاہئے پھر میں نے تاتارخانیہ میں قتادہ کے سے منقول دیکھا کہ قول اول پر فتوی ہے تو تامل کر صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب کپڑا درزی
کو سینے کے واسطے دیا سو اسنے قطع کیا اور مرگیا بدون سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کرنا مقصود ہو تو بلاشک اجرت واجب ہوگی اسواسطے کہ کل مقصود یہی ہے
تاتارخانیہ سے نقل کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے اسواسطے کہ صاحب مضمرات اور صاحب کبری دونوں نے ذکر کیا ہے کہ وجوب اجرت پر فتوی ہے اور شارح کی ظاہر عبارت
سے نکلتا ہے کہ عدم لزوم پر فتوی ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے فتامل کذا فی الطحطاوی والخباز للخبز الاجر بالخبز فی بیت المستاجر بعد اخراجہ من التنور لان تمام
عملہ بالاخراج لبعضہ بحسابہ جوہرہ اور روٹی پکانے والے کو روٹی کی مزدوری کا لینا جائز ہے مستاجر کے گھر میں تنور سے نکالنے کے بعد
اس واسطے کہ پختگی کی تمامی اسطرح نکالنے کے بعد ہے اور بعض روٹیوں کے نکالنے سے اس کے حساب کے موافق اجرت لازم ہوگی کذا فی
الجوہرہ فان احترق بعدہ ای بعد اخراجہ بغیر فعلہ فلہ الاجر لتسلیمہ بالوضع فی بیتہ ولا غرم لعدم التعدی وقالا یغرم مثل دقیقہ ولا اجر او ان
شاء ضمنہ الخبز واعطاہ الاجر سو اگر تنور سے نکالنے کے بعد بلا فعل طباخ روٹی جلجاوے تو اسکا اجر ثابت ہے بسبب تسلیم کر دینے طباخ کے
مستاجر کے گھر میں رکھ دینے سے اور جلجانے سے طباخ پر تاوان نہیں بسبب اسکی عدم قصوری کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ
تاوان دے اس کے آٹے کے برابر اور اس کی مزدوری نہیں اور اگر مستاجر چاہے تو طباخ سے پختہ روٹی کا تاوان لے اور اس کو روٹی
پکانے کی مزدوری دے ولو احترق قبلہ لا اجر لہ ویغرم اتفاقا لتقصیرہ درر وبحر اور اگر روٹی جل گئی تنور سے نکالنے سے پہلے تو اس کی
مزدوری نہیں اور وہ تاوان دے روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اسکی تقصیر کے کذا فی الدرر والبحر وان لم یکن الخبز فیہ ای
فی بیت المستاجر سواء کان فی بیت الخباز او لا فاحترق او سرق فلا اجر لہ لعدم التسلیم حقیقۃ ولا ضمان لو سرق لانہ فی یدہ امانۃ خلافا لہما
وہی مسئلۃ الاجیر المشترک جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر میں روٹی نہ ہو خواہ نانپز کے گھر میں ہو یا کہیں اور پھر جل جاوے یا چوری جاوے
تو اس کے واسطے مزدوری نہیں بسبب نہ ہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اسپر تاوان نہیں اگر چوری جاوے اسواسطے کہ اس کے پاس
امانت ہے برخلاف صاحبین کہ انکے نزدیک تاوان ہے اور یہ مسئلہ ہے اجیر مشترک کا کذا فی جوہرہ امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہے
تو ضمان نہیں بخلاف صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی وان احترق الخبز او سقط من یدہ قبل الاخراج فعلیہ الضمان
للمالک بالخیار فان ضمنہ قیمتہ مخبوزا فلہ الاجر وان ضمنہ قیمتہ دقیقا فلا اجر لہ للہلاک قبل التسلیم ولا یضمن الحطب والملح اور
اگر روٹی جل گئی یا اسکے ہاتھ سے گر پڑی تنور سے نکالنے سے پہلے تو نانپز پر ضمان ہے پھر مالک کو اختیار ہے کہ اگر اس سے پکی روٹی کا تاوان لے
تو اسکی مزدوری ثابت ہے اور اگر آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہیں بسبب ضائع ہوجانے کے قبل تسلیم کے اور اسپر لکڑی اور نمک کا تاوان
نہیں وللطباخ بعد الغرف الا اذا کان لاہل بیتہ جوہرہ والاصل فی ذلک العرف اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے
کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالوں اور رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا جبکہ ضیافت مستاجر کے گھر والوں کیواسطے ہو نہ اہل
دعوت کیواسطے تو نکالنا لازم نہیں کذا فی الجوہرۃ اور قاعدہ کلیہ اس میں رواج ہے یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ پر ہوتا ہے تو نکالنے کے بعد
مزدوری لازم ہوگی اور نہیں تو فقط پکا دینے کے بعد ہم زیلعی نے کہا کہ جس محل میں نص نہیں وہاں عادت کا اعتبار ہے فان افسدہ ای الطعام الطباخ
او احرقہ او لم ینضجہ فہو ضامن للطعام پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا

عادت مستمرہ اور [illegible] ۱۲

اسپر تاوان لازم ہوگا ولو دخل بنارہ لیخبز او لیطبخ بہا فوقعت منہ شرارۃ فاحترق البیت لم یضمن للاذن بالصبی صاحب الدار لو احترق شیء
من السکان لعدم التعدی جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر میں باورچی آگ لے گیا روٹی یا ہانڈی پکانے کیواسطے اور اوس میں سے ایک چنگاری
گھر میں پڑی اور گھر جلگیا تو اسپر تاوان نہیں بسبب اذن صاحب خانہ اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دیگا اگر کچھ جل جاے رہنے والونکا بواسطہ عدم تعدی
کے ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مقصود ہے یا جیر جیسا نہیں بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے و لضرب اللبن بعد الاقامۃ وقالا بعد التشریج
اذا عمل بعضہ فلہ بعض ہو لہا یعنی ابن کمال معزیا للعیون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مطالبہ اینٹ کھڑی کردینے کے بعد ہے اور صاحبین نے کہا
کہ تشریج کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین کا قول پر فتوی ہے نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے
وہذا اذا ضرب فی بیت المستاجر فلو فی غیر ملکہ فلا اجر حتی یعدہ منصوبا عندہ و مشرجا عندہما زیلعی اور یہ اسوقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر میں اینٹ پاتھی ہو اور اگر مستاجر
کی غیر ملک میں اینٹ پاتھی ہو تو اجرت واجب نہیں جبتک شمار کر کے کھڑی کرلے امام کے نزدیک اور ڈھیر لگا کر کے صاحبین کے نزدیک کذا فی الزیلعی
و مستعمل فی تسلیم شرط کی ہے شمار اور شرح التسلیم ہے بہتر ہے اسواسطے کہ اگر تسلیم ہو بدون شمار کے تو اجرت ثابت ہوگی کذا فی البحر و فرع مسائل الحقہ شارح کے
اللبن علی اللبان فالتراب علی المستاجر وادخال الحمل المنزل علی الحمال الا السیر فی الحوالی والسرو ہو الخرقۃ الانیتہ علی اینٹ پاتھنے کا سانچا اینٹ پاتھنے والے کے
ذمہ ہے اور مٹی اینٹ بنانے والے مستاجر پر اور بوجھ کا مکان کے اندر رکھنا بوجھ اوٹھانے والے پر لیکن اوسکا اوتارنا اور بھرنا بوریوں میں یا اوسکا ڈوری سے باندھنا
پر مگر شرط کر لینے سے والاکاف والاقتاب علی المکاری وکذا الحبال والجوالق اور بوجھ لادنے کے واسطے پالان جانور پر باندھنا مکاری یعنی کرایہ والے پر ہے اور
اسی طرح رسیان اور گونین مکاری پر ہین والحبر علی الکاتب واشتراطہ علی رب الثوب [illegible] اور روشنائی لکھنے والے کے ذمہ ہے اور کاغذ
شرط کرنا کاتب پر اجارہ کتابت کا مفسد ہے کذا فی الظہیریہ ومن لعملہ اثر فی العین کالصباغ والقصار [illegible] الاجیر حبس العین [illegible] اوسکے عمل اور
کام کا اثر موجود ہو چیز مین جیسا کہ رنگریز اور دھوبی کا تو وہ اس چیز کو روک رکھے اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری لینے کے واسطے اور دھوبی سے
وہ دھوبی مراد ہے جو کپڑا دھونے میں نشاستہ وغیرہ کا کلپ لگاتا ہے نہ فقط غاسل ثوب جیسا کہ بیان ہو کہ مقصود علیہ وصف ہے جو محل میں ثابت ہو تو حق حبس بدلا لینے کے
واسطے ہوا چنانچہ بیع مین کذا فی الدرر و علی المراد بالاثر عین مملوکۃ للعامل کالنشا و الغراء [illegible] مجرد ما یعاین [illegible] قولان اصحہا الثانی فغاسل الثوب وکاسر
الفستق والحطب والطحان والخیاط و مختلف وحالق راس العبد [illegible] حبس العین بلا اجر علی الاصح جیسے اور آیا اثر سے کام کرنے والے کی کوئی
چیز مملوک مراد ہے جیسا کہ نشاستہ اور صابون یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے اور دکھائی دے اسمین دو قول ہیں یعنی ایک قول یہ ہے کہ
چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آے خواہ عین مملوک ہو یا نہ ہو دونوں تو دونوں میں سے صحیح تر دوسرا قول ہے تو کپڑا دھونے والا
اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سب کو روک رکھنا چیز کا اجرت
لینے کے واسطے جائز ہے بموجب قول اصح کذا فی المجتبی ہم بحر الرائق مین ہے کہ مستصفی مین [illegible] منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ مجرد مایعاین مرادلیا جاے حق حبس نہین ہے
تو تصحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہے اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو عمل کے مانند ٹھہرایا ہے کذا فی الطحطاوی اور زمین نہ ساے عن
قاضی خان مذکور ہے کہ جب دھوبی کے عمل کا اثر نہ ہو واسطے کہ مہمل ٹھہرانے کے اسمین اختلاف ہو صحیح تر قول یہ ہے کہ اسکو حق حبس ثابت ہے ہر حال میں اسواسطے کہ سفیدی
مخفی تھی جو ظاہر ہوگئی دھوبی کے عمل سے تو گویا اوسنے سپیدی ایجاد کردی ظاہر کردینے سے وہذا اذا کان حالا اما اذا کان الاجر مؤجلا فلا [illegible] کما
فی بیت المستاجر لتسلیمہ حکما اور یہ لینا حق حبس اوسوقت ہے جب کہ اجرت کی مدت مقرر رہی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہوگئی ہو تو اجیر اسکے حبس
کرنے کا مالک نہیں جیسے مستاجر کے گھر عمل کرنے میں حبس کا اختیار نہیں بسبب تسلیم حکمی کے فیضمن بالتعدی والنی ہیت المستاجر [illegible] اور اجیر پر تاوان

لازم ہوگا تعدی ہے سے اگرچہ تعدی مستاجر کے گھر مین واقع ہو کذا فی الفتاوی فان حبس فضلع فلا اجر ولا ضمان لعدم التعدی سو اگر اجیر نے
چیز روک رکھی اور وہ تلف ہوگئی تو اسکی مزدوری نہین اور نہ اسپر تاوان ہوگا واسطے عدم تعدی کے ومن لا اثر لعملہ کالحمال علی ظہرہ او دابتہ
والملاح وغاسل الثوب ای لتطہیرہ لا لتحسینہ مجتبی فلا یحبسہا لانہا امین للاجرۃ اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہو چیز مین جیسا کہ اپنی پیٹھ پر یا جانور
پر بوجھ لادنیوالا اور ملاح اور کپڑا دھونیوالا چیز کو نہ روک رکھے مزدوری لینے کیواسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونیوالا مراد ہے جو کپڑا دھوئے
اسکے طاہر کرنیکے واسطے نہ تحسین کیواسطے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہے اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اسکے فعل
ظاہر ہوگئی تو گویا اسنے سفیدی کو پیدا کیا تو تحسین ثوب حبس کا مالک ہوگا فالطہر ثوب اور درمین کہا کہ غلام گرنتیہ کے پکڑلانیوالے کو حق حبس ثابت ہے اگرچہ اسکے
عمل کا اثر نہین فلو حبس ضمن ضمان الغصب یاتی فی بابہ پس اگر اجیر مذکور حبس کرے تو غصب کا تاوان ہے اور ضمان غصب اسکے آتا ہے باب غصب
باب میں ہم یعنی اگر حبس مین وہ چیز تلف ہوجاوے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مثلی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو وصاحبہا بالخیار ان شاء ضمنہ
قیمتہا ای بدلہا شرعا محمولۃ ولہ الاجر وان شاء غیر محمولۃ ولا اجر جوہرۃ اور محمول چیز کا مالک مختار ہے اگر چاہے محمول ہونیکی حالت سے اسکو محمول اعتبار کرکے اسکی قیمت
یعنی اسکے عوض شرعی کا تاوان لے اور حمال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الجوہرۃ واذا شرط عملہ بنفسہ
بان یقول لہ اعمل بنفسک او بیدک لا یستعمل غیرہ الا الظئر فلہا استعمال غیرہا بشرط وغیرہ خلاصۃ اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی شرط کرے اسطرح کہ
اس سے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے یا اپنے ہاتھ سے کام کر تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کام نہ لے مگر دایہ کہ اسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہے شرط اور
بلا شرط ہر طرح سے کذا فی الخلاصۃ ہم خانیہ مین ہے کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا سی دے یا دھوبی سے کہا کہ تو خود دھو دے پھر اسنے اپنے غلام یا شاگرد سے کام
کروا دیا تو اجرت دینا واجب نہ ہوگا کذا فی الطحاوی وان اطلق کان لہ ای للاجیر ان یستاجر غیرہ افاد بالاستیجار انہ لو دفع لاجنبی ضمن الاول لا الثانی
صرح فی الخلاصۃ اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہے کہ اپنے غیر سے مزدوری کرا دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کر دیا اسکا کہ اگر
اجنبی کو اجیر دیگا بلا استیجار تو اول شخص تاوان دیگا درصورت تلف ہونیکے نہ شخص ثانی اور خلاصہ مین اسکو صریح بیان کیا ہے وقید بشرط العمل لانہ لو شرط لہ الیوم او غد
فلم یفعل و طالبہ مرارا فتفرط ضمن شرق لا یضمن واجاب شمس الائمۃ بالضمان کذا فی الخلاصۃ اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر نے آج
یا کل کے دن کی شرط کی سو اسنے اسدن کام نکیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار مطالبہ کیا سو اسنے کوتاہی کی یہانتک کہ وہ چیز چوری ہوگئی تو تاوان اجیر پر لازم
نہ ہوگا اور شمس الائمہ نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہے کذا فی الخلاصہ وقولہ علی ان یعمل اطلاق لا تقیید مستصفی فلان یستاجر غیرہ اور مستاجر کا یون کہنا کہ
اجیر تیرے عمل پر یہ اطلاق ہے یہ قید کا لگانا کذا فی المستصفی تو اجیر کو جائز ہے کہ غیر شخص سے مزدوری کروا دے استاجرہ لیاتی بعیالہ فمات بعضہم فجاء
بمن بقی فلہ اجرہ بحسابہ لانہ اوفی بعض المعقود علیہ مستاجر نے ٹھیکہ کیا کہ اجیر اسکے اہل وعیال کو لے آوے سو انمین کوئی شخص مر گیا اور وہ باقی
لوگون کو لیے آیا تو اسکی مزدوری ثابت ہوگی اسکے حساب کے موافق ہو اسواسطے کہ اسنے بعض معقود علیہ کو پورا کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد
ہوا تھا اور وہ سبکو نہ لایا تو پوری مزدوری کا مستحق نہ ہوگا پھر اگر جنکو لایا نصف عیال ہون تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہون تو ثلث اجرت کا مستحق ہوگا
وقیدہ بقولہ لو کانوا ای العیال معلومین ای للعاقدین لیکون الاجر مقابلا بکلہم اور مصنف نے اس قول سے قید لگائی کہ اگر اسکے اہل وعیال معلوم ہون یعنی
عاقدین انکو جانتے ہون تب بقدر حساب بعض عیال بعض اجرت کا مستحق ہوگا تا کہ اجرت سبکے مقابلہ مین پڑے والا یکونوا معلومین فلکلہ ای لکل الاجر نقل ابن
الکمال ان کانت المؤنۃ تقل بنقصان عددہم فبحسابہ والا فکلہ اور اگر عیال غیر معلوم ہون تو اجیر کیواسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنی امام ہندوانی
سے کہ اگر لانے کی مشقت کم ہوجاتی ہو عدد عیال کے کم ہونے سے تو بقدر اسکے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم ہوجاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی

لا لایصال خط ای کتاب او زاد الی زید ان رده ای المکتوب او الزاد لموته ای زید او غیبته لا شیء له لانه نقضه بعوده کالخیاط اذا خاط ثم
فتق یعنی کسی نے مقرر کیا ایک مرد کو تاکہ خط یا توشہ پہونچا دے کسی شخص کو مثلاً زید کے پاس اگر اجیر خط اور توشہ پھیر لایا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اُسکے واسطے
کچھ مزدوری نہیں اسلیئے کہ اُسنے معقود علیہ یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کر دیا اُسکے پھیر لانے سے جس طرح درزی نے کپڑا سیا پھر اُس کو
ادھیڑ ڈالا اور مصنف کو لازم تھا کہ خط پہونچانا اور جواب لانا دونوں کو ذکر کرتا اسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی
چنانچہ شرح مجمع میں مصرح ہے اور امام محمد کی جامع صغیر میں خط لیجانا اور جواب لانا دونوں مذکور ہیں کذا فی المحیط وفی مختصرا وفی الخانیۃ استاجر لیذہب الی موضع
کذا ویدعو فلانا بالاجر فذہب الی الموضع فلم یجد فلانا وجب الاجر یعنی ہر کہ اجارہ کیا تا فلانے کی طرف جاے اور فلانے شخص کو بلا لاوے تو یہیں مزدوری
پر ہیں اجیر وہاں گیا اور اُسنے اُس شخص کو نہ پایا تو مزدوری واجب ہوگی اور تمام پیغام پہونچانا مذکور ہے نہ بلا لانا اور پیغام سے رسالت اور بلا لانے کو کہا
قرار دیا کذا فی المحیط فان دفع الخط الی ورثته فی صورة الموت اومن یسلم الیه اذا حضر فی صورة غیبته وجب الاجر بالذہاب ومقابله
الاجر المسمی کذا فی الدرر والغرر وتبعه المصنف ولکن تعقبه المحشون وعولوا علی لزوم کل الاجر لکن فی القہستانی عن النہایۃ انه ان شرط المجیء بالجواب فنصفه
والا فکله فلیکن التوفیق پس ایصال مکتوب میں اگر اجیر نے خط زید کے وارثوں کو درصورت موت زید کے یا اُس شخص کو دیا جو زید کو پہونچا دے
جبکہ زید آوے درصورت غائب ہونے زید کے تو جانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف اجرت معینہ ہے کذا فی الدرر والغرر اور مصنف پیرو ہوا ہے
صاحب درر کا ولیکن درر کے محشیوں نے اعتراض کیا ہے اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہے لیکن قہستانی میں نہایہ سے منقول ہے کہ اگر جواب
لانا شرط کیا ہے تو نصف اجرت لازم ہے اور نہیں تو تمام اجرت لازم ہے تو توفیق بین القولین ہوگی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام اس پر محمول ہے جب جواب
ہے اور محشیوں کا قول عدم اشتراط پر محمول ہے وان وجده ولم یوصله الیه لم یجب له شیء لانتفاء المعقود علیه ہو الایصال اور اگر اجیر نے زید کو
پایا اور خط اور توشہ اُسکو نہ پہونچایا تو کچھ مزدوری اُسکی واجب نہوگی بسبب نہونے معقود علیہ کے یعنی ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نگیا واختلف فیما
لو فرقه اور اس میں اختلاف ہے اگر اجیر نے خط کو پھاڑ ڈالا یعنی بعضوں کے نزدیک اُس میں مزدوری واجب ہے اور بعضوں کے نزدیک واجب نہیں متولی ارض الوقف
اجرها بغیر اجر المثل یلزم مستاجر ہا ای مستاجر ارض الوقف لا المتولی کما غلط فیه بعضهم تمام اجر المثل علی المفتی به کما فی البحر عن التلخیص وغیره متولی ارض وقف نے
زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنی کم تر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر زمین وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنا بر قول مفتی بہ چنانچہ بحرالرائق میں تلخیص
وغیرہ سے اور متولی پر اجرت مثل لازم نہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہیں وکذا الحکم فی وصی داب کما فی مجمع الفتاوی اور اسیطرح کا حکم ہے وصی اور باپ کا چنانچہ
مجمع الفتاوی میں ہے یعنی اگر وصی یا باپ نے صغیر کی زمین کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی اور باپ پر یعنی بالضمان فی
غصب عقار الوقف وغصب منافعه وکذا یفتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما اختلف فیه العلماء حتی نقضوا الاجارة عند الزیادة الفاحشة نظرا للوقف وصیانة
لحق اللہ تعالی حاوی القدسی فتوی دیا گیا ہے غاصب کے تاوان پر زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے میں اور منافع زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے میں
اور اسیطرح ہر ایک اُس چیز کا فتوی ہے جو وقف کیواسطے نافع تر ہے جسمیں عالموں کا اختلاف واقع ہوا ہو تو نقض اجارہ کا حکم کیا ہے فقہانے زیادت فاحشہ کے نزدیک
بلحاظ وقف کے اور حق اللہ کی محافظت کے واسطے کذا فی حاوی القدسی ہم زیادت فاحشہ سے مراد فی نفسہ اجر مثل کا زیادہ ہو جانا ہے بلا تعنت چنانچہ عنقریب
فرع میں مذکور ہوگا مات الاجیر وعلیه دیون حتی فسخ العقد بتعجیل البدل فالمستاجر اولی من فی یده ولو العقد فاسدا شاه ای بالمستاجر من غرمائه حتی یستوفی
الاجرة المعجلة مر گیا اُسکا اجارہ کا دینے والا اور اُسپر لوگوں کے دین ہیں تا اینکہ عقد اجارہ فسخ ہو گیا بدل اجارہ کی تعجیل سے بعد تو مستاجر زیادہ تر حقدار ہے اجارہ کی
چیز کا اُسکے اور قرضخواہوں سے تا اینکہ مستاجر پیشگی اجرت کو حاصل کرے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضہ میں ہو اگرچہ بعقد فاسد اُسکے تصرف میں ہو

کذا فی الاشباہ ھم یعنی جبکہ سوجھ گیا اور اسپر غیر مستاجر کے دیون ہیں پھر اجارہ کی چیز بیچی گئی تو مستاجر حق باثمن ہے باقی قرضخواہون کذا فی الطحطاوی یعنی پہلے
مستاجر اسکے ثمن سے اپنی [illegible] دی ہوئی اجرت لیگا بعد اسکے اگر کچھ ثمن باقی رہیگا تو اور قرضخواہ پاوینگے الا انہ لا یستقدّ الالدین بہلاکہ ای بہلاک فی الاستاذ
لانہ لیس برہن من کل وجہ یعنی یہ کہ دین مستاجر کا ساقط نہوگا اس اجارہ کی چیز کے ہلاک ہوجانے سے ہواسطے کہ یہ چیز ہر وجہ سے رہن نہیں جو ساقط دین ہوجاوے
الرہن فانہ مضمون بالاقل من قیمتہ ومن الدین کما فی باب مجمع الفتاوی بخلاف مرہون کے ہلاک ہوجانیکے ہواسطے کہ مرہون کی ہلاکی میں مرتہن پر تاوان ہوگا کمتر کا
مرہون کی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن میں آویگا کذا فی مجمع الفتاوی ھم قولہ بالاقل من قیمتہ ومن الدین ترکیب فاسد ہے ہواسطے کہ اس سے مفہوم ہوتا ہے
کہ جو چیز قیمت اور دین سے کمتر ہووہ تاوان ہوا ور حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ قیمت اور دین دیکھا جاوے سو دونون میں سے جو اقل ہووہ تاوان آتا ہو تو ترکیب
صواب یون ہے بالاقل من قیمتہ ومن الدین تو اسصورت میں مبانیہ ہوگا تفصیلیہ کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ شارح کے الزیادۃ فی الاجرۃ من المستاجر
تصح فی المدۃ وبعدہا زیادہ کردینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے صحیح ہے اجارہ کی مدت میں اور بعد مدت کے ھم طحطاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت اشباہ اور
منح الغفار کے مخالف ہے واما الزیادۃ علی المستاجر فان فی الملک ولیتیم لم تقبل کما لوخصت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہوجانا اگر زیادتی آدمی کی ملک میں ہے
اگرچہ یتیم کی ملک ہو تو مقبول نہیں چنانچہ اگر اجرت ارزان ہوجاوے تو معتبر نہیں ھم یعنی بعد اجرت معین ہوچکنے کی اجرت کا نرخ گران ہوگیا یا ارزان تو غیر وقف میں اسکا
اعتبار نہیں مستاجر پر فقط اجرت معینہ لازم ہوگی وان فی الوقف فان الاجارۃ فاسدۃ اجر الناظر بلا عرض علی الاول لکن الاصح صحتہا باجر المثل ولو ادعی رجل انہا بغبن
فاحش اور اگر زیادت مذکورہ وقف میں ہو تو اگر اجارہ فاسدہ ہو تو وقف کا ناظر اسکو دوسرے مستاجر کو اجارہ دے بدون پوچھنے مستاجر اول کے لیکن قول اصح
صحت اجارہ مذکورہ ہے بعوض اجرت مثل کے اگرچہ مرد دعوی کرے کہ اجارہ بغبن فاحش کے ساتھ ہوا ھم اشباہ میں لکن الاصح کے مقام پر لکن الاصل ہو یعنی صحیحہ
باجر المثل واقع ہو فان اخبر القاضی ذو خبرۃ انہا کذلک فسخہا پھر اگر قاضی کو ہوشیار واقف خبر کرے کہ اجارہ اسیطرح بموجب دعوے مدعی غبن فاحش کے ساتھ تھا تو
قاضی اجارہ کو فسخ کرڈالے ھم شارح کو یون کہنا خوب و صحیح تر تھا اگر مرد دعوی کرے کہ اجارہ بغبن فاحش تھا تو صحت اجارہ باجر مثل اصل ہے مگر جبکہ قاضی کو شخص خبردار
خبر کرے یعنی پھر دعوی مذکورہ وعدم صحت کا قاضی حکم نکرے بلحاظ اصل مذکور بلکہ اہل البصیرت اور صاحب امانت کے قول کی طرف رجوع کرے وتقبل الزیادۃ وان شہد
وقت العقد انہا باجر المثل اور زیادت مقبول ہوگی اگرچہ گواہون نے گواہی دی ہو وقت عقد کے کہ اجارہ باجرت مثل ہوا الا ان کانت اضرارا وتعنتا لم تقبل اور
اگر قاضی کو خبردار شخص خبر نہ کرے کہ اجارہ بغبن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادت مستاجر کی ضرر رسانی اور تذلیل کے واسطے ہو تو مقبول نہ ہوگی ھم اضرار اور تذلیل کی زیادت
وہ ہے جسکو قبول نکرے مگر ایک شخص یا دو شخص بیان یہ ہے کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اسکی طرف التفات نہوگا شاید کہ وہ شخص متعنت اور
ضرر رسان ہو کذا فی الطحطاوی وان کانت الزیادۃ اجر المثل فالمختار قبولہا فیفسخہا المتولی فان امتنع فالقاضی ثم یوجرہا ممن زاد اور اگر زیادت اجر مثل ہو تو اسکو
قبول کرلینا قول مختار ہے تو متولی اجارہ فسخ کرڈالے سو اگر وہ فسخ نکرے تو قاضی فسخ کرے پھر اسکو اجارہ دے اس شخص سے جو زیادہ اجرت دے ھم زیادت اجر مثل سے
مراد اس سے یہ ہے کہ فی نفسہا اجرت زیادہ ہوجاوے سب شخصون کے نزدیک بسبب گران ہوجانے نرخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہوجاوے لوگون کی رغبت کے سبب سے
کسی چیز کے اجارہ لینے میں تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت مثل نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح المجمع للعینی فان کانت دارا او حانوتا او ارضا فارغۃ عرضہا علی المستاجر فان
قبلہا فہو احق بہا ولزمہ الزیادۃ من وقت قبولہا فقط پھر اگر اجارہ کی چیز گھر ہو یا دکان یا خالی زمین ہو تو اسکو مستاجر اول پر پیش کرے سو اگر مستاجر زیادت مذکورہ کو قبول
کرے تو وہی اسکا زیادہ ترحقدار ہے اور اسپر زیادت لازم ہوگی قبول کرلینے کے وقت سے فقط یعنی زمانہ قبول کے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم ہوگی اور بعد قبول
کے زیادت مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادۃ اجر المثل وادعی انہا اضرار فلا بد من البرہان علیہ اور اگر مستاجر اجرت مثل کی زیادہ ہونیکا انکار کرے اور دعوی کرے
کہ زیادت ضرر رسانی ہے تو ضرور ہے اسپر گواہ قائم کرنا یعنی زیادت کا مدعی گواہ لاوے منکر ہو وان لم یقبلہا اجرہا المتولی اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے تو متولی اوسکو

شخص کو اجارہ دے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو تا ایجاب انکار زیادت پر مقدم کرتا وان کانت مزروعۃ لم یصح اجارتہا لغیر صاحب الزرع لکن تضم الیہ الزیادۃ
میں جو تھا اور اگر زمین وقف مزروع ہو تو اسکا اجارہ دینا سوائے کاشتکار کے جائز نہیں لیکن اجرت سابقہ سے زیادہ تو ملائی جائے مثل پر زیادہ ہو چکے وقت سے
وان کان نبی او غرس فان کان المستاجر مشاهرة فانها توجر لغیرہ اذ فرغ الشهر الذی یلیها لانعقادها عند راس کل شہر اور اگر مستاجر نے زمین میں عمارت بنائی ہو یا درخت
لگائے ہوں تو اگر ماہواری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دیجائے جبکہ مہینہ ہو چکے اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے بسبب منعقد ہونے اجارہ ماہواری کے
ہر مہینے کے سرے پر ہم محیط میں ہے کہ غیر کو اسی صورت میں اجارہ دیا جاسے جبکہ رفع عمارات سے بعد اجرت زیادہ ہو جائے اور اگر بعد دور ہو جانے عمارت کے اجرت سابقہ
سے زیادتی نہ ہو تو اسے اجرت سابقہ کے ساتھ مستاجر کے پاس باقی رکھی جائے کذا فی الطحطاوی و ان البناء یتملکہ الناظر بقیمتہ مستحق القلع للوقف اور عمارت کا ناظر
مالک ہوگا وقف کیواسطے عمارت مستحق القلع کی قیمت دیکر او یصبر حتی یتخلص بناؤہ یا مستاجر صبر کرے یہانتک کہ اسکی عمارت خلاصی پاوے یعنی انہدام کے بعد
اپنی اینٹ اور لکڑی پر تصرف کرے وان کانت المدۃ باقیۃ لم توجر لغیرہ وانما تضم علیہ الزیادۃ کالزیادۃ و بها زرع اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین کا
اجارہ نہ دیا جاوے اور اسکے سوا کچھ نہیں کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت ملائی جائے جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاحق کیجاتی ہے واما اذا زاد اجر
المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخها وعلیه الفتوی اور جبکہ اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہو جائے بدون اسکے کہ کوئی شخص بڑھاوے تو متولی کو فسخ اجارہ کا
اختیار ہے اور اسی پر فتوی ہے وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی اشباہ معزیا للصغری اور جبتک متولی اجارہ کو فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ اشباہ میں
فتاوی صغری سے منقول ہے قلت وظاہر قولہ والبناء یتملکہ الناظر الخ انہ یتملکہ جبرا علی صاحبہ بذا والارض تنقص بالقلع والا فبرضاہ کما فی عامۃ الشروح
منها البحر والمنح فیعول علیها لانها الموضوعۃ لنقل المذہب بخلاف نقول الفتاوی میں کہتا ہوں اور اسکا یہ قول والبناء یتملکہ الناظر الی اخرہ اسپر دلالت کرتا ہے
کہ ناظر عمارت کا مالک ہوجاتا ہے بجہت وقف کے صاحب عمارت پر جبر اور زبردستی کرکے اور یہ یعنی زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اس صورت میں ہے کہ زمین ناقص
ہوجا عمارت کے کھودنے سے اور اگر ناقص نہو تو قیمت دیکر مالک ہونے میں صاحب عمارت کی رضامندی شرط ہے چنانچہ اکثر شروح میں یہ صرح ہے از انجملہ بحر الرائق اور
منح الغفار ہے تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جاسے اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے شروح ہی موضوع اور مقرر ہیں برخلاف نقول فتاوی یعنی اگر فتاوے کی نقول
شروح کے مخالف ہوں تو اعتماد کے لائق نہیں ہم منجملہ فتاوی مذکورہ فتاوی خواہر زادہ ہے جسکی عبارت شارح اسکے بعد ذکر کریگا اور تجنیس اور خانیہ سے ان میں
منقول ہے کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہوجائیگا کذا فی الطحطاوی ثم نظر اذ فی فتاوی خواهرزاده من الوقف معزیا للاصولین حانوت وقف بنی فیه ساکنه بلا اذن
متولیه ان لم یضر رفعه رفع وان ضر فهو المضیع ماله فلیتربص الی ان یتخلص ماله من تحت البناء ثم یاخذه اور خواہرزادہ کے فتاوی میں ہے کتاب الوقف سے منسوب باصولین کہ
ایک دکان ہے وقف کی جسمیں اسکے رہنے والے نے کچھ عمارت بنائی بلا اذن متولی وقف کے اگر عمارت کا کھودنا ضرر نکرے تو اسکو کھود ڈالے اور اگر ضرر کریگا
ہو تو بنانے والا خود ضائع کرنے والا ہے اپنے مال کا تو چاہیے کہ یہانتک انتظار کرے کہ اسکا مال تحت عمارت سے خلاصی ہو پھر اسکو لے ولا یکون بناؤہ
مانعا من صحۃ الاجارۃ لغیرہ اذ لا ید له علی ذلک البناء حیث لا یملک رفعه اور عمارت اس شخص کی غیر شخص کے اجارہ دینے کی مانع نہوگی اسواسطے کہ اسکا تصرف اور قبضہ
نہیں اس عمارت پر اسواسطے کہ وہ اسکو منہدم نہیں کرسکتا ولو اصطلحوا ان یجعلوا ذلک للوقف بثمن لا یجاوز اقل القیمتین منزوعا ومبنیا فیه صح اور اگر اسپر اتفاق
کریں کہ اس عمارت کو وقف کے تحت میں کردیں بعوض اس ثمن کے جو اقل القیمتین سے تجاوز نکرے یعنی منہدم عمارت کی قیمت اور مبنی عمارت کی قیمت میں سے
جسکی قیمت کم ہو اس سے اسکا ثمن زیادہ نہ ہو تو یہ صحیح ہے ولو لحق الاجر دین یرفع الامر الی القاضی لیفسخ العقد ولیس للاجر ان یفسخ بنفسہ وعلیہ الفتوی اور اگر
موجر کو دین لاحق ہو تو قاضی سے نالش کرے تاکہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کرڈالے اور اجارہ دینے والے کو جائز نہیں کہ خود اجارہ کو فسخ کرے اور
اسی پر فتوی ہے ہم یہ اس صورت میں ہے جبکہ ادائے دین کا طریقہ باقی نرہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کراسکے اس چیز کو بیچکر دین ادا کرے دیکھو تتمہ مشکل

الاجرۃ او بالکثیر او باقل مما یتغابن فیہ الناس لا بما لا یتغابن فیکون فاسدۃ فیوجرہ اجارۃ صحیحۃ اما کون الاولی او من غیرہ باجر المثل او بزیادۃ بقدر ما یرضی به المستاجر انتہی اور اجارہ جائز ہوا اجرت مثل سے یا زیادہ پر اجرت مثل سے یا کمتر اجرت مثل سے اسقدر اکثر یا اقل ہو جسقدر میں لوگوں کو تغابن ہوتا ہے نہ اسقدر جسمین تغابن واقع نہیں ہوتا تو اب اجارہ فاسد ہو جائیگا تو متولی اسکا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اسکے سوا اور شخص سے اجرت مثل مقرر کرکے یا زیادہ اجرت مثل سے جسقدر کہ مستاجر راضی ہو انتہی اور فتاویٰ ہوسن زادہ وفی فتاوی الحانوتی بینۃ الاثبات مقدمۃ وہی التی شہدت بان الاجرۃ اجرۃ المثل وقد اتصل بہا القضاء فلا تنقض قال وبہ اجاب تلمیذ المؤلف بلفظہ اور فتاوی حانوتی میں ہے کہ اثبات کے گواہ مقدم ہیں اور گواہ اثبات وہ ہیں جو یہ گواہی دیں کہ اجرت پہلی اجرت مثل ہی تھی اور گواہی سے قاضی کا حکم بھی متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا حانوتی نے کہا اور یہی جواب دیا ہے تلمیذ المؤلف نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حانوتی کی عبارت یہ ہے کہ نور الدین علی طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ حاکم نے صحت اجارہ وقف کا اور اسکا کہ اجرت پہلی اجرت مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجرت مثل تھی پھر اور گواہوں نے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجرت مثل سے تو عمل بطلان اجارہ پر ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہے اور حکم حاکم بھی اُس سے متصل ہوگا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ۔ +

باب ما یجوز من الاجارۃ و ما یکون خلافا فیہا ای فی الاجارۃ

یہ باب ہے اُس اجارہ کا جو جائز ہے اور جس اجارہ میں اختلاف ہے ہم طحطاوی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا باب ما یجوز من الافعال فی الاجارہ یہ باب ہے اُن افعال کا جو اجارہ میں جائز ہیں **یصح اجارۃ حانوت** ای دکان **و دار بلا بیان ما یعمل فیہا** لصرفہ للمتعارف صحیح ہے اجارہ حانوت یعنی دکان کا اور گھر کا بلا بیان اُس فعل کے جو اُسمین کیا جاوے بسبب پھرنے فعل اور عمل کے متعارف اور مروج کی طرف ہم بحر الرائق میں کہا اسواسطے کہ عمل متعارف اُسمین سکونت ہے تو وہی مراد ہوگی اور سکونت متفاوت نہیں **و بلا بیان من یسکنہا** فلہ ان یسکنہا غیرہ باجارۃ وغیرہا کما سیجی اور اجارہ صحیح ہے بدون اس بیان کے کہ گھر میں کون شخص رہیگا تو مستاجر کو جائز ہے کہ غیر شخص کو رکھے باجارہ یا بغیر اجارہ چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم غیر کا رکھنا جائز ہے اگرچہ فقط مستاجر کا رہنا شرط ہوگیا ہو کذا فی الطحطاوی **و لہ ان یعمل فیہا کل ما اراد** او فیہ تعمیر یا دوابہ و یکسر حطبہ و یستنجی کیلا رہ و تحیذ بالوعۃ ان لم تضر و لکن یرجی الیہ وان ضر بقیہ قنیہ اور مستاجر کو جائز ہے کہ دکان اور گھر میں جو چاہے سو کام کرے ترنج گاڑی اور اپنے جانور اُسمین باندھے اور لکڑیاں توڑے اور اُسکی دیوار سے استنجا کرے اور نجاست کا چہ بچہ بناوے اگر ضرر نہو اور ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسے اگرچہ گھر کو ضرر ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی القنیہ ہم جانور باندھنا اُسوقت جائز ہے جبکہ جانوروں کیواسطے کوئی مکان گھر میں مقرر ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو گھر کو معطل نہ بناوے اور چکی کے مسئلہ میں شارح تابع ہوا مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے استاد صاحب بحر کا پیرو ہے حالانکہ بحر الرائق میں خلاصہ کی نقل عبارت سے وہ لفظ ساقط ہوگیا ہے جس سے حکم نکلتا ہے یعنی منع کا دعبارۃ الخلاصۃ کما فی الرمز ولا یمنع من رحی الید وان کان یضر بہ علیہ الفتوی یعنی ہاتھ کی چکی منع نہیں اور اگر ضرر ہوتا ہو تو منع ہے اور اسی پر فتویٰ ہے حموی نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو سست اور کمزور کرڈالے وہ بلا عقد سے مستحق نہیں مگر جبکہ اُسکی شرط ہوگئی ہو یا مالک اُس فعل سے راضی ہوجاوے اور جو فعل کمزور نہ کرے وہ مطلق عقد سے مستحق ہے کذا فی الطحطاوی **وغیر انہ لا یسکن** بالبناء للفاعل او المفعول **حدادا او قصارا او طحانا من غیر رضی المالک او اشتراطہ ذلک فی عقد الاجارۃ** لانہ یوہن البناء فیتوقف علی الرضاء کرایہ دار کو جائز ہے کہ گھر میں ورستہ ہے سوا اسکے کہ گھر میں لوہار یا دھوبی یا چکی پیسنے والے کو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اُسکی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں اسواسطے کہ لوہار وغیرہ کا رہنا عمارت کو کمزور کر ڈالتا ہے تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہوگا شارح نے کہا یسکن معروف یا مجہول کا صیغہ ہے ہم شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ یسکن ثلاثی مجرد یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہے چنانچہ منح الغفار میں ہے کہ پہلی صورت میں حداد وغیرہ منصوب ہونا باعتبار حال ہونے کے ہے اور دوسری صورت میں باعتبار مفعول ہونے کے **ولو اختلفا فی الاشتراط فالقول للموجر** لانہ الاصل اعتماد اور اگر مستاجر اور موجر شرط ہونے میں مختلف ہوں تو موجر کا قول مقبول ہے چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اُسی کا قول مقبول ہوگا وان اقام

باب ما یجوز من الاجارۃ و ما یکون خلافا فیہا ای فی الاجارۃ

البینۃ فالبینۃ بینۃ المستاجر لانہا تثبت الزیادۃ خلاصہ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ ہیں بواسطہ اثبات زیادت کذا فی الخلاصۃ وفیہا استاجرہا للقصارۃ فلہ الحدادۃ ان اتحد ضررہما اھ خلاصہ میں ہے کہ گھر اجارہ لیا گاذری کے واسطے تو اسکو اسمیں آہنگری درست ہے کیونکہ گاذری اور آہنگری کا ضرر یکساں ہے ولو فعل ما لیس لہ لزمہ الاجر وان انہدم بہ البناء ضمنہ ولا اجر لانہما لا یجتمعان اور اگر مستاجر وہ کام کرے جو اسکو درست نہیں ہے تو اسپر کرایہ دینا لازم ہوگا اور اگر اس کام سے عمارت منہدم ہوجاوے تو اسکا تاوان دے اور اس صورت میں کرایہ نہیں ہے اسواسطے کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہیں ہوتے ولہ السکنی بنفسہ واسکان غیرہ باجارۃ وغیرہا وکذا کل ما لا یختلف بالمستعمل یبطل فیہ التقیید لانہ غیر مفید اور مستاجر کو جائز ہے آپ رہنا اور غیر کو رکھنا کرایہ لیکر اور بدون کرایہ کے اور اسیطرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہیں ہوتا استعمال کرنے والے کے اختلاف سے اسمیں استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہے اسواسطے کہ تقیید مذکور مفید نہیں یعنی بسبب عدم تفاوت کے بخلاف ما یختلف بہ کما سیجی برخلاف اس عمل کے جو متفاوت ہوجاتا ہے استعمال کرنے والے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا مانند رکوب اور کپڑا پہننا کہ اسمیں تفاوت ہوتا ہے باعتبار اختلاف مستعمل کے تو تاوان لازم ہوگا در صورت مخالفت شرط کے ولو آجر باکثر تصدق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو اجارہ دے اکثر اجرت مقرر کرکے تو زیادتی خیرات کرے یعنی اگر پانچ روپیہ کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو چھ روپیہ پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات کرے اپنے صرف میں نہ لاوے الا فی مسئلتین اذا آجرہا بخلاف الجنس او اصلح فیہا شیئاً مگر دو صورت میں مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہے جبکہ گھر کو کرایہ دے مخالف جنس پر یا گھر میں کچھ درستی کر دی ہو مخالف جنس یہ کہ روپیوں کا کرایہ دیتا ہو اور اشرفی یا پیسوں یا اناج کا کرایہ لیتا ہو اور اصلاح اور درستی کی صورت یہ کہ مثلاً گھر میں چونہ کاری کرے یا چوکھٹ پر دے لگا دے سوی نے کہا جھاڑو دینا اصلاح میں داخل نہیں ولو آجر من المؤجر لا تصح وتنفسخ الاجارۃ فی الاصح بحر معزیا للمبسوط دیکھو تصحیح خلاف قنیۃ اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک موجر کو تو اجارہ صحیح نہیں اور اجارہ فسخ ہوگا قول اصح میں چنانچہ بحر الرائق میں مبسوط سے منقول ہے اور آگے اسکے خلاف قول کی تصحیح آویگی تو خبردار رہو یعنی متفرقات اجارہ میں عدم فسخ کو شارح وہبانیہ وغیرہ سے نقل کریگا

وتصح اجارۃ ارض للزراعۃ مع بیان ما یزرع فیہا او قال علی ان ازرع فیہا ما اشاء کیلا تقع المنازعۃ والا فہی فاسدۃ للجہالۃ وتنقلب صحیحۃ بزرعہا ویجب المسمی اور صحیح ہے اجارہ زمین کا زراعت کیواسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اسمیں بوئی جاویگی یا مستاجر یوں کہے کہ اجارہ لیتا ہوں اس شرط سے کہ زمین میں زراعت کرونگا جو چیز کہ چاہونگا بیان مزروع یا عموم مزروع اسواسطے شرط ہوا تاکہ آئندہ جھگڑا نہو اور اگر بیان مزروع یا عموم مزروع نہ ہو تو اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسد پلٹ کر صحیح ہوجاویگا اس کی زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی ہم چونکہ مزروع باعتبار نفع اور ضرر کے متفاوت ہوتا ہے تو دفع نزاع کے واسطے بیان کرنا ضرور ہوا اور نزاع رفع ہوجاتا ہے مستاجر کو اختیار دینے سے اور در صورت عدم بیان زراعت کرنے سے اسواسطے اجارہ صحیح ہوگیا کہ معقود علیہ استعمال سے معلوم ہوگیا اور فساد تھا بسبب نادانستگی مزروع کے تو جبکہ جہالت رفع ہوگئی زراعت کرنے سے تو گویا جہالت اول ہی سے نہ تھی ودخلت الشرب والطریق اور زمین کے اجارہ میں پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کیواسطے ثابت ہے ہم اجارہ میں پانی کی باری اور راہ بدون شرط کے بھی داخل ہے اور زمین کی خرید میں بلا ذکر حقوق وغیرہا داخل نہیں اسواسطے کہ اجارہ ہوتا ہے انتفاع کے واسطے اور بدون دونوں چیزوں کے زمین سے فائدہ اٹھانا نہیں ہوسکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہے نہ انتفاع عین زمین سے ولہذا شور زمین کی بیع جائز ہے اور اسکا اجارہ زراعت کے واسطے جائز نہیں کذا فی الحدادی ویزرع زرعین ربیعا وخریفا اور مستاجر دو بار زراعت کرے ربیع اور خریف میں ہم یہ اس صورت میں ہے جبکہ سال بھر کا اجارہ ہو کما ہو مصرح فی القنیۃ ولو لم یمکنہ الزراعۃ للحال لاحتیاجہا الی السقی او کری ان امکنہ الزراعۃ فی مدۃ العقد جاز والا لا وتمامہ فی القنیۃ اور اگر مستاجر کو فی الحال زراعت ممکن نہ ہو سینچنے کی حاجت سے یا نہر کے صاف کرنے سے تو اگر زراعت ممکن ہو

عقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہے اور اگر اسقدر مدت میں ممکن نہو تو اجارہ جائز نہیں اور پورا اسکا بیان قنیہ میں ہے آجر یا وہی مشغولۃ بزرع
وغیرہ ان کان الزرع بحق لا یجوز الاجارۃ لکن لو حصدہ وسلمہا انقلبت جائزۃ زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حالانکہ وہ زمین غیر شخص کی زراعت
سے مشغول ہے تو اگر زراعت اوسکا حق ہو یعنی مزارعہ کے طریق اجارہ یا عاریت کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیت کاٹے اور
زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدلکر جائز ہو جاویگا ما لم یستحصد الزرع فتجوز ویومر بالحصاد والتسلیم یعنی بزازیہ زراعت والی زمین کا اجارہ
جائز نہیں جبتک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسی کا فتوی ہے کذا فی البزازیہ الا ان یوجرہا مضافا الی
المستقبل فتجوز مطلقا مگر جبکہ زراعت والی زمین کو زمان مستقبل کی طرف نسبت کر کے اجارہ دے تو مطلقا اجارہ جائز ہے خواہ زراعت واجبی ہو یا غیر
واجبی ہو بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جاسے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی العمادی وان کان الزرع بغیر حق صحت لامکان التسلیم بجبرہ
علی قلعہ اورکن اولا فتاوی قاری الہدایۃ اور اگر زراعت غیر واجبی ہو یعنی بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ صحیح ہے بسبب ممکن ہونے
تسلیم کی زبردستی کھیت اکھاڑ کر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتاوی قاری الہدایۃ وفی الوہبانیۃ تصح اجارۃ الدار المشغولۃ یعنی ویومر بالتفریغ وابتداء
المدۃ من حین تسلیمہا اور وہبانیہ میں ہے کہ دار مشغولہ یعنی جس گھر میں موجر وغیرہ کا اسباب ہو تو اسکا اجارہ جائز ہے یعنی اور موجر کو حکم ہوگا اسکے خالی کرنیکا
کا اور ابتدائے مدت اجارہ اس کی تسلیم کے وقت سے ہوگی وفی الاشباہ استاجر مشغولا وفارغا صح فی الفارغ فقط ودخل فی المتفرقات اور اشباہ
میں ہے کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز میں اجارہ صحیح ہوگا اور اسکا ذکر باب المتفرقات میں آگے آویگا وتصح اجارۃ ارض للبناء
والغرس وسائر الانتفاعات کطبخ آجر وخزف ومقیلا ومراحا حتی تلزم الاجرۃ بالتسلیم امکن زرعہا ام لا بحر اور صحیح ہے اجارہ زمین کا مکان بنانے
اور درخت لگانے کے واسطے اور باقی فوائد کے واسطے چنانچہ اینٹ اور مٹی کے برتن وغیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں
کے رہنے کے واسطے بعض روز اور رات کے وقت تو تسلیم سے اجرت لازم ہوگی خواہ اس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہ ہو کذا فی البحر یہ اجارہ
زراعت کے واسطے نہیں ہے تا عدم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہو کذا فی البحر فان مضت المدۃ قلعہما وسلمہا فارغۃ لعدم نہایتہما
سو اگر اجارہ کی مدت گذر جاسے تو مستاجر مکان اور درخت کو کھودے اور زمین خالی موجر کو تسلیم کرے بسبب نہونے دونوں کی نہایت کے ہم حموی
نے کہا اور بعد کھودنے کے زمین کا برابر کر دینا مستاجر کے ذمہ ہے اسواسطے کہ اسی نے زمین کو خراب کیا الا ان یغرم لہ الموجر قیمتہ ای البناء والغرس
مقلوعا بان تقوم الارض بہما وبدونہما فیضمن ما بینہما اختیار مستاجر کو زمین خالی کر دینا لازم ہے مگر جب کہ موجر مستاجر کو کھدے ہوئے مکان یا درخت کی قیمت کا
تاوان دے اسطرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت فقط خالی زمین کی قیمت ٹھہرائی جاسے تو موجر
تاوان دے مابین قیمتین کا کذا فی الاختیار وتملکہ بالنصب عطف علی یغرم لان فیہ نظرا لہما اور قیمت دیکر موجر مکان و درخت کا مالک ہو اسواسطے
کہ اسمیں مستاجر اور موجر دونوں کے واسطے رعایت منظور ہے شارح نے کہا تملکہ کا لفظ منصوب یغرم پر عطف ہے قال فی البحر وہذا الاستثناء
من لزوم القلع علی المستاجر فافاد انہ لا یلزمہ القلع لو رضی الموجر بدفع القیمۃ لکن ان کانت تنقص یتملکہا جبرا علی المستاجر والا فبرضاہ بحر الرائق میں کہا
اور یہ استثناء یعنی الا ان یغرم کا استثنا لزوم قلع علی المستاجر سے ہے تو مصنف نے فائدہ بتایا استثنا سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہیں
اگر موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر جبر کر کے زمین کا مالک ہو اور اگر ناقص نہ ہوتی ہو تو
اسکی رضامندی سے مالک ہو یعنی بعد ادائے قیمت او یرضی الموجر عطف علی یغرم ترکہ ای البناء والغرس فیکون البناء والغرس
لہذا والارض لہذا یا کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اسکا ہوگا یعنی مستاجر کا اور زمین اس کی یعنی

موجر کی شارح نے کہا یعنی عطف ہی یعنی ہم پر وہذا الترک ان یاجر فاجارۃ والا فاعارۃ فلہما ان یواجرا وہما ثالث ویقتسما الاجر علی قیمۃ الارض
بلا بناء وعلی قیمۃ البناء بلا ارض فیاخذ کل حصتہ مجتبی اور یہ ترک قلع یعنی مکان اور درخت کا نہ کھودنے دینا موجر کا اگر بعوض اجرت کے ہو تو یہ
اجارہ ہی ورنہ اگر بلا اجرت ہو تو عاریت ہی تو مستاجر اور موجر دونون کا اجارہ دینا تیسرے شخص کو جائز ہی اور دونون شخص اجرت کو زمین
کی قیمت پر بدون مکان کے اور مکان کی قیمت پر بدون زمین کی قسمت کرین پھر ہر شخص اپنا حصہ لے کذا فی المجتبی ہم مثلا اگر زمین کی قیمت
دو سو ہو اور مکان کی قیمت ایک سو ہو اور اجرت تین درم ہو تو دو درم موجر لے اور ایک درم مستاجر وفی وقف القنیۃ بنی فی الدار المسبلۃ بلا اذن
القیم ونزع البناء یضر بالوقف یجبر القیم علی دفع قیمتہ للبانی الخ اور قنیہ کی کتاب الوقف مین ہی کہ فی سبیل اللہ گھر مین کسی شخص نے کچھ مکان بنایا بدون
اجازت متولی کے اور بنا لانا اس مکان کا کھودنا وقف کو ضرر کرتا ہی تو متولی پر اسکی قیمت واسطے مکان بنانیوالے کے واسطے زبردستی کیجاسکے
الی آخر العبارۃ انتھی جاکر زبردستی قیمت والے بنظر اصلاح وقف ولو استاجر ارضا وقفا وغرس فیہا وبنی ثم مضت مدۃ الاجارۃ فللمستاجر ان
یستبقیہا باجر المثل اذا لم یکن فی ذلک ضرر بالوقف ولو ابی الموقوف علیہم الا القلع لیس لہم ذلک کذا فی القنیۃ اور اگر وقف کی زمین
اجارہ لی اور اسمین درخت لگائے اور مکان بنایا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو درختوں کا باقی رکھنا بعوض اجرت مثل کے جائز ہی جبکہ اس باقی
رکھنے مین وقف کو ضرر نہو اور جنپر زمین وقف ہی وہ نہ مانین سوائے کھودنے کے تو انکا اعتبار نہین کذا فی القنیۃ ہم ظاہر بیان مصنف اسپر دلالت
کرتا ہی کہ وہ جو سابق مذکور ہو چکا کہ مستاجر بعد انقضائے مدت درخت اور مکان کھود کر خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین ملوک کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا ہی
اور اسعاف اور عمادیہ مین قنیہ کے مخالف منصوص ہی کہ عمارت جب وقف کو ضرر نکرے تو اسکے کھودنے پر بنانیوالے پر زبردستی کیجاے انتھی اور ذکر
کیا ہی کہ قنیہ کا نزا قول لائق عمل کے نہین تو کیونکر اسپر عمل ہوگا جو مشہور کتابون کے مخالف ہو یا اسکو خوا اصحاب مشائخ پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی
قال فی البحر وبہذا تعلم مسئلۃ الارض المحتکرۃ وہی منقولۃ ایضا فی اوقاف الخصاف بحرالرائق مین کہا اور قنیہ کے اس قول سے ارض محتکرہ کی صورت کا مسئلہ
معلوم ہوتا ہی اور وہ تو اوقاف خصاف مین بھی منقول ہی ہم یعنی اگر مستاجر مکان بناوے بشرط استبقاء عمارت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل دیکر جائز ہی اور
اسکو حق قرار ثابت ہوگا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہو تو اب متولی اسکا مالک نہوگا وقف کیواسطے مگر اسکی رضامندی سے اور یہ مسئلہ ہی خاوکا جو اول کتاب البیوع
مین مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی والرطبۃ لعدم نہایتہا کالشجر فتقلع بعد مضی المدۃ اور رطبہ درخت کے مانند ہی بسبب نہونے اسکی نہایت کے تو کھودا
جاے مدت گذر جانے کے بعد ہم رطبہ مابین شجر اور گیاہ کے ہی فارسی مین اسکو سپست کہتے ہین بیل کے مانند ایکبار بونے سے سالہا سال تک باقی رہتا ہی لہذا وہ
درحکم شجر ہی نہ درحکم زراعت ثم المراد بالرطبۃ ما یبقی اصلہ فی الارض ابدا وانما یقطع ورقہ وزہرہ ویباع پھر دریافت کرنا چاہیے کہ رطبہ سے مراد وہ چیز ہی کہ جڑ زمین
مین ہمیشہ باقی رہے اور اسکے پتے یا پھول توڑے جاوین اور بیع ہوون اما اذا کان لہ نہایۃ معلومۃ کما فی الفجل والجزر والباذنجان فینبغی ان یکون کالزرع فیترک
باجر المثل الی نہایتہ کذا حررہ المصنف فی حواشی الکنز وقواہ بما فی معاملۃ الخانیۃ فلیحفظ اور جبکہ اسکی نہایت معلوم ہو جیسے کہ مولی اور گاجر اور بینگن تو لائق
یہ ہی کہ اسکا حکم زراعت کے مانند ہو کہ اجرت مثل لیکر اسکی نہایت تک چھوڑی جاے اسیطرح کی تحریر کی ہی مصنف نے حواشی کنز مین اور اسکو
تقویت دی ہی خانیہ کے قول سے جو کتاب المساقات مین ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مولی اور گاجر کی مثال درست نہین سو اسطے کہ ایکبار اکھاڑ
سے پھر باقی نہین رہتی قات یعنی لو لہ نہایۃ معلومۃ لکنہا بعیدۃ طویلۃ کالقصب فیکون کالشجر کما فی فتاوی ابن الحلبی فلیحفظ اقتہ قیدہ مین کہتا ہون
یہ احتمال باقی رہا کہ اگر ایک چیز کی نہایت معلوم ہو لیکن بعید اور طویل ہو جیسا نکالک اور سنٹھے تو وہ چیز درخت کے مانند ہی کما فی فتاوی ابن الحلبی
تو یہ قید یاد رکھنی چاہیے والزرع یترک باجر المثل الی ادراکہ رعایۃ للجانبین لان لہ نہایۃ کما مر اور کھیت سے تعرض نکیا جاے اجرت مثل لیکر اسکے

پکنے تک دونون جانب کی رعایت کیواسطے اسواسطے کہ کھیتی کی نہایت اگرچہ بنا بر مذکورہ ہو چکی ہے یعنی مدت اجارہ منقضی ہو گئی اور ہنوز کھیتی پختہ نہیں ہوا تو
پکنے تک اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر مدت موجود ہے تو وہ اجرت لازم ہے جو دونون مین ٹھہری ہے ولو مات احدهما قبل ادراكه فانه يترك
بالمسمى على حاله الى ان يحصد وان انفسخت لان ابقاءه على ما كان اولى مادامت المدة باقية اما بعدها فباجر المثل بخلاف موت مستاجر یا موجر کے کھیتی
پکنے سے پہلے ہوا اسواسطے کہ کھیتی باقی رکھا جائیگا اجرت معینہ پر بحال سابق کھیتی کاٹنے تک اگرچہ اجارہ فسخ ہو گیا ایک شخص کی موت سے اسواسطے کہ اسکا
باقی رکھنا بحال ماضی بہتر ہے جبتک کہ مدت اجارہ باقی ہے اور بعد انقضاء مدت کے تو اجرت مثل لازم ہوگی ويلحق بالمستاجر المستعير فيترك الى ادراكه باجر
المثل اور مستاجر سے مستعیر ملحق ہے تو اگر فرض کیا جاوے کھیت سے اسکے پکنے تک یعنی ایک شخص نے دوسرے سے زمین عاریت لی زراعت کیواسطے پھر مالک
نے چاہا کہ مین اپنی زمین پھیر لون اور حال آنکہ ہنوز کھیتی نہین پکا تو مستعیر کے ہاتھ مین زمین چھوڑی جاویگی اجرت مثل لیکر کھیتی کٹنے تک اور یہی حکم
ہے عاریت کی زمین مین مکان بنانے اور درخت لگانے کا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی واما الغاصب فيجبر بالقلع مطلقا لظلمه اور غاصب کو کھیت اکھاڑ
ڈالنے کا حکم ہوگا ہر طرح اگرچہ کھیت کیا ہو اسکے ظلم کے سبب سے یعنی ظالم واجب الہدم ہوتا ہے واجب الاتباع ثم المراد بقوله لم يترك الزرع باجر اي جبرا ولعقد بها
حتى لا يجب الاجر الا بالعقد كما في القنية فليحفظ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ فقہا کے اس قول سے کہ کھیت سے تعرض نہ کیا جاوے اجرت لیکر مراد یہ ہے کہ قاضی کے حکم
سے یا موجر اور مستاجر کے عقد جدید کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب نہ ہوگی بلکہ قضایا عقد سے واجب ہوگی چنانچہ قنیہ مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا
فی البحر وتصح اجارة الدابة للركوب والحمل والثوب للبس اور صحیح ہے کرایہ جانور کا سواری اور بوجھ لادنے کے واسطے اور کپڑے کا کرایہ پہننے کیواسطے ہم اگر
لادنے کے واسطے کرایہ کیا تو سوار ہونا درست ہے اور اگر سواری کے واسطے کرایہ کیا تو اسپر لادنا درست نہین کذا فی الخلاصة در زمین کافی سے منقول ہے کہ اگر
بیان نہ کیا کہ کون شخص جانور پر سوار ہوگا یا کیا چیز لادی جاویگی یا کون شخص کپڑا پہنیگا تو اجارہ فاسد ہے فلا تصح اجارة الدابة ليجنبها اي لاجل ان
يجعلها جنيبة بين يديه ولا يركبها اور صحیح نہین کرایہ جانور کا تا اسکو خالی لے چلے یعنی اسواسطے کرایہ جائز نہین کہ اسکو کوتل کرلے چلے اپنے سامنے
اور اسپر سوار نہ ہو ولا تصح اجارتها ايضا لاجل ان يربطها على باب داره ليراها الناس فيقال له فرس اور جانور کا کرایہ اسواسطے بھی صحیح نہین کہ اسکو
باندھ رکھے اپنے دروازہ پر تا آدمی اسکو دیکھین تو یون کہین کہ یہ گھوڑا مثلا صاحب خانہ کا ہے ولا لاجل ان يزين بيته او حانوته بالثوب لما قدمنا
ان هذه منفعة غير مقصودة من العين یا اسواسطے کرایہ جائز نہین کہ اپنے گھر یا دکان کو آراستہ کرے کپڑے سے اجارات ثلثہ مذکورہ اسی دلیل سے
جائز نہین جسکو ہم اول باب مین مذکور کرچکے کہ جانور کا کوتل لے چلنا یا دروازے پر باندھ رکھنا یا گھر اور دکان کو کپڑے سے آراستہ کرنا منفعت
غیر مقصود ہے گھوڑے یا کپڑے سے ہم اور اسیطرح اگر شطرنجیان اور چاندنیان کرایہ لے تا اپنے گھر مین انکا فرش کرے اور انپر نہ بیٹھے اور نہ سووے
تو جائز نہین کذا فی شرح الوہبانیہ واذا فسدت فلا اجر اور جبکہ اجارہ مذکورہ فاسد ٹھہرا تو اسکی کچھ اجرت نہین کرایہ لینے والے پر کذا لو استاجر بيتا ليصلي
فيه او حليا ليتجمل او كتابا ولو شعرا ليقرأه او مصحفا شرح وہبانیہ اور اسی طرح جائز نہین اگر گھر کرایہ لیا تا کہ اسمین نماز پڑھے یا خوشنما زیور کرایہ لے سو پہننے
کے واسطے یا کتاب اگرچہ اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کے واسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم مصنف وہبانیہ نے کہا کہ کافر کا گھر کرایہ لینا
نماز کے واسطے صحیح نہین علامہ عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہین اسمین کافر اور مسلمان برابر ہین اسواسطے کہ فساد اجارہ مدت
انتفاع کی جہالت سے ہے تو اگر مدت معین ہوجاوے تو اجارہ صحیح ہے اسمین مسلم اور کافر دونون برابر ہین اور اگر علت فساد منفعت غیر مقصودہ کو قرار دیجیے
تو بھی اسیطرح کا حکم ہے کذا فی الطحطاوی وان لم يقيد بالراكب واللابس اركب والبس من شاء اور اگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ مین کسی سوار
اور کسی پہننے والے کی قید نہ لگائی تو مستاجر جسکو چاہے سوار کرے اور جسکو چاہے پہناوے مگر عدم تقیید سے مراد اسیطرح کی تعمیم ہے کہ مستاجر کہے موجر سے کہ سوار کرونگا یا

پہنا دیگا جسکو میں چاہونگا کذا فی البحر وغیرہ اور یہ صرف نہیں ہے کہ رکوب مطلق کیواسطے کرایہ لے اسواسطے کہ وہ اجارہ فاسد ہے چنانچہ شارح ذکر کریگا وتعین اول راکب ولابس اور متعین ہوجائیگا پہلا سوار ہونے والا اور پہلا پہننے والا لازم یعنی جو شخص اول سوار ہوگا تو معلوم ہوجائیگا کہ یہی شخص اصل سے مراد تھا تو اب دوسرے شخص کو اسپر سوار ہونا جائز نہ ہوگا کذا فی الدرر وعزاہ للکافی وان لم یبین من یرکب فسدت للجہالۃ اور اگر مستاجر نے بیان نہ کیا کہ کون اسپر سوار ہوگا تو اجارہ فاسد ہوگا جہالت کے سبب سے مصنف شارح کو یون کہنا صواب تھا (ولو استاجر للرکوب مطلقا) یعنی اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے اور مطلق رکوب کی یہ صورت ہے کہ مستاجر فقط رکوب ذکر کرے اور زیادہ نہ کہے کذا فی الخلاصۃ وتنقلب صحیحۃ بعکسہ اور اجارہ فاسد مذکورہ پلٹ کر صحیح ہوجائیگا جانور پر سوار ہونے سے خواہ مستاجر آپ سوار ہو یا غیر کو سوار کرے ازراہ استحسان اجرت معینہ واجب ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ فساد کا سبب تو جہالت راکب تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے زائل ہوگئی تو فساد بھی زائل ہوگیا اسواسطے کہ ہم انتہا کی تعیین کو ابتدا کی تعیین کے مانند قرار دیتے ہیں اور ضمان ہرتا وان لازم ہوگا جانور کے ہلاک ہونے سے اسواسطے کہ وہ متعدی نہیں ہے بسبب عدم مخالفت کذا فی الزیلعی وان قید براکب اولابس فخالف ضمن اذا عطبت والاجر علیہ وان سلم اور اگر مستاجر یا موجر نے سوار یا پہننے والے کی قید لگائی ہو مستاجر نے اسکے مخالفت کیا تو اسپر تاوان لازم ہوگا جبکہ جانور ہلاک ہوجاوے اور اسپر اجرت نہیں اگرچہ اسنے تسلیم کی ہو بوجہ مخالفت کے تاوان اسواسطے لازم ہوا کہ آدمی سواری کی قوت میں متفاوت ہوتے ہیں اسواسطے کہ اکثر ہلکے اور چالاک کذا انکا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہے بسبب ناواقفکاری کے اور بہت موٹے تازے ہیں ہلکی سواری سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا کذا [illegible] سواری سے واقف ہوتے ہیں بخلاف [illegible] الاجارۃ [illegible] بخلاف امر دکان کے جسمین مستاجر نے مثلا لہار کو بٹھلایا اسواسطے کہ اسمین اجرت واجب ہوگی جبکہ موجر کی طرف سے تسلیم دکان واقع ہو اسواسطے کہ جب اسنے دکان تسلیم کی تو ظاہر ہوگیا کہ مستاجر نے موجر کی مخالفت نہیں کی اور معلوم ہوگیا کہ حدادی گھر کو ضرر نہیں کرتی کذا فی العنایۃ [illegible] اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ حدادی عمارت کو ضعیف کر ڈالتی ہے لانہ مع الضمان ممتنع اسواسطے کہ اجرت تاوان کے ساتھ جمع نہیں ہوتی [illegible] مصنف کے اس قول کی دلالت کذا فی البحر ومثلہ فی الحکم کل مایختلف بالمستعمل کالفسطاط اور جانور کی سواری کے مانند ہے حکم میں جو چیز مختلف اور متفاوت ہوتی ہو بسبب اختلاف استعمال کرنیوالے کے چنانچہ خیمہ شیخین کے نزدیک خیمہ کا حکم جانور ہے اسواسطے کہ آدمی خیمہ کے کھڑے کرنے میں اور مکان نصب کے تجویز کرنے میں اور اسکی میخین گاڑنے میں متفاوت ہوتے ہیں بعضے باسلیقہ ایسے کہ خیمہ کو محفوظ رکھتے ہیں اور بعضے بے سلیقہ ایسے کہ ضایع کر ڈالتے ہیں اور محمد کے نزدیک خیمہ گھر کے مانند ہے حکم میں نہ یہ ہے کہ خیمہ کی میخین مستاجر کے ذمہ پر ہیں اور یہیان [illegible] وفیما لایختلف فیہ بطل تقییدہ بہ کما لو شرط سکنی واحد لہ ان یسکن غیرہ [illegible] اور جس چیز میں تفاوت نہیں با وجود اختلاف مستعمل کے تو اسکی تقیید اور تخصیص باطل ہے چنانچہ اگر گھر کے اجارہ میں ایک شخص کا رہنا شرط ہو تو مستاجر کو جائز ہے کہ اسکے غیر کو اسمین رکھے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ یہاں قید لگانا مفید نہیں وان سمی نوعا وقدرا ککر بر لہ حمل مثلہ واخف لا اضر کالملح اور اگر نام رکھا محمول کے نوع اور مقدار کا چنانچہ گیہوں بقدر ایک کر تو مستاجر کو اسکے مانند اور اس سے ہلکے کا لادنا جائز ہے نہ لادنا زیادہ ترضرر والی چیز کا چنانچہ نمک کا کام کر قفیز کا پیمانہ ہے جسمین بارہ صاع غلہ سماوے اور اس ملک کے وزن کے موافق تخمینا اٹھائیس سیر ہوتا ہے مانند کی مثال جیسے سفید گیہوں کے برابر اور گیہوں اسکے وزن کے برابر لادنا اور خفیف تر کی مثال جیسے گیہوں کے عوض جو لادنا اور نمک یا لوہا لادنا گیہوں کے عوض جائز نہیں والاصل ان من استحق منفعۃ مقدرۃ بالعقد فاستوفاہا او مثلہا او دونہا جاز ولو اکثر لم یجز اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہوا اجارہ کے عقد سے پھر اسی منفعت کو یا اسکی

چلا جاوے یا اُس سے کمتر کو چال کرے تو جائز ہے اور اگر زیادہ تر کو چال کرے تو جائز نہیں و مثلہ ثقیل وزن لم یرطل لا شعیر الی الاخ اور قیاس جانو سے کہ
جو لادنا روئی کا جو برابر گیہوں کے وزن کے نہ لادنا چاہیے کا قول اصح میں ہم یعنی اگر من بھر گیہوں لادنے پر کرایہ ٹھہرا سو مستاجر نے من بھر روئی
جانور پر لادی تو جائز نہیں اسواسطے کہ روئی پیٹھ پر گیہوں سے زیادہ پھیلتی ہے اور نہیں کرتی بھی زیادہ ہے تو اسکا ضرر زیادہ ہے اور اگر گیہوں
اور گیہوں کی عوض اگر جو اُسیقدر لادے اور جانور مر گیا تو تاوان نہیں بقول اصح اسواسطے کہ سبب جو اور گیہوں وزن میں برابر ہوں تو جو کا
ضرر جانور کی پیٹھ پر کمتر ہوتا ہے بسبب پھیلانے کے یہی فتوی ہے صدر شہید کا الحاصل اگر ایسے محمول جو بھرا ہے اور چیز لادی اور وزن دونو
کا برابر ہے لیکن محمول کمتر پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر جس سے تو صورت ہلاکی تاوان لازم ہوگا بسبب مضرت کے جیسا کہ گیہوں کے وزن کے بوجھ برابر لوہا لادنا
اور اگر محمول لادکے زیادہ پھیلتا ہو لادنے کے مقام پہنچی سے تاوان نہیں جیسا کہ گیہوں کے عوض جو لادنا اسواسطے کہ یہ آسان تر ہے تو خلاف کرنے سے
تاوان لازم نہ آویگا جبکہ موضع حمل سے زیادہ تر نہ پھیلا ہو جیسا کہ روئی عوض گیہوں کے کذا فی الطحطاوی ولو اردف من یستمسک بنفسہ وعطبت الدابۃ ضمن نصف القیمۃ
اگر مستاجر نے جانور پر اپنے پیچھے اُس شخص کو سوار کر لیا جو بذاتہ خود بلا اعانت جانور پر بیٹھا رہے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر آدھی قیمت کا تاوان دیوے ہم
اور اگر مستاجر پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا کذا فی الخانیۃ ولا اعتبار للثقل لان الآدمی غیر موزون اور اعتبار نہیں گرانی وزن کا اسواسطے کہ
آدمی غیر موزون ہے یعنی آدمی کے تولنے کی عادت نہیں تو عدد راکب کا اعتبار ہوگا نہ گرانی کا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ثقیل سواری کے واقفکار سے جانور کو
ضرر نہیں ہوتا اور خفیف ناواقف سے ضرر ہوتا ہے وہذا ان کانت الدابۃ تطیق حمل الاثنین والا فالکل بکل حال اور یہ یعنی نصف ضمان اسوقت ہے
جبکہ جانور دو شخصوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہو اور اگر اٹھا نہ سکتا ہو تو تمام قیمت کا تاوان ہے مستاجر پر ہر حال میں یعنی خواہ بذات خود مستمسک ہو یا نہ ہو کما لو حملہ
الراکب علی عاتقہ فانہ یضمن الکل وان کانت تطیق حملہما لکونہ فی مکان واحد جیسا کہ اگر دوسرے شخص کو مستاجر راکب نے اپنے کندھے پر اٹھایا تو
مستاجر پر تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا اگرچہ جانور دونوں کے بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو بسبب ہونے بوجھ کے ایک مقام پر یعنی جب دونو کا بوجھ
ایک جگہ پڑا تو جانور پر شاق ہو کر ہلاکی کا موجب ہوا ولو کان الردیف صغیرا لا یستمسک یضمن بقدر ثقلہ اور اگر پچھلا سوار ایسا طفل صغیر ہو کہ بلا اعانت
جانور پر نہ بیٹھ سکتا ہو تو مستاجر تاوان دے بقدر اُسکی گرانباری کے یعنی جسقدر بوجھ بھاری ہوگیا صغیر کے سوار کرنے سے اُتنا تاوان لازم ہوگا ولو حمل
شیئا آخر ولو من ملک صاحبہا کولد الناقۃ لعدم الاذن جیسا کہ دوسری چیز کہ اٹھا لینے سے بقدر اُسکے ثقل کے تاوان لازم ہوتا ہے اگرچہ وہ چیز محمول
جانور کے مالک کی ملک ہو جیسا کہ اونٹنی کی سواری کیا پر اونٹنی کے بچے کو اٹھانا تاوان لازم ہوگا بواسطہ عدم اجازت مالک کے ولیس المراد ان الحمل
یوزن بل ان یسال اہل الخبرۃ کم زید اور تاوان بقدر زیادت ثقل سے یہ مراد نہیں کہ مرد تولا جاوے بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل دانش سے پوچھا جاوے کہ کتنا
بوجھ زیادہ ہوگیا حمل صغیر یا حمل شیء آخر سے ولو رکب علی موضع الحمل ضمن الکل لما مر اور اگر بوجھ کی جگہ پر سوار ہوگیا تو ہلاک کی صورت میں کل کا ضمان
دیگا بموجب اُس بیان کے کہ اوپر گذرا یعنی سواری اور بوجھ کا ثقل ایک ہی جگہ ہوگیا وکذا لو لبس ثیابا کثیرۃ اور یہی حکم ہے اگر مستاجر بہت سے کپڑے پہنکر سوار ہو
یعنی در صورت ہلاک تاوان کل کا دیگا کہ ایک ہی جگہ بہت بوجھ کر دیا ولو مایلبسہ الناس ضمن بقدر ما زاد مجتبی اور اگر اُسقدر ہوں جتنے لوگ پہنتے ہوں تو بقدر
زیادتی کے ضمان دیگا کذا فی المجتبی واذا ہلکت بعد بلوغ المقصد وجب جمیع الاجر لرکوبہ بنفسہ مع تضمین ای لنصف القیمۃ لرکوب غیرہ اور پیچھے سوار
کر لینے کی صورت میں اگر جانور بعد منزل مقصود پر پہنچنے کے ہلاک ہووے تو ساری اجرت واجب ہوا سو وجہ سے کہ مستاجر خود سوار ہوا اور ضمان بھی
نصف قیمت جانور کا دیوے اسلیے کہ دوسرے کو سوار کیا ثم ان ضمن الراکب لا یرجع وان ضمن الردیف یرجع لو مستاجرا من المستاجر والا لا پھر اگر سوار یعنی مستاجر
راکب نے تاوان دیا تو ردیف سے نہ پھرے اور اگر ردیف نے تاوان دیا تو مستاجر سے پھر لے اگر اُسنے مستاجر کو کرایہ دینا کیا ہو اور اگر ردیف بطریق اجارہ

سوار ہوا ہو بلکہ بطریق عاریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی قید بکونہا عطبت لانہا لو سلمت لزم المسمی فقط مصنف نے مسئلہ
روایت میں جانور کے ہلاک ہونے کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر جانور باوجود ارداف سلامت رہا تو فقط مقرری کرایہ لازم آویگا نہ تاوان یعنی جمیع صورتوں
مذکورہ میں کذا فی الطحطاوی وبکونہ اردفہ لانہ لو اقعدہ فی السرج صار غاصبا فلا اجر علیہ بحر عن الغایۃ اور مصنف نے مسئلہ مذکورہ میں ارداف ردیف
کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر مستاجر اسکو زین پر بٹھا دیگا اور آپ پیچھے بیٹھے گا تو غاصب ٹھہریگا تو اسپر اجرت لازم نہ ہوگی یعنی فقط تاوان اسپر لازم ہوگا نہ
کرایہ کذا فی البحر عن الغایۃ لکن فی السراج الوہاج عن المشکل بخلافہ فلیتامل عند الفتوی کیف وفی الاشباہ وغیرہا ان الاجر والضمان لا یجتمعان لیکن سراج
وہاج میں مشکل سے وہ قول مذکور ہے جو قول مصنف وجوب اجرت مع التضمین کے مخالف ہے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت کیونکر نہ ہو
اور حالانکہ اشباہ وغیرہ میں یہ مذکور ہے کہ اجرت اور تاوان جمع نہیں ہو سکتے ہم سراج میں مشکل سے یوں مذکور ہے کہ ارداف کی قید اتفاقی ہے تو خواہ مستاجر آگے
سوار ہو یا پیچھے دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہے شارح نے امر بالتامل سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں طحطاوی نے کہا اشباہ کی عبارت کا
ذکر بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اجرت بمقابلہ رکوب مستاجر ہے اور تاوان بمقابلہ رکوب ردیف ہے تو ایک راہ سے اجتماع اجرت اور تاوان کا ہوا اور اجتماع تاوان
کا اجرت کے ساتھ وہاں ممتنع ہے جہاں تاوان سے اجارہ کی چیز کا مستاجر مالک ہو جاوے اور یہاں ایسا نہیں ہے واذا استاجرہا لیحمل علیہا مقدارا فحمل
علیہا اکثر منہ فعطبت ضمن ما زاد الثقل اور جبکہ جانور کرایہ لیا تاکہ اسپر مقدار معین لادے اور اسپر اس سے زیادہ مثل لادا اور وہ ہلاک ہو گیا تو
تاوان دے بقدر زیادہ ہو جانے بوجھ کے ہم مثلاً تین من لادنا مقرر ہوا اسنے چار من لادا تو جانور کی چوتھائی قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا
اسواسطے کہ ہلاکی ہوئی تمام بوجھ سے مگر تین من کا لادنا ماذون تھا سو اسکا حصہ ساقط ہو گیا اور ایک من غیر ماذون تھا اور وہ چہارم ہے لہذا چہارم قیمت کا
تاوان لازم ہوا وہذا اذا حملہا المستاجر فان حملہا صاحبہا بیدہ وحدہ فلا ضمان علی المستاجر لانہ ہو المباشر عمادیۃ اور یہ حکم اسوقت ہے جبکہ خود
مستاجر اسپر بوجھ لادے سو اگر جانور کا مالک اپنے ہاتھ سے تنہا اسپر لادے تو مستاجر پر تاوان نہیں ہے اسواسطے کہ مالک ہی تو مباشر ہے کذا فی العمادیہ ہم خواہ مالک
زیادتی کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو مستاجر پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کہے کہ بوجھ زیادہ تھا تو اسکو جواب دیا جاوے کہ تو نے کیوں نہ قبول کیا کہا علامہ
مقدسی نے کہا اسمیں تامل ہے اسمیں اشارہ ہے کہ تاوان مستاجر کا بسبب نہ معلوم ہونے مالک کے اور یہ بحث ہے مقدسی کی نہ روایت اور عمادیہ کے تتمہ
تتمۃ العمادی میں بھی مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وان حملا الحمل معا ووضعاہ علیہا وجب النصف علی المستاجر بفعلہ وہدر فعل ربہا مجتبی اور اگر مستاجر اور
مالک جانور نے بوجھ ساتھ ہی اٹھایا اور جانور پر دونوں نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان مستاجر پر واجب ہوگا اسکے فعل کے سبب سے اور اسکے مالک کا
فعل باطل بلا عوض ہوگا کذا فی المجتبی ولو کان الحمل فی جوالقین فحمل کل واحد منہما جوالقا ای وعاء کعدل مثلا وحدہ ووضعاہ علیہا معا فینبغی
الاضمان علی المستاجر ویجعل حمل المستاجر ماکان مستحقا بالعقد غایۃ اور اگر مثلاً گیہوں ہوں دو گونوں میں اور مستاجر اور مالک ہر واحد نے ایک ایک گون
تنہا اٹھائی اور دونوں نے جانور پر ساتھ ہی یا آگے پیچھے رکھی تو مستاجر پر تاوان نہیں یعنی درصورت ہلاکت اور مستاجر کا اٹھانا اور لادنا مستحق بعقد
اجارہ ٹھہرایا جاویگا کذا فی الغایۃ شارح نے کہا جوالق یعنی ایک طرف ہے بیٹھے کے مانند مثلاً ومفادہ انہ لا ضمان علی المستاجر سواء تقدم او تاخر وہو الوجہ بین
ثم عولنا علیہ علی خلاف ما فی الخلاصۃ کذا فی شرح المصنف اور غایۃ التحقیق کی تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہیں خواہ دو گون کو پہلے رکھے یا
پیچھے اور یہی وجہ قوی ہے اسی سبب سے ہمنے اسپر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا مذکور ہے مصنف کی شرح میں قلت وما فی الخلاصۃ ہو ما یوجد
فی بعض نسخ المتن من قولہ وکذا لا ضمان لو حمل المستاجر اولا ثم رب الدابۃ وان حملہا ربہا اولا ثم المستاجر ضمن نصف القیمۃ انتہی فتنبہ
میں کہتا ہوں اور جو خلاصہ میں ہے وہ اس متن کے بعضے نسخوں میں موجود ہے مصنف کا یہ قول اور اسیطرح تاوان نہیں اگر مستاجر نے پہلے گون لادی

پھر جانور کے مالک نے اور اگر اُسکے مالک نے اول لادی پھر مستاجر نے تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے آتی بانی اکیلا اسکا تو پھر وہ ارسوم
قول غیر معتبر ہے وہذا ای ما مر من الحکم اذا کانت الدابۃ المستاجرۃ تطیق مثلہ اور یہی مسئلہ اولی میں جو حکم گذرا کہ تاوان بقدر زیادت نقل کے
ہوگا یہ جبکہ کرایہ کا جانور ایسے بوجھ کی طاقت رکھتا ہو اما اذا کانت لا تطیق فیجب القیمۃ لازم علی المستاجر زیلعی ویجب علیہ کل الاجر
للحصول والضمان للزیادۃ غایۃ اور جبکہ جانور ایسے بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی مستاجر پر کذا فی الزیلعی اور
مستاجر پر تمام اجرت واجب ہوگی اجرت واجب ہوگی لادنے کے سبب اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنے کی جہت سے کذا فی غایۃ التحقیق ہم شارح نے یہ جواب دیا
سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہاں اجرت اور ضمان کا کیونکر اجتماع ہوا حالانکہ اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ دونوں جمع نہیں ہوتے خلاصہ جواب یہ ہے
کہ لزوم تاوان کی وجہ اور ہے اور وجوب اجر کی اور ہے لا یمتنع وہ اجتماع جو دو مختلف وجہ سے ہو وافاد بالزیادۃ انہ لو حمل المسمی فلو کان غیرہ
ضمن الکل کما لو حمل المسمی وحدہ ثم حمل علیہا الزیادۃ وحدہا بحر اور مصنف نے لفظ زیادت سے فائدہ ظاہر کیا کہ زیادت محل معین کی جنس سے ہو
تو اگر زیادتی اُسکے مغائر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا چنانچہ اگر معین کے سوا تمام تاوان لازم ہے کہ اگر فقط محل معین بلا خلط زیادت
لادا پھر جانور پر فقط زیادت لادے کذا فی البحر قال المصنف لم یتعرضوا للاجرۃ وینبغی لزوم وجوب المسمی فقط وان عطبا المستاجر لان منافع الغصب لا تضمن عندنا
صاحب بحر نے کہا اور مصنف نے تعرض نہ کیا اجرت کے بیان کا جبکہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادتی کو فقط
مستاجر نے لادا ہو اسواسطے کہ زیادہ لادنا غصب ہے اور غصب کے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہیں دستہ علم کلام المکارم فی طرق کہا اور وجوب کی
سے معلوم ہو گیا کہ منظمہ کی راہ میں کرایہ دار کا حکم یعنی جبکہ محل معین پر کچھ بوجھ زیادہ لادا اور جانور سلامت رہ گیا تو زیادہ لادنے سے کچھ کا اتفاق
ثابت نہ ہوگا فقط اجرت مقررہ لازم ہوگی لیکن زیادہ لادنا حلال نہیں کذا فی الطحاوی وضمن بضربہا وکبحہا باللجام لتقیید الاذن بالسلامۃ اور مستاجر تاوان
ورصورت ہلاکت جانور کے مارنے سے اور اسکی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی کے ساتھ یعنی ہر چند مارنا اور لگام کھینچنا گو کرنے کے واسطے
مالک کے اذن سے ثابت ہے لیکن یہ اذن وہاں تک ہے جب تک کہ جانور تلف نہ ہو جاوے حتی لو ہلک الصغیر بضرب الاب او الوصی للتادیب ضمن لوقوعہ بزجرہ
تعریک تو اگر صغیر باپ یا وصی کے ادب دینے کی مار سے مر جاوے تو تاوان یعنی دیت لازم ہوگی بسبب واقع ہونے تادیب کے زجر کے اور کان مرد نہ ہونے سے وقالا
لا یضمن بالمتعارف اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پر تاوان نہیں ضرب متعارف اور ذبح سے اور اسی طرح مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے مارنے اور لگام
کھینچنے سے بشرط ضرب متعارف کذا فی الطحاوی وفی الغایۃ عن التتمۃ الاصح رجوع الامام لقولہما اور غایۃ التحقیق میں تتمہ سے ذکر کیا کہ امام کا رجوع کرنا صاحبین کے
قول کیطرف صحیح تر قول ہے لا یضمن بسوقہا اتفاقا مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے ہانکنے سے باتفاق امام و صاحبین وہذا یفید ان للمستاجر الضرب
للاذن العرفی اور ہدایہ کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے ہم شارح نے ہدایہ کا قول اسواسطے ذکر کیا کہ
اباحت ضرب متعارف معلوم ہو بشرط سلامت واما ضربہ لدابۃ نفسہ فقال فی القنیۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لا یضربہا اصلا وتخاصم فیما زاد علی التادیب اور مالک
کا مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی سے ہے کہ اُسکو بالکل نہ مارے اور اُس سے مواخذہ ہوگا اُس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہو ہم لیکن
ہر شخص کو منع کرنا جائز ہے علی الخصوص جبکہ مالک جانور کے منہ پر مارے وضمن بنزع السرج وضع الاکاف سواء یوکف بمثلہ ام لا اور تاوان دے
زین کے اتار لینے اور پالان کے باندھنے سے خواہ ویسا پالان اسپر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح پر ایکاف مشتبہ ہوا
اکاف کے ساتھ اسواسطے کہ ایکاف مصدر ہے بمعنی پالان نہادن اور اکاف بکسر اول بمعنی پالان ہے ولہذا لفظ وضع کو شارح نے زیادہ کیا حالانکہ اسکی حاجت
نہ تھی اسواسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع اکاف ہے وبالاسراج بما لا یسرج ہذا الحمار بمثلہ جمیع قیمتہ اور اسی طرح سے زین باندھنے سے کہ ویسا زین اس

گدھے پر نہیں باندھا جاتا اسکی تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا کم صاحبین کے نزدیک پالان زین کے مانند ہو تو تاوان لازم نہیں مگر دوسری صورت زیادتی
وزن کے موافق ہے جیسا کہ منقول ہے قہستانی میں ہے کہ قول پر فتوی ہے کذا فی العمادی و لو تبدل او اسرج بما کان الا بکاف لا یضمن الا اذا زاد وزنا
یعنی صاحب درمختار نے کہا کہ اگر ایسا زین باندھا جیسا زین اسپر باندھا جاتا ہے یا پالان کے زین باندھا تو تاوان لازم نہ ہوگا مگر جبکہ تول میں
زین پالان سے زیادہ ہو تو اسکے حساب کے موافق تاوان لازم ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال لم افہم اگر پالان ہو وہ جسپر گدھا اور زین ہو جسپر گھوڑا تو نصف
قیمت کا تاوان لازم آویگا لما فی [illegible] او استاجر بغیر لجام فالجمہ بلجام الحمار مثلہ چنانچہ مستاجر تاوان دیگا وہ صورت ہلاکت اگر جانور کرایہ لیا بدون لگام کے
جیسا کہ منقول میں ہے پس لگام لگائی کہ ویسی لگام اسکے لگائی نہیں جاتی وکذا لو ابدلہ لان الحمار لا یختلف باللجام وغیرہ غایۃ اور اسیطرح تاوان لازم
ہوگا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدلکر لگائی جیسی لگام اسکے لگائی نہیں جاتی اسواسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہیں جاتا کذا فی غایۃ البیان ثم
[illegible]

سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زرد رنگین کو لے اور رنگریز کو اُتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے زیادہ ہو گئی اور رنگریز
کیواسطے اجرت نہیں یعنی سرخی کی واجب ہے رد یا ان لم یکن الصبغ فاحشا الا ان یقول الصباغ وان کان فاحشا عند اہل فنہ ضمن قیمتہ ثوب ابیض کذا فی الخلاصہ
اور اگر رنگریز نے ناقص رنگ رنگا تو اگر رنگ نہایت ناقص نہ ہو تو رنگریز پر تاوان نہیں اور اگر نہایت ناقص ہو رنگریز کے پیشے والوں کے نزدیک تو
سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دیگا کذا فی الخلاصہ فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال للخیاط اقطع طولہ وعرضہ وکمہ کذا فجاء ناقصا ان قدر اصبع ونحوہ عفو وان
اکثر ضمنہ درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول و عرض اور آستین اسقدر ہو وہ کم ہوا مقدار معین سے سو اگر بقدر انگلی یا اسکے مانند کم ہو تو
معاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اسکا تاوان دیگا قال ان کفانی قمیصا فاقطعہ بدرہم وخطہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک ضمن مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص
کیواسطے کفایت کرتا ہو تو اسکو قطع کر ایک درہم کی مزدوری پر اور اسکو سی درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیرے قمیص کیواسطے کافی نہیں تو اسپر تاوان
لازم ہوگا یعنی ہو اسطے کہ اُسنے دھوکا دیا اولو قال انظر اینکفینی قمیصا فقال نعم فقال اقطعہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک لا یضمن اور اگر مالک نے کہا درزی سے کہ یہ کپڑا
کیا میرے قمیص کو کافی ہے اور درزی نے کہا کہ ہاں پھر مالک نے کہا اسکو قطع کر اور اُسنے قطع کیا پھر درزی بولا کہ تجھکو کفایت نہیں کرتا تو اسپر تاوان لازم
نہیں ہے ہو اسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار ہے نہ حکم کذا فی الطحطاوی نزل الجمال فی مفازۃ ولم یرحل حتی فسد المال بسرقۃ او مطر ضمن لو
السرقۃ والمطر غالبا خلاصہ ساربان اترا بیابان میں اور وہان سے کوچ نہ کیا یہان تک کہ مال فاسد ہو گیا چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش
وہان اکثر ہوا کرتی ہو تو تاوان اسپر لازم ہوگا یعنی ہو اسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ متحقق الوقوع کے ہے تو وہ متعدی ٹھہرا وہان کے چھوڑنے میں اور اگر
غالب الوقوع نہو تو تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ استعان برجل فی السوق لیبیع متاعہ فطلب منہ اجرا فالعبرۃ لعادتہم اور اشباہ میں ہے کہ مددگاری
چاہی ایک مرد سے بازار میں تاکہ اسکا مال بیچدے سو اُسنے مزدوری مانگی تو انکی عادت کا اعتبار ہے یعنی بلا تقرر اجرت اُسنے مال بیچدیا پھر مزدوری مانگی تو
اہل بازار کی عادات کا اعتبار ہے کہ اگر اجرت لیکر بیچ دیتے ہوں تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہوں تو اجرت لازم نہیں وکذا لو
ادخل رجلا فی حانوتہ لیعمل لہ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اپنی دکان میں کسی مرد کو داخل کیا اپنے کام کروانے کیواسطے یعنی عادت کا اعتبار ہوگا وجوب اور عدم وجوب
اجرت میں وفی الدرر دفع غلامہ او ابنہ لحائک مدۃ کذا لیعلمہ النسج وشرط علیہ کل شہر کذا جاز ولو لم یشترط فبعد التعلیم طلب کل من المعلم والمولی اجرا من الاخر اعتبر
عرف البلدۃ فی ذلک العمل اور درر میں ہے کہ مولی نے اپنا غلام یا بیٹا جولاہے کو سپرد کیا مدت معینہ تک تاکہ وہ اسکو کپڑا بننا سکھا دے اور مولی نے ہر ماہ
ہر مہینے میں کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نہ کی اور تعلیم کے بعد ہر واحد معلم اور مولی نے اجرت طلب کی دوسرے سے تو رواج شہر کا اُس کام
میں معتبر ہوگا یعنی اگر عرف شہر استاد کا شاہد ہو تو اُس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جاوے اور اگر عرف مولی کیواسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل استاد پر
لازم ہوگی کذا فی الدرر وفی قاضی خان فیما استاجر دابۃ الی موضع فجاوز بہا الی آخر ثم عاد الی الاول فعطبت ضمن مطلقا فی الاصح کما فی العاریۃ وبہ قولہما والیہ رجع الامام
کما فی مجمع الفتاوی اور درر میں ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور وہان سے بڑھا کر اور مکان تک لیگیا بعد اسکے اول مکان کی طرف پھر آیا اور جانور ہلاک
ہو گیا تو مستاجر پر مطلقا تاوان لازم ہوگا صحیح قول میں جیسے کہ عاریت میں تاوان لازم آتا ہے مطلقا اور صاحبین کا قول ہے اور اسی قول کی طرف امام نے
رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاوی ہم مطلقا یعنی خواہ آمد و رفت دونوں کیواسطے کرایہ ہوا ہو خواہ فقط جانے کیواسطے ہر صورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہے عاریت کا
یہانتک کہ تاوان لازم آویگا مطلقا مکان مقصود کے تجاوز سے وفیہ خوفوا المکاری فرجع واعاد الحمل الی المحل الاول لا اجر لہ ینبغی ان یجبر علی الاعادۃ لوگون نے مکاری
یعنی جانور کے کرایہ دینے والے کو خوف دلایا سو وہ پھر آیا اور مکان اول کیطرف بوجھ پھیر لایا تو اُسکی مزدوری نہیں اور لائق یہ ہے کہ اسپر زبردستی کیجاوے
دوبارہ لیجانے پر کذا فی مجمع الفتاوی وفیہ دفع ابریسما الی صباغ لیصبغہ بکذا ثم قال لا تصبغہ ردہ علی فلم یردہ حتی ہلک لا ضمان اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ریشم دیا رنگریز کو

تا اسکو رنگے بمقدار اجرت سے پھیر مالک بولا کہ اسکو سرخ رنگ اور مجھکو پھیر دے سو اسنے نہ پھیر دیا پھر کپڑا تلف ہوگیا تو رنگریز پر تاوان نہیں وفیہ
سئل ظہیر الدین عمن استاجر رجلا لیعمل لہ فی الضیعۃ فلما خرج نزل المطر وامتنع بسببہ ہل لہ الاجر قال لا اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ظہیر الدین سے اس شخص کے
حکم کا سوال ہوا جسنے ایک مزدور کو مزدور کیا تاکہ اسکا کام کرے زمین میں سو جبکہ مزدور کام کیواسطے نکلا مینہ برسنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اسکے سبب
کیا اسکی اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہیں یعنی اسواسطے کہ معقود علیہ واقع نہوا بلا منع مستاجر استاجر دابۃ لیحملہا کذا فضعفت فحملہا دونہا ہل لہ الرجوع
الرجوع بحصتہ قال لا انتہی یعنی ایک جانور کرایہ لیا تا اسپر اسقدر بوجھ لادے سو جانور بیمار ہوگیا تو حمل معین سے کم لادا تو کیا مستاجر کو کمی کے حصہ کے موافق
کرایہ پھیر لینا جائز ہے ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہیں ہے اسلیکہ مستاجر اسیقدر کے لادنے پر راضی ہوگیا استاجر رحی فمنعہ الجیران عن الطحن لو ہن البناء
وحکم القاضی بمنعہ ہل یسقط حصتہ مدۃ المنع قال لا الا ان منعہ المستاجر عن الطحن یعنی مستاجر نے چکی کرایہ لی سو اسکو پڑوسیوں نے پیسنے سے منع کیا بسبب کمزور ہوجانے
مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کیا ساقط ہوگا ظہیر الدین نے جواب دیا کہ ساقط نہوگا جبتک ظاہر میں پیسنے سے منع نکیا
جاویگا مراد یہ ہے واللہ اعلم کہ لوگ اسکو چکی نہ پیسنے دیں یا چکی کے گھمانے واسطے جانور کو کھول دیں کذا فی الطحطاوی استاجر حماما سنۃ فغرق مدۃ ہل
یجب کل الاجر قال انما یجب بقدر ما کان منتفعا ایک برس کو حمام کرایہ لیا سو ایک مدت تک پانی میں ڈوبا رہا تو کیا تمام اجرت واجب ہوگی ظہیر الدین نے
جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہوگی وفی الوہبانیۃ و یسقط فی وقت العمارۃ مثل ما لو انہدم بعض الدار فالہدم یحرز اور وہبانیہ میں
ہے اور ساقط ہوتا ہے اجر عمارت کے وقت میں مانند اسی مقدار کے کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہوجاوے تو انہدام تخمین کیا جاوے یعنی مقدار انہدام
تخمین کرکے بقدر اسکے اجرت ساقط کیجاوے اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ گھر کے بعض مکان گر جانے سے کرایہ ساقط نہیں ہوتا
کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ لعبد البر وخالف فی قدر العمارۃ آمر لقدم فیہا قول الآمر اور مخالفت کی مالک امر کرنیوالے نے مستاجر کی عمارت کی مقدار
میں تو اسمیں مالک کا قول مقدم ہوگا نہ مستاجر عمارت کے بنانیوالے کا صورت مسئلہ یہ ہے کہ مالک خانہ نے مستاجر کو حکم کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ میں
مجرا کر لینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا اور مقدار صرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ مستاجر کے مسموع ہونگے
کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ الاکمل قلت ومفادہ رجوع المستاجر ثابت علی الآجر بمجرد الامر یعنی الا فی تنور وبالوعۃ فلا بد من شرط الرجوع علیہ میں کہتا ہوں
اور مفاد قول سابق پھیر لینا ہے مستاجر کا اس چیز کو جو موجر پر ثابت ہے مجرد امر کر لینے سے یعنی مگر تنور اور نجاست کے چہ بچہ کے بنانے میں رجوع مجرد امر کے نہیں ہو
مگر یہی اشتراط رجوع سے وجیہ ہے طحطاوی نے کہا شارح کا یہ قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہیں بلکہ قنیہ کی عبارت سے مرتبط ہے جو شرح وہبانیہ میں کو نقل
اصلاح کو نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر میں عمارت بنادے مالک کے امر سے تو جسقدر اسکا صرف ہوا امر سے پھیر لے اگرچہ رجوع صریحا شرط نہو کچھ
قاضیخان سے نقل کیا کہ تنور اور چہ بچہ میں رجوع مجرد اذن بلا شرط صحیح نہیں انتہی ما فی القنیۃ تو معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا وہ قنیہ کا صریح ہی نہ مفاد ولو خربت
الدار سقط کل الاجر ولا تنفسخ بہ ما لم یفسخہا المستاجر بحضرۃ الموجر ہو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر ویران ہوگیا تو تمام کرایہ ساقط ہوگا اور اجارہ ویرانی سے فسخ نہیں ہوجاتا
جب تک اسکو موجر کے سامنے فسخ نہ کرے یہی قول اصح ہے ہم اگر بعضا مکان گھر کا منہدم ہوگیا اور مالک خانہ غائب ہے یا بیماری کے حیلہ سے قاضی کی
مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تو اجارہ فسخ نہ ہوگا اور قاضی اسکی طرف سے وکیل قائم کرے کہ وہ فسخ کردے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ واذا بنیت لا خیار لہ
اور جبکہ گھر بنا دیا جاوے بعد انہدام کے تو مستاجر کا اختیار نہیں یعنی اسواسطے کہ انہدام قبل الفسخ سے انفساخ نہیں ہوتا وفی سکنی عرصتہا لا یجب الاجر قالہ
ابن الشحنۃ قلت وفی نفیہ نظر ولعلہ اراد المسمی اما اجرۃ المثل وحصۃ العرصۃ فلا مانع من لزومہا فتامل وکذا فی فسخہا ما لفیدہ فتنبہ اور خانہ منہدم کے صحن
دروازے کے میدان کی سکونت میں اجرت واجب نہیں یہ کہا ہے ابن شحنہ نے میں کہتا ہوں کہ اسکی نفی میں اعتراض ہے اور شاید کہ نفی سے اجرت

مہینہ گھر کی مراد ہی لیکن مثل اس مہینہ کے کرایہ یا حصہ مہینہ کا ان کے کرایہ کے لازم ہو سکتا کہ اگر لازم نہیں اور تم اجارہ کے باب میں یہ قول دیکھا جو لازم اجرت کا
مفید ہوگا سو مشہور روایت امام ابو یوسف کا قول ہے کہ بعض یہ ہی کہ اگر نہر کا پانی منقطع ہو گیا اور وہ مکان اس کے پینے کے لائق نہیں تو انتفاع ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت
لازم ہوگی بسبب باقی رہنے معقود علیہ کے تو اگر منفعت لیا تو اس کے حصہ کی اجرت لازم ہوگی انتہی اور فتاوی عالمگیری میں مذکور ہے کہ اگر
گھر منہدم ہو جاوے تو اجارہ فسخ نہ ہو گا اس واسطے کہ عرصہ سے انتفاع ممکن ہے کذا فی الظہیریہ استاجر رحا ماء و شرط لعطلۃ اجرۃ شہرین العطلۃ فالاجر
حلال قدر العطلۃ جائز یہ جاسر اجارہ لیا اور وہ پن چکی کی اجرت کی بسبب بند رہنے کے شرط کر لی تو اگر اجرت قدر بند رہنے کی شرط کیا تو صحیح ہے کذا فی البزازیہ
یعنی اگر تعطل سے مدت زیادہ ہوگی یا مدت مجہول ہوگی تو اجارہ فاسد ہوگا کذا فی الخلاصہ اور وہ جو آخر میں ہے اس کا بیان یکون علی ما ذکرنا
خزانۃ الفتاوی کرایہ قید خانہ کا اور اجرت قید خانہ کے نگہبان کی جو اس سے زیادہ ہیں وہ چیز ہے کہ صاحب دین پر ہے کذا فی خزانۃ الفتاوی یعنی اس واسطے کہ اوس
کے واسطے تو یہ دین متقرر ہوا ہی انفسخت مدۃ الاجارۃ و رب الدار غائب فسکن المستاجر بعدہ لا یلزمہ الکراء لانہ لم یکن تمامًا مدۃ الاجارۃ
کذلک لو انفسخت المدۃ و المستاجر غائب و الدار فی ید امراتہ لان المراۃ ما سکنت بالاجرۃ مدت اجارہ کی منقضی ہو گئی اور صاحب خانہ غائب ہی سو مستاجر ایک
سال اسمیں رہا تو پھر کرایہ لازم نہ ہوگا اس سال کا اس واسطے کہ وہ بطریق اجارہ کے نہیں رہا اسی طرح اگر مدت اجارہ ختم ہو جاوے اور مستاجر غائب ہو اور گھر مستاجر
کی عورت کے تصرف میں ہو تو کرایہ نہیں اس واسطے کہ عورت اسمیں بعوض اجرت نہیں رہی آجر دار ہ کل شہر بکذا فالکل الفسخ عند تمام شہر فان غاب المستاجر قبل تمام
و ترک زوجتہ و متاعہ فیہا لم یکن للآجر الفسخ مع المراۃ لانہا لیست بخصم و الحیلۃ اجارتہا لآخر قبل تمام الشہر فاذا تم الشہر فسخت الاولی فنفذت الثانیۃ فتخرج منہا المراۃ و تسلم
للثانی خانیہ ایک گھر اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو مستاجر اور موجر ہر ایک کو فسخ اجارہ کا اختیار ہر مہینہ تمام ہونے کے وقت ہے تو اگر مستاجر غائب ہو مہینہ تمام ہونے
سے پہلے اور اپنی زوجہ اور اسباب گھر میں چھوڑ گیا تو موجر کو اسکی عورت کے ساتھ اجارہ فسخ کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ وہ مستاجر نما خصم نہیں اور مستاجر کی عورت
سے فسخ اجارہ کا حیلہ یہ ہی کہ وہ گھر دوسرے شخص کو کرایہ دیوے مہینہ تمام ہونے سے پہلے پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو پہلا اجارہ فسخ ہوگا اور وہ دوسرا اجارہ
منعقد ہوگا اب مستاجر کی عورت اسمیں سے نکالی گی اور وہ دوسرے مستاجر کو گھر تسلیم کیا جاویگا کذا فی الخانیہ

باب الاجارۃ الفاسدۃ

یہ باب ہی اجارہ فاسدہ کے احکام میں الفاسد من العقود ما کان مشروعا باصلہ دون وصفہ عقدوں میں سے عقد فاسد وہ ہی کہ اصل مشروع ہونے وصف
اسکا عدم مشروعیت و مثل جہالت سے یا اس شرط کے شمار سے عارض ہوتی ہو جسکو عقد مقتضی نہیں و الباطل ما لیس مشروعا اصلا لا باصلہ و لا بوصفہ
اور عقد باطل وہ ہی جو کسی طرح مشروع نہ ہو نہ اسکی اصل مشروع ہو نہ وصف تو اسکا اجارہ باطل چنانچہ اجارہ لینا ایک جز مردار اور خون کے اور مثل اس کے
یا نوحہ گری یا اپنے کسی واسطے کسی کو نوکر رکھنا وحکم الاول و ہو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال لو المسمی معلوما ابن کمال اور اول یعنی اجارہ فاسدہ کا حکم واجب
ہونا ہی اجرت مثل کا استعمال کرنے سے اگر اجرت معینہ معلوم ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم اجرت مثل سے مراد اس شخص کی اجرت ہی جو اجیر کا مماثل ہو اس عمل میں یعنی جو ایسا
کام کرتا ہو اس مکان اور مکان میں اور اجرت دراہم اور دنانیر کی جنس سے ہوگی نہ مسمی کی جنس سے اور اگر اجرت مثل مختلف ہو لوگوں میں تو متوسط کا اعتبار ہوگا
اور اجرت اجارہ فاسدہ کی حلال ہی اگرچہ اسکا سبب حرام ہی یہ قول ہی حلوانی کا اور حاکم کے نزدیک اجرت مذکورہ حلال نہیں یہی قول صحیح ہی اور اجرت مثل
وہاں علی الاطلاق معتبر ہی جہاں اجرت مسمی نہ ہو اور صورت تسمیہ اجرت مثل اجرت مسمی سے زیادہ نہ ہوگی اور ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ وہ صورت تسمیہ
اجرت مثل واجب ہی اور حالانکہ ایسا نہیں ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف الثانی و ہو الباطل فانہ لا اجر فیہا بالاستعمال حقائق بخلاف ثانی یعنی اجارہ باطل میں اجرت
نہیں بالاستعمال اس میں سے کذا فی الحقائق و لا تملک المنافع فی الاجارۃ الفاسدۃ بالقبض بخلاف البیع الفاسد فان المبیع یملک فیہ بالقبض اور اجارہ

باب الاجارۃ الفاسدۃ

فاسدہ میں منافع مستاجر کی ملک میں نہیں آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اسواسطے کہ بیع فاسد میں مبیع مملوک ہوجاتی ہے مشتری کے قبض کرنے سے بخلاف فاسد الاجارۃ حتی لو قبضہا المستاجر لیس لہ ان یوجرہا برخلاف اجارہ فاسدہ کے کہ اسمیں منافع مملوک نہیں ہوتے تو اگر مستاجر نے عین مستاجرہ پر قبضہ کیا تو اسکو جائز نہیں کہ اور شخص کو اجارہ میں دے ولو آجرہا وجب اجر المثل ولا یکون غاصبا وللاول نقض الثانیۃ بحر عن الخلاصۃ اور اگر مستاجر نے کسی کو اسکو اجارہ دیگا تو مستاجر اول پر اجرت مثل واجب ہوگی اور اس فعل سے وہ غاصب نہوگا اور اول یعنی مالک کو جلد اول کو اجارہ ثانیہ کا توڑ ڈالنا جائز ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے خلاصہ سے منقول ہے فی الاشباہ المستاجر فاسدا لو آجر صحیحا جازت وقیل لا اور اشباہ میں ہے کہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر اگر اسکو اجارہ صحیح دے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا ہم معلوم ہوا کہ اجارۂ مذکورہ کے عدم جواز اور جواز میں دو قول ہیں اور دونوں کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی العقد اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہیں وہ شرطیں جو مقتضاء عقد کے مخالف ہیں ہم چنانچہ بیع میں ہو چکی ہے اجارہ میں شرط ہوئی کہ اگرچہ باقی منقطع ہوجاوے تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اسواسطے کہ موجب عقد یہ ہے کہ اجرت واجب نہو بلا قدرت حصول منفعت فکل ما افسد البیع مما مر یفسدہا کجہالۃ ماجور او اجرۃ او مدۃ او عمل وکشرط طعام عبد وعلف دابۃ ومرمۃ الدار ومغارمہا وعشر او خراج ومؤنۃ رد اشباہ سو جو چیز بیع کو فاسد کرتی ہے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو چکی وہی چیز اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہے چنانچہ ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے اجارہ کے غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے گھر کی مرمت اور اسکے مصارف اور زراعت کی زمین کا عشر یا خراج اور اجارہ کی چیز پہنچا دینے کا خرچ شرط ہونا مستاجر پر کذا فی الاشباہ ہم وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ اعمال مذکورہ حصہ اجرت کے قرار دیئے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہیں اور جہالت بعض اجر موجب ہے باقی اجرت کی جہالت کی کذا فی حاشیۃ الاشباہ للحموی وکذا تفسد بالشیوع بان یوجر نصیبا من دار او نصیبہ من دار مشترکۃ من غیر شریکہ او من احد شریکیہ انفع الوسائل وعمادیۃ فی الفصل الثلثین اور شیوع یعنی عدم امتیاز سے بھی اجارہ فاسد ہوجاتا ہے اسطرح کہ اپنے گھر سے حصہ غیر معین اجارہ دے یا مشترک گھر سے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا کسی اور شخص کو اجارہ دے یا دو شریکوں میں سے ایک شریک کو اجارہ دے چنانچہ انفع الوسائل اور عمادیہ میں ہے تیسویں فصل سے ہم قصد لیں ہیں یہ کہ ایک زمین شرکت کی چند شخصوں میں ہے تو اگر ایک شریک سب شریکوں کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو جائز نہیں واحترز بالاصلی عن الطاری فلا یفسد علی الظاہر کان آجر الکل ثم فسخ فی البعض او آجر لواحد فمات احدہما او بالعکس اور مصنف نے احتراز کیا شیوع اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو شیوع طاری اجارہ کا مفسد نہیں ہے بموجب ظاہر الروایت کے چنانچہ تمام گھر یا تمام زمین اجارہ دی پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالا یا دو شریکوں نے ایک شخص کو مشترک چیز اجارہ دی پھر ایک مر گیا یا اسکے بالعکس یعنی ایک نے دو شخصوں کو اجارہ دیا پھر ایک مستاجر مر گیا ہر صورتوں میں اخیر میں میت کے حصہ میں اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ کے حصہ میں اجارہ قائم رہیگا باوجود شیوع کے اسواسطے کہ شیوع طاری ہے نہ اصلی وہی الحیلۃ فی اجارۃ المشاع کما لو قضی بجوازہ اور وہ یعنی تمام چیز میں اجارہ کر کے پھر بعض میں فسخ کر دینا حیلہ ہے جواز مشاع کے اجارہ میں چنانچہ جواز اجارہ مشاع پر قاضی کا حکم ہوجانا ہم یعنی جو چاہے کہ مشاع چیز کو اجارہ دے اسکی دو تدبیریں ہیں ایک یہ ہے کہ کل چیز کو اجارہ دے پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالے دوسری تدبیر یہ ہے کہ اس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جسکے مذہب میں مشاع کا اجارہ جائز ہے سو وہ اسکے جائز ہونے کا حکم دیدے الا اذا آجر کل نصیبہ او بعضہ من شریکہ فیجوز ولو شیوع اصلی نفاذ اجارہ ہے مگر جبکہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے دوسرے شریک کو اجارہ دے تو جائز ہے وجوزاہ بکل حال وعلیہ الفتوی زیلعی وبحر عن المغنی لکن رد العلامۃ قاسم فی تصحیحہ بان ما فی المغنی شاذ مجہول القائل فلا یعول علیہ اور صاحبین نے اجارہ مشاع کو جائز کہا ہے ہر حال میں یعنی خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمۃ میں ہو یا غیر محتمل میں اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الزیلعی اور بحر الرائق میں یہ فتوی مغنی سے منقول ہے لیکن اس فتوی کو علامہ قاسم نے اپنی تصحیح میں رد کر ڈالا اسطرح کہ جو فتوی مغنی میں ہے ایسا شاذ ہے جسکا قائل معلوم نہیں تو وہ اعتماد کے لائق نہیں ہم طحطاوی نے کہا اور قول معتمد علیہ وہ ہے جو فتاوی فخر الدین میں ہے کہ فتوی امام کے قول پر ہے اور

اعتماد کیا ہی اور باب شیوع اور متون نے تو یہی مذہب اختیار کیا فی البدائع لو اجر مشاعا محتمل القسمۃ فقسم وسلم جاز لزوال المانع ولو اجرہ لہما الحاکم تم سلم

اُسکو میں کہتا ہون اور مانع بین ہی اور اگر اس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہی پھر اسکی قسمت کی اور تسلیم کی اجارہ جائز ہی بسبب دور ہو جانے

مانع کے یعنی شیوع کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اسکی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہین ولیعتبر ہذا آدہ او ابتدا اسرار واقعہ

فصولین من الفصل الحادی والثلثین یعنی اوسط مشہ اور فتوی دیا جاتے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی ہو اور زمین اسکی دوسرے شخص کی چنانچہ

فصولین مین ہی اکتیسوین فصل سے یعنی اس فصل کے درمیان مین یہ مسئلہ مذکور ہی ہم یعنی اگر صاحب عمارت اسکو اجارہ دے صاحب زمین یا اسکے غیر کو تو جائز

اور اس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الحاوی وتفسد بجہالۃ المسمی کلہ او بعضہ کتسمیۃ ثوب او دابۃ او مائۃ درہم علی ان یرمہا

المستاجر لصیرورۃ المرمۃ من الاجرۃ فیصیر الاجر مجہولا اور اجارہ فاسد ہوتا ہی اجر مسمی کی جہالت سے تمام اجر مجہول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا

سو درہم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہو جانے مرمت کے اجرت مین سے یعنی خرچ مرمت کا اجرت مین داخل ہو گیا تو اجرت مجہول ہوگی

اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کتنا مرمت مین صرف ہوگا ہم کپڑا اور جانور تمام اجر کے مجہول ہونیکی مثال ہی اسواسطے کہ معلوم نہین کون کپڑا اور کون جانور اور سو درم

اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہی وتفسد بعدم التسمیۃ اصلا او بتسمیۃ خمر او خنزیر اور اجارہ فاسد ہوتا ہی اجرت کے مطلق نہ نام لینے سے یا شراب یا سور کے نام

لینے سے ہم عدم تسمیہ کی یہ صورت ہی کہ موجر نے مستاجر سے کہا کہ مین نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجھکو اجارہ دیا اور نہ کہا کہ اتنے کرایہ پر کذا فی المنح فان

فسدت بالاخیرین بجہالۃ المسمی وعدم التسمیۃ وجب اجر المثل یعنی الوسط منہ لا ینقص عن المسمی سو اگر اجارہ فاسد ہو گیا پچھلے دو سبب سے یعنی مسمی کی جہالت سے

اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہوگی یعنی بیچ والی اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہوگی مسمی سے ہم شارح کے اس قول یعنی لا ینقص عن المسمی مین خلل ہی اسواسطے کہ

دونون صورتون مین تسمیہ نہین ہو اسواسطے کہ عدم تسمیہ مین امر ظاہر ہی اور جہالت مسمی تو در حکم عدم ہی کذا فی الطحطاوی لا بالتمکین بل باستیفاء المنفعۃ

حقیقۃ کما مر بالغا ما بلغ لعدم ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ مین اجرت فقط تمکین یعنی موجر کے قادر کر دینے سے واجب نہوگی بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل

کرنے سے اجرت واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا اجرت مثل واجب ہوگی کتنی ہی کیون نہو بسبب نہونے اس چیز کے جسکی طرف رجوع کیا جائے ولا ینقص عن المسمی

اور اجرت مثل کم نہو مسمی سے ہم اس قول کا خلل مذکور ہو چکا علاوہ اسکے عدم مرجع الیہ کے مخالف ہی وان فسدت بالاولین بالشرط والشیوع مع العلم بالمسمی لم یزد

اجر المثل علی المسمی لرضاہما بہ اور اگر اجارہ امرین مذکورین سے فاسد ہو بلکہ شرط مخالف عقد یا شیوع اصلی سے فاسد ہو باوجود معلوم ہونے اجر مسمی کے تو

اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہوگی بسبب راضی ہو جانے موجر اور مستاجر کے مسمی سے یعنی دونون اسقاط زائد عن المسمی پر راضی ہو گئے ہم جہالت مسمی اور عدم تسمیہ

مین اجرت مثل جسقدر کہ ہو اور انکے سوا مین عدم زیادت علی المسمی اسواسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت ہمارے نزدیک نہین ہی بلکہ انکی قیمت عقد یا شبہ

عقد سے ٹھہرتی ہی پھر جبکہ منافع کی قیمت نہ ہوئی تو رجوع واجب ہوا عقد کی قیمت کی طرف اور زیادت علی المسمی ساقط ہو گئی اسواسطے کہ عاقدین اسکے

اسقاط پر راضی ہو گئے اور جبکہ اجر مسمی مجہول اور معدوم ہوا تو مرجع منتفی ہوا تو موجب اصلی واجب ہوا یعنی وجوب قیمت جسقدر کہ ہو تقریر اس کلام کی اسطرح لائق

ہی اسواسطے کہ عبارات قوم اس مقام مین مضطرب ہین کذا فی الدرر وینقص عنہ لفساد التسمیۃ اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ کے

واستثنی الزیلعی ما لو استاجر دارا علی ان لا یسکنہا فسدت ویجب ان سکنہا اجر المثل بالغا ما بلغ اور زیلعی نے قاعدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنی کی کہ ایک گھر اجارہ

لیا اس شرط پر کہ مستاجر اسمین سکونت نہ کرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہی اور اگر مستاجر اسمین سکونت کریگا تو اجرت مثل واجب ہوگی جسقدر کہ ہو ہم یہ فساد

اجارہ شرط مخالف عقد سے ہوا تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت قاعدہ مذکورہ سے مستثنی ٹھہری وحملہ فی البحر

علی ما اذا جہل المسمی اور بحر الرائق مین اس صورت کو جہالت مسمی پر محمول کیا ہی یعنی مسئلہ مذکورہ مین اجرت مسمی مجہول ہی تو اجرت مثل واجب ہوگی تو در حقیقت

قاعدہ مذکورہ سے استثنا نہ کیا ہو الظاہر لکن ارجعہ قاضی خان فی شرح الجامع الی جہالۃ المسمی فافہم وعلی کل فلا استثناء فتنبہ لیکن قاضی خان نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت
مسمی کی طرف پھیرا ہے تو اسکو سمجھ لے اور ہر تقدیر پر استثنا تو نہیں ہے لہذا آگاہ رہو مصنف طحطاوی نے کہا مطلب بحر الرائق اور قاضی خان کا ایک ہی ہے تو استدراک
بلا وجہ ہے اور ہر تقدیر پر کہنا بھی بلا وجہ ہے اسواسطے کہ جو بحر الرائق اور قاضی خان میں مذکور ہے وہ ایک ہی چیز ہے قلت ینبغی استثناء الوقف لانہ لو اجب فیہ اجر
المثل بالغا ما بلغ فتأمل میں کہتا ہوں اور وقف کا استثنا کرنا قاعدہ مذکورہ سے لائق ہے اسواسطے کہ وقف میں باوجود تسمیہ اجرت مثل واجب ہے جس قدر کہ اجرت مثل
ہو سو غور کر فان اجر دارہ تفریع علی جہالۃ المسمی بعبد مجہول فسکنہا مدۃ فعلیہ للمدۃ اجر المثل بالغا ما بلغ وتفسخ فی الباقی من المدۃ
سو اگر اپنا گھر کرایہ دیا بعوض مجہول غلام کے پھر مستاجر گھر میں ایک مدت تک رہا اور غلام اسکو نہ دیا تو مستاجر پر اسکی مدت کے واسطے اجرت مثل واجب ہوگی
جس قدر کہ ہو اور باقی مدت میں اجارہ فسخ ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ جہالت مسمی پر متفرع ہے آجر دکانا کل شہر بکذا صح فی واحد فقط وفسد فی الباقی لجہالتہا
دکان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ میں اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے
یا دس والاصل انہ متی دخل کل فیما لا یعرف منتہاہ تعین ادناہ فاذا تم الشہر فلکل فسخہا بشرط حضور الآخر لانتہاء العقد الصحیح اور قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ جب کل کا لفظ داخل
ہو ایسی چیز میں جسکی نہایت معلوم نہیں جیسا کہ ایام اور شہر تو اسکا کمتر معین ہوگا یعنی ایک دن یا ایک مہینہ پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ
فسخ کر دینا جائز ہوگا بشرطیکہ حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ہو چکنے عقد صحیح کے وفی کل شہر سکن فی اولہ وہو اللیلۃ الاولی ویومہا عرفا وبہ یفتی صح
فیہ ایضا اور جس مہینہ کے اول میں مستاجر رہیگا دکان یا گھر میں تو اس مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی رات یعنی چاند رات اور اسکا دن ہے عرف
میں اور اسی کا فتوی ہے ہم یعنی بلا تعیین شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا اجارہ صحیح ہوگا لیکن اگر مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور دن
وہاں سکونت کریگا تو دوسرے مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا یہ قول ہے بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایہ یہ ہے کہ اول ماہ ثانی میں دونوں کو فسخ اجارہ کا اختیار
ہے ہر چند اول ماہ رویت ہلال سے ہے لیکن چونکہ اسکے اعتبار میں حرج تھا لہذا چاند رات اور اسکا دن معتبر ہوا کذا فی الدرر وشرح الوقایہ ولیس للموجر اخراجہ حتی
ینقضی الا لعذر کما لو عجل اجرۃ شہرین فاکثر لکونہ کالمسمی زیلعی اور بعد سکونت اول ماہ موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی میں اختیار نہیں جب تک کہ وہ مہینہ آخر
نہ ہو جائے مگر عذر سے اخراج جائز ہے چنانچہ اس صورت میں اخراج جائز نہیں اگر مستاجر دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اسواسطے کہ پیشگی دینا اجرت کا مسمی کی
مانند ہے کذا فی الزیلعی الا ان یسمی الکل ای جملۃ شہور معلومۃ فیصح لزوال المانع ہر مہینہ کے اجارہ میں فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہے مگر یہ کہ تمام یعنی سب شہور
معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب میں صحیح ہوگا زوال مانع کے سبب سے ہم یعنی موجر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر چھ مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا کذا
فی المنح واذا آجرہا سنۃ بکذا صح وان لم یسم اجر کل شہر وتقسم سویۃ اور جبکہ گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہے اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت
مذکور نہ کی ہو اور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر قسمت ہوگا واول المدۃ ما سمی ان سمی اور ابتدائے مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہوا اگر نام لیا ہو یعنی یوں
مذکور ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان سے اجارہ ہوا والا فوقت العقد ہو اولہا اور اگر ابتدا مدت مذکور نہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے
فان کان العقد حین یہل بضم ففتح ای یبصر الہلال والمراد الیوم الاول من الشہر اعتبر الاہلۃ سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اسوقت جبکہ چاند دیکھا گیا تو مہینوں
کا شمار چاندوں کے دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا یہل بضم یا وفتح ہا یعنے دیدہ شود ہلال اور مراد اس سے مہینہ کا پہلا دن ہے کذا فی القہستانی والا
فالایام کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت نہوا ہو تو مہینوں کے شمار کیواسطے دن معتبر ہونگے ہر مہینہ تیس دن کا وقالا یتم الاول بالایام
والباقی بالاہلۃ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جائیگا اور باقی مہینے چاند سے معتبر ہونگے ہم یعنی اگر ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ
ہوا تو امام کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذی الحجہ تیسویں دن کا ہوا

تو سال تمام ہوگا اور جس سال کی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ اور اگر ذی الحجہ انتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذی الحجہ کی گیارہویں تاریخ کذا فی شرح الوقایۃ استاجر
عبداً باجر معلوم و بطعامہ لم یجز کہا کہ بعض الاجر کا امر نوکر رکھا کسی کے غلام کو اجرت معین اور اسکی خوراک پر تو جائز نہیں ہے بسبب مجہول ہونے
بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے یعنی اگر مثلاً دو روپیہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجرت یعنی خوراک مجہول ہے یعنی معلوم نہیں کہ خوراک کسقدر آدھ
سیر یا سیر بھر اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہے مبسوط میں ہے کہ جس اجارہ میں خوراک یا چارہ جانور کا شرط ہے وہ اجارہ فاسد ہے مگر دایہ کا اجارہ
کھانے اور کپڑے پر درست ہے انتہی فتاوی عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ میں چارہ کے ساتھ ہم متقدمین کے
قول پر عمل کرتے ہیں یعنی عدم جواز پر اور ہمارے زمانہ میں تو غلام کھانا ہی مستاجر کے مال سے بنا بر رواج اور عادت کے کذا فی الطحطاوی و جاز اجارۃ الحمام
لانہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل حمام الجحفۃ و للتعارف الناس اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام جحفہ کے حمام میں تشریف
لے گئے تھے اور بسبب رواج لوگوں کے ہم اتفاقی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ تمام شہروں میں لوگ حمام کی اجرت دیتے ہیں اگرچہ استعمال کے پانی کی اور وہاں کے
ٹھہرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہے تو مسلمین کا اجماع اسکے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہیں ہوتا ہو انتہی اور یہ بھی ہے کہ قول
حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے کذا فی الطحطاوی و قال علیہ الصلوۃ والسلام ما راہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن قلت و الموقوف علی ابن مسعود کما
ذکرہ ابن حجر اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانیں تو وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہے میں کہتا ہوں اور اہل حدیث
کے نزدیک یہ مشہور ہے کہ یہ حدیث عبداللہ بن مسعود پر موقوف ہے یعنی یہ قول صحابی کا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا چنانچہ ابن حجر نے اسکو بیان
کیا ہے ہم مقاصد حسنہ میں ہے کہ مسند احمد میں عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالی نے بندوں کے دل دیکھے سو آنحضرت
صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو واسطے اصحاب پسند کیے اور انکو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا سو جسکو مسلمین نیک جانیں وہ عند اللہ نیک ہے اور جسکو
مسلمین بد جانیں وہ عند اللہ بد ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے اور اسیطرح بزار و طیالسی اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ میں مذکور کیا ہے کذا فی الطحطاوی یہ حدیث
حجیت اجماع کی دلیل ہے و جاز بناؤہ للرجال و النساء ہو الصحیح للحاجۃ بل حاجتہن اکثر لکثرۃ اسباب اغتسالہن اور حمام کا بنانا مردوں اور عورتوں کے نہانے
کے واسطے جائز ہے یہی قول صحیح ہے بسبب حاجت اغتسال کے بلکہ عورتوں کی حاجت حمام کی طرف زیادہ تر ہے اسواسطے کہ عورتوں کے نہانے کے اسباب بہت
ہیں و کراہۃ عثمان محمول علی ما فیہ کشف عورۃ زیلعی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کو محمول ہے اُس حمام پر جسمیں کشف عورت اور بے پردگی ہو
کذا فی الزیلعی و فی احکامات الاشباہ و یکرہ لہا دخول الحمام فی قول و قیل الا لمریضۃ او نفساء و اعتمدہ ان لا کراہۃ مطلقا قلت و فی زماننا لا شک فی الکراہۃ لتحقق
العورۃ و قد مر فی النفقۃ اور اشباہ کے احکامات میں ہے اور مکروہ ہے عورت کیواسطے حمام میں جانا ایک قول میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت بیمار اور نفاس
والی کو جائز ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ مطلقاً کراہت نہیں میں کہتا ہوں اور ہمارے زمانے میں مکروہ ہونے میں کچھ شک نہیں بے پردگی کے ثبوت سے اور تحقیق
اسکا ذکر کتاب النفقہ میں مذکور ہو چکا ہے و الحجام لانہ صلی اللہ علیہ و سلم احتجم و اعطی اجرہ و حدیث النہی عن کسبہ منسوخ اور حجام یعنی پچھنے لگانیوالے کا اجارہ
جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے خون نکلوایا پچھنوں سے اور اسکی مزدوری دی اور کسب حجام کی حدیث نہی منسوخ ہے و الظئر بکسر فسکون مہموز فیھما
باجر معین لتعامل الناس بخلاف بقیۃ الحیوانات لعدم التعارف اور دایہ کا اجارہ اجرت معین پر جائز ہے بسبب رواج لوگوں کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنی
کیواسطے گائے بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہیں عدم رواج کے سبب سے شارح نے کہا ظئر بکسر ظا معجمہ و سکون ہمزہ دودھ پلانے والی عورت ہے کذا الطحطاوی
و کسوتہا و لہا الوسط و ہذا عند الامام لجریان العادۃ بالتوسعۃ علی الظئر شفقۃ علی الولد اور اسیطرح دایہ کو نوکر رکھنا اسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے اور اسکے واسطے
متوسط خوراک اور پوشاک یعنی نہ عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہوگی اور یہ جواز امام کے نزدیک ہے اسواسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت جاری ہے

بچہ کی کفالت اور شفقت سے ہم فتاوی کبری میں ہے کہ دایہ کے اجارہ میں توقیت یعنی دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے انتہی اور ضامن
وقت معین کرنا ۱۲
اور امام شافعی کے نزدیک یعنی کھانے اور پوشاک پر اجارہ جائز نہیں اور یہی قیاس ہے اسواسطے کہ اجرت مجہول ہے امام کی طرف سے جواب یہ ہے کہ جہالت
نزاع کی موجب ہو تو صحت کی مانع نہیں ہے و لا یمنع الزوج من وطئها خلافا لمالک اور دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہے برخلاف امام مالک کے کہ انکے
نزدیک یہ جائز نہیں لا فی بیت المستاجر لانه ملکه فلا یدخله الا باذنه دایہ کا شوہر قربت نکرے اُس سے مستاجر کے گھر میں اسواسطے کہ گھر مستاجر کا مملوک ہے
تو اسمین داخل ہوگا اسکے اذن سے وللزوج فسخ نکاح ظاهر ای معلوم بغیر الاقرار منها مطلقا شانه اجارتها او لا فی الاصح اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اس
نکاح میں جو معلوم ہو بدون اقرار دایہ کے فسخ اجارہ جائز ہے قول اصح میں ہر طرح خواہ اجارہ زوجہ سے اسکا عیب لگتا ہو یا اسکا عیب
یا عیب نہ لگتا ہو اور غیر ظاهر بان علم باقرارها لا لانها لا تقبل فی حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو اسطرح کہ نکاح معلوم ہوا ہو دونوں کے
اقرار سے تو فسخ اجارہ نکریگا اسواسطے کہ دونوں کا قول مستاجر کے حق میں مقبول نہیں وللمستاجر فسخها بحبلها و مرضها و فجورها و نحو ذلك
و نحو ذلک من الاعذار اور مستاجر کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہے دایہ کے حاملہ ہو جانے سے اور اسکی بیماری اور اسکی ظاہر بدکاری سے اور مانند اسکے
اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہے منجملہ عذرات مذکورہ یہ ہے کہ لڑکا اسکے دودھ کو قے کر ڈالتا ہو یا دایہ سارقہ ہو یا لڑکا اسکا دودھ نہ پیتا ہو لیکن اگر
دودھ صغیر کو مضر ہو تو اسکا منع مستاجر کو پہونچتا ہے چنانچہ زبان طویل دایہ کا عیب ہے اور جو مضر نہ ہو اسکا منع جائز نہیں اور اسقدر اجارہ سے مستثنی
ہوگا تا ہو اسکے اوقات کے مانند کذا فی الطحطاوی والا بکفرها لانه لا یضر بالصبی فسخ اجارہ جائز نہیں دایہ کے کفر سے اسواسطے کہ کفر اسکا صغیر کو ضرر نہیں
کرتا و لو مات الصبی او الظئر انتقضت الاجارة اور اگر لڑکا مرگیا یا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا ولو مات ابوه لا اور اگر صغیر کا باپ مرگیا تو اجارہ نہیں
ٹوٹتا ہے اسواسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہے نہ اسکے باپ کے واسطے خواہ صغیر کا مال ہو یا نہ ہو اور بعضوں نے کہا شرط مال الصبی اجارہ باطل ہوگا و علیها
غسل الصبی و ثیابه و اصلاح طعامه و دهنه بفتح الدال ای طلیه بالدهن للعرف و هو معتبر فیما لا نص فیه اور دایہ پر لازم ہے صغیر اور اسکے کپڑوں کا دھونا
اور اسکا کھانا درست کرنا اور اسکے بدن میں تیل لگانا بسبب رواج کے اور رواج کا اعتبار وہاں ہے جہاں نص شرع نہیں شارح نے کہا و دہنہ بفتح دال
عبارت ہے تیل لگانے سے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کسی کام پر اجارہ ہوا تو جو چیز اس کام کی توابع سے ہے اور اجیر پر اسکی شرط نہوتی ہو اجارہ میں تو اسمین
رواج کا اعتبار ہے کفایہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ صغیر کے کپڑے کا گوہ پیشاب سے دھونا دایہ پر ہے اور میلے کپڑوں کا دھونا اسپر نہیں اور جواہر الفتاوی میں اسی
قول کو صحیح تر کہا ہے اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہے کہ دایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نہ کھاوے جس سے دودھ فاسد ہو جاوے اور اسپر صغیر کا
کھانا پکانا بھی لازم ہے کذا فی الطحطاوی لا یلزمها ثمن شیء من ذلک و ما ذکره محمد من ان الدهن و الریحان علیها فعادة اهل الکوفة اور دایہ پر لازم نہیں
ان چیزوں کا ثمن یعنی تیل وغیرہ کا اور یہ جو محمد نے ذکر کیا ہے کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہے سو اہل کوفہ کی عادت تھی و هو ای ثمنه و اجرة عملها علی
ابیه ان لم یکن له ای للصغیر مال و الا ففی ماله لانه کالنفقة اور وہ یعنی تیل وغیرہ کا ثمن اور اسکے دودھ پلانے کی اجرت اسکے باپ پر ہے اگر صغیر کا مال نہ
ہو اور اگر اسکا مال ہو میراث یا ہبہ سے تو اسکا ثمن صغیر کے مال میں ہوگا اسواسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہے فان ارضعته بلبن شاة او غذته بطعام
و مضت المدة لا اجر لها سو جبکہ دایہ نے لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا یا اسکو کھانے کی غذا دی اور مدت گذر گئی تو اسکی اجرت نہیں لان الصحیح ان
المعقود علیه هو الارضاع و التربیة لا اللبن و التغذیة عنایه اسواسطے اجرت نہیں کہ قول صحیح یہ ہے کہ جس پر عقد اجارہ واقع ہوا ہے وہ آدمی کا دودھ پلانا ہے اور پرورش
نہ مطلق دودھ اور غذا دینا کذا فی العنایة بخلاف ما لو دفعته الی خادمها حتی ارضعته او استاجرت من ارضعته حیث تستحق الاجرة الا اذا شرط ارضاعها
علی الاصح شرنبلالیه عن الذخیرة برخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو دیا اپنی خادم لونڈی کو تو اُسنے اسکو دودھ پلایا یا دایہ نے اس عورت کو

چاکر رکھا جسنے صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی مگر بسبب اسکے جو دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ میں تو غیر کے دودھ پلانے سے مستحق اجرت کی نہ ہوگی بقول اصح کذا فی الاشباہ مثلا یہ عن الذخیرہ ہم فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہے انتہی حج فتاوی عمادی سے منقول ہے کہ قول اوجہ یہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی انتہی جبکہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوادے تو دایہ پوری اجرت پاویگی اور دوسری عورت کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو اجرت نفسہا لذلک لقوم آخرین ولم یعلم الاولون فارضعت وفرغت اثمت ولہا الاجر کاملا علی الفریقین تشبیہا بالاجیر الخاص والمشترک کما ہو فی اجناس اور اگر دایہ نے اسی واسطے یعنی دودھ پلانے کیواسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم سے اور پہلے مستاجرون کو اجارہ ثانیہ معلوم نہیں ہوا اسنے دونوں گھروں کو دودھ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گنہگار ہوگی اور اسکی پوری اجرت لازم ہوگی دونوں فریق پر بسبب مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور اجیر مشترک سے اور پورا اسکا بیان عنایہ میں ہے ہم اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہ کی نوکری معلوم ہو تو دایہ پر گناہ نہ ہوگا اجیر مشترک کے ساتھ مشابہ ہوگی یہ وجہ ہے کہ دایہ کو اختیار ہے دونوں جگہ نوکر رہنے کا اسکے مانند اور صحیح قول شرح اسبیجابی میں یوں مذکور ہے کہ اگر دایہ کے گھر میں صغیر کو دودھ پلانے کو تو دایہ اجیر مشترک ہے اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر میں رکھا تو وہ اجیر خاص ہے کذا فی الطحطاوی لا تصح الاجارۃ لعسب التیس وہو نزوہ علی الاناث صحیح نہیں اجارہ بکری کی جفتی کا یعنی نر کے ڈالنے کا مادہ پر کہ گابھن کرنے کے واسطے ہم بعضے لوگ پانچ یا دس روپیہ دیکر گھوڑے کو گھوڑیوں پر چھوڑتے ہیں یہ لینا کیواسطے جائز نہیں ہے حدیث شریف میں اس اجرت کو اور تحبہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہے اور اسواسطے کہ گابھن کرنے پر قدرت حاصل نہیں تو اسپر اجرت لینا جائز نہ ہوگا حاشیہ حلبی میں ہے اور اگر بطور عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاہی ولو اخذ بلا شرط یباح اور نہ اجارہ صحیح ہے گناہوں کے واسطے چنانچہ راگ اور نوحہ گری اور باجوں کے واسطے اور اگر بلا شرط اجرت لے تو مباح ہے ہم نوحہ گری یہ کہ میت پر روئے اور اسکی خوبیاں بیان کرے اور ملاہی سے مراد باجے ہیں چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہا یعنی لہو و لعب کا طبل اور اگر غازیوں کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور اسطرح طبل قافلہ درست ہے منتقی میں ہے کہ مال کسب کیا نوحہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اسکے مالکوں کو پھیر دے اگر وہ لوگ معلوم ہوں اور نہیں تو اسکو خیرات کر دے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام استاد نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہیں اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے انتہی اور ہمارے زمانہ میں یہی قول بالیقین ماخوذ ہے اسواسطے کہ یہ خوب معلوم ہے کہ گانیوالے اور بجانیوالے بدون اجرت کے نہیں جاتے کذا فی الطحطاوی ملخصا و لا لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القران والفقہ ویفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القران والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل فیحبس بہ وبالمسمی بعقد واجر المثل اذا لم تذکر مدۃ شرح وہبانیہ من الشرکۃ ویحبس بہ یفتی اور نہ اجارہ صحیح ہے طاعات کیواسطے مانند اذان اور حج اور امامت اور تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانہ میں فتوی دیا گیا ہے صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان کیواسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اس مال کے دینے پر جو اسنے قبول کیا ہے تعلیم قرآن وغیرہ کیواسطے تو اجرت معین عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جبکہ مدت اجارہ مذکور نہ ہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیہ من کتاب الشرکۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے سے قید کیا جاسکے اسی قول کا فتوی ہے ہم اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجارہ جائز نہیں لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر نوکری کرنیکا فتوی دیا ہے اس دلیل سے کہ زمان سابق میں اہل علم کی معاش بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اسوقت میں اسلام ضعیف ہو گیا امور مذکورہ سب برہم ہو گئے اور اہل علم تحصیل معاش میں مشغول ہوئے اور وہ لوگ دیندار کم ہو گئے جو للہ تعلیم کریں تو اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہ ہو تو قرآن اور فقہ مفقود ہو جاتیں لہذا جواز اجارہ مذکورہ کا فتوی ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا ہے کہ احکام مختلف ہو جاتے ہیں زمانہ کے اختلاف سے کذا

اجرت تعلیم جوا وغیرہ حرام ہے ۱۲

اجرت لعب و نوحہ و مزامیر و ادان حرام ہے ۱۲

جواز اجرت تعلیم قرآن و فقہ و امامت و اذان ۱۲

فی الجمع وغیرہ تو زمانِ سابق مین اجارہ مذکورہ بالمثل مسطورہ جائز نہ تھا اور اس زمانے مین جائز ہے بوجہ ضرورت واللہ اعلم اور تعلیم کتابت اور طب اور تعبیر
کی نوکری بالاتفاق جائز ہے وکذا یجبر علی دفع الحلوۃ المرسومۃ ہی ما یہدی للمعلم علی روس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ اہداء الحلاوی اور تعلیم قرآن کے
نوکر رکھنے والے پر شیرینی مرسوم کے دینے پر زبردستی ہوگی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دیجاتی ہے قرآن شریف کے بعض سورتونکے شروع کرنے پر چنانچہ
سورۂ تبارک اور فتح اور یٰسین پر دینا سمی یہ شیرینی ہے اسواسطے ہوا کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت ہے ہم حلاوی نے کہا شاید کہ سابق یہ عادت تھی اور اب شہر کی
ہے یا بعضے بلاد مین ہو ولو دفع غزلا لآخر لینسجہ لہ بنصفہ ای بنصف الغزل او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ ببعض دقیقہ فسدت فی الکل
لانہ استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذلک نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان قدمناہ فی بیع الوفاء اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اسکو
بن دے اسکی نصف پر یعنی نیم نصف سوت کی مزدوری پر یا خچر کرایہ کو لیا تاکہ اسکا اناج لادے بعض اناج مذکور کے کرایہ پر یا بیل کرایہ کو لیا تا اسکے گیہون
پیس دے کچھ اسکے آٹے کی مزدوری پر تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض عمل سے یعنی بنا کپڑا اور طعام محمول
اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اسی سے اسکی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہین اور اصل اس باب مین قفیز طحان کی حدیث نہی ہے اور اسکو ہم مقدم
ذکر کر چکے ہین بیع الوفا کے باب مین ہم وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہو اور ان صورتون مین قادر نہین بلکہ عاجز ہے یعنی
بعض منسوج یا محمول یا طحون کی تسلیم سے عاجز ہے اسواسطے کہ حصول اسکا غیر کے فعل پر ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہین شمار ہوتا چاہیئے
کہا ہے کہ یہ اصل کبیر ہے یعنی قاعدہ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ مین کہہ کہ بیلنے کا اجارہ کیا سیر بھر تیل کی مزدوری پر
یا زمین دی تا دوسرا شخص اسمین درخت لگا دے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجر اور مستاجر مین نصفا نصف ہو تو اجارہ جائز نہین درخت صاحب زمین کا
ہوگا اور اسپر قیمت درخت کی لازم ہوگی اور اجرت اسکی عمل کی اور اسیطرح روئی کا کتوانا کچھ سوت پر اور کپاس نکلوانا کپاس کے کھیت سے نصف کپاس یا کم و
بیش پر اور جوار یا جو سے کا مانڈنا یعنی بالیون سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہون کا کھیت پختہ کاٹنا نصف پر اور ما نند اسکے اور اجارے جائز نہین ہین کذا فی
الطحطاوی عن الشلبی قفیز طحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لے گیہون پیسنے کے واسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک قفیز
آٹا ہے اسی گیہون سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا اونٹ اور پکھال اجارہ لی پانی لانیکے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر اسمین اللہ تعالی روزی دے وہ دونون
مین نصفا نصف ہے تو اجارہ فاسد ہے پھر اگر پکھال مین پانی اونٹ پر لادا اور بیچا تو تمام ثمن عامل کا ہوگا اور عامل پر اونٹ اور پکھال کی اجرت مثل لازم
ہوگی اور اسیطرح اگر جال لیا شکار کرنیکے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر شکار حاصل ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہے تو جسقدر شکار ملیگا وہ شکار کرنے والے کا ہے اور
جال کی اجرت مثل اسپر واجب ہوگی اور اگر گائے یا مرغیان دوسرے شخص کو چرانے کے واسطے دین اس شرط پر کہ جسقدر دودھ اور انڈے ہون وہ دونون مین
نصفا نصف ہین تو اجارہ فاسد ہے دودھ اور انڈے مالک کے ہین اور چرانے والے کو چرائی کی اجرت مثل ملیگی اور اگر اسنے اپنا چارہ دیا تو اسکی قیمت پاویگا اور نصفا نصف
ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ نصف گائین اور مرغیون کو اسکے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کر دے تو اب جو پیدا ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا ایک شخص کا مدیون
ہے دوسرے شہر مین سو اسنے مزدور سے کہا کہ اسکے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب تو مال مذکور لا دیگا تو تجکو دس درہم دونگا اسی مال سے پھر وہ گیا اور
مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درہم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اسواسطے کہ معنی قفیز طحان ہے کذا فی العالمگیریہ ہم جمیع مسائل مذکورہ
قفیز طحان مین داخل ہین والحیلۃ ان یفرز الاجر اولا او یسمی قفیزا بلا تعیین ثم یعطیہ قفیزا منہ فیجوز اور مسائل مذکورہ کے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اسکی اجرت پہلے سے جدا
کر دے یعنی جولاہے کو سوت اور حمال کو طعام قبل النسج والحمل دے یا قفیز طحان کی صورت مین ایک قفیز آٹا اجرت مقرر کرے بلا تعیین یعنی یون نہ کہے کہ اس گیہون
کا آٹا پھر اسکو ایک قفیز آٹا اسکے پیسے آٹے سے دیدے ہم اسواسطے کہ جب آٹا معین گیہون کی طرف منسوب نہوا تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہوا اور اجرت کا حکم

مشار الیہ ہونا جائز ہے اسیطرح اُسکا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہے جبکہ یہ جائز ہوا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ ایسی گیہوں سے کہ اُسی سے اجرت قدر کیر دے
کذا فی العالمگیریہ عن المحیط ولو استاجرہ لیحمل لہ نصف ہذا الطعام بنصفہ الآخر لا اجر لہ اصلا لصیرورتہ شریکا اور اگر ایک شخص سے اجارہ کیا اسکا کہ مالک کا یہ نصف
غلہ لادے بعوض نصف ثانی کے تو اجیر کیواسطے اصلا اجرت نہیں یعنی نہ اجر مسمی نہ اجر مثل بسبب ہو جانے اجیر کے شریک اسکا کیونکہ صورت اسکی یہ ہے کہ مثلا زید کا
من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہے اُسنے خالد سے کہا کہ بیس سیر لادے چل اور بیس سیر باقی اپنی اجرت میں لے سو اُسنے پورا من لادا تو اُسکی کچھ مزدوری ثابت نہوگی
کیونکہ خالد زید کا شریک ہوگیا زیلعی نے کہا اور جو شخص اس غلہ کو لادے جو اُسمیں اور اسکے غیر میں مشترک ہے وہ مستحق اجرت نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ جو عمل ایسے
شریک کیواسطے کریگا تو بعض عمل اپنی ذات کیواسطے بھی واقع ہوگا لہذا مستحق اجرت نہوگا واستشکلہ الزیلعی واجاب عنہ المصنف اور خود زیلعی نے مسئلہ مذکورہ میں
اشکال بیان کیا ہے اور مصنف نے اسکا جواب دیا ہے یعنی اپنی شرح منح میں زیلعی نے اس مسئلہ میں دو اشکال ذکر کیے ہیں اشکال اول یہ کہ اجارہ تو فاسد ہے اور
حالانکہ اجارہ صحیحہ میں اجرت فقط عقد سے مملوک نہیں ہوتی تو یہاں بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکر اجیر مالک ہوگا یعنی جب اجیر مالک نہ ٹھہرا تو شریک کیونکر
ہوگا اشکال ثانی یہ ہے کہ عدم استحقاق اجرت اور ملک میں منافات ہے کیونکہ جب اجیر مستحق اجرت نہوا تو کون سے سبب سے مالک ہوگا مصنف نے اول اشکال کا جواب
یون دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت میں مفروض ہے اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہے جیسے اشتراط تعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہے اور اشکال ثانی کا
یون جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق میں منافات نہیں ہے اسواسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا میں اجیر اجرت کا مالک ٹھہرتا ہے بسبب عقد اور
تسلیم اجرت کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ ہے کہ اجرت کا مستحق نہیں ہے بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہو جانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ
شریک ہوگیا مالک کا غلہ میں قبل ایفاء معقود علیہ کے تو دونون مطلبون میں تنافی نہ ہوئی بلکہ اول سودی ہے ثانی کی طرف انتہی لیکن اس جواب میں خلل یہ ہے کہ
یہ عقد فاسد ہے اور فاسد میں بدون عمل کے اجرت واجب نہیں ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہیں ہوا اور یہ بھی ہے کہ تعجیل نہیں ہو سکتی بدون جدا کردینے اجرت کے
اور حالانکہ یہ واقع نہیں لہذا بعض فضلاء نے کہا کہ ملک فی الحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہے تو تقدیر کلام یون ہے کہ اگر صورت مفروضہ میں اجرت
واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجرت کا فی الحال انتہی کذا فی الطحطاوی مختصرا وقال صرحوا بان دلالۃ النص لا عموم لہا فلا تخصیص عنہا شئی بالعرف کما زعمہ مشائخ بلخ
نے اپنی شرح میں کہا اور علماء نے تصریح کی ہے کہ دلالۃ النص میں عموم نہیں ہے تو دلالۃ النص سے کسی چیز کی تخصیص نہوگی جیسا کہ مشائخ بلخ نے گمان کیا ہے اور زیلعی میں ہے کہ مشائخ بلخ اور نسفی نے حمل
طعام کو بعض محمول اور نسج ثوب کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا کیونکہ اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اسکو جائز نہیں جانتا وہ اسکو قفیز طحان پر محمول کرتا ہے
حالانکہ قیاس متروک ہو جاتا ہے تعارف سے اور اگر یون کہیے کہ عدم جواز بطریق قیاس کے نہیں بلکہ قفیز طحان کے نص اسکو شامل ہے باعتبار دلالت کے تو نص مخصوص
ہو جاتی ہے تعامل اور عرف سے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ استصناع میں قیاس متروک ہے اور قواعد شرعیہ سے اسکی تخصیص کی گئی ہے تعامل کے سبب سے اور ہمارے مشائخ اس
تخصیص کو جائز نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ یہ ایک اہل شہر کا رواج ہے اور اس سے حدیث قفیز طحان کی مخصوص نہیں ہو سکتی بخلاف استصناع کے کہ اسکا رواج جمیع بلاد میں
ہوگیا ہے اور ایسے رواج سے البتہ قیاس متروک ہوتا ہے اور حدیث اور مخصوص ہوتا ہے انتہی اور عنایہ میں ہے اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس کو ترک نہیں کرتے بلکہ دلالۃ النص سے
بعض ما فی معنی قفیز الطحان کو تعارف اور رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہیں چنانچہ مشائخ بلخ نے ثیاب میں تخصیص کی ہے اپنے شہر کے رواج سے میں کہتا ہون دلالۃ النص
میں عموم ہی نہیں کہ اسکا مخصوص کیجیے کذا فی الطحطاوی ولو استاجر خبازا لیخبز لہ کذا قفیزا دقیق الیوم بدرہم فسدت عند الامام لجمعہ بین العمل والوقت ولا ترجیح لاحدہما
فیفضی الی المنازعۃ حتی لو قال فی الیوم او علی ان تفرغ منہ الیوم جازت اجماعا یا نان پز سے اجارہ کیا کہ اسکو اتنے لیے مثلا ایک قفیز بھر آٹے کی آج روٹی پکا دے ایک درہم کی مزدوری
پر تو اجارہ فاسد ہے امام کے نزدیک بسبب ملا دینے مستاجر کے عمل اور وقت کو اور دونون میں ایک امر کو ترجیح نہیں تو جھگڑا ہوگا تو اگر بجائے الیوم کے فی الیوم کہے یا اس شرط پر
اجارہ کرے کہ اجیر نان پزی سے آج فراغت پاوے تو اجارہ جائز ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اور جب عمل اور وقت میں اجتماع ہوا تو دونون اجارہ کی لیاقت رکھتے ہین

اور کوئی آئین ہیں اوس میں لیے جہالت باعث نزاع مفسد عقد ہے اور اگر فی الیوم کہیگا تو وہ ظرف ہوگا اور مظروف ظرف کا مستغرق نہیں ہوتا تو گویا یوں کہا کہ اگر
بعض یوم میں سینے اوسا عت ہو تو یہ قول اجل کا مفسد ہے تو نان بیز ہی معقود علیہ ٹھہری بخلاف لفظ الیوم کذا فی العنایہ مختصراً او ارضا بشرط ان یثنیہا ای یحرثہا
مرتین او یکری انہارہا العظام او یسرقنہا لبقاء اثر ہذہ الافعال لرب الارض فلو لم یبق لم تفسد یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اس کو دو بار جوتے یا اس شرط پر
کہ زمین کی بڑی نہروں کو کھودے یا اوس میں کھاد ڈالے تو اجارہ فاسد ہے بسبب باقی رہنے ان کاموں کے اثر کے مالک زمین کیواسطے
تو اگر انکا کچھ اثر باقی نہ رہے تو اجارہ فاسد نہوگا اور دو بار جوتنے سے مراد یہ ہے کہ ایکبار مستاجر اپنی زراعت کیواسطے جوتے اور دوسری بار مدت اجارہ کے بعد پھر جوتے
دے اور انہار عظام کی قید اسواسطے لگائی کہ جداول یعنی نالیوں کے کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے سینچنے کیواسطے مفسد اجارہ نہیں اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے
کہ جو شرط اجارہ کی مناسب ہو وہ مفسد نہیں اور اجارہ اوسی کا فقط مستاجر کی منفعت کیواسطے ہوتا ہے تو جس فعل سے فقط مقصد حاصل ہو جیسا کہ جوتنا اور بونا اور سینچنا
تو وہ مناسب عقد ہے اور جس فعل سے فقط موجر کو فائدہ ہو وہ مستاجر کو وہ شرط منافی عقد ہے اور وہی مفسد اجارہ ہے جیسا کہ نہر عظیم کا کھودنا اور بعد مدت اجارہ باقی
رکھنا اور زمین کو جوت کر موجر کو دینا کذا فی الطحطاوی او بشرط ان یزرعہا بزراعۃ ارض اخری لما یجی ان الجنس بانفرادہ یحرم النساء یا اس شرط سے
اجارہ لیا کہ مستاجر زمین میں زراعت کریگا دوسری زمین کی زراعت کی اجرت میں یعنی اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجر مستاجر کی زمین میں زراعت کریگا تو اجارہ فاسد
ہے اسواسطے کہ آگے مذکور ہوگا کہ فقط اتحاد جنس یعنی بلا تحقیق مقدار تاخیر کو حرام کر دیتا ہے مراد یہ ہے کہ ایک نوع کا اجارہ دوسرے ہمجنس نوع سے جیسا کہ اجارہ
مکان سکنے کا بعوض سکنے مکان کے فاسد ہے اور شارح کی تعلیل میں اعتراض یہ ہے کہ حرمت تاخیر کی مقدرات میں ہے اور یہاں مقدرات میں گفتگو نہیں تو تعلیل
یہ ہے کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہے حاجت کیواسطے اور متحد الجنس منفعت کے اجارہ میں کچھ حاجت نہیں تو اپنی اصل پر ناجائز باقی رہا بخلاف مختلف الجنس کے اور اسکا
جنس میں اگر استیفا منفعت ہوگا تو ظاہر الروایۃ میں اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الزیلعی تعمیرہ و قولہ فسدت جواب الشرط وہو قولہ ولو دفع الخ اور ماتن کا یہ
قول یعنی فسدت کا لفظ جواب ہے اس شرط کا یعنے ولو دفع غزلا الخ کا یعنی شرط مذکور اور اسکے جمیع معطوفات کا جواب ہے وصحت لو استاجرہا علی ان یکریہا و
یزرعہا او یسقیہا ویزرعہا لانہ شرط یقتضیہ العقد اور اجارہ صحیح ہے اگر زمین اس شرط پر اجارہ کی کہ مستاجر اسکو جوتے اور بووے یا اسکو سینچے اور بووے اسواسطے
کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے ولو استاجرہ لحمل طعام مشترک بینہما فلا اجر لہ لانہ لایعمل شیئا الا ویقع بعضہ لنفسہ ولا یستحق الاجر اور اگر ایک شریک نے دوسرے شریک
سے اجارہ کیا اس غلہ کے لادنے کا جو دونوں میں مشترک ہے تو اوسکے واسطے کچھ اجرت نہیں اسواسطے کہ شریک اجیر کوئی چیز عمل میں نہ لاویگا مگر کہ بعض عمل
خود اجیر کیواسطے واقع ہوگا تو اسواسطے اجرت کا مستحق نہوگا اور اگر شریک کی ناو یا خرجی طعام مشترک کیواسطے اجارہ سے تو صحیح ہے اور اگر اسکے غلام یا جانور
کو اجارہ سے تو صحیح نہیں کذا فی الولوالجیہ کراہن استاجر الرہن من المرتہن فانہ لا اجر لہ لنفعہ بملکہ اسیطرح راہن اگر مرہون کو کرایہ سے مرتہن سے تو مرتہن
کیواسطے اجرت نہیں بسبب فائدہ لینے راہن کے اپنی ملک سے ہم حقیقت اجارہ یہ ہے کہ تملیک منافع بعوض ہو اور مرتہن تو منافع مرہون کا مالک نہیں جو
تملیک کا مالک ہو اور راہن ہر چند بسبب تعلق حق مرتہن کے مرہون میں تصرف نہیں کر سکتا پھر جب حق مرتہن کا اجارہ دینے سے باطل ہوگیا تو وہ اپنی
ملوک سے منتفع ہوا زوال مانع کے سبب سے وفی جواہر الفتاوی لو استاجر حماما فدخل الموجر مع بعض اصدقائہ الحمام لا اجر علیہ لانہ یسیر و بعض المعقود علیہ وہو منفعۃ الحمام
فی المدۃ ولا یسقط شیئ من الاجر لانہ لیس بمعلوم اور جواہر الفتاوی میں ہے اگر حمام اجارہ لیا سو موجر اپنے بعض احباب کے ساتھ حمام میں داخل ہوا یعنی نہانے کیواسطے
تو موجر پر اجرت ثابت نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ یعنی حمام کی منفعت مدت کے اندر خود واپس لیگا اور کوئی چیز اجرت سے ساقط نہوگی اسواسطے کہ
بعض معقود علیہ معلوم نہیں استاجر ارضا ولم یذکر انہ یزرعہا او ای شیئ یزرعہا فسدت الا ان یعمم بخلاف الدار لوقوعہ علی السکنی کما مر زمین اجارہ لی
اور یہ بیان نکیا کہ اسمیں زراعت کریگا یا کون چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا مگر یہ کہ مستاجر تعمیم کرے اسطرح کہ جو چیز چاہونگا بوؤنگا تو فاسد

نہ ہوگا بخلاف اجارہ دار کہ اسمیں جہالت مفسد اجارہ ہے بسبب واقع ہونے نزاع کے کیونکہ یہ امر ان چیزوں میں سے ہے جنکا بیان اول باب میں مذکور ہو چکا واذا
فسدت فزرعها فمضى الاجل عاد صحيحا فله المسمى استحسانا وكذا لو لم يمض الاجل لارتفاع الجهالة بالزراعة قبل تمام العقد قلت فلو حذف قوله فمضى الاجل كما فعله
فی شرح المجامع لكان اولی اور اجارہ مذکور جبکہ فاسد ہوا پھر مستاجر نے کوئی چیز بو دی سو مدت اجارہ منقضی ہوگئی تو اجارہ صحیح ہو گیا اور اسکے واسطے اجرت مسمی
بطریق استحسان کے لازم ہوگا اور اسیطرح اگر مدت منقضی نہوگی تو بھی اجارہ صحیح ہو جاویگا بسبب دور ہو جانے جہالت کے زراعت کرنے سے قبل تمام ہونے
عقد یعنی قبل از مدت میں کہتا ہوں تو اگر مصنف اپنا یہ قول یعنی فمضی الاجل کو ترک کرتا اسیطرح کہ شرح جامع میں حذف کیا ہے تو بہتر ہوتا اور علامہ طحطاوی نے
کہا کہ اگر شارح بجائے تمام العقد تمام المدۃ کہتا تو بہتر ہوتا وان استاجر حمارا الى بغداد ولم يسم ما يحمله فحمله المعتاد فهلك لم يضمن لفساد الاجارة فالعين
امانة كما في الصحيحة اور اگر گدہا بغداد تک کرایہ لیا اور بوجھا بیان نہ کیا کہ کتنا پھر اسپر حمل معتاد لادا سو گدہا مرگیا تو مستاجر پر تاوان نہیں بسبب فاسد ہونے اجارہ کے
تو ہمیں یعنی اجارہ کی چیز امانت ہے جیسے اجارہ صحیحہ میں امانت ہے ... مسئلہ یہ ہے کہ حمل معتاد میں ہوا اسواسطے تاوان لازم آیا کہ اسکا اطلاق اذن ...
ہے اور یہ گدہا امانت اسواسطے ہوا کہ باذن مالک مقبوض ہوا اور اسکا خلاف امر نہ پایا گیا تو تاوان کی کیا وجہ ہے فان بلغ فله المسمى لما مر في الزراعة ہے اور اگر
گدہا لاد کر بغداد میں پہونچا تو اجر مسمی ثابت ہوگا اس دلیل سے جو زراعت میں گذر گئی یعنی جہالت مرتفع ہوگئی قبل از تمام عقد فان تنازعا قبل الزرع
في مسئلة الزراعة او الحمل في مسئلتنا فسخت الاجارة دفعا للفساد ولقيام الجهالة پھر اگر دونوں میں نزاع واقع ہوا کیفیت بونے سے پہلے زراعت کے مسئلہ
میں یا حمل میں نزاع واقع ہو ہمارے اسی مسئلہ میں تو اجارہ فسخ کر ڈالا جاویگا دفع فساد کے واسطے اور بسبب قائم ہونے جہالت کے وان انكر المستاجر الاجارة بعد تجديد الاجارة في
بعض الطريق وجب عليه اجر ما ركب قبل الانكار ولا يجب لما بعده عند ابي يوسف لانه بالجحود صار غاصبا والاجر والضمان لا يجتمعان وعند محمد
يجب المسمى وردة كانه لا قول للامام جانور اجارہ لیا پھر اجارہ کا انکار کیا کچھ راہ چلکر تو مستاجر پر بقدر اس مسافت کے جسمیں وہ سوار رہا قبل انکار کے اجرت
لازم ہوگی اور بعد اس مسافت کے اجرت واجب نہوگی ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ مستاجر انکار اجارہ سے غاصب ہو گیا تو اسپر تاوان لازم ہوا اور
اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے اور محمد کے نزدیک تمام اجرت واجب ہے کذا في الدرر اور شاید کہ اس مسئلہ میں امام کا کوئی قول نہیں ہے علامہ طحطاوی نے کہا مراد یہ ہے
کہ انکار اجارہ کے بعد گواہ قائم ہوں چنانچہ کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے وفي الاشباه قصر الثوب المجحود فان قبله فله الاجر والا فلا وكذا الصباغ والنساج اور اشباہ
میں ہے کہ دہوبی نے دہونے سے انکار کیا پھر کپڑا دھلایا یعنی منکر رہکر تو اگر کپڑا اسنے دھویا انکار سے پہلے تو دہوبی کی اجرت ہے اور نہیں تو اجرت نہیں اور یہی
حکم ہے رنگریز اور جولاہے کا یعنی اگر رنگریز نے کپڑا رنگا انکار سے پہلے تو اجرت ہے اور اگر بعد انکار کے رنگا تو صاحب ثوب مختار ہے چاہے کپڑا لیلے اور اسقدر
قیمت اوسے جسقدر رنگت نے کپڑے کی قیمت زیادہ کردی اور چاہے رنگین کپڑا نہ لے اور سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان لے رنگریز سے اور جولاہے نے اگر قبل انکار
کپڑا بنا تو اسکی اجرت ہے اور اگر بعد انکار بنا تو اجرت نہیں تو کپڑا جولاہے کا ہے اور اسپر سوت کی قیمت ہے کذا في الولوالجية اور اس بیان سے اشباہ اور شارح کا اجمال منفصل
ہو گیا اجارة المنفعة بالمنفعة تجوز اذا اختلفا جنسا كاستيجار سكنى دار بزراعة ارض اجارہ ایک منفعت کا دوسری منفعت سے جائز ہے جبکہ دونوں منفعتیں مختلف الجنس
ہوں جیسے اجارہ لینا گھر کی سکونت کا زمین کی زراعت کے عوض واذا اتحدا لا تجوز كاجارة السكنى بالسكنى واللبس باللبس والركوب بالركوب ونحو ذلك لما
تقرر ان الجنس بانفراده يحرم النساء فيجب اجر المثل باستيفاء النفع كما مر لفساد العقد اور جبکہ دونوں منفعتیں متحد الجنس ہوں جیسے اجارہ سکنی کا سکنی سے اور لباس کا لباس
سے اور سواری کا سواری سے اور مانند اسکے ہو اسواسطے کہ محقق ہو چکا ہے کہ جنس فقط بذات خود بلا تحقق مقدار ادھار کو حرام کر ڈالتی ہے تو استیفاء منفعت سے
اجرت مثل واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا بسبب فاسد ہونے عقد کے استاجره ليصيد له او ليحتطب له فان وقت لذلك وقتا جاز والا لا کسی کو مقرر کیا ایک شخص نے تا مستاجر
کیواسطے شکار کرے یا لکڑیاں اسکے واسطے لاوے تو اگر اسکے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو یہ فعل جائز ہے ورنہ نہیں چنانچہ صبح سے شام تک شکار کیواسطے مقرر کیا تو جائز ہے اسواسطے

کہ یہ منفعت پیدا ہوا بارہ پر اور وہ تسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہے خواہ انکار کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ اجیر خاص ہے اور اجیر خاص میں بیان وقت ضروری ہے الا اذا لم یوقت
وعین العمل فسد ہ اور اگر شکار کے واسطے وقت معین نہ کیا تو اجارہ مذکورہ جائز نہیں اور اگر وقت معین نہ کیا اور لکڑیاں معین کر دیں تو اجارہ فاسد ہے الا اذا
عین الحطب وہو ملکہ اکثر لکڑیاں معین کر دیں حالانکہ اگر وہ مستاجر کی ملک ہے تو اجارہ جائز ہے کذا فی
البحر ایسا ہی فتویٰ پایا گیا ہے کذا فی التبیین یعنی اگر وزن کا ذکر ہو گا تو شکار اور لکڑی مستاجر کی ہو گی اور اجارہ صحیح ہو گا یہ فتویٰ ہے اور جو ذکر کیا تو عدم جواز
ہوا اگر چہ وہ مذکور ہو جیسا کہ تم الفتار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ استاجر امراتہ لتخبز لہ خبزا للاکل لم یجز ولبیع جاز
اپنی روجہ سے کہا کہ میرے واسطے روٹی پکا دے تو جائز نہیں اور بیچنے کے واسطے روٹی پکا دے تو اجارہ جائز ہے کذا فی الہدایہ
عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ زوجہ پر روٹی پکانا دیانت کے واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام باہر کا علی رضی اللہ عنہ پر اور
فاطمہ زہرا علیہا السلام پر گھر کے کام حضرت نے مقرر فرمائے اور باہر کے کام حضرت علی مرتضیٰ پر کذا فی
الکفایہ ... قال المصنف ... اجارہ ہوا ...
اس گھر میں ... کہا ... مستاجر ... لیکن شارح
کے حاشیہ ... قاضی خان نے کہا کہ بیان اجارہ مذکورہ ... فتویٰ ہو اس واسطے کہ ...
... فتاوی قاضی خان میں تو عدم جواز مذکور ہے شاید کہ فتویٰ جواز کا شرح جامع
... زیادات ابن قاضی خان ... عدم جواز کا قول ... اور جواز کا قول مفتی بہ ہے واللہ اعلم وجاز اجارۃ الماشطۃ لتزین
العروس ان ذکر العمل والمدۃ ... اور جائز ہے اجارہ مشاطہ کنگھی کرنے والی کا دلہن کے سنگار کے واسطے اگر کام اور مدت مذکور ہو کذا فی البزازیہ
... کما لعمل ... والقناۃ ... البلوی ... اجارہ ... پانی
اسی قول کا فتویٰ ہے عموم حاجت کے سبب سے کذا فی المضمرات اور پانی کا اجارہ جائز نہیں قیاس میں اس واسطے کہ اس میں عقد وارد ہوا
حالانکہ اجارہ ہوتا ہے منافع عین پر نہ استہلاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارہ مذکورہ پر فتویٰ ہوا ہے

باب ضمان الاجیر

یہ باب ہے مزدور کے تاوان کے احکام میں الاجیر علی ضربین مشترک وخاص مزدور دو قسم پر ہیں ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص فالاول من یعمل العامۃ لا لواحد
... تو اول یعنی اجیر مشترک وہ ہے جو سب کا کام کرے نہ فقط ایک شخص کا جیسے درزی اور مانند اس کے جیسا کہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصوں کے
کپڑے دھوتا ہے نہ فقط ایک شخص کے ... کان اجیرا مشترکا وان لم یعمل لغیرہ او اجیر مشترک وہ ہے جو ایک
شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت جیسا کہ مستاجر نے درزی کو سینے کے واسطے رکھا اپنے گھر میں بلا قید مدت تو اس صورت میں درزی اجیر مشترک ہو گا اگرچہ درزی غیر مستاجر
کا کام نہ کرے او موقتا بلا تخصیص کان استاجرہ ... کان مشترکا الا ان یقول ... یا اجیر مشترک وہ ہے جو عمل موقت بلا تخصیص کرے جیسا کہ
ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بھیڑ بکریوں کے چرانے کے واسطے ایک مہینہ دو درہم کی مزدوری پر تو عدم خصوصیت مستاجر سے وہ اجیر مشترک ہو گا مگر یہ کہ مستاجر نے یوں کہے
کہ نہ چرا تو میرے سوا اور شخص کی بکریوں کو اور آگے یہ ظاہر ہو گا کہ فی جواہر الفتاوی استاجر ... تعقد ... کلا العقدین ... المعقود علیہ
... الفتاوی میں ... اجارہ لیا ... اس نے اپنی ذات کا دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونوں عقد صحیح ہیں اس واسطے کہ معقود علیہ
منفعت ولا یستحق المشترک الاجر حتی یعمل کالقصار ونحوہ کالحمال والملاح والدلال اور اجیر مشترک اجرت کا مستحق نہ ہو گا جب تک عمل نہ کرے جیسا کہ دھوبی اور مانند اس کے

پہنا یا جیسے جوتی بنانے والا اور لوہا چلانے والا اور دلال یہ اختیار کرتے ہیں کہ کل عمل مسلّم یا بعد ارادت الکل آپس لیتا ہے اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار ہے اگر ایک اُس عمل میں جو مخالفت ہوجاتا ہے محل کے باہر لانے کے کہ ذالک فی البحر ہم مجتبی میں ہے کہ دھوبی نے تو پھر سے کے دھونے کی شرط کی اور ایک درم کی اجرت باہر دی تو راضی ہو گیا پھر جب دھوبی نے کپڑا دکھایا تو بولا میں راضی نہیں تو یہ اسکو جائز ہے اور اسیطرح درزی کا حکم ہے اور اصل یہ ہے کہ جو کام کر ڈالے ہو جاتا ہو عمل کے خلاف سے اسمین خیار الرویت ہے عمل کے دیکھنے کے بعد اور جو منافت نہیں اسمین اجیر کو خیار نہیں ہے چنانچہ میں گیہون کا پیل کرنا یا ستا پر کے غلام کی حجامت کرانے الخ ولا یضمن الہلاک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانۃ باطل کالمودع وبہ یفتی کما فی عامۃ المعتبرات وبہ جزم اصحاب المتون الخ

ملا فالا الاشباہ اور اجیر مشترک پر تاوان لازم ہوگا اُس چیز کا جو اُسکے پاس تلف ہوجاوے اگرچہ اُس پر تاوان دینے کی شرط ہوگئی ہوا سواسطے کہ تاوان کی شرط کرنا امانت میں باطل ہے جیسے ودیعت پر شرط تاوان باطل ہے اور اسی قول کا فتویٰ ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے اور اسی قول پر مصنفین متون نے یقین کیا ہے تو یہی سبب ٹھہرا برخلاف اشباہ ہم اشباہ میں ہے کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہے انتہی امام کا یہی مذہب ہے کہ اجیر مشترک پر ضمان نہیں خواہ ایسے سبب سے تلف ہوا ہو جس سے بچنا ممکن ہے چنانچہ سرقہ یا ممکن نہ ہو چنانچہ آتش زنی اور غارتگری اور یہ قول مروی ہے فاروق رضی اللہ عنہ اور مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور صاحبین نے کہا کہ اُسپر تاوان ہے مگر جو ایسا امر ہو کہ احتراز ممکن نہیں وہاں ضمان نہیں اور یہ قول بھی مروی ہے فاروق رضی اللہ عنہ اور مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے زیلعی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے اسواسطے کہ ایسے دور میں خیانت ہو گئے ہیں اور لزوم تاوان سے لوگوں کے اموال محفوظ رہیں گے اور خانیہ اور محیط اور تتمہ میں ہے کہ امام کے قول پر فتویٰ ہے تو اس مسئلہ میں فتویٰ مختلف ٹھہرا کذا فی الطحطاوی وافتی المتاخرون بالصلح علی نصف القیمۃ اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتویٰ دیا ہے ہم ظہیریہ میں ہے کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک میں صحابہ مختلف ہیں لہذا متاخرین نے نصف قیمت کی صلح پر فتویٰ دیا انتہی بزازی نے کہا اور بعض نے زبردستی صلح پر فتویٰ دیا ہے تا دونوں قول پر عمل ہو یعنی جب دس درم کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو گویا نصف میں ایک قول پر عمل ہوا اسواسطے کہ نصف ساقط ہوا اور باقی واجب کذا فی الطحطاوی وقیل ان الاجیر مصلحا لا یضمن وان بخلافہ یضمن وان مستور الحال یؤمر بالصلح عمادیہ اور بعضوں نے کہا کہ اگر اجیر نیکوکار ہو تو اُسپر تاوان نہیں اور اُسکے برخلاف ہو یعنی فاسق ہو تو تاوان اُسپر ہے [illegible] کاری کا حال مخفی ہو تو صلح کا حکم ہو کذا فی العمادیہ قلت وقد یجبر علیہ جبرا فی تنویر الابصار لکن قیمت ہذا فی وسط البحر والنہر بقی الاجارۃ بالجبر میں کہا ہے کہ صلح پر کیا زبردستی کیجاسکے یا نہیں تنویر الابصار میں تحریر کی ہے کہ ہاں زبردستی ہوگی صلح پر مانند اُس شخص کے کہ [illegible] اجارہ پوری ہو گئی سمندر کے درمیان یا جنگل میں تو اجارہ باقی رکھا جاویگا زبردستی ہم طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار میں مذکور ہے کہ زبردستی صلح کے قائل ابی ظہیر الدین ہیں لیکن اس قول کو ترک کیا ہے اور علماء سمرقند کا فتویٰ جواز صلح پر ہے بلا جبر وبعضمن ما ہلک بعملہ کتخرق الثوب من دقہ وزلق الحمال وغرق السفینۃ من مدہ ما جاوز المعتاد ام لا بخلاف الحجام ونحوہ کما یاتی عمادیہ اور اجیر مشترک پر اسکا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہوگیا اُسکے عمل سے جیسے پھاڑنا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے کوٹنے سے اور پاؤں پھسلنا حمال کا اور ڈوبنا ناؤ کا ملاح کے کھینچنے سے خواہ مکان معتاد سے بڑھا ہو یا نہ بڑھا ہو برخلاف حجام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور ہوگا کذا فی العمادیہ ہم غرق کشتی میں کھینچنے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کشتی اندھی یا موج یا اُسپر کوئی چیز گرنے یا پہاڑ کی ٹکر سے غرق ہوگی تو امام کے نزدیک تاوان نہ ہوگا والغرق فی الدرر وغیرہا علی خلاف ما بحثہ صدر الشریعۃ فتامل اور دھوبی وغیرہ اور حجام وغیرہ کا فرق درر وغیرہا میں صدر الشریعۃ کے برخلاف بحث کے مذکور ہے سو تامل کر ہم حاصل تقریر درر یہ ہے کہ کپڑے کی مضبوطی اور باریکی جسے دھوبی اپنی انکل سے دریافت کر سکتا ہے کہ کپڑا متحمل کوٹنے کا ہے یا نہیں لہذا اُسکے فعل میں سلامتی شرط ہوئی بخلاف فصد اور حجامت کے کہ وہ قوت طبیعت اور ضعف پر مبنی ہے تو حجام اور فصاد اُسکو دریافت نہیں کر سکتا لہذا اُسکے فعل میں سلامتی شرط نہیں صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا ہے [illegible] کہا ہے کہ جو اجیر کے فعل سے تلف ہو تو اُسپر تاوان ہے میں کہتا ہوں لائق یہ ہے کہ اُسکے فعل سے وہ فعل مراد ہو جسمیں مقدار معتاد سے تجاوز واقع ہوگیا ہو چنانچہ حجام کے

[illegible]

عمل میں علیہ تاوان سے عدم تجاوز عن المعتاد مراد ہے لیکن قوی قہستانی قول صدر الشریعہ فتنبہ لیکن قہستانی نے صدر الشریعہ کے قول کی تقویت کی ہے محیط
وغیرہ سے قول نقل کر کے تو خبردار رہنا ہم شارح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور جو قہستانی میں محیط وغیرہ سے منقول ہے وہ اسنا
اور لائق ترجیح ہے کذا فی الطحطاوی وفی المنیۃ ہذہ اذا لم یکن رب المتاع او وکیلہ فی السفینۃ فان کان لا یضمن اذا لم یتجاوز المعتاد لان محل العمل غیر مسلم الیہ
اور منیہ میں ہے کہ یہ اپنی کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اسوقت ہے جبکہ اسباب کا مالک یا اسکا وکیل کشتی میں موجود نہو اور اگر موجود ہو تو ملاح پر
ضمان نہوگا جبکہ وہ حد معتاد سے تجاوز نہوگیا ہو اسواسطے کہ عمل کا محل ملاح کی طرف غیر مسلم ہے یعنی نقلا ہیری و ان نہیں بایں صاحب متاع یا وکیل اسکا بھی یا ان ہے
تو قصور خود اسکی طرف منسوب نہوگا وفیہا قیل رب المتاع رشاء علی الدابۃ وربما فسادا بالمکاری فتفرقت وفسد المتاع لا یضمن اجماعا اور منیہ میں ہے کہ اسباب کے
مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور آپ سوار ہوا پھر اسکو کرایہ کرنیوالے نے ہانکا اور وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور اسباب تباہ ہوگیا تو اسپر تاوان نہیں بالاتفاق یعنی
اسواسطے کہ محل عمل اسی کیطرف مسلم نہیں قلت وقدمنا عن الاشباہ ہو بالانزی ای ان اودیتہ بامر مضمونۃ فلیحفظ میں کہتا ہوں کہ ہم اشباہ سے نسبت انزی کے مقدم ذکر کر
کیا ہے کہ ودیعت بعوض اجرت کے لازم الضمان ہوجاتی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کی مناسبت اس مقام میں کچھ معلوم نہیں ہوتی
ولا یضمن بہ بنی آدم مطلقا ممن غرق فی السفینۃ او سقط عن الدابۃ وان کان بسوقہ او قودہ لان الآدمی لا یضمن بالعقد بل بالجنایۃ ولا جنایۃ لانہ
فیہ جو آدمی تاوان میں ڈوب گئے انکا تاوان یعنی دیت لازم نہیں ہوتی ملاح پر ہر طرح خواہ آدمی صغیر ہو یا کبیر بقول صحیح کذا فی الزیلعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو
تاوان نہیں اگرچہ مکاری کے جانور ہانکنے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اسواسطے کہ آدمی کا خونبہا عقد سے لازم نہیں ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہے اور یہاں جنایت
نہیں اسواسطے کہ اسکا اذن ہے اسمیں یعنی کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے میں وان انکسر دن فی الطریق ان شاء المالک ضمن الحمال قیمتہ فی مکان حملہ
ولا اجر او فی موضع الکسر واجرہ بحسابہ اور اگر رستہ کے راہ میں ٹوٹ پھوٹ گیا اگر مالک چاہے حمال سے تاوان لے اس قیمت کا جو مٹکے کی قیمت ہے محل کے
مکان میں اور اسکو اجرت نہ دے یا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب کے موافق اسکی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چلگیا ہو تو نصف اجرت
اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے وہذا لو انکسر بصنعہ والا بان زحمہ الناس فانکسر فلا ضمان خلافا لہما اور یہ تاوان اسصورت میں ہے کہ مٹکا اسکے فعل اور کرتب سے
ٹوٹا اور اگر ایسا نہو یعنی لوگوں نے اسپر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ گیا ہو تو حمال پر تاوان نہیں بخلاف صاحبین ہم صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا
تاوان واجب ہے اور اجرت اسکی لازم ہے اور مالک کو اختیار مذکور نہیں ہے کذا فی الطحطاوی ولا ضمان علی حجام وبزاغ ای بیطار وفصاد لم یتجاوز الموضع المعتاد
اور تاوان نہیں حجام پر یعنی پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتری پر اور آدمیوں کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہیں کر گیا ہو یعنی جسنے موضع معتاد
سے پچھنے لگائے اور نشتر زنی میں تجاوز نہیں کیا اور آدمی یا جانور تلف ہوگیا تو حجام اور جراح پر تاوان نہیں فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذا لم
یہلک المجنی علیہ پھر اگر جراح وغیرہ مکان معتاد سے بڑھ گیا یعنی بے موقع اپنے نشتر لگایا تو پوری زیادت کا اسپر تاوان لازم ہوگا جبکہ شخص زخمی ہلاک
نہوگیا ہو ہم طحطاوی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نکیا اور شاید کہ سلوتری میں یہ مراد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کیجاے زخم ماذون کے ساتھ پھر اسکی
قیمت کیجائے زخم زائد کے ساتھ اور اسیطرح غلام کی فصد اور حجامت میں دونوں طرح قیمت ٹھہرائی جاے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جاے کیفیت مقدم
واللہ اعلم وان ہلک ضمن نصف دیۃ النفس لتلفہا بماذون فیہ وغیر ماذون فیتنصفان اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اسپر لازم
ہوگا اسواسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرا غیر ماذون تو تاوان نصفا نصف ہوگا یعنی مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد میں مثلاً
نشتر لگایا تھا پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہوگیا تو یہ غیر ماذون ہے پھر جب دونوں فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہوگیا اور غیر ماذون کا تاوان
لازم ہوا ثم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الختان الحشفۃ وبری المقطوع تجب علیہ دیۃ کاملۃ لانہ لما بری کان علیہ ضمان الحشفۃ وہی عضو کامل کاللسان

پھر مصنف نے قول سابق پر تفریع اپنے اس قول سے کی تو اگر ختنہ کرنیوالے نے سپاری کو کاٹ ڈالی اور مقطوع چنگا ہوگیا تو جراح پر پوری دیت
خونبہا پورا واجب ہوا اسواسطے کہ جب وہ اچھا ہوگیا تو ہر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے زبان کے مانند ہم عضو کامل ہے یعنی
عضو مقصود ہے جسکا ثانی نہیں نفس میں تو اسکا بدل مقدر بدل نفس ہوگا چنانچہ قطع لسان میں ہے رازی نے کہا یہ عجیب مسئلہ ہے کہ حصول صحت میں تو
اگر دو واجب ہوا اور ہلاکت میں نصف کذا فی الطحطاوی وان مات فالواجب علیہ نصفہا لحصول تلف النفس بفعلین احدہما مأذون فیہ وہو قطع الجلدۃ و
الآخر غیر مأذون فیہ وہو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر مختون مر گیا تو جراح پر نصف خونبہا واجب ہے بسبب حاصل ہونے ہلاکی جان کے دو فعلون سے ایک
فعل تو وہ ہے جسمیں اذن تھا یعنی کھلڑی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمیں اذن نہیں یعنی سپاری کا کاٹ ڈالنا تو جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنی
نصف دیت لازم ہوگی ولو شرط علی الحجام او نحوہ العمل علی وجہ لا یسری لا یصح لانہ لیس فی وسعہ الا اذا فعل غیر المعتاد فیضمن علی ما مر اور اگر حجام وغیرہ سے یہ شرط
کی عمل مشروط ہو جو ہلاکت کی طرف نہ پہونچا دے تو یہ شرط صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ بات اسکے بس میں نہیں مگر جب فعل غیر معتاد کریگا تو تاوان دیگا کذا
فی العمادیۃ وفیہا سئل صاحب المحیط عن فصاد قال لہ غلام او عبد افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فمات بسببہ قال تجب دیۃ الحر وقیمۃ العبد علی عاقلۃ الفصاد لانہ خطاء
اور عمادیہ میں ہے کہ صاحب محیط سے اس فصاد کا حکم پوچھا گیا جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے کہا کہ میری فصد کھول سو اسنے فصد معتاد کھولی پھر اسکے سبب سے
وہ مر گیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خونبہا اور غلام کی قیمت فصاد کی حمایت والی برادری پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ قتل خطا کی راہ سے ہے کیونکہ اسنے
قتل کا قصد نہیں کیا بسبب عدم مجاوزت فعل معتاد کے وسئل عمن فصد نائما وترکہ حتی مات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اس فصاد
کے حکم کا سوال ہوا جسنے سوتے آدمی کی فصد کھولی اور اسکو چھوڑا یہانتک کہ وہ مر گیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ فصاد پر قصاص واجب ہے
یعنی اسواسطے کہ بہانیوالی چیز سے اسکو قتل کیا والثانی وہو الاجیر الخاص ویسمی اجیر وحد اور مزدور کی دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اسکو اجیر وحد بھی کہتے
ہین یعنی ایک شخص کا اجیر وہو من یعمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک مستاجر کا عمل موقت کرے تخصیص کے ساتھ
کہا کہ اگر چند شہریون نے اپنی مشترک مجموع بکریان چرانے کیواسطے ایک شخص کو انفرادا مقرر کیا اس شرط پہ کہ ہمارے سوا اور کسی کی بکریان نہ چراوے تو وہ بھی
اجیر خاص ہے اور اسیطرح بزازیہ اور محیط میں ہے تو معلوم ہوا کہ مستاجر واحد عام ہے حقیقی ہو یا حکمی اور عمل موقت کی قید اسواسطے لگائی تا وہ اجیر نکل جاوے جو ایک مستاجر
کا کام کرے بلا توقیت چنانچہ خیاط جبکہ ایک شخص کا کپڑا سیے اور سینے کی مدت مذکور ہو اور تخصیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہوگیا جو ایک شخص کا کام کرے مدت
مقرر کرکے اور مستاجر نے اس سے یہ شرط نہ کی ہو کہ میرے سوا کسی اور کا کام نہ کرنا کذا فی الطحطاوی ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ جوہرۃ وان لم یعمل
کمن استوجر شہرا للخدمۃ او شہرا لرعی الغنم المسمی باجر مسمی اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہے اپنی ذات کی تسلیم سے یعنی مدت میں حاضر ہونے سے کذا فی
الجوہرہ اگرچہ بعد حاضر ہونے کے کام نکرے مانند اس شخص کے جو ایک مہینہ نوکر ہوا خدمت کیواسطے یا ایک مہینہ معین بکریان چرانے کیواسطے معین درماہے پر
ہم خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتاد کا وظیفہ صبح سے ہے تا وقتیکہ لوگ سوئین عشاء کے بعد کذا فی الطحطاوی
بخلاف ما لو آخر المدۃ بان استاجر للرعی شہرا حیث یکون مشترکا الا اذا اشترط ان لا یخدم غیرہ ولا یرعی لغیرہ فیکون خاصا وتحقیقہ فی الدرر بخلاف اس صورت کے
کہ مستاجر عمل کو اول ذکر کرے اور مدت کو پیچھے ذکر کرے اسطرح کہ اجیر کو اجارہ سے چرانے کیواسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہوگا مگر جبکہ مستاجر یہ شرط کرے
کہ اجیر کسی کی خدمت نہ کرے سواے اسکے اور کسی کی بکریان نہ چراوے سواے اسکے تو اس تخصیص سے باوجود تاخیر مدت اجیر خاص ٹھہر لیگا اور تحقیق اسکی درر میں
ہے ہم درر مین یون تنبیہ کو ہے کہ خدمت اور چرانے کا اجیر اسوقت اجیر خاص ہوتا ہے جبکہ عدم خدمت غیر مشروط ہو یا مدت اول ذکر ہو اور تنبیہ اسکا یہ ہے کہ جب مدت کا
اول کلام میں ذکر واقع ہوا تو منافع اسکے مستاجر کیواسطے اس مدت میں مخصوص ہوگئے اور غیر کے واسطے منافع کا ہونا بھی ممتنع ہوگیا اور بعد اسکے ذکر خدمت یا چرانے کا

احتمال رکھتا ہے کہ عقد عمل کیواسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہو جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جو عمل اجیر خاص پر واجب ہے اُسکا بیان ہو مدت خاص میں منظور رہے
اسواسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہیں تو پہلا حکم یعنی مدت کا احتمال سے متغیر نہیں ہو سکتا تو وہ اجیر خاص ہی باقی رہیگا
جبتک اُسکے خلاف کی تخصیص تعمیم عمل کی شرط سے نہ ہو تو اب تعمیم سے اجیر مشترک ٹھہر لیگا اور اگر مدت کو پیچھے ذکر کریگا تو اب اجیر مشترک ہوگا
مذکور انتہی مختصراً ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرتہ بقدر ما عمل فتاوی النوازل اور اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کا کام
کریگا تو اُسکی اجرت سے بقدر اُسکے عمل کے کم کرلی جاوے کذا فی فتاوی النوازل ان ہلک فی المدۃ نصف الغنم او اکثر من نصفہ فلہ الاجرۃ کاملۃ
مادام یرعی منہا شیئا لان المعقود علیہ تسلیم نفسہ جوہرہ وفی التعلیل نظر والاجرۃ او ہلک کلہا وجہ بحر فی المعاونۃ اور مدت اجارہ میں آدھی یا زیادہ بکریاں
ہلاک ہوگئیں تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہے جبتک کہ بعض کو انمیں سے چراوے ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہے نہ عمل کذا
فی الجوہرہ اور خطا تعلیل یہ ہے کہ اجرت پوری باقی ہے اگر سب بکریاں ہلاک ہو جائیں اور بحر کی (؟) کی ہے جا دیکھیں ہم یعنی جب معقود علیہ تسلیم نفس ہوا
نہ عمل تو بعض یا کل کا ہلاک ہونا برابر ہے اور یہی قول مشہور اسبابی کے موافق ہے یہ قول جوہرہ کی تقیید ہلاک بعض پر مفہوم ہو۔ لا ضمان علیہ فیما ہلک فی
یدہ او بعملہ کتخریق الثوب من دقہ الا اذا تعمد الفساد فیضمن کالمودع اور اجیر خاص تاوان دینا نہیں اسکا جو اسکے ہاتھ میں یا اسکے عمل سے تلف ہو گیا
جیسے دھونے کے پیٹنے سے کپڑا اسکے کوٹنے سے پھٹ گیا مگر جبکہ وہ قصداً بگاڑے تو تاوان دیگا ... تو تاوان ... اسوقت ہے کہ جبکہ عمل معتاد
ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اُسکی کھوپری پھوٹ جائے یا پاؤں ٹوٹ جائے تو تاوان دیگا اسواسطے کہ ضرب یا ہانکنے کی عقد میں داخل نہیں اور چرانا تو ہلکا
اور ضرب خفیف سے بھی ہو سکتا ہے ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلا ضمان علی ظئر فی صبی ضاع فی یدہا او سرق ما علیہ من الحلی لکونہا اجیر وحد مصنف
نے اس قاعدہ پر تفریع کی انیہ اس قول سے تو تاوان نہیں دایہ پر اُس لڑکے میں جو اسکے پاس ضائع ہو گیا یا جو زیور اُسپر تھا وہ چوری گیا اسواسطے کہ دایہ اجیر
خاص ہے ہم اجیر خاص اسوقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر لڑکے کو لیگئی ہو تو اجیر مشترک ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الاتقانی وکذا لا ضمان علی حارس السوق
وحافظ الخان اور اسیطرح تاوان نہیں بازار کے چوکیدار اور مسافر خانہ کی محافظت کرنیوالے پر ہم چوکیدار اور محافظ فقیہ ابوجعفر کے نزدیک اجیر خاص ہے او
صاحب محیط کے نزدیک اجیر مشترک ہے لیکن غیرہ میں ہے کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی عن البرجندی وصح ترديد الاجر بالترديد فی العمل کان خاطہ
فارسیا فبدرہم او رومیا فبدرہمین اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل میں تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یوں کہنا کہ اگر تو قبا کو مثلاً بطور فارسیوں کے
سیئے گا تو ایک درہم اجرت ہے اور اگر تو رومیوں کے طرز پر سیئے گا تو دو درہم اجرت ہیں ہم تردید اسواسطے صحیح ہوئی کہ مستاجر نے عمل کی دونوں قسموں کو ذکر کیا اور
ہر ایک کی اجرت علیحدہ بیان کردی تو جہالت باقی نہ رہی وزمانہ فی الاول کذا بخط المصنف ملحقا ... اور زمان عمل کی تردید صحیح ہے اول میں اسیطرح
ہے مصنف کے خط سے متن کے ساتھ ملحق اور مصنف نے اس قول کی منح الغفار میں شرح نہیں کی اور تردید زمانی کا مطلب آگے واضح ہوگا یعنی قولہ والعمل کی شرح
میں ہم یعنی قولہ وزمانہ فی الاول منح الغفار میں داخل نہیں لیکن نسخہ متن میں داخل ہے بخط مصنف قال شیخنا الرملی ومعناہ یجوز فی الیوم الاول وفی الثانی کان خاطہ الیوم
فبدرہم او غدا فبنصفہ ہمارے استاد رملی نے کہا کہ وزمانہ فی الاول کا مطلب یہ ہے کہ تردید جائز ہے پہلے دن میں نہ دوسرے دن میں چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یوں
کہنا کہ اگر تو نے آج کے دن قبا سی تو ایک درہم مزدوری ہے یا کل کے دن سی تو نصف درہم مزدوری ہے وبمکان کان سکنت ہذہ فبدرہم او ہذہ فبدرہمین اور مکان
عمل میں تردید صحیح ہے چنانچہ موجر کا مستاجر سے یوں کہنا کہ اگر اس گھر میں تو رہیگا تو ایک درہم کرایہ ہے یا اس دوسرے گھر میں رہیگا تو دو درہم کرایہ ہے والعامل
کان سکنت عطارا فبدرہم او حدادا فبدرہمین اور تردید صحیح ہے عمل کرنیوالے میں چنانچہ موجر کا یوں کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر میں عطار کو رکھیگا تو ایک درہم کرایہ
ہے یا لوہار کو رکھیگا تو دو درہم کرایہ ہے والمسافۃ کان ذہبت للکوفۃ فبدرہم او للبصرۃ فبدرہمین اور تردید صحیح ہے مسافت میں چنانچہ مستاجر کا یوں کہنا اجیر سے کہ اگر تو

کوفہ تک گیا تو ایک درہم اجرت ہے یا بصرہ تک گیا تو دو درہم اجرت ہے و الحمل کان حملت شعیرا فبدرہم او برا فبدرہمین اور لوجہ بالا دہمین تردید صحیح ہے خیاط
اور کہنا احال ہے کہ اگر تو جو لادیگا تو ایک درہم اجرت ہے یا گیہوں لادیگا تو دو درہم وکذا لو خیرہ بین ثلثۃ اشیاء اور اسیطرح تردید صحیح ہے عمل اور زمان اور
مکان عمل اور عامل اور مسافت اور حمل مین اگر اسکو اختیار دے تین چیزون مین و لو بین اربعۃ لم یجز کما فی البیع اور اگر چار چیزون مین اختیار دے تردید سے
تو جائز نہین جیسے بیع مین چار چیز کی تخییر صحیح نہین ہے و یجب اجر ما وجد لا فی تخییر الزمان فیجب بخیاطتہ فی الاول درہم و فی الغد اجر المثل لا یزاد علی درہم و لو خاطہ بعد
الغد لا یزاد علی نصف درہم و فیہ خلافہما اور تردیدات مذکورہ مین سے جو چیز پائی جائیگی اُسکی اجرت واجب ہوگی سوائے تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی درزی
مین اجر مسمی واجب ہوگا اور دوسرے دن کی درزی مین وہ اجرت مثل جو درہم سے زیادہ نہو واجب ہوگی اور اگر تیسرے دن سیئے گا تو اُسکی اجرت مثل نصف
درہم سے زیادہ نہ ہوگی اور تخییر زمانی مین صاحبین کا خلاف ہے صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی مین دونون شرطین صحیح ہین تو مثال مذکور مین اول دن کی درزی
مین ایک درہم اور دوسرے دن کی درزی مین نصف درہم واجب ہوگا اور زفر کے نزدیک دونون شرطین صحیح نہین اور اقوال ثلثہ کے دلائل زیلعی مین ہین
بنی المستاجر تنورا او دکانا عبارۃ الدرر او کانونا فی الدار المستاجرۃ فاحترق بعض بیوت الجیران او الدار لا ضمان علیہ مطلقا سواء بنی باذن
رب الدار ام لا اجارہ کے گھر مین مستاجر نے تنور یا دکان بنائی اور ہمسایون کے بعضے مکانات یا پورا گھر جل گیا تو مستاجر پر کسی طرح تاوان نہین خواہ اُسنے صاحب خانہ
کی اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا درر کی عبارت مین کانون یعنی بھٹی بجائے دکان مذکور ہے کانون احتراق کے مناسب ہے بخلاف دکان کے
لیکن اگر دکان سے لہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجیے تو مناسبت ممکن ہے الا ان یجاوز ما یصنعہ الناس فی وضعہ او ایقادہ نارا لا یوقد مثلہا فی التنور و الکانون
مستاجر مذکور پر تاوان نہین مگر یہ کہ جسطرح لوگ تنور بناتے ہین اور رکھتے ہین اُنسے مستاجر زیادتی کرے اسکی وضع مین اور آگ جلانے مین کہ ویسی آگ نہ جلائی
جاتی ہو تنور اور بھٹی مین تو اب تاوان لازم ہوگا استاجر حمارا فضل عن الطریق ان علم انہ لا یجدہ بعد الطلب لا یضمن کما لو ند من قطیعہ شاۃ فخاف
علی الباقی الہلاک ان تبعہا لانہ انما ترک الحفظ بعذر فلا یضمن کدفع الودیعۃ حال الغرق مثلا گدھا کرایہ لیا سو وہ راہ سے گم ہوگیا اگر مستاجر جانے یعنی ظن غالب
کرے اسکو نہ پاویگا تلاش کرنے کے بعد تو اُسپر تاوان نہین اسیطرح وہ چرانے والا اُسکی ریوڑ سے مثلا دنبہ نکل بھاگا سو چرانے والا ڈرا کہ اگر اُسکا پیچھا کریگا تو باقی
جانور تلف ہو جائینگے تو اُسپر تاوان نہین اسواسطے کہ اُسنے تو محافظت عذر سے چھوڑی جیسے ودیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت ہم اعنی ہر چند مودع پر حفاظت
ودیعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہے تو عذر سے ترک حفاظت موجب ضمان نہین قالوا ان کان الراعی مشترکا ضمن اور حسینی
نے کہا اگر چرانیوالا اجیر مشترک ہو تو تاوان دے و لو خلط الغنم ان امکنہ تمییز لا یضمن القول لہ فی تعیین الدواب انہا لفلان اور اگر چرانے والے نے لوگون کی
بھیڑ بکریان ملا دین اگر اُسکو جدا کر دینا اُنکا ممکن ہو تو اُسپر تاوان نہین اور جانورون کے معین کر دینے مین اُسی کا قول مقبول ہے کہ یہ جانور فلانے شخص کا ہے
وان لم یمکنہ ضمن قیمتہا یوم الخلط و القول لہ فی قدر القیمۃ عمادیہ اور اگر اُسکو جدا کر دینا ممکن نہ ہو تو تاوان دے اُس قیمت کا جو ملانے کے دن تھی اُس جانور کی قیمت
ہو اور مقدار قیمت مین چرانے والے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمادیہ و لیس للراعی ان ینزی علی شیء منہا بلا اذن ربہا فان فعل فعطبت ضمن و ان نزی بلا فعلہ فلا ضمان
جوہرہ اور چرانے والے کو جائز نہین چڑھانا نر کا مادہ پر بدون اذن مالک کے پھر اگر ایسا کریگا اور جانور تلف ہوگا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر نر خود چڑھا مادہ
پر بلا فعل راعی کے تو اُسپر ضمان نہین کذا فی الجوہرہ یعنی اسواسطے کہ اُسکی مراعات راعی کو ممکن نہین کذا فی الطحطاوی و لا یسافر بعبد استاجرہ للخدمۃ
اور مستاجر سفر مین نہ لیجاوے اُس غلام کو جسکو اُسنے خدمت کے واسطے جاکر رکھا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنی سفر کی خدمت زیادہ تر شاق ہے حضر کی خدمت سے
الا بشرط لان الشرط املک علیہ اسا ملک مگر سفر مین لیجانے کی شرط سے البتہ ساتھ لیجانا درست ہے اسواسطے کہ شرط تیری مضرت یا منفعت کے واسطے زیادہ تر
مالوکیت یا مالکیت کا سبب ہے یعنی شرط مشروع کے پورا کرنے مین آدمی کو چارہ نہین نفع ہو اُسمین یا نقصان و کذا لو عرف بالسفر لان المعروف کالمشروط اور اسیطرح اگر

[illegible]

مستاجر کا سفر میں جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر میں لیجانا درست ہے اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے ہم معلوم ہونیکی صورت یہ ہے کہ اجارہ کرنیوالا
وہ شخص سفر کا سامان کرتا ہو قالہ فی الزیلعی بخلاف العبد الموصی بخدمتہ فان لہ ان یسافر بہ مطلقا لان مؤنتہ علیہ بر خلاف اُس غلام کے جسکی
خدمت کرنیکی مولی نے وصیت کی ہے کہ اسکے واسطے وصیت کی ہے تو اسکو غلام کا سفر میں لیجانا درست ہے ہر طرح خواہ سفر میں لیجانیکی شرط ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو
اسواسطے کہ اسکا خرچ موصی لہ پر ہے یعنی بخلاف غلام اجیر کہ اسکا خرچ مولی پر ہے نہ مستاجر پر ولو سافر المستاجر بہ فہلک ضمن قیمتہ لانہ غاصب ولا اجر علیہ
وان سلم لان الاجر والضمان لا یجتمعان وعند الشافعی لہ اجر المثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر میں لے گیا پھر غلام مر گیا تو اُسکی قیمت کا تاوان اُسپر لازم ہوگا
اسواسطے کہ مستاجر بلا شرط لیجانے سے غاصب ہوگیا اور اُسپر اجرت واجب نہ ہوگی باوجود تسلیم اسواسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے اور امام
شافعی کے نزدیک اسکے واسطے اجرت مثل ہے ولا یسترد مستاجر من عبد او صبی محجور اجرا دفعہ الیہ لاجل عملہ لعود او بعد الفراغ صحیح استحسانا او مستاجر
غلام یا صبی ممنوع التصرف سے وہ اجرت پھیر نہ لے جو اُسنے اسکو دی اُسکے عمل کی جہت سے اسواسطے کہ اجارہ فراغ عمل سے بعد صحیح ہوگیا استحسانا
استحسان کہ ہم وہ غلام اور صغیر مراد ہے جسنے بلا اذن مولی اور ولی کے آپ نوکری کی اور اجرت سے اجرت مثل مراد ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن غاصب
عبد ما اکل الغاصب من اجرہ الذی آجر العبد نفسہ بہ لعدم تقومہ عند ابی حنیفہ اور تاوان نہ دیگا وہ غاصب غلام کا جسنے اُس غلام مغصوب سے لی
اجرت کھالی جسنے اپنی ذات کا اجارہ کیا اجرت ٹھہرا کر اسسبب کہ متقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے نزدیک ہم تاوان لازم آتا ہے مال محرز متقوم کا تلف
سے اور یہ مال محرز نہیں ہے اسواسطے کہ غاصب نہ مولی ہے غلام کا اور نہ اسکا نائب اور غلام اپنے اختیار میں نہیں بلکہ وہ غاصب کے تصرف میں ہے تو وہ
مال معصوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہے اسواسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزیلعی کما لا یضمن اتفاقا
لو اجرہ الغاصب لان الاجر للعاقد لا للمالک جیسا کہ غاصب پر تاوان نہیں باتفاق حنفیہ وائمہ ثلثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دیوے اسواسطے کہ ایسا اجرت عاقد
کی ہوگی نہ غلام کے مالک کی ہم اجرت بھی غاصب لیگا اور غاصب پر مالک کے واسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وجاز للعبد قبضہا
لو آجر نفسہ لا لو آجرہ المولی الا بوکالۃ لانہ العاقد عنایہ اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہے اگر اُسنے آپ اجارہ کیا ہو نہیں جائز ہے غلام کا قبض کرنا اگر
مالک نے اُسکا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہے اسواسطے کہ پہلی صورت میں عاقد غلام ہے اور دوسری میں عاقد مولی ہے کذا فی العنایہ
فلو وجد مولاہ قائمۃ فی یدہ اخذہا لبقاء ملکہ کمسروق بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو غاصب کے پاس موجود پاوے تو اُسکو
لے بسبب باقی رہنے مالک کی ملک کے مال مسروق کے مانند قطع ید کے بعد ہم ہرچند وہ مال متقوم نہیں لیکن مالک کی ملک اُسمین ہنوز باقی ہے لہذا
اُسکو مالک لیگا کذا فی الزیلعی استاجر عبدا شہرین شہرا باربعۃ وشہرا بخمسۃ صح علی الترتیب المذکور حتی لو عمل فی الاول فقط فلہ اربعۃ ولو بعکسہ خمسۃ دو مہینے کو
اجارہ لیا غلام کا ایک مہینے کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو صحیح ہے ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے میں فقط عمل کرے گا تو چار
درم پاوے گا اور دوسرے مہینے میں پانچ درم اختلفا الاجیر والمستاجر فی اباق العبد او مرضہ او جری ماء الرحی حکم الحال فیکون القول قول
من یشہد لہ الحال مع یمینہ موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اُسکی بیماری میں یا پن چکی کے پانی جاری ہونے میں تو حال
حکم اور پنچ فیصلہ کرنے والا ہوگا یعنی قول اُسی کا معتبر ہوگا جسکے قول کا شاہد ظاہر حال ہوگا اُسکی قسم کے ساتھ کما تحکیم الحال لو باع شجرا فیہ ثمر
واختلفا فی بیعہ ای الثمر معہا ای الشجر فالقول قول من فی یدہ الثمر جسطرح حال حکم ہوتا ہے اگر درخت بیچا جس میں پھل لگے ہیں اور بائع اور
مشتری پھل کی بیع میں مختلف ہیں درخت کے ساتھ تو مقبول قول اُسکا قول ہے جسکے ہاتھ او قبض میں پھل ہو والاصل ان القول لمن یشہد
لہ الظاہر اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اُس شخص کا قول مقبول ہے جسکے واسطے ظاہر حال گواہی دے وفی الخلاصۃ انقطع ماء الرحی سقط من الاجر

سمجھا یہ ولو عادۃ عادت اور خلاصہ یہ ہی کہ پن چکی کا پانی بند ہوگیا تو اسکے حساب سے موافق اجرت ساقط ہوگی اور اگر پانی پھر جاری ہوگا تو اجارہ پھر آویگا ولو اختلفا فی قدر الانقطاع فالقول للمستاجر وان اختلفا فی نفسہ حکم الحال اور اگر دونوں نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع میں تو مستاجر کا قول مقبول ہی اور اگر خود پانی میں اختلاف ہوا تو بنا بر حال حکم کریگا والقول قول رب الثوب بیمینہ فی القمیص والقباء والحمرۃ والصفرۃ وکذا فی الاجر وعدمہ اور کپڑے کے مالک کا قول مقبول ہی قسم کے ساتھ قمیص اور قبا میں اور سرخی اور زردی میں اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت میں ہم افتی یا مالک تو کہتا ہو کہ میں نے قمیص سلایا تھا اور خیاط کہتا ہو کہ قبا سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہوگا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگ کو میں نے کہا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت میں مالک ہی کی بات مسموع ہی وقال ابو یوسف ان کان الصانع معاملا لہ فلہ الاجر والا لا اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کاریگر اور مالک ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کرتا ہو تو اسکی مزدوری ثابت ہوگی ورنہ نہیں یعنے اگر مفت اسکو سی دیتا ہو تو اجرت نہیں دیجائیگی وقال محمد ان کان الصانع معروفا بہذہ الصنعۃ بالاجر وقیام حالہ بہا ای بہذہ الصنعۃ کان القول قولہ بشہادۃ الظاہر والا فلا وبہ یفتی زیلعی اور بعضوں نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہو اجرت لینے میں اور اسکا قیام معاش اسی پیشہ سے ہو تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اسکا قول مقبول نہ ہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور اسی قول محمد پر فتوی ہی کذا فی الزیلعی وہذا بعد العمل اما قبلہ فیتحالفان اختیار اور یہ یعنی حکم مذکور اسوقت ہی جبکہ اختلاف ہوا عمل کے بعد یعنی سینے اور رنگنے کے بعد مثلاً اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک اور پیشہ ور دونوں قسمیں کہائینگے کذا فی الاختیار فروع مسائل متفرقہ تاریخ کے فعل الاجیر فی کل الصنائع یضاف لاستاذہ فما اتلفہ یضمنہ الاستاذ اختیار سب پیشوں میں مزدور کا کام اُس کے استاد کاریگر کیطرف منسوب ہوگا سو جس چیز کو مزدور تلف کریگا تو اُس کا تاوان استاد کو دینا پڑیگا کذا فی الاختیار یعنی مالم یتعد فیضمنہ ہو عمادیہ یعنے استاد اسوقت تاوان دے جبتک مزدور کی طرف سے زیادتی اور قصور نہ ہوا ہو اور در صورت قصور مزدور ہی تاوان دیگا کذا فی العمادیہ ہم استاد یعنی صاحب دکان خیاط یا رنگریز جیز مشترک ہی لہذا اُس پر تاوان ہی اور مزدور جیر خاص ہی تو اسکا لہذا اسپر تاوان نہیں مگر در صورت قصور وسطے الاشباہ ادعی نازل الخان وداخل الحمام وساکن المعد للاستغلال الغصب لم یصدق والاجر واجب قلت وکذا مال الیتیم علی المفتی بہ فلیتنبہ اور اشباہ میں ہی کہ سرائے کے اترنیوالے اور حمام کے داخل ہونے والے اور جو مکان کہ کرایہ کے واسطے بنا اسکے رہنے والے نے غصب کا دعوی کیا یعنی میں بلا اذن مالک بطور غصب کے رہا ہوں مجھپر کرایہ واجب نہیں بوجہ عدم اجارہ تو اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور کرایہ واجب ہی میں کہتا ہوں اسیطرح مال یتیم کا حکم ہی کہ دعوی غصب سے اسکی بھی اجرت ساقط نہیں بقول مفتی بہ تو آگاہ رہیو وفیہا الاجرۃ للارض کالخراج علی المعتمد فاذا استاجرہا للزراعۃ فاصطلم الزرع آفۃ وجب ما قبل الاصطلام وسقط ما بعدہ قلت وہو ما اعتمدہ فی الولوالجیہ اور اشباہ میں ہی کہ زمین کی اجرت خراج کے مانند ہی بنا بر قول معتمد کے پھر جب کہ زمین اجارہ لی زراعت کے واسطے پھر آفت سماوی یا ارضی نے کھیت برباد کر دیا تو قبل از استیصال کی اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوگی میں کہتا ہوں اور اسی قول کو معتمد کہا ہی الولوالجیہ میں ہم یہ قول الولوالجیہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ اسمیں خراج اور اجرت میں فرق بیان کیا ہی یعنی آفت رسیدگی سے خراج واجب نہیں ہوتا ہی یہی قول معتمد ہی انتہی اور یہ جو کہا کہ ما بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوتی ہی یہ قول مفتی بہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ محیط میں ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ جب زراعت تلف ہو جانے کے بعد اتنی مدت باقی نہ رہے جسمیں اعادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر دوبارہ زراعت کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اُس سے کمتر تو اجرت واجب ہوگی اور یہی حکم ہی منع غاصب کا کذا فی الطحطاوی لکن جزم فی الخانیۃ بروایۃ عدم سقوط ما مضی حیث قال اصاب الزرع آفۃ فہلک او غرق ولم ینبت لزم الاجر لانہ قد زرع ولو غرقت قبل ان یزرع فلا اجر علیہ انتہی لیکن فتاوی قاضی خان میں

عدم سقوط اجرت کی روایت پر اعتماد کیا ہے چنانچہ کہا کہ زمین اگر آفت پہونچی سو وہ تلف ہو گئی یا ڈوب گئی اور نہ بھی تو اجرت لازم ہو اسواسطے کہ مستاجر اسکو لے چکا اور اگر زمین ڈوب گئی بونے سے پہلے تو مستاجر پر اجرت نہیں انتہی اور یہ قول محمد کے قول صفی کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا واللہ اعلم

باب فسخ الاجارۃ

یہ باب ہے فسخ اجارہ کے احکام میں تفسخ بالقضاء والرضاء بخیار شرط و رویۃ کالبیع خلافا للشافعی اجارہ فسخ کیا جاتا ہے حاکم کے حکم یا رضا سے عاقدین کے سبب خیار شرط اور خیار رویت کے بیع کے مانند بر خلاف امام شافعی علیہ الرحمۃ کے یعنی چونکہ اجارہ عبارت ہے شراء منافع سے لہذا جس طرح بیع کے مانند خیار شرط سے تین دن تک فسخ عقد میں اختیار ہے اسیطرح یہی شرط کا اجارہ اور اجارہ دیکھنے کے بعد فسخ کر ڈالنے کا اختیار ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ میں خیار شرط صحیح نہیں ورنہ بے دیکھے چیز کا اجارہ درست ہے و بخیار عیب حاصل قبل العقد او بعدہ بعد القبض او قبلہ اجارہ فسخ کیا جاتا ہے خیار عیب کے سبب سے جو حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض کے پہلے یا قبض کے پہلے یفوت النفع بہ صفۃ عیب کخراب الدار و انقطاع ماء الرحی او انقطاع ماء الارض حصول اس عیب سے اجارہ فسخ کیا جاتا ہے جسکے سبب سے منفعت فوت ہو جاوے جیسے گھر کا ویران ہو جانا اور پن چکی کا پانی منقطع ہونا اور زمین مزروعہ کا پانی منقطع ہو جانا منہ علم ان القوۃ النفع کا ما سبب کی صفت ہے و کذا لو کانت تسقی بماء السماء فانقطع المطر فلا اجر خانیہ ای والامام انفسخ علے الاصح کا مرا اور اسیطرح اگر زمین سینچی جاتی ہو آسمان کے پانی سے سو مینہ منقطع ہو گیا تو اجرت نہیں کذا فی الخانیہ یعنی قطع بارش سے اجرت ساقط ہو جاتی ہے اگرچہ بنابر قول اصح اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا چنانچہ مذکور ہو چکا علامہ نے اس باب سے پہلے ہم خیار شرط اور خیار رویت اور خیار عیب سے اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا ہے لیکن حق فسخ اسکے ثابت ہوتا ہے اور یہی قول اصح ہے اور غیر اصح قدوری اور صاحب تحفہ کا کلام ہے و انما فسخ کہا ہے تنفسخ و فی الجوہرۃ لو جاء من الماء بالبعض فللمستاجر بالخیار ان شاء فسخ الاجارۃ کلہا او ترک و دفع بحساب ما روی منہا اور جوہرہ میں ہے کہ اگر اتنا پانی آیا جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے سب زمین کا اجارہ فسخ کر ڈالے یا چھوڑ دے وہ زمین جہاں پانی نہیں پہونچا اور جسقدر زمین سیراب ہوئی ہے اسکے حساب کے موافق اجرت دے و فی الولوالجیۃ لو استاجر ارضا بغیر شربہا فانقطع ماء الزرع علیہ وجہ لا یرجی فلہ الخیار و ان انقطع قلیلا قلیلا و یرجی منہ السقی فالاجر واجب اور ولوالجیہ میں ہے کہ زمین اجارہ لی بدون شرب یعنی اُس زمین کی آبپاشی کی نوبت اجارہ میں نہ داخل کی پھر کھیت کا پانی اسطرح پر منقطع ہو گیا کہ اسکی امید باقی نہیں رہی تو مستاجر کو فسخ اجارہ میں اختیار ہے اور اگر تھوڑا تھوڑا پانی قطع ہو گیا اور اسقدر رہنے سینچنے کی امید ہے تو اجرت واجب ہے و فی لسان الحکام استاجر حاما فی قریۃ فنفر الناس و وقع الجلاء لا یسقط الاجر و ان نفر بعض الناس لا یسقط الاجر اور لسان الحکام میں ہے کہ حمام اجارہ لیا ایک گاؤں میں سو آدمی وہاں کے رہنے سے ڈر گئے اور کوچ کر گئے تو مستاجر سے اجرت ساقط ہو گئی اور اگر گاؤں کے بعض آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہ ہوگی او یخل عطف علی یفوت بہ ای بالنفع بحیث ینتفع بہ فی الجملۃ کمرض العبد و دبر الدابۃ ای قرحہا و سقوطہا ثم ادار اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب سے جو منفعت میں خلل ڈالتا ہے اسطرح پر کہ اس عیب کے ساتھ کچھ منفعت حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانی یعنی اُس میں زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا گر جانا و فی التبیین لو انقطع ماء الرحی والبیت مما ینتفع بہ لغیر الطحن فعلیہ من الاجر بحصتہ لبقاء بعض المعقود علیہ فاذا استوفاہ لزمہ حصتہ اور تبیین میں ہے اگر پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور پن چکی کی کوٹھری ایسی ہے کہ آٹا پیسنے کے سوا اور نفع اس سے حاصل ہو سکتا ہے تو مستاجر پر اجرت واجب ہے اسکے حصے کے موافق بسبب باقی رہنے بعض معقود علیہ کے پھر جب وہاں کی بود و باش وغیرہ سے مستاجر نفع حاصل کرے گا تو اجرت بقدر اُس کے حصے کے اسپر لازم ہوگی فان لم یخل العیب بہ او ازالہ الموجر او انتفع بالمخل سقط خیارہ لزوال السبب پھر اگر عیب منفعت کا

خلل انداز ہو یا سو جو اس عیب کو زائل کر دے یا مستاجر خلل والی چیز سے نفع حاصل کرے تو اسکا اختیار فسخ ساقط ہوگا بسبب زائل
ہو جانے سبب فسخ کے مثل عیب غیر مخل چنانچہ نوکر کا کانا ہو جانا یا اُس کے بال جھڑ جانے اور ازالہ عیب کی یہ صورت ہے کہ وہ بعد اسکے
موجر جلد تیار کر دے وعمارة الدار المستاجرة وتطيينها واصلاح الميزاب وما كان من البناء على رب الدار وكذا كل ما يخل بالسكنى اور
اجارہ کے گھر کی مرمت اور اسکو مٹی لیپنا اور پرنالہ درست کرنا اور جو چیزیں قبیل تعمیر کے ہوں گھر کے مالک پر ہیں اور ایسے ہی جو چیز سکونت میں
خلل انداز ہو وہ صاحب خانہ کے ذمہ ہے ہم تطیین سے مراد وہ مٹی لیپنا ہے جسکا ترک خلل انداز ہو اور بعض کتابوں میں تطیین کی مٹی لیپنی لکھ کر
كذا في الطحطاوي فان ابى صاحبها ان يفعل كان للمستاجر ان يخرج منها الا ان يكون المستاجر استاجرها وهي كذلك وقد رآها
لرضاه بالعيب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے انکار کرے نہ بنا دے تو مستاجر کو اس گھر سے نکلنا درست ہے مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر کو
اجارہ لیا ہو تو اب نکلنا جائز نہیں بسبب راضی ہو جانے مستاجر کے عیب پر واصلاح بئر الماء والبالوعة والمخرج على صاحب الدار
لكن لا يجبر عليه لانه لا يجبر على اصلاح ملكه فان فعله المستاجر فهو متبرع وله ان يخرج ان ابى ربها اي الا اذا رآها كما مر اور کنویں کے پانی
اور نجس پانی کے چہ بچے اور بدررو کی اصلاح اور درستی گھر کے مالک کے ذمہ ہے لیکن اس پر زبردستی نہیں ہوسکتی کہ مالک پر ملک کے درست
کرنے کو زبردستی نہیں کیجاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنا لیا تو وہ محسن بلا عوض ہے اور مستاجر کو اس گھر سے نکلنا جائز ہے اگر اسکا مالک
امور مذکورہ کی درستی سے انکار کرے كذا في الخانية یعنی مگر اس صورت میں نکلنا درست نہیں جبکہ اُسنے نادرست گھر دیکھکر اجارہ لیا ہو
چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وفي الجوهرة وله ان ينفرد بالفسخ بلا قضاء اور جوہرہ میں ہے کہ مستاجر مذکور کو جائز ہے کہ تنہا اجارہ کو فسخ کر دے بلا حکم
حاکم ولو استاجر دارين فسقطت او تعيبت احداهما فله تركهما لو عقد عليهما صفقة واحدة اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہو گیا تو اسکو
دونوں کا چھوڑ دینا جائز ہے اگر دونوں پر ساتھ ہی یکبارگی عقد کیا ہو یعنی اگر جدا جدا عقد ہوا ہو تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہیں چھوڑ سکتا
قلت وفي حاشية الاشباه معزيا للبناية ان العذر ظاهرا ينفرد وان مشتبها لا ينفرد وهو الاصح میں کہتا ہوں اور حاشیہ اشباہ میں بنایہ سے
منقول ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کر سکتا ہے اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہیں کر سکتا اور یہی قول اصح ہے ہم اگر
عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ میں متفرد ہے یا قضا یا رضا کی حاجت ہے اس میں روایات مختلف ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر عذر
ظاہر ہو تو متفرد ہے اور اگر مشتبہ ہو تو متفرد نہیں كذا في فتاوى قاضيخان وبعذر عطف على بخيار شرط لزوم ضرر لم يستحق بالعقد ان بقي العقد
كما في سكون ضرس استوجر لقلعه وموت عرس او اختلاعها استوجر طباخ لطبخ وليمتها اور فسخ کیا جاتا ہے اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد
کے عذر سے اگر عقد باقی رہے یعنی اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جسکا استحقاق عقد سے ثابت نہیں چنانچہ اس ڈاڑھ
کے درد کا ساکن ہو جانا جسکے اکھاڑنے کے واسطے اجیر معین کیا اور دلہن کا مر جانا یا اسکا خلع کرنا جسکی شادی کے کھانا پکانے کے واسطے
باورچی کو اجیر کیا ہے یعنی جب درد ٹھہر گیا تو ڈاڑھ اکھاڑنے میں صریحاً مستاجر کا ضرر ہے اسیطرح زوجہ مردہ یا مختلعہ کے ولیمہ کرنے میں سراسر
مال کا ضائع کرنا ہے تو اس عذر سے فسخ اجارہ درست ہے شارح نے کہا قوله وبعذر عطف على بخيار شرط یہ عطف ہے کنز میں مذکور ہے کہ عذر سے مراد عاجز
ہونا ہے احد العاقدين کا اجارہ قائم رکھنے میں مگر بتحمل ضرر زائد جو عقد سے مستحق نہیں وبعذر لزوم دين سواء كان ثابتا بالعيان ان لا مال
او بيان اي بينة او اقرار يعني الحال ولا مال له غيره اي غير المستاجر لانه يحبس به فيتضرر الا اذا كانت الاجرة المعجلة تستغرق قيمتها اشباه
اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے لزوم دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگوں کی دانست سے یا گواہوں کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے اور حالانکہ

اُسکا کچھ مال نہیں ہے اجارہ والی چیز کے سوا اسواسطے کہ اگر وہ چیز ادائے دین کے واسطے نہ بیچی جائے اجارہ کے سبب سے موجر محبوس ہوگا تو اُسکو ضرر پہونچیگا مگر جبکہ پیشگی دی ہوئی اجرت اُس چیز کی قیمت کے برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہ ہوگا کذا فی الاشباہ ھم یعنی اگر قیمت گھر کی سو درم ہو اور مستاجر نے بعقد اجارہ اجرت موجر کو پیشگی دی ہو تو اقتضائے مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار کرے تو دین کے عذر سے اُسوقت اجارہ فسخ ہوگا جبکہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے ویعذر افلاس مستاجر دکان لیتجر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اُس کرایہ دار کے مفلس ہو جانے سے جسنے دکان اجارہ لی سوداگری کے واسطے یعنی اسواسطے کہ افلاس میں تجارت ممکن نہیں ولعذر افلاس خیاط یعمل بمالہ لا بابرۃ استاجر عبدا لیخیط فترک عملہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اُس خیاط کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے کام نہیں کرتا بلکہ اپنا مال خرچ کرکے اسطرح کام کرتا ہے کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہے سو غلام نے اُس خیاط کا کام چھوڑ دیا اُسکے افلاس کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اُسکا افلاس فسخ اجارہ میں عذر نہیں ہے وبعذر بداء مکتری دابۃ من سفر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا دل ہٹ گیا سفر کرنے سے ھم اگر جانور کرایہ لیا بغداد تک پھر اُسکو سفر کرنا بہتر معلوم نہ ہوا یا حج کے واسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اُس سال حج کا ارادہ موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہو گیا یا سفر سے عاجز ہو گیا تو یہ عذر ہے فسخ اجارہ کا کذا فی قاضیخان ولو بدا لہ فی نصف طریقہ فلہ نصف الاجر ان استویا صعوبۃ وسہولۃ والا فبقدرہ شرح وہبانیۃ وخانیہ اور اگر نصف راہ میں دل ہٹا سفر سے تو جانور کے مالک کو نصف کرایہ ملیگا اگر راہ کے دونوں نصف سختی اور آسانی میں برابر ہوں اور اگر برابر نہوں تو بقدر اُسکی زیادتی یا کمی کے ملیگا کذا فی شرح وہبانیہ والخانیہ بخلاف بداء المکاری فانہ لیس بعذر لامکانہ ارسال اجیرہ بخلاف دل ہٹ جانے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر نہیں ہے اسواسطے کہ مکاری یعنی جانور کے مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہے وفی الملتقی ولو مرض فعذر فی روایۃ الکرخی دون روایۃ الاصل قلت وبالاول یفتی اور ملتقی میں ہے اور اگر مکاری بیمار ہوا تو وہ عذر ہے کرخی کی روایت میں نہ مبسوط کی روایت میں میں کہتا ہوں اور پہلی روایت یعنی کرخی کی روایت پر فتوے ہے ثم قال ولو استاجر دکانا للعمل الخیاطۃ فترکہ لعمل آخر فعذر پھر صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دکان کرایہ کی دوخت کے عمل کے واسطے پھر اُسنے دوخت کو چھوڑا دوسرے عمل کے سبب سے تو یہ فسخ اجارہ کا عذر ہے ھم یہ قول تفصیل فتاوی کبرے کے مخالف ہے فتاوے عالمگیری میں کبرے سے منقول ہے کہ اگر مستاجر دوسرے عمل کے واسطے دکان میں مستعد ہوا تو اُسکو نقض اجارہ درست نہیں اور نہیں تو نقض جائز ہے انتہی اور اسی کو شارح بعد اسکے ولوالجیہ سے نقل کریگا وکذا لو استاجر عقارا ثم اراد السفر انتہی اور اسیطرح کا عذر ہے اگر زمین کو اجارہ لیا پھر سفر کا ارادہ کیا انتہی وفی الملتقی وفی القہستانی سفر مستاجر دار السکنی عذر دون سفر موجرہا اور قہستانی میں ہے سفر کرنا اُس مستاجر کا جسنے گھر اجارہ لیا رہنے کے واسطے عذر ہے نہ اُسکے موجر کا سفر یعنی صاحب خانہ کا سفر فسخ اجارہ کا عذر نہیں ولو اختلفا فالقول للمستاجر بحلفہ بانہ عزم علی السفر اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر اور عدم سفر میں اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہے تو وہ یوں قسم کھائے کہ میں نے سفر کا ارادہ کیا ہے وفی الولوالجیہ تحولہ عن صنعتہ الی غیرہا عذر وان لم یفلس حیث لم یمکنہ ان یتعاطاہا فیہ اور ولوالجیہ میں ہے کہ پھر جانا مستاجر کا اپنے پیشہ سے دوسرے پیشہ کی طرف عذر ہے فسخ اجارہ دکان کا اگرچہ وہ مفلس نہ ہو گیا ہو جبکہ اُسکو اس پیشہ کا کرنا دکان میں ممکن نہ ہو یعنے اگر ممکن ہوگا تو عذر نہیں وفی الاشباہ لا یلزم للمکاری الذہاب معہا ولا ارسال غلام وانما یجب الاجر بتخلیتہا اور اشباہ میں ہے کہ مکاری کو جانور کے ساتھ جانا لازم نہیں اور نہ بھیجنا غلام کا اور اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے وبخلاف ترک خیاطۃ مستاجر عبدا لیخیط لیعمل متعلق بترک فی الصرف لامکان العمل برخلاف اُس خیاط کے جسنے غلام کو مزدوری لگایا دوخت کے واسطے پھر دوخت ترک کی تاکہ غلام صرافی کرے تو یہ عذر نہیں فسخ کا اسواسطے

کہ جمع بین العملین ممکن ہے یعنے دونون کام ہوسکتے ہین اسطرح پر کہ دکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف صرافی بعض
طحطاوی یعنے کہا قولہ وبخلاف ترک خیاطۃ الخ ترکیب رکیک یعنی ہے باوجود تتابع اضافات کے تو اگر یون کہتا (وبخلاف خیاط استاجر
عبدا لیخیط فترک لیعمل فے الصرف) تو واضح تر ہوتا وبخلاف بیع ما آجرہ فانہ ای البیع لیس بعذر بدون لحوق دین کما مر ویوقف بیعہ الی انقضاء
مدتہا وہو المختار لکن لو قضی بجوازہ نفذ تمامہ فے شرح الوہبانیۃ اور برخلاف بیچ ڈالنے موجر کے اس چیز کو جسکو اسنے اجارہ دیا کہ
وہ بھی عذر فسخ نہین بدون لاحق ہونے دین کے جیسا کہ گذر گیا اور بیع اسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے منقضی ہونے تک اور
یہی قول مختار ہے لیکن اگر قاضی جواز بیع کا حکم دیگا تو نافذ ہوگا اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ مین ہے وفیہا معزیا للخانیۃ لو باع الآجر المستاجر
فاراد المستاجر ان یفسخ بیعہ لا یملکہ ہو الصحیح ولو باع الراہن للمرتہن فسخہ اور شرح وہبانیہ مین خانیہ سے ہے کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر
نے چاہا کہ اسکی بیع کو فسخ کرے تو وہ اسپر قادر نہین اور اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اسکی بیع فسخ کرے ھ لیکن عمادیہ مین
فتاوی صغری سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق مین نافذ ہے راہن اور مرتہن اسکو فسخ نہین کرسکتے اجارہ دی ہوئی چیز کی بیع کے
مانند کذا فی الطحطاوی وتنفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا بجنونہ مطبقا عقدہا لنفسہ بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہو جاتا
ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک نہ اسکو جنون مطبق ہو جانے سے موت سے وہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہے جسکو اپنی خاص ذات کیواسطے
عقد کیا ہو الا لضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولا حاکم فے الطریق فیبقی الی مکۃ فیرفع الامر الی القاضی لیفعل الاصلح فیوجرہا لو امینا او یبیعہا بالقیمۃ ویدفع لہ
اجرۃ الایاب ان برہن علیہ دفعہا ویقبل البینۃ ہنا بلا خصم لانہ یرید الاخذ من ثمن ما فی یدہ اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہو جاتا
ہے لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہین ہوتا چنانچہ موجر کا مرجانا مکہ معظمہ کی راہ مین اور حالانکہ راہ مین کوئی حاکم نہین تو اس ضرورت سے
تا بلوغ مکہ اجارہ باقی رکھا جائیگا پھر یہ مقدمہ وہان کے قاضی کے سامنے پیش کیا جاے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اسطرح پر کہ جانور اجارہ
دے مستاجر کو اگر وہ امانت دار ہو یا جانور کو قیمت سے بیچ ڈالے اور مستاجر کو پھرنے کی اجرت دے اگر مستاجر آنے جانے کی اجرت دینے کو گواہون
سے ثابت کردے اور اس مقام مین بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی اس چیز کے ثمن سے لیا چاہتا ہے جو اسکے قبضہ
مین ہے کذا فی الاشباہ وفی الخانیۃ استاجر دارا او حانوتا او ارضا شہرا فسکن شہرین ہل یلزمہ اجر الشہر الثانی ان معدا للاستغلال نعم والا لا بہ یفتی
اور خانیہ مین ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ کو اجارہ لی پھر مستاجر نے اسمین دو مہینے سکونت کی پس دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہین
اسکا جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کے واسطے مہیا کی ہو تو ہان دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کے واسطے مہیا نہین ہے تو اجرت
لازم نہین اسی قول کا فتوی ہے قلت فاذا الوقف ومال الیتیم وکذا لو تقاضاہ المالک وطالبہ بالاجر فسکن یلزمہ الاجر بسکناہ بعدہ مین کہتا ہون
اسیطرح مکان وقف اور مال یتیم مین دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر سے شہر ثانی مین تقاضا کیا اور اجرت
شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اسپر اجرت لازم ہوگی اسکی سکونت کرنے سے بعد اس تقاضے کے ولو سکن المستاجر بعد موت الموجر ہل
یلزمہ اجر ذلک قیل نعم بناء علیہ الاجارۃ وقیل ہو کالمسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن رہا بعد موت موجر کے کیا اسکو اسکی اجرت لازم ہوگی
یا نہین بعضون نے کہا ہان اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سابقہ پر اور بعضون نے کہا یہ مسئلہ پہلے یعنی سکونت شہرین
کے مانند ہے یعنے اگر وہ مکان کرایہ کے واسطے بنا ہے یا موجر کے وارث نے شہر ثانی مین تقاضا اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہے اور نہین تو
لازم نہین وینبغی ان لا یظہر الانفساخ ہنا لما مر لما لہ الوارث بالتفریغ او بالتزام اجر آخر ولو معدا للاستغلال لانہ فصل مجتہد فیہ ہل یلزم المسمی

[illegible]

او اجر المثل فظاہر القنیۃ الثانی وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور لائق لیتوا عد فقہ یہ ہی کہ یہان اجارہ فسخ ہوجانا ظاہر نہ ہو جب کہ وارث موجر کا مکان
خالی کردینے کا مطالبہ نہ کرے یا التزام اور اجرت کا نہ ہو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینیکے واسطے بنا ہو اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہی اور کیا اجرت
معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر قنیہ اجرت مثل پر دلالت کرتا ہی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہی وفی المنیۃ مات احدہما والزرع
بقل یبقی العقد بالمسمی حتی یدرک وبعد المدۃ باجر المثل اور منیہ مین ہی کہ احد العاقدین مرگیا اور کھیت ساگ ہی یعنی ہنوز کھیت خام ہی تو عقد اجارہ
باقی رہیگا پختگی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضا مدت کے اجرت مثل پر باقی رہیگا وفی جامع الفصولین لو رضی الوارث وہو کبیر
ببقاء الاجارۃ ورضی بہ المستاجر جاز ای جعل الرضی بالبقاء انشاء عقد ای یجوز بالتعاطی فتامل اور جامع الفصولین مین ہی اور اگر موجر کا وارث
بالغ بقاء اجارہ پر راضی ہوا اور مستاجر بھی اسپر راضی ہو تو جائز ہی انتہی انی الفصولین یعنی باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد قرار دیگا گئی یعنی
جواز اجارہ کے واسطے رضامندی انشاء عقد ہوگی لوہ تعاطی کے اسکو تامل کرو وفی حاشیۃ الاشباہ المستاجر والمرتہن والمشتری احق بالعین من
سائر الغرماء لو العقد صحیحا ولو فاسدا فاسدۃ للغرماء فلیحفظ اور اشباہ کے حاشیہ مین ہی کہ مستاجر اور مرتہن اور مشتری زیادہ تر حقدار ہین عین کے باقی وین الون
سے اگر عقد اجارہ اور رہن اور بیع صحیح ہوا اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتہن اور مشتری برابر ہین اور دین والون کے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر
موجر مرگیا اور اسپر دیون ہین تو اور دین سے مستاجر زیادہ تر حقدار ہی اور اسیطرح مرتہن احق ہی اور اگر خریدی اور ہنوز قبضہ مین نہین آئی کہ بائع
مرگیا اور اسپر دیون ہین تو مشتری احق ہی یعنی اور مشتری اپنا حق لیگا پھر اگر کچھ زیادہ باقی رہیگا تو اور ارباب دیون یا دینگے فان عقدہا
لغیرہ لا ینفسخ کوکیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کے واسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ نہ ہوگا چنانچہ اجارہ دینے کا
وکیل یعنی مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ میری یہ حویلی کسی کو اجارہ دیدے اور اسنے محمود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے حویلی کا اجارہ فسخ نہ ہوگا
اسواسطے کہ اجارہ عاقد کے واسطے نہ تھا واما الوکیل بالاستیجار اذا مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل بشراء المنافع فصار کالتوکیل بشراء
الاعیان فیصیر مستاجرا لنفسہ ثم یصیر موجرا للموکل فہو معنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالک کذا نقلہ المصنف عن الذخیرۃ قلت ومثلہ فی
شرح المجمع البزازیۃ والعمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مرجائے گا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہی
تو یہ خریداری اعیان کی توکیل کے مانند ہی تو وکیل مستاجر ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے پھر موجر ٹھہر جائیگا اپنے موکل کے واسطے سو یہی مطلب ہی
ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہی ایسا نقل کیا ہی مصنف نے ذخیرہ سے مین کہتا ہون اور اسی کے مانند شرح مجمع
اور بزازیہ اور عمادیہ مین ہی ثم قال المصنف قلت ہذا مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی من ان الملک یثبت للوکیل ثم ینتقل الی الموکل واما علی ما قالہ ابو طاہر
من انہ یثبت للموکل ابتداء وبہ جزم صاحب الکنز وہو الاصح کما فی البحر فلا یستقیم واللہ اعلم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح مین کہا مین کہتا ہون یہ یعنی مسئلہ
کہ وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہوتا ہی کرخی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہی پھر موکل کی طرف
منتقل ہوتی ہی اور وہ جو ابو طاہر نے یہ کہا ہی کہ ملک موکل کے واسطے ابتدا سے ثابت ہوتی ہی اور اسی قول پر یقین کیا ہی کنز مین اور یہی صحیح تر قول ہی
چنانچہ بحر الرائق مین ہی تو بطلان اجارہ مستقیم نہین واللہ اعلم انتہی قول المصنف قلت وتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی ایضا لانہ قد صرحوا
بعدم عتق قریب الوکیل لان ملکہ غیر مستقر والموجب للعتق والفساد الملک المستقر شارح نے کہا مین کہتا ہون اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد
نے اعتراض کیا ہی اسطرح کہ بطلان اجارہ بموجب اس قول کے بھی جسکو کرخی نے ذکر کیا ہی غیر مستقیم ہی بسبب متفق ہونے فقہا کے قرابت دار
وکیل کی عدم آزادی پر اسواسطے کہ وکیل کی ملک مستقر اور قائم نہین اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہی نہ غیر مستقر ہم فساد سے مراد فساد

نکاح ہے جبکہ وکیل اپنی زوجہ لونڈی کو اُسکے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کے واسطے کذا فی الحلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارۃ لا تنفسخ بموت المستاجر والنقل بہ مستفیض انتہی واللہ اعلم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا اجارہ لینے والے کی موت سے اور اس قول کی نقل فقہا میں مشہور اور بے حد ہے انتہی قولہ واللہ اعلم و وصی واب وجد وقاضی ومتولی لوقف لبقاء المستحق علیہ والمستحق حتی لو مات المعقود لہ بطلت درر اور چنانچہ وصی یتیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مر گیا جسکے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ باطل ہوگا اُسکی موت سے کذا فی الدرر اور مستحق علیہ سے مراد موجر ہے اور مستحق سے مراد وہ ہے جسکے نفع کے واسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحطاوی مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ بجمیع غلتہ لہ کما فی وقف الاشباہ معزیا للولوالجیۃ قال واطلاق المتون بخلافہ قلت وباطلاق المتون افتی قاری الہدایہ فکان ہو المذہب المعتمد کما قالہ المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا مگر جب کہ ایسا متولی ہو کہ وقف اُسی کی ذات کے واسطے خاص ہو اور سب غلہ وقف کا اُسی کی ذات کے واسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہوگا کذا فی وقف الاشباہ عن الولوالجیۃ صاحب اشباہ نے کہا اور متون فقہ کا اطلاق اس استثنا کے مخالف ہے میں کہتا ہوں اور اطلاق متون کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو وہی اطلاق مذہب معتمد ٹھہر گیا ایسا ہی مصنف نے کہا ہے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے وکذا قال فی الاشباہ بعد اربع اوراق لا تنفسخ الاجارۃ بموت موجر الوقف الا فی مسئلتین ما اذا آجر الواقف ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بردتہ وفیما اذا آجر ارضہ ثم وقفہا علی معین ثم مات تنفسخ اور اسیواسطے اشباہ میں کہا ہے چار ورق کے بعد کہ اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا موجر وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلوں میں ایک مسئلہ یہ ہے جبکہ زمین کو اجارہ دیا وقف کے کرنے والے نے پھر وہ مرتد ہوگیا پھر مر گیا بسبب باطل ہوجانے وقف کے واقف کے ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جبکہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پھر وہ زمین وقف کردی ایک شخص معین پر پھر واقف مر گیا تو اجارہ فسخ ہوگا یعنی اسواسطے کہ ابتدا عقد اپنی ذات کے واسطے تھی اور پہلی صورت میں وقف میراث ہوجائیگا وفی وقف فتاوی ابن نجیم سئل اذا آجر الناظر ثم مات فاجاب لا تنفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت المؤجر والمستاجر کذا رایتہ فی عدۃ نسخ لکنہ مخالف لما فی اجارۃ فتاوی قاری الہدایۃ فتنبہ اور فتاوی ابن نجیم کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہ سوال ہوا کہ جب ناظر وقف نے اجارہ دیا پھر وہ مر گیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف میں موجر اور مستاجر کی موت سے فسخ نہیں ہوجاتا اسی طرح میں نے دیکھا ہے فتاوی مذکور کے کئی نسخوں میں لیکن وہ مخالف ہے فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الاجارہ کے تو آگاہ رہ میں کہتا ہوں مخالف فقط یہی ہے کہ اس میں لفظ مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلبی وفیہا ایضا لا تنفسخ بموت المتولی ولو الغلۃ لہ بمفردہ فتنبہ اور اُسی فتاوے میں یہ بھی ہے کہ متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا اگرچہ وقف کا غلہ فقط متولی کے واسطے ہو خبردار رہنا ہم شارح نے خبرداری سے اشارہ کیا رد مذکور کی طرف یعنے ولوالجیہ کا قول جو اشباہ میں مذکور ہے وہ اس قول سے بھی رد ہوگیا وفی الفیض الواقف لو آجر الوقف بنفسہ ثم مات ففی الاستحسان لا یبطل لانہ آجر لغیرہ انتہی ومثلہ فی البزازیۃ اور فیض میں ہے کہ وقف کرنے والا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پھر مر جاوے تو استحسانا اجارہ باطل نہیں ہوتا اسواسطے کہ اسنے غیروں کے واسطے اجارہ دیا یعنی غلہ کے مصرف موقوف علیہم ہیں نہ واقف اور اسی طرح بزازیہ میں ہے وفی السراجیۃ وحکم عزل القاضی والمتولی کالموت فلا تنفسخ اور سراجیہ میں ہے اور قاضی اور متولی کی معزولی کا حکم موت کے برابر ہے تو ان کے عزل سے اجارہ فسخ نہ ہوگا وتنفسخ ایضا بموت احد المستاجرین او الموجرین فی حصتہ او حصۃ المیت لو عقد بالنفس فقط

وتبقیت فی حصۃ الحی اور دو مستاجروں یا دو موجروں میں سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بھی اجارہ فسخ ہوجاتا ہے فقط اُس کے
حصہ میں یعنی میت کے حصہ میں فسخ ہوتا ہے اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہو اور باقی رہیگا اجارہ زندہ مستاجر یا موجر کے حصہ میں

فروع مسئلہ لطیفہ شارح کافی وقف الاشباہ تخلیۃ البعید باطلۃ فلو استاجر قریۃ وہو بالمصر لم تصح تخلیتہا علی الاصح فینبغی للمتولی ان یذہب بالمستاجر الی القریۃ
مع المستاجر او غیرہ فیخلی بینہ وبینہا او یرسل وکیلہ او رسولہ احیاء للمال الموقوف فلیحفظ قلت لکن نقل محشیہا ابن المصنف فی زواہر الجواہر عن بیوع فتاوی
قاری الہدایۃ انہ متی مضی مدۃ یتمکن من الذہاب الیہا والدخول فیہا کان قابضا والا فلا فتنبہ انتہی اور اشباہ کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ مکان
بعید کا تخلیہ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبض وتصرف میں کر دینا باطل ہے تو اگر گاؤں اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر میں ہے تو اسکا تخلیہ
صحیح نہیں بنا بر قول صحیح تو چاہیے کہ متولی وقف کو لائق ہے کہ گاؤں میں جاوے مستاجر کے ساتھ یعنی اُسکے وکیل کے ساتھ پھر تخلیہ کر دے درمیان
مستاجر اور درمیان گاؤں کے یعنی بلا مزاحمت اور کے اسکے تصرف میں کر دیوے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رساں کو اُس کے ساتھ بھیجے
مال وقف کے قائم رکھنے کے واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں لیکن اشباہ کے محشی مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر میں فتاوی
قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہے کہ جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گذر جاوے کہ جسمیں مستاجر گاؤں کی طرف جاوے اور اُس کے
داخل ہونے میں قادر ہو تو وہ گاؤں کا قابض ٹھہریگا اور اگر اتنی مدت منقضی نہ ہو تو فقط مستاجر کے اعتراف سے قابض نہ ٹھہریگا انتہی
ما فی زواہر الجواہر ہم ذخیرۃ الناظر میں ہے کہ اگر گاؤں اجارہ لیا اور وہ شہر سے دور ہے اور مستاجر نے اُسکے قبض کا اقرار کیا تو تخلیہ باطل ہے اور اقرار
اُسکا باطل ہوتا وقتیکہ اتنی مدت نہ گذرے جسمیں وہاں جاوے اور قبض کرے یا اسقدر مدت گذر جاوے کہ بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر
اپنے وکیل یا رسول بھیجیں کذا فی الطحطاوی مسائل شتی یہ چند مسائل متفرقات ہیں احرق حصائدہ ای نباتا اصول قصب محصودۃ فی ارض
مستاجرۃ او مستعارۃ جلائیں باقی جڑیں قصب مقطوع کی جو اجارہ یا عاریت کی زمین کے اندر واقع ہیں ہم قصب یعنی بانس اور نرکل
بطریق مثال کے ہے اسکی خصوصیت نہیں بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی کھونٹیوں کے جلانے کا یہی حکم ہے کذا فی شرح الحموی او مثلہ ارض
بیت المال المعدۃ لحط القوافل والاحمال ومرعی الدواب وطرح الحصائد قلت وحاصلہ ان لم یکن لہ حق الانتفاع فی الارض یضمن ما احرقہ فی
مکانہ بنفس الوضع لا ما نقلتہ الریح علیہ وعلیہ الفتوی قالہ شیخنا اور اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہے جو
قافلوں اور بھاری اسباب کے اُتارنے کے واسطے اور جانوروں کی چراگاہ اور کھلیانوں کے ڈالنے کے واسطے مقرر ہے میں کہتا ہوں
اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر جلانے والے شخص کے واسطے حق انتفاع نہ ہو زمین میں تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اُس چیز کا جسکو آگ نے جلا دیا اُسی
مکان میں بمجرد رکھنے آگ کے نہ اُس چیز کا تاوان جسکو ہوا نے جلایا آگ اڑا کر بنا بر قول مفتی بہ ایسا کچھ کہا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے
فاحترق شیء من ارض غیرہ لم یضمن لانہ تسبب لا مباشرۃ اجارہ یا عاریت کی زمین میں کھیت کی کھونٹیاں جلائیں تو غیر شخص کی زمین
سے کوئی چیز جلیگی تو جلانے والے پر تاوان نہیں ہے اس واسطے کہ احتراق مذکور تسبب ہے احتراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہے
نہ تسبب ان لم یضطرب الریاح فلو کانت مضطربۃ یضمن لانہ یعلم انہا لا تستقر فی ارضہ فیکون مباشرا عدم تاوان اس شرط پر ہے کہ ہوا
زور سے نہ چلتی ہوں اور اگر ہوا تیز ہوگی تو جلانے والا تاوان دیگا اس واسطے کہ وہ جانتا ہے کہ ہوا کی تیزی سے آگ اُسکی زمین میں ٹھہری
نہ رہیگی تو وہی شخص احتراق کا مباشر یعنی جلانے والا ٹھہرا وکذا کل موضع کان للواضع حق الوضع فیہ ای فی ذلک الموضع
لا یضمن علی کل حال لو اتلف بذلک الوضع شیئا سواء تلف بہ وہو فی مکانہ او بعد ما زال عنہ اور اسی طرح ہر موضع میں کہ

رکھنے والے کو رکھنے کا حق ہو وہان تاوان نہین ہر حال مین جبکہ اُس رکھی چیز سے کوئی دوسری چیز تلف ہو جاسے خواہ وہ چیز تلف ہو اس حال مین
کہ شے موضوع اپنے مکان مین ٹھہری ہو یا تلف ہو اپنے مکان سے ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للواضع فیہ حق الوضع
حیث یضمن الواضع اذا تلف بہ شی وہو فی مکانہ وکذا بعد ما زال لا فرق کوضع جرۃ فی الطریق ثم انزاحہا فعثر بہا فانکسر یضمن کل جرۃ ما
ان زال بفعل کریح وسیل لا یضمن الواضع ہذا ہو الاصل فی ہذہ المسائل کما حققہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہے جبکہ رہنے والے کا
مکان مین رکھنے کا حق نہ ہو اسواسطے کہ رکھنے والا تاوان دیگا جبکہ کوئی چیز اس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگی اور حالانکہ شے موضوع
اپنے مکان مین ہو اور اسیطرح تاوان لازم ہوگا شے موضوع کے خود ٹلجانے کے بعد بدون ٹالنے والے کے چنانچہ گھڑا رکھا راہ مین پھر
دوسرے شخص نے دوسرا گھڑا وہین رکھا پھر دونون گھڑے ڈھلکے اور ٹکر کھا کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑے کا تاوان دیگا
اور اگر شے موضوع ٹل گئی کسی چیز کے ٹالنے سے مثلاً جیسے ہوا سے یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہین یہی قاعدہ کلیہ ہر ان مسئلون مین
چنانچہ اسکی تحقیق خانیہ مین کی ہے ثم فرع علیہ بقولہ فلو وضع جمرۃ فی الطریق فاحترق بہا شی ضمن لتعدیہ بالوضع بعد مسئلہ ان
قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ مین سو اسکے سبب سے کوئی چیز جل گئی تو تاوان دیگا بسبب اپنی تقصیر کے اگر رکھنے
سے ہم اسواسطے کہ راہ مین چلنے کا حق ہے نہ آگ رکھنے کا وکذا یضمن فی کل موضع لیس فی حق المرور اور اسیطرح تاوان دیگا ہر ایک اس
موضع مین جہان چلنے کا حق ثابت نہین ہم حق مرور خانیہ مین مذکور نہین اسمین حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہے اور مرور کے حق کو صا
خلاصہ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ذہبت بہ الریح عن الموضع فلا ضمان لنسخہا فعلہ وکذا لو جری
السیل الحجر و بقی خانیۃ گر جبکہ رکھی ہوئی چیز کو وہان سے ہوا اڑا لیجاسے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہین اسواسطے کہ ہوا نے رکھنے والے
کا فعل مٹا دیا یعنی اب احراق ہوا کی طرف منسوب ہوگا نہ رکھنے والے کی طرف اور اسیطرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھلکایا اور کوئی چیز تلف ہوگی
تو رکھنے والے پر تاوان نہین اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیۃ ولو اخرج الحداد الحدید من الکیر فی دکانہ ثم ضربہ بمطرقۃ فخرج الشرار الی الطریق وا
احرق شیئاً ضمن ولو لم یضربہ واخرجہ الریح لا زیلعی اور اگر لوہار نے لوہا نکالا بھٹی سے اپنی دکان مین پھر اسپر ہتھوڑا مارا سو راہ کی طرف چنگاری
نکل گئی اور اسنے کوئی چیز جلا دی تو لوہار تاوان دیگا اور اگر اسپر ہتھوڑا نہین مارا اور چنگاری ہوا نے نکالی تو اب جلنے سے تاوان لوہار پر نہین
کذا فی الزیلعی سقی ارضہ سقیاً لا تحتملہ فتعدی الماء الی ارض جارہ فافسدہا ضمن لانہ مباشر لا متسبب ایک شخص نے اپنی زمین اسقدر
بکثرت سینچی کہ زمین اسکو نہ تحمل سکی سو پانی اُبلکر اُسکے ہمسایہ کی زمین کی طرف بہا اور اسکو خراب کر دیا تو سینچنے والے پر تاوان لازم ہوگا اس
کہ وہ مباشر ہے نہ سبب انگیز اقعد خیاطاً او صباغاً فی حانوتہ من یطرح علیہ العمل بالنصف ساوا اتحد العمل ام اختلف کخیاط مع
صح استحساناً لانہ شرکۃ الصنائع فہذا بوجاہتہ یتقبل و ہذا بحذاقتہ یعمل خیاط یا رنگریز نے اُس شخص کو اپنی دکان پر بٹھایا جو دکاندار کو سینے یا رنگنے کا
کام لیکر دے نصفا نصف اجرت پر خواہ دونون کا عمل ایک ہی ہو یعنی دونون خیاط ہون یا دونون رنگریز یا عمل مختلف ہو جیسے خیاط رنگریز
کے ساتھ تو یہ درست ہے باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ یہ شرکت ہو صنائع کی نہ شرکت وجوہ جیسا کہ صاحب ہدایہ سمجھا ہے تو یہ شخص بسبب اپنی
وجاہت اور رواداری کے کام لیتا ہے اور یہ یعنی دکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہے کا استاجر جملاً یحمل علیہ محملاً و راکبین الی
مکۃ ولہ المحمل المعتاد ورویتہ احب وکذا اذا لم یر الوطاء والدثار کما سبق جیسے صحیح ہے کرایہ لینا غیر معین اونٹ کا تاکہ اُسپر محمل لادا جاسے اور دو
سوار اسپر سوار ہون مکہ معظمہ تک اور حالانکہ محمل رواج کے موافق ہے اور دیکھ لینا محمل کا مستحب ہے تاکہ قطع نزاع کے واسطے اور اسیطرح اگر

چوپایہ کرایہ پر لیا و عدم تعیین محمل اور بار برداری عرف پر

جائز ہے جب کہ بچھونا اور اوڑھنا دیکھا ہو اور ہم شامل ہین مذکور ہے کہ دو اونٹ مکہ معظمہ تک کرایہ لیے تا ایک اونٹ پر محمل کسا اور دو شخص اوسپر
سوار ہون اپنا اوڑھنا بچھونا ایکبار مکاری نے سوار ہونے والون کو دیکھا اور انکا اسباب مذکور نہین دیکھا اور دوسرے اونٹ پر گیہون
ستو اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لادے اور اسکی مقدار بیان نہ کی یا یہ شرط کی کہ مکہ معظمہ سے پلٹنے کے وقت تحائف لادا دیگا
جسقدر لوگ لادلاتے ہین تو یہ اجارہ فاسد ہے قیاس مین اسباب غیر معین ہونے کی وجہ سے اور باعتبار استحسان کے جائز ہے اس واسطے کہ اسکا رواج
جاری ہے انتہی زیلعی نے کہا وجہ استحسان یہ ہے کہ معقود علیہ راکب ہے سو معلوم ہے اور محمل تابع ہے اور اسکی جہالت معتاد کی طرف پھرنے سے زائل ہو جاتی
ہے اور اسیطرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی وفی الولوالجیۃ ولو تکاری ابلا الی مکۃ بلا تسمیۃ بغیر اعیانہا جاز ویحمل المعقود علیہ
علی نوعۃ المکاری والابل کالآلۃ وجہالتہا لا تفسد قلت فما یفعلہ الحجاج من الاجارۃ کل اد الرکوب الی مکۃ بلا تعیین الابل صحیح واللہ اعلم اور الولوالجیۃ
مین ہے اور اگر چار یا دس اونٹ بلا تعیین کرایہ لیے کہ مکہ معظمہ تک تو جائز ہے اور معقود علیہ بوجھا قرار دیا جاتا ہے مکاری کے ذمہ ہے اور اونٹ بوجھ لادنے
کے آلات ہین اور انکی جہالت اجارہ مذکور کی مفسد نہین ہے مین کہتا ہون کہ وہ جو حاجی لوگ اجارہ کرتے ہین بوجھ لادنے اور سواری کے واسطے
مکہ معظمہ تک بلا تعیین اونٹون کے تو صحیح ہے واللہ اعلم وجہ جواز یہ ہے کہ مطلق متعارف کی طرف منصرف ہے استاجر جملا لیحمل بقدرا من زاد فاکل
منہ رد عوضہ من زاد ونحوہ ایک اونٹ کرایہ لیا توشہ کی مقدار معین کے لادنے کے واسطے سو توشہ مین سے کچھ کھا گیا تو اسکی عوض توشہ
یا مانند اسکے اور چیز پھر اسپر لادی جاسکے قال لغاصب دارہ فرغہا والا فاجرتہا کل شہر بکذا فلم یفرغ وجب علی الغاصب المسمی
لان سکوتہ رضی صاحب خانہ نے گھر کے غصب کرنے والے سے کہا کہ گھر خالی کردے اور نہین تو کرایہ اسکا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا سو غاصب نے
گھر خالی نہ کیا تو غاصب پر کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اسواسطے کہ اسکا سکوت رضامندی ہے اجارہ کی الا اذا انکر الغاصب ملکہ وان اثبتہ [illegible]
لانہ اذا انکرہ لم یکن راضیا بالاجارۃ مگر اس صورت مین کرایہ واجب نہوگا جبکہ غاصب صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ اپنی
ملک گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہوا تو اجارہ پر راضی نہ ٹھہرا او اقر بہ لعدم صحۃ علی کونہا ملکہ ولکن لم یرض بالاجر
لانہ صرح بعدم الرضی یا غاصب نے اسکی ملک کا اقرار کیا ولیکن اجرت پر راضی نہ ہوا تو بھی اجرت واجب نہ ہوگی اسواسطے کہ اسنے عدم رضا کی
تصریح کردی فی الاشباہ السکوت بالاجارۃ رضی وقبول فلو قال للساکن اسکن بکذا والا فانتقل فقال الراعی لا ارضی بالمسمی بل بکذا فسکت لزم ما
اور اشباہ مین ہے کہ چپ رہنا اجارہ مین رضا اور قبول ہے تو اگر مالک نے گھر یا دوکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اسقدر کرایہ کے سکونت کر اور
نہین تو نکلجا پس رہنے والے نے کہا کہ مین اجرت سابقہ پر راضی نہین بلکہ اسقدر اجرت دونگا پھر اسنے سکوت کیا تو اسقدر اجرت لازم ہوگی
جتنی اسنے معین کی لبث فسکن ثم لما طالبہ قال لم اسمع کلامک ہل یصدق ان کان بہ صمم والا لا فلا ظاہر باقی رہی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے
سکونت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بولا کہ مین نے تیرا کلام نہ سنا تھا تو اسکی تصدیق ہوگی یا نہین جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص بہرا ہو تو ان
تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرا نہو تو تصدیق نہوگی بنا بر عمل بالظاہر جاز للمستاجر ان یوجر المواجر بعد قبضہ قیل وقبلہ من غیر مواجرہ واما من
مواجرہ فلا یجوز وان تخلل ثالث بہ یفتی للزوم تملیک المالک مستاجر کو جائز ہے کہ اجارہ والی چیز بعد اسکے قبضہ کرنیکے اسکے مالک کے سوا
اور شخص کو اجارہ دے بعضون نے کہا کہ قبل از قبض بھی اجارہ دینا جائز ہے اور اسکے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہین
اگرچہ تیسرا شخص درمیان مین واقع ہو اسطرح کہ مستاجر اول مستاجر ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موجر کو اجارہ دے اسی قول پر فتوی ہے
ہے بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے ہم یعنی عین کا مالک منافع کا بھی مالک ہے اور مستاجر اسکے قائم مقام ہے کذا فی الطحطاوی وفی تبطل الاولی

بالاجارة للمالك الصحيح لا وہبانیہ قلت وصححہ قاضیخان وغیرہ وفی المضمرات وعلیہ الفتوی اور کیا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہوجاتا
ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا میں کہتا ہوں اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہے قاضی خان وغیرہ نے اور مضمرات میں ہے
اور اسی قول پر فتوی ہے وقد منا عن البحر معزیا للجوهرة الاصح نعم واقرہ المصنف ثمہ ونقل ہنا عن الخلاصة ما یفید انہ قبضہ بعد ما استاجر یبطل
والا فلا فیمکن التوفیق فتامل اور ہم نے بحر الرائق سے نسبت بجوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ ہاں اجارہ باطل ہوجاتا ہے مالک کو اجارہ دینے
سے اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے وہاں اور اپنی شرح میں یہاں خلاصہ سے وہ نقل کیا ہے جو اسکا مفید ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے
اجارہ کی چیز قبض کی بعد اسکے اجارہ لینے کے تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہیں تو باطل نہ ہوگا تو اب تو دونوں قولوں میں اختلاف رفع ہوگیا
اتفاق ہوگیا سو اسکو غور کرو کہ علم یعنی البطلان اجارہ اولی کا قول عام نہیں ہے بلکہ محمول ہے اور بطلان کا قول قبض پر محمول ہے یعنی یہ ہے کہ موجر نے مستاجر سے لیکر قبض نہیں کیا
تو مستاجر اول پر اجرت لازم ہے وہل تسقط الاجرة بدوام فی یدالموجر خلاف مبسوط فی شرح الوہبانیہ اور کیا اجرت ساقط ہوگی جب تک اجارہ کی چیز
موجر کے قبض میں ہے اسمیں اختلاف ہے جو شرح وہبانیہ میں شرح مذکور ہے وکلہ باستیجار عقار ففعل الوکیل وقبض ولم یسلمہا ای لم یسلم الوکیل
العین الموجرة الیہ ای الی الموکل حتی مضت المدة فالاجر علی الوکیل لانہ اصل فی الحقوق ویرجع الوکیل بالاجر علی الآمر لنیابتہ عنہ فی
القبض فصار قابضا حکما ایک شخص نے دوسرے کو غیر منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اسپر قبضہ کیا اور
وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نہ کی یہاں تک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی تو اجرت وکیل پر ہے اسواسطے کہ وہ اصل ہے عقد کے حقوق میں اور
وکیل اجر پھیر لے موکل امر کرنے والے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبض کرنے میں تو موکل حکما قابض ٹھہر گیا ہم
وکیل موکل سے اجرت پھیر لے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے باز رکھا ہو یا نہ رکھا ہو کذا فی الدرر وکذا الحکم ان شرط الوکیل تعجیل الاجر
وقبض الدار ومضت المدة ولم یطلب الآمر الدار منہ فانہ یرجع ایضا لصیرورة الآمر قابضا بقبضہ ما لم یظہر المنع اور اسیطرح حکم ہے اگر وکیل نے
پیشگی اجرت کا دینا شرط کیا اور وکیل نے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گذر گئی اور امر کرنے والے نے اس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے
پاس سے موجر کو اجرت دیگا اور موکل سے اجرت مذکورہ پھیر لیگا بسبب ہوجانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے جب تک کہ وکیل
کی جانب سے منع ظاہر نہ ہو یعنی تاوقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نہ رکھے وان طلب الآمر الدار منہ وابی الوکیل لتعجیل الاجرة لا یرجع لانہ لما
حبس الدار بحق لم تبق یدہ ید نیابة فلم یصر الموکل قابضا حکما ولا یلزمہ الاجر اور اگر موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تعجیل اجرت کے سبب سے
تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑیگی اور وکیل موکل سے رجوع نہ کرسکے گا اسواسطے کہ جب اسنے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل کا قبض نیابت
کا قبض باقی نہ رہا تو موکل حکما قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم نہ ہوگی یستحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما یجوز
لغیرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہے دستاویز اور محضروں اور سجلوں کے لکھنے پر جسقدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہے ہم قاضی پر حکم کرنا واجب ہے
نہ لکھدینا لہذا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہیں کہ جسقدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ جتنی اجرت اور شخص اسقدر لکھنے پر لیتے
ہوں اسی قدر قاضی بھی اجرت لے اپنے علو منصب سے زیادہ طلبی نہ کرے کالمفتی فانہ یستحق اجر المثل علی کتابة الفتوی لان الواجب
علیہ الجواب باللسان دون الکتابة بالبنان ومع ہذا الکف اولی احترازا عن القیل والقال وصیانة لماء الوجہ عن الابتذال بزازیہ وتمامہ فی
قضاء الوہبانیہ چنانچہ فتوی دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہے فتوے لکھدینے پر اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب
دینا واجب ہے نہ انگلیوں سے لکھدینا اور باوجود اسکے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل اور قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی
ذخیرت ۱۲

ف قاضی اور مفتی [illegible] اجرت [illegible] ۱۲

البزازیہ اور پورا بیان اسکا دہبانیہ کی کتاب القضا میں ہے وفی الصیرفیہ حکم وطلب اجرة کتابت شہادتہ جاز وکذا المفتی لو فی البلد غیرہ و
قیل مطلقا لان کتابتہ لیست بواجبة علیہ اور صیرفیہ میں ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھدے تو جائز ہے اور یہی
حکم ہے مفتی کا اگر اس شہر میں اسکے سوا اور کوئی بھی فتوے دینے والا ہو اور بعضوں نے کہا خواہ ہو یا نہو مطلقا طلب اجرت تحریر شہادت
پر جائز ہے اسواسطے کہ لکھنا واجب نہیں مفتی پر ط نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی
کے دستخط یا مہر والا سیاق تو گفتگو قاضی میں ہے نہ شاہد میں اور فتوے میں کچھ وجہ نہ مذکور ہو چکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہے نہ زیادہ
وفیہا استاجرہ لیکتب لہ تعویذا لاجل السحر جاز ان بین لہ قدر الکاغذ والخط والمکتوب اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا تاکہ وہ اسکے
واسطے دفع سحر کا تعویذ لکھ دے تو جائز ہے اگر اس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کردے ہم اسواسطے کہ کاغذ کی مقدار مذکور ہو گئی
تو معلوم ہو گیا اسقدر سطور کی اسمیں گنجایش ہے باعتبار غرض کے اور تفاوت بعض کلمات کے زیادہ ہونے کا معاف ہے اور ظاہرا خط سے
مراد عدد سطور ہے اسواسطے کہ بیان مقدار کاغذ سے عدد سطور کا بیان لازم نہیں تو اس صورت میں لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہیں اور لفظ
مکتوب سے غالبا صیرفیہ کی نقل عبارت میں نہیں ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اول دیکھ
لیتے ہیں کذا فی الطحطاوی المستاجر لا یکون خصما لمدعی الاجارة والرہن والشراء لان الدعوی لا تکون الا علی مالک العین مستاجر مدعا علیہ
نہیں ہوتا اجارہ اور رہن اور خرید کے مدعی کا اسواسطے کہ دعوی نہیں ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہیں ہم مثلا ایک گھر زید نے کرایہ لیا
سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ میں ہے یا میرے پاس گرو ہے یا میں نے اسکو خرید کیا ہے تو اسکی جواب دہی مالک سے متعلق
ہے نہ زید سے بخلاف المشتری والموہوب لہ لملکہما العین بخلاف مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونوں کے یعنی مشتری اور موہوب لہ
عین کے مالک ہیں تو وہ مدعا علیہ ہو سکتے ہیں اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوے کے وفی شرط حضور الآجر مع المشتری قولان اور کہا جاتا ہے
ہونا موجر کا مشتری کے ساتھ دعوی اجارہ میں شرط ہے اسمیں دو قول ہیں ایک قول میں شرط ہے اور دوسرے قول میں نہیں وفسخ الاجارة وتعلیقہا
والمزارعة والمعاملة والمضاربة والوکالة والکفالة والایصاء والوصیة والقضاء والامارة والطلاق والعتاق والوقف حال کون
کل واحد منہا مضافا الی الزمان المستقبل کابتدائک اذا جاء راس الشہر بالاجماع اور صحیح ہے اجارہ اور اسکا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ یعنی
مساقاة اور مضاربت اور وکالت اور ضمانی اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف
جب کہ ہر ایک امور مذکورہ سے زمان مستقبل کی طرف مضاف ہوں چنانچہ میں نے تجھکو اجارہ دیا یا تجھسے اجارہ فسخ کیا شروع ماہ میں تو صحیح ہے بالاتفاق ہم
ایصا کی مثال یہ ہے کہ میں نے فلانے کو وصی کیا اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سوم حصہ فلانے شخص کا ہے میری موت
کے بعد قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارة بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی لا البیع مضافا للاستقبال کل
من کان تملیکا للحال مثل البیع واجازتہ وفسخہ والقسمة والشرکة والہبة والنکاح والرجعة والصلح عن مال والابراء عن الدین وقد مر نظمہ
متفرقات البیوع بیع نہیں مضاف بزمان مستقبل جو شی کہ فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اسکی اجازت اور فسخ کے اور مانند قسمت اور شرکت
اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین کے اور یہ مذکور ہو چکا کتاب البیوع کے متفرقات میں ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی نے
غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ پیرو سے اس بیع کی اجازت دی اور صلح میں داخل ہیں کل صلح گرمان کی قید سے دم عمد کی صلح نکلگئی ہے اسواسطے کہ
اسکی اضافت زمان مستقبل کی طرف صحیح ہے زاد ابن الملک فی شرحہ من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخہا والا فسخ کان علی المستاجر المسمی

یہ یعنی اجرت مثل سے زیادہ ہو گئی خود بخود و بدون اس بات کے کہ کوئی اسکو ٹھیرا وے تو متولی کو اجارہ وقف کا فسخ کرنا جائز ہے اور جب تک
متولی فسخ نہ کرے گا تو مستاجر پر اجرت معینہ لازم ہوگی اسی قول کا فتوے ہے فسخ العقد بتعجیل البدل فللمعجل حبس المبدل حتی یستوفی
مال البدل صحیحا کان العقد او فاسدا لان العین فی ید المستاجر فالحبس [illegible] موجر نے عقد اجارہ فسخ کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والے کو
حبس مبدل یعنی اجارہ کی چیز روک رکھنا جائز ہے یہاں تک کہ عوض کا مال پھیر لے خواہ عقد صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتھ
مین ہو تو اسکو پاس رکھنا چاہیے استاجر مشغولا او فارغا صح فی الفارغ فقط لا المشغول لامر لکن حرر محشی الاشباہ ان الراجح صحتہ اجارۃ
المشغول و یومر بالتفریغ والتسلیم بالمکن فیہ ضرر فلہ فسخہا فسخہ اجارہ لیا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہے فقط خالی چیز مین نہ مشغول مین
چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی ہے کہ قول راجح یہ ہے کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہے اور موجر کو امر ہوگا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا
اور تسلیم کا جبکہ خالی کرنے مین ضرر نہو تو اسکو اسکا اجارہ فسخ کر دینا جائز ہے سو خبردار رہنا استاجر شاۃ لارضاع ولدہ او جدیہ لم یجز
لعدم العرف بکری اجارہ لی اپنے لڑکے کے دودھ پلانے کو یا اپنی بکری کے بچے کے دودھ پلانے کو تو اجارہ جائز نہین [illegible] عرف واج کے
المستاجر فاسدا فاجر صحیحا جازت او بعد قبضہ فی الاصح منیہ وقیل لا وتقدم الکل فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جب کہ اور شخص کو اجارہ
صحیح دے تو اجارہ جائز ہے اگر اجارہ دیا بعد اسکے قبضہ کرنے کے قول اصح مین کذا فی المنیہ اور قول ضعیف ہے کہ اجارہ [illegible] صحیح نہیں اور سب
مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہو چکے اور یہ سب مسائل اشباہ مین مذکور ہین فروع مسائل متفرقہ شارح کے علم ان الہبۃ [illegible] بشرط الاجارۃ
فہی صحیحۃ لان العبرۃ للمعانی وقد مناہ فی الہبۃ دریافت کرو کہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطون کے ساتھ واقع ہو تو اجارہ صحیح ہے [illegible] اعتبار
معانی کا ہے نہ فقط لفظ کا اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الہبہ مین ہم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو زمین دے [illegible] اس طرح کہ
بادشاہ کہے مین نے تجکو یہ زمین معاف کردی ہر سال اسقدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہے نہ معافی کذا فی الطحطاوی [illegible] بیان الاجر والمدۃ
صحیح ہے اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھ استاجر شیئا لینتفع بہ خارج المصر فانتفع بہ فی المصر فان کان ثوبا لزم الاجر وان کان
دابۃ لا ایک چیز اجارہ لی تا اس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جاکر پھر اسنے شہر ہی مین فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کپڑا ہو تو اجرت لازم ہوگی
اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہین ساقہا ولم یرکبہا لزم الاجر الا لعذر بہا مستاجر جانور کو ہانک لے گیا اور اسپر سوار نہوا تو اجرت لازم ہوگی لیکن اگر
جانور مین کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلا اسکی پیٹھ لگی ہو تو اجرت لازم نہین ہے یعنی سواری کے واسطے اجارہ لیا اور سوار نہوا تو اسکا قصور ہے
اخطا الکاتب فی البعض ان الخطا فی کل ورقۃ خیر ان شاء اخذہ واعطی اجر مثلہ او ترکہ علیہ [illegible] کاتب چوک کیا بعض سطور مین اگر خطا
ہر ورق مین ہو تو لکھانے والا مستاجر چاہے اسکو لے اور اسکی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہو یا اسکو [illegible] چھوڑ دے اور کاغذ
سے قیمت کاغذ [illegible] کذا فی الولوالجیہ وان فی البعض اعطاہ بحسابہ من المسمی اور اگر خطا بعض ورقون مین ہو تو اسکو اجرت معینہ
دے اسکے حساب کے موافق ہے یعنی جسقدر ورق صحیح لکھے ہون انکی اجرت تو ٹھہرانے کے موافق دے اور جتنے ورق غلط ہون اسکے موافق
اجرت مثل دے کذا فی الطحطاوی [illegible] یاجر اذا ظہرت الزیادۃ فی الکل استرد الاجرۃ وفی البعض بحسابہ [illegible] کی اجرت لی جب کہ
کھوٹا ہونا سب [illegible] ظاہر ہوگا تو اس سے اجرت پھیر لیگی اور بعض کے کھوٹے ہونے مین اسکے حساب سے [illegible] ہوگا
ولنی علی کذا فلہ کذا فدلہ فلہ اجر مثلہ ان مشی لاجلہ اگر مجکو فلانی چیز بتا دے تو اسکے واسطے اجرت ہے پھر اسکو بتائی تو بتانے والے کیواسطے
اجرت مثل ثابت ہے اگر بتانے والا چند قدم چلا ہو بتانے کے واسطے ولنی علی کذا فلہ کذا فہو باطل ولا اجر لہ [illegible] الموضع [illegible] شخص

مجھکو فلانی چیز بتا دے تو اُسکے واسطے اتنی اجرت ہے تو یہ باطل ہے اور بتانے والے کیواسطے کچھ اجرت نہین مگر جبکہ موضع دلالت معین کیے
ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اجارہ مذکور بلفظ ان شرط صحیح ہے اور بلفظ من شرط صحیح نہین حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ طحطاوی نے
بزازیہ سے یون نقل کیا ہے کہ ایک شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی سو اُسنے کہا کہ جو مجھکو دلالت کرے اُسپر تو اُسکے واسطے اتنی اجرت ہے تو اُسکی دو صورتین
ہین اگر اُسنے یہ کلام بسبیل عموم کے کہا اسطرح کہ من دلنی یعنی جو شخص کہ مجھکو بتا دے تو اجرت باطل ہے اسواسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل
نہین ہے جسکے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانے والے کو اجرت نہ ملیگی اور اگر یہ بسبیل خصوص کے کہا یعنی اسطرح ایک شخص معین سے کہا کہ اگر تو مجھکو
فلانی چیز بتا دے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہے تو اگر وہ شخص بتانے کے واسطے چلا اور اُسنے دلالت کی تو اُسکو اجرت مثل ملیگی بتانے کیواسطے
چلنے کے سبب سے اسواسطے کہ چلنا ایسا عمل ہے جسپر استحقاق اجرت ثابت ہوتا ہے عقد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہین لہذا اجرت مثل
واجب ہوگی نہ اجرت معینہ اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عدم اجر خصوص میں بھی ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارہ تعیین اور چلنے پر ہے
نہ لفظ ان اور من کی تعبیر پر اور اشباہ کی لکھی عبارت جائز ہے کہ مانند ہے کذا فی الطحطاوی مستاجرہ حوض عشرۃ فی عشرۃ و بین العمق لحفرہ خمسۃ فی خمسۃ
کان لہ ربع الاجر الکل مین الاشباہ اجارہ لیا دہ در دہ حوض کے کھودنے کا اور اُسکا عمق بیان کر دیا مثلاً ۱۰ ہاتھ گہرا پھر اسنے دو دہ ہاتھ میں کھودا تو اُس کے واسطے چوتھائی مزدوری ثابت ہوگی یہ مسائل اشباہ سے منقول ہین ہم چوتھائی مزدوری اسواسطے ہوئی کہ دہ در دہ
یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کے سو ہاتھ مکسر ہوتے ہین تو پنج در پنج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ مکسر ہوتے اور پچیس
چوتھائی ہے سو کی تو جو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت لازم ہوئی معلوم ہوا کہ اسباع مین ضرب معتبر ہے نہ مثل طلاق کے کذا فی الطحطاوی وفیہا اجارۃ الطریق
المرور ان بین المدۃ قلت وفی حاشیتہا ناقلا عن المختار شرح صحیح اور اشباہ مین ہے کہ جائز ہے اجارہ لینا راہ کا چلنے کے واسطے اگر مدت مرور بیان کیجاوے
مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور یہی مختار ہے کذا فی شرح المجمع ہم جواز اجارہ طریق اس صورت مین ہے کہ سب طریق ایک شخص کا مالک
مین ہو کذا فی الطحطاوی وفی الاخبار من دلنی علی کذا فلہ کذا فہو باطل لان الاجر بتعیین بدلالتہ اور اختیار مین ہے کہ مستاجر نے کہا کہ جو شخص مجھکو فلانی چیز بتا دے تو اسکا اتنا
اجر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ اجر متعین ہو جاتا ہے اسکے بتانے سے ہم اور اسیطرح سیر الکبیر مین ہے اور عنقریب یہ مذکور ہو چکا کہ مراد یہ ہے کہ اس کلام کا مخاطب معین ہے اور
اُسکی جانب سے قبول پایا گیا ہے چنانچہ متعین ہونا اجر کا اُسکی دلالت سے اس مراد پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اجرت مسمی مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ
ابی السعود علی الاشباہ وفی الغایۃ داری لک اجارۃ ہبۃ صحت غیر لازمۃ فلکل فسخہا ولو بعد القبض ملخصا اور تاتارخانیہ کی غایۃ البیان مین ہے کہ میرا گھر تیرے
واسطے اجارہ ہے ہبہ تو اجارہ غیر لازم صحیح ہے تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اسکا فسخ کرنا جائز ہے اگرچہ فسخ بعد قبض مستاجر واقع ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی
طرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبہ اجارہ پر مقدم کرے کذا فی غایۃ البیان ایضاً اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ ہبہ کے
سبب سے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا فی الطحطاوی وفی لزوم الاجارۃ المضافۃ تصحیحان لکن عدم لزومہا بان علیہ الفتوی اور اجارہ مضافہ
کے لزوم مین یعنی جو اجارہ کہ مضاف بزمان مستقبل ہے اُسکے لزوم مین دو قول صحیح ہین اور عدم لزوم کے قول کی اسطرح تاکید کی گئی ہے کہ عدم لزوم پر فتوی ہے
وفی المجتبی لا تجوز اجارۃ البناء وعن محمد تجوز لو ینتفع بہ کجدار و سقف وبہ یفتی اور مجتبی مین ہے کہ اجارہ عمارت کا بدون زمین کے جائز نہین اور محمد سے
ایک روایت مین اجارہ مذکورہ جائز ہے اگر عمارت سے نفع حاصل ہو چنانچہ دیوار اور چھت اور اسی قول پر فتوی ہے ہم خلاصہ مین ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ زمین کا
بدون عمارت اور عمارت کا اجارہ بدون زمین کے صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ومنہ اجارۃ بناء مکۃ وکرہ اجارۃ ارضہا اور اسی قسم سے اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت کا
اور اسکی زمین کا اجارہ مکروہ ہے ہم مختارات النوازل مین ہے کہ بنا مکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ مین کچھ مضائقہ نہین اور وہان کی زمین کی بیع امام کے نزدیک

مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور امام سے بھی ایسی ایک روایت ہے کذا فی الطحاوی عن شرح الاسبیجابی والذخیرۃ فی الاسبیجابی سے وفی
الکافی والخیاری قولان والبناء کالرحی الکبری وکذا اذا اجرها لیس لو ... اور وہ باتیں ہیں جو دستے اور باز کے اجارہ میں اختلاف ہے جیسے کہ معقول کی
عمارت میں اختلاف ہے اسواسطے کہ وہاں کی زمین کا اجارہ نہیں ہوتا ہے کتے اور باز میں اگر مدت مذکور ہو تو بعضوں کے نزدیک اجارہ جائز ہے
اور بلی کا اجارہ چوہے پکڑنے کیواسطے بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحاوی ولو دفع الدلال ثوبا لتاجر لیقلبه لو راج لیس تغییر اور اگر دلال نے
وہ کپڑا جسکو بیچ کے واسطے لیے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کو جاوے تو دلال بری ہوا ان لم یدن ومن قال لمعدی ان سافرت فانحن بعملته او
ماسال رفقا قائلہ کروا اور جس مستاجر نے موجر سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ سفر کروں سو اجارہ کو فسخ کرتا ہوں تو اسکو قسم دے یا اسکے رفیقوں سے سوال کرے یا وہ
بیان کریں ہم یعنی اگر مستاجر سفر کرنے کا اظہار کرے اور فسخ اجارہ چاہے اور موجر کہے کہ یہ سفر نہیں کریگا فسخ اجارہ کے واسطے حیلہ انگیزی کرتا
ہے تو قاضی مستاجر سے سفر جانے کی قسم لے یا اہل قافلہ سے پوچھے کہ تمہارے ساتھ مستاجر کیا سفر کو جانے والا ہے یا نہیں اگر وہ کہیں کہ ہاں تو عذر فسخ ثابت
ہوگا فیفسخ من ترک التجارۃ وما اکری ولو کان فی بعض الطریق وموجر ... کہ عنہما او باب منہا معین ... والفرق ... اور ترک تجارت
سے فسخ ہوگا اجارہ اس جانور کا جسکو سوداگر نے کرایہ لیا اگرچہ ترک تجارت کچھ راہ چلکر واقع ہوا اور موجر کو اجارہ فسخ کرنا جائز ہے اگر معین اونٹوں کے اجارہ
میں ایک معین اونٹ مر جائے اور ابو یوسف نے مطلق کہا ہے یعنی اونٹ معین ہوں خواہ غیر معین ہر کیف فسخ جائز ہے اور یہ قول ابو یوسف کا صحت
کے ساتھ مذکور ہے یعنی قول ضعیف ہے لائق عمل کے نہیں ہم یعنی اگر موجر نے معین دو اونٹوں کا کرایہ کیا سواری اور بوجھ لادنے کو پھر اونٹ مر گئے تو اجارہ
فسخ ہو گیا اور اگر بلا تعیین اونٹوں کا اجارہ ہوا اور موجر نے مستاجر کو اونٹ تسلیم کیے تو اسکے مر جانے سے اجارہ فسخ نہ ہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ خاص
اونٹوں پر واقع نہیں ہوا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اور اونٹ لا دے اور یہ جو ناطفی نے کہا کہ موجر کو فسخ کا اختیار ہے اسکی کچھ حاجت نہیں ہے اسواسطے کہ اجارہ خود بخود
فسخ ہو جاتا ہے متعین کی موت سے کذا فی الطحاوی والجارزی ... من الکل جائز ولو ان المریض من ولکه اکثر اور اجارہ دینا بیمار کا تمام مال سے
جائز ہے اگرچہ اجرت مثل اسکے ... سے زیادہ ترجم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا ہیکی مال مثلا پانچ اونٹ ہیں اور وہ شخص بیمار بمرض الموت ہے اور
اسپر دیون ہیں اور اسکے وارث ہیں سو بیمار مذکور نے پانچوں اونٹ اجارہ دیئے اجرت مثل سے کمتر کو تو اجارہ مذکور جائز ہے اسواسطے کہ بیمار کا وہ تصرف
جائز نہیں جسمیں ارباب دیون اور وارثوں کا حق متعلق ہوا اور انکا حق تو اعیان سے متعلق ہے نہ منافع سے اسواسطے کہ منافع بعد موت کے باقی نہیں
رہتے تا تعلق حق متصور ہو کذا فی الطحاوی عن عبدالبر تصرف ومن مات مدیونا واجر عقارہ ... فوفاہ للمستاجر الحبس اجدر اور جو شخص مدیون مر گیا اور اس نے
اپنا مال غیر منقول اجارہ دیا اور اسکی اجرت پیشگی بھر لی تو مستاجر کو حبس لائق تر ہے ہم یعنی تا انقضاء مدت اجارہ مستاجر استیفاء منافع کریگا بعد اسکے
ارباب دیون اس میں خیرہ میں اپنا تصرف کرینگے واللہ اعلم و استغفر اللہ الکریم

کتاب المکاتب

یہ کتاب ہے غلام مکاتب کے احکام میں مناسبتہ للاجارۃ ان فی کل منہا مالک الرقبۃ شخص ومنفعتہ لغیرہ کتاب المکاتب کی مناسبت تو بالاجارہ سے یہ ہے کہ دونوں
میں رقبہ تو ایک شخص کا مملوک ہے اور منفعت اسکی غیر شخص کو ملی مکاتب کا رقبہ مولی کا مملوک ہے اور منفعت مکاتب کی اور اجارہ میں رقبہ اجیر اپنی ملک ہے اور منفعت مستاجر کی الکتابۃ
من الکتب وہی جمع الحروف سمی بہ لان فیہ ضم حریۃ الید الی حریۃ الرقبۃ کتابت لغت میں کتب بالفتح سے مشتق ہے اور کتب عبارت ہے جمع حروف سے اور کتابت کو
کتابت اسواسطے نام رکھا کہ اسمیں حریت ید کو حریت رقبہ کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہے ... یوں کہنا کہ کتب ... یعنی جمع حروف
اسواسطے کہ جمع حروف کتابت کی تفسیر ہے کتب کی ... مکاتب ... اسکی کتب ...

ہے اور کتب عبارت ہے جمع سے اور اُسی سے ہے کتیبہ یعنی وہ لقمہ مجتمعہ لشکر کا اور اُسی سے ہے کتاب اسواسطے کہ وہ جامع ہے ابواب و فصول کی اور اسی سے ہے کتابت یعنی لکھنا اسواسطے کہ وہ جامع ہے حروف کی اور اُس عقد کا کتابت اور مکاتبہ اسواسطے نام رکھا کہ آیت الا ماہو خیر ہے یعنی کتابت رجعت کے ساتھ یا اسواسطے کہ اسمین دو قسطین یا زیادہ مجتمع ہوتی ہین یا اسواسطے کہ غلام اور مولی دستاویز لکھدیتے ہین اور یہی وجہ ظاہر ہے اور یہی ہے شرعاً تحریر المملوک یداً ای من جہۃ الید حالا و رقبۃ مالا یعنی عند اداء البدل حتی یادا داوہ حالا اعتق حالا اور شرع مین کتابت عبارت ہے مملوک کے فی الحال آزاد کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اُسکی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے یعنی بدل کتابت کے ادا کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتابت کے فی الحال بدل کتابت ادا کردے تو فوراً آزاد ہوجائیگا یعنی جب مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تجھکو مکاتب کیا سو درم پر مثلاً یعنی اگر سو درم کو ادا کرے تو آزاد ہوجاے تو بمجرد اس کلام کے غلام آزاد ہوگیا تصرف کی راہ سے یعنی جسطرح آزاد لوگ خرید و فروخت اور نوکری چاکری مین بطور خود تصرف کرتے ہین ویسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کریگا اسمین مولی کے اذن کی حاجت نہین اور جب سو درم ادا کریگا تو اسکی ذات آزاد ہوجائیگی تو مکاتب عبد اور حر دونون سے مشابہ ہے عبد سے اسواسطے مشابہ ہے کہ ہنوز اسکی گردن آزاد نہین تا ادا سے بدل کتابت اور حر سے اسواسطے مشابہ ہے کہ آزاد کی طرح اپنے کمائی اور اپنی کمائی کا مالک ہوتا ہے و رکنہا الایجاب والقبول بلفظ الکتابۃ او بما یؤدی معناہ اور کتابت کا رکن ایجاب اور قبول ہے بلفظ کتابت یا جو لفظ کہ موصل ہو معنی کتابت ہو مثلاً مولی کہے غلام سے کہ مین نے تجھکو مکاتب کیا یا تیرے ساتھ عقد کتابت منعقد کی اور غلام اسکو قبول کرے اور ہم معنی کتابت کی یہ مثال ہے کہ مولی کہے کہ مین نے تجھپر ہزار درم مقرر کیے تو اسکو ادا کریگا اون کے مجکو ہزار درم ہر مہینے مین سو درم کرکے ادا کرا اور تو آزاد ہے ایجاب و قبول کی قید سے تعلیق عتق کتابت سے خارج ہوگئی اور لفظ کتابت کی قید سے اعتاق علی المال خارج ہوگیا اور فرق معنوی یہ ہے کہ مکاتب عجز سے پھر رقیق ہوجاتا ہے اور معتق علی المال نہین شرطہا کون البدل المذکور فیہا معلوما قدرہ و جنسہ و کون الرق فی المحل قائما اور کتابت کی شرط ہونا ہے اُس بدل کا جو کتابت مین مذکور ہو معلوم القدر والجنس اور ہونا رق کا محل مین یعنی ذات مملوک مین قائم ہو اور اگر بدل کی مقدار و جنس معلوم نہو تو کتابت فاسد ہے اسواسطے کہ جہالت باعث نزاع ہے برابر ہے کہ بدل مال ہو یا منفعت کذا فی الدرر لا کونہ منجما او مؤجلا لصحتہا بالحال یعنی بدل کا منجم یا مؤجل ہونا بسبب صحیح ہونے کتابت کے فی الحال کے ادا کرنے سے ہم یعنی بدل کا منجم یا مؤجل ہونا کتابت کی شرط نہین منجم اور مؤجل مین فرق یہ ہے کہ مؤجل وہ کہ تمام مال کی ایک مدت مقرر ہو اور منجم وہ ہے کہ جسکی کئی مدتین ہون مثلاً ہزار درم کی دس قسطین ہر سو درم کی مدت ایک مہینہ وحکمہا فی جانب العبد انفکاک الحجر فی الحال و ثبوت الحریۃ فی حق الید لا الرقبۃ الا بالاداء اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام کی جانب مین دو ہین ہونا عدم تصرف کا فی الحال اور ثابت ہونا آزادی کا تصرف کرنے کے حق مین نہ گردن کے حق مین مگر ادا سے بدل کتابت سے و فی جانب المولی ثبوت ولایۃ مطالبۃ البدل فی الحال ان کانت حالۃ والملک فی البدل اذا قبضہ و عودہ للملک اذا عجز اور اثر مترتب مولی کی جانب مین ثابت ہونا مطالبہ بدل کی ولایت کا فی الحال اگر کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جبکہ اُسپر مولی قبض کرے اور غلام کا پھرنا مولی کے ملک کی طرف جبکہ وہ ادا سے بدل کتابت سے عاجز ہو کاتب قنہ ولو قن صغیرا یعقل بمال حال ای نقد کلہ او مؤجل کلہ او منجم ای مقسط علی اشہر معلومۃ او قال جعلت علیک الفا تؤدیہ نجوما اولہا کذا و اخرہا کذا فان ادیتہ فانت حر و ان عجزت فقن و قبل العبد ذلک صح و صار مکاتبا لاطلاق قولہ تعالی فکاتبوہم مکاتب کیا اپنے غلام کو اگرچہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید و فروخت کو سمجھتا ہو مکاتب کیا بعوض مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا سب مال مؤجل ہو یا منجم ہو یعنی اسکی قسطین مقرر ہوگئی ہون یعنی مہینون پر یا مولی نے یون کہا کہ مین نے تجھپر ہزار درم مقرر کیے جنکو تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ ہے اور آخر قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کریگا تو تو آزاد ہے اور اگر تو ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو تو غلام ہے اور اسکو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہے اور وہ غلام مکاتب

ہو جانے گا بسبب مطابق ہونے قول حق تعالیٰ کے اس قول کے کہ فکاتبوھم یعنی غلاموں کو مکاتب کرو ھم یعنی مرقا ای غلام صغیرا و کبیرا و ربالی نقدا او
سو جل ہو ضمیر ھم سب کو شامل ہے والامر للندب علی الصحیح اور امر کتابت کا استحباب کیواسطے ہے بنا بر قول صحیح کے نہ وجوب کیواسطے چنانچہ داؤد ظاہری کا
مذہب ہے اور نہ اباحت کا چنانچہ بعض علماء حنفیہ سمجھے ہیں والمراد بالخیر ان لا یضر بالمسلمین بعد العتق اور خیر سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو غلام ضرر نہ پہنچائے
آزاد ہونیکے بعد ھم یعنی یہ جو قرآن شریف میں وارد ہے کہ اگر تم غلاموں میں خیر سمجھو تو انکو مکاتب کرو تو خیر سے مراد عدم مضرت مسلمین ہے فان کان یضر
فالافضل ترکہ تو اگر آزاد ہونے کے بعد مسلمانوں کو ضرر پہنچاوے تو افضل یہ ہے کہ اسکو مکاتب نہ کرے ولو فعل صح اور اگر باوجود اسکے مکاتب کریگا
تو صحیح ہوگا ولو کاتب نصف عبدہ جاز ونصفہ الآخر ماذون لہ فی التجارۃ ولو اراد منعہ لیس لہ ذلک کیلا یبطل علی العبد حق العتق وتمامہ فی التتارخانیۃ
اور اگر اپنے نصف غلام کو مکاتب کیا تو جائز ہے اور نصف باقی ماذون لہ فی التجارۃ ہوگا اور اگر مولیٰ اسکو منع کرنا چاہے تو اسکو جائز نہیں تاکہ غلام کا
حق عتق باطل ہو جاوے اور پورا بیان اسکا تاتارخانیہ میں ہے واذا صحت الکتابۃ خرج من یدہ دون ملکہ حتی یؤدی کل البدل لحدیث ابی داؤد
المکاتب عبد ما بقی علیہ درھم اور جبکہ کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب نکلگیا مولیٰ کے ہاتھ سے یعنی اسکے تصرف سے نہ اسکی ملک سے یہانتک کہ
تمام بدل کتابت ادا کرے بدلیل حدیث ابی داؤد کہ مکاتب غلام ہے جبتک کہ اسپر ایک درہم باقی رہے ھم اور یہی مذہب ہے زید بن ثابت کا اور اسی پر
عمل ہے علماء امصار کا ثم فرع علیہ بقولہ وغرم المولی العقر ان وطی مکاتبتہ لحرمتہ علیہ پھر مصنف نے تفریع تصرف مولیٰ پر تفریع کی اپنے اس قول سے
اور تاوان دے مولیٰ عقر قیمت کا اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے بسبب حرام ہونے وطی مکاتبہ کے مولیٰ پر ھم عقر آزاد عورت میں مہر مثل ہے اور
لونڈی میں اسکی قیمت کا دسوان حصہ اگر وہ باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہو تو بیسوان حصہ قیمت کا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او جنی علیھا فانہ یغرم ارشھا او
مکاتبہ پر جنایت کرے یعنی اسکو قتل کرے تو اسکی دیت کا تاوان دے او جنی علی ولدھا یا مکاتبہ کے ولد کو مولیٰ قتل کرے تو دیت دے او
اتلف المولی مالھا لانہ بعقد الکتابۃ صار کل منھما کالاجنبی نعم لا حد ولا قود علی المولی للشبھۃ یا مولیٰ مکاتبہ کا مال تلف کرے تو تاوان دے اسواسطے کہ عقد
کتابت کے سبب سے مولیٰ اور مملوک ہر ایک اجنبی کے مانند ہوگیا ہاں یہ البتہ ہے کہ مولیٰ پر حد نہیں وطی سے اور قصاص نہیں قتل سے بسبب شبہ ملک کے
کذا فی العینی ولو اعتقہ عتق مجانا لاسقاط حقہ اور اگر مولیٰ مکاتب کو آزاد کردے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ تو
کا حق ہے سو اسکو اسکے اسقاط میں اختیار ہے بلا اخذ بدل وفسدان کاتبہ علی خمر او خنزیر لعدم مالیتہ فی حق المسلم فلو کانا ذمیین جاز اور فاسد ہوگی
کتابت اگر مولیٰ نے غلام کو مکاتب کیا شراب یا سور پر اسکے مال نہونے سے مسلمان کے حق میں تو اگر میاں اور غلام دونوں ذمی ہوں تو کتابت
مذکورہ جائز ہے ھم کتابت جائزہ اور فاسدہ میں فرق یہ ہے کہ فاسدہ میں مولیٰ کو اختیار ہے کہ اسکو پھر غلام بنادے اور کتابت کو فسخ کردے بدون
رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ میں بلا رضامندی غلام کے فسخ جائز نہیں اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونوں میں بلا رضامندی مولیٰ کے
فسخ جائز ہے کذا فی غایۃ البیان او علی قیمتہ ای قیمۃ نفس العبد لجھالۃ القدر یا کتابت فاسد ہے اسکی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول
ہونے اسکی مقدار کے ھم یعنی قیمت کی مقدار مجہول ہے اسواسطے کہ تعیین قیمت یعنی مالیت میں قیمت کرنے والے مختلف ہوتے ہیں او علی عین
معینۃ لغیرہ لعجزہ عن تسلیم ملک الغیر یا کتابت فاسد ہے غیر شخص کی معین چیز پر بسبب عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ھم معین کی قید سے
نقود خارج ہوگئے تو اگر غیر کے نقد پر کتابت ہو تو جائز ہے اسواسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ میں نقود متعین نہیں ہوتے کذا فی الطحطاوی او علی مائۃ دینار
لیرد سیدہ علیہ وصیفا غیر معین لجھالۃ القدر یا کتابت فاسد ہے سو دینار پر تاکہ اسکا مولیٰ اسکو ایک غلام نابالغ غیر معین پھیر دے بسبب مجہول
ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اسواسطے کہ غلام مذکور کا استثنا دنانیر سے ممکن نہیں مگر باعتبار قیمت کے اور بعدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہے اور

اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی فهو ای عقد الکتابة فاسد فی الکل لما ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سب صورتون
مذکورہ مین فاسد ہے ان وجوہ کے سبب سے جنکو ہمنے ذکر کیا فان ادی المکاتب الخمر عتق بالاداء وکذا الخنزیر لمالیتهما فی الجملة وسعی فی
قیمته بالغة ما بلغت یعنی قبل ان تبرا فما للقاضی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت مین مکاتب شراب اور اسیطرح سور ادا کرے تو آزاد ہو جائیگا بسبب
مال ہونے شراب اور سور کے فی الجملہ یعنی اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک مال نہین لیکن کافرون کے نزدیک مال ہے اور کوشش کرے مکاتب مذکور
اپنی قیمت مین جسقدر کہ اسکی قیمت ہو قبل اس بات کے کہ اسکا امر قاضی کے پاس ہوا ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی قیمت ادا کرنے سے قبل
ابطال قاضی آزاد ہوگا اسواسطے کہ قبل دفع عین قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کالعدم ہے کذا فی الطحطاوی والحکم انه متی سمی مالا وفسدت
الکتابة بوجه من الوجوه لم ینقص من المسمی بل یزاد علیه اور معلوم کر جبکہ مال مسمی ہو اور کتابت فاسد ہو جاوے کسی وجہ سے وجوہ مفسدہ
تو مال مسمی سے نقصان نہ کیا جائیگا بلکہ اسپر زیادہ کیا جائیگا ولو کاتبه علی میتة ونحوها کالدم بطل العقد لعدم مالیتهما اصلا عند احد فلا یعتق بالاداء
الا اذا علقه بالشرط صریحا فیعتق بالشرط لا بالعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مردار پر یا مثل اسکے جیسا کہ خون ہے تو کتابت باطل ہوگی اسواسطے کہ
مردار اور خون اصلا مال نہین کسی کے نزدیک تو مکاتب آزاد نہ ہوگا مردار اور خون کے ادا کرنے سے مگر جبکہ مولی صریح شرط کے ساتھ عتق کو معلق
کرے تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے یعنی اگر مولی نے یون کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون مجکو دے تو تو مکاتب
ہے پھر وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے وصح العقد علی حیوان بین جنسه فقط لا نوعه
وصفته ویؤدی الوسط او قیمته ویجبر علی قبولها اور عقد کتابت صحیح ہے اس جانور پر کہ فقط جنس بیان ہوئی نہ اسکی نوع اور صفت اور مکاتب
اس جنس کا متوسط حیوان یا اسکی قیمت ادا کرے اور اگر مولی انکار کرے تو قبول قیمت پر اسپر زبردستی ہوگی وصح ایضا من کافر کاتب قنا
کافرا مثله علی خمر لمالیتها عندهم معلومة ای مقدرة لیعلم البدل اور صحیح ہے کتابت مالک کافر سے بھی جسنے اپنا سا کافر غلام مکاتب کیا شراب معلوم اور
اندازہ پر تاکہ بدل معلوم ہو جاوے مجہول باقی نہ رہے شراب پر اسواسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافرون کے نزدیک مال ہے وای منهما
والعبد اسلم فله قیمة الخمر وعتق بقبضها لتعلیق عتقه باداء الخمر لکن مع ذلک یسعی فی قیمته کما مر اور مالک اور غلام سے جو شخص اسلام قبول کریگا تو شراب
کی قیمت دینی اسکو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر لیکن باوجود اسکے
غلام کوشش کرے اپنی قیمت کے دینے مین چنانچہ عنقریب گذر گیا وصح ایضا علی خدمته شهرا ای للمولی او لغیره اور کتابت صحیح ہے ایک مہینے
مولی کی خدمت یا غیر مولی کی خدمت پر بھی وعلی حفر بئر وبناء دار اذا بین قدر المعمول والآجر بما یرفع النزاع لحصول الرکن والشرط یا کتابت صحیح ہے کنوئین کھودنے
یا گھر کے بنانے پر جبکہ بنائی چیز اور اینٹون کی مقدار کا اسطرح بیان ہو جاوے کہ نزاع کو رفع کردے بسبب حاصل ہونے رکن و شرط کتابت
کے ہم رکن ایجاب و قبول ہے اور شرط معلوم ہونا بدل کا ولا تفسد الکتابة بشرط لشبهها بالنکاح ابتداء لانها مبادلة بغیر مال وهو التصرف کتابت
فاسد نہین ہوتی شرطون سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتدا کے اسواسطے کہ کتابت مبادلہ ہے غیر مال سے اور غیر مال آزادی
غلام ہے ہم اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر باین شرط کہ غلام شہر سے باہر نجاوے تو شرط باطل ہے اور عقد صحیح ہے اسواسطے کہ کتابت
باعتبار ابتدا عقد کے نکاح سے مشابہ ہے یعنی جسطرح نکاح مین مبادلہ مال کا ہوتا ہے غیر مال سے یعنی بضع سے اسیطرح کتابت مین بھی مبادلہ
غیر مال سے ہے یعنی آزادون کا سا تصرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہین ہوتا شرطون سے ویسی ہی کتابت بھی فاسد نہین ہوتی الا ان
یکون الشرط فی صلب العقد فتفسد لشبهها بالبیع انتهاء لانه فی البدل هذا هو الاصل مگر یہ کہ شرط صلب عقد یعنی عقد کتابت کے اندر واقع ہو

تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے ہو اسواسطے کہ فساد و بدل میں واقع ہوا ہی قاعدہ کلیہ ہی مطلب یہ عقد میں شرط ہونا چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر شرط ہو یا شراب یا سور پر کتابت ہو کتابت بیع سے اسواسطے مشابہ ہو کہ مبادلہ ہی مال کا مال سے انجام کار میں تو جیسے بیع فاسد ہو جاتی ہی شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جبکہ شرط صلب عقد میں ہو

باب ما یجوز للمکاتب ان یفعلہ

و مالا یجوز یہ باب ہی ان افعال میں جنکا کرنا مکاتب کو جائز ہی اور جو افعال کہ جائز نہیں للمکاتب البیع و الشراء و لو بمحاباۃ یسیرۃ مکاتب کو خرید فروخت جائز ہی اگرچہ خرید فروخت بنقصان قلیل ہو ہم اسواسطے کہ سوداگروں کا طریقہ یہ ہی کہ ایک معاملہ میں کم نقصان قبول کرتے ہیں تاکہ دوسرے میں فائدہ حاصل کریں کذا فی الدرر و السفر وان شرط المولی عدمہ اور مکاتب کو سفر کرنا جائز ہی اگرچہ مولی نے عدم سفر شرط کیا ہو یعنی اسواسطے کہ سفر میں سوداگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہی تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا و تزویج امتہ و کتابۃ عبدہ اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا جیسی سے اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہی ہم اسواسطے کہ نکاح سے مہر و نفقہ ثابت ہوگا اور کتابت تو بیع کے مانند نافع ہی بلکہ اس سے زیادہ تر والولاء لہ ان ادی الثانی بعد عتقہ اور ولاء یعنی میراث مکاتب ثانی کی مکاتب اول کے واسطے ہی اگر مکاتب ثانی بدل کتابت اوا کرے مکاتب اول کے آزاد ہو جانیکے بعد و الا بان اداہ قبلہ او ادیا معا فلسیدہ اور مکاتب ثانی نے ادا نہ کیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد بلکہ قبل اسکی آزادی کے ادا کیا یا دونوں نے ساتھ ہی بدل کتابت ادا کیا تو اسکا مولی یعنی پہلا مالک دونوں مکاتبوں کی میراث لیگا لا التزوج بغیر اذن مولاہ مکاتب کو نکاح کرنا اپنے مولی کی اجازت کے بدون جائز نہیں یعنی اسواسطے کہ یہ کسب میں داخل نہیں اور اسمیں مولی کا ضرر بھی ہی کہ مہر مکاتب کی گردن پر لازم ہوگا و لا الہبۃ و لو بعوض و لا التصدق الا بیسیر منہما اور نہ ہبہ کرنا مکاتب کو جائز ہی اگرچہ ہبہ بالعوض ہو اور نہ خیرات کرنا جائز ہی مگر ہبہ قلیل اور خیرات کمتر جائز ہی ہم ذخیرہ میں ہی کہ ہبہ اور خیرات بقدر ایک پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہی اور طعام موجود سے ضیافت یسیرہ درست ہی و لا التکفل مطلقا و لو باذن مولاہ بنفس لانہ تبرع اور نہ مکاتب کو ضامن ہونا جائز ہی مطلقا اگرچہ مولی کے اذن سے ضامن بنفسی کرے اسواسطے کہ ضامنی تبرع ہی اور مکاتب تبرع کا اہل نہیں ہی و لا الاقراض و اعتاق عبدہ و لو بمال اور نہ مکاتب کو قرض دینا اور اپنے غلام کو آزاد کرنا جائز ہی اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو و بیع نفسہ منہ اور نہ بیچنا جائز ہی غلام کی ذات کا غلام سے اسواسطے کہ یہ فی الحقیقۃ اعتاق علی المال ہی و تزویج عبدہ لتضمنہ بالمہر و النفقۃ اور نہ مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنا جائز ہی بسبب ناقص ہو جانے غلام کے زوجہ کے مہر اور نفقہ لازم ہونے سے ہم مکاتب کو اپنے غلام کی تزویج نہ اپنی لونڈی سے درست ہی نہ غیر کی لونڈی سے نہ حرہ سے و الاب و الوصی و القاضی و امینہ فی رقیق صغیر تحت حجرہم کالمکاتب فیما ذکر اور باپ اور وصی اور قاضی اور اسکا امین اس صغیر کے غلام میں جو انکی پرورش میں ہی مکاتب کے مانند ہیں تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی میں یعنی باپ یا قاضی یا صغیر کی لونڈی کا نکاح اور اسکے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہی اور اعتاق عبد اور عبد کو اسکے ہاتھ بیچنا اور غلام کا نکاح کر دینا جائز نہیں بخلاف مضارب و ماذون و شریک و لو مفاوضۃ علی الاشبہ لاختصاص تصرفہم بالتجارۃ بخلاف مضارب اور عبد ماذون اور شریک کے اگرچہ شرکت مفاوضہ ہو بنا بر قول اشبہ یعنی مضارب اور ماذون اور شریک لونڈی کی تزویج کے مالک نہیں اسواسطے کہ انکا تصرف تجارت میں منحصر ہی اور باپ اور قاضی کا تصرف تجارت اور غیر تجارت دونوں کو شامل ہی و لو اشتری اباہ او ابنہ تکاتب علیہ تبعا لہ و الاصل ان من یعتق علی الحر یتکاتب علی المکاتب و الا فلا اور اگر مکاتب نے اپنا باپ یا بیٹا خرید کیا تو وہ بھی اسکی کتابت میں داخل ہوگا بتبعیت کی راہ سے باپ اور بیٹے سے قرابت ولادت مراد ہی اور قرابت سوا اسکے ہم یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا اداے بدل کتابت سے تو اسکا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر مکاتب

باب ما یجوز للمکاتب ان یفعلہ

اور اسے بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہیگا بحکم تبعیت ولو اشتری محرما بغیر الولاد کالاخ والعم لا یکاتب علیہ خلافا لہما اور مکاتب
نے اپنے محرم غیر ولاد کو خرید کیا چنانچہ بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی کتابت میں داخل نہوگا برخلاف مذہب صاحبین کے کہ انکے نزدیک
داخل ہوگا ولو اشتری ام ولدہ مع ولدہ منہا وکذا لو اشتراہا ثم شراہ جوہرۃ لم یجز بیعہا لتبعیتہا الولد ہا ولکن لا تدخل فی کتابتہ اور اگر مکاتب
نے اپنی ام ولد خرید کی اپنے اس فرزند کے ساتھ جو اسی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد کی بیع جائز نہوگی ہواسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے
تابع ہو ولیکن فرزند کی کتابت میں وہ داخل نہوگی ام ولد کے تابع ہو یعنی جسطرح ولد کی بیع جائز نہیں اسی طرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے
درست نہیں ہواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ ام ولد کو اسکے ولد نے آزاد کردیا فلا تعتق بعتقہ ولا ینفسخ نکاحہا لانہ لم یملکہا فجاز لہ ان
یطاہا بملک النکاح تو ام ولد آزاد نہوگی اسکے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خرید کرنے سے ہواسطے کہ وہ اسکا مالک نہیں ہوگیا
تو مکاتب کو جائز ہے کہ ام ولد کی وطی کرے ملک نکاح کے سبب سے نہ ملک یمین کے سبب سے وکذا المکاتبۃ اذا اشترت بعلہا اور اسیطرح لونڈی
مکاتبہ کا نکاح فسخ نہ ہوگا جبکہ وہ اپنے شوہر کو خرید کرے تو اسکے شوہر کو اسکی وطی بملک نکاح جائز ہے غیر ان لہا بیعہ مطلقا لان الحریۃ لم
من جہتہا مگر اتنا فرق ہے کہ مکاتبہ کو شوہر مذکور کی بیع مطلقا جائز ہے ہواسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہیں ہوا ہم یعنی
برخلاف مکاتب کے کہ اگر وہ اپنے ام ولد کو خرید کریگا ولد کے ساتھ تو آزادی یعنی حق آزادی کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقا سے ظاہر یہ مراد
ہے کہ بیع شوہر کی جائز ہے اگرچہ مکاتبہ اپنے ولد کو شوہر کے ساتھ خرید کرے کذا فی البحر الرائق ولو ملکہا بدونہ ای بدون الولد جاز لہ بیعہا خلافا لہما
اور مکاتب اپنے ام ولد کا مالک ہوا بدون ولد کے تو اسکو ام ولد کا بیچنا جائز ہے برخلاف مذہب صاحبین وان ولد لہ من امتہ ولد فادعاہ دخل فی کتابتہ
علیہ تبعا لہ اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہوا اسکی لونڈی سے پھر اسنے اسکی فرزندی کا دعوی کیا تو فرزند بھی اسکی کتابت میں داخل ہوگا باپ کی
تبعیت سے ہم بعضوں نے اعتراض کیا ہے کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے وطی کرنا جائز نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ نسب ملت پر موقوف نہیں چنانچہ اپنے
فرزند کی لونڈی کی وطی میں یا مشترک لونڈی کی وطی میں درصورت ادعا نسب ثابت ہوتا ہے حالانکہ وطی حلال نہیں وکان کسبہ لہ لانہ کسب کسبہ اور
مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مالک ہوگا ہواسطے کہ مکاتب کے کسب کا کسب ہے یعنی فرزند کسب ہے باپ کا تو فرزند کی کمائی کسب الکسب
ہوئی زوج المکاتب امتہ من عبدہ فکاتبہما فولدت دخل فی کتابتہا وکسبہ وقیمتہ لو قتل لہا لان تبعیتہا ارجح مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح
کردیا اپنے غلام سے پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر مکاتبہ لڑکا جنی تو لڑکا مکاتبہ کی کتابت میں داخل ہوگا اور اسکی کمائی اور اسکی قیمت اگر اسکو کوئی
قتل کرڈالے مکاتبہ کی ملک ہوگی نہ اسکے شوہر کی ہواسطے کہ ماں کی تبعیت غالب تر ہے باپ کی تبعیت سے ہم وجہ رجحان یہ کہ مولود میں وہ صفات
شرعیہ جو ماں میں ثابت ہیں چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور حریت اور ملک سرایت کرجاتی ہیں کذا فی البحر الرائق مکاتب او ماذون نکح امۃ زعمت
انہا حرۃ باذن مولاہ متعلق بنکح فولدت منہ ثم استحقت فالولد رقیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا لمحمد لانہ ولد المغرور غلام مکاتب یا ماذون نے
اپنے مولے کے اذن سے نکاح کیا اس لونڈی سے جسنے آپ کو آزاد ظاہر کیا پھر اسکے لڑکا پیدا ہوا مکاتب یا ماذون سے پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر
نکلی تو لڑکا غلام ہے لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ماذون کو لڑکا لینا قیمت دیکر جائز نہیں بخلاف محمد ہواسطے کہ وہ مغرور یعنی دھوکا کھانیوالے کا فرزند ہے
ہم محمد کا یہ مذہب ہے کہ مکاتب یا ماذون قیمت دیکر اپنے فرزند کو لیگا ہواسطے کہ اسکو دھوکا ہوا کہ لونڈی کو آزاد سمجھا لیکن انکے نزدیک قیمت دینا
مکاتب یا ماذون کے آزاد ہونیکے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی العنایۃ وخصا المغرور بالحر باجماع الصحابۃ اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھ مخصوص
کیا ہے صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دھوکا ہوجاوے تو وہ اپنے فرزند کو قیمت دیکر لیگا نہ مکاتب یا ماذون وہم شکلہ الزیلعی اور

زیلعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے اور وجہ اشکال یہ ہے کہ غلام پر جبکہ دین لازم ہوتا ہے مولی کے اذن کے سبب سے تو وہ دین مولی پر لازم ہوتا ہے اور اس سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہے اور یہاں نکاح باذن مولی مفروض ہے تو چاہیے کہ مولی پر فی الحال نہیں لازم ہو تو وہ مکاتب پر اسکے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہے اسکا جواب رازی نے یوں دیا ہے کہ مولی نے تو نکاح کا اور اسکے متعلقات یعنی مہر و نفقہ کا اذن دیا ہے نہ فریب کھانے کا تو مولی اس سے راضی نہوگا تو قیمت دینا موقوف رہیگا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو اشتری المکاتب امة شراء فاسدا فوطیها ثم ردها للفساد وشراها صحیحا فاستحقت وجب علیه العقر فی حالة الکتابة قبل عتقه لدخوله فی کتابته لان الاذن بالشراء اذن بالوطی اور اگر مکاتب نے لونڈی مول لی خرید فاسد کر کے پھر اس سے قربت کی پھر مالک کو پھیر دی فساد بیع کے سبب سے یا اسکو بخرید صحیح مول لیا یعنی پھر وطی کی سو وہ مستحق مالک غیر نکلی تو مکاتب پر عقر قیمت واجب ہوگا کتابت کی حالت میں اسکے آزاد ہونے سے پہلے داخل ہونے خرید فروخت کے اسکے عقد کتابت میں ہوا اسواسطے کہ خرید کرنے کا اذن وطی کرنیکا اذن ہے ہم لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہ ہے کہ کتابت موجب ہے خرید کی اور خرید موجب ہے سقوط حد کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہی موجب ٹھہری عقر کی نہ اسواسطے خرید کا اذن وطی کا اذن نہیں اور وطی تجارت میں داخل نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو وطیها بنکاح بلا اذن اخذ به بالعقر منذ عتق ای بعد عتقه لعدم دخولها کما مر اور مکاتب نے لونڈی کو رو سے قربت کی بواسطہ اس نکاح کے جو اسنے بلا اذن مولی کے کیا تھا تو مکاتب سے عقر لیا جائیگا شروع عتق سے یعنی مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب نہ داخل ہونے نکاح کے کتابت میں چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولی جائز نہیں والماذون کالمکاتب فیهما فی الفصلین اور غلام ماذون مکاتب کے مانند ہے دونوں فصلوں میں یعنی لونڈی مذکورہ کے شراء فاسد اور صحیح میں اور نکاح کی صورت میں وان ولدت مکاتبة من سیدها فلها الخیار ان شاءت مضت علی کتابتها واخذت العقر منه وان شاءت عجزت نفسها وهی ام ولده وثبت النسب بلا تصدیقها لانه ملکه رقبة اور جبکہ لونڈی مکاتبہ جنی اپنے مولی سے تو اسکو اختیار ہے اگر چاہے چلی جاوے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت کو قائم رکھے اور مولی سے عقر لے یا اگر چاہے اپنی ذات کو عاجز کر لے یعنی ادا سے بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولی کی ام ولد ہو اور مولی کا نسب مکاتبہ سے بدون اسکی تصدیق کے ثابت ہوگا اسواسطے کہ مکاتبہ مولی کی ملک ہے باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک نہیں ولو کاتب شخص ام ولده او مدبره صح وعتقت ام الولد مجانا بموته بالاستیلاد اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہے اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اس شخص کی موت سے بسبب استیلاد کے بلا ادا بدل کتابت وسعی المدبر فی ثلثی قیمته ان شاء او سعی فی کل البدل بموت سیده فقیرا لم یترک غیره اور سعی کرے مدبر کو اپنی قیمت کے دو ثلث میں یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت میں اپنے مالک کی محتاج ہو کر مرنے سے اسطرح کہ اسنے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا سوائے اس مدبر کے ولو دبر مکاتبه صح فان عجز بقی مدبرا والا سعی فی ثلثی قیمته ان شاء او فی ثلثی البدل بموته ای المولی معسرا لم یترک غیره اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے پھر اگر وہ ادا بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو مدبر باقی رہیگا اور اگر عاجز نہوا اور کتابت کو قائم رکھا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دو ثلث کے ادا کرنے میں اور اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث میں اپنے مولی کے اسطرح محتاج ہو کر مرنے سے کہ مولی نے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا ہو سوائے اس مدبر کے فان کان مات موسرا بحیث یخرج المدبر من الثلث عتق بالتدبیر وسقط عنه بدل الکتابة کما لو اعتق المولی مکاتبه فانه یعتق مجانا لقیام ملکه اور اگر مولی اسطرح مالدار ہو کر مر گیا ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکلسکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا تدبیر کے سبب سے اور اس سے ساقط ہوگا بدل کتابت کا چنانچہ اگر مولی اپنے مکاتب کو آزاد کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک رقبہ کاتبه علی الف مؤجل ثم صالحه علی نصفه حالا صح استحسانا مولی نے مکاتب کیا غلام کو ہزار روپیہ والے پر پھر مکاتب سے صلح کر لی اسکی نصف یعنی پانسو نقد پر تو صحیح ہے استحسان کی راہ سے دلیلوں کے نزدیک مریض کاتب عبده علی الفین الی

نسئۃ فمات المریض والحال ان قیمۃ المکاتب الف درہم ولم تجز الورثۃ التاجیل ولم یترک غیرہ ادی المکاتب ثلثی البدل وعند محمد
ثلثی القیمۃ حالا والباقی الی اجلہ اور درحقیقت القیام البدل مقام الرقبۃ فینفذ فی ثلثہ بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار پر ایک سال کی
مدت مقرر کر کے پھر بیمار مر گیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایک ہزار درہم ہین اور مولی کے وارثون نے تاجیل کو جائز نرکھا اور مولی نے سوا سے
اُس مکاتب کے اور مال نہین چھوڑا تو مکاتب بدل کتابت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور محمد کے نزدیک قیمت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور
باقی ثلث بدل یا قیمت کا مدت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا نکرے تو پھر کر غلام بنایا جاوے بدل کتابت کے دو ثلث ادا کرے بسبب قائم ہونے
بدل کے رقبہ کے مقام پر تو محاباۃ تاجیل کے ثلث مین نافذ ہوگی ولو کاتب علی الف الی سنۃ والحال ان قیمتہ الفان ولم یجیزوا ادی ثلثی القیمۃ
حالا او سقط الباقی اور درحقیقت اتفاقا لوقوع المحاباۃ فی القدر والتاخیر فینفذ بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا ہزار پر سال بھر کی مدت مقرر کر کے اور
حالانکہ اُسکی قیمت دو ہزار ہین اور حالانکہ وارثون نے کتابت مذکورہ جائز نرکھی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دو ثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی اُس
ساقط ہوگا یا اگر ادا نکرے تو پھر کر غلام بنایا جاوے باتفاق شیخین اور محمد کے بسبب واقع ہونے محاباۃ کے مقدار اور تاجیل مین تو محاباۃ مریض ثلث
مین جاری ہوگی حر قال لمولی عبد کاتب عبدک فلانا الغائب علی الف درہم الی ان ادیت الیک الفا فہو حر فکاتبہ المولی علی ہذا الشرط
فقبل المولے ثم ادی الحر الفا عتق العبد بحکم الشرط وکذا لو لم یقل ان ادیت فادی عتق استحسانا لنفوذ تصرف الفضولی فی کل مالیس بضرر ولا یرجع الحر
علے العبد لانہ متبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے فلانے غائب غلام کو مکاتب کر ہزار درم پر اس شرط سے کہ اگر مین تجکو ہزار درم ادا
کرون تو وہ غلام آزاد ہے سو مولی نے اس شرط پر اُسکو مکاتب کیا اور مولی نے قبول کیا پھر آزاد مذکور نے ہزار درم ادا کیے تو غلام آزاد ہوگا بموجب شرط
مذکورہ کے اور اسیطرح اگر اُس شخص نے اپنے ادا کرنے کو ذکر کیا پھر اُسنے ہزار درم ادا کیے تو غلام مذکور آزاد ہوگا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہوجانے
تصرف فضولی کے ہر ایک اس امر مین جو ضرر نہین اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درم پھیر نہ لیگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے نہ معاوض ہم قولہ فقبل المولے
شارح نے ضمیر کا مرجع مولی کو قرار دیا اور زیلعی اور شرح ملا مسکین مین قبل الرجل واقع ہے اور یہی بلا تکلف مناسب ہے واذا بلغ العبد ہذا الامر فقبل صار
مکاتبا انما یحتاج لقبولہ لاجل لزوم البدل علیہ اور جبکہ غلام غائب کو اس امر کی خبر پہونچے یعنی قبل ادا کرنے حر مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی
تو وہ مکاتب ہوجاویگا قبول غلام کی حاجت تو فقط اسی واسطے ہے کہ بدل کتابت اُسپر لازم ہوجاوے یعنی صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہین
بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف ہے قال عبد حاضر لسیدہ کاتبنی عن نفسی وعن فلان الغائب فکاتبہما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا
فی الحاضر اصالۃ والغائب تبعا غلام حاضر نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد کتابت منعقد کر میری ذات کی طرف سے اور فلانے غلام کی
طرف سے سو مالک نے دونون غلامون کو مکاتب کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے غلام حاضر مین اصالۃ صحیح ہے اور غائب
غلام مین تبعا وایہما ادی بدل الکتابۃ عتقا جمیعا بلا رجوع ویجبر المولی علی القبول للبدل من احدہما اور دونون مین سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا
کریگا تو دونون غلام آزاد ہوجاوینگے بلا رجوع یعنی ادا کرنے والا غلام دوسرے غلام سے بقدر اُسکے حصہ کے مطالبہ نکر سکیگا اور مالک پر زبردستی
ہوگی قبول بدل کتابت پر ایک کی طرف سے یعنی دونون غلامون کا بدل کتابت اگر ایک غلام ادا کریگا تو مالک کو جبر قبول کرنا ہوگا ولا یطالب
العبد الغائب بشیء لعدم التزامہ اور غلام غائب سے کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہوگا اُسکے عدم التزام کے سبب سے یعنی اُسنے عقد کتابت قبول
نہین کیا کہ اُس سے کچھ مطالبہ ہو وقبولہ الکتابۃ لغو لا یعتبر کردہ ایاہا اور غلام غائب کا کتابت قبول کرنا لغو ہے یعنی معتبر نہین جیسے اسکے رد
کرنے کتابت کا اعتبار نہین ہم قبول اور عدم قبول غائب اسواسطے معتبر نہین کہ عقد کتابت بدون اسکے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہوچکی تو بعد اسکے

قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہے ولو حررہ سقط عنہ حصتہ اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کر دیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اسکا حصہ بدل کا ساقط ہوگا مگر اسواسطے کہ غائب عقد میں قصداً داخل ہے اگرچہ مقصود بالخطاب نہیں تو بدل کتابت دونوں پر تقسیم ہو گیا اگر چہ اس سے مطالبہ بدل کا نہیں ولو حرر الحاضر او مات ادی الغائب حصتہ حالا والا رد قنا اور اگر حاضر غلام آزاد کیا گیا یا وہ مر گیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل کتابت سے نقد ادا کرے اور نہیں تو پھر غلام بنایا جاوے ولو ابرا الحاضر او وہبہ له عتقا جمیعا اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کر دیا یا تمام بدل کتابت اسکو ہبہ کر دیا تو دونوں غلام آزاد ہو جاوینگے مفت میں اور اگر بعض بدل معاف کریگا تو باقی کا مطالبہ ہوگا حاضر سے نہ غائب سے کذا فی البحر والدرر وان کاتب الامة عن نفسها وعن ابنین صغیرین لها وقبلت صح استحسانا الامر اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد کیا اسکی ذات سے اور اسکے دو چھوٹے بیٹوں سے اور لونڈی نے قبول کر لیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدلیل گذشتہ یعنی اصالۃً لونڈی کی طرف سے اور تبعاً اسکے بیٹوں کی طرف سے عقد کتابت صحیح ہے وای ادی لم یرجع علی الاخر لانہ متبرع ویجبر علی القبول الی اخرہ مراد اشخاص مذکورین میں سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کریگا وہ دوسرے سے رجوع نہ کریگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے اور معمول پر ہر شخص کے ادا سے بدل کے قبول پر جبر ہوگا تا احکام مذکورہ سابقہ زیلعی میں ہے کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت میں معتبر نہیں اور اگر مالک ماں کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہیگا بقدر انکے حصہ کے اسکو فی الحال ادا کریں اور مولی مطالبہ بدل کا انکی ماں سے کرے نہ انسے اور اگر مولی انکو آزاد کرے تو انکی ماں پر سے انکا حصہ ساقط ہوگا اور اگر مالک اولاد کو دین معاف کرے یا انکو ہبہ کرے تو صحیح نہیں اور اگر انکی ماں کو دین معاف کرے یا ہبہ کرے تو ماں بھی آزاد ہوگی اور اسکے ساتھ اسکی اولاد بھی انتہی تو یہ مسئلہ نظیر ہے مسئلہ سابقہ کا جمیع احکام میں کذا فی البحر والدرر فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا کاتب نصف عبدہ فادی الکتابة عتق نصفه و فی بقیتہ قیمتہ وقالا العبد کلہ مکاتب علی ذلک المال وبہ ناخذ حاوی القدسی مالک نے اپنا نصف غلام مکاتب کیا سو اُسنے بدل کتابت ادا کیا تو نصف غلام آزاد ہوگا اور کوشش کریگا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے میں اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتب ہوگا اسی قدر مال کے

اور اسی قول صاحبین کو ہم لیتے ہیں کذا فی حاوی القدسی

باب کتابة العبد المشترک

باب کتابة العبد المشترک

یہ باب ہے عبد مشترک کی کتابت کے احکام میں عبد لشریکین اذن احدہما لصاحبہ ان یکاتب حظہ بالف ویقبض بدل الکتابة فکاتب [illegible] المأذون له نفذ فی حظه فقط عند الامام لتجزی الکتابة عنده ولیس لشریکه فسخه لاذنه غلام ہے دو شریکوں کا ایک شریک نے اپنے ساتھی دوسرے شریک کو اسکا اذن دیا کہ وہ اپنے حصہ کے ہزار درہم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا اُسنے غلام کو مکاتب کیا تو فقط اُسی کے حصہ میں کتابت نافذ ہوگی امام اعظم رح کے نزدیک بسبب قسمت پذیر ہونے کتابت کے انکے نزدیک مانند اعتاق کے اور اُس کے شریک کو فسخ کرنا کتابت کا جائز نہیں اُسکے اذن کے سبب سے ہم اذن شریک کا فائدہ یہ ہے کہ اسکے واسطے حق فسخ باقی نہ رہے اور در صورت عدم اذن اُسکو فسخ میں اختیار ہے اور اذن بالقبض کا فائدہ یہ ہے کہ مال مقبوض سے اسکا حق منقطع ہو جاوے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اسواسطے کہ قبض کا اذن گویا غلام کو اسکا اذن ہے کہ مال کتابت کو حاصل کر کے شریک کو دے تو اُسنے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر ہاں اگر قبل ادائے بدل وہ مکاتب کو منع کرے تو بھی صحیح ہوگا اسواسطے کہ احسان ہنوز تمام نہیں ہوا کذا فی الزیلعی ملخصا واذا قبض بعضہ بعض الالف فعجز فالمقبوض کلہ للقابض لاذنه له بالقبض فیکون متبرعا ولو قبض الالف عتق حظ القابض اور جبکہ ہزار درہم سے کچھ درہم قبض کیے پھر مکاتب ادائے بدل سے عاجز ہوگیا تو بالکل مال مقبوض قابض کا مملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اسواسطے کہ قبض کا اُسنے اذن دیا تو وہ محسن ٹھہرا غلام پر اپنے حصہ کی بابت اور اگر ہزار درہم

تبعض کر دیگا تو فالبعض کا مصنف آزاد ہو جاویگا ہم ہدایہ اور درر کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ جسقدر کو ادا کیا ہے اسی قدر آزاد ہوگا کذا فی الطحطاوی امۃ بین
شریکین کاتباہا فوطیہا احدہما فولدت فادعاہ ثم وطیہا الشریک الآخر فولدت فادعاہ الواطی الثانی ثم عجزت وعدم لقیہا فہی ام ولد
للاول لظہور ایک لونڈی جو دو شریکوں میں دونوں نے اسکو مکاتبہ کیا سو اس سے قربت کی ایک شریک نے سو وہ جنی تو قربت کرنیوالے نے
اسکے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا پھر دوسرے شریک نے اس سے قربت کی سو وہ دوسرا لڑکا جنی پھر دوسرے قربت کرنیوالے نے دوسرے ولد کی فرزندی
کا دعوی کیا تو اسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ظاہر ہوا اسکی ملک ہنوز قائم ہے بخلاف مذہب صاحبین کے کہ نزدیک انکے مکاتبہ شریک اول کی ام ولد
بنظر تکمیل استیلاد تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھ واقع ہوئی تو شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت ہوگا اور اسپر تمام مہر لازم ہوگا لیکن
شبہ ملک کے سبب سے اسپر حد لازم نہوگی کذا فی الزیلعی فان عجزت بعد ذلک جعلت الکتابۃ کان لم تکن فہی حقیقۃ ام ولد للاول لزوال المانع من
الانتقال پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوئی ادا سے بدل کتابت سے بعد اسکے یعنی دونوں وطی اور دونوں دعوت کے بعد تو یون ٹھہرایا جائیگا کہ گویا کتابت کبھی نہ تھی
اور اب تو مکاتبہ حقیقت میں شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب دور ہو جانے اس چیز کے جو مانع تھی انتقال ملک کی یعنی زوال کتابت سے مکاتبہ شریک
اول کی بالکل ام ولد ہوگی اسواسطے کہ مقتضی تملیک قائم ہے اور کل ملک سے کتابت مانع تھی اسواسطے کہ کتابت انتقال ملک قبول نہیں کرتی پھر جب کتابت
زائل ہوگئی تو مقتضی تملیک نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدرر ووطئہا سابق اور شریک اول کی وطی سابق ہے شریک ثانی کی وطی سے تو یہ جواب ہے
اس سوال مقدر کا کہ دونوں شریکوں کی ملک مکاتبہ میں ثابت ہے اور ہر ایک نے وطی کی اور ہر ایک نے ولد کا دعوی کیا تو کیا وجہ ہے کہ مکاتبہ شریک اول کی
فقط ام ولد ہوگئی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطی سابق ہے یہی وجہ ہے اختصاص کی وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرہا اور شریک
اول اپنے شریک کو اسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا اور حکم مطلق قیمت مکاتبہ کی ہے اور مکاتبہ کی قیمت لونڈی خالصہ کی قیمت سے نصف ہوتی ہے کذا
فی الطحطاوی عن الفتح وضمن شریکہ عقرہا کاملا لوطئہ ام ولد الغیر حقیقۃ اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقر کامل کا تاوان دیگا اسواسطے کہ اسنے حقیقت میں دوسرے کی
ام ولد سے وطی کی وقیمۃ الولد ایضا وہو ابنہ لانہ بمنزلۃ المغرور اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دیگا اور وہ ولد اسکا بیٹا ہے اسواسطے کہ شریک ثانی بمنزلہ
مغرور کے ہے ہم اسواسطے کہ اسنے وطی کی مکاتبہ سے اپنی مملوکہ جانکر لیکن عجز اور بطلان کتابت سے ظاہر ہوا کہ اسکی ملک اسمین نہیں رہی اور مغرور کا ولد ثابت النسب
ہوتا ہے اس سے اور آزاد ہوتا ہے قیمت دیکر وایہما ای من الشریکین دفع العقر الی المکاتبۃ صح ای قبل العجز لاختصاصہا بمنافعہا فاذا عجزت تردہ للمولی اور دونوں
شریکوں میں سے جو عقر دیگا مکاتبہ کو تو صحیح ہے یعنی قبل از عجز دینا صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنے منافع سے پھر جب وہ عاجز ہوا ادا بدل کتابت
سے تو عقر مولی کو پھیرے وان دبر الثانی ولم یطأہا فالمسئلۃ بحالہا فعجزت بطل التدبیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبرہ کیا اور اس سے
وطی نہ کی اور یہ مسئلہ بحال مسئلہ سابقہ ہے یعنی دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اس سے وطی کی اور جنی اور شریک اول نے اسکا دعوی کیا
سو مکاتبہ عاجز ہوگئی ادا بدل کتابت سے تو تدبیر باطل ہوگئی یعنی اسواسطے کہ عجز سے ظاہر ہوا کہ وہ بالکل ام ولد ہے شریک اول کی تو اسمین ملک باقی نہ رہی اور
حالانکہ ملک شرط ہے صحت تدبیر کیواسطے وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرہا والولد للاول وہی ام ولدہ اور شریک اول ثانی کو اسکی
نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا اور لڑکا شریک اول کا ہوگا اور وہ اسی کی ام ولد ہے وان کاتباہا فحررہا احدہما موسرا فعجزت ضمن المعتق
لشریکہ نصف قیمتہا اور اگر دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتبہ کیا پھر ایک شریک مقدور والے نے اسکو آزاد کر دیا پھر وہ عاجز ہوگئی تو آزاد
کرنیوالا اپنے شریک کو اسکی نصف قیمت کا تاوان دے ورجع الضامن بہ علیہا لما تقرر ان الساکت اذا ضمن المعتق یرجع ہو علیہ لا عتقہا
اور تاوان دینے والا شریک اسکو مکاتبہ سے پھیر لے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لے آزاد کرنیوالے

شریک سے تو اسکو رجوع جائز ہی امام کے نزدیک یہ نہیں تھا جیسے کہ نزدیک صحیح مسئلہ ملتقی شارح کا عبدالحلیم وغیرہ اور اسی ہاتھ جریدہ الآخر فیما
ادیگلسا عتق المدبران شارا و استثنی فی الصورتین اوضمن شریکہ فی الاولی دو مردون کا ایک غلام ہو ایک نے اسکو مدبر کیا پھر دوسرے نے
اسکو آزاد کیا حالانکہ وہ مقدور و الایسر یا دونون نے اسکے بالعکس کیا یعنی اول عتاق غنی واقع ہوا پھر تدبیر تو مدبر کرنے والا چاہے مدبر کو آزاد
کرے یا دونون صورتون مین غلام سعی کرا دے یا فقط پہلی صورت مین یعنی جبکہ آزاد کرنے والا مالدار ہو اپنے شریک سے تاوان لے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت مولاہ

یہ باب ہے مکاتب کی موت اور اسکے عاجز ہونے اور مالک کی موت کے احکام مین مکاتب عجز عن اداء نجم ان کان له مال سیحصل الیہم لم یعجزہ
الحاکم الی ثلاثۃ ایام لانہا مدۃ ضربت لابلاء الاعذار ایک مکاتب جو کہ عاجز ہو گیا ادا کرنے ایک قسط سے اگر اسکا ایسا مال ہو کہ عنقریب اسکو ملیگا
چنانچہ اسکا دین کسی پر قریب الوصول ہو یا اسکو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کذا فی الطحطاوی تو حاکم اسکو عاجز نہ ٹھہراوے تین دن تک اسواسطے
کہ یہ مدت ہے کہ اظہار عذرات کے واسطے مقرر کی گئی ہے چنانچہ تین دن خیار کی مدت ہے اور مرتد کی مہلت وغیرہ مدت اور مدعا علیہ کی مہلت دینے کی
مدت دفع دعوی کے واسطے والا عجزہ الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول نہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہرا دے وفسخہا بطلب مولاہ
او فسخ مولاہ برضاہ اور حاکم بعد تعجیز کے کتابت کو فسخ کر دیے اسکے مولی کی خواہش سے یا اسکا مولی فسخ کرے مکاتب کی رضامندی سے ہم فسخ کو تعجیز
کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ مجرد عجز سے کتابت منفسخ نہین ہوتی بدون فسخ کرنے کے ولو کانت الکتابۃ فاسدۃ فالمولی له الفسخ بغیر رضاہ اور اگر کتابت
فاسد ہو تو مولی کو فسخ کتابت کا اختیار ہے بدون رضامندی مکاتب کے ہم بلکہ مولی پر بصورت فساد کتابت فسخ واجب ہے گناہ مٹانے کے واسطے وللمکاتب
المکاتب فسخہا مطلقا فی الجائزۃ والفاسدۃ وان لم یرض المولی اور مکاتب فسخ کتابت کا مالک ہے ہر طرح کتابت جائزہ مین اور فاسدہ مین بھی اگرچہ
راضی نہو وعاد رقیقا اور اسکی غلامی پھر آویگی دونون کے فسخ کرنے سے یعنی جیسے قبل کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا تصرفا ورقبۃ وما فی
یدہ لمولاہ اور جو مال کہ اسکے پاس ہوگا وہ مولی کا مملوک ہے اگرچہ خیرات ہو اور مولی غنی ہو بقول صحیح کذا فی الطحطاوی والمکاتب اذا مات وله مال لم
بالبدل لم تنفسخ وتودی کتابتہ من مالہ اور اگر مکاتب مر جائے اور اسکا اتنا مال ہو جو بدل کے واسطے کفایت کرے تو کتابت فسخ نہوگی اور بدل
کتابت اسکے مال سے ادا کیا جائیگا ہم بعد موت کے بقاء کتابت اور ادائے بدل کتابت سے فائدہ یہ ہے کہ ہنگام کتابت کے فرزند اسکے آزاد ہون اور اگر مال
کتابت سے بچے تو وہ اسکے وارث ہون وحکم بعتقہ فی آخر جزء من اجزاء حیاتہ اور حکم ہوگا اسکی آزادی کا اسکے اجزاء حیات مین سے اخیر جزء مین ہم یہ مذہب ہے ہمارا
اور بعضون کے نزدیک بعد موت کے آزاد ہوگا کما یحکم بعتق اولادہ المولودین فی کتابتہ لا قبلہا چنانچہ حکم ہوگا اسکی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اسکی کتابت
کے زمانے مین پیدا ہوئی نہ انکا جو قبل کتابت کے پیدا ہوئے ہم اس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول و فروع کو مکاتب نے حال کتابت مین خرید کیا وہ آزاد
ہونگے لانہ کالآزادی کا بھی حکم ہوگا تو یون کہنا حق تھا کما یحکم بعتق من دخل فی کتابتہ یعنی چنانچہ ان شخصون کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہوگئے اسکی کتابت مین
کذا فی الحلبی والباقی من مالہ میراث لورثتہ اور جو مکاتب مذکور کے مال مین سے ادائے بدل کتابت سے باقی رہیگا وہ اسکے وارثون کی میراث ہے ہم یعنی
قرابت والے جو مکاتب کے تو وہ اسکے مال کے وارث ہونگے اور انمین سے کوئی نہو تو مال باقی مولی کو ملیگا بطریق ارث کے کذا فی الحموی ولو لم
مالا وترک ولدا ولد فی کتابتہ ولا وفا بقیت کتابتہ وسعی الابن فی کتابۃ ابیہ علی نجومہ المقسطۃ اور اگر مکاتب مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑ گیا اور اگر
اسنے وہ بیٹا چھوڑا جو زمان کتابت مین پیدا ہوا اور ادائے کتابت کیواسطے کچھ مال نہین تو مکاتب کی کتابت باقی رہیگی اور بیٹا اپنے باپ کی کتابت ادا کرنے
کی کوشش کرے بموجب اسکے اقساط معینہ کے فاذا ادی حکم بعتق ابیہ قبل موتہ وعتقہ تبعا پھر جب اسکا بیٹا بدل کتابت ادا کرے گا تو اسکے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت المولیٰ

باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپ کی تبعیت سے ولو ترک ولدا اشتراہ فی کتابتہ ادی البدل حالا اور والی حالہ رقیقا وسویا بینھما اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جسکو اسنے اپنی کتابت کی حالت مین مول لیا تھا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو فی الحال ادا کرے یا اگر فی الحال نہ ادا کر سکے تو اپنی غلامی کی حالت کی طرف پھیر دیا جائیگا یعنی جسطرح کہ غلام تھا ویسا ہی غلام بنا رہیگا نہ وہ آزاد ہوگا نہ اُسکا باپ اور صاحبین نے دونون بیٹون کو برابر کہا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت مین پیدا ہوا اور جو کہ خرید ہوا دونون حکم مین برابر ہین یعنی بموجب اقساط کے بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہونگے وانما الاولان فیہ ان للفرق کانا مات وفاء الا ان ادیا حالا اعتقا والا لا اور مکاتب مذکور کے مان باپ کا تو یہ حال ہے کہ بعد موت مکاتب کے مولی کی طرف پھیر دیے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونون فی الحال بدل کتابت کو ادا کرینگے تو آزاد ہونگے اور نہین تو آزاد نہونگے ہم شرح مجمع اور نہرالفائق مین ہے ہم کہتے ہین کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کے فروع کے مانند ہین ادائے بدل کتابت مین بموجب اقساط معینہ کے تو نظر کرنا چاہیے کہ شارح نے یہ کلام کہان سے لیا یعنی تفرقہ بین الاصول والفروع کذا فی الحلبی اشتری المکاتب ابنہ فمات عن وفاء ورثہ ابنہ اذ ہو حرا عن ابن حر کا مر مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پھر وہ مر گیا اتنا مال چھوڑ کر کہ ادائے بدل کتابت کے واسطے کافی ہو تو اُسکا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اسواسطے کہ مکاتب آزاد ہو کر مرگیا اسیطرح آزاد بیٹے کو چھوڑ کر جیسا کہ مذکور ہوچکا ہے یعنی جب بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات مین مکاتب آزاد ٹھہریگا اور اُسکے ساتھ اُسی وقت اُسکا بیٹا آزاد ہوگا تو دونون آزاد ہوئے تو معلوم ہوگیا کہ باپ آزاد مرا آزاد بیٹا چھوڑ کر کذا فی الزیلعی وکذا ان ترک ولدا کان ہو والمکاتب وابنہ الکبیر مکاتبین کتابۃ واحدۃ لصیرورتہما کشخص واحد ضرورۃ اتحاد العقد اور اسیطرح مکاتب کا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اُسکا بالغ بیٹا مکاتب ہون ایک کتابت سے بسبب ہوجانے دونون کے ایک شخص کے مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے ہم بالغ کی قید لگا کر اخراج صغیر کرتے کے مخالفہ ہے حیث قال لو کوتب ہو وابنہ صغیرا اوکبیرا کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا یون جواب ہو سکتا ہے کہ کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ مبادا کوئی توہم کرے کہ بالغ بسبب اپنے بلوغ کے مستقل ہو کتابت مین فان ترک المکاتب ولدا من حرۃ ای معتقۃ وترک دینا یکفی بہ لہا فجنی الولد فقضی بہ بابی الی عاقلۃ امہ ضرورۃ ان الابالم العتق بعد لم یکن وذلک القضاء تعجیز الابیہ لعدم المنافاۃ پھر اگر مکاتب نے ولد چھوڑا حرہ سے یعنی معتقہ سے اور مکاتب نے اتنا دین چھوڑا جو بدل کتابت کیواسطے کافی ہے پھر ولد سے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے بموجب جنایت اُسکی مان کی برادری پر دیت کا حکم کیا اس ضرورت سے کہ اُسکا باپ ہنوز آزاد نہین ہوا عدم ادائے بدل کتابت سے تو یہ قاضی کا حکم کرنا اُسکے باپ کو عاجز ٹھہرانا نہین ہے بعلت عدم منافاۃ یعنی حکم مذکور کتابت کے منافی نہین کہ حکم تعجیز ہو مکاتب کا ام حرہ کی تفسیر معتقہ اسواسطے کہ حرہ اصلی کے ولد پر کسی شخص کا ولا نہین اور جنایت سے جنایت خطا مراد ہے اسواسطے کہ جنایت عمد مین برادری پر دیت نہین کذا فی الطحطاوی ولا رجوع اور رجوع نہین یعنی مان کی برادری باپ کے مولی سے دیت کو رجوع نہین کر سکتی اسواسطے کہ جب اُنھون نے دیت دی تھی تو اُنکے واسطے حق ولا ثابت تھا اور باپ کے مولی کو تو حق ولا مکاتب کے آزاد ہونیکے بعد ثابت ہوگا قید بالدین لان فی العین لاتیانی القضاء بالالحاق بالام لامکان الوفاء فی الحال مصنف نے دین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مکاتب کا متروکہ عین ہوگا تو مان کی طرف ولد کے الحاق کا حکم نہین حاصل ہوتا بسبب ممکن ہونے ادائے بدل کتابت کے فی الحال ولو قضی بہ بالولاء لقوم امہ بعد خصومتہم مع قوم الاب فی ولائہ فہو القضاء بما ذکر تعجیز لانہ فی فصل مجتہد فیہ اور اگر قاضی نے اُسکی مان کی قوم کیواسطے ولا کا حکم کیا اُنکی خصومت کرنیکے بعد باپ کی قوم کے ساتھ اُسکی ولا مین تو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے مکاتب کا اسواسطے کہ قضا امر مختلف فیہ مین واقع ہوئی ہم یعنی جبکہ بیٹا مکاتب کیا مکاتب کی موت کے بعد جھگڑا ہوا باپ کی قوم اور مان کی قوم کے درمیان اُسکی میراث مین سو قاضی نے مان کی قوم کیواسطے ولا یعنی میراث کا حکم دیا تو یہ فسخ کتابت کا فسخ کرنا ہے اسواسطے کہ خصومت واقع ہوئی تھا اور عدم بقائے کتابت مین اور میراث کسی قوم کے واسطے ثابت ہونے کی بدون اسکے نہین اگر کتابت باقی

ہو کر بدل کتابت ادا ہوگا اور باپ آزاد ٹھہریگا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کیواسطے ثابت ہوگی اور اگر کتابت باقی رہیگی تو میراث ماں کی قوم کیواسطے ہوگی اور
صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعضے صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ جب مکاتب مرجاوے بدل کتابت چھوڑکر تو وہ غلام مرا نہ آزاد ہوکر اور بعضوں کا یہ مذہب ہے
کہ مکاتب مذکور آزاد مرگیا پھر جب قاضی نے میراث کا حکم ماں کی قوم کیواسطے کیا تو فیصل ہوگیا مجتہد فیہ میں قضا واقع ہوئی اور قضا نافذ ہے مجتہد فیہ میں قاضی کا حکم بالاتفاق
نافذ ہوجاتا ہے تو یہ قضا ابطال مکاتب ٹھہری کذا فی الطحطاوی تنفذ اداء لسیدہ وان لم یکن مصرفا للصدقۃ ما ادی الیہ من الصدقات فعجز فہو بدل
الملاک وحدیث بریرۃ ہی کہ صدقہ دلیا ہدیۃ اور جو صدقات کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے
مولی کو حلال ہے اگرچہ وہ خیرات کا مصرف نہو بسبب بدل جانے ملک کے اور اصل اسکی بریرہ کی یہ حدیث ہے کہ صدقہ تیرے واسطے تو صدقہ ہے اور ہمارے واسطے
ہدیہ ہے یعنی تبدل ملک تبدل عین کے مانند ہے تو گویا وہ اور چیز ہوگئی اور اسکی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کی حدیث میں اشارہ کیا کہ صدقہ بریرہ کیواسطے
صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے اسوقت فرمایا جبکہ بریرہ کے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تھی اور بریرہ اسوقت میں مکاتبہ تھیں کذا فی الزیلعی قاری ہدایہ نے کہا
ایا یہ صدقہ تھیں کذا فی الطحطاوی کما فی وارث فقیر مات عن صدقۃ اخذہا وارثہ الغنی چنانچہ اس شخص فقیر کے وارث میں جو مرگیا صدقہ چھوڑکر اور
صدقہ کو اسکا مالدار وارث لیگا یعنی ہر چند صدقہ مالدار پر حرام ہے لیکن جبکہ صدقہ کا مورث فقیر اول مالک ہوا اسکے بعد اسکا وارث غنی مالک ہوا بطریق میراث کے
تو وہ صدقہ غنی کے حق میں حلال ہوگیا تبدل ملک کے سبب سے وکما فی ابن السبیل اخذہا ثم وصل الی مالہ ہی فی یدہ ای الزکوۃ اور چنانچہ اس مسافر میں جسنے زکوۃ کا مال لیا
پھر مسافر پہونچگیا اپنے مال کے پاس اور حالانکہ مال زکوۃ اسکے قبضہ میں ہے تو وہ اسکو حلال ہے اسواسطے کہ جب اسنے لیا تھا وہ محتاج تھا کالفقیر استغنی وہی فی یدہ فانہا
تطیب لہ اور اس محتاج کے مانند جو زکوۃ لیکر غنی ہوگیا اور حالانکہ زکوۃ اسکے پاس ہے تو زکوۃ اسکو حلال ہے ہم اسواسطے کہ غنی پر ابتدا سے اخذ زکوۃ حرام ہے کیونکہ اسمین
ذلت ہے تو اسکو لینا جائز نہیں بلا ضرورت اور یہاں ضرورت پائی گئی پھر جب اسنے محتاجی کی حالت میں لیا تو بعد اسکے نہیں مگر استدامت تو حلال ہوگا
کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونوں مسئلوں میں تبدل ملک علت کی علت ہے اور پچھلے دو مسئلوں میں تبدل حال علت ہے بخلاف فقیر اباح لغنی او ہاشمی عین
زکوۃ اخذہا لا یحل لان الملک لم یتبدل برخلاف اس محتاج کے جسنے غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوۃ جسکو فقیر نے لیا تھا مباح کردیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہیں
اسواسطے کہ ملک بتبدل نہیں ہوگئی ہم اسواسطے کہ اباحت سے مباح کرنیوالے کی ملک زائل نہیں ہوجاتی تو مباح لہ اسکو تناول کرتا ہے مبیح کی ملک پر فان جنی
عبد و کاتبہ سیدہ جاہلا بجنایتہ او جنی مکاتب فلم یقض بہ حتی عجز فان شاء المولی دفع العبد او فدی لزوال المانع بالعجز پھر اگر غلام نے کسی کو قتل کیا
اور اسکے مالک نے اسکو مکاتب کیا نادانستہ اسکی جنایت سے مکاتب نے کسیکو قتل کیا سو اسکی جنایت پر ہنوز کچھ حکم نہ ہوا پھر وہ بدل کتابت سے عاجز ہوگیا
تو اگر مولی چاہے اولیاء مقتول کو غلام دے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہوجانے سے یعنی مانع دفع کتابت تھی سو عاجز ہونے سے زائل ہوگئی تو اب
مالک کو دفع اور فدیہ میں اختیار ہے وان قضی بہ علیہ حال کونہ مکاتبا فعجز بیع فیہ لانتقال الحق من رقبتہ الی قیمتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہوگیا اسپر
حالت کتابت میں پھر وہ عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے تو بیچا جائیگا اسمیں اسواسطے کہ حق اسکی گردن سے اسکی قیمت کی طرف منتقل ہوگیا قضا کے
سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی الکافی عن النہایۃ قیدہ بالعجز لان جنایات المکاتب علیہ فی کسبہ ویلزمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے عجز مکاتب
کی قید لگائی کہ مکاتب کی جنایات خود مکاتب پر ہوتی ہیں اسکے کسب میں اور لازم ہوتا ہے اسپر جو کمتر ہے قیمت میں سے اور دیت میں سے یعنی اگر قیمت کمتر ہو دیت
سے تو قیمت کا دینا اسپر لازم ہوگا اور اگر دیت کمتر ہو قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہوگا وان تکررت قبل القضاء فعلیہ قیمۃ واحدۃ ولو بعدہ فقیم اور اگر قبل از
قضائے قاضی مکاتب سے چند بار جنایت مکرر واقع ہوئی تو اسپر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا چند بار جنایت واقع ہوئی تو چند قیمتیں اسپر لازم
ہونگی ہم یعنی اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو قبل از قضائے قاضی تو ایک ہی قیمت اسپر واجب ہوگی اور اگر مکاتب سے ایک بار

جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہو گیا موجب جنایت پر تو وہ سعی کرے قیمت میں اگر وہ کمتر ہو دیت سے پھر بعد اسکے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی
تو اُسپر قیمت ثانیہ لازم ہوگی اور علی ہذا القیاس قیمت متعدد ہوگی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایۃ خطاء لزمتہ قیمتہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتب نے اپنی
جنایت خطا کا اقرار کیا تو اُسپر قیمت لازم ہوگی اُسکی کسب میں بعد اسکے کہ موجب جنایت پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی عجز بطلت اور اگر
قاضی کا حکم اُسپر نہ ہوا ہو یہانتک کہ وہ عاجز ہو گیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہے کذا فی الدر عن القاعدیۃ ہم یعنی درحق مولی جنایت باطل ہو اور اُسکا
مواخذہ اور مطالبہ ہوگا آزاد ہونے کے بعد امام کے نزدیک خلافا للصاحبین کہ فی الحال مطالبہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالتدبیر
وامومیۃ الولد وکاجل الدین اذا مات الطالب اور اگر مولی مرگیا تو کتابت فسخ نہیں ہو جاتی جیسے مدبر اور ام ولد ہونا باطل نہیں ہوتا اور جیسے دین کی مدت
باطل نہیں ہوتی جبکہ طالب دین مرجاوے ولو ودی المال الی ورثتہ علی نجومہ کاجل الدین اور ادا کیا جاوے مال کتابت کا مولی کی موت کے
بعد اسکے وارثونکو اُسکی قسطوں کے موافق دین کی مدت کے مانند یعنی اگر وارث کبیر ہو تو اُسکو مال دیا جاوے اور اگر صغیر ہو تو اُسکے وصی کو دیا جاوے
کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمتہ بخلاف موت مطلوب کے بسبب بیکار ہونے اُسکے ذمہ کے ہم یعنی اگر مدیون مرجاوے تو مدت باطل ہوگی
اسواسطے کہ اُسکا ذمہ خراب ہو گیا اور دین ترکہ کی طرف منتقل ہوا اور ترکہ عین ہے نہ دین کذا فی الزیلعی ہذا اذا کاتبہ وہو صحیح ولو فی مرضہ لایصح تاجیلہ الا من الثلث
یعنی آزادگی اقساط سابقہ کے بموجب اُسوقت ہے جبکہ مولی نے اُسکو مکاتب کیا ہو اپنی صحت کی حالت میں اور اگر اپنے بیماری میں مکاتب کیا ہو تو اُسکا مہلت
ٹھہرانا باطل ہے مگر ثلث متروکہ سے یعنی بدل کتابت کے دو ثلث فی الحال ادا کرے اور ایک ثلث اقساط معینہ کے موافق کذا فی الشرنبلالیۃ وان حرروہ
ای کل الورثۃ فی مجلس عتق مجانا استحسانا وجعل ابراء اقتضاء اور اگر وارثوں نے یعنی تمام وارثوں نے مکاتب کو آزاد کردیا ایک ہی مجلس میں تو وہ مفت آزاد
ہو جائیگا استحسان کی راہ سے اور آزاد کرنا ابراء قرار دیا جاویگا بطریق اقتضا کے ہم قیاس یہ ہے کہ مکاتب آزاد نہو وارثوں کے آزاد کرنے سے اسواسطے کہ
آزاد وہ کرتا ہے جو مالک ہو اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہیں اسواسطے کہ مکاتب مملوک نہیں ہوتا کسی سبب ملک سے تو میراث سے بھی جاری نہیں ہوتا
وجہ استحسان یہ ہے کہ اعتاق ابراء قرار دیا جاویگا بدل کتابت سے اسواسطے کہ بدل کتابت وارثوں کا حق ہے اور میراث اُسمیں جاری ہے تو اعتاق بدل کتابت کا معاف
کردینا ہو گیا بطریق اقتضا کے یا حصول بدل کتابت کا اقرار ہو گیا انکی طرف سے تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہو گیا کذا فی الطحطاوی فان حررہ البعض فی مجلس
والآخر فی آخر لم ینفذ عتقہ علی الصحیح لانہ لم یملکہ پھر اگر مکاتب کو بعض ورثہ نے ایک مجلس میں آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس میں آزاد کیا
تو اُسکا عتق نافذ نہ ہوگا بر مذہب صحیح اسواسطے کہ وارث اُسکا مالک نہیں فلو عجز بعد موت المولی اعاد رقہ اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا ادا بدل کتابت سے بعد موت
مولی کے تو اُسکی غلامی پھر آویگی یعنی جیسا غلام مملوک قبل کتابت کے تھا ویسا ہی ہو جائیگا مکاتب تحتہ امۃ طلقہا ثنتین فملکہا لاتحل لہ ان یطاہا حتی
تنکح زوجا غیرہ مکاتب کے نیچے کسی کی لونڈی ہو بطریق نکاح کے اسکو اُسنے دو بار طلاق دی پھر مکاتب اُسکا مالک ہوا تو اسکو اُسکا وطی کرنا حلال نہیں جبتک
کہ وہ لونڈی سوائے اسکے اور شوہر سے نکاح کرے وکذا الحر کما تقرر فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا جیسا تحقیق ثابت ہو چکا ہے اپنے مقام میں ہم یعنی اگر آزاد لونڈی منکوحہ کو
دو طلاق دے پھر اسکو خرید کرے تو وہ حلال نہیں تاوقتیکہ اُسکے سوائے اور شوہر سے نکاح نہ کرے اور مکاتب کے مانند ہیں مدبر اور ام ولد کا بیٹا اور غلام
ساعی ہم اسواسطے کہ عدد طلقات میں عورت کا اعتبار ہے نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہے تو دو بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہو جاتی ہے خواہ اُسکا شوہر غلام ہو
خواہ آزاد اور اگر عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کذا فی الطحطاوی کاتباہ کتابۃ واحدۃ ای انعقدت واحدۃ فعجز المکاتب لا
یعجزہ القاضی حتی یجتمعا لانہا کواحدۃ بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدہم مجتبی دو مالکوں نے غلام کی ایک کتابت کی یعنی دونوں نے غلام کو مکاتب
بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اُسکو عاجز نہ ٹھہراوے تاوقتیکہ دونوں مالک نہ ہوں اسواسطے کہ دونوں ایک شخص کے مانند ہیں برخلاف وارثوں کے

اسواسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہراویگا ایک وارث کی طلب سے کذا فی المجتبیٰ فیہ کاتب عبدیہ بمرۃ فعجز احدہما فردہ المولی فی الرق او القاضی بطلب الغلام لکتابۃ الآخر لم یصح فان غاب ہذا المردود وجاء الآخر ثم عجز فلیس فلا نردہ فی الرق اور یعنی یہ ہے کہ ایک مالک نے اپنے دو غلاموں کو مکاتب کیا ایکبار یعنی بعقد واحد پھر ایک عاجز ہوگیا سو مولی نے اسکو پھر غلام کرلیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتابت معلوم نہیں تو یہ غلام کرلینا درست نہوگا پھر اگر یہ غلام مردود یعنی جو مکاتب ہو چکنے کے بعد پھر عبدیت کی طرف پھیر اگیا ہے غائب ہوا اور دوسرا غلام مکاتب آیا پھر وہ بھی عاجز ہوگیا ادا سے بدل کتابت سے تو دوسرے کو اسکا پھیر دینا غلامی میں جائز نہیں ہم علماء کے نزدیک واسطے یون منقول ہے کہ پہلے دوسرا مکاتب آیا اور مولی نے اس سے ایک قسط یا دو قسط میں سعی کروائی پھر وہ عاجز ہوا سو مولی یا قاضی نے چاہا کہ اسکو غلامی کی طرف پھیر دیں تو جائز نہیں کذا فی المحیط اوری فروع مسائل بحقہ شارح کا اختلف المولی والمکاتب فی قدر البدل فالقول للمکاتب عندنا مولی اور مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار میں تو قول مکاتب ہی کا مقبول ہے ہم حنفیوں کے نزدیک اسواسطے کہ وہ منکر زیادت اور بانی ضمان ہے اپنی ذات پر سے ولا یحبس المکاتب فی دین مولاہ فی الکتابۃ وفیما سوی دین الکتابۃ قولان سراجیہ اور محبوس نہوگا مکاتب اپنے مولی کے دین میں جو دین کہ بجائے کتابت میں مکاتب پر لازم ہوا اور ماسوی دین کتابت میں دو قول ہیں حبس اور عدم حبس میں کذا فی السراجیہ ماسوائے دین کتابت جیسا کہ وہ دین تھا کہ یا وہ دین جو اسنے اپنے مولی سے لیا تھا قبل از کتابت بسکہ وہ ماذون فی التجارۃ تھا یا قرض لیا تھا یا اسکو کسی معین تھا قلت وفی عتاق الوہبانیۃ شعر وفی [illegible] مکاتب و عبد [illegible] میں کہتا ہوں اور وہبانیہ کی کتاب العتاق میں یہ ہے اور غیر قیس حق میں مکاتب اپنے مالک کو حبس کریگا اور غلام قبول اور عدم قبول کتابت میں مختار ہے ہم اس بیت میں تین مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مولی مسلط ہوا مکاتب کے اصل مال پر جو بدل کتابت کی غیر جنس ہے یعنی شلا بدل کتابت دراہم تھا اور مولی نے مکاتب کا گھوڑا یا تھان چھین لیا تو مکاتب کو مولی سے مطالبہ جائز ہے اور حاکم مولی کو حبس کریگا دوسرا مسئلہ یہ ہے [illegible] کہ اگر جنس بدل کتابت سے مال ہو اور مولی اسکو لیکر بدل کتابت میں مجرا کرلے تو مکاتب مطالبہ نہیں کرسکتا [illegible] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قبول کتابت اور فسخ کتابت میں غلام کو اختیار ہے اگرچہ مولی راضی نہو کذا فی شرح الوہبانیہ شعر ولا لاولاد [illegible] لمولی ابیہم [illegible] اولاد [illegible] معتقین کی میراث انکے باپ کے مولی کی ہے ماں کے موالی کو اس میں دخل نہیں ہم ہرچند اولاد مذکور کی ماں اور باپ دونوں کو ولاء عتاقت حاصل ہے لیکن باپ اصل ہے میراث میں نسب کے مانند لہذا باپ کے موالی میراث اولاد کی پاوینگے نہ موالی ماں کے شعر توفی وما ادی فاما المیت [illegible] مکاتب مرگیا ادا بدل نہیں کیا تو مکاتب کی اس ام ولد کو جسکا بیٹا مر گیا بیچ ڈال بدل کتابت کے ادا کرنیکے واسطے اور ولد زندہ کی ماں سعی کرے اور بدل کتابت کرے قسط بندی کے موافق ای ان لم یکن معہا ولد بیعت وان کان سعت علی نجومہ صغیرا کان ولدہا او کبیرا وعندہما تسعی مطلقا یعنی اگر ام ولد مکاتب ساتھ ولد نہو تو ام ولد بیچی جاسے اور اگر ہو تو ام ولد سے سعی کروائی جاسے مکاتب کی قسطوں پر ولد صغیر ہو یا کبیر اور صاحبین کے نزدیک ام ولد سعی کرے مطلقا خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الولاء

یہ کتاب ہے ولا کے احکام میں ہم کتاب الولا کو مصنف نے کتاب المکاتب کے بعد اسواسطے لایا کہ ولا زوال ملک رقبہ کے آثار سے ہے کذا فی المنح ہو [illegible] النصرۃ والمحبۃ مشتق من الولی وہو القرب ولا لغت عرب میں یعنی نصرت اور محبت کے مشتق ہے ولی بفتح واو و سکون لام سے اور ولی عبارت ہے قرب نزدیکی سے ہم اور قربت والا مطلع میں حاصل ہے اسواسطے کہ ولا کا حکم یعنی ارث قریب کا اور حاصل ہو جاتی ہے بلا انفصل جیسا کہ اسکی تفسیر پائی جاسے وشرعا عبارۃ عن التناصر بولاء العتاقۃ او بولاء الموالاۃ زیلعی اور شرع میں ولا عبارت ہے باہم کی مددگاری سے بسبب ولاء عتاقت یا بسبب ولاء

کذا فی الدرر یعنی ہم تناصر اعتاق سے حاصل ہوتا ہے نہ معتق کی طرف سے اُسکا مولیٰ دیت دیتا ہے ملا علی قاری نے ولا کی شرعی عبارت اُس قرابت سے رکھی ہے جو
قرابت نسبی کے بعد ہے یعنی قرابت سے مولیٰ غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور اسکے نکاح کرنے اور اسپر نماز پڑھنے کی ولایت اُسکو حاصل ہوتی ہے انتہی اور یہ تعریف
بہتر ہے مصنف کی تعریف سے اسواسطے کہ تناصر ولا کے آثار سے ہے اور اسی کی طرف شارح کا آئندہ یہ قول بل قرابۃ حکمیۃ راجع ہے کذا فی الطحطاوی ومن آثارہ الارث
والعقل وولایۃ الانکاح وبہذا علم ان الولاء لیس نفس المیراث بل قرابۃ حکمیۃ تصلح سببا للارث اور ولا کے آثار سے ہے وارث اور دیت اور نکاح کر دینے کی ولایت
مولیٰ کیواسطے اور مصنف کے اس کلام سے معلوم ہوگیا کہ ولا نفس میراث نہیں ہے بلکہ ولا قرابت حکمی ہے جو میراث کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے ہم یہ
تعریض ہے صدر الشریعۃ کی طرف کہ انھوں نے ولا کی تفسیر میراث کی ہے تو قہستانی نے اسکا جواب دیا کہ یہ تفسیر بالحکم ہے اور تفسیر بالحکم غیر ناجائز نہیں وسببہ العتق
علی ملکہ لا الاعتاق لان بالاستیلاد وارث القریب یحصل العتق بلا اعتاق اور ولا کا سبب آزاد ہو جانا ہے مولیٰ کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہے ولا کا اسلئے کہ
استیلاد یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت دار کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہو جاتی ہے بدون آزاد کرنے کے ہم ام ولد آزاد ہو جاتی ہے مولے
کی موت کے بعد بدون آزاد کرنے کے اور قرابت دار بجہت میراث کے آزاد ہو جاتا ہے بلا اعتاق تو صحیح قول یہی ہے کہ سبب ولا عتق علی ملک المولی ہے نہ اعتاق
فقط واما حدیث الولاء لمن اعتق فجری علی الغالب اور یہ حدیث کہ ولا اُسکے واسطے ہے جو آزاد کرے سو جاری ہے غالب حال پر ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی
اگر فقط اعتاق سبب ولا کا نہو تو میراث وغیرہ حدیث مذکور میں آزاد کرنے والے کو مخصوص نہوتی شارح نے جواب دیا کہ یہ خصوصیت بنابر اکثریت کے ہے (من)
عتق ای حصل لہ العتق باعتاق ولو بوصیۃ او بفرع لہ کما بتدبیر او استیلاد او بملک قریب فولاؤہ لسیدہ جس شخص کو آزادی ہوئی یعنی اسکو آزادی حاصل
ہوئی مالک کے آزاد کر دینے سے اگرچہ اعتاق مالک کے وصی سے صادر ہوا ہو یا آزادی حاصل ہوئی ہو عتاق کی فرع سے جیسا کہ کتابت اور تدبیر اور استیلاد
سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت دار کے مالک ہونے سے تو اُس آزاد ہو جانے والے کی ولا اُسکے مالک کے واسطے ہے ہم اعتاق وصی کی صورت
یہ ہے کہ موصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے موصی کی موت کے بعد اسکو آزاد کر دیا تو اسکی ولا موصی کی ہے اسواسطے کہ وصی کا
فعل موصی کی طرف منتقل ہے کذا فی الطحطاوی یہاں اعتراض وارد ہے کہ تدبیر اور استیلاد سے کسطرح مالک کو ولا حاصل ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولی کی موت
کے بعد آزاد ہوتے ہیں اُسکا جواب یہ ہے کہ صورت اسکی یہ ہے کہ مولی مرتد ہو گیا اور دارالحرب میں جا ملا تو اسکے مدبر اور ام ولد کا عتق کا حکم ہوگا پھر مولی مسلمان ہو کر
آیا سو اسکے ام ولد اور مدبر مر گئے تو اب دونوں کی ولا مولے کو حاصل ہوگی اور بہتر جواب یہ ہے کہ یوں کہیے کہ مراد یہ ہے کہ عصبہ مولی کے واسطے مدبر اور ام ولد کی ولا کا ثابت
ہونا تو اسی سبب سے ہے کہ ثبوت ولا مولی کیواسطے ہو چکا ہے اسواسطے کہ ولا کا حق اول وہی ہے کیونکہ سبب عتق اسی سے تو صادر ہوا ہے پھر وہ ولا مولی کی
طرف سے اسکے عصبہ کو پہونچی ہے کذا فی الدرر ولو امراۃ او ذمیا او میتا حتی تنفذ وصایاہ وتقضی دیونہ منہ ولا مالک کا حق ہے اگرچہ مالک عورت ہو یا ذمی یا میت تو
مالک میت کی وصیتیں نافذ ہونگی غلام آزاد کے مال سے اور مالک کے دیون اُس سے ادا کیے جاوینگے ہم حق ولا مولی کا ہے اگرچہ عتق کفارہ قتل اور کفارہ
افطار اور کفارہ ظہار سے یا عتق نذور اور ایمان وغیرہا واجبات سے ہو کذا فی شرح الحموی ولو شرط عدمہ لمخالفتہ للشرع فیبطل ولا حق مولے کا ہے اگرچہ
عدم ولا مولی مشروط ہو گیا ہو بسبب مخالف ہونے اس شرط کے شرع شریف سے تو شرط باطل ہوگی ومن اعتق امۃ زوجہا قن لغیرہ
فولدت لاقل من نصف حول منذ عتقت لا ینتقل ولاء الحمل الموجود عند العتق عن موالی الام ابدا اور جسنے کہ اپنی لونڈی آزاد کی اور حالانکہ اُسکا شوہر
غیر کا غلام ہے پھر وہ جنی نصف سال سے کمتر مدت میں جب سے کہ وہ آزاد ہوئی تو جو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنے کے وقت اُسکا ولا منتقل نہوگا
اُسکی ماں کے موالی سے کبھی یعنی اگرچہ اُسکا باپ بعد اسکے آزاد بھی ہو ہم جب لونڈی آزادی کے بعد چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو بالیقین
معلوم ہو گیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تھا تو جب لونڈی آزاد ہوئی تو اُسکا حمل بھی آزاد ہو گیا اسواسطے کہ حمل اسکا جز تھا اور اعتاق واقع ہوا اسکے

تمام اجزا پر تو بچہ بھی قصداً آزاد ہو گیا تو اسکا ولا آزاد کرنے والے سے منتقل نہوگا وکذا لو ولدت ولدین احدہما لاقل من ستۃ اشہر و
الآخر لاکثر منہ وبینہما اقل من نصف حول ضرورۃ کونہما توأمین اور اسیطرح موالی ام سے انتقال ولا نہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی
ایک لڑکا تو کمتر چھ مہینے سے جنی اور دوسرا لڑکا زیادہ چھ مہینے سے اور حالانکہ مابین ولادت ولدین نصف سال سے کمتر ہو اسواسطے کہ دونوں
لڑکے توام بالضرورہ ہیں ہم پہلا لڑکا تو بالیقین عتق کے وقت موجود تھا پھر جب دونوں توام ٹھہرے بسبب عدم تخلل مدت حمل کے تو دونوں کا علوق ساتھ
ہی ثابت ہوا تو دونوں کو اعتاق شامل ہو گیا بالضرورہ تو ولا عتق سے منتقل نہ ہوگی فان ولدت بعد عتقہا لاکثر من نصف حول فولائہ لموالی
الام ایضا لتعذر تبعیتہ للاب لرقہ پھر جب لونڈی اپنے آزاد ہونے کے بعد نصف سال سے اکثر مدت میں جنی تو اسکی بھی میراث موالی ام کیواسطے
ہو اسواسطے کہ تابع ہونا ولد کا باپ سے متعذر ہے اسکے غلام ہونے کے سبب سے فان عتق الرق ای ہو الاب قبل موت الولد لابعدہ جر ولاء ابنہ
الی موالیہ لزوال المانع پھر اگر وہ غلام جو باپ ہے آزاد ہو گیا قبل از موت ولد نہ بعد موت کے اسکے تو ولد کی میراث اپنے مالکوں کی طرف کھینچ لاویگا
بسبب دور ہو جانے مانع کے ہم یعنی جب چھ مہینے سے زیادہ مدت میں لڑکا پیدا ہو تو ماں کے مالکو تھا اعتاق ثابت نہوا بسبب حادث ہونے
ولد کے بعد اعتاق کے اور مسئلہ سابقہ میں جو ماں کی طرف لڑکا منسوب ہوا تھا تو باپ کی طرف بسبب اسکی غلامی کے نسبت نہ ہو سکتی تھی پھر جب اسکا باپ
آزاد ہو گیا تو اسکی طرف نسبت ممکن ہوئی زوال مانع کے سبب سے اسواسطے کہ نسبت باپ کی ماں کی نسبت سے مقدم ہے کیونکہ ولا نسب کے مانند ہے اور نسب
باپ کی طرف ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اور اگر والد بعد موت ولد کے آزاد ہوگا تو میراث ولد کی والد کے موالی کی طرف منتقل نہوگی اسواسطے کہ والدہ کے موالی
مستحق ولا ہو چکے تھے اسکے مرنے کے وقت تو اب انتقال نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً فاذا لم تکن معتدۃ بہ ای بتقیید ولادت کی نصف سال سے پہلے
ابتدا اعتاق اسوقت ہے جبکہ لونڈی عدت میں نہو فلو معتدۃ فولدت لاکثر من نصف حول من العتق ولدون حولین من الفراق لاینتقل الولاء الی الاب سواگر
لونڈی عدت کے اندر ہو پھر جنی نصف سال سے اکثر مدت میں آزاد ہونے سے اور دو سال سے کمتر مدت میں فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے
مالکوں کی طرف نہوگا عجمی لہ مولی موالاۃ اولم یکن لہ ذلک وقید بالعجمی لان ولاء الموالاۃ لایکون فی العرب لقوۃ انسابہم نکح معتقۃ والعربی فولدت منہ
فولاء ولدہا لموالیہا اس عجمی نے جسکا ایک شخص مولی ہے عقد موالات کا یا اسکا ولیسا مولی نہو نکاح کیا اپنے معتقہ سے اگرچہ وہ عورت عربی کی لونڈی ہو معتقہ
اس عجمی سے جنی تو معتقہ کے ولد کی میراث اسکے موالی کی ہے عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ موالات کی میراث عرب میں نہیں ہوتی انکے انساب کے قوی ہونے سے
ہم عجمی کے مولا سے موالات ہونے کی یہ صورت ہے کہ شخص غیر عربی کا باپ کافر تھا پھر وہ مسلمان ہوا اور اسنے معتقہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اسنے ایک مرد سے
عقد موالات منعقد کی قولہ والعربی صواب بدل والعجمی یعنی صواب یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ اگرچہ معتقہ عجمی شخص کی ہو اسواسطے کہ جب میراث عجمی مولی کے واسطے
ثابت ہوئی تو عربی مولی کے واسطے بطریق اولی ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی لقوۃ ولاء العتاقۃ حتی اعتبرت فیہ الکفارۃ لا فی العجم وولاء الموالاۃ موالاۃ معتقہ کے
واسطے اسواسطے میراث ولا کی ثابت ہوئی کہ ولائے عتاقہ قوی ہے یہاں تک کہ اسمیں کفارت یعنی ہمسری معتبر ہو نہ عجم اور ولائے موالات میں ہم یعنے
لوگ تفاخر کرتے ہیں عتاقہ سے اور اسکو کفارت میں اعتبار کرتے ہیں تو فصیح کا معتق کفو نہیں ہے شریف کے معتقہ کا اور عجم کے حق میں نسب ضعیف ہے
اسواسطے عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر ڈالے ولہذا کفارت انکی معتبر نہیں نسب کی راہ سے بلکہ افتخار عجم کا قبل از اسلام مراتب دنیاوی سے تھا اور بعد
اسلام کے دینداری سے برخلاف اس صورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اسواسطے کہ عرب کے نسب قوی ہیں معتبر ہوں حق نسب اور نہو تھا ویسے ہیں
اسواسطے کہ عرب میں باہم مددگاری نسب کے سبب سے ہے ولاء موالات کی کچھ حاجت باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی والمعتق مقدم علی الرد اور آزاد کرنے والا
مولی مقدم ہے رد میراث پر یعنی جبکہ عصبات نہوں اور ترکہ باقی رہے اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصص اصحاب الفروض کے پھر انکو دیا جاتا ہے

اور اگر آزاد کرنے والا ہو تو اصحاب الفروض پر رد میراث نہ ہوگی آزاد کرنے والا اسکو لیگا و مقدم علی ذوی الارحام اور آزاد کرنے والا مقدم ہے
ذوی الارحام پر یعنی ناناہالی وغیرہ رشتہ داروں پر ومؤخر عن العصبۃ النسبیۃ لانہ عصبۃ سببیۃ آزاد کرنے والا مؤخر ہے عتیق کے عصبات نسبی سے اسواسطے
کہ آزاد کرنے والا عصبہ سببی ہے اور نسبی مقدم ہے عصبہ سببی پر فان مات المولی ثم المعتق ولا وارث لہ نسبی فمیراثہ لاقرب عصبۃ المولی الذکور وتحقیقہ
فی بابہ سو اگر مولی مرے پھر اسکے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہ ہو تو میراث اسکے مولی کی عصبات ذکور میں سے اس عصبہ کو ملیگی جو
مولی سے زیادہ قریب ہو اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے اسکے باب میں یعنی کتاب الفرائض میں میراث مذکور کی تفصیل تحقیق مذکور ہوگی ولیس للنساء
من الولاء الا ما اعتقن کما فی الحدیث المذکور فی الدرر وغیرہا اور عورتوں کے واسطے ولاء عتق میں کچھ حق نہیں ہے مگر جس غلام یا لونڈی کو عورتیں خود آزاد
کریں تو انکی ولاء پاوینگی چنانچہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے جو درر وغیرہا میں مذکور ہے ھم لفظ حدیث یہ ہے کہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او
کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقہن او معتقہن قال العینی وغیرہ انہ حدیث منکر لا اصل لہ وسیجئ الجواب عنہ فی الفرائض علامہ عینی
وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہے کچھ اسکی اصل صحیح نہیں اور اسکا جواب کتاب الفرائض میں آویگا ھم جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ حدیث شاذ ہے لیکن صحابہ کبار کے کلام
سے موکد ہے تو بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی علی ہر یعنی اور ابن مسعود اور زید بن ثابت عورتوں کو میراث نہ دیتے تھے مگر انکو جنکو انھوں نے مکاتب کیا
یا آزاد کیا ثم فرع علی الاصل المذکور بقولہ فلو مات المعتق ولم یترک الا ابنۃ معتقہ فلا شئ لہا ای لابنۃ المعتق ویوضع مالہ فی بیت المال پھر مصنف نے
قاعدہ مذکورہ پر یہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مر گیا اور اسنے کوئی وارث نہ چھوڑا سوائے اپنے آزاد کرنے والے کی بیٹی کے تو اسکے واسطے غلام آزاد
کی کچھ میراث نہیں اسلیے کہ وہ حق مردوں کا ہے اور اسکا مال بیت المال میں رکھا جائیگا ہذا ظاہر الروایۃ ذکرہ الزیلعی معزیا للنہایۃ ان بنت المعتق ترث فی زماننا
لفساد بیت المال وکذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ وکذا المال یکون للابن او البنت رضاعا کذا فی فرائض الاشباہ واقرہ المصنف وغیرہ یہی قول
عدم میراث کا ظاہر الروایۃ میں ہے اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کرکے کہا کہ آزاد کرنے والے کی بیٹی ہمارے زمانہ میں وارث ہوگی غلام آزاد کے مال کی
بسبب بگڑ جانے بیت المال کے یعنی حکام بیت المال کے مال کو اہل استحقاق کو نہیں دیتے اپنی شہوات میں صرف کرتے ہیں اور اسیطرح جو مال کہ فاضل
باقی رہے زوجہ یا زوج کے حصہ سے وہ اسکو پھیر دیا جاوے اور اسیطرح فرزند رضاعی یا دختر رضاعی کے واسطے مال ہوگا اور بیت المال میں نہ دیا جاوے کذا
فی فرائض الاشباہ اور مصنف وغیرہ نے اس قول کو ثابت رکھا ہے رد نہیں کیا واذا ملک الذمی عبدا ولو مسلما واعتقہ فولاءہ لہ لان الولاء کالنسب
فیتوارثون بہ عند عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثہ ولا یعقل عنہ وبہذا اتضح فساد القول بان الولاء ہو المیراث حق الاتضاح اور جبکہ کافر ذمی غلام کا مالک
ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہے اور وہ اسکو آزاد کرے تو اس غلام آزاد کی ولاء ذمی کے واسطے ہے اسواسطے کہ ولاء عتاقت نسب کی مانند سبب ہے میراث کا تو اہل
ذمہ ولاء کی جہت سے باہم وارث ہوتے ہیں مسلمانوں کے مانند جبکہ کوئی میراث کا حاجب نہ ہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہوا اور وہ اسکو آزاد کرے تو ذمی
اسکی میراث نہ پاویگا اور نہ اسکی طرف سے دیت دیگا اور اس قول سے یعنی ذمی مولی کو ولاء حاصل ہوتی ہے نہ میراث اس قول کا فساد نہایت مرتبہ کے وضوح
واضح ہو گیا کہ ولاء تو وہی میراث ہے ھم یعنی جب ذمی کو ولاء عتیق مسلم ثابت ہوئی اور میراث اسکی حاصل نہ ہوئی تو صاف معلوم ہو گیا کہ ولاء اور میراث متحد
نہیں اور سابق مذکور ہو چکا کہ میراث ولاء کا حکم اور اثر ہے اور تعریف بالحکم جائز ہے ذمی مولی اپنے عتیق مسلم کا اسواسطے وارث نہ ہوگا کہ ارث کی شرط حاصل نہیں یعنی
اتحاد ملت وارث و مورث تو اگر ذمی مسلمان ہو جاوے اور عتیق مسلم اسکے بعد مرے تو اسکو میراث اسکی ملیگی کذا فی الطحطاوی ولو اعتق حربی فی دار الحرب
عبدا حربیا لا یعتق بمجرد اعتاقہ الا ان یخلی سبیلہ فاذا خلاہ عتق حینئذ ولا ولاء لہ حتی لو خرجا الینا مسلمین لا یرثہ خلافا للثانی اور اگر حربی نے دار الحرب میں
حربی غلام آزاد کیا تو مجرد اعتاق بلکہ تخلیہ کے وہ آزاد نہوگا مگر یہ کہ حربی غلام مذکور کو مخلی بالطبع کر دے پھر جب اسکو مطلق العنان کر دے یعنی اپنے قبضہ سے

تصرف میں رکھے تو وہ اسوقت میں آزاد ہوجاویگا اور اُسکی ولاء اُسکو نہ ملیگی تو اگر حربی اور اُسکا عتیق دونوں مسلمان ہوکر دارالاسلام میں آوینگے تو حربی اُسکا وارث نہوگا برخلاف مذہب ابو یوسف کہ اُنکے نزدیک میراث پاویگا وکان لہذہ بوانی من شامہ الانہ لاولاء لاحد علیہ او حربی کے غلام آزاد کو جائز ہی کہ جس سے چاہے عقد والات منعقد کرے اسواسطے کہ کسی کی ولاء اُسپر نہیں ہی جو عقد موالاۃ دوسرے سے نکرسکے ولو دخل مسلم فی دارالحرب فاشتری عبداثمہ فاعتقہ بالقول عتق بلاتخلیۃ اور اگر مسلمان دارالحرب میں گیا سواُسنے وہان غلام خریدا کیا پھر اُسکو زبانی بلاتخلیہ آزاد کیا یعنی دارالحرب میں تو وہ آزاد ہوجاویگا ھم یہ روایت شرنبلالی کی اس روایت سے مخالف ہی کہ جب مسلمان غلام حربی کو دارالحرب میں آزاد کرے تو اُسکو اُسکی ولاء حاصل نہوگی امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اور اس منافات کا یون جواب ہوسکتا ہی کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہی نہ ولا اور شرنبلالی میں نفی ولاء مذکور ہی نہ نفی عتق کی اور سابق مذکور ہوچکا ہی کہ ولاء اور میراث متحد نہیں والله اعلم ولو کان لعبد مسلما فاعتقہ مسلم او حربی فی دارالاسلام فولاءہ لہ ای لمعتقہ اور اگر غلام مسلمان ہو سو اُسکو مسلمان یا حربی دارالاسلام میں آزاد کرے تو اُسکی ولاء اُسکو ملیگی یعنی اُس کے آزاد کرنیوالے کو فروع مسائل ملحقہ شارح کے ادعیا ولاء میت وبرہن کل انہ اعتقہ لقضیٰ بالولاء والارث لہما دو شخصون نے میت کی ولاء کا دعوی کیا اور ہر شخص اُسکے گواہ لایا کہ اُسی نے اُسکو آزاد کیا ہی تو دونوں مدعیون کے واسطے ولاء اور میراث کا حکم ہوگا بسبب عدم ترجیح المولی المستحق الولاء والا منفذ منہ وصایاہ ولقضی منہ دیونہ مولی آزاد کرنے والا مستحق ولاء ہوتا ہی عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے مولی کی وصیتین نافذ ہونگی اور اُس کے دیون اُس سے ادا کیے جاوینگے اگرچہ عتق کتابت یا تدبیر یا استیلاد سے ہو کذا فی الطحطاوی الکفارۃ تعتبر فی ولاء العتاقۃ لمعتق العرب لو کان الدباغ ہمسری زوجیت میں لاء عتاقت میں معتبر ہی تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہی عطرفروش کی آزادلونڈی سے نہ دباغت کرنیوالے کا غلام آزاد ہم تو اگر سوداگر کی معتقہ دباغ کے عتیق سے نکاح کرے تو اُسکے مولی کو فسخ نکاح کا اختیار ہی تا وقتیکہ ولادت یا حمل نہوا ہو کذا فی الطحطاوی الام اذا کانت حرۃ الاصل بمعنی عدم الرق فی اصلہا فلاولاء علی ولدہا جبکہ عورت حرہ اصلی ہو یا یہ معنی کہ جسکی اصل میں لونڈی اور غلام نہوا ہو تو اُسکے فرزند پر ولاء نہیں ہی اگرچہ اُسکا باپ غلام ہو اسواسطے کہ حریت اور رقیت میں لڑکا مان کا تابع ہوتا ہی نہ باپ کا کذا فی الطحطاوی ھم حر اصلی فقہا کے نزدیک دو معنون میں مستعمل ہی ایک یہ کہ جسکی ذات پر رق یعنی کسی کی ملک نہ جاری ہوئی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گذرنے چھ مہینے کے نکاح اور علوق کے وقت سے یا اُس شخص سے پیدا ہوا ہو جسکی اصل میں رقیق ہو اور دوسرا یہ کہ جسکی اصل میں اصلا رقیق نہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذالک فلو عربیا لا ولاء علیہ مطلقا اور باپ جبکہ اُسی طرح کا حر اصلی ہو تو اگر وہ عربی ہی تو اُسکے ولد پر ولاء نہیں مطلقا یعنی نہ باپ کی قوم کے واسطے ولاء ہی نہ مان کی قوم کے واسطے ولو عجمیا لاولاء علیہ لقوم الام ویرثہ معتق الام وعصبتہ خلافا للثانی اور اگر باپ عجمی ہی تو اُسپر ولاء نہیں باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاویگا مان کا آزاد کرنے والا اور اُسکا عصبہ برخلاف مذہب ابو یوسف ھم ابو یوسف کے نزدیک بیٹا تابع ہی باپ کا ولاء میں چنانچہ شخص عربی میں تابع ہوتا ہی اسواسطے کہ نسب باپ کی طرف سے ہی اگرچہ نسب ضعیف ہو اور طرفین کی دلیل یہ ہی کہ ولاء ثابت ہوتی ہی نصرت کے سبب سے اور ولد کے واسطے نصرت نہیں عجمی باپ کی طرف سے اسواسطے کہ عرب سوا عجم میں تناصر قبائل سے نہیں ہی ورر میں ہی الحاصل اگر والدین حر اصلی ہون بمعنی مذکور تو ولد پر ولاء نہیں اور اگر دونوں معتق ہون یا اُنکی اصل میں معتق ہو تو ولاء باپ کی قوم کے واسطے ہی اور اگر مان معتقہ ہو اور باپ حر اصلی بمعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولاء نہیں اور اگر باپ غیر عربی ہو تو قوم مادر کے واسطے ولاء ہی امام اور محمد کے نزدیک نہ ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

فصل فی ولاء الموالاۃ

یہ فصل ہی ولاء موالاۃ کے احکام میں ھم موالاۃ لغت میں بمعنی متابعت ہی اور شرع میں چنانچہ اسبیجابی نے کافی حاکم کی شرح میں تصریح کی ہی کہ موالاۃ یہ ہی

فصل فی ولاء الموالاۃ

مثلاً مسافر دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری یہاں نہیں اور نہ کوئی مددگار ہے سو مجکو تو اپنی طرف ملالے اور اپنی قوم کی طرف تا میں تیری جماعت میں گنا
جاؤں تو تو میری مدد کیجیو اور میری دیت بھرے تو آپ اور مصائب دور کیجیو اور اگر میں مرجاؤں تو تو میرے مال کا وارث ہے تو دونوں شخصوں میں عقد موالاۃ
منعقد ہوگی یعنی بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاء عتاقت کو ولاء موالاۃ پر اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہے قابل انتقال نہیں ہے جمیع احوال میں بخلاف
ولاے موالاۃ کہ وہ نقل ہوتی ہے قبل ازادائے دیت اور ولاے عتاقت بالاتفاق سبب میراث ہے بخلاف ولاے موالاۃ کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک
اسکا کچھ اعتبار نہیں ہے والدلائل فی المطولات کذا فی الطحطاوی اسلم رجل مکلف علی ید آخر ووالاہ او والی غیرہ اشترط کونہ عجمیا لا مسلما علی ما مر وعجمی علی ان
یرثہ اذا مات ویعقل عنہ اذا جنی صح ہذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر اور اسکا تابع ہوا یا اسکے سوا اور شخص کا تابع
ہوا اس شرط پر کہ تابع متبوع کا وارث ہو جبکہ تابع مرے اور متبوع اسکی طرف سے دیت دے جبکہ تابع سے قتل خطا صادر ہو تو یہ عقد موالاۃ صحیح ہے شارح
نے کہا شرط موالاۃ کی عجمی ہونا ہے نہ مسلمان ہونا بنا بر بیان گذشتہ اور آگے کہ مذکور ہوگا حکم اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہے شرط نہیں عاقل بالغ
ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ عقد موالاۃ تصرف دائر ہے نفع اور ضرر میں اسواسطے کہ اسمین ایجاب میراث اور التزام دیت ہے تو بدون عقل اور بلوغ کے صحیح
نہ ہوگا مگر باذن اور عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ تناصر عرب کا قبائل سے ہے تو عقد موالاۃ کی عرب کو کچھ حاجت نہیں کذا فی الدرر وعلیہ عقلہ وارثہ لہ اور
دیت اسفل کی اعلی پر ہے اور میراث اسفل کی اعلی کے واسطے ہے وکذا لو شرط الارث من الجانبین اور اسیطرح عقد موالاۃ صحیح ہے اگر میراث دونوں جانب
سے مشروط ہو یعنی اگر اسفل مرے تو اعلی میراث اسکی لے اور اگر اعلی مرے تو اسفل اسکی میراث لے ہم توارثہ من الجانبین اسیطرح اکثر کتابوں میں بلا
خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیاء سے نقل کیا ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک ثانی مولی ہوگا اول کا اور اول کی ولا باطل ہوجائیگی
اسواسطے کہ تابع متبوع نہیں ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولو والی صبی عاقل باذن ابیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاۃ
منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اسکے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہے بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ آخر فانہ یصح ویکون وکیلا
عن سیدہ بعقد الموالاۃ جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاۃ منعقد کرے تو صحیح ہے اور وہ غلام وکیل ٹھہریگا اپنے مالک
کی طرف سے عقد موالاۃ کا غلام وکیل ٹھہریگا نہ اصیل اسواسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہیں ہے بلکہ اہل کی جانب سے وکیل ہے واخرہ عن ارث ذوی
الرحم لضعفہ اور مولاے موالاۃ کی ارث ناہالی رشتہ دار سے موخر ہے اسکے ضعف کے سبب سے ہم اسواسطے کہ موالاۃ عاقدین کا عقد ہے تو انکے غیر پر وہ
لازم نہ ہوگی اور ناہالی رشتہ دار وارث شرعی ہے تو عاقدین اسکے ابطال کے مالک نہیں ولہ النقل عنہ بمحضر منہ الی غیرہ ان لم یعقل عنہ وعن ولدہ فان
عقل عنہ او عن ولدہ لا یتنقل لتاکدہ اور عاقد اسفل کو عقد موالاۃ کا نقل کرنا عاقد اعلی سے اسکے سامنے اسکے غیر کی طرف جائز ہے اگر عاقد اعلی نے اسکی طرف
سے یا اسکے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو اور اگر دیت دی ہو اسکی طرف سے یا اسکے ولد کی طرف سے تو ولاے موالاۃ منتقل نہ ہوگی اسواسطے کہ دیت
نے اسکو موکد اور مضبوط کردیا دیت کے دینے سے ولا یوالی معتق احدا للزوم ولاء العتاقۃ اور عقد موالاۃ منعقد نہ کرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب
لازم ہونے ولاے عتاقت کے امرأۃ والت ثم ولدت مجہول النسب تبعہا المولود فیما عقدت ایک عورت نے موالاۃ منعقد کی پھر وہ ایک لڑکا جنی کہ
باپ معلوم نہیں ہے جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہے عقد مذکور میں وکذا لو اقرت بعقد الموالاۃ او انشأتہ والولد معہا لانہ نفع محض فی حق صغیر لم یدر لہ اب اور
اسیطرح لڑکا ماں کا تابع ہوگا اگر اسکی ماں عقد موالاۃ کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حالانکہ بیٹا اسکے ساتھ موجود ہو تو ماں کا تابع ہوگا اسواسطے کہ عقد
کہ وہ نفع محض ہے اس صغیر کے حق میں جسکا باپ معلوم نہیں وعقد الموالاۃ شرطہ ان یکون حرا مجہول النسب بان لا ینسب الی غیرہ اما نسبۃ غیرہ الیہ
فغیر مانع عنایہ اور عقد موالاۃ کی شرط یہ ہے کہ عاقد اسفل آزاد مجہول النسب ہو یعنی اپنے سوا اور شخص کی طرف منسوب نہو اور غیر شخص کا منسوب ہونا اسکی طرف

مجہولیت نسب بھی مانع نہیں کذافی البنایہ ھم اور دوسرا قول عالمگیری مین جیسا کہ منقول ہے کہ مجہول النسب ہونا شرط نہیں کذافی الطحطاوی
والثانی ان لایکون عربیا اور دوسری شرط موالاۃ کی یہ ہے کہ مولا اسفل عربی نہو والثالث ان لایکون لہ ولاء عتاقۃ ولا موالاۃ مع
احد وقد عقل عنہ اور تیسری شرط یہ ہے کہ اُسکے واسطے ولاء عتاقت نہو اور نہ ولاء موالاۃ کسی شخص کے ساتھ اور نہ اتنا کہ وہ شخص اسکی
طرف سے دیت دے چکا ہو والرابع ان لایکون عقل عنہ بیت المال اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اسکی طرف سے بیت المال سے دیت نہ دی گئی ہو ھم تو
اگر اسکی دیت بیت المال سے دی گئی ہو تو اسکی میراث جماعت مسلمین کیواسطے ہو شرح الطحاوی مین ہے کہ لقیط آزاد ہے اور جنایت اسکی بیت المال پر ہے اور اسکی
میراث بھی بیت المال کیلئے یعنی اہل اسلام کے واسطے ہے پھر جب وہ جوان ہو تو اسکو اختیار ہے جس سے چاہے موالاۃ کرے مگر جبکہ اسکی طرف سے دیت ادی
گئی ہو بیت المال سے تو اسکو کسی کے ساتھ موالاۃ کرنا درست نہیں کذافی الطحطاوی والخامس ان یشترط العقل والارث اور پانچوین شرط یہ ہے کہ دیت
اور میراث شرط ہو واما الاسلام فلیس بشرط فتجوز موالاۃ المسلم الذمی وعکسہ والذمی الذمی وان اسلم الاسفل لان الموالاۃ کالوصیۃ کما بسط فی البدائع اور
اسلام عقد موالاۃ مین شرط نہین تو جائز ہے موالاۃ کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کا مسلمان سے اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولا اسفل اسلام قبول کرے
اسواسطے کہ موالاۃ وصیت کے مانند ہے چنانچہ اسکی شرح بیان کیا ہے بدائع مین ھم یعنی جسطرح وصیت صحیح ہے مسلم اور ذمی سے مسلم اور ذمی کے واسطے یہی
ہی موالاۃ بھی صحیح ہے لیکن دونون مین فرق یہ ہے کہ موصی لہ وصیت کا مستحق ہوتا ہے موصی کی موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور مولا الموالاۃ کا مولی
وارث نہین ہوتا اختلاف دین کے ساتھ کذافی الحلبی وفی الوہبانیہ شعر ومعتق عبد عن ابیہ فلولاءہ لہ والاجر بالمشیۃ یوجد اور وہبانیہ مین ہے اور غلام
آزاد کرنے والے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث غلام آزاد کرنے والے کے واسطے ہے اور اسکا باپ بمشیت ربانی ماجور ہے یعنی اعتق عبدہ عن ابیہ
المیت فالولاء لہ والاجر للاب انشاء اللہ تعالی من غیر ان ینتقص من اجر الابن یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنے میت باپ کی طرف سے تو میراث
غلام کے آزاد کرنے والے کے واسطے اور ثواب باپ کیواسطے ہے اگر اللہ تعالی چاہے بلا نقصان ثواب فرزند ھم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ اعتاق کا ثواب کچھ باپ کو
ملیگا اور کچھ فرزند کو بلکہ دونون کو پورا ثواب اعتاق کا حاصل ہوگا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم شارح وہبانیہ علامہ عبد البر نے کہا
مشیت الہی کی قید ناظم نے اسواسطے لگائی کہ یہ مسئلہ ثابت ہے خبر احاد سے اور اس سے یقین حاصل نہین ہوتا وکذا الصدقات والدعوات لابویہ وکل مومن
یکون الاجر لہم من غیر ان ینتقص من اجر الابن مضمرات اور اسیطرح صدقات اور دعوات والدین کے واسطے اور ایماندار کے واسطے کرنے سے والدین
اور مومنین کو ثواب ہوتا ہے بدون اس بات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچھ ثواب کم ہو جائے کذافی المضمرات ھم علامہ عبد البر نے کہا کہ بنا اس مسئلہ کی اسپر ہے کہ زندون کے
اعمال کا ثواب مردون کو پہونچتا ہے اور اسمین قاضی القضاۃ سروجی وغیرہ نے رسائل تصنیف کیے ہین اور انہین تصنیف ہماری استاد قاضی القضاۃ سعد الدین
دیری کی ہے جسکا نام کواکب نیرات ہے خلاصہ تالیفات مذکورہ یہ ہے کہ جمہور علما کا مذہب صحیح ہے کہ اموات کو ثواب پہونچتا ہے یعنی صدقات اور دعوات کا کذافی
الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

کتاب الاکراہ

کتاب الاکراہ

یہ کتاب ہے اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام مین ہو لغۃ حمل الانسان علی شیء یکرہہ اکراہ لغت عرب مین عبارت ہے انسان کو برانگیختہ کرنے سے
اُس چیز پر جسکو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کرانا جو اسکو برا لگتا ہے خواہ کراہت طبعی ہو یا شرعی وشرعا فعل یوجد من المکرہ فیحدث
فی المحل معنی یصیر بہ مدفوعا الی الفعل الذی طلب منہ اور شرع مین اکراہ زبردستی کرنے والے کے ایسے فعل خواہ دھمکانے کو کہتے ہین جو
طرف ثانی کے دل مین وہ اثر پیدا کردے کہ جس فعل کو اول شخص اس سے چاہے اسکو ناچاری کرنا پڑے ھم فعل اول شامل ہے فعل حقیقی اور حکمی کو اور ...

قول کو بھی چنانچہ زبانی دھمکی فعل بھی ہے یہ صورت مذکور ہے قہستانی میں کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اسکو کسی چیز سے تہدید
نہ کی اگر یہ مامور جانتا ہو کہ لا سعہ حال سے کہ اگر اسکو قتل نہ کریگا تو آمر اسکو مار ڈالیگا یا اسکا کوئی عضو کاٹیگا تو یہ بھی اکراہ ہے اور محل سے مراد مکرہ بالفتح
ہے یعنی جس پر اکراہ واقع ہوا اور معنی مضطر ہونے کہ … کذا فی الطحطاوی درمختار میں ہے کہ اکراہ شرعی یہ ہے کہ کسی سے فعل کروانا بواسطہ اس تہدید کے جو رضا کو
نیست و نابود کردے … اختیار کا … اختیار کا فاسد کرتی ہے اور کبھی نہیں الحاصل عدم رضا معتبر ہے اکراہ کی سب صورتوں میں اور
اصل اختیار ثابت ہے سب صورتوں میں لیکن کبھی صورت میں اختیار فاسد ہوتا ہے اور کبھی صورت میں فاسد نہیں ہوتا انتہی اور تحقیق اسکی شرح وقایہ میں
یوں مذکور ہے کہ رضا کے مقابلہ میں کراہت ہے اور اختیار کے مقابلہ میں جبر … اکراہ میں … کراہت موجود ہے تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار ثابت
ہے … اس واسطے کہ اختیار فاسد ہوتا ہے … نفس … جان یا عضو کی ہلاکی ہے تو … جیسے حیوانات کی
پیدائش ہے کہ … دیکھتا کہ قوت … اور آگ میں … تلف لو آگ
بازرہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن ظاہر … اختیار فاسد ہی … واسطے کہ انسان اسپر
مخلوق ہے اس راہ سے کہ … مجبول ہے … شرع باقی ہے اکراہ میں … بواسطہ تحقق عقل اور بلوغ کے … تمام وجود اسکی
بتلف النفس او عضو او نحو … والا فناقص … اور اکراہ دو قسم ہے کامل اور ناقص یا اکراہ کامل اور وہ اکراہ ملجی … جان یا عضو
تلف ہو جانے سے … اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ناقص ہے اور وہ اکراہ غیر ملجی ہے … ضرب شدید سے مراد وہ ضرب ہے کہ جو موجب ہو تلف نفس یا عضو
کی چنانچہ … اکراہ ملجی چنانچہ ڈرانا قتل نفس اور قطع عضو اور ضرب شدید … تلف … اور غیر ملجی …
… اور بیڑیاں پاؤں میں ڈالنا اور ضرب یسیر … وشرطه اربعة امور قدرة المکره علی الایقاع … او لصا
او نحوه اور اکراہ کی شرطیں چار چیزیں ہیں ایک شرط قادر ہونا اکراہ کرنے والے کا اس چیز کے واقع کرنے پر جس سے … تہدید کی ہے خواہ مکرہ بادشاہ
ہو یا چور ڈاکو یا مانند اسکے … مسلط ہے اور مجنون … اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون نے کسی
ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروایا … تو قاتل پر قصاص نہیں اور نہ دیت اور قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہ ہوگا اگر اسکا وارث ہے
اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی والثانی خوف المکره بالفتح ایقاعه ای ایقاع ما هدد به فی الحال بغلبة ظنه لیصیر ملجأ اور دوسری شرط خوف ہے
مکرہ بالفتح کا یعنی جس پر اکراہ اور زبردستی ہوتی وہ اپنے ظن غالب سے ڈرتا ہو تہدید والی چیز کے واقع کر دینے سے فی الحال تاکہ اس گمان سے وہ مضطرب اور
مجبور ہو جاوے … اور اگر ظن غالب ہو اسکے نہ واقع کرنے کا یا اکراہ کرنے والا وہاں سے ٹل گیا تو اکراہ ثابت نہ ہوگا والثالث کون الشیء المکره به متلفا نفسا
او عضوا او موجبا غما یعدم الرضی اور تیسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کے سبب سے اکراہ ہو وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنے والی ہو یا موجب ہو ایسے غم اور
اندوہ کی جو رضامندی کو نیست و نابود کردے … شرح وقایہ میں ہے کہ اکراہ دو قسم ہے ایک یہ کہ رضامندی کو تلف کر دے اور یہ اکراہ حبس یا ضرب سے ہوتا ہے اور
اکراہ ثانی مفسد اختیار ہے وہ قتل اور قطع عضو کے خوف سے ہوتا ہے تو فوت رضامندی فساد اختیار سے عام ہے تو حبس یا ضرب میں رضا فوت ہے لیکن اختیار صحیح باقی
ہے اور قتل میں رضامندی نہیں لیکن اسکو اختیار صحیح نہیں بلکہ اختیار فاسد ہے انتہی اور موجب غم کا ہے حبس ہوتا ہے اور کا ہے ضرب اور اکراہ میں متعدد حبس ہے
کہ جس سے غم صریح … اور ضرب کی مقدار … سے درد شدید پیدا ہو اور اسمیں ایسی کوئی مقدار نہیں جس سے کمی اور زیادتی نہ ہو سکے اس واسطے کہ نصب
مقادیر رائے سے ممتنع ہے بلکہ یہ حاکم کی تجویز پر مفوض ہے کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہے کذا فی الطحطاوی عن الزاہدی … مراتبه … مختلفات باختلاف اشخاص
فان الاشراف یغمون بکلام خشن والاراذل ربما لا یغمون الا بالضرب المبرح ابن کمال اور یہ … موجب … کم تر مرتبہ ہے اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص ہے

اسواسطے کہ شہرات تو غمگین ہوجاتے ہیں سخت بات سے اور کمینے اکثر آزردہ نہیں ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والرابع کون المکرہ
ممتنعا عما اکرہ علیہ قبلہ اما لحقہ کبیع مالہ او لحق شخص آخر کاتلاف مال الغیر او لحق الشرع کشرب الخمر والزنا اور اکراہ کی چوتھی شرط ممتنع ہونا مکرہ بالفتح
کا قبل از اکراہ اس فعل سے جسکے واسطے اسپر زبردستی ہوئی یعنی اگر اسپر اکراہ نہوتا تو وہ فعل ہرگز نہ کرتا یا تو اپنے حق کے سبب سے نہ کرتا جیسا کہ اپنا
مال بیچنا یا دوسرے شخص کے حق کے سبب سے جیسا کہ غیر کا مال تلف کرنا یا حق شرع کی جہت سے نکرتا جیسا کہ شراب خواری اور زناکاری ہم اپنے مال
کے بیع میں اکراہ غیر ملجی ہو اور اتلاف مال غیر اور شراب خواری میں اکراہ ملجی ہو فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید متلف لا بسوط او سوطین الا علی المذاکیر
والعین بزازیہ تو اگر ایک شخص پر اکراہ ہوا بسبب قتل یا ضرب شدید متلف کے نہ ایک دو کوڑے کی ضرب کہ وہ تلف کرنے والی نہیں مگر آلات تناسل او
آنکھ پر البتہ متلف ہے کذا فی البزازیہ ہم پہلے سے مذکور ہو چکا کہ ضرب شدید حاکم کی رائے پر مفوض ہے اسکی کچھ حد معین نہیں اور تصرفات مذکورہ متن کی اکراہ
غیر ملجی سے ہوتی ہیں اور ضرب متلف تو اکراہ ملجی میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح کو ضرب شدید میں متلف کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہ تھی
او قید مدید بخلاف حبس یوم او قید او ضرب غیر شدید الا الذی جاہ درر یا اکراہ ہوا حبس دراز یا قید طویل سے بخلاف حبس یکروزہ یا قید یکروزہ
یا ضرب خفیف کے کہ وہ اکراہ نہیں ہے مگر عزت دار کے حق میں البتہ اکراہ ہے کذا فی الدرر قید سے مراد بیڑیاں پاؤں میں ڈالنا ہے نہ حبس جیسا کہ مشہور ہے
عوام میں حتی باع او اشتری او اقر او آجر فسخ ما عقد یعنی اگر ایک شخص پر تہدید قتل یا ضرب شدید یا حبس مدید یا قید طویل سے اکراہ ہوا یہاں تک
کہ اسنے اپنا مال بیچا یا خرید کیا یا کسی کے حق کا اقرار کیا یا اجارہ کیا تو وہ شخص عقود مذکورہ کو فسخ کر ڈالے بعد زوال اکراہ ہم عقود مذکورہ سے
مراد وہ عقود ہیں جو قابل فسخ ہیں جیسا کہ بیع اور شرا اور اجارہ اور صلح اور ابراء مدیون اور کفیل اور ہبہ کذا فی الدرر ولا یبطل حق الفسخ بموت احدہما او
حق فسخ کا باطل نہیں ہوتا جابر یا مجبور کی موت سے ہم یعنی مکرہ بالفتح کا وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ میں اور مکرہ بالکسر کا وارث اپنے
مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اسکے ترکہ سے رجوع ہوگا ولا بموت المشتری ولا بالزیادۃ المنفصلۃ اور نہ حق فسخ باطل ہوگا مشتری کی موت سے اور نہ
زیادت منفصلہ سے ہم زیادت منفصلہ جیسا کہ بچہ اور پھل تو زیادت متصلہ سے بطریق اولی فسخ باطل نہ ہوگا ویضمن بالتعدی اور زیادت منفصلہ کا تاوان
لازم ہوگا مشتری پر اسکی تعدی کرنے سے وسیجی انہ یستمر وان تداولتہ الایدی اور آگے آویگا کہ بیع پھیر لیا جاوے گا اگرچہ دست بدست چند بار اسکی
بیع ہوگئی ہو او یمضی لان الاکراہ الملجی وغیر الملجی یعدمان الرضی والرضی شرط لصحۃ ہذہ العقود وکذا لصحۃ الاقرار فلذا صار لہ حق الفسخ والامضاء یا مکرہ بالفتح چاہے
تو عقود مذکورہ جاری اور ثابت رکھے اسواسطے کہ اکراہ ملجی رضامندی کو نیست و نابود کر دیتے ہیں اور حالانکہ رضامندی ان عقود کی صحت کی شرط
ہے اور اسیطرح اقرار صحیح ہونے کے واسطے رضامندی شرط ہے تو اسی واسطے اسکا حق ہوگیا فسخ کر ڈالنے اور جاری رکھنے میں ثم ان تلک العقود نافذۃ
عندنا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ عقود مذکورہ نافذ ہیں ہم حنفیوں کے نزدیک ہم مراد یہ ہے کہ مکرہ بالفتح کی عقود محتمل الفسخ اگرچہ فاسد ہیں مگر قابل نفاذ مفید
ملک ہیں مالک کے ثابت رکھنے سے نافذ سے لازم مراد نہیں کیونکہ مکرہ فسخ اور امضا میں مختار ہے اور قہستانی کا یہ قول کہ عقود مکرہ باطل نہیں منافی فساد
عقود نہیں اور صاحب الایضاح کے اس قول کا کہ عقود مذکورہ نافذ ہیں مطلب یہ ہے کہ مفید ملک ہیں امضا سے مالک سے اور اگر یوں تاویل نہ کیجیے تو یہ
کیونکر ہو کہ باوجود انعدام شرط صحت کے عقود مذکورہ صحیح ہوجاویں درر میں مذکور ہے کہ تصرفات قولیہ مکرہ کے منعقد ہوجاتے ہیں بیع فاسد کے مانند
اور فتاوی عالمگیری کی بھی عبارت فساد عقود مذکورہ کے مفید ہے ہاں یہ البتہ ہے کہ اور عقود فاسدہ سے یہ عقود مخالف ہیں چند احکام میں کذا فی الطحطاوی مختصرا
بتصرف وحینئذ فلو ملکہ المشتری ان قبض فصح اعتاقہ اور اسوقت میں یعنی جبکہ عقود مذکورہ پر نفاذ کا حکم کیا تو مشتری مالک ہوگا اگر اسپر قبضہ کرے
تو مشتری کو غلام مبیع کا آزاد کرنا صحیح ہے وکذا کل تصرف لا یمکن نقضہ اور اعتاق کے مانند ہر ایک وہ تصرف ہے جسکا نقض ممکن نہیں ہم جیسا کہ تدبیر اور استیلاد

طلاق کذا فی القہستانی ولزمہ قیمتہ وقت الاعتاق ولو معسرا زاہدی لاتلافہ بعقد فاسد اور مشتری کو قیمت اسکی جو اعتاق کے وقت ہوگی لازم
ہوگی اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزاہدی بسبب تلف کرنے مشتری کے عقد فاسد سے فان قبض ثمنہ او سلم المبیع طوعا قید للمذکورین نفذ
یعنی لزم لما مران عقود المکرہ نافذۃ عندنا والتعلق علی الرضی والاجازۃ لزومہ لانفاذہ اذ اللزوم امر وراء النفاذ کما حققہ ابن کمال پھر جبر اکراہ
ہوا اگر ثمن اسکا خوشی سے لیا یا مبیع کو رضامندی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہوگی یعنی لازم ہوا اسواسطے کہ گذر گیا کہ مکرہ بالفتح کی عقود
ہمارے نزدیک نافذ ہیں اور اسکی رضامندی اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہے نہ اسکا نافذ ہونا اسواسطے کہ لزوم نفاذ کے سوا امر ہے چنانچہ ابن کمال
نے ایضاح میں اسکو تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہے ہم بعد قبض اور تسلیم بیع لزوم ہوگی یعنی فاسد منقلب بہ صحیح ہو کر لازم ہو جاویگی اسطرح کہ اب اسکو فسخ کا اختیار
باقی نہ رہیگا اور شارح نے جو نفاذ عقود کا آگے نہ کور کیا اسکی تاویل بھی مذکور ہو چکی اور ابن کمال نے شرح طحاوی سے نقل کیا ہے کہ عقود مذکورہ نافذ ہیں
مگر اسکو اختیار ہے فسخ کر ڈالنے کا بوجہ نارضامندی کے سبب سے انتہی ظاہر الفاظ سے مراد افادہ ملک ہے نہ یہ کہ عقود صحیح ہیں اسواسطے کہ خود ابن کمال نے
تصریح کی ہے کہ تمامی بیع کی اسکے منقلب ہو جانے سے صحیح ہو کر بائع کی رضا اور اجازت پر موقوف ہے تو اسکا ثمن قبض کرنا اور مبیع تسلیم کر دینا پلٹ کر بیع کو
صحیح کر دیتا ہے اسواسطے کہ قبض اور تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہے اور بحر الرائق میں کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے نزدیک مصرح ہے کہ
منجملہ شروط صحت رضامندی ہے تو مکرہ بالفتح کی بیع اور شراء فاسد ہے اور منار اور اسکی شرح میں مذکور ہے کہ مکرہ کی بیع فاسد ہے یعنی فاسد منعقد ہوتی ہے بوجہ عدم رضا
کے سبب سے جو نفاذ کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت والضابط ان ما لا یصح مع الہزل ینعقد فاسدا والا فلا میں کہتا ہوں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو
عقد کہ صحیح نہیں ہزل اور بیہودگی سے چنانچہ بیع اور شراء اور اجارہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہے تو مالک کو اسکا باطل کر دینا جائز ہے والا یصح
الحاصل کما سیجی اور جو عقد کہ ہزل اور بیہودگی سے صحیح ہے چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بھی صحیح ہے تو تاوان لے مالک حامل یعنی اکراہ کنندہ
سے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا وان قبض الثمن مکرہا لا یلزم اور اگر مالک نے ثمن اکراہ سے قبض کیا تو بیع لازم نہ ہوگی وردہ ولم یضمن ان ہلک الثمن
لانہ امانۃ ورد ان بقی فی یدہ لفسادہ اور ثمن کو پھیر دے اگر اسکے پاس باقی ہے کیونکہ عقد فاسد ہو گیا اور تاوان نہ دیگا اگر ثمن تلف ہو گیا ہو اسواسطے
کہ وہ امانت ہے کذا فی الدرر ہم امانت اسواسطے تھا کہ اسنے مشتری کی اجازت سے لیا تھا لا علی سبیل التملک تو تاوان اسپر لازم نہ ہوگا لکنہ یخالف البیع
الفاسد فی اربع صور لیکن بیع مکرہ مخالف ہے بیع فاسد کے چار صورتوں میں یجوز بالاجازۃ القولیۃ والفعلیۃ پہلی صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ جائز ہو جاتی ہے اجازت
قولی اور فعلی سے برخلاف اور بیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب بصحیح نہیں ہوتی والثانی انہ ینقض تصرف المشتری منہ وان تداولتہ الایدی اور
دوسری صورت یہ ہے کہ مشتری کا تصرف اس سے توڑا جاتا ہے اگرچہ دست بدست چند بار اسکی بیع ہو گئی ہو برخلاف اور بیوع فاسدہ کے ہو اسواسطے کہ اور
بیوع فاسدہ میں حق شرع کی جہت سے فساد ہے اور بیع مکرہ میں حق العبد کی جہت سے فساد ہے اور حق العبد حق اللہ پر مقدم ہے کیونکہ عبد حاجتمند ہے اور حق تعالیٰ
غنی کذا فی الطحطاوی والثالث تعتبر القیمۃ وقت الاعتاق دون وقت القبض اور تیسری صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ میں وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ قبض کے
وقت بخلاف اور بیوع فاسدہ کے کہ انمیں وقت قبض کے قیمت معتبر ہے نہ وقت اعتاق کے والرابع الثمن والمثمن امانۃ فی ید المکرہ لاخذہ باذن المشتری
فلا ضمان بلا تعد بخلافہما فی الفاسد بزازیہ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ثمن اور مثمن یعنی مبیع امانت ہے مکرہ بالفتح کے ہاتھ میں بسبب لینے ثمن کے مشتری کے اذن
سے یا بسبب لینے مبیع کے بائع کے اذن سے تو بدون تعدی کے تاوان نہیں برخلاف ان دونوں ثمن اور مثمن کے بیع فاسد میں کہ امانت نہیں ہوتے کذا
فی البزازیہ ہم ثمن اور مبیع اسوقت امانت ہے جبکہ بائع پر ثمن لینے کا اکراہ ہو اور مشتری پر مبیع لینے کا امر السلطان اکراہ وان لم یتوعدہ بادشاہ کا امر اکراہ
ہے اگرچہ اسنے قتل یا حبس کی وعید اور تہدید نہ کی ہو تم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بادشاہ نے ایک مرد سے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا یا اس سور کا گوشت کھا

او نہیں تو میں تجکو قتل کرونگا تو اسکو کھانا جائز ہی بلکہ فرض ہی جبکہ اسکو گمان غالب ہو کہ اگر نہ کھاونگا تو مقتول ہونگا پھر اگر اسنے نہ کھایا
اور قتل ہوا تو گنہگار ہوگا ظاہر الروایۃ میں اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہگار ہوگا اور اسیطرح خون میں ماخوذ ہوگا لیکن اگر حالت ضرورت
کی اباحت سے جاہل ہوگا اور نہ کھانے سے مقتول ہوگا تو امید ہے کہ ماخوذ نہوگا اور اگر [illegible] ہوگا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اسکو ظن غالب ہو
کہ بادشاہ اسکو نہ کھانے سے قتل نہ کریگا خوش طبعی سے تہدید قتل کی ہے پس اسکو کھانا درست نہیں اور اگر بادشاہ ایک مرد پر اکراہ کرے کہ وہ
اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اسکو ہاتھ کاٹنا جائز ہے اگر وہ چاہے اور اگر بادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہیں تو تجکو قتل کرونگا تو اسکو اپنا قتل
کرنا جائز نہیں انتہی مختصرا و ملتقی اور اسکی شرح میں ہے اور اکراہ تہدید قتل ہوا اسپر کہ [illegible] یا آگ میں [illegible] یا اور ہلاک چیز پر
تو اسکو اختیار ہے امام کے نزدیک جو چاہے اقدام کرے جو چاہے صبر کرے اور صاحبین نے کہا [illegible] کذا فی الطحطاوی و فی المنح و امر غیر السلطان
العلیم المامور بدلالۃ الحال انہ لو لم یفعل امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضربا یخاف منہ علی نفسہ او تلف عضوہ منیۃ المفتی و بہ یفتی اور بادشاہ
کے سوا اور کسی کا امر اکراہ نہیں ہے بلکہ مامور دلالت حال سے جانتا ہو کہ اگر اسکا کہنا نہ کریگا تو وہ اسکو قتل کریگا یا اسکا ہاتھ کاٹ ڈالیگا یا اسکو
اسطرح ماریگا جس سے اسکی جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتوی ہے و فی البزازیۃ الزوج سلطان زوجتہ فیتحقق
منہ الاکراہ اور بزازیہ میں ہے کہ شوہر بادشاہ ہے اپنی زوجہ کا تو اس سے اکراہ ثابت ہے ہم [illegible] اس صورت میں اکراہ ہے بلکہ وہ قادر ہو اسکے کرنے
پر اور یہ دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے امام سے کذا فی الطحطاوی اکرہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجورا عند اللہ تعالی اشباہ احرام
باندھنے والے پر اکراہ ہوا شکار کے مارنے کا سو اسنے انکار کیا یہانتک کہ وہ مارا گیا تو وہ ثواب پاویگا حق تعالی کے نزدیک کذا فی الاشباہ ہم
اگر محرم شکار ماریگا تو قیاس میں اسپر کچھ نہیں اور استحسان میں قاتل پر کفارہ ہے نہ اسکے امر پر اور اگر آمر اور مامور دونوں محرم ہوں تو دونوں پر کفارہ
ہے کذا فی الطحطاوی ولو اکرہ البائع علی البیع لا المشتری وہلک المبیع فی یدہ ضمن قیمتہ للبائع لقبضہ بعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہوا نہ مشتری
پر اور مبیع تلف ہوگئی مشتری کے ہاتھ میں تو مشتری اسکی قیمت کا بائع کو تاوان دے اسلیے کہ مشتری نے مبیع کو عقد فاسد سے [illegible] تاوان
قیمت کا مشتری پر لازم ہے اگرچہ بائع ثمن اسکا لے چکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہ ہے کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری سے پھیر لے
اور اگر مشتری پر بھی اکراہ ہوا ہو اور مبیع اسکے پاس تلف ہو جاوے بدون تعدی کے تو تاوان اسپر نہیں کیونکہ وہ اس صورت میں اسکے پاس امانت
ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن المقدسی والبائع المکرہ لہ ان یضمن ای یغرم من شاء من المکرہ بالکسر والمشتری اور مکرہ بالفتح یعنی بائع کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے
تاوان لے مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنیوالے سے اور مشتری سے فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری بقیمتہ پھر اگر مالک نے تاوان لیا اکراہ کرنیوالے سے تو وہ مشتری
سے قیمت اسکی پھیر لے یعنی [illegible] کیونکہ وہ ادا ضمان سے اسکا مالک ہو گیا وان ضمن المشتری نفذ ای جاز کل شراء بعدہ ولا ینفذ ما قبلہ
لو ضمن المشتری الثانی مثلا لصیرورتہ ملکہ فتجوز ما بعدہ لا ما قبلہ اور اگر مالک مکرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدلیل گذشتہ جائز ہو جاوے گی
ہر خریداری کہ جو تاوان کے بعد واقع ہوئی اور نافذ نہ ہوگی وہ خریداری کہ تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلا مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان
دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہوگئی تو اسکے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی ہم مصنف نے ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ کے ضمن میں بیان کر دیا
پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہو جاے تو مالک کو چاہیے اکراہ کرنیوالے سے تاوان قیمت کا لے یا چاہے مشتری سے
دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلا اور مالک مشتری ثانی یا
ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریاں جائز ہو جاوینگی

الطحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ تداول ایدی میں مفروض ہے اور پہلا مسئلہ مشتری واحد میں
مفروض ہے ولو نقد بیع المشتری الثانی الثمن بالثمن علی بائعہ تو تاوان دینے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے بائع سے پھیر لے بخلاف ما اذا اجاز المالک
احد البیاعات فانہ یجوز البیع ویاخذ الثمن من المشتری الاول لزوال المانع بالاجازۃ بخلاف سابق یہ صورت ہے جبکہ مالک کسی بیع کو بیوع مذکورہ میں
سے جائز رکھے اگرچہ عقد اخیر میں اجازت واقع ہو کذا فی الطحطاوی تو سب اگلی اور پچھلی بیوع جائز ہو جاوینگی اور مالک مشتری اول سے ثمن لیگا
وجہ جواز کل بیوع زوال مانع ہے یعنی مانع صحت بیع نارضامندی تھی مالک کی سو اسکی اجازت سے مانع دفع ہوگیا فان اکرہ علی اکل المیتۃ او الدم
او لحم الخنزیر او شرب الخمر باکراہ غیر ملجی کالحبس او الضرب او القید لم یحل الا لضرورۃ فی اکراہ غیر ملجی پھر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہوا مردار یا خون یا سور کا
گوشت کھانے یا شراب کے پینے پر بواسطہ اکراہ ملجی کے جیسے حبس یا ضرب یا قید کی تہدید ہے تو کھانا حلال نہیں اسواسطے کہ کوئی ضرورت اکراہ
غیر ملجی میں نہیں محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح ہو جاتے ہیں چنانچہ مخمصہ میں اور جب جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف نہ ہوا تو ضرورت ثابت
نہ ہوئی کذا فی المنح انہم الایجد الشرب لاشتبہ یہاں یہ الیہ ہے کہ اکراہ مذکور سے اگر شراب کوئی پیئے تو اسپر حد ماری جاویگی شبہ اباحت کے سبب سے وان اکرہ
بملجی کالقتل او قطع عضو او ضرب یبیح ابن کمال حل الفعل بل فرض اور اکراہ ملجی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب شدید مثلاً کے کذا
صحح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہے بلکہ فرض ہے یعنی اسواسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورۃ مباح ہیں اور جان بچانے سے زیادہ کون ضرورت ہوگی
مسائل اکراہ کی تین قسم ہیں ایک قسم یہ ہے جسمیں اقدام عزیمت ہے یعنی جسکے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اسکا کرنا افضل ہے اور اگر نہ کریگا یہاں تک کہ قتل ہوگا
تو گنہگار ہوگا اور وہ شرب خمر اور تناول مردار اور مانند اسکے ہے دوسری قسم میں عزیمت امتناع ہے اور اقدام رخصت ہے اور وہ معاذ اللہ اجراء کلمہ کفر اور شتم
نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہے اور جو کہ کفر ہو اور استحقاق دین کا سبب ہو تیسری قسم میں امتناع عزیمت ہے اور اقدام میں رخصت نہیں کسی حال میں اور وہ
قتل نفس معصوم محترم ہے یا اسکا قطع عضو کذا فی الاتقانی فان صبر فقتل اثم الا اذا اراد بہ مغایظۃ الکفار فلا باس پھر اگر محرمات مذکورہ کے کھانے میں
صبر کیا یہاں تک کہ وہ قتل ہوگیا تو گنہگار ہوگا مگر جبکہ اس امتناع سے کفار کی غضبناکی اور کچھانے کا ارادہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہم وجہ عصیان یہ ہے
کہ تناول محرمات اس حالت میں مباح ہے اور جان یا عضو نہ کھانے سے تلف کرنا حرام ہے کذا فی الزیلعی وکذا لو لم یعلم الاباحۃ بالاکراہ لا یاثم لخفائہ فیعذر بالجہل
کالجہل بالخطاب فی اول الاسلام او فی دار الحرب اور اسیطرح اگر صابر مقتول اباحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے ناواقف ہو تو گنہگار نہ ہوگا بسبب مخفی ہونے
اباحت کے تو معذور ہوگا نادانستگی سے جیسے احکام شرعیہ کی نادانستگی ابتداء اسلام میں یا دار الحرب میں عذر ہے ہم اباحت محرمات عند الضرورۃ محل خفا ہے اور اس
میں اختلاف بھی علما اور صحابہ کے گمان امتناع معصیت سے احتراز ہے تو معذور ٹھہرا کذا فی الزیلعی ابتدائے اسلام میں مراد یہ ہے کہ کافر مسلمان ہوا اور ہنوز
احکام شرعی کے سیکھنے کی فرصت نہیں پائی یا دار الحرب میں مسلمان ہوا تو جہل سے معذور ہے کما فی المحیط کما قدمنا فی الحج جیسے شدت گرسنگی میں محرمات
مذکورہ کے نہ کھانے اور مر جانے سے گنہگار ہوگا چنانچہ ہمنے اسکو کتاب الحج میں بیان کیا ہے وان اکرہ علی الکفر باللہ او سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجمع و
قدوری بقطع او قتل رخص لہ ان یظہر ما امر بہ علی لسانہ ویوری وقلبہ مطمئن بالایمان اور اگر اکراہ ہوا خدا کے انکار کا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام
کا کذا فی المجمع والقدوری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اسکو جائز ہے کہ زبان سے ظاہر کرے جسکا اسکو امر ہوا اور دل سے توریہ کرے
درانحالیکہ اسکا دل مطمئن ہو ایمان کے ساتھ یعنی ثابت ہو بلا تغیر عقیدہ ہم توریہ عبارت ہے اظہار غیر مراد و اخفائے مقصود سے ثم ان وری لا یکفر دیانۃ
اصلا بل قضاء لا دیانۃ پھر اگر مکرہ بالفتح نے توریہ کیا اظہار کفر میں تو کافر نہ ہوگا اور اسکی عورت کا نکاح ٹوٹ جاویگا ظاہر حکم میں نہ عند اللہ ہم توریہ کی صورت
یہ کہ کفر باللہ میں ضمیر کا ذہب کا قصد کرے اور انشاء کفر کا قصد نہ کرے کذا فی الحموی اور چنانچہ اسکو کسی نبی کے دشنام کا امر ہوا اور اسنے کہا کہ دشنام کے

وقت میں نے صرف نصرانی کا ارادہ کیا تھا تو وہ قضاءً کافر ہوگا نہ دیانۃً کذا فی القہستانی قضاءً اسواسطے کافر ٹھہرا کہ کلمہ کفر اسکی زبان پر گذرا اور
دیانۃً اسواسطے کافر نہوا کہ کفر کا اُسنے ارادہ نہیں کیا وان خطر ببالہ التوریۃ ولم یور کفر وبانت امراتہ دیانۃً وقضاءً نوازل وجلالیہ اور اگر اسکے دل میں
توریہ مخطور ہوا اور اُسنے توریہ نکیا تو کافر ہوگیا اور اُسکی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا ہر طرح دیانۃً بھی اور قضاءً بھی کذا فی النوازل فی الجلالیہ ہم اسواسطے کہ جب
دل میں توریہ کا خطرہ آیا تو کفر سے بچ رہنا ممکن ہوا اور اظہار کفر کی ضرورت منعدم ہوگئی تو وہ راضی ٹھہرا کفر سے باقی رہی تیسری صورت وہ یہ ہے کہ مکرہ
کہے کہ میرے دل میں توریہ مخطور نہوا ولیکن میں نے اظہار کفر کیا اور حالانکہ میرا دل مطمئن بالایمان تھا تو اُسکی عورت جدا نہوگی استحساناً میں اسواسطے کہ
جب اُسکے دل میں سوائے اُسکے کچھ خطور نہ ہوا تو ضرورت متحقق ہوگئی اور ضرورت میں اظہار کفر کی رخصت ہے اور اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ توریہ اُس
حالت میں لازم ہے جبکہ اُسکے دل میں توریہ مخطور ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ویؤجر لو صبر لترکہ الاجراء المحرم اور ثواب پاویگا اگر صبر کریگا بسبب ترک کرنے
اجرا محرم کے کلمہ عمار یاسر اور خبیب رضی اللہ عنہما اسمیں مبتلا ہوئے تھے عمار نے رخصت پر عمل کیا اور خبیب نے صبر کیا یہاں تک کہ سولی دیے گئے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکو سید الشہدا فرمایا کذا فی الدرر ومثلہ سائر حقوقہ تعالی کافساد صوم وصلاۃ وقتل صید حرم وکلما ثبت فرضیتہ بالکتاب اختیار ودرر اکراہ
علی الکفر کے مانند میں رخصت اور صبر میں باقی حقوق حق تعالی کے جیسے صوم وصلاۃ کا فاسد کر دینا اور حرم کا شکار مارنا یا حالت احرام میں شکار کرنا اور جس
چیز کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہوئی کذا فی الاختیار م زیلعی میں ہے اور اسیطرح جس فعل کی کہ حرمت ثابت ہے تو اکراہ کامل یعنی اکراہ ملجی کے نزدیک
اُسکے کرنے میں رخصت ہے اور وہ چنانچہ اتلاف مال غیر اور افساد صوم اور صلاۃ اور جنایت احرام اسواسطے کہ کفر کی حرمت محتمل سقوط نہیں تو اسمیں اصلا اباحت
متصور نہیں اور سوا کفر کے اگرچہ عقلا محتمل ہے لیکن موجود نہیں تو وہ ملحق ہوگیا غیر محتمل السقوط کے ساتھ تو اکراہ ملجی سے اسکی رخصت ثابت ہے نہ اباحت مطلقا
اور غیر ملجی سے چنانچہ ضرب اور حبس سے رخصت ثابت نہوگی ولم یرخص الاجراء بغیرہا بغیر القطع والقتل یعنی بغیر الملجی ابن کمال او التکلم بکلمۃ الکفر لا یحل ابداً او
اجراء کلمہ کفر مرخص نہیں بغیر قطع اور قتل کے یعنی بغیر اکراہ ملجی کے اسواسطے کہ کلمہ کفر کا بولنا کبھی حلال نہیں ہم غیر قطع اور غیر قتل کی تفسیر شارح نے غیر ملجی سے اسواسطے
کی تا معلوم ہو کہ اکراہ ملجی قتل اور قطع میں منحصر نہیں بلکہ جو چیز نہایت مضطر کردے وہ بھی قتل اور قطع کے حکم میں ہے چنانچہ آنکھ پر اور آلات تناسل پر مارنا اور
عدم حلت اجراء کلمہ کفر قول سابق یعنی ترک اجراء محرم کی علت ہو سکتی ہے تو اسی کے پاس ذکر کرنا بہتر تھا کذا فی الطحطاوی ورخص لہ اتلاف مال مسلم او ذمی
اختیار بقتل او قطع ویؤجر لو صبر ابن ملک اور مکرہ بالفتح کو رخصت دی گئی ہے مال مسلم یا ذمی کے تلف کر ڈالنے میں تہدید قتل یا قطع سے کذا فی الاختیار اور
اسکو ثواب ہوگا اگر وہ صبر کرے گا کذا صرح ابن ملک وضمن رب المال المکرہ بالکسر لان المکرہ بالفتح کالآلۃ اور صاحب مال اکراہ کرنے والے سے تاوان
لے اسواسطے کہ جس شخص پر کہ اکراہ ہوا وہ ہتھیار کے مانند ہے ہم افعال دو قسم ہیں ایک فعل وہ ہے جسمیں مکرہ بالفتح صلاحیت اسکی رکھتا کہ اس فعل میں مکرہ کا
آلہ یعنی ہتھیار ہو تو یہاں اکراہ کرنیوالے کی طرف فعل منقول ہوگا تو گویا اُسنے بذات خود وہ فعل کیا تو تاوان اُسی پر لازم ہوگا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمیں
وہ آلہ نہیں ہو سکتا تو وہاں فعل اکراہ کرنے والے کی طرف منقول نہوگا چنانچہ اکل اور وطی اور تکلم اسواسطے کہ آدمی غیر کے منہ سے نہیں کھا سکتا اور نہ
دوسرے کے آلہ سے وطی کر سکتا ہے اور نہ غیر کی زبان سے بول سکتا ہے اور اتلاف مال پہلی قسم سے ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو پکڑ کے
مال پر گرا دے اور مال تلف ہو جاوے کذا فی الطحطاوی لا یرخص قتلہ او سبہ او قطع عضوہ وما لا یستباح بحال اختیارا اور رخصت نہیں اکراہ سے مسلمان
کے قتل کی یا اُسکے گالی دینے یا اُسکے ہاتھ کاٹنے کی اور اُس فعل کی جو کسی حالت میں مباح نہیں کذا فی الاختیار م لیکن قہستانی میں مضمرات سے
منقول ہے کہ مسلم کو دشنام دینا اکراہ ملجی سے مرخص ہے انتہی اور فعل غیر مباح کی مثال چنانچہ گلا دبا کر مار ڈالنا اور جان کا جلانا اور پانی میں گرا کے
ڈبو دینا اور زنا کرنا کذا فی الطحطاوی ویقاد فی القتل العمد المکرہ بالکسر لو مکلفا علیہ ما فی المبسوط خلافا لما فی النہایۃ فقط لان القاتل کالآلۃ او قتل

عمد مین فقط مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے قصاص لیا جاوےگا اگر وہ عاقل و بالغ ہو کذا فی المبسوط برخلاف اُس قول کے جو نہایہ مین ہے فقط مکرہ بالکسر پر اسواسطے
قصاص ہے کہ مکرہ بالفتح یعنی قاتل ہتھیار کے مانند ہے ھم منح الغفار مین ہے کہ عنایہ مین نہایہ سے منقول ہے کہ قصاص آمر پر ہے خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ عاقل ہو یا معتوہ
انتہی امام اور محمد کی دلیل یہ ہے کہ قاتل مذکور کا قتل بمقتضائے اسکی طبیعت کے ہے اپنی جان بچانے کیواسطے تو وہ آلہ ٹھہر گیا اُس فعل مین جسمین وہ آلہ ہو سکتا ہے یعنی اتلاف مین
نہ گناہ مین اور یہ اسواسطے ہے کہ وہ ہتھیار وہ ہے جو بمقتضائے اپنی طبیعت کے عمل کرے جیسے چنانچہ تلوار کہ قطع کرنا اسکی طبیعت ہے کیونکہ وہ مستعمل ہوتی ہے قطع مین اور چنانچہ آگ کہ اُسکی طبیعت
جلا دینا ہے اور چنانچہ پانی کہ اسکی طبیعت ڈبو دینا ہے اور آلہ کے استعمال کرنے سے اتلاف کیا ہوا لیے پر قصاص واجب ہوتا ہے تو اسی طرح یہان سے یعنی اکراہ ملجی مین آمر پر
قصاص واجب ہوگا نہ مامور پر کذا فی الطحطاوی واوجبہ الشافعی علیہما اور امام شافعی نے آمر اور مامور دونون پر قصاص واجب کہا ہے ونفاہ ابو یوسف عنہما
للشبہۃ اور ابو یوسف نے دونون سے قصاص کی نفی کی ہے بسبب شبہ کے یعنی بسبب شبہ عدم وجوب آمر اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہے اسواسطے کہ
فعل اُسی سے پایا گیا ہے حقیقۃ وحسًا وحکمًا یعنے در حق گناہ تو اُسی پر قصاص واجب ہوگا ولو اکرہ علی الزنا لا یرخص لہ لان فیہ قتل النفس حکما اور اگر زنا
پر اکراہ ملجی ہوا تو مامور کیواسطے رخصت نہین ہے اسواسطے کہ اس مین جان کا قتل کرنا ہے کیونکہ ضائع ہو جانے سے ھم اسواسطے کہ ولد الزنا حکما ہالک ہے اسواسطے
کہ اسکا کوئی پالنے والا نہین تو زنا کسی صورت سے مباح نہین مانند قتل کے کذا فی الدرر لکنہ لا یحد استحسانا لیکن مامور پر حد نہین اور وہ استحسان کے لحاظ سے ہے
ولو طاوعتہ لانہما لا یسقطان جمیعا شرح وہبانیہ بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دے اگرچہ عورت راضی ہو اسواسطے کہ حد اور مہر دونون کے دونون ساقط نہین ہو جاتے
کذا فی شرح الوہبانیہ ھم یعنی جب حد ساقط ہوئی تو مہر ساقط نہین ہو سکتا کیونکہ وطی خالی نہین ہوتی حد یا مہر سے وفی جانب المرأۃ یرخص لہا الزنا بالاکراہ
الملجی لان نسب الولد لا ینقطع فلم یکن فی معنی القتل من جانبہا بخلاف الرجل اور عورت کی جانب مین رخصت ہے اسکو زنا کی اکراہ ملجی سے اسواسطے کہ نسب ولد
کا اُسکے زنا سے منقطع نہین ہوتا تو زنا بمعنی قتل کے نہ ہوا عورت کی جانب سے برخلاف مرد کے کہ اُسکی جانب سے زنا در حکم قتل کے ہے کما مر لا بغیرہ لکنہ یسقط
الحد فی زناہا لا زناہ لانہ لما لم یکن الملجی رخصۃ لہ لم یکن غیر الملجی شبہۃ لہ نہین رخصت ہے عورت کو زنا کی اکراہ غیر ملجی سے یعنی ضرب اور حبس سے لیکن عورت کے
زنا مین حد ساقط ہے نہ مرد کے زنا مین اسواسطے کہ جب اکراہ ملجی رخصت نہوا مرد کیواسطے تو غیر ملجی اُسکے واسطے شبہ نہ ہوا سقوط حد کا برخلاف عورت کے فرع
مسئلہ لم تقع للشارح کان ظاہر تعلیلہم ان حکم اللواطۃ کحکم المرأۃ لعدم الولد فترخص بالملجی الا ان یفرق بکونہا اشد حرمۃ من الزنا لانہا لم تبح بطریق ما و لکون قبحہا عقلیا
ولذا لا تکون فی الجنۃ علی الصحیح قالہ المصنف فقہا کی ظاہر تعلیل رخصت عورت اور عدم رخصت مرد کی اسپر دلالت کرتی ہے کہ لواطت کا حکم عورت کے حکم کے
مانند ہے بسبب نہ ہونے ولد کے لواطت مین تو لواطت مرخص ہوا اکراہ ملجی سے مگر یہ کہ زنا اور لواطت مین فرق کیجیے اسطرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہے
زنا سے اسواسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہین اور اس وجہ سے کہ قباحت لواطت کی عقلی ہے اور اسی واسطے اغلام بہشت مین نہ ہوگا بر مذہب صحیح یہ
کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ھم نقت کی کتاب الاکراہ مین ہے کہ اگر زنا اور لواطت پر اکراہ ہو تو اُسکی رخصت نہین اگرچہ وہ قتل ہو انتہی تو اس روایت مین
اغلام اکراہ ملجی سے ممنوع ہوا باوجودیکہ ہلاک ولد کا مودی نہین اور نہ مفسد فراش ہے اور ظاہر اطلاق نقت فاعل اور مفعول دونون کو شامل ہے کذا فی
الطحطاوی وصح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ لو بالقول لا بالفعل کشراء قریبہ ابن کمال اور اکراہ سے مکرہ بالفتح کا نکاح اور طلاق اور عتق صحیح ہے اگر عتق قول
سے ہو نہ فعل سے جیسے اپنے قرابت دار کا خرید کرنا کذا ذکرہ ابن کمال ھم لیکن جوہرہ کی یہ روایت اسکے مخالف ہے کہ جب محرم کی خرید پر اکراہ ہو تو وہ
آزاد ہوگا اور اکراہ کرنے والے پر تاوان لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسنے خرید پر اکراہ کیا نہ آزاد کرنے پر ورجع بقیمۃ العبد ونصف المسمی ان لم یطا
اور جسپر اکراہ ہوا وہ اکراہ کرنے والے سے غلام کی قیمت پھیر لے اور نصف مہر مسمی پھیر لے اکراہ کرنے والے سے اگر اُسنے مطلقہ کی وطی نہ کی ہو ھم یعنی عتق
غلام مین قیمت لے کر دیا مالک نے اور نصف مہر مسمی پھیر لے بشرط عدم وطی اور اگر مہر مسمی نہو تو وہ لے جو اسپر متعہ لازم ہوا کذا فی الدرر وندرہ وکیمینہ وظہارہ

ورجعته وايلاؤه وفيئه فيه اي في الايلاء بقول وفعل اور صحیح ہے اکراہ سے نذر کرنا کی اور قسم اُسکی اور ظہار اور رجعت اُسکی اور ایلاء اُسکا اور رجوع
کرنا اُسکا ایلا میں قول سے یا فعل سے کذا فی الدرر المنتقی اور زیلعی اور درر میں فقط قول مذکور ہے نہ فعل واسلامه ولو ذميا كما هو اطلاق كثيرين المشائخ
وما في الخانية من التفصيل فقياس والاستحسان صحته مطلقا فليحفظ اور صحیح ہے اسلام مکرہ کا اگرچہ ذمی اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسی طرح کا ہے
اطلاق اکثر مشائخ کا اور جو خانیہ میں تفصیل ہے کہ حربی کا اسلام اکراہ سے صحیح ہے نہ ذمی کا سو وہ قیاس ہے اور استحسان صحت اسلام ہے مطلقا خواہ حربی
ہو یا ذمی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم کہتے ہیں استحسان پر ہونا ظاہر ہے نہ قیاس پر سوا ان چند مسائل کے کہ یہ مسئلہ انہیں میں سے نہیں ہے تو اعتماد استحسان ہی پر ہوا
کذا فی الطحطاوی بلا قتل لو رجع للشبهة كما مر في باب المرتد اسلام مکرہ کا صحیح ہے بدون اسکے قتل کے اگر وہ اسلام سے پھر جاوے تو قتل نہیں بسبب شبہہ
چنانچہ باب المرتدین گذر گیا ہم شبہہ یہ ہے کہ شاید اُسنے دل سے اسلام قبول نہ کیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرا جو قتل ہوتا وتوكيله بالطلاق والعتاق
وما في الاشباه من خلافه فقياس والاستحسان وقوعه اور صحیح ہے وکیل کرنا مکرہ کا طلاق اور عتاق کیواسطے اور جو اشباہ میں اسکے مخالف مذکور ہے سو
قیاس ہے اور استحسان وقوع طلاق اور عتاق ہے وکیل کی تطلیق اور اعتاق سے ہم اشباہ میں ہے کہ مکرہ کے وکیل کا طلاق اور عتاق واقع نہیں ہوتا وجہ
قیاس یہ ہے کہ وکالت باطل ہو جاتی ہے ہزل سے تو اسیطرح اکراہ سے چنانچہ بیع اور مانند اسکے وجہ استحسان یہ ہے کہ اکراہ مانع انعقاد بیع نہیں بلکہ اُس کے
فساد کا موجب ہے تو اسیطرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہے اور شرط فاسدہ کا اثر وکالت میں نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی والاصل عندنا ان كل ما يصح مع
الهزل يصح مع الاكراه لان ما يصح مع الهزل لا يحتمل الفسخ وكل ما لا يحتمل الفسخ لا يؤثر فيه الاكراه وعدها ابو الليث في خزانة الفقه ثمانية عشر وعدها المص في باب الطلاق
زدنا عشرين اور قاعدہ کلیہ عقود مذکورہ کی صحت میں یہ ہے کہ جو عقد صحیح ہے ہزل کے ساتھ وہ اکراہ کے ساتھ بھی صحیح ہے اسواسطے کہ جو ہزل کے ساتھ صحیح ہے
اسمیں فسخ کا احتمال نہیں اور جسمیں فسخ کا احتمال نہیں اسمیں اکراہ اثر نہیں کرتا اور جو عقود کہ ہزل اور اکراہ کے ساتھ صحیح ہیں اُنکو فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ
میں اٹھارہ شمار کیا ہے اور باب الطلاق میں ہمنے اُنکو نظم میں بیس گنا ہے ہم غیر محتمل الفسخ میں اکراہ اثر نہیں کرتا یعنی صحت عقد کا مانع نہیں ہوتا اسواسطے کہ
اکراہ رضامندی کو فوت کر دیتا ہے اور فوت ہونا رضامندی کا موثر ہے عدم لزوم عقد میں اور عدم لزوم مکرہ کو قادر کر دیتا ہے فسخ عقد پر تو اکراہ اسکو قدرت
دیتا ہے فسخ پر ثابت ہو چکنے کے بعد سو جس عقد میں کہ فسخ کا احتمال نہیں اسمیں اکراہ عمل نہیں کرتا کذا فی المنح لا يصح مع الاكراه ابراؤه مديونه او ابراؤه كفيله بنفس
او مال لان الابراء لا يصح مع الهزل صحیح نہیں اکراہ کے ساتھ بری الذمہ کر دینا مکرہ بالفتح کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ حاضر ضامن ہو یا مال ضامن
اسواسطے کہ ابرا صحیح نہیں ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ اور اکراہ کے بھی ساتھ صحیح نہ ہوگی وكذا لو اكره الشفيع على ان يسكت عن طلب الشفعة فسكت لا تبطل
شفعته اسیطرح اگر شفیع پر اسکا اکراہ ہو کہ وہ طلب شفعہ سے ساکت رہے سو وہ ساکت رہا تو شفعہ اُسکا باطل نہ ہوگا ولا ردة بلسانه وقلبه مطمئن بالايمان
فلا تبين زوجته لانه لا يكفر به والقول له استحسانا قلت وقدمنا عن النوازل خلافه فلعله قياس فتأمله اور نہ اُسکا زبانی مرتد ہونا صحیح ہے اکراہ سے اور حالانکہ
اُسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن اور ثابت ہے تو اُسکی زوجہ چھوٹ نہ جاوے گی اسواسطے کہ زبردستی کے ارتداد سے وہ کافر نہیں ہو جاتا اور عدم ارتداد قلبی میں
اُسکا قول معتبر ہے استحسان کی دلیل سے میں کہتا ہوں اور اس سے پہلے ہمنے خلاف نقل کیا ہے نوازل سے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہے نہ استحسان
سو اسکو تامل کرو ہم نوازل اور جلالیہ سے شارح نے تفصیل نقل کی ہے کہ درصورت توریہ زوجہ قضاءً چھوٹ جاوے گی نہ دیانۃً اور اگر توریہ کا قصد نہ کیا باوجود
اُسکے دل میں مخطور ہونے کے تو دونوں طرح سے چھوٹ جاوے گی كره القاضي رجلا ليقر بسرقة او قتل رجل عمدا او ليقر بقطع يد رجل عمدا فاقر به فقطعت
يده او قتل على ما ذكرنا كان المقر معروفا بالصلاح اقتص من القاضي وان متهما بالسرقة معروفا بها او بالقتل لا اقتص من القاضي استحسانا
للشبهة خانية قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تا وہ چوری یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمدا کسی شخص کے ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو اُسنے

اسکا اقرار کیا تو اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنے والا موصوف بصلاح یعنی نیکبخت پرہیزگار ہو تو قاضی سے قصاص لیا جاویگا اور اگر متہم ہو اسکے ساتھ متہم ہوا ور چوری اور خونریزی میں مشہور ہو تو قاضی سے قصاص نہ لیا جاویگا استحسان کی دلیل سے بسبب شبہ واقع ہونے کے کذا فی الخانیہ ہم شبہ یہ ہی کہ شاید اُسنے کیا ہو جسکا اُسنے اقرار کیا ہی قیل لہ اما ان تشرب ہذا الشراب او تبیع کرمک فہو اکراہ ان کان شربا بالاکل کالخمر والا فلا قنیہ قال وکذا الزنا وسائر المحرمات ایک شخص سے کہا گیا کہ یا اس شربت کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ بیچ تو وہ اکراہ ہی اگر شرب یعنی پینے کی چیز شریعت میں حلال نہ ہو جیسا کہ شراب اور اگر شرب حلال چیز ہو تو اکراہ نہیں کذا فی القنیہ صاحب قنیہ نے کہا اور اسیطرح کا حکم ہی زنا اور باقی محرمات کا ہم درصورت اکراہ جو اُسنے بیچا تو اُسمیں وہ بعد زوال اکراہ کے مختار ہی چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے قائم رکھے صادرہ السلطان ولم یعین بیع مالہ فباع صح لعدم تعینہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اُسکے مال بیچنے کی تعیین نہیں کی سو اُسنے کوئی چیز بیچ ڈالی بادشاہ کے دینے کے واسطے تو بیع صحیح ہی یعنی لازم ہوگی بیع بلا خیار فسخ اُسکے عدم تعیین کے سبب سے یعنی بادشاہ نے مال طلب کیا اور یہ نہیں کہا کہ فلانی چیز بیچکر دے تو وہ بیع میں طائع اور راضی ٹھہرا سو اسواسطے کہ ادا کے مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہو سکتا ہی کذا فی المنح والحیلۃ ان یقول من این اعطی ولا مال لی فاذا قال الظالم بع کذا فقد صار مکرہا فیہ بزازیہ اور حیلہ خیار فسخ کا یہ ہی کہ ظالم سے کہے کہ میں کہاں سے دون میرے پاس تو مال نہیں پھر جب حاکم ظالم یون کہے کہ فلانی چیز بیچکر دے تو اب وہ مکرہ ٹھہر گیا اسکی بیع میں کذا فی البزازیہ خوفہا الزوج بالضرب حتی وہبتہ مہرہا لم تصح الہبۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اُسکے شوہر نے مارنے پر دھمکایا یہان تک کہ اُسنے اپنا مہر معاف کر دیا تو بخشش صحیح نہیں اگر شوہر مارنے پر قادر ہو ہم ظاہر اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف دونوں کو شامل ہی لیکن قاضی کے فتاوے میں ضرب متلف کی قید ہی اور عدم صحت ہبہ صاحبین کا قول ہی وان ہددہا بالطلاق او تزوج علیہا او تسری فلیس باکراہ خانیہ اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دینے کی تہدید کی یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سریہ بنانے کی تو یہ اکراہ نہیں کذا فی الخانیہ ہم اسواسطے کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کو حرم کرنا یہ افعال شرع شریف میں درست ہیں اور افعال شرعیہ اکراہ نہیں ہو سکتے وفی مجمع الفتاوی منع امرأتہ المریضۃ عن المسیر الی ابویہا الا ان تہبہ مہرہا فوہبتہ بعض المہر فالہبۃ باطلۃ لانہا کالمکرہۃ قلت ویؤخذ منہ جواب حادثۃ الفتوی وہی زوج بنتہ البکر من رجل فلما ارادوا الزفاف منعہا الاب الا ان یشہد علیہا انہا استوفت منہ میراث امہا فاقرت ثم اذن لہا بالزفاف فلا یصح اقرارہا لکونہا فی معنی المکرہ وبہ افتی ابو السعود مفتی الروم فی شرح منظومتہ تحفۃ الاقران فی کتاب الہبۃ اور مجمع الفتاوی میں ہی کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیمار کو منع کیا اُسکے والدین کی طرف جانے سے مگر یہ کہ وہ اُسکو اپنا مہر بخشدے سو اُسنے کچھ مہر بخشدیا تو ہبہ باطل ہی اسواسطے کہ وہ اُس عورت کے مانند ہی جسپر اکراہ ہوا میں کہتا ہون اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہی استفتاے حادثہ کا جواب وہ استفتا یہ ہی کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بیٹی کا نکاح کیا ایک مرد سے پھر جب اُسنے اپنے شوہر کے گھر جانے کا ارادہ کیا تو باپ نے اُسکو منع کیا مگر اسطرح کہ وہ شاہدون کو اپنے اس اقرار پر گواہ کر دے کہ اُسنے اپنی ماں کی میراث باپ سے پوری بھر لی ہی سو اُسنے اسکا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ اُس عورت کے مانند ہی جسپر اکراہ ہوا اور اسی کا فتوی دیا ہی ابو السعود مفتی روم نے یہ کہا ہی مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح میں جسکا نام تحفۃ الاقران ہی ہبہ کی بحث میں ہم ظاہر امرض سے وہ مرض مراد ہی جسمین والدین کی طرف جانے کی حاجت ہی او خصوصیت مرض میں منع عن الخروج شرعاً جائز ہی اور ہبہ کل مہر یا بعض مہر کے ہی اور بیع اور شرا اور ابراء اور اقرار اور ہبہ کے مانند ہی اور جو ولی کہ قادر ہو منع پر وہ باپ کے مانند ہی اور اسیطرح بکارت قید نہیں کذا فی الطحطاوی المکرہ باخذ المال لا یضمن ان اخذہ ذوانوی الاخذ وقت الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہوا دوسرے شخص کے مال کو لینے کا تو اسپر تاوان نہیں جو اُسنے لیا بشرطیکہ لینے والے نے (ای المکرہ) لینے کے وقت یہ نیت کی ہو کہ مال پھر کر پھیر دیگا اُسکے مالک کو اور اگر یہ نیت نہیں کی تو تاوان

تاوان لازم ہوگا یعنی پھیر دینے کی نیت سے اُسنے مال لیا پھر وہ مال تلف ہوگیا تو اُسکا تاوان اکراہ کرنے والے پر نہ لینے والے پر وَاِذَا اِخْتَلَفَا اَیْ
المالک والمکرہ فی النیۃ فالقول للمکرہ مع یمینہ والضمین مجتبی اور جبکہ مالک مال اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت میں یعنی مالک کہتا ہو اُسنے پھیر دینے
کی نیت سے نہیں لیا تھا اور لینے والا کہتا ہو کہ مین نے پھیر دینے کی نیت سے لیا تھا تو مکرہ کا قول قسم کے ساتھ معقول ہوگا اور اُسپر تاوان لازم نہ ہوگا کذا
فی المجتبی یعنی اسواسطے کہ ظاہر اکراہ ظالم قرینہ ہو مکرہ کے صدق کا ذنبہ المکرہ علی الاخذ والدفع انما یسعہ مادام حاضرا عند المکرہ والا لم یحل لزوال القدرۃ والالجا
بالبعد منہ وبہذا یتبین انہ لاعذر لاعوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبۃ الامیر او رسولہ خلیفہ اور مجتبی مین ہو کہ جس شخص پر اکراہ ہوا غیر کے مال لینے یا دینے کا تو اُسکو
لینا اور دینا اُسوقت تک جائز ہو جب تک اُس کے پاس اکراہ کرنے والا ظالم حاضر و موجود ہو اور اگر حاضر نہ ہو تو لینا اور دینا حلال نہین بسبب زائل
ہو جانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اُسکے دور ہو جانے سے اور اس قید سے ظاہر ہو گیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر و مددگارون کو کچھ عذر نہین
ناحق مال چھین لینے مین حاکم یا اُسکے فرستادہ کے موجود نہ ہونے کے وقت تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مبسوط مین ہو کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے
غیر کا مال چھین لینا جائز ہو نہ تہدید حبس و قید سے اور نہ امیر کی غیبت مین اگرچہ اُسکو یہ خوف ہو کہ امیر قتل کر دیگا اگر مجھکو پا دیگا ہان اگر امیر کا فرستادہ
مکرہ کے ساتھ ہو اسطرح کہ اگر یہ شخص وہ کام نہ کریگا تو اُسکو پکڑ لا دیگا اور قتل کریگا تو انشاء اللہ تعالی جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی فرع مسائل ملحقہ
شارح کے اکرہ علی اکل طعام نفسہ ان جائعا لا رجوع وان شبعان یرجع بقیمتہ علی المکرہ لحصول منفعۃ الاکل لہ فی الاول لا الثانی ایک شخص پر اپنے طعام
کے کھانے کا اکراہ ہوا تو اگر صاحب طعام بھوکا ہو تو رجوع نہین اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی پھیرے اکراہ کرنے والے سے بسبب حاصل ہونے کھانے
کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حال مین نہ دوسری صورت مین یعنی سیری مین قال اہل الحرب یعنی اخذوہ ان قلت لست
بنبی ترکناک والا قتلناک لا یسعہ قول ذلک وان قیل لغیر نبی ان قلت ہذا لیس بنبی ترکنا نبیک وان قلت نبی قتلناہ وسعہ لامتناع الکذب علی
الانبیاء کفار حربیوں نے اُس نبی سے کہا جسکو انھون نے گرفتار کیا کہ اگر تو یون کہے کہ مین نبی نہین ہون تو ہم تجھکو چھوڑ دینگے اور اگر نہ کہیگا تو ہم تجھکو قتل
کرینگے تو نبی کو یہ قول کہنا درست نہین اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کو یون کہے کہ یہ نبی نہین ہو تو ہم تیرے نبی کو چھوڑین اور
اگر تو کہے گا کہ یہ نبی ہو تو ہم اسکو قتل کرینگے تو اُسکو یہ کہنا جائز ہو بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیاء علیہم السلام پر ہم اس مسئلہ سے اگر عظمت انبیاء کا بیان
واقعی منظور ہو تو ظاہر ہو اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہو تو غیر ظاہر ہو اسواسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہو نہ غیر نبی سے کذا فی الطحطاوی قال حربی
لرجل ان دفعت جاریتک لازنی بہا دفعتہا لک الف اسیر لم یحل کافر حربی نے مسلمان مرد سے کہا کہ اگر تو اپنی لونڈی مجکو دے تاکہ مین اُس سے بدکاری
کرون تو مین تجکو ہزار قیدی مسلمان دون تو لونڈی دینا حلال نہین ہم اسواسطے کہ یہ اکراہ نہین اور قیدیون کی تخلیص پر قادر مطلق قادر ہو چاہے انکو
خلاص کرے چاہے بلا پر صبر عطا فرمائے اکرہ لعتق عبدہ ہ مکرہ بالعتق فی الاصح اکراہ کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہو کر تو وہ آزاد نہ ہوگا صحیح تر قول مین
وہل الاکراہ باخذ المال معتبر شرعا ظاہر القنیۃ نعم اور مال چھین لینے کا اکراہ شرعاً معتبر ہو یا نہین ظاہر قنیہ اسپر دلالت کرتا ہو کہ ہان معتبر ہو ہم ینابیع مین ہو کہ
سلطان نے وصی یتیم پر قتل یا اتلاف عضو کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطان کو دے سو اُسنے دیا تو وصی پر تاوان نہین اور حبس اور قید کی تہدید مین
ضمان ہو اور اگر وصی سے مال چھین لینے کی تہدید کی تاکہ مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لے گا اور بعض چھوڑ دیگا اور مال متروک اسکو
کریگا تو تسلیم جائز نہین اور اگر دیگا تو تاوان مثل اسپر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈرے کہ تمام مال چھین لیگا تو وہ معذور ہو یتیم کے مال دینے مین اسپر
تاوان نہین اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چھین لیا تو ہر صورت مین وصی پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال ظالم دال
نقل المدیون الی مرافع + بتشبری فالاکراہ معنی مصدر + اور وہبانیہ مین کہا ہو اور اگر مدیون نے کہا اور اُن سے کہ مین تیرا غیب ظاہر کرنے والا ہون حاکم سے

ورنہ تجھکو اپنے دین سے بری کردے تو یہ قول بمعنی اکراہ متصور ہوگا کہ شرنبلالی مین ہے کہ مدیون نے وائن سے کہا کہ تمسک یعنی وثیقہ پھیر دے اور یہ اقرار کر کہ میرا تجھپر کچھ ادھار نہین اور اگر تو قبول نہ کریگا تو مین حاکم سے ظاہر کر دونگا کہ تیرے پاس فلانے شخص کا اسقدر سونا ہے یعنی اور حاکم اس مال کی تلاش مین ہے سو اُس نے وثیقہ مذکورہ پھیر دیا اور اپنے دین نہ ہونیکا اقرار کیا تو امام الائمہ بخاری نے جواب دیا کہ یہ معنی اکراہ ہے اور اسکو جائز ہے کہ اسپر اپنے دین کا دعوی کرے یہ جواب اس صورت مین ہے جبکہ حاکم حیلخور کی بولی سنکر مال چھین لیتا ہو کذا فی الطحطاوی شمہر وصح فی الاستحسان اسلام مکرہ + ولا قتل ان ارتد بعدہ یعنی اور استحسان مین صحیح ہے اسلام لانا مکرہ بالفتح کا اور اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہو جاوے تو قتل نہین ہوگا اور اُسپر جبر ہوگا قبول اسلام مین ہم یہ مسئلہ مشروحاً بیان ہو چکا ہے سوط مین ہے کہ ظالم نے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا ورنہ مین تیرے باپ یا بیٹے یا کسی اور قرابت دار محرم کو قتل کرونگا یا تیرے باپ کو حبس کرونگا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم کو بیع کردے سو اُسنے غلام کو بیچا تو قیاس مین یہ بیع جائز ہے اور استحسان مین باطل ہے اور تصرف مذکور نافذ نہین اسواسطے کہ یہ اکراہ ہے کذا فی الطحطاوی شمہر والله اعلم واستغفر الله الکریم

کتاب الحجر

یہ کتاب ہے حجر کے احکام مین ہم مصنف نے کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کے بعد اسواسطے لایا کہ دونون مین سلب اختیار ہے مگر یہ کہ اکراہ قوی تر ہے حجر سے اسواسطے کہ اکراہ سلب اختیار اُس شخص کا ہے جو صاحب اختیار صحیح کا اور صاحب ولایت کا مالک ہے بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور محاسن حجر رعایت شفقت اور قوت ہے محجورین پر اور بڑا ہی غیر محجور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہے چنانچہ مدیون اور سفیہ کے حجر مین بقول صاحبین اور حجر غلام مین رعایت حق مولے ہے لغۃ المنع مطلقاً حجر لغت مین بمعنی منع ہے مطلقاً یعنی بازرکھنا اور روکنا ہر طرح سے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے یا اور مطلب سے قاموس مین حجر بحرکات ثلثہ حاء مہملہ وسکون جیم مذکور ہے وشرعاً منع من نفاذ تصرف قولی لا فعلی لان الفعل بعد وقوعہ لا یمکن ردہ فلا یتصور الحجر عنہ اور اصطلاح شرع مین حجر منع کرنا اور روکنا ہے تصرف قولی کے نافذ ہونے سے نہ تصرف فعلی سے اسلیے کہ فعل کا پھیرنا بعد اُس کے واقع ہو جانے کے ممکن نہین تو فعل سے روکنا متصور نہین ہم تصرف فعلی چنانچہ قتل اور اتلاف مال اور تصرف قولی چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ نفاذ سے مراد لزوم ہے اسلیے کہ محجور کا عقد موقوف ہے طحطاوی کہا بہتر یہ تھا کہ مصنف لزوم کہتا عوض نفاذ کے اسواسطے کہ نافذ عام ہے لازم سے اور تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہے جسمین ضرر ہو اور جس تصرف قولی مین سراسر نفع ہو چنانچہ قبول ہبہ اور اسلام تو اسمین صغیر بالغ کے مانند ہے قلت یشکل علیہ الرقیق لمنع نفاذ فعلہ فی الحال بل بعد العتق کما صرح بہ فی البدائع اللہم الا ان یقال الاصل فیہ ذلک لکنہ اخر لعتقہ لقیام المانع فتامل مین کہتا ہون اور تصرف فعلی کے اخراج پر غلام کے فعل سے اشکال واقع ہوتا ہے اسواسطے کہ اُسکے فعل کا نافذ ہونا فی الحال ممنوع ہے یعنی اگر غلام مال قرض لے اور تلف کر ڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ نہ ہوگا بلکہ آزاد ہونے کے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدائع مین مصرح ہے بارخدایا اگر یون جواب دیا جاے اس اشکال کا کہ اسمین اصل تو یہی ہے کہ غلام اپنے افعال مین فی الحال ماخوذ ہوتا لیکن مواخذہ مین تاخیر واقع ہوئی اُس کے آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کے اسکو تامل کر لے ہم مانع حق مولی ہے یعنی اگر غلام اپنے فعل پر فی الحال ماخوذ ہو تو اسمین بیچا جاے اور اسمین حق مولی کا ابطال ہے طحطاوی نے کہا اشکال اُسوقت مین واضح ہوتا جبکہ غلام اپنے فعل مین گاہے ماخوذ نہوتا تصرف قولی کے مانند فتامل وسببہ صغر وجنون یعم القوی والضعیف کما فی المعتوہ وحکمہ کممیز کما سیجئ فی الماذون اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون ہے جو شامل ہے قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوہ مین اور حکم معتوہ کا طفل تمیزدار کے مانند ہے چنانچہ کتاب الماذون مین آویگا ورق اور سبب حجر کا رق ہے یعنی مملوکیت یعنی لونڈی غلام ہونا ہم چونکہ صغیر ناقص العقل اور مجنون عدیم العقل ہے کہ اپنے نفع وضرر کو نہین پہچانتے لہذا شرع مین انکے تصرفات قولیہ ممنوع غیر معتبر ہوے اور مملوک ہر چند عاقل ہے لیکن چونکہ جو اُسکے پاس ہے وہ مصلے

کی ملک ہی تو برعایت حق مولی کے اسکا تصرف جائز نہ ہوا فلا یصح طلاق صبی ومجنون مغلوب ای لا یفیق بحال بخلاف الذی یجن ویفیق فحکمہ
کممیز نہایہ یعنی صحیح نہیں طلاق دینا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسی وقت ہوش میں نہیں آتا اور جو کبھی دیوانہ ہو جاتا ہو اور کبھی ہوشیار
تو اسکا حکم طفل ممیز کے مانند ہے کذا فی النہایہ جو نہایہ اور غایۃ البیان میں ہے کہ معتوہ یعنی جو کم سمجھ دیوانہ ہو اور کم سمجھ ہوشیار وہ ممیز کے مانند ہو اور زیلعی
میں ہے کہ وہ عاقل کے مانند ہے اور تحقیق زیلعی نے توفیق دی دونوں قولوں میں کہا کہ اگر اسکی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حال افاقہ میں کوئی عقد منعقد
کرے تو اسمیں نفاذ عقد کا حکم ہو عاقل کے مانند اور اگر اسکی ہوشیاری کا وقت معین نہ ہو تو حکم اسمیں توقف کا ہے صغیر کے مانند تو زیلعی کا کلام شق اول
پر محمول ہے اور نہایہ اور غایۃ البیان کا شق ثانی پر کذا فی الطحطاوی ولا اعتاقہما واقرارہما نظرا لہما اور نہ صحیح ہے دونوں کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا رحم کی
رعایت سے انکے حال پر یعنی عدم صحت طلاق اور اعتاق اور اقرار کی بنظر ترحم اور شفقت کے ہے انکے حال پر وصح طلاق عبد واقرارہ فی حق نفسہ
فقط لا سیدہ اور صحیح ہے طلاق غلام کی اور اسکا اقرار فقط اسکی ذات کے حق میں نہ اسکے مالک کے حق میں فلو اقر بمال اخر الی عتقہ لو غیر ماذون ولو ماذون
فورا اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اسکا مطالبہ پیچھے ڈالا جائیگا اسکے آزاد ہونے تک اگر غیر مولی کے مال کا اقرار ہو اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے
تو لغو اور باطل ہے یعنی اسواسطے کہ مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہیں ہوتا کذا فی الدرر وبحد وقود فیہم فی الحال لبقائہ علی اصل الحریۃ فی حقہما اور اگر غلام
نے حد اور قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اسپر فی الحال قائم کیا جائیگا بسبب باقی رہنے غلام کی حد اور قصاص کے حق میں اصل حریت پر ومن
عقد عقدا یدور بین نفع وضرر کالبیع فی الماذون منہم من ہولاء المحجورین وہو یعقلہ یعرف ان البیع سالب للملک والشراء جالب اجازہ ولیہ او رد
اور جو کوئی ان محجورین مذکورین میں سے وہ عقد منعقد کرے جو دائر ہو درمیان نفع اور ضرر کے جیسا کہ بیع جسکی تصریح کتاب الماذون میں آویگی اور حالانکہ
عاقد اسکو تعقل کرتا ہو یعنی اتنا سمجھتا ہو کہ بیع ملک بائع کو سلب کر دیتی ہے اور شراء املاک مشتری کو کھینچ لاتی ہے تو عاقد کا ولی چاہے عقد کو جائز رکھے
اور چاہے رد کرے واسطے ہم نفع کی ضرر صغیر اور غلام اور معتوہ کی طرف پھرتی ہے اسواسطے کہ مجنون مغلوب میں تعقل نہیں ہے ولی سے مراد قاضی اور
باپ اور دادا اور وصی اور مولی ہے اور اگر قاضی نے صغیر کو تصرف کا اذن دیا اور اسکا باپ نہ مانتا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وان لم
یعقل فباطل نہایۃ اور اگر شخص محجور عقد کو سمجھتا نہ ہو تو عقد باطل ہے کذا فی النہایہ وان اتلفوا ای ہولاء المحجورین سوا اعقلوا اولا درر شیئا مقوما من
مال او نفس ضمنوا اذ لا حجر فی الفعلی اور اگر یہ محجورین مذکورین خواہ وہ سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں کذا فی الدرر تلف کر ڈالیں کوئی شے قیمتی کو مال ہو وہ شے یا
جان تو ضمان انپر لازم ہوگا اسواسطے کہ تصرف فعلی میں حجر نہیں ہے کیونکہ [illegible] لیکن ضمان الصبی [illegible] علی ما مر [illegible] وان تلف کا احد ازاد
ہو [illegible] کذا فی الاشباہ [illegible] بانعالہ فیضمن ما اتلفہ من المال للحال [illegible] علی ما قالہ الا فی مسائل لو اتلف ما اقترضہ او ما
او دع عندہ بلا اذن ولیہ او ما اعیر لہ او ما بیع منہ بلا اذن اور اشباہ میں ہے کہ صغیر محجور ماخوذ ہوتا ہے اپنے افعال سے تو اس چیز کا تاوان دیگا فی الحال جسکو
تلف کر ڈالا اور جسکو قتل کریگا تو دیت اسکی پدری پر واجب ہوگی مگر چار مسئلوں میں صغیر پر تاوان نہیں اگر اسنے تلف کیا وہ مال جو اسنے قرض لیا اور تلف
کی وہ چیز جو اسکے پاس ودیعت رکھی گئی بدون اذن اسکے ولی کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کو واسطے عاریت دی گئی اور تلف کی وہ چیز جو بیچی گئی اس سے
بدون اذن کے ہم عدم اذن ولی چاروں مسئلوں کی قید ہے کیونکہ اگر [illegible] اذن میں تاوان لازم ہوگا [illegible] کہ اگر [illegible] بلا سبقت ایداع
یا اقراض تلف کریگا تو تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی [illegible] مالہ [illegible] الا خذ او ایداع صغیر
[illegible] صورت جبکہ صغیر [illegible] اپنی [illegible] کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اور حالانکہ وہ چیز صغیر [illegible] کی ملک ہو تو مالک کو جائز ہے
ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے [illegible] ودیعت رکھنے والے سے ہم اس مسئلہ میں یہ قید ہے کہ [illegible] بلا اذن مالک ودیعت رکھی کذا فی الطحطاوی

ولا حجر على حر مكلف بسفه وهو تبذير المال على خلاف مقتضى الشرع او العقل وزاد في الدرر وفوقي الخير كان يصرفه في بناء المساجد ونحو ذلك فيحجر عليه عندهما وتمامه في
فوائد شتى الاشباه اور حجر نہیں کیا جاتا امام کے نزدیک آزاد بالغ عاقل پر بسبب سفاہت کے اور سفاہت سے مراد یہاں اسراف مال اور اسکا ضائع کرنا
ہے خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذا فی الدرر اور اگر امر خیر میں اسراف مال کرے چنانچہ بناے مساجد اور اسکے مانند امور دین میں مال صرف کرے تو اسکا
تصرف منع کیا جائیگا صاحبین کے نزدیک اور پورا بیان اسکا اشباہ کے فوائد شتی میں ہے ہم سفہ بفتحتین لغت میں عبارت ہے حماقت اور خفت عقل سے اور شرع میں
سفہ اور سفاہت سے مراد صرف بیہودہ ہے مخالف شرع یا عقل کے تو اسکے سوا اور معاصی کا ارتکاب چنانچہ شراب خواری و زناکاری سفاہت مصطلح میں
داخل نہیں حموی نے کہا کہ سفیہ کی عادت ہے اسراف کرنا نفقہ میں اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض میں صرف کرنا جسکو عقلاے دیندار غرض شمار نہیں کرتے
چنانچہ مغنیین اور لاعبین کو مال دینا اور اڑنے والے کبوترون کو گران قیمت خرید کرنا اور خرید و فروخت میں بالاحمیت نقصان اٹھانا اور مراد یہ ہے کہ وہ
رشید تھا پھر سفیہ ہو گیا اور اگر بالغ ہوا سفاہت کی حالت میں تو اسکا مال اسکو نہ دیا جاویگا جبتک وہ ٢٥ برس کا نہو کذا فی الطحطاوی وفسق ودین وغفلۃ
اور ہر مکلف مجور التصرف نہوگا گنہگاری اور اوصاف لینے اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک ہم دین سے وہ دین مراد ہے جو اس کے اموال
سے زیادہ ہو غفلت سے مراد یہ نہیں کہ وہ مفسد ہو بلکہ سلیم القلب ہو یعنی سیدھا آدمی ہو جو تصرفات نافعہ نکرپاتا ہو اور تجارت میں نقصان اٹھایا کرتا ہو کذا فی
الطحطاوی بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلۃ کتعلیم الردۃ لتبین من زوجها او لتسقط عنها الزکوۃ بلکہ منع کیا جاوے فتوی دینے سے مفتی ماجن یعنی مفتی بیباک
جو لوگون کو باطل حیلے سکھاوے جیسے ارتداد سکھانا کہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چھوٹ جاوے یا اس سے زکوۃ دینا ساقط ہو جاوے ہم زیلعی نے
کہا مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ سکھاتا ہے اور حرام کے حلال کہدینے اور حلال کے حرام بتا دینے میں بیپروا اور بیباک ہو جاتا ہے قاضیخان میں ہے کہ مفتی ماجن
وہ ہے جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتوی جہالت سے دے یعنی علم فقہ نجانتا ہو اور فتوی دینے پر جرأت کرتا ہو وطبیب جاہل اور منع کیا جاوے علاج کرنے سے
طبیب جاہل ہم طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوا سے مہلک پلا دیتا ہو خواہ اسکو مہلک جانتا ہو یا نجانتا ہو اور جبکہ وہ امراض پر شدت کرے تو اسکا ضرر دور
نکر سکتا ہو کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضیخان میں ہے کہ طبیب جاہل وہ ہے جو لوگون کو مضر اور مہلک دوا پلاوے اور وہ اسکو شفا اور دوا جانتا ہو ومکار
مفلس اور منع کیا جاوے مکاری مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنے والا ہم حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ حجر کے اسباب تین ہیں یعنی طفلی و مملوکی اور جنون اور اسکے
ساتھ تین اور ملحق ہیں یعنی مفتی حیلہ آموز اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس یہ روایت ہے امام اعظم سے اور تینون سے تین اور ملحق ہیں محتکر یعنی جو قحط میں غلہ نہ
بیچے اور غلہ فروش جبکہ بیع میں تعدی کرین بسبب زیادتی قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جاوے اور وہ اسکو نہ بیچے تو قاضی اسکو بیچ ڈالے
چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع میں بیان کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک سفیہ اور مغفل اور مدیون بھی مجور التصرف ہیں ابن ضیاء نے شرح مجمع میں کہا کہ یہ جو
امام سے مروی ہے کہ انکے نزدیک حجر نہیں مگر تین پر مفتی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس پر سو مراد اس سے حقیقت حجر کی نہیں ہے یعنی عدم نفوذ تصرف
اسواسطے کہ اگر مفتی فتوی دے حجر کے بعد اور وہ فتوی ٹھیک دیوے تو جائز ہے اسیطرح اگر طبیب دوا بیچے حجر کے بعد تو بیع اسکی نافذ ہے تو معلوم ہوا کہ حجر
حقیقی مراد نہیں بلکہ منع حسی سے ظاہری مراد ہے اسطرح پر کہ وہ لوگ اپنے کام سے روکے جاوین اسواسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگون کے دین میں فساد ڈالتا
ہے اور طبیب جاہل انکے ابدان فاسد کرتا ہے اور مکاری مفلس انکے اموال تباہ کرتا ہے اسواسطے کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اسکے پاس نہ تو اونٹ
ہے نہ اور جانور جسپر بار برداری کرے اور نہ اسکے پاس مال ہے جس سے جانور بار برداری خرید کرے اور لوگ اسپر اعتماد کرکے اپنا مال کرایہ میں دیتے ہیں اور
وہ مال کو اپنی حاجات میں صرف کر ڈالتا ہے پھر جب سفر کا وقت آتا ہے تو وہ چھپ رہتا ہے اور لوگون کے مال تلف ہوتے ہیں اور فساد اس شخص کا خلق اللہ
کو پہونچتا ہے مفتی ماجن اور طبیب جاہل کے فساد کے مانند تو الحاق ضرر خاص واسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہے اور یہ از قسم امر بالمعروف و نہی عن المنکر

ہوا اور باپ حجر تو شتا تصل لازم نہ ہوا کذا فی الطحطاوی وعندہما یحجر علی الحر بالسفہ والغفلۃ ای بقولہما یفتی صیانۃ لمالہ اور صاحبین کے نزدیک
مجبور کیا جائے آزاد بالغ پر بسبب سفاہت اور غفلت کے اور صاحبین کے ہی قول پر فتوی ہے تاکہ اسکا مال بچا رہے اسکے واسطے وعلی قولہما المفتی بہ یکون فی حکم
الصغیر اور بموجب قول مفتی بہ صاحبین کے سفیہ اور غافل اپنے احکام میں صغیر نابالغ کے مانند ہیں م یعنی اس پر نابالغ کے عقود محتمل الفسخ میں قاضی کو ختیار ہوگا
چاہیے جاری رکھے چاہے فسخ کر دے ثم ہذا الخلاف فی تصرفات تحتمل الفسخ ویبطلہا الہزل پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ خلاف درمیان امام کے ساتھ صاحبین کا ان تصرفات
میں ہے جنمیں فسخ کا احتمال ہو اور ہزل اور بیہودگی باطل کر دیتی ہو یعنی امام کے نزدیک سفیہ کے تصرفات کو نہ روکنا اور صاحبین کے نزدیک روکنا مخصوص
ہے تصرفات مذکورہ سے جیسا کہ بیع اور شرا اور ہبہ وغیرہ کا ہے واما ما لا یحتملہ ولا یبطلہ الہزل فلا یحجر علیہ بالاجماع فلذا قال الا فی نکاح وطلاق وعتاق واستیلاد
وتدبیر ووجوب زکوٰۃ وفطرۃ وحج وعبادات وزوال ولایۃ ابیہ وجدہ وفی صحۃ اقرارہ بالعقوبات وفی الانفاق وفی صحۃ وصایاہ بالقرب
من الثلث فہو ای فی ہذہ کبالغ اور ان تصرفات میں کہ جو فسخ کے متحمل نہیں اور انکو ہزل باطل نہیں کرتا سفیہ پر بالاتفاق حجر نہ ہوگا اسی واسطے
مصنف نے کہا کہ سفیہ صغیر کے مانند ہے مگر نکاح اور طلاق اور عتاق اور استیلاد اور تدبیر اور زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور حج اور عبادات بدنیہ کے واجب ہونے
اور اسکے باپ اور دادا کی ولایت زائل ہو جانے میں اور اقرار عقوبات یعنی حد اور قصاص کے صحیح ہونے میں اور انفاق یعنی نفقہ زوجہ اور ذوی الارحام
اور صحت اقرار میں اور حسنات کے وصایا کے صحیح ہونے میں ثلث مال کی کہ سفیہ ان امور مذکورہ میں بالغ کے مانند غیر محجور ہے یعنی جسطرح بالغ غیر محجور کے تصرفات
صحیح ہیں اسی طرح سفیہ کے بھی یہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہونگے اور صاحبین کے نزدیک بھی محجور نہیں وفی کفارۃ کالصلح اور سفیہ کفارہ میں غلام کے
مانند ہے کذا فی الاشباہ خزانۃ اکمل میں ہے کہ قسم اور نذر اور ظہار اور قتل کے کفارہ میں قاضی سفیہ کا مال صرف نہ ہونے دے بلکہ وہ روزہ رکھے کذا فی الطحطاوی
والحاصل ان کل ما یستوی فی الہزل والجد ینفذ من المحجور وما لا فلا الا باذن القاضی نہایہ اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس تصرف میں ہزل اور جد برابر ہو وہ محجور
کا بھی نافذ ہے اور جو برابر نہیں وہ تصرف محجور کا نافذ نہیں مگر قاضی کے اذن سے کذا فی الخانیہ فان بلغ الصبی غیر رشید لم یسلم الیہ مالہ حتی یبلغ خمسا
وعشرین سنۃ پھر اگر صغیر غیر رشید بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا ہوشیار نہ ہو کہ اپنا نفع اور ضرر پہچانے تو اسکا مال اسکو نہ دیا جاوے یہاں تک کہ وہ ۲۵
برس کو پہونچے ھ ور یہیں ہے کہ ۲۵ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہے جبکہ وہ ۲۵ برس کو پہونچے
جاتا ہے خزانۃ اکمل میں ہے کہ جب یتیم بالغ ہو تو وصی اسکا مال اسکو جلد نہ دے بلکہ توقف کرے اور اسکو کچھ مال سوداگری کے واسطے دیکر آزماوے پس اگر اسکو صالح
پاوے تو اسکا مال اسکو دے اور اگر مفسد بیباک دیکھے تو مال نہ دے پھر جب ۲۵ برس کو پہونچے تو مال اسکو دے خواہ وہ صالح ہو یا نہ ہو کذا فی البدائع وصح تصرفہ
قبلہ ای قبل القدر المذکور من المدۃ لتعیح تصرف بالغ غیر ہوشیار کا قبل اسکے یعنی ان مدت کی مقدار مذکور سے پہلے ہی اگرچہ ۲۵ برس سے پہلے بالغ غیر رشید بیع وغیرہ
کا تصرف کریگا اپنے مال میں تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ بالغ عاقل پر حجر نہیں امام کے نزدیک اور ۲۵ برس تک غیر رشید کو نہ دینا محض تادیب کے واسطے تھا وبعد
پسلم الیہ وجوبا حتی لو منعہ بعد طلبہ ضمن ذبل طلبہ لا ضمان کما یفیدہ کلام المجتبی وغیرہ قالہ شیخنا اور ۲۵ برس کے بعد دینا واجب ہوگا یہانتک کہ اگر اسکا ولی
اسکو مال نہ دے اسکے مانگنے کے بعد تو ولی پر تاوان لازم ہوگا در صورت ہلاک ہو جانے مال کے اور مانگنے سے پہلے تاوان نہیں چنانچہ مجتبی وغیرہ کے کلام سے
معلوم ہوتا ہے ایسا کہا ہے ہمارے استاد نے و فی الملتقی لکن قیدا وقالا لا یدفع حتی یونس رشدہ ولا یجوز تصرفہ فیہ ۲۵ برس کے بعد مال دیا جاویگا اگرچہ وہ رشید اور ہوشیار
بھی نہ ہو اور صاحبین نے کہا کہ مال نہ دیا جاویگا یہانتک کہ اسکی ہوشیاری معلوم نہ ہو اور اسکا تصرف بھی قبل از ہوشیاری جائز نہیں اگرچہ وہ بہت بوڑھا ہی ہو جاوے
والرشد المذکور فی قولہ تعالی فان آنستم منہم رشدا ہو کونہ مصلحا فی مالہ فقط ولو فاسقا قالہ ابن عباس اور وہ رشد جو مذکور ہے حق تعالی کے اس قول میں کہ اگر تم
یتیموں کا رشد معلوم کرو تو انکے مال انکو دو تو مراد اس سے یہ ہے کہ یہ فقط اپنے مال میں صالح ہوں نہ مفسد اگرچہ فاسق ہو ایسا کہا ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

سے صلاح فی المال سے مراد یہ ہے کہ مال کو حلال میں صرف کرے نہ حرام میں اور سرف نفقہ ولیج نہو اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد صلاح
فی المال اور صلاح فی الدین ہے دونون مراد ہین کذا فی الطحطاوی والقاضی یحبس الحر المدیون لیبیع ماله لدینه اور قاضی محبوس کرے آزاد مدیون کو
تاکہ وہ اپنا مال بیچ ڈالے اپنے قرض ادا کرنے کیواسطے ہم ادا کرنا دین کا واجب ہے مدیون پر اور مماطلت یعنی ٹالنا آجکل کے وعدے پر ظلم ہے تو حاکم کو مدیون کو
محبوس کر کے دفع ظلم کے واسطے لازم ہوا وقضی دراہم دینه من دراہمه یعنی بلا امره وکذا لو کان دنانیر اور حاکم اسکے دین کے روپیہ کو مدیون کے روپیہ
سے ادا کرے یعنی بلا امر مدیون کے اور اسیطرح اگر دین اشرفیان ہون تو مدیون کی اشرفیون سے ادا کرے وباع دنانیره بدراہم دینه وبالعکس استحسانا
لاتحادهما فی الثمنیة اور قاضی مدیون کی اشرفیان بیچ ڈالے اسکے روپیون کیواسطے اور روپیہ بیچے اشرفیون کے ادا کرنیکے واسطے استحسان کی وجہ
سے واسطے کہ ثمن ہونے مین اشرفی اور روپیہ دونون متحد ہین لا بیع القاضی عرضه ولا عقاره للدین خلافا لهما وبه ای بقولهما یباع للدین یفتی اختیار
وصححه فی تصحیح القدوری نہ بیچے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کے واسطے بخلاف مذہب صاحبین کے
اور فتوی ہے صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادائے دین کیواسطے بیچ ڈالے چنانچہ شرح مختار میں ہے اور تصحیح
کیا ہے اس قول کو تصحیح قدوری مین ویبیع کل ما لا یحتاجه فی الحال اور بموجب قول مفتی بہ کے حاکم بیچ ڈالے ہر وہ چیز جسکی مدیون کو فی الحال حاجت نہین ہم اداء
دیون کیواسطے اول نقود کی بیع ہوگی پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جسکی فی الحال حاجت نہین وہ بھی بیچی جائے تو نمدا اور اوڑھنی قالین جو گرمی مین بیچا جاسکے
اور شطرنجیان موسم سرما مین اور لوہے کی انگیٹھی بیچی جائے مٹی کی انگیٹھی سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحطاوی ولو اقر بمال لزمه بعد الدیون ما لم یکن ثابتا
ببینة او علم قاضی فیزاحم الغرماء بکمال ... لکونه لا حجر فی الاصل کا امر اور اگر مدیون کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اسکا ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے ان
دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا تا وقتیکہ مال مقر گواہون سے یا قاضی کے علم سے ثابت نہ ہو اور اگر ثابت ہو تو مقر له اور صاحب دیون کا مزاحم ہوگا یعنی
انکے ساتھ وہ بھی اپنا دین لیگا مانند اس مال کے جسکو مدیون نے تلف کر ڈالا اسواسطے کہ حجر نہین ہے فعل مین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم قول معتمد یہ ہے کہ قاضی کو
اپنی فرست پر مدیون گواہون کے حکم دینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی فلس ومعه عرض شراه فقبضه بالاذن من بائعه ولم یؤد ثمنه فبائعه اسوة للغرماء فی
ثمنه ایک شخص مفلس ہو گیا اور اسکے پاس وہ متاع ہے جو اسنے خریدی اور قبضہ کیا ہو اس متاع پر اسکے بائع کے اذن سے اور نہ ادا کیا ... ثمن ادا نہین کیا تو
اسکا بائع اور دین والون کے برابر ہے متاع کے ثمن مین ہم یعنی بائع نہ بیع کر کے متاع کو نہین لے سکتا بلکہ وہ متاع بیچی جا کر بائع اور باقی ارباب دیون
کو اسکا ثمن حصہ رسد دیا جائیگا اور باقی دین کیواسطے تا حصول مقدرت مدیون کو مہلت دیجائیگی اور یہ جو حدیث مین وارد ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس قرضدار
کے پاس پاوے تو وہ حق بالمتاع ہے اپنے غیر سے اور امام احمد کی روایت مین ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس کے پاس پاوے تو زیادہ تر وہ اسکا حقدار ہے تو
اس متاع سے مراد وہ متاع ہے جو بطریق غصب اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور رہن کے ہو کہ وہ بعینہ اسکا مال ہے اور مبیع تو بائع کا مال نہین رہی
اور نہ اسکی وہ متاع ہوگی بلکہ بکی چیز تو مشتری کا مال ٹھہر گئی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکل گئی اور بیع اور قبض سے اسکا ضمان لازم ہو گیا کذا فی الطحطاوی
تنویر فان فلس قبل قبضه او بعده ولکن بغیر اذن بائعه کان له استرداده وحبسه بالثمن وقال الشافعی للبائع الفسخ پھر اگر مشتری مفلس ہو گیا قبل قبض
مبیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض مبیع بغیر بائع کے اذن سے تھا تو بائع کو مبیع کا پھیر لینا اور اسکا روک رکھنا ثمن کے واسطے جائز ہے اور امام شافعی نے کہا
کہ بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے حجر القاضی علیه ثم رفع الی قاض آخر فاطلقه واجاز ما صنع المحجور کذا فی الخانیة وهو مما قدمنا من الدرر انه حجر ... اطلاقه قاضی
ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شرا وغیرہ سے اسکو روک دیا پھر اسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا اسواسطے اسکو کھول دیا مطلق العنان کر دیا
اور جائز کر دیا اس تصرف کو جو محجور نے کیا کذا فی الخانیة تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہوا اور وہ یعنی اجازت تصرفات محجور کی صاف طور رد کیگئی ہے ... منح الغفار

وما صنع المحجور فی مالہ من بیع وشراء قبل اطلاق الثانی او بعدہ وکان جائزا لان حجر الاول تہذیب فیتوقف علی امضاء قاضی آخر او ردہ تو تصرف محجور
نے کیا اپنے مال میں بیع یا شراء سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اسکے وہ جائز ہوگا اسواسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل اختلاف مجتہدین ہے پس
موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے جاری رکھنے پر فروع مسائل ملحقہ شارح کے یصح الحجر علی الغائب لکن لا یحجر الا بالعلم خانیہ صحیح ہے حجر کرنا شخص غائب
پر لیکن وہ محجور نہ ہوگا جبتک اسکو معلوم نہ ہوگا کہ قاضی نے میرا تصرف منع کر دیا ہے کذا فی التاتارخانیہ اور اگر غائب محجور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اسکے
تصرفات نافذ ہیں اور اگر یتیم بالغ ہو سفاہت کی حالت میں تو قبل از حجر قاضی محجور نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسکے تصرفات نافذ ہونگے اور
محمد کے نزدیک محجور ہوگا بدون حجر کیے کذا فی الخانیہ ولا یرتفع الحجر بالرشد اور رشد کے پیدا ہونے سے بھی حجر نہیں اٹھ جاتا بل باطلاق القاضی بلکہ جب
قاضی اسکو اٹھنے کا حکم دیوے ولو ادعی الرشد وادعی خصمہ بقاءہ علی السفہ وبرہنا ینبغی تقدیم بینۃ بقاء السفہ اشباہ اور اگر دعوی کیا رشد اور ہوشیاری کا
اور اسکے مخاصم نے اسکے باقی رہنے کا سفاہت پر اور دونون گواہ لائے اپنے دعوے پر تو بقاے سفاہت کے گواہون کو مقدم رکھنا لائق ہے کذا
فی الاشباہ طحطاوی نے کہا صاحب اشباہ کی یہ بحث مخالف ہے منقول کے اسواسطے کہ ظہیریہ میں ہے کہ ایک مرد صالح تھا پھر فاسد ہوگیا قاضی نے اسپر
حجر کیا اور ایک انسان نے اس سے کچھ خریدا پھر محجور اور مشتری میں اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ میں نے تجھ سے اسکو خریدا تھا تیری صلاح کی حالت میں
اور محجور نے کہا بلکہ حجر کی حالت میں تو محجور کا قول مقبول ہے اور اگر دونون گواہ لاوین تو مدعی کے صحت کے گواہ مقبول ہیں انتہی اور ذخیرہ ناظر میں ہے
کہ بقاے سفاہت سے زوال سفاہت کے گواہ مقدم ہیں وفی الوہبانیۃ شعر ومن یدعی اقرارہ قبل حجرہ ومن یدعیہ وقتہ فہو اجدر اور وہبانیہ میں ہے
اور جو دعوی کرے محجور کے اقرار کا محجور ہونے سے پہلے سو جو شخص کہ اقرار کا دعوی کرے حجر کے وقت کا تو وہی لائق تر مقبول ہے م شارح وہبانیہ نے
مطلب یون بیان کیا ہے کہ اگر محجور نے کہا صالح ہو جانے کے بعد کہ میں نے جو ہلاک دراہم کا اقرار کیا تھا سو حالت حجر میں کیا تھا اور صاحب مال نے کہا
کہ تو نے اسکا اقرار اپنی صلاح کی حالت میں کیا تھا تو مقر کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ حالت حجر منافی صحت اقرار ہے تو درحقیقت وہ منکر ٹھہرا تو اسی کا
قول مقبول ہوگا اور وہ بمنزلہ غیر بالغ کے ہوا کذا فی الطحطاوی شعر ولو باع والقاضی اجازہ قال لا + تؤدی ثمنا اداہ من بعد تخسر اور اگر محجور نے بیع کی اور
قاضی نے بیع جائز رکھی اور قاضی نے مشتری سے کہا کہ تو اسکا ثمن محجور کو نہ دیجیو سو مشتری نے محجور کو ثمن ادا کیا بعد اسکے تو مشتری کا نقصان ہوگا
اسواسطے کہ جب قاضی نے مشتری کو اداے ثمن سے منع کیا تو قبض ثمن کا قاضی کے واسطے ثابت ہوگا تو اب محجور کو دینا ایسا ہوا جیسے اجنبی کو دینا تو
مشتری نے اپنا مال ضائع کیا یعنی اسکا ثمن دوبارہ اسکو دینا پڑیگا اور اگر قاضی نے بیع محجور کی جائز رکھی اور اداے ثمن سے مشتری کو منع نہیں کیا
اور مشتری نے محجور کو ثمن دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ اجازت بیع درحقیقت دفع ثمن کی اجازت ہے کذا فی الطحطاوی فصل یہ فصل ہے صغیر کے بالغ ہونے میں
ہم بلوغ لغت میں بمعنی وصول ہے اور اصطلاح میں عبارت ہے انتہاے حد طفلی سے اور چونکہ طفلی ایک سبب تھا اسباب حجر سے اور اسکی ایک نہایت تھی
تو اسکی انتہا کا بیان واجب ہوا اور یہ فصل اس کے بیان میں ہوئی کذا فی النہر بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل ہو الانزال بالغ ہونا
طفل صغیر کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب میں منی ٹپکنے سے اور عورت کے حاملہ کر دینے سے اور انزال منی سے اور بلوغ میں اصل انزال ہی ہے
ہم اصل انزال اسواسطے ہوا کہ احتلام معتبر نہیں بدون انزال کے اور عورت حاملہ نہیں ہوتی مگر انزال سے تو وہی اصل ٹھہرا اور یہ احتلام اور احبال اسکے علامات سے
ہیں والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل لم یذکر الانزال صریحا لانہ قلما یعلم منہا اور بالغ ہونا صغیرہ کا ثابت ہوتا ہے احتلام اور حیض اور حاملہ ہو جانے سے اور مصنف
نے صغیرہ کے بلوغ میں انزال کو صریحا ذکر نہ کیا اسواسطے کہ صغیرہ کا انزال بہت کم دریافت ہوتا ہے م ہوسے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ میں
معتبر نہیں اور اسیطرح پنڈلی اور موچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہو جانا معتبر نہیں یا بلوغ صغیر میں کذا فی الطحطاوی فان لم یوجد منہما شئی فحتی یتم لکل منہما

خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اہل زماننا پھر اگر صغیر اور صغیرہ مین ہو زمانہ کو رہین سے کوئی امر نہ پایا جاوے تو بلوغ کا حکم نہو گا یہانتک کہ صغیر اور صغیرہ کی پندرہ برس کی پوری عمر ہو اسی قول پر فتوی ہی بسبب کم ہونے ہمارے اہل زمانہ کی عمرون کے ہم درصورت عدم وجود علامات بلوغ امام کے نزدیک صغیر کی حد بلوغ اٹھارہ سال ہی اور صغیرہ کی سترہ سال اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال ہی اور امام سے بھی اسکی روایت ہی وجہ فتوی عادت غالبہ ہی اسواسطے کہ علامات بلوغ کی اس مدت مین اکثر ظاہر ہوجاتی ہین تو اس مدت کو علامت بلوغ کی ٹھہرایا اُس شخص کے حق مین جسمین علامت بلوغ ظاہر نہین ہوئی کذا فی الدرر اور شارح نے کوتاہی عمر اہل زمانہ کو دلیل فتوی قرار دیا وادنی مدتہ اثنا عشرۃ سنۃ ولہا تسع سنین ہو المختار کما فی احکام الصغار اور کمتر مدت صغیر کے بالغ ہونے کی بارہ برس ہین اور صغیرہ کی نو برس یہی قول مختار ہی چنانچہ احکام صغار مین ہی ہم شرح مجمع مین ہی کہ فقہا کا اتفاق ہی کہ پانچ یا اس سے کمتر سال کی صغیرہ اگر خون دیکھے تو وہ خون حیض نہین اور نو برس یا زیادہ کی صغیرہ خون دیکھے تو وہ حیض ہی اور اختلاف چھ اور سات اور آٹھ سال مین اور کافی مین بعضون سے منقول ہی کہ کمتر مدت گیارہ سال ہی کذا فی الطحطاوی فان راہقا ای بان بلغا ہذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبہما الظاہر کذا قیدہ فی العمادیۃ وغیرہا فبعد ثنتی عشرۃ سنۃ یشترط شرط آخر لصحۃ اقرارہ بالبلوغ وہو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لا یقبل قولہ شرح وہبانیۃ پھر اگر صغیر اور صغیرہ قریب البلوغ ہون یعنی اس ادنی مدت کو پہونچ گئے ہون اور دونون کہین کہ ہم بالغ ہوگئے ہین تو اُنکے قول کی تصدیق ہوگی اگر ظاہر حال اُنکی تکذیب نکرے گا اسیطرح عدم تکذیب کی تصدیق مین قید لگائی ہی عمادیہ وغیرہا مین اور بارہ برس کے بعد ایک اور شرط مشروط ہی اُسکے بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کے واسطے وہ شرط یہ ہی کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہو اور اگر ایسا نہو تو اُسکا قول مقبول نہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور صغیرہ نو برس کے بعد بلوغ کا دعوی کرین اور نہایت ناتوان اور لاغر اور خستہ حال ہون تو اُنکی تصدیق نہوگی کیونکہ ظاہر حال اُنکا اُنکے قول پر دلالت نہین کرتا وہما حینئذ کبالغ حکما فلا یقبل جحودہ البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ فلا تنقض قسمتہ ولا بیعہ اور صغیر اور صغیرہ اُسوقت مین یعنی اقرار بلوغ کے وقت مین بعد شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کے مانند ہین حکم مین پس انکار بلوغ کا مقبول نہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اسکی حالت کے تو اُسکی قسمت اور بیع منقوض نہوگی ہم فتاوی قاضیخان مین ہی کہ ایک لڑکا خرید و فروخت کرتا ہی اور کہتا ہی کہ مین بالغ ہون پھر اگر بعد اُسکے کہے کہ مین بالغ نہین تو جب کہ اُسنے بلوغ کا اظہار کیا تھا وہ محتمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اُسکا انکار معتبر نہین اور اگر بارہ برس سے کم کا ہی تو اقرار اُسکا صحیح نہین اور جموی مین ہی کہ دونون کے احکام بالغون کے مانند ہین باقی تصرفات مین کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ یقبل قول المراہقین قد بلغنا مع تفسیر کل بماذا بلغ بلا یمین اور شرنبلالیہ مین ہی کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہی کہ البتہ ہم بالغ ہوچکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھ کہ کون علامت سے وہ بالغ ہوا بدون قسم کے ہم یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہین لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ اسپر لازم ہی وفی الخزانۃ اقر بالبلوغ فقبل اثنی عشرۃ سنۃ لا یصح الا ببینۃ وبعدہ یصح انتہی اور خزانہ مین ہی کہ صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے پہلے صحیح نہین مگر گواہون سے اور بعد بارہ برس کے اقرار بدون شہادت صحیح ہی انتہی کلامہ ہم معائنہ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الماذون

یہ کتاب ہی عبد ماذون کے احکام مین ہم ماذون وہ غلام ہی جسکو مالک اُسکا سوداگری کی اجازت دے مصنف اس کتاب کو کتاب الحجر کے بعد اسواسطے لایا کہ اذن سبقت حجر کو مقتضی ہی الاذن لغۃ الاعلام اذن لغت مین عبارت ہی اعلام یعنی بتانے اور جتانے سے قاموس مین اذن بمعنی علم اور اباحت مذکور ہی وشرعا فک الحجر ای فی التجارۃ لان الحجر لا ینفک عن العبد الماذون فی غیر باب التجارۃ ابن کمال اور شرع مین اذن عبارت ہی منع تصرف کے دور کردینے سے یعنی تجارت مین اسواسطے کہ حجر یعنی منع تصرف جدا نہین ہوتا عبد ماذون سے باب تجارت کے سوا مین کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی فک

سے اطلاق حجر مطلقا مراد نہیں ہے اسواسطے کہ عبد ماذون کو تبرع اور عتاق اور تکفیل بالمال جائز نہیں بلکہ فقط امور تجارت کا اطلاق مراد ہے و اسقاط الحق اور
شرع میں اذن عبارت ہے اسقاط حق سے ہم اسقاط حق سے مراد اسقاط حق منع ہے نہ فقط مولی کا حق اسواسطے کہ اس صورت میں اذن فقط غلام کو شامل
ہوگا نہ صغیر کو اور حالانکہ اذن غلام اور صغیر ماذون کو شامل ہے المسقط هو المولى لو الماذون رقيقا والولي لو صبيا حق منع کا ساقط کرنے والا مولی ہوگا اگر
ماذون غلام ہو اور ولی ہوگا اگر ماذون صغیر ہو وعند زفر والشافعي هو توكيل وانابة اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک اذن عبارت ہے وکیل کرنے اور نائب کرنے
سے ہم ثمرہ خلاف کا ظاہر ہوتا ہے اسمین کہ تخصیص اذن کی انکے نزدیک صحیح ہوتی ہے کہ غلام اسکے خلاف نہیں کر سکتا وکیل کے مانند اور ہمارے نزدیک صحیح
نہیں ہے ثم تصرف العبد لنفسه باهليته فلا يتوقت بوقت ولا يتخصص بنوع تفريع على كونه اسقاطا یعنی جب مولی نے اذن دیا تو حجر منفک ہوگیا پس
تصرف کریگا غلام اپنی ذات کیواسطے بسبب اپنی اہلیت کے تو اذن اور تصرف کسیوقت کے ساتھ مقید نہ ہوگا اور نہ کسی قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص
ہوگا یہ قول متفرع ہے اذن کے اسقاط ہونے پر ہم غلام عقل اور بلوغ کی جہت سے تصرف کی لیاقت رکھتا ہے لیکن وہ ممنوع التصرف ہے مولی کے حق کے سبب سے
پھر جبکہ مولی نے اپنا حق ساقط کردیا تو غلام ٹھہرا اپنی اہلیت اصلیہ کی وجہ سے کذا فی الزیلعی مختصرا ولا يرجع بالعهدة على سيده لفكه الحجر اور عہدہ تصرف غلام کی رجوع
اسکے مولے پر نہ ہوگی بسبب دور کردینے مولی کے منع تصرف کو ہم یعنی جب مولی نے غلام کو تصرف کا اذن دیا تو اگر غلام کوئی چیز خرید کریگا تو اسکے ثمن کا مطالبہ
مولی سے نہ ہوگا یہ قول متفرع ہے تصرف لنفسه پر فلو اذن لعبده تفريع على فك الحجر يوما او شهرا صار ماذونا مطلقا حتى يحجر عليه لان الاسقاطات لا تتوقت
پھر اگر مولے نے اپنے غلام کو ایک دن یا ایک مہینے کے تصرف کا اذن دیا تو وہ ماذون ہوگیا مطلقا یعنی ہمیشہ یہان تک کہ مولے اسکو منع کرے اسواسطے کہ
اسقاطات توقیت اور تقیید کو قبول نہیں کرتی شارح نے کہا اذن غلام متفرع ہے فک حجر پر ولم يتخصص بنوع فاذا اذن في نوع عم اذنه في الانواع كلها لانه
فك الحجر لا توكيل اور اذن اور تصرف ایک قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص نہوگا پھر جبکہ مولے نے ایک قسم میں اذن دیا تو اسکا اذن عام اور شامل ہوجاویگا تجارت
کی سب قسمون کو اسواسطے کہ اذن فک حجر ہے نہ توکیل کہ عام نہ ہوسکے ہم پس اگر دریا کی تجارت کا اذن دیا اور خشکی کی تجارت سے منع کیا تھا تو خشکی کی تجارت کا بھی
اذن ہوگیا اگرچہ غلام خشکی کی تجارت کو نجانتا ہو اور مالک اس سے بھی واقف ہو کذا فی القهستانی ثم اعلم ان الاذن بالتصرف النوعي اذن بالتجارة وبالشخصي
استخدام پھر اسکو دریافت کر کہ تصرف نوعی کا اذن تجارت کا اذن ہے اور تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہے نہ اذن تجارت ہم فتاوی عالمگیری مین ہے
کہ حد فاصل تجارت اور استخدام مین یہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولے کی طلب منفعت ہے تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور اگر عقد
واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہین تو وہ تجارت کا اذن نہین بلکہ وہ استخدام ہے عرف اور عادت مین یعنی اگر مولی نے کہا کہ کپڑے کی خرید فروخت
کر تو وہ ماذون تجارت مین ہوا اور اگر کہا کہ فلانے شخص کے پاس فلانے کام مین مزدوری کر تو وہ ماذون فی التجارة نہین ہے اسواسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر
کہا کہ لوگون کے یہان فلانے کام مین مزدوری کر تو یہ اذن ہے تجارت کا بسبب عدم تعین مستاجر تو عقود مختلفہ کا اذن ہوا انتہی اتقانی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا
اذن بھی اذن عام ہوجاتا تو بڑی تنگی لوگون پر پڑتی کہ ایک پیسے کے ساگ خرید کرنے سے غلام ماذون فی التجارة ٹھہر جایا کرتا اور استخدام کا مضمون فوت ہوتا اگر
ضرورت سے ہر اذن اذن عام نہین ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ويثبت الاذن دلالة فعبد رآه سيده يبيع ملك اجنبي فلو ملكه
مولاه لم يجز حتى ياذن بالنطق بزازية ودرر عن الخانية اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالۃ حالی سے تو جس غلام کو اسکے مولی نے ملک اجنبی کو بیع کرتے دیکھا تو اگر مولی
اپنے غلام کو اپنی ملک بیچتے دیکھے گا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہ ہوگا جبتک کہ زبان سے اذن دے چنانچہ بزازیہ اور درر مین ہے خانیہ سے ہم اذن
جائز نہ ہوگا یعنی اذن ثابت نہوگا اس تصرف مین جسمین سکوت واقع ہوا لکن ذکر في الزيادة آه یہ مراد نہین کہ اس تصرف کے سوا اور تصرفات مین بھی اذن
ثابت نہ ہوگا جیسا کہ شرنبلالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولكن سوى بينهما الزيلعي وغيره وجزم بالتسوية ابن كمال وصاحب الملتقى

[illegible]

ورجحہ فی الشرنبلالیۃ بان ما فی المتون والشروح اولی مما فی کتب الفتاوی فلیحفظ لیکن مال اجنبی اور مال مولی کو برابر کہا ہے زیلعی وغیرہ نے اور ابن کمال اور
صاحب ملتقی نے دونوں مالوں کی برابری کا یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ میں دونوں کی برابری کی ترجیح دی ہے اسطرح پر کہ جو روایت کہ متون و شروح میں
ہے وہ مقدم اور اولی ہے اُس روایت سے جو فتاوی کی کتابوں میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہ کہتے ہیں کہ اسقدر اتک بے موقع ہوا اسواسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام
ماذون ہوجاتا ہے اُس فعل سے جسپر سکوت واقع ہوا اور یہ متبادر ہے اور یہ درر کے منافی ہوا اسواسطے کہ متبادر یہ اور درر کا مفہوم نفس فعل مسکوت عنہ ہے اور یہ مقتضی
فعل اول کے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل مسکوت عنہ میں اور اسکے ماعدا میں اور اگر مولی کا مال ہوگا تو غلام ماذون
ہوگا مابعد میں نہ اُس فعل مسکوت عنہ میں کذا فی الطحطاوی (واشتری) بالرفع (وسکت السید ماذون) الا ماذون اگر دیکھا غلام کو اسکے مولی نے کہ مال اجنبی کو بیع
کرتا ہے اور خریدتا ہے یا اسکو خرید کرتے دیکھا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون فی التجارۃ ہوگا (الا) شارح نے کہا ماذون خبر ہے مبتدا کی اور مبتدا
محذوف ہے ای الا اذا کان المولی قاضیا اشباہ سکوت مولی کا اذن ہے مگر جبکہ مولی قاضی ہو تو سکوت اذن نہیں کذا فی الاشباہ (ولکن لا یکون ماذونا فی بیع ذلک
الشئ) او شرائہ فلا ینفذ علی المولی بیع ذلک المتاع لانہ یلزم ان یصیر ماذونا قبل ان یصیر ماذونا وھو باطل لیکن غلام ماذون نہ ہوگا اُس چیز مسکوت عنہ
کی بیع یا اسکی خرید میں تو مولی پر اُس متاع کی بیع نافذ نہ ہوگی اسواسطے کہ لازم آتا ہے کہ غلام ماذون ہوجاوے ماذون ہوجانے سے پہلے اور حالانکہ یہ باطل ہے
قلت لکن قیدہ القہستانی معزیا للذخیرۃ بالبیع دون الشراء من مال مولاہ ای فیصح فیہ وعلیہ فیحتاج الی الفرق واللہ الموفق میں کہتا ہوں لیکن عدم اذن یا عدم
نفاذ کو قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کرکے مقید کیا ہے بیع کے ساتھ نہ اُس خرید کے ساتھ جو مولی کے مال سے ہو یعنی تو اسمیں یعنی خرید صحیح ہوگی اور یہ جو قہستانی نے
ذخیرہ سے بیع اور شرا کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑیگی اور حق تعالی توفیق دے فرق بیان کرنے کی ہم کہتے ہیں کہ اگر مولی نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا
مولی کے درہم یا دنانیر سے اور اسکو منع نہ کیا تو وہ ماذون ہوگیا انتہی تو غلام اُسی عقد میں ماذون ہوگیا حموی نے کہا وجہ فرق یہ ہے کہ خرید میں مبیع داخل
ہوجاتی ہے مولی کی ملک میں تو کچھ ضرر نہیں بخلاف بیع کہ اسمیں ثمن زائل ہوجاتی ہے مولی کی ملک سے تو اس بیع میں سکوت اذن نہ ہوا لیکن اسمین خلل ہے کہ
بیع اور شرا دونوں میں ادخال اور اخراج ہے حلبی نے کہا شاید وجہ فرق وہ ہے جو فقہا نے باب الفضولی میں مذکور کیا ہے کہ شرا اسی پر نافذ ہے بیع سے اور مشتری
نے اس عقد کو موقوف رکھا ہے مولی کی اجازت پر یعنی اگر مولے اجازت دیدے تو نافذ ہے اور اگر باطل کردے تو باطل ہے کذا فی الطحطاوی (ویثبت صریحا فلو اذن
مطلقا بلا قید صح کل تجارۃ منہ اجماعا) اور اذن ثابت ہوتا ہے صریحا تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقا بدون قید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی ہم
اذن مطلق کی یہ مثال ہے کہ مولی کہے کہ میں نے تجھ کو اذن دیا سوداگری میں یا یوں کہے کہ اذن دیا سوداگری میں اور خرید معین کے خرید کی قید نہ لگائی اور
نہ کوئی قسم سوداگری کی بیان کی کذا فی المنح اما لو قیدہ فعندنا یعم خلافا للشافعی اور اگر اذن میں قید عام لگا دے تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہ ہوگی اذن عام
ثابت ہوگا برخلاف مذہب شافعی کے (فیبیع ویشتری ولو بغبن فاحش خلافا لھما) عبد ماذون بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شرا غبن فاحش کے
ساتھ ہو برخلاف مذہب صاحبین کہ انکے نزدیک بیع اور شرا بغبن فاحش عبد ماذون کو جائز نہیں ہے (ویوکل بھما ویرھن ویرتھن ویعیر الثوب والدابۃ لانہ
من عادۃ التجار) اور خرید و فروخت میں غیر کو وکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گرو رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس رہن رکھے اور کپڑے اور چارپایہ کو عاریۃ
دے اسواسطے کہ یہ سوداگروں کی عادت ہے (ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ) اور صلح کرے اُس قصاص سے جو واجب ہوا ماذون کے غلام پر
(ویبیع من مولاہ بمثل القیمۃ واما باقل منہا فلا) اور ماذون بیع کرے اپنے مولے سے قیمت کی برابر و قیمت سے کمتر کی بیع تو جائز نہیں ہے اور بیع اکثر
قیمت سے بطریق اولی جائز ہے (ویبیع مولاہ منہ بمثل القیمۃ او اقل) اور مولی عبد ماذون سے بیع کرے برابر قیمت یا کمتر سے (وللمولی حبس المبیع بقبض
ثمنہ من العبد) اور مولے کو جائز ہے روک رکھنا مبیع کا اسکے ثمن کے لینے کے واسطے عبد ماذون سے (وبطل الثمن) ہذا ما صححہ شارح مجمع معزیا للمحیط لو

قبل قبضہ لانہ لا یجب لہ علی عبدہ دین فخرج مجانا حتی لو کان الثمن عرضا لم یبطل لتعینہ بالعقد و ہذا کلہ لو الماذون مدیونا والا لم یجز بیعہ شیئا بیع نہایہ اور ثمن باطل ہوگا اگر مولی مبیع کو قبل قبض ثمن تسلیم کرے اسواسطے کہ اس صورت میں ثمن دین ٹھہر یگا اور مولی کا دین اسکے غلام پر واجب نہیں ہوتا تو مبیع مولے کے ہاتھ سے مفت نکلگئی تو اگر ثمن متاع ہو جو کیلی اور وزنی چیز تو ثمن باطل نہو گا بسبب متعین ہوجانے متاع کے عقد کے سے اور یہ سب مذکور یعنی ماذون کی بیع مولی سے اور مولی کی ماذون سے اس شرط پر ہے جبکہ ماذون مدیون ہو اور اگر مدیون نہو تو مولی اور اسکے غلام میں بیع جائز نہیں کذا فی النہایہ جب غلام ماذون لوگوں کا مدیون ہوا تو اجنبی کے مانند ہوا تو مبایعت دونوں میں جائز ہوگی اور درصورت عدم دین جو غلام کے پاس ہے وہ مولی کا مال ہے تو خرید و فروخت اپنی ذات سے لازم آئی ولو باع المولی منہ باکثر حط الزائد او فسخ العقد ای امر السید بان الفعل واحد منہما لحق الغرماء اور اگر مولی نے کوئی چیز ماذون کے ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کر ڈالے یا اس بیع کو فسخ کرے یعنی مالک کو امر کیا جاے کہ دونوں کاموں میں سے ایک کام کرے دین داروں کے حق کے سبب سے فیما کان من التجارۃ سولی زائد کو کم کرے یا بیع فسخ کرے اس چیز میں جو تجارت کی قسم سے ہو طحطاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم میں نے کتابوں میں نہیں دیکھا اور شاید کہ یہ احتراز ہے اس مبیع سے جو طعام اور لباس کیواسطے ہو کہ اسمیں فسخ بیع نہیں تو اسکی تنقیح اور تلاش کرنا چاہیے وتقبل الشہادۃ علیہ ای علی العبد الماذون بحق ما اور عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی ہم چنانچہ ماذون کی غصب اور استہلاک ودیعت کی گواہی یا اس کے اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسیطرح بیع یا شرا یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاہ گواہی ماذون پر مقبول ہے اگرچہ اسکا مولی اسوقت حاضر نہ ہو ولو محجورا لا تقبل یعنی لا تقبل علی مولاہ بل علیہ فیواخذ بہ بعد العتق اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہیں یعنی اسکے مولے پر مقبول نہیں بلکہ غلام محجور پر مقبول ہوگی سو اسکا مواخذہ ہوگا غلام سے اسکے آزاد ہونے کے بعد ولو حضر اسعا فان الدعوی باستہلاک مال وغصبہ قضی علی المولی وان باستہلاک ودیعۃ او بضاعۃ علی المحجور تسمع علی العبد وقیل علی المولے اور اگر مولی اور غلام محجور دونوں حاضر ہوں تو اگر استہلاک مال یا اسکے غصب کا دعوی ہو تو مولی پر حکم ہوگا یعنی مولے سے مطالبہ ہوگا کہ اسکو بیچے اور تاوان دے اور اگر ودیعت یا بضاعت کے تلف کر ڈالنے کا محجور پر دعوی ہو تو غلام پر دعوی مسموع نہ ہوگا یعنی عتق کے بعد اس سے مواخذہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مولی پر مسموع ہوگا ولو شہد وا علی اقرار العبد بحق لم یقض علی المولی مطلقا وتمامہ فی العمادیہ اور اگر گواہ گواہی دیں غلام کے اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسی کے حق کا اقرار کیا ہے تو اسکے مولی پر حکم نہ ہوگا مطلقا خواہ مولی حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے وبا خذ الارض اجارۃ ومساقاۃ ومزارعۃ ویشتری بذرا یزرعہ اور غلام ماذون غیر کی زمین لے بطریق اجارہ اور معاملہ ومزارعت کے اور وہ بیج خریدے جسکو بووے ویوجر ویزارع اور ماذون اپنے غلاموں کو اور دکانوں اور گھروں کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت لے کذا فی الطحطاوی ویشارک عنانا لا مفاوضۃ اور ماذون شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ ولہ اجارۃ ویوجر ولو نفسہ اور ماذون اجارہ دے اگرچہ اپنی ذات کا اجارہ ہو علم ہر چند ایجار نفس ماذون ایجار مطلق سے معلوم ہو چکا تھا لیکن تصریح اسواسطے کردی کہ اسمیں امام شافعی کا خلاف ہے یعنی انکے نزدیک غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہیں ویقر بودیعۃ وغصب ودین اور ماذون اقرار کرے ودیعت اور غصب اور دین کا یعنی یہ اقرار صحیح ہے ولو علیہ دین لغیر زوج وولد ووالد وسید فان اقرارہ لہم بالدین باطل عندہ خلافا لہما در اور اگر ماذون پر زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے سوا کسی اور شخص کا دین ہو تو اقرار صحیح اسکا ہے اسواسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے دین کا باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف مذہب صاحبین کے کذا فی الدر یعنی اگر زوج اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو تو اسکے دین کا اقرار باطل ہے خواہ وہ کسی کا مدیون ہو یا نہ ہو تو بعض صح ان لم یکن مدیونا وہبانیہ اور اگر دین کے سوا کسی اور شخص مقبوض کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹے یا باپ یا مولی کی ہے تو صحیح ہے اگر ماذون مدیون نہ ہو کذا فی الوہبانیہ ویہدی طعاما یسیرا ولا یعیر سرفا وضافۃ انما لا یعد سرافا بہ عیر الماکول ہولا ابن کمال وبحرہم ہیا ابن الشحنۃ اور ماذون تھوڑا کم قیمت کھانا تحفہ دے اسطرح کہ وہ

اسراف اور فضول خرچی شمار نہ ہو اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ کھانے کے سوا اور چیز اصلا تحفہ نہ دے کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا اسپر ابن شحنہ
ابن شحنہ نے تحفہ دینا مذکور نہیں کیا بلکہ ضیافت اور تصدق بالمأکول قلیل کو اُسنے بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی فی المحجور لا یہدی شیئا اور غلام محجور کچھ تحفہ
نہ دے کسی کو نہ قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام وعن الثانی اذا دفع للمحجور قوت یومہ فدعا بعض رفقائہ للاکل معہ فلا بأس بخلاف ما لو دفع الیہ قوت شہر اور
ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب غلام محجور کو ایکدن کا کھانا دیا گیا سو اُسنے اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کھانے کیواسطے بلایا تو کچھ مضائقہ نہیں برخلاف اُس
صورت کے کہ اگر اسکو مہینے بھر کا کھانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کھلانا درست نہیں ولا بأس للمرأة ان تتصدق من بیت زوجہا بالیسیر کرغیف
ونحوہ ملتقی اور عورت پر کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ اپنے مرد یا اپنے زوج کے گھر سے تھوڑی سی خیرات کرے جیسا کہ ایک روٹی اور مانند اسکے کذا فی الملتقی م یعنی
بدون اطلاع شوہر تھوڑا صدقہ دینا جائز ہے اسواسطے کہ اسقدر دینے کو منع کرنا عادت نہیں ولو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر اسقدر تصدق دینے کی ناراضی مالک
مولی یا شوہر کی معلوم ہو تو اتنا بھی جائز نہیں والضیف من الطعام اور ماذون ضیافت کرے اس شخص کی جو اسکو کھانا کھلاتا ہو وبتحفہ الضیافۃ الیسیرۃ
بالمأکول کم خرچ تھوڑی ضیافت کرے قدر اپنے مال کے کم ہو جیسے مروی ہے کہ اگر ماذون کے پاس دس ہزار کا مال دس ہزار درم ہو تو دس درم ضیافت میں خرچ
کرنا قلیل میں داخل ہے اور اگر مال تجارت دس درم ہو تو ایک دانگ کی بھی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویحط من الثمن بعیب قدر ما یحط
التجار اور ماذون کم کر ڈالے ثمن سے مبیع کے عیب کے سبب سے بقدر سوداگر کم کر ڈالتے ہوں یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ہے کہ تبرع ہے ویوجل ای یبیع
اور ماذون جو جنس بیچے اسکے ثمن سے کمتر اور ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فی المحیط م قاموس میں ہے کہ محاباۃ عبارت ہے عطا سے بلا عوض اور بلا احسان سے
اور محاباۃ عبارت ہے تصرف اور اختصاص اور میلان سے انتہی اور یہاں ان معانی سے کوئی مراد نہیں یہاں مراد جنس کا بیچنا ہے اسکے ثمن سے کمتر کے ساتھ
تقلیل ثمن اور تاجیل سو واسطے ماذون کو جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو کبھی اسکی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا یتزوج الا باذن اور ماذون نکاح نہ کرے
مگر مالک کے اذن سے سو واسطے کہ یہ تجارت کے باب سے نہیں ہے اور اسمیں ضرر ہے مولی کا مہر واجب ہو جانے سے ولا یتسری ولو اذن لہ المولی اور
سریہ یعنی لونڈی کو حرم نہ بنا دے اگرچہ مولی نے اسکو اذن دیا ہو سو واسطے کہ حرم بنانا مالک رقبہ پر مبنی ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں ولا یزوج رقیقہ
وقال ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے مملوک کو لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کر دے اور ابو یوسف نے کہا لونڈی کا نکاح کر دے ولا یکاتبہ الا اذا اجازہ المولی
ولا دین علیہ وولایۃ القبض للمولی اور ماذون مکاتب نہ کرے اپنے مملوک کو مگر اسطرح کہ مولی اسکی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر دین نہ ہو اور بدل
کتابت کے قبض کرنے کی ولایت مولی کیواسطے ثابت ہے ولا یعتق بمال الا ان یجیزہ الی آخر ما مر اور ماذون مملوک کو بعوض مال کے آزاد نہ کرے مگر یہ
کہ مولی اُسکو جائز رکھے تا آخر شروط مذکورہ یعنی مولی اجازت دے اور ماذون پر دین نہ ہو اور ولایت قبض مولی کے واسطے ہے نہ ماذون کیواسطے ولا
بغیرہ اور نہ بدون مال کے آزاد کرے ولا یقرض ولا یہب ولو بعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو ولا یکفل
مطلقا بنفس او مال اور ضامنی نہ کرے مطلقا نہ حاضر ضامنی نہ مال ضامنی ولا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور ماذون صلح نہ کرے اُس قصاص
سے جو اسپر واجب ہوا ولا العفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ویصالح عن قصاص موجب علی عبدہ خزانۃ الفقہ اور ماذون صلح کرے
اُس قصاص سے جو اسکے غلام پر واجب ہو کذا فی خزانۃ الفقہ وکل دین وجب علیہ بتجارۃ او بما ہو فی معناہا امثلۃ الاول کبیع وشراء واجارۃ و
وامثلۃ الثانی کغرم ودیعۃ وغصب وامانۃ جحدہا عبارۃ الدرر وغیرہا جحدہا بلا میم فتنبہ وعقر وجب بوطی مشتریۃ بعد الاستحقاق کل ذلک متعلق
برقبتہ کدین الاستہلاک والمہر ونفقۃ الزوجۃ یباع فیہ اور جو دین کہ واجب ہوا ماذون پر اسکی تجارت کے سبب سے یا اس سبب سے ہو جو معنی تجارت
کے ہو اول کی مثالیں چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور ثانی یعنی معنی تجارت کی مثالیں چنانچہ ودیعت کا تاوان اور غصب اور امانت کا تاوان جسکا

ماذون انکار کریگا اور وہ مہر جو واجب ہوا استحقاق کے بعد خریدی لونڈی کی وطی سے ہر ایک دین مذکور متعلق ہی اذن کی گردن سے دین استہلاک
اور مہر اور نفقہ زوجہ کی مانند ماذون بیچا جا دیگا اس مین یعنی اسکو قاضی بیع کریگا شارح نے کہا اور درر کی عبارت یون ہی او غرم ودیعۃ وغصب
وامانۃ وغیر ہا جحدہا ہردون ہم کے سوا آگاہ رہنا مصنف کی عبارت مین ضمیر تثنیہ کی ہی تو اسکا نقط غصب اور امانت کو مخصوص ہوا اور درر کی عبارت
مین ودیعت اور غصب اور امانت وغیرہا کو شامل ہوگیا ولہم استسعاءہ ایضا یعنی اور دین والون کو ماذون سے سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہی
کزا فی الزیلعی یعنی اس جہت سے کسب کروانا اور اسکے کسب سے اپنے دیون کو لینا درست ہی ومفادہ ان زوجتہ لو اختارت استسعاءہ لنفقۃ کل یوم ان یکون
لہا ذلک ایضا بحر مین لنفقۃ اور ثبوت استسعا سے مستفاد ہوتا ہی کہ اگر ماذون کی زوجہ اس سے محنت مزدوری کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک
کیواسطے تو اسکو بھی یہ جائز ہی کذا فی البحر مین باب النفقۃ بحضرۃ مولاہ او نائبہ لاحتمال ان یفدیہ بخلاف بیع الکسب فانہ لا احتیاج لحضور المولی لان العبد ہو الخصم
فیہ دیون مذکورہ مین ماذون بیچا جاویگا اسکے مالک کے سامنے یا اس کے نائب کے روبرو مالک کے فدیہ دینے کے احتمال سے بر خلاف کسب
ماذون کہ اسمین حضور مولی کی حاجت نہین اسواسطے کہ عبد ماذون صاحب معاملہ ہی اپنے کسب مین اور اسکی ذات کی بیع مین اسکا مولی صاحب معاملہ ہی
ویقسم ثمنہ بالحصص اور ماذون کا ثمن مقسوم ہوگا دین والون مین حصہ رسد وتعلق بکسب حصل قبل الدین او بعدہ اور دین مذکور متعلق
ہوگا ماذون کی کمائی سے خواہ کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد وتعلق بما وہب لہ وان لم یحضر مولاہ اور دین مذکور متعلق
اس چیز سے ہی جو ماذون کو ہبہ کی گئی اگرچہ اسکا مولی حاضر نہ ہو وہذا قید لکسب الاتہاب لکن یشترط حضور العبد لانہ الخصم فی کسبہ یعنی عدم حضور قید ہی کسب
اور ہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور موہوب کی بیع مین ادا ے دین کیواسطے مولی کا حاضر ہونا شرط نہین لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہی اسواسطے کہ وہ صاحب
معاملہ ہی اپنی کمائی مین ثم انما یبدأ بالکسب عند عدم یستوفی من رقبتہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ ادا ے دین کیواسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہ ہونے
کے وقت اسکی گردن سے دین ادا کیا جاویگا یعنی ماذون کو بیچکر قلت واما الکسب الحاصل قبل الاذن فحق المولی فلہ اخذہ مطلقا قال شیخنا ومفادہ انہ لو اکتسب
المحجور شیئا واودعہ عند آخر وہلک فی یدالمودع للمولی تضمینہ لانہ کمودع الغاصب قلت ملہ مین کہتا ہون اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہی اذن سے پہلے سو وہ مولی کا
حق ہی تو مولی کو اسکا لینا مطلقا جائز ہی خواہ ماذون پر دین ہو یا نہ ہو ہمارے استاد خیرالدین رملی نے کہا کہ مولی کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہی کہ اگر غلام محجور کوئی
چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکھے اور مودع کے ہاتھ مین وہ چیز تلف ہو جاوے تو مولی کو اس سے تاوان لینا جائز ہی اسواسطے
کہ غاصب مودع کے مانند ہی سو اسکو تامل کر ولا یتعلق الدین بما اخذہ مولاہ منہ قبل الدین دین متعلق نہ ہوگا اس مال سے جو ماذون کے مولی نے اس
لیا دین ہونے سے پہلے اسواسطے کہ اسنے اپنا خالص حق لیا وطولب الماذون بما بقی من الدین زائدا عن کسبہ وثمنہ بعد عتقہ ولا یباع ثانیا اور ماذون
سے اس دین کا جو زائد باقی رہ گیا ماذون کے کسب اور ثمن سے مطالبہ ہوگا اسکے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بیچا جاویگا دین باقی ادا کرنے
کے واسطے یعنی اسواسطے کہ اگر اس کی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی مشتری اسکو جانکر خرید نہ کریگا تو بیع اسکی ممتنع ہوگی بالکلیہ تو دین والون کا ضرر ہوگا و
لمولاہ اخذ غلۃ مثلہ مع وجود دینہ وما زاد للغرماء یعنی لو کان المولی یاخذ من العبد کل شہر عشرۃ دراہم مثلا قبل لحوق الدین کان لہ ان یاخذ ہا بعد لحوقہ
استحسانا لانہ لو منع منہا یحجر علیہ فینسد باب الاکتساب اور ماذون کے مولی کو مثل ماذون کے کمائی لینا باوجود اسکے مدیون ہونے کے جائز ہی اور جو اس سے
زیادہ ہو تو وہ دین والون کا حق ہی یعنی اگر مولی غلام سے ہر مہینے دس درم مثلا لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اسکو دس درم کا لینا دین لاحق ہونے کے
بعد بھی بطریق استحسان کے جائز ہی اسواسطے کہ مولی اگر اسقدر کے لینے سے روکا جاوے تو وہ اپنے غلام کو ممنوع التصرف کر دیگا تو کمائی کرنے کا دروازہ ہی بند
ہو جاویگا تو دین والون کا نقصان ہوگا وتحجیرہ ان علم بہ نفسہ لدفع الضرر عنہ واکثر اہل سوقہ ان کان الاذن شائعا اور عبد ماذون محجور ہو جاویگا

مولی کے حجر کرنے اور روکنے سے بے خبر رہا تو ماذون کو اور اسکے اکثر اہل بازار کو حجر کرنے کا علم ہوا اگر مولی کا ماذون ہونا مشہور ہو بازار والون مین
ماذون کا علم اسواسطے شرط ہوا تاکہ ضرر اس سے دفع ہو یعنی اگر ماذون محجور ہوسکے بدون اسکی اطلاع کے تو جو کچھ وہ تصرف کریگا بعد حجر کے
وہ دین اسکو دینا پڑے آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے اما اذا لم یعلم به ای بالاذن الا العبد وحده یکفی فی حجره علمه به فقط ولا یشترط علم اکثر
علم اکثر اہل سوقہ لانتفاء الضرر اور جبکہ ماذون ہونے کو کوئی نہ جانتا ہو تنہا غلام کے سوا تو اسکے محجور کرنے مین فقط اسی کا علم کفایت کرتا ہے اور اسکے ساتھ
اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہیں بسبب نہ ہونے ضرر کے وفی البزازیة باع عبده الماذون ان لم یکن علیه دین صار محجورا علیه علم اہل سوقه ببیعه ام لا لصحة
البیع وان علیه دین لا مالم یقبضه المشتری لفساد البیع اور بزازیہ مین ہے کہ مولی نے اپنے عبد ماذون کو بیچا اگر اسپر کسیکا دین نہ ہو تو وہ محجور ہوگیا خواہ اہل
بازار کو اسکے بک جانیکا علم ہو یا نہ ہو بسبب صحیح ہونے اسکی بیع کے اور اگر اسپر دین ہو تو محجور نہ ہوگا جبتک کہ اسکا مشتری اپنے قبضہ مین نہ لاوے
بسبب فاسد ہونے بیع کے کہ بیع فاسد مین قبض سے مشتری مالک ہوتا ہے وللغرماء فسخه ان دیونهم حالة لعدم الاذن الا اذا کان بالثمن وفاء وابراء او ادی
المولی وما دامه فی المرابحة اور کیا دین والون کو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ اگر اسکے دیون بلا مدت کے فی الحال ہون تو ان کو فسخ اسکے
اختیار ہے مگر جبکہ ماذون کے ثمن سے ادا دیون ممکن ہو یا دین والون نے اسکو معاف کردیا ہو تو مولی نے دین ادا کردیا ہو تو بیع فسخ نہ ہوگی اور یونہی اگر
اسکا بیعہ مین ہے وبموت سیده وجنونه مطبقا وادانه جنون الماذون مطبقا ولحوقه بدار الحرب مرتدا وان لم یعلم احد به لانه موت حکما اور ماذون محجور ہوجاتا
ہے اپنے مالک کی موت سے اور اسکے جنون مطبق ہونے سے اور اسکے دار الحرب مین لحاق ہونے سے مرتد ہوکر اور مطبق ماذون کے جنون سے اور اس کے
لاحق ہونے سے دار الحرب مین مرتد ہوکر اگرچہ لحوق دار الحرب کو کوئی نہ جانتا ہو اسواسطے کہ وہ حکمی موت ہے امام محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے کہ
سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہیں کذا فی الطحطاوی وبحجره حتما یا ابق وان لم یعلم احد بحجره ولا عاد ولا منه او افاق من جنونه لم یعد
الاذن فی الصحیح زیلعی وقہستانی اور ماذون محجور ہوجاتا ہے بسبب اسکے بھاگ جانے سے اگرچہ کوئی نہ جانتا ہو مانند مجنون ہوجانے ماذون کے اور اگر وہ پھر
آوے بھاگ جانے کے بعد یا ہوش مین آجاوے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نہ کریگا صحیح قول مین کذا فی الزاہدی والقہستانی وباستیلادہا ای بالولادة منه فانه
کان حجرا دلالة مالم یصرح بخلافه اور جاریہ ماذونہ محجورہ ہوجاتی ہے استیلاد سے اسطرح پر کہ جنی مولی سے پھر اسکے ولد کا مولی نے دعوی کیا تو یہ استیلاد حجر ہوگا
حکما یا باعتبار دلالت حال کے جبتک کہ مولی اسکے خلاف کی تصریح نہ کرے ہم استیلاد اسواسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت مین جاری ہے کہ ام ولد پردہ مین رہتی ہے اور
مالک اسکے نکلنے سے اور لوگون کے ساتھ اختلاط کرنے سے خرید وفروخت مین راضی نہیں ہوتا تو یہ دلیل ہے حجر کی ہان اگر مولی استیلاد کے بعد تصریح کردے
اذن تجارت کی تو حجر ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ دلالت سے صراحت فوق ہے کذا فی الطحطاوی لا تحجر بالتدبیر ماذونہ محجورہ نہین ہوتی تدبیر سے یعنی اسواسطے کہ
مدبرہ کو پردہ مین رکھنے کی عادت نہیں تو دلیل حجر کی نہ پائی گئی وضمن بہما قیمتہما فقط للغرماء ان علیہما دین محیط اور مولی استیلاد اور تدبیر سے ام ولد
اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دیگا دین والون کو بشرطیکہ دونون پر دین محیط ہووے ہم فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو
اسکا مطالبہ آزاد ہونے کے بعد ہوگا واقراره بعد حجره ان ما معه امانة او غصب او دین علیه لا غیر صحیح خبر محجور ہونے کے بعد ماذون کا یہ اقرار
کرنا کہ جو اسکے پاس ہے وہ امانت ہے یا غصب ہے یا اسپر دین ہے دوسرے شخص کا صحیح ہے شارح نے کہا اقراره مبتدا ہے اور صحیح اسکی خبر ہے فیقضیه منه وقالا لا
یصح تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا کہ اسکا اقرار غیر صحیح ہے ولو احاط دینه بماله ورقبته لم یملک سیده ما معه ولو
کا دین محیط ہوگیا اسکے مال اور اسکی ذات کو تو اسکا مالک اسکے پاس کے مال کا مالک نہ ہوگا ہم اسواسطے کہ مولی اپنے غلام تاجر کے مال کا اسوقت مالک
ہوتا ہے جو اسکا خلیفہ ہوکر جب اسکی حاجت سے فارغ ہو وارث کے مانند اور جس مال کو دین محیط ہے وہ اسکی حاجت مین مشغول ہے تو مولی اسمین خلیفہ نہ ہوگا اور

وہ مال اُسکی ملک میں داخل نہ ہوگا فلم یعتق عبد من کسبہ یشتریہ مولاہ وقالا یملکہ فیعتق وعلیہ قیمتہ موسرا ولو معسرا فلہم ان یضمنوا العبد المعتق ثم یرجع علی
المولی ابن کمال تو آزاد نہ ہوگا وہ غلام جو ماذون مدیون کی کمائی سے ہو اُسکے مولی کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولی ماذون کے
مال کا مالک ہے تو اُسکے آزاد کرنے سے اُسکا غلام آزاد ہوگا اور مولی پر اُسکی قیمت دینی لازم ہوگی اگر مولی مقدور والا ہو اور اگر تنگدست ہو تو
ماذون کے دین والوں کو اختیار ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لیں پھر غلام آزاد مولی سے پھیر لے کذا اصح ابن کمال ولو اشتری ذا رحم محرم من لم
لم یعتق ولو ملکہ یعتق اور اگر ماذون نے مولی کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مولی ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اُسکا محرم آزاد
ہوجاتا مجرد خریدنے کے ہم یہ مسئلہ اور اسکے بعد کا مسئلہ اسپر متفرع ہے کہ مولی کسب ماذون مستغرق بالدین کا مالک نہیں ولو استہلک المولی ما فی یدہ من
الرقیق ضمن ولو ملکہ لم یضمن خلافا لہما بناء علی ثبوت الملک وعدمہ اور اگر مولی تلف کرڈالے اُسکو جو ماذون کے قبضہ میں غلام ہے تو مولی پر تاوان
لازم ہوگا اور اگر مولی اُسکی کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دیتا برخلاف مذہب صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے
وان لم یحط دینہ بمالہ ورقبتہ صح تحریرہ اجماعا اور اگر ماذون کا دین اُسکے مال اور اُسکی ذات کو محیط نہ ہو تو مولی کا آزاد کرنا ماذون کے غلام کا باتفاق
امام اور صاحبین کے درست ہے وصح اعتاقہ حال کون الماذون مدیونا ولو محیطا اور صحیح ہے مولی کو آزاد کردینا ماذون کا ماذون کے مدیون ہونے کی
حالت میں اگرچہ دین محیط ہو ہم اعتاق ماذون بالاجماع صحیح ہے بخلاف تو غلام ماذون کے کسب میں استغراق دین کے وقت ہے وضمن المولی للغرماء
الاقل من دینہ وقیمتہ اور تاوان دے مولی ماذون کے دین والوں کو کمتر اُسکے دین اور قیمت سے ہم یعنی اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان
دے اسواسطے کہ اُنکا حق نہیں مگر دین میں اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ اُنکا دین متعلق ہے اُسکی ذات سے اور ذات
اُسکی تلف کردیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شاؤا اتبعوا العبد بکل دیونہم وباتباع احدہما لا یبرأ الآخر فہما ککفیل مع مکفول عنہ اور اگر دین والے
چاہیں تو غلام آزاد کا پیچھا کریں اپنے تمام دین کیواسطے اور مولی اور غلام آزاد میں ایک کے پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہ ہوگا تو مولے
اور اُسکا غلام کفیل یعنی ضامن کے مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھ ہم یعنی جسطرح کفیل کے مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہیں ہوتا اور مکفول عنہ
کے مواخذہ سے کفیل بری الذمہ نہیں ہوجاتا وطولب بالباقی من دیونہم اذا لم تف بہ قیمتہ بعد عتقہ لتقررہ فی ذمتہ اور جو اُنکا دین باقی رہ گیا اُسکا مطالبہ
ہوگا ماذون کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہوجانے دین کے اُس کے ذمہ پر مطالبہ اُسوقت ہوگا جبکہ اُسکی قیمت ادائے دین کیواسطے کفایت نہ
کریگی وصح تدبیرہ والتخییر للغرماء کعتقہ الا ان من اختار احد الشیئین لیس لہ الرجوع شرح تکملہ اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ محجور التصرف نہوگا
اور دین والوں کو اختیار ہوگا تضمین مولی اور استسعاء ماذون میں اُسکے عتق کے مانند مگر عتق اور تدبیر میں اتنا فرق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کرےگا
اُسکا پھرنا درست نہیں کذا فی شرح التکملہ ہم یعنی اگر دین والے مولی سے غلام کی قیمت کا تاوان لیں تو وہ غلام سے مطالبہ نہیں کرسکتے اُسکے آزاد ہونے
تک اور وہ ماذون بنا رہیگا بحال سابق اور اگر غلام سے سعی کرادیں تو اُسکی محنت مزدوری سے اپنے دیون لیں اور وہ بطور سابق ماذون بنا رہیگا کذا فی
الطحطاوی وفی الہدایۃ ولو کان الماذون مدبرا او ام ولد لم یضمن قیمتہما لان حق الغرماء لم یتعلق برقبتہما لانہما لا یباعان بالدین اور ہدایہ میں ہے اور اگر ماذون
مدبر یا ام ولد ہو تو اُنکی قیمت کا تاوان مولی پر لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ دین والوں کا حق اُنکی گردن سے متعلق نہیں ہوا کیونکہ ام ولد اور مدبر دین
میں بیع نہیں ہوسکتے ہم یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولی ماذون کرے اور اُنپر لوگوں کا دین لازم ہو پھر اُنکو مولی آزاد کردے تو مولی پر تاوان قیمت لازم
نہ ہوگا ولو اعتقہ المولی باذن الغرماء فلہم تضمین مولاہ زیلعی اور اگر ماذون کو مولی نے دین والوں کے اذن سے آزاد کردیا تو اُنکو اُسکے مالک سے تاوان
لینا جائز ہے کذا فی الزیلعی ہم یہ مسئلہ اعتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ مدبر سے والماذون ان باعہ سیدہ باقل من الدیون وغیبہ المشتری قیدہ بہ لان الغرماء اذا

قدرہ اعلی العبید کان لہم فسخ البیع کما مر ضمن الغرماء البائع قیمتہ لتعدیہ اور ماذون کو اگر اُسکے مالک نے دین سے کمتر کو بیچا اور مشتری نے اُسکو غائب
کرڈالا تو دین والے بیچنے والے سے اُسکی قیمت کا تاوان لین بسبب تعدی مالک کے مصنف نے غائب کرڈالنے کی قید اسواسطے لگائی کہ دین والے
جب غلام پر قادر ہون تو اُنکو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گذر گیا فان ردّ العبد علیہ بعیب قبل القبض مطلقا وبخیار رؤیۃ او شرط او بعدہ بقضاء
رجع السید بالقیمۃ علی الغرماء وعاد حقہم فی العبد لزوال المانع سو اگر غلام پھیر دیا جاوے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقا خواہ قضا سے
یا رضا سے یا پھیرا جاوے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط یا قبض کے بعد بحکم قاضی پھیرا جاوے تو مالک اُسکی قیمت پھیر لے دین والون سے اور دین والون کا حق
غلام مذکور مین پھر ثابت ہوگا بسبب دور ہو جانے مانع کے ہم یعنی تاوان مولی کا سبب زائل ہو گیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی المنح وان ردہ بعد القبض لا بقضاء
فلا سبیل لہم علی العبد ولا للمولی علی القیمۃ لان الرد بالتراضی اقالۃ وہی بیع فی حق غیرہما اور اگر غلام پھیر دیا قبض مشتری کے بعد بلا حکم قاضی تو دین والون
کے واسطے کوئی راہ نہین غلام پر نزد بیع کی نہ استسعاء کی اور نہ مولی کیواسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولی نے جو دین والون کو قیمت دی تھی اُسکا استرداد
نہین ہوسکتا سواسطے کہ رد بیع تراضی سے درحقیقت اقالہ ہے بیع کا اور اقالہ بیع ہے غیر عاقدین کے حق مین یعنی غلام کے حق مین کذا فی الطحطاوی وان فضل
من ثمنہ شیٔ رجع بہ علی العبد بعد الحریۃ کما مر اور اگر بعد ضمان مولی دین والون کے دین سے کچھ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اُسکو پھیر لین اُسکی آزادی کے
بعد چنانچہ مذکور ہو چکا او ضمنوا مشتریہ عطف علی البائع ای انشاء ضمنوا المشتری ویرجع المشتری بالثمن علی البائع یا دین والے تاوان لین عبد مبیع کے
مشتری سے یعنی اگر چاہین تو مشتری سے تاوان لین اور مشتری اُسکا ثمن بائع سے پھیر لے شارح نے کہا قولہ او ضمنوا مشتریہ بائع پر عطف ہے کذا فی الطحطاوی کہ
کہا اولی کہنا شارح کو بہتر تھا کہ ضمن الغرماء پر عطف ہو او اجازوا البیع واخذوا الثمن لا القیمۃ للعبد یا دین والے بیع کو جائز رکھین اور اُسکا ثمن لین نہ قیمت
غلام کی ہم زیلعی مین ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والون کو تین چیزون مین اختیار ہے چاہین بیع کو جائز رکھین اور چاہین بائع سے تاوان لین چاہین مشتری سے
اور جس سے تاوان لینا اختیار کرین گے تو دوسرا بری الذمہ ہو جاویگا وان باعہ سیدہ معلما بدینہ یعنی مقرا بہ لا منکرا کما یجئ لتحقق المخاصمۃ ویسقط خیار المشتری الا
الغرماء اور اگر ماذون کو اُسکے مالک نے بیچا اُسکا دین جتا کر یعنی مقر دین ہو کر نہ منکر ہو کر چنانچہ اُنکا مسئلہ عنقریب آویگا اعلام دین کی قید اسواسطے
لگائی تا مخاصمت مشتری کی ثابت ہو اور خیار مشتری کا ساقط ہو ہم قولہ مقرا بہ تفسیر ما قبل کی صلاحیت نہین رکھتا تو یون کہنا شارح کو بہتر تھا واقر
المشتری بہ تا احتراز واقع ہوتا اُس صورت سے جبکہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت مین تو اس حالت مین وہ خصم نہ ٹھہرے گا کذا فی الطحطاوی
فللغرماء رد البیع یعنی اگر مالک نے دین بتا کر بیع کی اور مشتری دین کا مقر ہے تو دین والون کو رد بیع مین اختیار ہے ان لم یصل ثمنہ الیہم لان قبضہم الثمن
دلیل الرضی بالبیع تو بیع مین اختیار ہے بشرطیکہ دین والون کو اُسکا ثمن نہ پہونچا ہو اسواسطے کہ اُنکا ثمن قبض کرنا بیع کی رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان
فیہ محاباۃ قبض ثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جبکہ ثمن مین محاباۃ ہو یعنی ثمن قیمت سے کمتر ہو ہم یعنی اگر ثمن قیمت سے کمتر ہوگا تو دین والون کو رد بیع جائز
ہے اگرچہ ثمن قبض کر چکے ہون اسواسطے کہ وہ کہین گے کہ ہمنے اس خیال سے قبض کیا تھا کہ وہ قیمت سے کم نہین ہے اور اُسکا محل وہ ہے جبکہ ثمن کافی
دین کو کفایت نہ کرے اور اگر کفایت کریگا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اسمین محاباۃ ہو اسواسطے کہ اسمین مالک کا نقصان ہے نہ دین والون کا کذا فی الطحطاوی
زاد فی البحر انتقاض البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو تو یا ثمن ٹھہرایا جاوے یا بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ہذا اذا کان الدین
حالا وکان البیع بلا طلب الغرماء والثمن لا یفی بدینہم والا فالبیع نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح مین کہا کہ یعنی دین والون کو رد بیع کا اختیار اُس وقت
ہے جبکہ اُنکا دین بلا مدت ہو اور بیع اُنکی خواہش سے نہ ہو اور ثمن غلام کا اُنکے ادائے دین کیواسطے کفایت نہ کرتا ہو اور نہین تو بیع نافذ ہوگی زوال
مانع کے سبب سے یعنی اگر دین مؤجل ہو یا بیع اُنکی خواہش سے ہو یا ثمن ادائے دین مین کافی ہو تو اُنکو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا اسواسطے کہ مانع نفاذ بیع

اسکا حق تھا سو تینوں صورتوں میں ساقط ہوگیا وان غاب البائع وقد قبضہ المشتری فالمشتری لیس بخصم لہم لو منکرا لبینۃ خلافا للثانی ولو مقرا
خصم کا ملا اور اگر بائع ماذون کا غائب ہوا اور مشتری اسپر قبضہ کرچکا ہو تو مشتری دین والوں کا خصم نہیں اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونیکا
منکر ہو بخلاف مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہے اور اگر مشتری دین کا مقر ہو تو وہ خصم ہے چنانچہ گذر گیا ولو غاب المشتری والبائع حاضر
فالحکم کذلک ای لاخصومۃ اجماعا حتی یحضر المشتری لکن لہم تضمین البائع قیمتہ واجازۃ البیع واخذ الثمن اور اگر اسکا الٹا ہو یعنی مشتری غائب ہوا اور
بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی خصومت نہیں بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والوں کو اسکی قیمت کا تاوان لینا یا بیع کو
جائز رکھنا اور اسکا ثمن لینا درست ہے عبد قدم مصرا وقال انا عبد فلان ماذون فی التجارۃ فباع واشتری فہو ماذون ویفید لزوم کل شیء من التجارۃ
ایک غلام شہر میں آیا اور بولا کہ میں فلانے کا غلام ماذون فی التجارۃ ہوں اور اسنے بیع اور شری کی تو وہ ماذون ہے اور اسوقت میں اسکو ہر چیز تجارت
کی لازم ہوگی ھم یہ استحسان ہے اسواسطے کہ یہ خبر ہے معاملات میں اور ایک شخص کی خبر معاملات میں مقبول ہے وکذا الحکم لو اشتری العبد وباع ساکتا عن
اذنہ وحجرہ کان ماذونا استحسانا لضرورۃ التعامل فی امر المسلم محمول علی الصلاح فیحمل علیہ ضرورۃ شرح الجامع ومفادہ تقیید المسئلۃ بالمسلم ابن کمال اور اسیطرح کا
حکم ہے اگر غلام نے خرید وفروخت کی اپنے ماذون اور مجبور ہونے سے ساکت ہوکر تو وہ غلام ماذون ٹھہریگا استحسان کی راہ سے بسبب ضرورت تعامل
کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہے تو اسکی خرید وفروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فی شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہوا قید لگانا مسئلہ
کا مسلم کے ساتھ کذا ذکرہ ابن کمال یعنی خرید وفروخت بلا بیان اذن اور حجر کے اسوقت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جبکہ غلام مسلمان ہو اور اگر غلام
کافر ہو تو ماذون ہونا اسکا ثابت نہ ہوگا ولکن لایباع لدینہ او المرئیۃ کسبہ الا اذا اقر مولاہ بہ ای بالاذن ای اثبتہ الغریم بالبینۃ ولیکن غلام مذکور
اپنے دین میں بیچا نجاویگا جبکہ اسکا کسب وادائے دین کیواسطے کافی نہ ہوگا مگر جبکہ اسکا مولی اذن کا اقرار کرے یا دین والا اذن کو گواہوں سے ثابت
کرے وتصرف الصبی والمعتوہ الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضا کالاسلام والاتہاب صح بلا اذن جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شراکو
سمجھتا بوجھتا ہے اسکا تصرف اگر نافع محض ہے چنانچہ مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن والی کے وان ضارا کالطلاق والاعتاق
والصدقۃ والقرض لا وان اذن بہ ولیہما اور اگر تصرف مضرت رساں ہو چنانچہ طلاق اور عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہیں اگرچہ اس
تصرف کا صغیر اور معتوہ کے اذن دیا ہو ھم ضرر سے دنیوی ضرر مراد ہے اگرچہ اسمیں آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا وما تردد من العقود بین
نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن حتی لو بلغ فاجازہ نفذ اور عقود میں سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان میں دائر اور محتمل ہو چنانچہ
بیع اور شرا تو وہ ولی کے اذن پر موقوف ہے تو اگر صغیر بالغ ہوجاوے اور اس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہوگی ھم طحطاوی نے کہا اگر شارح بجائے حتی لو
بلغ کے ولو بلغ کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ تفریع کی کوئی وجہ نہیں فان اذن لہما الولی فہما فی شراء وبیع کعبد ماذون فی کل احکامہ اور اگر صغیر اور معتوہ
کے ولی نے اذن دیا تجارت کا تو وہ دونوں خرید وفروخت میں عبد ماذون کے مانند ہیں ماذون کے سارے احکام میں ھم منجملہ احکام مذکورہ یہ ہے کہ اذن تجارت کا
ایک قسم کے ساتھ مقید نہ رہیگا اور مخصوص زمان نہ ہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو انکا ولی خرید کرتے دیکھکر سکوت کریگا تو یہ سکوت بجائے اذن ہوگا غیرہ
وذلک من احکام الماذون ھو شرط لصحۃ الاذن ان یعقل البیع سالبا للملک عن البائع والشراء جالبا لہ زاد الزیلعی وان یقصد الربح ویعرف الغبن
الیسیر من الفاحش وہو ظاہر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجھتے ہوں کہ بیع ملک کی سلب کرنے والی ہے بائع سے اور خرید ملک
کی کھینچ لانے والی ہے مشتری کے واسطے زیلعی نے اسقدر زیادہ بیان کیا ہے اور یہ شرط ہے کہ صغیر یا معتوہ خرید وفروخت سے نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا
ہو اور نقصان قلیل کو نقصان کثیر سے ممتاز کرتا ہو اور یہ قول ظاہر ہے وولیہ ابوہ ثم وصیہ بعد موتہ ثم وصی وصیہ کما فی القہستانی عن العمادیۃ اور صغیر

یا معتوہ کا ولی اُسکا باپ ہے پھر اُسکا وصی اُسکی موت کے بعد پھر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی مین ہے عادیہ سے ثم بعدہ ثم جدہ الصحیح وان علا
ثم وصیہ ثم وصی وصیہ قہستانی زاد القہستانی والزیلعی ثم الوالی بالطریق الاولی پھر ان تینون کے بعد جد صحیح اُسکا ولی ہے اگرچہ جد عالی ہو یعنی پردادا
پھر دادا پھر اُسکا وصی پھر دادا کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زیلعی نے اتنا زیادہ کہا ہے پھر والی یعنی حاکم ولی ہے بطریق اولی ھم قہستانی اور
زیلعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہے اور مراد وہ والی ہے جسکی ولایت مین قضا ہو جو حاکم کہ قاضی نہین اُسکا اذن جائز نہین کذا فی الطحطاوی ثم
القاضی او وصیہ ایہما تصرف یصح فلذا لم یقل ثم پھر قاضی یا اُسکا وصی ولی ہے قاضی اور اُسکا وصی جو کوئی انمین سے تصرف کریگا تو صحیح ہوگا اور
اسی واسطے مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یون نہ کہا کہ ثم وصیہ کیونکہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہے اور قاضی اور اُسکے وصی کے تصرف مین ترتیب نہین
دون الام او وصیہا ہذا فی المال بخلاف النکاح کما مر نہ ماں یا اُسکا وصی یعنی ماں صغیر کی یا اُسکا وصی صغیر کا ولی نہین یہ تفصیل ولایت کی مال
مین ہے بخلاف نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح مین گذر گیا ہم اور ماں کے مانند چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور عم اور خالہ صغیر کی ولی نہین کذا
فی الطحطاوی رأی القاضی الصبی او المعتوہ او عبدہما او عبد نفسہ کما مر یبیع ویشتری فسکت لا یکون سکوتہ اذنا فی التجارۃ قاضی نے صغیر یا معتوہ
یا دونون کے غلامون یا اپنے غلام کو دیکھا بیع کرتے اور خرید کرتے پھر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہوگا عبد قاضی کا مسئلہ سابق ذکر
ہو چکا والقاضی لہ ان یاذن للیتیم و المعتوہ اذ لم یکن لہ ولی ولعبدہما اذا کان لکل واحد منہما من الصبی و المعتوہ ولی فامتنع الولی من الاذن عند طلب
ذلک منہ ای من القاضی یطلبہ اور قاضی کو جائز ہے کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنے کا اذن دے جبکہ یتیم یا معتوہ کا کوئی ولی نہو اور یتیم اور معتوہ کے غلام
کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہے جبکہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور ولی اذن دینے سے انکار کرے جس صورت مین کہ اذن مطلوب ہو
قاضی سے کذا فی الزیلعی ھم یہ ترکیب مصنف کی مختل ہے بہتر یون تھا کہ اذا کان کے مقام پر اذ کان ہوتا فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر صغیر یا معتوہ کا
باپ یا اُسکا وصی یا دادا ہو پھر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہو سو اُسنے اذن دیا اور اُسکے باپ نے نہ مانا تو
قاضی کا اذن جائز ہے اگرچہ قاضی کی ولایت متاخر ہے باپ کی ولایت سے چنانچہ محیط مین ہے اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر
کا باپ زندہ ہے اور اذن کو مکروہ جانتا ہے تو جائز ہے چنانچہ مغنی مین ہے انتہی مختصرا اور طلب اذن قید نہین چنانچہ صاحب تحرید کے قول سے معلوم ہوتا ہے اور
وہبانیہ کی ابیات سے نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی قلت وفی البرجندی عن الخزانۃ لو ابی ابوہ او وصیہ صح اذن القاضی لہ زاد شارح الوہبانیۃ ولا
ینحجر بعد ذلک اصلا لانہ حکم الا بحجر قاض اخر فتدبر مین کہتا ہون اور برجندی مین خزانہ سے منقول ہے اگر صغیر کا باپ یا اُسکا وصی اذن سے انکار کرے
تو قاضی کا اذن اسکے واسطے صحیح ہے شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کہا اور اسکے بعد صغیر اصلا محجور نہ ہوگا اسواسطے کہ قاضی کا اذن حکم ہے اور حکم دفع
نہین ہوتا مگر دوسرے قاضی کے روک دینے سے سو اسکو غور کر فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو اقر انسان بما معہ من کسب او ارث صح علی الاظہر
کالماذون ور اگر صغیر اور معتوہ اقرار کرین کسی آدمی کے واسطے اس مال کا جو دونون کے پاس ہے کمائی سے یا میراث سے تو اقرار اُنکا صحیح ہے بموجب
ظاہر الروایۃ کے غلام ماذون کے اقرار کے مانند کذا فی الدرر یعنی اگر یون اقرار کرین کہ جو مال ہمکو میراث مین ملا ہے وہ درحقیقت فلانے شخص کا ہے
تو یہ اقرار صحیح ہے اور غیر ظاہر الروایۃ کا یہ قول ہے کہ کسب مین اقرار صحیح ہے میراث مین صحیح نہین الماذون لا یکون ماذونا قبل العلم بہ الا فی مسئلۃ ما اذا قال
بایعوا عبدی فانی اذنت لہ فبایعوہ وہو لا یعلم بہ لکنہ صار ماذونا بخلاف قولہ بایعوا ابنی الصغیر ماذون ماذون نہین ہوتا اذن کے دریافت ہونے
سے پہلے مگر اس مسئلہ مین جبکہ مولی نے کہا کہ خرید و فروخت کرو میرے غلام سے کہ مین نے اُسکو اذن دیا سو لوگون نے اُس سے خرید و فروخت کی
اور حالانکہ غلام اس اذن دینے کو نہین جانتا تو وہ ماذون ٹھہر جاویگا برخلاف اس قول کے کہ باپ نے کہا لوگون سے کہ میرے فرزند صغیر سے خرید و فروخت

کروم اذن غلام میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں قبل علم ماذون ہو جاتا ہے اور دوسری روایت میں ماذون نہیں ہوتا اور اسیطرح صغیر میں دونوں روایتیں مذکور ہیں چنانچہ تنویر الاذہان سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ولا یصح الاذن للآبق والمغصوب المجحود ولا بینۃ اذن صحیح نہیں غلام گریختہ کے واسطے اور نہ اس غلام کیواسطے جسکا غاصب غصب کرنے سے منکر ہے اور مالک کے گواہ نہیں ہیں اور اگر مالک کے پاس گواہ ہوں غصب کی گواہی دیں تو اذن صحیح ہوگا ولا یصیر محجورا بہما علی الصحیح اشباہ اور غلام ماذون مجور نہیں ہو جاتا بھاگ جانے اور مغصوب ہو جانے سے بقول صحیح کذا فی الاشباہ وفی الوہبانیۃ شعر ولو اذن القاضی للطفل وقد ابی + ابوہ صح الاذن منہ فیحجر + اور وہبانیہ میں ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ اسکا باپ انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہے قاضی کی جانب سے سو صغیر تجارت کرے شعر وضمن یعقوب الصغیر ودیعۃ + وتکلیفہ لنفی بحیث ینکر اور ابو یوسف نے تاوان لازم کیا ہے صغیر پر استہلاک ودیعت میں اور صغیر کی قسم لینے پر فتوی دیا گیا ہے جبکہ وہ منکر ہو یعنی اگر صغیر محجور نے ودیعت تلف کر ڈالی تو ابو یوسف کے نزدیک اسپر ضمان ہے اور طرفین کے نزدیک ضمان نہیں ہے اور اگر ودیعت خود تلف ہو گئی تو بالاتفاق تاوان نہیں اور اگر ماذون ہو قبض ودیعت یا تجارت میں یا مکاتب ہو اور ودیعت تلف کر ڈالے تو اسپر اسکا تاوان ہے اور اگر صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوی ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اسکی تحلیف میں اختلاف ہے کتاب الاقرار میں مذکور ہے کہ تحلیف پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر شعر ولو رہن المحجور او باع او شری + یجوزہ المولی فلا یتغیر + لتوقف التصرف المحجور علی الاجازۃ اور اگر محجور نے رہن رکھا یا بیع اور شراکی اور مولی نے اسکو جائز رکھا تو رہن وغیرہ تغیر پذیر نہیں بسبب موقوف ہونے تصرف محجور کے اجازت پر ہم خواہ محجور غلام ہو یا صغیر عاقل فلو لم یجز بل اذن لہ فی التجارۃ فاجازہا العبد جاز استحسانا ولو لم یاذن لہ فاعتقہ فاجازہا لم یصح اجازتہ سو اگر مولی نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا بلکہ محجور کو تجارت کا اذن دیا سو عبد ماذون نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اسکو اذن تجارت کا نہ دیا ہو سو اسکو آزاد کر دیا سو اسنے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو اسکی اجازت صحیح نہیں قال فکذا الصبی الممیز مصنف وہبانیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر ممیز کا جو بیع اور شرا ہو جیسا ہے قلت ولا یخفی ان ما ہو تبرع ابتداء وانتہاء فلا یصح باذن ولی الصغیر کالقرض میں کہتا ہوں اور یہ بات مخفی نہیں کہ جو عقد کہ ابتدا میں احسان بلا بدل ہے وہ مضر ہے تو امر مضر ولی صغیر کے اذن سے صحیح نہ ہوگا چنانچہ قرض ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ منجملہ تصرفات موقوفہ قرض ہے اور قرض مضر محض ہے تو نافذ نہ ہوگا اگرچہ ولی اجازت دے حلبی نے کہا یہ اعتراض اسپر ہے جو وہبانیہ میں مذکور نہیں اور نہ اس سے مفہوم ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم +

کتاب الغصب

یہ کتاب ہے غصب کے احکام میں ہو لغۃ اخذ الشئی مالا وغیرہ کالحر علی وجہ التغلب غصب بفتح غین معجمہ و سکون صاد مہملہ لغت میں عبارت ہے چیز کے لینے سے بطور زبردستی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا مال نہ ہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ رکھنا وشرعا ازالۃ ید محقۃ واحکام مجودہ لما اخذہ قبل ان یحولہ اور اصطلاح شرع میں غصب عبارت ہے قبض محق کے زائل کر دینے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا نقل مکان سے پہلے اس ودیعت کا جسکو اسنے مالک سے لیا تھا ہم قبضہ مودع بالفتح کا بعینہ قبضہ ہے مودع یا مالک کا انکار کرنے سے پہلے پھر جب اسنے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہو گیا حکما باثبات ید مبطلۃ غصب عبارت ہے ازالہ مذکورہ سے قبض مبطل کے اثبات کے ساتھ یعنی حقدار کا قبضہ دور کر دینا اور ناحق قبضہ کر لینا یہ حقیقت ہے غصب کی ہم بعضوں کے نزدیک غصب عبارت ہے فقط ازالہ ید محقہ سے نہ اثبات ید مبطلہ سے ولہذا اگر ایک آدمی کے ہاتھ میں موتی ہو اور دوسرا آدمی اسپر ہاتھ مارے اور موتی دریا میں گر پڑے تو تاوان لازم ہے حالانکہ اثبات قبض یہاں ثابت نہیں اور اکثر فقہا کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ قبض کے ساتھ اثبات قبض بھی ضرور ہے اور تحقیق یہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک غصب وہ جو تاوان کا موجب ہے تو اسمیں فقط ازالہ شرط ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو گنہگار ہونے کا موجب ہے تو اسمیں اثبات قبض بھی شرط ہے وعتبر الشافعی اثبات الید فقط واقتصر فی الزوائد فقرۃ بستان منصوب لا تضمن عند نا خلافا لہ در راور امام شافعی نے غصب کی تعریف میں فقط اثبات قبض کا اعتبار کیا ہے اور

ثمرۂ خلاف کا مغصوب کی زائد چیزون مین توابع مغصوب کا اخذ ہمارے نزدیک مضمون نہین بخلاف امام شافعی کے کذا فی الدرر یعنی اگر کہنا غاصب تلف کرڈالے تو
اُسپر تاوان ہمارے نزدیک نہین بسبب عدم ازالہ کے اور اُنکے نزدیک تاوان ہے اثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک زوائد کو طلب کرے تو بالاجماع تاوان ہے
کذا فی الطحطاوی فی مال فلا یتحقق فی میتۃ ودم ازالہ و اثبات ہو مال مین تو غصب ثابت نہین ہوتا مردار اور شخص آزاد مین اسواسطے کہ وہ مال نہین متقوم ای مباح شرعا
قہستانی فلا یتحقق فی خمر مسلم ازالہ و اثبات ہو مال متقوم مین یعنی جو شریعت مین مباح ہو کذا فی القہستانی تو غصب ثابت نہین ہوتا مسلمان کی شراب مین اسواسطے کہ شراب مسلمان کے حق مین
مباح الاستعمال نہین محترم فلا یتحقق فی مال حربی ازالہ و اثبات ہو مال محترم مین تو غصب ثابت نہین ہے کافر حربی کے مال مین اسواسطے کہ اسکا مال محترم نہین قابل للنقل فلا یتحقق
بالعقار خلافا لمحمد مال مذکور قابل ہو نقل کرنے کے تو غصب ثابت نہین ہوتا زمین وغیرہ غیر منقول مین برخلاف محمد کے کہ غیر منقول مین شیخین کا
قول صحیح ہے اور وقف مین محمد کا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی بغیر اذن الا اذا اخرجہ عن ید ولیہ و علم ان الموقوف مضمون بالاتلاف مع انہ لیس بمملوک
اصلا صرح بہ فی البدائع فلو قال بلا اذن من لہ الاذن کما فعل ابن کمال لکان اولی ازالہ و اثبات ہو مال مذکور مین اسکے مالک کے بلا اذن مصنف نے
یہ قید لگا کر ودیعت سے احتراز کیا یعنی ودیعت اور اسیطرح عاریت مین ہر چند ازالہ ید متحقق ہے مال متقوم محترم قابل النقل سے لیکن چونکہ باذن مالک ہے لہذا
غصب داخل نہین اور یہ معلوم کر کہ مال موقوف لازم الضمان ہے تلف کر ڈالنے سے باوجودیکہ وہ اصلا کسی کا مملوک نہین تصریح کی ہے اسکی بدائع مین تو اگر
مصنف یون کہتا کہ ازالہ قبضہ ہو بدون اذن اُس شخص کے جسکو اذن کا اختیار ہے خواہ مالک یا متولی وقف جیسا کہ ابن کمال نے کہا ہے تو البتہ خوب ہوتا
یعنی اسواسطے کہ وقف کو بھی غصب شامل ہوجاتا لا بخفیۃ احترز بہ عن السرقۃ وفیہ لابن الکمال کلام ازالہ و اثبات ہو نہ بطریق خفیہ کے مصنف نے یہ
قید لگائی تا سرقہ نکلجائے غصب سے اور اسمین ابن کمال کا کچھ کلام ہے ہم حاصل کلام ابن کمال یہ ہے کہ سرقہ کا حدود مین داخل ہونا اُسکے داخل ہونے کا غصب
مین منافی نہین وسرقہ غصب مین داخل ہے باعتبار اپنی اصل کے اور حدود مین باعتبار بعض خصوصیات کے داخل ہے چنانچہ بیع الفضولی غصب ہے اور حالانکہ
کتاب البیوع مین مذکور ہے بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور جسکو یہ نکتہ معلوم نہ ہوا اُسنے لاعلی سبیل الخفیہ کی قید لگائی تا سرقہ غصب سے نکلجائے فاستخدام
العبد و تحمیل الدابۃ غصب لا ازالۃ ید المالک تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے بسبب دور کرنے قبضہ مالک کے
اپنی اور اثبات قبضہ ناحق کے ہم غلام مشترک سے خدمت لینا بدون اذن شریک کے اسکے غصب ہونے مین اختلاف ہے مگر قول راجح لزوم تاوان کا ہے اور
مشترک جانور پر سوار ہونا بدون شریک کے تاوان کا موجب ہے بالاتفاق چنانچہ قہستانی کے کلام سے نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لا جلوسہ علی
بساط لعدم ازالتہا فلا یضمن بالم یہلک بفعلہ غصب نہین بیٹھنا اسکا غیر کے فرش پر بسبب زائل کرنے قبضہ مالک کے تو جالس پر تاوان لازم نہ ہوگا جبتک کہ
فرش تلف نہ ہوجائے اُسکے فعل کے سبب سے ہم اسواسطے کہ فرش بچھانا مالک کا فعل ہے تو فقط جلوس سے اُسکا ازالہ نہین ہوتا بدون نقل اور تحویل کے وکذا الدخل
دار انسان و اخذ متاعا وجحد فہو ضامن وان لم یحولہ ولم یجحدہ لم یضمن بالم یہلک بفعلہ او بخرجہ من الدار خانیہ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر غاصب ایک آدمی کے گھر مین
داخل ہوا اور کچھ اسباب لیا اور منکر ہو گیا تو اُسپر تاوان ہے اور اگر اُسنے اسباب گھر سے باہر نہ نکالا اور اسکے لینے کا انکار نہ کیا تو تاوان نہین جبتک وہ چیز ہلاک
نہ ہوجائے اُسکے فعل کے سبب سے یا اسکو گھر سے نکال لیجائے کذا فی الخانیہ یعنی درصورت عدم انکار تاوان نہین مگر ہلاک یا اخراج سے وحکمہ الاثم لمن
علم انہ مال الغیر اور حکم یعنی اثر مترتب غصب کا گناہ ہے اُس شخص کے حق مین جو جانتا ہو کہ مغصوب غیر کا مال ہے ہم غصب کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے
ثابت ہے قال تعالی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل حق تعالی نے فرمایا نہ کھاؤ اپنے مالون کو آپس مین ناحق اور حجۃ الوداع کی حدیث مین ثابت ہے کہ تمہارے
خون اور تمہارے مال تمپر حرام ہین جبتک کہ تم اپنے رب سے ملو یعنی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر حرام ہے اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہے کہ جو
شخص بالشت بھر زمین غصب کریگا اُسکی گردن مین حق تعالی سات طبق زمین کا طوق ڈالیگا غصب کے گناہ ہونے مین دانست کی قید اسلیے لگائی کہ نادانی سے

گناہ ہے جیسا کہ دوسرے شخص کا مال تلف کر ڈالنا اپنا مال جانکر لیکن تاوان علم و عدم علم دونوں صورتوں میں واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی قولہ
العین قائمة والغرم ہالکة بفعلہ او غیرہ او آفة سماویة قہستانی اور حکم غصب کا پھیر دینا ہے غصب کی چیز کا اگر وہ قائم او موجود ہو اور اسکا تاوان دینا اگر
وہ تلف ہوگئی ہو خواہ اسکے فعل سے یا غیر کے یا آفت سماوی سے کذا فی القہستانی ثم غاصب نے مغصوب پھیر دیا اور مالک نے نہ لیا سو وہ اسکے گھر میں
آیا اور اسکے پاس تلف ہوگیا تو اسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ غصب اس صورت میں امانت ہوگیا کذا فی الطحطاوی ولغیر من علم الاخیران فلا اثم لانہ خطاء
وہو مرفوع بالحدیث اور غصب کا حکم باوجود اسکے حق میں پھیر دینے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب ناواقف پر گناہ نہیں ہے اسواسطے کہ یہ خطا اور چوک ہے اور
حالانکہ خطا پر مواخذہ نہیں بموجب حدیث کے المغصوب منہ مخیر بین تضمین الغاصب وغاصب الغاصب الا اذا کان فی الوقف
المغصوب بان غصبہ وقیمتہ اکثر وکان الثانی املأ من الاول فان الضمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیة مغصوب منہ یعنی جسکا مال غصب
ہوگیا وہ مختار ہے دو چیزوں میں غصب کرنیوالے سے تاوان لینے میں اور غصب کرنے والے کے غاصب سے تاوان لینے میں یعنی چاہے غاصب سے
تاوان لے چاہے غاصب کے غاصب سے مگر جبکہ غصب ثانی وقف مغصوب میں واقع ہوا اسطرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غصب کیا ہو
اور حالانکہ اسکی قیمت زیادہ تر ہوگئی ہو اور غاصب ثانی سے زیادہ تر مالدار غاصب اول سے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہوگا کذا فی وقف الخانیة
ثم اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب ثانی سے پھیر لے اور غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان نہ رجوع کرے اور
چونکہ عبارت خانیہ کی موہم ہے لہذا عبارت خانیہ کا ترجمہ نقل کرنا ضرور ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اسکی قیمت ہزار درم تھی پھر دوسرے
شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کرلی اور اب اسکی قیمت زیادہ ہوگئی دو ہزار درم کے برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مالدار
ہے اسواسطے کہ غاصب ثانی سے تاوان لینا وقف کے واسطے زیادہ تر نافع ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مالدار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے
کذا فی الطحطاوی وفی غصب ہامہ غصب عجلا فاستہلکہ ویبس لبن امہ ضمن قیمة العجل ونقصان الام اور خانیہ کی کتاب الغصب میں ہے کہ غاصب نے بچھڑا غصب کیا پھر اسکو ہلاک
کیا اور اسکی ماں کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب تاوان دے بچھڑے کی قیمت کا اور اسکی ماں کے نقصان کا ہے اسواسطے کہ بچہ کا غصب ماں کے نقصان کا
موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اسکی ماں میں ظاہر نہیں تو یہ ضمان ہے تعدی کا نہ ضمان غصب وفی کراہیة ہامہ ہدم حائط غیرہ ضمن نقصانہ ولم یومر بعمارتہ الا
فی حائط المسجد اور خانیہ کی کتاب الکراہیت میں ہے کہ جسنے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اسکے ناقص ہوجانے کا تاوان دے اور اسکو حکم نہ ہوگا دیوار کے بنانے
کا مگر مسجد کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہوگا ثم قنیہ میں ہے کہ غیر کی دیوار گرادی تو گھر کی قیمت کیجاوے دیواروں کے ساتھ پھر قیمت کیجاوے بدون دیواروں کے
تو تاوان دے جو دونوں قیمتوں کے تفاوت کا وفی القنیة تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی انہ کان باذنہ فالقول للمالک الا اذا تصرف فی مال امرأتہ فماتت وادعی انہ کان
باذنہا وانکر الوارث فالقول للزوج اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں تصرف کیا پھر دعوی کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا
قول مقبول ہوگا مگر جبکہ اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا ہو سو وہ مرگئی اور زوج نے دعوی کیا کہ تصرف اسکے اذن سے تھا اور وارث اسکا منکر ہو تو
زوج کا قول مقبول ہوگا ویجب رد عین المغصوب ما لم یتغیر تغیرا فاحشا مجتبی اور غاصب پر واجب ہے پھیر دینا مغصوب کا بعینہ جب تک مغصوب متغیر بتغیر
فاحش نہ ہوگیا ہو کذا فی المجتبی ثم جبکہ مغصوب غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو کہ اسکا نام اور اسکا عمدہ فائدہ زائل ہو جاوے تو مغصوب منہ کی ملک
اس سے زائل ہوجاتی ہے اور غاصب اسکا مالک ہوجاتا ہے اور تاوان اسپر لازم ہوتا ہے اور بلا ادائے عوض غاصب کو اس سے نفع لینا حلال نہیں اور
اگر مغصوب ناقص ہوگیا تو غاصب پر ضمان نقصان اور پھیر دینا لازم ہوگا اور اگر مغصوب زائد ہوگیا غاصب کے پاس تو مالک کو پھیر لینا زیادت کے ساتھ جائز
ہے کذا فی الطحطاوی مغصوب کا نام زائل ہونا چنانچہ تھان پھاڑ کر قبا یا قمیص سینا یا گیہوں پیسکر روٹی پکانا فی مکان غصبہ لتفاوت القیم باختلاف الاماکن

پھیر دینا عین مغصوب کا واجب ہے اسکے غصب کرنیکے مکان میں بسبب متفاوت ہونے قیمتوں کے مکانات کے اختلاف سے اور بری ہوگا ولو
بغیر علم المالک فی البزازیہ غصب دراہم انسان من کیسہ ثم ردہا فیہ بلا علمہ بری وکذا لو سلمہ الیہ بجہۃ اخری کہبۃ او ایداع او شراء وکذا لو اطعمہ فاکلہ
خلافا للشافعی زیلعی اور غاصب بری الذمہ ہوجاتا ہے عین مغصوب کے پھیر دینے سے اگرچہ پھیرنا مالک کی نادانستگی سے ہو بزازیہ میں ہے کہ غاصب نے
کسی آدمی کے درم اسکی تھیلی سے غصب کیے پھر انکو اسمین رکھ دیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہوگیا اور اسیطرح اگر مغصوب نے سپرد کر دیا
مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق ہبہ یا ودیعت رکھنے یا بیچنے کے اور اسیطرح اگر مغصوب طعام ہوا اور غاصب مالک کو کھلا دے اور مالک اسکو
کھا وے تو بری الذمہ ہوگا برخلاف امام شافعی کے سطعوم میں کذا فی الزیلعی ویجب رد مثلہ ان ہلک وہو مثلی یا واجب ہے پھیر دینا مثل مغصوب
کا اگر وہ ہلاک ہوجاوے اور حالانکہ وہ مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی چیز ہے وان انقطع المثل بان لا یوجد فی السوق الذی یباع فیہ وان کان یوجد فی البیوت
ابن کمال فقیمتہ یوم الخصومۃ ای وقت القضاء وعند ابی یوسف رح یوم الغصب وعند محمد رح یوم الانقطاع ورجحا قہستانی اور اگر مثلی کا مثل منقطع ہوجاوے
اسطرح پر کہ وہ پایا نجاوے اس بازار میں جسمیں وہ بیچا جاتا ہے اگرچہ لوگوں کے گھروں میں موجود ہو کذا ذکرہ ابن کمال تو اسکی قیمت خصومت کے دن
کی یعنی جسوقت حاکم کا حکم ہوا اسوقت کی دینا واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم الانقطاع
کی قیمت واجب ہے اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دی گئی کذا فی القہستانی ثم خزانہ میں امام کے قول کو ارجح کہا ہے اور تحفہ میں اسکو صحیح کہا ہے اور بنایہ میں ابو یوسف
کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاوی میں محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی العمادی ویجب القیمۃ فی القیمی یوم غصبہ اجماعا اور قیمت والی چیز میں غصب
کے دن کی قیمت واجب ہے باتفاق امام اور صاحبین کے ہم بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا کپڑا ضائع کیا پھر وہ اسکی قیمت واپس لایا مالک نے
کہا کہ میں قیمت نہیں چاہتا ہوں اور نہ میں تجکو معاف کرتا ہوں تو غاصب حاکم سے نالش کرے تاکہ وہ قبول کرنے پر جبر کرے اور اگر نالش نہ کرے لیکن قیمت اسکی
گود میں رکھدے یا اسکے دونوں ہاتھوں میں تو وہ بری الذمہ ہوجائیگا اور اگر اسکے سامنے رکھدیگا تو بری الذمہ نہوگا اور ودیعت اور عین غصب کے سامنے
رکھدینے سے بری الذمہ ہوجاویگا کذا فی العمادی والمثلی المخلوط بخلاف جنسہ کبر مخلوط بشعیر وشیرج مخلوط بزیت ونحو ذلک کدہن نجس قیمی فتجب قیمتہ یوم غصبہ
اور جو مثلی چیز اپنے خلاف جنس سے ملگئی ہو جیسے گیہوں مخلوط جو کے ساتھ اور تلون کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ اور مانند اسکے چنانچہ نجس تیل کے ساتھ
مخلوط ہو تو وہ قیمت والی چیز ہے مثلی باقی نہ رہی تو اسکے غصب میں اسکے غصب کے دن کی قیمت واجب ہوگی ثم فتاوی رشید الدین میں ہے کہ دو وزنی چیزین جب
ملجاوین اسطرح کہ جدا نہوسکیں وہ مثلی نہیں رہتی ہیں قیمت والی ہوجاتی ہیں کذا فی العمادی وکذا کل موزون یختلف بالصنعۃ کقمقم وقدر ونحوہ ذکرہ فی الجواہر
اور اسیطرح قیمت والا ہوجاتا ہے ہر موزون جو صنعت اور کاریگری سے مختلف ہو چنانچہ آفتابہ اور دیگ کذا فی الدرر اور چنانچہ شیرہ کھجور کا کذا فی جواہر الفتاوی
زاد المصنف ورب وغزل لان کلا منہا یتفاوت بالصنعۃ ولا یصح السلم فیہا ولا تثبت دینا فی الذمۃ مصنف نے اپنی شرح میں اتنا زیادہ کہا ہے اور چنانچہ رب یعنی
عصارہ ثمرات کا اور قطیر یعنی ٹپکائی چیز قیمت والی ہے اسواسطے کہ ہر ایک انمیں سے صنعت سے مختلف اور متفاوت ہوتا ہے اور بیع سلم اسمین صحیح نہیں اور وہ دین ہوکر
ذمہ پر ثابت نہیں ہوتا ہم یعنی متفاوت القیمۃ ہونا اور بیع سلم کا اسمین جائز نہونا یہ دلیل ہے کہ مثلی ہے قلت وفی الذخیرۃ والمجتبی فی الضمان مثلی فی غیرہ کالسلم
میں کہتا ہوں اور ذخیرہ میں ہے اور غیر قیمتی ہوتا ہے ضمان میں اور مثلی ہے سوا اسکے اور انکے چنانچہ سلم میں وفی المجتبی السویق قیمی لتفاوتہ بالقلی وقیل مثلی اور مجتبی میں ہے
کہ ستو قیمتی ہے بسبب متفاوت ہونے ستو کے بھونے سے اور قول ضعیف ہے کہ وہ مثلی ہے وفی الاشباہ اللحم ولو نیا قیمی اور اشباہ میں ہے کہ کچا اور
گوشت اگرچہ کچا ہو والآجر اینٹ قیمتی ہے نہ مثلی وفی حاشیتہا لابن المصنف ہنا وفیما یلیہ التشبیہ بالمعدودات وغیرہ وکذا الصابون والمصنوع من الورق والابر
والعصفر والصرم والجلد والابریسم وکذا الحنطۃ وکل مکیل وموزون تصرفت علی الملاک مضمون بقیمتہ فی ذلک الوقت کسفینۃ موقورۃ اخذت فی البحر ولقی الامواج

فيهما من مكيل وموزون يضمن قيمتها ساعتئذ كما في القهستاني اور فرزند مصنف نے حاشیہ اشباہ میں یہان اور جو لب ہے کہ قاعدے میں فصولین وغیرہ
کی طرف منسوب کرکے وارد ہے اور اسی طرح صابون اور بانس اور ورق یعنی درخت کی پتیان اور سوبان اور کسم اور کچا چمڑا اور پکا چمڑا اور بایاک تیل اور
اسی طرح مٹی پھر کیلی اور وزنی چیز اور جو کیلی اور موزون کہ قریب الہلاک ہو اسکی وہ قیمت لازم الضمان ہے جو تلف ہونے کے وقت اسکی قیمت ہو
چنانچہ اگر انبار کشتی جب ڈوبنے لگے اور اسوقت ملاح نے جو کیلی چیز اور وزنی چیز اسمین تھی گرادی تو اس ساعت کی قیمت کا تاوان لیا جاویگا کذا فی القنیۃ
ہم ورق سے یہان کاغذ مراد نہین ہے اسواسطے کہ کاغذ مثلی ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی البحر صب ماء فی حنطة فافسدها وزاد فی کیلها ضمن قیمتها قبل صب الماء لا
مثلها لانه لو لم ینقلها فاذ نقلها لمکان یضمن المثل لانه غصبه وهو مثلی بخلاف ما لو صب الماء فی الموضع الذی فیه الحنطة بغیر نقل انتهی والحاصل کما فی الدرر وغیرها ان
کل ما یوجد له مثل فی الاسواق بلا تفاوت یعتد به فهو مثلی وما لیس کذلک فقیمی فلیحفظ اور بحر میں ہے کہ ایک شخص نے پانی ڈالا یا گیہون مین سو اسکو بگاڑ
دیا اور اسکے کیل مین زیادت ہوگئی بھیگنے سے تو وہ شخص تاوان دے اس قیمت کا جو پانی ڈالنے سے پہلے اس کی قیمت تھی یہ اس صورت مین ہے جبکہ
اسنے گیہون کو نہ اٹھایا ہو اور اگر دوسرے مکان کی طرف اٹھا لیگیا اور پھر پانی ڈالا ہو تو ضمان مثل لازم ہوگا اسواسطے کہ اسنے اسکو غصب کیا اور جبکہ
وہ اسوقت مثلی تھا برخلاف اس صورت کے کہ اگر پانی ڈالا اسی مکان مین جہان گیہون تھے بغیر نقل کے انتہی ما فی البحر قیلا اور حاصل کلام اور خلاصہ مقام
درر وغیرہ کے موافق یہ ہے کہ جس چیز کا مثل اور مانند بازارون مین بلا تفاوت قابل شمار پایا جاوے تو وہ چیز مثلی ہے اور جو ایسا نہو یعنی جس مین تغیر فاحش اور
تفاوت معتد بہ ہو وہ قیمت والی چیز ہے تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے فان ادعی ہلاکہ سقط الوجوب رد العین لانہ الموجب الاصلی ورد المثل والقیمۃ مخلص
علی الراجح حبس حتی یعلم الحاکم انہ لو بقی لظہر ای لاظہرہ ثم قضی الحاکم علیہ البدل من مثل وقیمۃ پھر اگر غاصب نے مغصوب کے تلف ہوجانے کا دعوی کرے تو وہ
محبوس کیا جاوے یہان تک کہ حاکم یہ معلوم کرجاوے کہ اگر مغصوب باقی رہا ہوتا تو البتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اسکو ظاہر کردیتا پھر حاکم اسپر عوض دینے کا
حکم کرے مثل اور قیمت سے یعنی اگر مغصوب مثلی ہو تو مثل دلاوے اور اگر قیمتی ہو تو قیمت دلاوے شارح نے کہا ادعاے ہلاکت وجوب رد عین سے ساقط ہوتا
ہے اسواسطے کہ رد عین موجب اصلی ہے اور رد مثل اور قیمت مخلص ہے قول راجح پر مخلص ہے یعنی جبکہ رد عین متعذر ہوا اسوقت رد مثل یا رد قیمت کی طرف احتیاج ہوگی
ولو ادعی الغاصب الہلاک عند صاحبہ بعد الرد وعکس المالک ای ادعی الہلاک عند الغاصب واقاما البرہان فبرہان الغاصب انہ ردہ وہلک
عند المالک اولی خلافا للثانی ملتقی اور اگر غاصب نے دعوی کیا مغصوب کے تلف ہوجانیکا اسکے مالک کے پاس پھیر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعوی کیا
یعنی اسکے تلف ہوجانے کا غاصب کے پاس دعوی کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے تو غاصب کی یہ گواہی کہ اسنے مغصوب کو پھیر دیا اور وہ مالک کے پاس
ہوگیا مقدم ہے مالک کی گواہی پر برخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہین کذا فی الملتقی ولو اختلفا فی القیمۃ وبرہنا فالبینۃ للمالک وسیجیء
اور اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت مین اختلاف کیا اور دونون گواہ لائے اپنے دعوی پر تو مالک کے گواہ مقدم ہین اور اسکا بیان آگے آوے گا
ولو فی نفس المغصوب فالقول للغاصب اور اگر دونون نے ذات مغصوب مین اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہے کہ مغصوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہے کہ یہ نہین ہے تو غاصب
ہی کا قول مقبول ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ قابض ہے والغصب انما یتحقق فیما ینقل فلو اخذ عقارا وہلک فی یدہ بآفۃ سماویۃ کغلبۃ سیل لم یضمن خلافا لمحمد
وبقولہ قالت الثلاثۃ وبہ یفتی فی الوقف ذکرہ العینی اور غصب ثابت ہوتا ہے مال منقول مین سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول جیسے زمین اور گھر اور درخت کسی کا لیا
اور اسکے ہاتھ مین آسمانی آفت سے تلف ہوگیا چنانچہ سیلاب کے غلبہ سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہین شیخین کے نزدیک برخلاف
محمد کے کہ انکے نزدیک غیر منقول کے غصب مین بھی تاوان ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور محمد کے قول پر فتوی ہے وقف مین علامہ عینی نے اسکو ذکر کیا ہے وذکر
ظہیر الدین فی فتاویہ الفتوی فی غصب العقار والدور الموقوفۃ بالضمان ای الفتوی فی غصب منافع الوقف بالضمان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاوی مین ذکر کیا

کہا ہے کہ جب تو غیر منقول اور ہمہ قوت اگر ہو ون کے غصب مین لزوم تاوان کا فتوی ہے اور منافع وقف کے غصب مین لزوم ضمان کا فتوی ہے زہم طحطاوی نے
کہا کہ لفظ موقوفہ تھا یا اور دو ہر دونون کی طرف راجع ہے وفی فوائد صاحب المحیط اشتری دارا وسکنہا ثم ظہر انہا وقف او کانت للصغیر لزمہ اجر المثل صیانۃ لمال الوقف
والصغیر اور صاحب محیط کے فوائد مین ہے کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور اسمین رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تھا یا کہ وہ صغیر کا مملوک تھا تو مشتری پر اجرت مثل
لازم ہوگی مال وقف اور مال صغیر کی حفاظت کیواسطے وفی اجارۃ القنیۃ انما لا یتحقق الغصب عندہما فی العقار فی حکم الضمان اما فیما وراء ذلک فیتحقق الا تری انہ یتحقق
فی الرد فلذا فی الاستحقاق الاجرۃ انتہی فلیحفظ اور قنیہ کی کتاب الاجارہ مین ہے کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہین ہوتا غیر منقول مین فقط تاوان دینے
کے حکم مین اور لزوم تاوان کے ماسوا مین تو غصب شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہے کیا تو نہین جانتا ہے کہ غصب متحقق ہے پھیر دینے مین یعنی مغصوب غیر منقول کا
پھیر دینا شیخین کے نزدیک بھی واجب ہے اسیطرح استحقاق اجرت مین بھی غصب ثابت ہے یعنی اگر غاصب عقار مین سکونت کرے تو کرایہ اسپر لازم ہوگا اگر
وقف اور مال صغیر ہو انتہی ای القنیۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قولہ قالہ الاستروشنی وعماد الدین فی فصولیہما والاصح انہ ای العقار یضمن بالبیع
والتسلیم قول ضعیف ہے کہ عقار یعنی غیر منقول مضمون ہے بیع اور تسلیم سے قائل اس قول ضعیف کا استروشنی اور عماد الدین ہے دونون نے یہ قول انکی فصول
مین کہا ہے وکذا بالجحود فی العقار الودیعۃ اور اسی طرح ضمان لازم ہے غیر منقول ودیعت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول ودیعت ہو ایک شخص کے
پاس پھر وہ ودیعت کا انکار کرے تو اسپر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی البحر وبالرجوع عن الشہادۃ بعد القضاء اور اسیطرح تاوان لازم ہوگا گواہ
کے پھر جانے سے قاضی کے حکم کر دینے کے بعد صورت اسکی یہ ہے کہ دو شاہدون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گھر اسکے پاس ہے وہ فلانے شخص کا ہے
سو قاضی نے وہ گھر دوسرے کو دلا دیا پھر شاہدون نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تاوان شاہدون پر لازم ہوگا زیلعی نے کہا کہ یہ ضمان اتلاف ہے
نہ ضمان غصب وفی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل وعد منہا الثلثۃ اور اشباہ مین ہے کہ غیر منقول مین تاوان نہین مگر چند مسائل مین تاوان ہے اور انہین چند
مسئلون کو شمار کیا ہے یعنی بیع مع التسلیم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ واذا نقص العقار بسکناہ وزراعتہ ضمن النقصان بالاجماع اور جبکہ غاصب
ناقص کر دے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کشتکاری سے تو نقصان کا تاوان دے بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر مین اختلاف ہے قول صواب اور مختار یہ ہے کہ زمین
خریداری کا اعتبار ہے یعنی تامل کرنا چاہیے کہ گھر یا زمین کی کیا قیمت ہے قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہے بعد استعمال کے تو جسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو وہی نقصان
ہے فیعطی بازاء البذر وصححہ فی المجتبی پھر مغصوب منہ غاصب کو اسقدر روپے جسقدر بیج نے اسکی مالیت زیادہ کر دی اور تصحیح کی ہے اس قول کی مجتبی مین ہم مسئلہ
ظاہر مین تو یہ معلوم ہوتا ہے ما قبل سے حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ یہ جداگانہ مسئلہ ہے زیادت تخم کی صورت یہ ہے کہ کھیت کی قیمت کیجاوے تخم ریزی کے ساتھ اور تخم سے مطلق
تخم مراد نہین بلکہ وہ تخم جسکے درخت کو مالک اکھاڑ سکتا ہے پھر اسی کھیت کی قیمت بدون تخم کیجاوے تو جسقدر دونون مین تفاوت ہو اسقدر مالک غاصب کو دے اور
اپنی زمین اس سے نکال لے کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیۃ بمثل بذرہ اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ غاصب کو تخم کی قیمت مثلی دے یعنی جسقدر مالیت تخم کی ہو وہ دے
بلا اعتبار قلع وفی الصیرفیۃ ہو المختار اور صیرفیہ مین ہے کہ ابو یوسف کا قول مختار ہے ولو نبت ازالہ وتمامہ فی المجتبی اور اگر غاصب کا تخم جا تو مالک کو اسکا اکھاڑ ڈالنا
جائز ہے اور پورا اسکا بیان مجتبی مین ہے ہم مجتبی مین ہے کہ غاصب نے غیر کی زمین مین زراعت کی اور کھیت جا تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کو اسکے اکھاڑ ڈالنے کا حکم
کرے اگر وہ نہ اکھاڑے تو وہ آپ اکھاڑ ڈالے اور جمنے سے پہلے مالک مختار ہے چاہے رہنے دے یہانتک کہ کھیت جمے پھر اکھاڑنے کا امر کرے اور چاہے
بقدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحطاوی کما یضمن اتفاقا فی النقلی ما نقص بفعلہ کما فی قطع الاشجار یعنی کہ مغصوب منقول مین بالاتفاق اسقدر تاوان لازم
ہے جتنا ناقص ہو گیا ہو غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار مین ضمان لازم ہے ہم منقول مغصوب کے نقصان مین مطلقا ضمان لازم ہے خواہ غاصب
کے فعل سے نقصان ہوا ہو یا بغیر اسکے فعل کے چنانچہ شرح مسکین مین مصرح ہے تو شارح کی تقیید غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولو قطعہا رجل ضمن ... البناء ضمن

ہو لا الغاصب اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے قطع کیا یا عمارت کو ڈھایا تو قاطع یا ہادم تاوان دے نہ غاصب کما لو غصب عبدا فاجرہ فنقص فی
مدۃ الاجارۃ بالاستعمال وہذا اسقاط من نسخ الشرح لدخولہ تحت قولہ چنانچہ ضمان نقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اسکو اجارہ دے دیا پھر
غلام میں کچھ نقصان عارض ہوگیا اجارہ کی مدت میں استعمال کے سبب سے شارح نے کہا اور یہ قول مصنف کی شرح کے نسخوں میں سے ساقط ہے بسبب
داخل ہونے اس مضمون کے مصنف کے قول آئندہ میں ہم طحطاوی نے کہا یہ مضمون قول آئندہ میں داخل نہیں اسواسطے کہ تصدق غلہ ضمان نقصان کے
مغائر ہے وان استغلہ فنقص بالاستغلال او اجرہ استعار فنقص ضمن النقصان وتصدق بالباقی من الغلۃ والاجرۃ خلافا لابی یوسف کذا فی الملتقی اور اگر مغصوب
کرایہ میں یا سوا اسکو نقصان عارض ہوا کرایہ دینے سے یا عاریت کی پھر اجارہ دی اور اسکو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو
باقی رہے ضمان کے بعد کرایا اور اجرت سے اسکو خیرات کرے بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک تصدق واجب نہیں کذا فی الملتقی لکن نقل المصنف عن
البزازیۃ ان الغنی یتصدق بکل الغلۃ فی الصحیح لیکن مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ سے یہ نقل کیا کہ غاصب اگر غنی ہے تو کل غلہ خیرات کرے یہ صحیح قول ہے ہم خلاصہ بزازیہ
کے کلام کا یہ ہے کہ بعد ہلاک عین مغصوب اگر غاصب غنی ہے تو اداے ضمان غلہ سے جائز نہیں بلکہ سب غلہ تصدق کرے اور اگر غاصب فقیر ہے تو اداے ضمان
غلہ سے درست ہے اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الطحطاوی کما لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ بان باعہ وربح فیہ اذا کان ذلک متعینا بالاشارۃ چنانچہ
اگر مغصوب اور ودیعت میں تصرف کرے اسطرح پر کہ اسکو بیچ ڈالے اور اسمیں نفع حاصل ہو تو منفعت کو خیرات کرے جبکہ مال مغصوب اور ودیعت اشارہ
کرنے سے متعین ہو ہم متعین ہونے کی یہ صورت ہے کہ مغصوب عروض یعنی از قسم اسباب کے ہو درہم اور دینار او بالشراء بدراہم الودیعۃ او الغصب و
نقدہا یا متعین ہو خریدنے سے بواسطہ دراہم ودیعت یا غصب کے اور انہیں دراہم کے ادا کرنے سے ہم طحطاوی نے کہا مختصر اور وہ ہم تریوں کہتا تھا اذا کان
متعینا او غیر متعین ونقدہ یعنی بیع اور شراء مغصوب کی منفعت کا تصدق واجب ہے خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادا ثمن مغصوب کے دراہم
کرے یعنی یتصدق بربح حصل فیہما اذا کانا مما یتعین بالاشارۃ یعنی تصدق کرے اس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب اور ودیعت کے تصرف میں جبکہ دونوں
اس قسم سے ہوں کہ اشارہ کرنے سے متعین ہو جاتے ہوں وان کانا مما لا یتعین فعلی اربعۃ اوجہ فان اشار الیہا ونقدہا فکذلک یتصدق اور اگر مغصوب اور
ودیعت اس قسم سے ہوں کہ متعین نہ ہوتے ہوں چنانچہ درہم تو چار صورتوں پر ہیں سو اگر دراہم کی طرف اشارہ کیا اور انہیں کو ثمن میں ادا کیا تو اسی
متعین کے مانند منفعت کو تصدق کرے وان اشار الیہا ونقد غیرہا او اشار الی غیرہا ونقدہا او اطلق ولم یشر ونقدہا لا یتصدق فی الصور الثلث عند
الکرخی قیل وبہ یفتی والمختار انہ لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی ولو بعد الضمان ہو الصحیح کما فی فتاوی النوازل اور اگر دراہم غصب کی طرف اشارہ کیا اور انکے سوا
اور دراہم ادا کیے یا اشارہ کیا انکے غیر کی طرف اور غصب کے دراہم دیے یا مطلق دراہم ذکر کیے اور اشارہ کسی طرف نہ کیا اور غصب کے دراہم دیے تو
ان تینوں صورتوں میں منفعت تصدق نہ کرے کرخی کے نزدیک بعضوں نے کہا اسی قول پر فتوی دیا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ نفع مطلقا حلال نہیں کذا
فی الملتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوی نوازل میں مذکور ہے واختار بعضہم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا لکثرۃ الحرام وہذا کلہ علی
قولہما وعند ابی یوسف رح لا یتصدق بشیء منہ کما لو اختلف الجنس ذکرہ الزیلعی فلیحفظ اور بعضے فقیہوں نے کرخی کے قول کا فتوی مختار جانا ہے ہمارے اس زمانے
میں بسبب کثرت حرام کے اور یہ تمام مذکور طرفین کے قول پر مبنی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک منفعت غصب سے کچھ بھی تصدق نہ کرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہے
تو بالاتفاق تصدق لازم نہیں زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر ضمان اور بدل مضمون مختلف الجنس ہوں اسطرح کہ تاوان میں دراہم
دیے ہوں اور غاصب کے ہاتھ بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق اسپر واجب نہیں اسواسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی
الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا فان غصب وغیر المغصوب فزال اسمہ واعظم منافعہ ای اکثر مقاصدہ پھر غاصب نے غصب کیا اور مغصوب کو متغیر کر دیا سو اسکا نام اور

اعظم منافع یعنی اُسکے اکثر مقاصد زائل ہو گئے ہم زوال اسم کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکری غصب کرکے ذبح کر ڈالی تو مالک ضمان قیمت اور ضمان
نقصان مین مختار ہے اسواسطے کہ فقط ذبح سے نام زائل نہین ہوا کیونکہ اُسکو حلال بکری بولتے ہین احترازعن دراہم سبکہا بلا ضرب فانہ وان ازال اسمہ
لکن بقی اعظم منافعہ لہذا لاینقطع حق المالک عنہ کما فی المجتبیٰ وغیرہ فلم یکن زوال الاسم مغنیا عن اعظم منافعہ کما ظنہ ملا خسرو وغیرہ شارح نے کہا اعظم منافع
کی قید اُن دراہم سے احتراز ہے جنکو غاصب نے پگھلایا بلا ضرب سکہ تو اگرچہ درہم کا نام زائل ہو گیا لیکن اُسکا اعظم منافع باقی ہے یعنی ثمن ہونا اور آرایش اور
اسی واسطے مالک کا حق درہم سے منقطع نہین ہوتا چنانچہ مجتبیٰ وغیرہ مین ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے مغنی نہ ہوا جیسا کہ صاحب درر ملا خسرو وغیرہ
نے گمان کیا ہے ہم اعظم منافع کی مثال مثلاً گیہون کو غصب کرنا اور پیس ڈالنا اسواسطے کہ مسلم گیہون جو مقاصد متعلق تھے چنانچہ اُنکا بونا اور ہریسہ پکانا وہ پسنے
سے فوت ہو گئے کذا فی النہر او خلطہ المغصوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ کخلط بر ببر او بحیث یمکن بحرج کبر بشعیر ضمنہ وملکہ بلا حل انتفاع قبل
اداء ضمانہ ای رضی مالکہ باداء او ابراء او تضمین قاض یا بدل ملگیا مغصوب غاصب کی ملک سے اس طرح پر کہ اُسکا جدا کرنا متعذر ہو چنانچہ مالک کے گیہون کو ملا
غاصب کے گیہون سے یا جدا کرنا حرج اور مشقت سے ممکن ہو جیسے گیہون کا ملانا جَو سے تو ان تینون صورتون مین غاصب تاوان اُسکا دیگا اور اُسکا مالک
ہو جاویگا بلا حلت انتفاع قبل ادا کرنے اُسکے تاوان کے ادائے ضمان سے رضا سے مالک مراد ہے خواہ رضا ادائے ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کرنے سے ہو
یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو ہم تو اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو مگر تاوان لینے سے راضی نہ ہو تو غاصب کو اُسکا کھانا یا غیر کو کھلانا تا ادائے ضمان قیمت
جائز نہین والقیاس حلہ وہو روایۃ فلو غصب طعاما فمضغہ حتی صار مستہلکا یحل بلعہ فی روایۃ وحرام الکل المعتمد حسما لمادۃ الفساد اور قیاس یہ ہے کہ زوال اسم اور
اختلاط سے مغصوب بلا رضا سے مالک حلال ہو اور وہ روایت بھی ہے کہ طعام اگر غصب کیا سو اُسکو چبایا یہان تک کہ وہ ہلاک ہو گیا تو اُسکو حلال نگلنا بموجب
روایت قیاسی کے اور حرام نگلنا بنا بر استحسان معتمد کے تاکہ مادۂ فساد منقطع ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ اگر قبل رضا سے مالک انتفاع حلال ہو تو غصب کا دروازہ
کھلتا ہے اور حرام ہونے سے استیصال مادۂ غصب ہے کذبح شاۃ التنوین بدل الاضافۃ ای شاۃ غیرہ ذکرہ ابن سلطان چنانچہ شاۃ یعنی دنبہ ذبح کرنا شارح نے
کہا شاۃ کی تنوین اضافت کے عوض ہے یعنی اپنے غیر کا دنبہ ذبح کرنا ابن سلطان نے یہ ذکر کیا ہے وطبخہا وشیہا وطحن بر وزرعہ وجعل حدید سیفا وصفر انیۃ
چنانچہ غیر کا دنبہ ذبح کرنا اور اُسکا پکانا اور بریان کرنا اور گیہون کا پیسنا یا اُسکا کھیت مین بونا اور لوہے کی تلوار بنانا اور پیتل سے برتن بنانا ہم یہ مثالین
ہین تغیر مغصوب کی مع زوال اسم والبناء علی ساجۃ بالجیم خشبۃ عظیمۃ تنبت بالہند قیمتہ ای البناء اکثر منہا ای من قیمۃ الساجۃ فیملکہ البانی بالقیمۃ اور جیسا کہ
عمارت بنانا ساگون کے لٹھے پر اور حالانکہ قیمت عمارت کی زیادہ تر ہے ساگون کی قیمت سے مالک ساگون ہو گا عمارت بنانے والا اُسکی قیمت دیکر شارح نے
کہا ساج بحرف جیم لکڑی عظیم الجثہ ہے ہندوستان مین پیدا ہوتی ہے یعنی ساگون ہم یہ مثال ہے اختلاط ملک غاصب کی جسکی انتہا حرج کے ساتھ ممکن ہے وکذا لو
غصب ارضا فبنی علیہا او غرس او ابتلعت دجاجۃ لؤلؤۃ او ادخل البقر راسہ فی قدر او اودع فصیلا فکبر فی بیت المودع ولم یمکن اخراجہ الا بہدم الجدار او سقط
دینارہ فی محبرۃ غیرہ ولم یمکن اخراجہ الا بکسرہا ونحو ذلک یضمن صاحب الاکثر قیمۃ الاقل والاصل ان الضرر الاشد یزال بالاخف کما فی ہذہ القاعدۃ من الاشباہ
اور اسیطرح اگر زمین غصب کی پھر اُسپر عمارت بنائی یا درخت لگائے یا مرغی موتی نگل گئی یا بیل نے اپنا سر دیگ مین ڈالدیا یا بوتا ودیعت رکھا سو وہ مودع
کی کوٹھری مین جوان اونٹ ہو گیا اور اُسکا نکالنا ممکن نہو مگر دیوار ڈھا کر یا ایک شخص کی اشرفی دوسرے کی دوات مین گر پڑی اور اُسکا نکالنا متصور نہین
مگر دوات توڑکر اور مانند اسکے اور مثالین تو ضمان دے اکثر قیمت کا مالک کمتر قیمت والے کو یعنی در صورت اختلاط ملکین جسکے مال کی زیادہ قیمت ہو وہ کمتر
قیمت والے کو ضمان دیکر اُسکا مالک ہو اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ سخت تر ضرر سہلتر ضرر سے مٹایا جاتا ہے چنانچہ اشباہ کے اسی قاعدہ یعنی الضرر الاشد
یزال بالاخف مین یہ سب کچھ مذکور ہے ثم قال ولو ابتلع لؤلؤۃ فمات لا یشق بطنہ لان حرمۃ الادمی اعظم من حرمۃ المال وقیمتہا فی ترکتہ وجوزہ الشافعیۃ قیاسا علی

الشق لاخراج الولد قلت وقدمنا فی الجنائز عن الفتح انه یشق ایضا فلا خلاف فی تنویر البصائر انه الاصح لیحفظ پھر صاحب اشباہ نے کہا اور اگر انسان موتی نگل گیا پھر مرگیا تو اسکا پیٹ چیرا جاویگا موتی نکالنے کے واسطے اسلیے کہ آدمی کی عزت مال کی عزت سے عظیم تر ہے اور نسبت اُس موتی کی اُس شخص کے متروکہ سے متعلق ہوگی اور شافعیوں نے موتی نکالنے کیواسطے پیٹ چیرنا جائز رکھا ہے لڑکا نکالنے کے چیرنے پر قیاس کرکے شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور ہم باب الجنائز میں فتح القدیر سے پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ ہوئی کیواسطے بھی پیٹ چیرا جاویگا تو اب شافعیہ اور حنفیہ میں کچھ خلاف باقی نرہا اور تنویر البصائر میں ہے کہ موتی نکالنے کیواسطے پیٹ چیرنا صحیح تر قول ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فلو کانت قیمۃ الساجۃ والبناء سواء فان اصطلحا علی شیء جاز وان تنازعا یباع البناء علیہما ویقسم الثمن بینہما علی قدر مالہما شرنبلالیہ عن البزازیۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر ساگون اور عمارت کی قیمت برابر ہو تو اگر غاصب اور مالک کسی چیز پر صلح کرلیں تو جائز ہے اور اگر تنازع کریں تو وہ عمارت ساگون کے ساتھ علی زعم المنح بیع ہو اور اُسکا ثمن دونون شخصوں پر بانٹا جاوے بقدر انکی مالیت کے کذا فی شرنبلالیہ عن البزازیۃ یعنی لو اراد الغاصب نقض البناء ورد الساجۃ ہل لہ ذلک ان قضی علیہ بالقیمۃ لا یحل وقبلہ قولان لتضییع المال بلا فائدۃ وتمامہ فی المجتبی باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر غاصب نے عمارت توڑنی اور ساگون پھیر دینے کا ارادہ کیا تو کیا یہ درست ہے یا نہیں سو اگر غاصب پر قیمت دینے ساگون کا حاکم نے حکم دیا ہو تو عمارت توڑنا حلال نہیں اور حکم حاکم سے پہلے دو قول ہیں ایک قول میں جائز ہے اور دوسرے میں عدم جواز وجہ عدم جواز ضائع کرنا ہے مال کا بیفائدہ اور پورا بیان اسکا مجتبی میں ہے وان ضرب الحجرین درہما ودینارا وانا ملکہ ہو لمالکہ مجانا خلافا لہما اور اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درم یا دینار بنا لیے یا برتن بنایا تو غاصب اُسکا مالک نہ ہوگا اور وہ اُسکے مالک کی مملوکہ ہے یہ خلاف صاحبین کے ہے امام کے نزدیک مالک ہوا اسواسطے صفت مالک ہوا کہ صنعت سے فقط جودت اور عمدگی حاصل ہے اور جودت مال ربوی میں متقوم نہیں فان ذبح شاۃ غیرہ ونحوہا مما یوکل طرحہا المالک علیہ واخذ قیمتہا او اخذہا وضمنہ نقصانہا پھر اگر غاصب نے غیر کا دنبہ ذبح کرڈالا اور دنبہ کے مانند ہر جانور ماکول اللحم تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک مذبوح کو غاصب پر ڈالے اور اُسکی قیمت اُس سے لے یا چاہے مذبوح لے اور غاصب سے اُسکے نقصان کا تاوان لے ہم ماکول اللحم کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر ماکول کو ذبح کریگا تو تمام قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور ضمان نقصان جائز نہیں امام کے نزدیک کذا فی الطحاوی وکذا الحکم لو قطع یدہا او قطع طرف دابۃ غیر ماکولۃ کذا فی الملتقی قیل ولفظ غیر سہو یدہا قلت قولہ غیر سہو یدہ غیر سدید لثبوت الخیار فی غیر الماکولۃ ایضا لکن اذا اختار ربہا اخذہا لا یضمنہ شیئا وعلیہ الفتوی کما نقلہ المصنف عن العمادیۃ فلیحفظ بخلاف طرف العبد فان فیہ الارش اور اسیطرح کا حکم ہے یعنی مالک مختار ہے اگر غاصب نے جانور ماکول اللحم کا ہاتھ کاٹا یا جانور غیر ماکول اللحم کا ہاتھ یا پاؤن کاٹا کذا فی الملتقی بعضون نے ملتقی کی عبارت پر اعتراض کیا کہ یہان لفظ غیر یعنی غیر ماکول اللحم میں غیر سہو ہے یعنی ٹھیک نہیں اسواسطے کہ تضمین اور اخذ عین ماکول اور رقیق میں ہے نہ غیر ماکول میں ہے شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ معترض کا قول غیر سدید ٹھیک نہیں ہے بسبب ثابت ہونے خیار مالک کے غیر ماکول اللحم میں بھی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر ماکول کو مالک اُسکا لینا اختیار کرے تو اُس سے کچھ ضمان نہ لیگا اور اسی قول پر فتوی ہے جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے برخلاف قطع دست غلام کے اسمین تو تاوان ہے ہم عیون میں ہے امام اعظم نے کہا کہ جب ایک مرد غیر کا گدہا یا خچر یا بیل کر ڈالے اُسکا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کرکے اگر مالک چاہے غاصب سے ضمان لے اور مذبوح یا مقطوع غاصب کو سپرد کردے اور چاہے اُسکو اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتوی ہے انتہی تو جو ملتقی میں تضمین نقصان غیر ماکول مذکور ہے وہ غیر مفتی بہ ہے الحاصل خیار مالک ماکول اور غیر ماکول میں مختلف ہے سو ماکول میں مالک جانور کے لینے میں مع ضمان نقصان اور اُسکے دینے میں مع اخذ قیمت مختار ہے اور غیر ماکول میں اُسکے دینے اور اُسکی قیمت لینے میں مختار ہے لیکن غاصب پر کچھ ضمان نہیں علی ما علیہ الفتوی تو معلوم ہوا کہ کلام مصنف کا صاحب ملتقی کے کلام کے مانند ہے امساک اور رجوع بالنقصان میں حالانکہ بلاشک یہ حکم مخصوص بالماکول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا یہان

غیر واجب ہے کذا فی الطحطاوی اوخرق ثوبا خرقا فاحشا وہو ما فوت بعض العین وبعض نفعہ لاکلہ فلو کلہ ضمن کلہا یا غاصب نے کپڑا پھاڑا یعنی خرق فاحش خرق فاحش وہ ہے جو فوت کر دے کچھ کپڑے اور کچھ اسکی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دیگا حاصل مسئلہ یہ ہے کہ خرق فاحش میں مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑ دے اور اسکی قیمت اس سے لے چاہے کپڑا اپنا لے اور بقدر نقصان اس سے تاوان لے

وفی خرق یسیر نقصہ ولم یفوت شیئا من النفع ضمن النقصان مع اخذ عینہ لیس غیرہ لقیام العین من کل وجہ ما لم یحدث فیہ صنعۃ او یکون ربویا کما سیجئ الزیلعی اور جس پھاڑنے میں اسکا نقصان ہوا اور خرق مذکور نے کچھ منفعت کو فوت نہیں کر دیا تو مالک نقصان کا تاوان لے لیوے کپڑا لینے کے ساتھ اسکے سوا مالک کسی بات کا مختار نہیں ہے بسبب قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے تا وقتیکہ غاصب نے اسمیں کچھ صنعت تازہ نہ کی ہو یا کہ وہ مال ہو جس میں بیاج جاری ہوتا ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے م اگر غاصب نے صنعت جدید کی مثلا کپڑا پھاڑ کر قمیص سیا تو ہمارے نزدیک حق مالک کا منقطع ہو گیا زیلعی نے کہا خرق فاحش کا حکم یعنی تخییر مالک سب چیزوں میں جاری ہے سواے اموال ربویہ کے اسواسطے کہ بیان تعیب فاحش ہو یا یسیر مالک کی تخییر ثابت کرتی ہے اسواسطے کہ عین میں بلا ضمان غاصب اور تسلیم میں بقیمت مثل یا قیمت کے ساتھ اسواسطے کہ تضمین نقصان مفضی ہے کیونکہ اس سے

بیاج ثابت ہوتا ہے ومنہ یعلم جواب حادثۃ وہی غصبت حیاصۃ فضۃ مموہۃ بالذہب فزال تمویہا یخیر المالک بین تضمینہا مموہۃ او اخذہا بلا شئ لانہ لا یمکن استہلاک اور اس سے یعنی اور یکون ربویا کے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی کی چوڑی جسپر سونے کا ملمع ہے سو اس کا ملمع غاصب کے پاس زائل ہو گیا تو مالک اسکا مختار ہے چوڑی ملمع دار کے تاوان لینے میں یا چوڑی لینے میں بلا اخذ ضمان اسواسطے کہ ملمع کاری تابع

مستہلک سا ہے م اور اسواسطے کہ بیاج لازم آتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان مکان الغصب شراء بوزنہا فضۃ فلا رد ولتیبہا ولا رجوع بالنقصان للزوم الربا فافہم نقل میں صریح یہ قول تھا اور اگر بجائے غصب چوڑی کی خریداری ہوئی اسکے برابر وزن چاندی سے پھر ملمع اسکا زائل ہو گیا تو رد بیع جائز نہیں بسبب عیب دار کر دینے کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہو گیا اور وہ مانع رد ہے اور عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہیں بسبب لازم ہونے بیاج کے تو غنیمت جان اس جواب کو اسواسطے کہ کمتر فقہا نے اسکی تصریح کی ہے یہ کہا ہے ہمارے استاد یعنی خیر الدین رملی نے ومن بنی او غرس فی ارض غیرہ بغیر اذنہ امر بالقلع والرد ولو قیمۃ الساحۃ اکثر کما مر یعنی جسنے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر کی زمین میں اسکے بلا اذن تو اسکو عمارت ڈھانی اور درخت اکھاڑ کا اور زمین پھیر دینے کا امر کیا جاوے اگر قیمت زمین کی زیادہ تر ہو عمارت اور درخت سے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وللمالک ان یضمن لہ قیمۃ بناء او شجر امر بقلعہ ای مستحق القلع فیقوم بدونہما ومع احدہما مستحق القلع فیضمن الفضل ان نقصت الارض بہ ای بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہو جاتی ہے تو مالک کو جائز ہے ضمان دینا غاصب کو اس درخت اور عمارت کا جسکے قلع اور قمع کرنے کا یعنی مستحق القلع کا وہ مامور ہے تو زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے بدون عمارت اور درخت کے پھر قیمت مقرر کیجاوے ساتھ اس عمارت یا درخت کے جو مستحق القلع ہے سو جسقدر زیادت ہو دونوں قیمتوں میں اتنا غاصب کو ضمان دے

ولو زرعہا یعتبر العرف فان تعارفوا الدفع انصافا او ارباعا اعتبر والا فالخارج للزارع وعلیہ اجر المثل واما فی الوقف فتجب الحصۃ او الاجرۃ بکل حال قہستانی اور اگر غاصب نے زمین میں زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہوگا سو اگر مالک اور مزارع نصفا نصف یا چہارم بانٹ لیتے ہوں تو اسی رواج کا اعتبار ہوگا اور اگر بٹائی کا رواج نہ ہو تو غلہ مزارع کا ہے اور اسپر زمین کی اجرت مثل واجب ہوگی اور زمین وقف کی زراعت غصبی میں تو حصہ بٹائی کا یا اجرت زمین کی ہر حال میں واجب ہوگی کذا فی القہستانی م ہر حال سے مراد یہ ہے کہ ناظر رشتہ باقی رکھنے پر راضی ہو یا اسکے اکھاڑنے کا طالب ہو اور ملک میں تو بلا رضا الغاصب زراعت حصہ یا اجرت واجب نہ ہوگی کذا فی الحلبی غصب ثوبا فصبغہ لا غیرہ لا لوان الحقیقۃ الزیادۃ والنقصان او سویقا فلتہ بسمن فللمالک

تخییر ان شاء ضمنہ قیمۃ ثوبہ ابیض ومثل السویق غیر فی المبسوط بالقیمۃ لتغیرہ بالقلی فلم یبق مثلیا وسماہ ہنا مثلا لقیام القیمۃ مقامہ کذا فی الاختیار وقدمناہ وان

عن المجتبیٰ کپڑا غصب کیا پھر اسکو رنگا رنگون کا بیان اعتبار نہیں بلکہ زیادتی اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے یا تو غصب کیا پھر اسکو گھی سے سانا تو مالک مختار ہو اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان لے اور ستو کی مثل کا شارح نے مبسوط میں قیمت ستو کی بھی مذکور کی ہے اسواسطے کہ ستو جو بیان کرنے سے مثلی باقی نہ رہا اور یہاں مصنف نے اسکو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اسکی قیمت کے مقام اسکے کذا فی الاختیار اور مقدم بیان کر چکے ہیں مجتبیٰ سے نقل کرکے کہ ستو کے مثلی اور قیمتی ہونے میں دو قول ہیں وان شاء اخذ المصبوغ او الملتوت وغرم ما زاد الصبغ وغرم مثل السمن لانه مثلی وقت انفصاله والصبغ … قبل انفصاله … بالماء مجتبیٰ اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گھی کا سانا ستو لے اور جس قدر رنگ سے کپڑے کی قیمت زیادہ ہوگئی اسکا اور گھی کا تاوان دیوے اسلئے کہ گھی مالک کی ملک کے ساتھ متصل ہونے کے وقت مثلی تھا اور رنگ مثلی باقی نہ رہا قبل از انفصال ہلاک ہو مالک کے سبب … رنگ کے پانی کے ساتھ کذا فی المجتبیٰ رد غاصب الغاصب المغصوب علی الغاصب الاول برئ عن ضمانه غاصب کے غاصب نے مغصوب پھیر دیا پہلے غاصب کو تو مغصوب کے تاوان سے غاصب ثانی بری الذمہ ہوگا کما لو رد المالک المغصوب فی ید غاصب الغاصب فادی القیمة اسلئے الغاصب لانه برئ الغاصب باعتبار القیمة مقام العین چنانچہ اگر مغصوب ہلاک ہوگیا غاصب الغاصب کے ہاتھ میں سو اسنے اسکی قیمت ادا کردی غاصب اول کو تو بھی وہ بری الذمہ ہوگا بسبب قائم ہونے قیمت کے مقام عین مغصوب کے اذا کان قبض القیمة معروفا بقضاء او بینة او تصدیق المالک لا باقرار الغاصب الاول فی حق نفسه فقط عمادیہ اور قیمت سے غاصب ثانی اسوقت بری الذمہ ہوگا جب غاصب اول کا قیمت قبض کرنا معلوم ہو قاضی کے حکم سے یا گواہوں سے یا مالک کی تصدیق سے نہ غاصب اول کے اقرار سے گر اپنے حق میں اور پہلے غاصب کے حق میں غاصب اول کا اقرار معتبر ہوگا کذا فی العمادیہ یعنی جبکہ غاصب اول قبض قیمت کا اقرار کریگا تو اب غاصب ثانی سے مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن مالک مطالبہ کر سکتا ہے اور جبکہ مالک غاصب ثانی سے درصورت اقرار مذکور قیمت لیگا تو غاصب ثانی غاصب اول سے قیمت پھیر لیگا بسبب اسکے اقرار کے غصب شیئا ثم غصبه آخر منه فاراد المالک ان یاخذ بعض الضمان من الاول وبعضه من الثانی فله ذلک صرح به … والمالک بالخیار فی تضمین ایهما شاء واذا اختار تضمین احدهما لم یملک ان یرجع بتضمین الآخر … عمادیہ غاصب کی ایک چیز پھر دوسرے شخص نے اس سے غصب کی سو مالک نے چاہا کہ بعض ضمان غاصب اول سے لے اور بعض غاصب ثانی سے تو اسکو یہ فعل درست ہے کذا فی السراجیہ اور مالک مختار ہے ایک غاصب سے پورا تاوان لینے میں جس سے چاہے اور جبکہ ایک سے تاوان لینا اختیار کرلیا تو پھر اسکے چھوڑنے کا اور دوسرے غاصب سے ضمان لینے کا مالک نہ رہیگا اور بعضوں نے کہا مالک رہیگا کذا فی العمادیہ الاجازة لا تلحق الاتلاف فلو اتلف مال غیره تعدیا فقال المالک اجزت او رضیت لم یبرأ من الضمان اشباه معزیا للبزازیة لکن نقل المصنف عن العمادیة ان الاجازة تلحق الافعال وهو الصحیح قال وعلیه فتلحق الاتلاف لانه من جملة الافعال … اجازت لاحق نہیں ہوتی تلف کردینے کو تو اگر غیر کا مال تلف کیا ظلم کی راہ سے پھر مالک نے کہا کہ میں نے اسکو جائز رکھا یا میں راضی ہوگیا تو تلف کرنے والا ضمان سے بری نہ ہوگا کذا فی الاشباہ منقولا عن البزازیہ لیکن مصنف نے شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے کہ اجازت افعال کو لاحق ہوتی ہے مصنف نے کہا کہ یہی صحیح ہے تو اسکے بموجب تلف کردینے کو بھی اجازت لاحق ہوگی اسواسطے کہ اتلاف منجملہ افعال کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم … شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ اگر افعال … غیر … اور … تو سب مشائخ کے اقوال پر عمل ہو سکتا ہے یہی … کہ بعضے افعال اعدام ہوتے ہیں اور بعضے ایجاد تو مشائخ کا قول اس فعل پر محمول ہے جو اعدام نہ ہو کذا فی الطحطاوی کسر الغاصب الخشب کسرا فاحشا ملکه ولو کسره الموهوب له لم ینقطع حق الرجوع اشباه غاصب نے لکڑی بکسر فاحش توڑی تو اسکا مالک نہ ہوگا اگرچہ اسکی قیمت زیادہ ہوجاوے توڑنے سے کذا فی … اور اگر لکڑی کو موہوب له نے توڑا ہے تو واہب کے پھیر لینے کا حق منقطع نہ ہوگا کذا فی الاشباه وفیها اجر الغاصب ورد اجرتها الی المالک تطیب له لان اخذ الاجرة اجازة اور اشباہ میں ہے کہ غاصب نے غصب کی چیز اجارہ دی اور اسکی اجرت مالک کو پھیر دی تو اسکو یہ حلال ہے اسواسطے کہ اجرت لینا اجازت ہے اجارہ کی فروع مسائل … شارح کے … فانقطع فی … فانه انقطع حقه وعلی الشعیر قیمته منکسرا شرح وہبانیہ … لیا سو وہ ٹوٹ گیا چیرنے میں سو اس نے

جوڑنا بدون اذن مالک کے تو مالک کا حق اُس سے منقطع ہو گیا اور تغییر ہو گئی اس لیے اُسکی قیمت واجب ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ترکب دار غیرہ
لاطفاء حریق وقع فی البلد فانہدم شی بہ لم یضمن لان ضرر الحریق عام فکان لکل دفعہ جوہرہ ایک شخص غیر کے گھر پر چڑھا اُس آگ بجھانے کو
جو شہر میں واقع ہوئی سو کچھ عمارت منہدم ہو گئی اُسکے چڑھنے سے تو اُسپر کچھ ضمان نہیں اسواسطے کہ آتش زنی کا ضرر شامل ہے سب کو تو ہر شخص کو
اُسکے دفع کرنے اور بجھانے کا حق ہے کذا فی الجوہرہ ولا یجوز دخول بیت انسان الا باذنہ الا فی الغزو جائز نہیں آدمی کے گھر میں گھسنا مگر اُسکی اجازت
سے مگر جہاد میں جائز ہے یعنی جہاد میں غازیوں کو کفار کے گھروں میں بلا اذن داخل ہونا جائز ہے واللہ اعلم وفیما اذا سقط ثوبہ فی بیت غیرہ وخاف لو
اعلمہ اخذہ اور غیر کے گھر میں بلا اذن مالک داخل ہونا اُس صورت میں جائز ہے جبکہ ایک شخص کا کپڑا غیر کے گھر میں گر گیا اور وہ ڈرا کہ اگر میں اُسکو خبر
کرونگا تو وہ اُسکو خود دبا رکھیگا حفر قبرا فدفن فیہ آخر میتا فہو بالخیار ان شاء اخرجہ وان شاء سواہ وان شاء اخذ قیمۃ الحفر وان
ترکہ ولا یکرہ لو الارض مسبلۃ لان الحافر لا یدری بای ارض یموت ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی پھر اُسمیں دوسرے شخص کو مردہ گاڑا
تو وہ تین صورتوں میں ہے اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی مملوک ہے تو اُسکو مردہ اکھاڑنا اور زمین کو برابر کر دینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہے تو اُسکو قبر کھودنے
کی قیمت یعنی اجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہے تو اسی طرح اُسکی اجرت ثابت ہے اور یہ مکروہ نہیں اگرچہ زمین وقف کی تھی اور وہ اسواسطے کہ قبر کھودنے والا نہیں
جانتا کہ کس زمین میں مریگا ہم دلوا الجیہ میں ہے کہ ایک مسلمان نے مقبرہ وقف میں قبر کھودی پھر دوسرے نے اُسمیں دفن کرنے کا ارادہ کیا اگر مکان میں تنگی نہ
ہو تو اول شخص مزاحمت نہ کرے اور اگر وسعت نہ ہو تو مزاحمت کرے اور پہلی صورت میں دفن کریگا تو کیونکہ یہ ایسا کام ہے جسکو البتہ نیک لوگ اسواسطے
کرتے ہیں اپنے واسطے قبر کھودی ہے وہ جانتا نہیں کہ کس زمین میں مریگا کذا فی الطحطاوی لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الا فی مسائل مذکورۃ فی
الاشباہ جائز نہیں تصرف کرنا غیر کے مال پر بدون اُسکے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے مگر چند مسائل میں تصرف مال غیر جائز ہے جو اشباہ میں مذکور ہیں
منجملہ مسائل مذکورہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فرزند کو والد مریض کیواسطے باحتیاج خرید کرنا بغیر اُسکے اذن کے جائز ہے اور اسیطرح والد کو فرزند کے واسطے اُس کے
مال سے خرید درست ہے لیکن اور چیز سواے طعام اور دوا کے خرید کرنا بدون اذن کے جائز نہیں اسواسطے کہ احتیاج میں اذن باعتبار عادت کے ثابت ہے دوسرا مسئلہ
یہ کہ مودع کو صاحب ودیعت کے والدین پر بدون اُسکے اذن کے صرف کرنا اُس مکان میں درست ہے جہاں راے قاضی کا حاصل ہونا ممکن نہیں اور اُسپر ضمان لازم
نہوگا باعتبار استحسان کے تیسرا مسئلہ یہ کہ ایک رفیق سفر میں مر گیا تو باقی رفیقوں نے اُسکا اسباب بیچا اور اُسکی تجہیز و تکفین اُسکے ثمن سے کی اور باقی ثمن اُس کے
وارثوں کو دیا تو اُنپر ضمان نہیں غصب حمارۃ فتبعہا جحشہا فاکلہ الذئب ضمنہ کما فی معایاۃ الوہبانیۃ شعر وغاصب شی کیف کان یضمن غیرہ + ولیس لہ فعل بہ یتغیر گدہی
ایک شخص نے غصب کی سو اُسکا بچہ اُسکے پیچھے لگا چلا گیا سو اُسکو بھیڑیا کھا گیا تو غاصب پر اُسکا تاوان لازم ہوگا چنانچہ یہی مسئلہ وہبانیہ کی چیستان میں یوں کہا
ہے اور ایک چیز کا غاصب کیونکر ضمان دیتا ہے غیر مغصوب کا اور حالانکہ اُسکا ایسا فعل نہیں جس سے وہ متغیر ہو جاوے اور عالمگیری میں ہے کہ غیر کی گدہی بلا اجازت ہانک
لے گیا اور بھیڑیا اُسکا بچہ کھا گیا یا بچہ ضائع ہو گیا اور اُسنے مالک کو گدہی پھیر دی تو اگر غاصب بچہ کو گدہی کے ساتھ ہانک لیگیا ہو تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر
بچہ پیچھے لگا چلا گیا بدون اُسکے ہانکنے کے تو اُسپر بچہ کا تاوان نہیں شارح وہبانیہ نے بھی یہی تفصیل نقل کی ہے اور بیت کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ گدہی کے ساتھ
بچہ کو بھی وہ ہانک لیگیا ہے اسواسطے وہ ابتداءً متعدی ٹھہرا شعر وغاصب نہر ہل لہ منہ شربۃ + وہل لہم نہر بہا ہل طاہر + اور نہر کے غاصب کو اُسمیں سے پینا درست ہے یا نہیں
اور کیا وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے یا نہیں ہم سوال اول کا جواب یہ ہے کہ اگر غاصب نے تحویل مکان کی ہو یعنی نہر نے اُسکے مکان کو ہٹایا ہو تو اُسمیں سے پانی پینا اور وضو
کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ تحویل سے غصب کا اثر ظاہر ہو گیا اور بلا تحویل شرب اور وضو جائز ہے اسواسطے کہ نہر میں سے ہر شخص کو پینا اور وضو بھی درست ہے اور دوسرے سوال کا
جواب یہ ہے کہ ہاں وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ فصل یہ فصل ہے کتاب الغصب کی تتمہ میں غیب ما غصبہ وضمن قیمتہ ملکہ

عندنا لملکا استنادا الی وقت الغصب فتسلم له الاکساب لا الاولاد یعنی غاصب نے جو غصب کیا اسکو غاصب کرڈالا اور اسکی قیمت کا مالک کو تاوان دیا
تو ہمارے نزدیک وہ اسکا مالک ٹھہریگا غصب کرنے کے وقت سے تو غاصب کو مغصوب کی کمائیان حلال ہونگی نہ اولاد مغصوب کذا فی المنح والقول له
بیمینه لو اختلفا فی قیمته ان لم یبرهن المالک علی الزیادة اور غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت مین اختلاف
کیا ہو بشرطیکہ مالک نے زیادتی قیمت گواہی سے ثابت نہ کی ہو فان برہن او برہنا فللمالک ولا تقبل بینة الغاصب لقیامها علی نفی الزیادة ہو الصحیح زیلعی
پھر اگر مالک گواہ لایا یا دونون گواہ لائے اپنے دعوی پر تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہونگے اسواسطے کہ وہ شہادت نفی
زیادت پر قائم ہے اور نفی کی گواہی مقبول نہین یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی ونقل المصنف عن البحر والجواہر لو قال الغاصب او المودع المتعدی لا اعرف قیمته
لکن علمت انها اقل مما یقوله فالقول للغاصب بیمینه ویجبر علی البیان اور مصنف نے شرح مین بحر الرائق اور جواہر سے نقل کیا کہ اگر غاصب اور مودع
متعدی کہے کہ مین مغصوب اور ودیعت کی قیمت نہین جانتا لیکن یہ جانتا ہون کہ قیمت اسکی اس سے کمتر ہے جو مالک کہتا ہے تو غاصب اور اسیطرح مودع
کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور بیان قیمت پر جبر کیا جاویگا ہم بحر الرائق کی تالیف تو کتاب الاجارہ تک منتہی ہوگئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ
اس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ صاحب بحر نے اختلاف مین ذکر کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فان لم یبین حلف علی الزیادة فان نکل لزمته وان حلف
اگر غاصب قیمت مجہولہ بیان نہ کرے تو اس سے نفی زیادت پر قسم لیجاوے سو اگر وہ قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اسکو لازم ہوگی ولو حلف المالک ایضا
علی الزیادة اخذها اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بھی زیادت پر قسم کھائی تو وہ اسکو لیگا غاصب سے ثم ان ظهر المغصوب فللغاصب اخذه ودفع القیمة او
رده واخذ القیمة وہی من خواص کتابنا فلیحفظ لابد لیکہ اگر مغصوب ظاہر ہوا تو غاصب کو جائز ہے مغصوب کا لینا اور اسکی قیمت دینا یا مغصوب کا مالک کو پھیر
دینا اور اس سے قیمت پھیر لینا اور یہ تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان ظهر المغصوب وہی ای قیمته
اکثر مما ضمن او مثله او دونه علی الاصح عنایہ فالاولی ترک قوله وہی اکثر وقد ضمن بقوله اخذه المالک ورد عوضه او امضی الضمان پھر اگر مغصوب ظاہر ہوا اور
حالانکہ اسکی قیمت زیادہ تر ہے اس سے جو غاصب نے ضمان دیا یا برابر ہے اسکے یا کمتر ہے اس سے بقول اصح کذا فی العنایہ اور حالانکہ غاصب ضمان دیچکا ہے اپنے
قول کے موافق تو مالک مختار ہے چاہے مغصوب کو لے اور عوض اسکے جو ضمان لیا ہے پھیر دے چاہے ضمان ہی کو جاری رکھے شارح نے کہا صاحب عنایہ کی
روایت سے ثابت ہوا کہ بقول اصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکسان ہے حکم مین تو مصنف کو بہتر تھا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا ولا خیار للغاصب
ولو قیمته اقل للزومه باقراره ذکره الوانی نعم متی ملکه بالضمان فله خیار عیب ورؤیة مجتبی اور غاصب کا صورت مذکورہ مین کچھ اختیار نہین اگرچہ قیمت مغصوب
کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے اقرار سے کذا ذکرہ الوانی مجتبی الدرر ہان جبکہ مالک ضمان کا مالک ہوگا تو اسکو خیار العیب
اور خیار الرویت ثابت ہے کذا فی المجتبی ہم اسواسطے کہ ضمان غصب ضمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرویة اسکو لازم ہوا چاہیے ولو ضمن بقول المالک
او ببرہانه او بنکول الغاصب فهو له ولا خیار للمالک لرضاه حیث ادعی ہذا المقدار فقط اور اگر غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اسکے گواہ لانے یا غاصب
کے انکار قسم کے سبب سے تو مغصوب ظاہر ہونے کے بعد غاصب کا مملوک ہوگا اور مالک کا اسمین اختیار باقی نہ رہیگا اسکی رضامندی کے سبب سے کیونکہ
مالک نے فقط اسی مقدار کا دعوی کیا وان باع الغاصب المغصوب فضمنه المالک نفذ بیعه اگر غاصب نے مغصوب کو بیچ ڈالا پھر مالک نے اسکا تاوان لیا
تو غاصب کی بیع نافذ ہوجاویگی وان حرره ای الغاصب لا ان حرر المشتری من الغاصب نافذ فی الاصح عنایہ ثم ضمنه لا لان الملک الناقص یکفی لنفاذ البیع
لا العتق اور غاصب نے مغصوب کو آزاد کردیا پھر مالک نے اس سے اسکا تاوان لیا تو عتق نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ ملک ناقص نفاذ بیع کے واسطے کافی
ہے اور نفاذ عتق کے واسطے کافی نہین شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا نہ غاصب کے مشتری کا اسواسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول اصح مین نافذ ہے

كذا في العناية او زوائد المغصوب مطلقا متصلة كسمن وحسن او منفصلة كدر وثمر لانها اى الزوائد لا تضمن الا بالتعدي او المنع بعد طلب المالك لانها امانة اور
مغصوب کی زوائد مطلقاً خواہ زوائد متصلہ ہون جیسے فربہی اور خوبصورتی مغصوب کی یا زوائد منفصلہ ہون جیسے دودھ اور پھل امانت ہین غاصب کے
پاس اُنکا تاوان نہین مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب کرنے مالک کے اُسکے نہ دینے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ زوائد مذکورہ امانت
ہین ہم بیان دعوی اور دلیل ایک ہی ہوگیا تو اگر شارح یون کہتا کہ زوائد ہین اسواسطے تاوان نہین کہ اُنمین غصب متحقق نہین تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی
و بطلب المنفصلة لا المتصلة لا يضمن اور اگر مالک زوائد متصلہ کو طلب کرے تو تاوان نہین وما نقصت الجارية بالولادة مضمون ويجبر بولدها بقيمته او بغرته ان في به و
الا فيسقط بحسابه اور جاریہ مغصوبہ جو اپنی قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کردی تو اُسکا تاوان غاصب پر لازم کیا جائیگا اور لونڈی کا جبر نقصان اُسکے
ولد کی قیمت یا اُسکے غرہ سے کیا جاویگا اور اگر اُسکے ساتھ برابر ہوا اور اگر قیمت ولد نقصان جاریہ کی برابر نہ ہو کم ہو تو اُس کے حساب کے موافق ضمان سے ساقط
کیا جاویگا ہم یعنی اگر جاریہ مغصوبہ کی قیمت سو درہم تھی اور ولادت سے ساٹھ درہم قیمت رہ گئی تو اگر اُسکے ولد کی قیمت ۴۰ درہم ہو تو جبر نقصان ہوگیا لونڈی اور اُسکا
ولد مالک کو پھیر دیا جاوے غاصب پر کچھ تاوان لازم نہ ہوگا اور اگر ولد کی قیمت ۲۵ درہم ہو تو ۴۰ سے اسقدر ساقط کرکے ۱۵ درہم کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا
قیمت سے جبر نقصان اُسوقت ہوگا جبکہ ولد زندہ پیدا ہو والا غرہ سے جبر نقصان ہوگا غرہ مراد یہ ہے کہ ایک مرد نے جاریہ کے پیٹ پر ایسی ضرب ماری کہ لڑکا مردہ
پیٹ سے گر پڑا تو اُسپر غرہ یعنی دیت واجب ہوگی اُسی سے جبر نقصان کیا جاویگا ولو ماتت بالولادة فكذا في الصحيح اختيار اور اگر جاریہ مغصوبہ غاصب کے پاس مرگئی
اور اُسکے ولد کی قیمت اُسکی قیمت کے ساتھ برابر ہو تو بھی کفایت ہوگی فی الاصح کذا فی الاختیار یعنی غاصب پر کچھ ضمان نہین زنى بامة مغصوبة اي غصبها
فردها حاملا فماتت بالولادة ضمن قيمتها يوم علقت زنا کیا اُس جاریہ سے جسکو غاصب نے خود غصب کیا تھا پھر جاریہ حاملہ کو مالک کو پھیر دی سو وہ ولادت سے مرگئی
تو غاصب پر اُسکی اُس قیمت کا ضمان لازم ہوگا جو اُسکی قیمت حاملہ ہونے کے دن تھی ہم چونکہ رد فاسد تھا لہذا اُسپر ضمان لازم ہوا یعنی جب اُسنے غصب کی تھی
تو اُسمین تلف ہوجانے کا کوئی سبب نہ تھا اور جب اُسنے پھیر دی تو سبب تلف اُسمین موجود تھا یعنی حمل تو پھیرنا صحیح نہ ٹھہرا بخلاف الحرة لانها لا تضمن بالغصب
فبقي ضمان الغصب بعد فساد الرد بخلاف حرہ مغصوبہ کے پھیر دینے کے یعنی اگر حرہ مغصوبہ سے زنا کرکے حاملہ اُسکو پھیر دیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر
ضمان نہین ہو اسواسطے کہ حرہ کا ضمان غصب سے نہین ہوتا تاکہ ضمان غصب بعد فساد رد باقی رہے ولو ردها محمومة فماتت لا يضمن اور اگر جاریہ مغصوبہ پھیر دی اور
حالانکہ اُسکو تپ تھی سو وہ مرگئی تو غاصب پر ضمان نہین اسواسطے کہ تپ مین غاصب کا کچھ دخل نہین وكذا لو زنت عنده فردها فجلدت فماتت بل تنقص اور اسیطرح
غاصب پر ضمان موت نہین اگر جاریہ مغصوبہ نے غاصب کے پاس کسی دوسرے شخص سے زنا کیا پھر غاصب نے مالک کو پھیر دی پھر اُسپر بسبب زنا کے کوڑے مارے گئے سو
وہ اُسکے سبب سے مرگئی كذا في الملتقى ہم زیلعی نے کہا لیکن غاصب پر نقصان زنا کا ضمان البتہ لازم ہوگا ولو زنى بها فحبلت فولدت ثبت النسب والولد حر في درايه
اگر غاصب نے جاریہ مغصوبہ سے زنا کیا اور اُسکو ام ولد بنایا تو نسب ثابت ہوگا اور لڑکا مملوک مالک کا ہوگا کذا فی الدرر وبخلاف منافع الغصب استوفاها او عطلها
فانها لا تضمن عندنا اور برخلاف منافع غصب کے خواہ غاصب نے منافع کو حاصل کرلیا ہو یا اُنکو معطل چھوڑا ہو اُنکا کچھ تاوان ہمارے نزدیک نہین ہے دو وجہ سے
بعض المتون ومنافع الغصب غير مضمونة الخ لكن لا يلائمه ما ياتي من عطف قوله المسلم الخ مع انه مختصر قد برا اور متن کے بعضے نسخے مین یون عبارت ہے ومنافع الغصب غير
مضمونة الخ لیکن اسکو عبارت کے وہ عبارت جو آگے آویگی یعنی عطف کرنا خمر مسلم کا مناسب نہین باوجودیکہ عبارت سابقہ زیادہ تر مختصر ہے سو اسکو غور کرلو الا في ثلث
فيجب اجر المثل على اختيار المتاخرين ان يكون المغصوب وقفا للسكنى او للاستغلال منافع غصب کا ضمان نہین مگر تین صورتون مین تو اجرت مثل واجب ہوگی
بعد جب اختیار کرنے فقہاے متاخرین کے پہلی صورت یہ ہے کہ مغصوب وقف ہو خواہ سکونت محتاجین کیواسطے وقف ہو خواہ کرایہ لینے کے واسطے وقف ہو او
مال يتيم الا في مسئلة سكنت امه مع زوجها في داره بلا اجر فليس لهما ذلك ولا اجر عليهما كذا في الاشباه سفر يا لوصايا من القنية یا مال یتیم کے منافع مغصوب ہین تو اجرت مثل

واجب ہی مگر اس مسئلہ مین کہ یتیم کی ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر مین بدون کرایہ رہی تو زوجین کو یہ جائز نہین اور اُنپر کرایہ بھی نہین ہی چنانچہ
اشباہ مین قنیہ کی کتاب الوصایا سے منقول ہی قلت ویستثنی ایضا سکنی شریک الیتیم فقد نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ انہ لاشئ علیہ وکذا الاجنبی بلا عقد قیل والدار
للیتیم کالوقف انتہی مین کہتا ہون اور وجوب اجرت والی یتیم سے سکونت شریک یتیم کا مسئلہ بھی مستثنی ہی اسواسطے کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہی
کہ شریک یتیم پر کچھ واجب نہین اور اسیطرح اُس اجنبی شخص پر واجب نہین جو یتیم کے گھر مین بلا عقد اجارہ رہا اور بعضون نے کہا کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہی وجوب
اجرت مین مطلقا انتہی قول المصنف ثم مفتی ابو السعود نے کہا یہی قول معتمد ہی کہ مال یتیم وقف کے مانند ہی تو در حقیقت کچھ استثنا نہین قلت ویمکن حمل کلا القولین
علی قول المتقدمین بعدم اجرتہ واما علی قول المتاخرین انہا کالوقف فتجب الاجرۃ علی الشریک والزوج لکون سکنی المرأۃ واجبۃ علیہ وہو غاصب لدار الیتیم فتلزمہ الاجرۃ
وبہ افتی ابن نجیم مین کہتا ہون اور استثنا کے دونون سکون کا حمل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہی اور متاخرین کے تو قول معتمد پر یہ ہی کہ یتیم کا گھر
وقف کے مانند ہی تو اجرت گھر کی یتیم کے شریک اور اسکی ماں کے شوہر پر واجب ہوگی اسواسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہی اور زوج مذکور گھر یتیم کا غاصب
ہی تو اُسپر کرایہ لازم ہوگا اور اسی قول کا فتوی دیا ہی ابن نجیم صاحب اشباہ نے ثم اور اگر یتیم کی ماں اسکے گھر مین رہے درصورتیکہ اُسکا کوئی شوہر نہ ہو تو اُس پر
اجرت نہین کذا فی الطحطاوی عن الحمیدی وفی الصغیر فینبغی التفصیل لو الیتیم یقدر علی المنع فلا اجر والا فعلیہا غیر ظاہر اور صغیر فیہ جو یہ تفصیل مذکور ہی کہ اگر یتیم منع
پر قادر ہی اور اُسنے منع نہ کیا تو اجرت نہین اور اگر منع پر قادر نہین تو زوجین پر اجرت واجب ہی غیر ظاہر ہی ثم قول مذکورہ کی ظاہر اغیر ظاہر ہونے کی یہ وجہ
ہی کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور عدم منع لائق اعتبار کے نہین ہی وعلیہ فہو علیہ لا علیہا کما افادہ فی تنویر البصائر اور یہ جب اسکے یعنی بموجب قول معتمد کے تو اجرت
زوج پر واجب ہی نہ یتیم کی ماں پر چنانچہ یہ افادہ تنویر البصائر مین مذکور ہی یعنی اسواسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہی تو وہ غاصب ٹھہرا ثم نقل عن الخانیۃ
ان مسئلۃ الدار کمسئلۃ الارض وان الحاضر اذا سکن فیہا اذا کان لا یضرہا فللغائب ان یسکن قدر شریکہ قالوا وعلیہ الفتوی پھر صاحب تنویر البصائر نے خانیہ
سے نقل کیا کہ گھر کا مسئلہ زمین کے مسئلہ کے موجب ہی اور شریک حاضر جبکہ گھر مین سکونت کرے جس صورت مین کہ سکونت گھر کو ضرر نہ کرے تو شریک غائب کو
جائز ہی کہ اسمین بقدر اپنے شریک کے سکونت کرے علما نے کہا اور اسی پر فتوی ہی ثم عمادیہ مین مذکور ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ اگر زراعت زمین کو نقصان نہ دے نفع کرے
تو شریک کو تمام زمین مین زراعت کرنا جائز ہی پھر جب شریک غائب آوے تو وہ بھی تمام زمین مین زراعت کرے اتنی مدت تک اسواسطے کہ رضا مندی مالک کی ایسی
صورت مین باعتبار دلالت حال کے ثابت ہی اور اگر زراعت زمین کو مضرت کرے تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی او معدا ای اعدہ صاحبہ للاستغلال ان
بناہ لذلک او اشتراہ لذلک قیل لو اجرہ ثلث سنین علی الولاء یا اُس مغصوب کے منافع کے اجرت مثل واجب ہی جو مہیا ہو استغلال کیواسطے یعنی اُسکے مالک نے اُسکو
تیار کیا ہو کرایہ لینے کے واسطے اسطرح پر کہ اُسکو بنایا ہو اسی واسطے یا خرید کیا ہو اسی واسطے بعضون نے کہا یا اُسکو اجارہ دیا ہو تین برس علی الاتصال (کرایہ لینا) فی
الاشباہ لا یصیر الدار معدۃ لہ باجارتہ ابل ببنائہا او شرائہا لہ ولا باعداد البائع بالنسبۃ للمشتری اور اشباہ مین ہی کہ گھر استغلال کے واسطے مہیا نہین ٹھہر جاتا اُس کے
اجارہ دینے سے بلکہ اُسکے بنانے یا خرید کرنے سے کرایہ لینیکیواسطے اور نہ بائع کے مہیا کرنے سے نسبت مشتری استغلال کیواسطے ہو سکتا ہی وشرط علم المستعمل بکونہ
معدا حتی یجب الاجر او بہ استعمال کرنے والے کا یہ جاننا شرط ہی کہ وہ گھر کرایہ کیواسطے مہیا ہی تب اجرت مثل واجب ہوگی والا یکون المستعمل مشہورا بالغصب اور وجوب
اجرت کی یہ شرط ہی کہ استعمال کرنے والا غصب کرنے مین مشہور نہ ہو ثم اور اگر مشہور ہوگا غصب مین تو اُسپر کرایہ نہین اگرچہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اور دونون
مسئلون کی وجہ یہ ہی کہ اُسنے سکونت نہین کی کرایہ لازم کرکے کذا فی الطحطاوی قلت ولو اختلفا فی العلم وعدمہ فالقول لہ بیمینہ لانہ منکر والآخر مدع مین کہتا
ہون اور اگر صاحب خانہ اور رہنے والا علم اور عدم علم مین مختلف ہون یعنی صاحب خانہ کہتا ہو کہ تو جانتا تھا کہ یہ گھر کرایہ کے واسطے بنا ہی اور رہنے والا کہتا ہو
کہ مجھکو اسکا علم نہ تھا تو رہنے والے کا قول اُسکی قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی اور دوسرا مدعی ہی اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہی نہ مدعی کا قال شیخنا [illegible]

رب الدار بموته لا يبطل الاعداد ہمارے استاد نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت سے اور اسکے بیچ ڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کیواسطے مہیا ہونا باطل ہوجاتا ہے ولو بنى لنفسه ثم اراد ان يعده قال فلا بد ان يقول بلسانه ويخبر الناس جاز ذكره المصنف اور اگر ایک شخص نے گھر اپنے واسطے بنایا پھر چاہا کہ اسکو کرایہ کے واسطے مہیا کرے تو اگر وہ اپنی زبان سے کہے اور لوگوں کو اسکی خبر کردے تو جائز ہوگا مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے الا فی المعد للاستغلال فلا ضمان فيها فان سكن بتاويل ملك كبيت سكنه احد الشركاء في الملك ولو يتيما كما مر عن القنية فتنبه مگر اس گھر میں ضمان نہیں جو کرایہ کیواسطے تیار ہوا جبکہ اسمیں کسی شخص نے سکونت کی اپنی ملکیت کی تاویل اور توجیہ سے چنانچہ وہ گھر جسمیں شرکا ملک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گھر مشترک یتیم کا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا ہے قنیہ سے تو خبردار رہنا ہم شارح نے خبردار کردیا اس بات پر کہ روایت قنیہ متقدمین کے قول پر مبنی ہے اور حالانکہ فتوی متاخرین کے قول پر ہے وجوب اجرت میں اما فی الوقف اذا سكنه احدهما بالغلبة بلا اذن لزم الاجر لكن وقف کے مکان میں جبکہ ایک شریک اسمیں سکونت کرے غالب ہوکر بدون اذن کے تو اجرت لازم ہوگی او قوله كبيت اليتيم او سكنه المرتهن ثم بان للغير معدا للاجارة فلا شيء عليه یا سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گھر میں مرتہن رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہے درانحالیکہ وہ اجارہ کیواسطے مہیا ہے تو مرتہن مذکور پر کچھ ضمان نہیں ایسی لو اجر الغاصب اجرا فعلی المستاجر المسمى لا اجر المثل ولا يلزم الغاصب الاجر بل يرد ما قبضه للمالك اشباه وقنیہ باقی رہی یہ بات کہ غاصب نے صورت ثلثہ مذکورہ سے یعنی وقف اور مال یتیم اور معد للاستغلال سے ایک گھر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت مسمی ادا ہوگی نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم نہوگی بلکہ جو غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیردے کذا فی الاشباہ والقنیہ وفی الشرنبلالیہ ونقل الزاهدي انه يلي يضمن الاجرة كما لو سكن اور شرنبلالیہ میں ہے اور اسمیں نظر اور تلاش کرلی چاہیے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑے کیا اجرت کا ضامن ہوگا چنانچہ سکونت کے حال میں ہو وبخلاف خمر المسلم وخنزيره بان اتلفهما ذمي او اتلفهما مسلم او ذمي فلا ضمان اور برخلاف مسلمان کے شراب اور سور کے اسطرح پر کہ کافر مسلمان ہوا اور شراب اور سور اسکی ملک میں باقی رہے جبکہ دونوں مسلمان یا ذمی تلف کرڈالے تو ضمان نہیں یعنی اسواسطے کہ مسلمان کے حق میں شراب اور سور مال متقوم نہیں وضمن المتلف المسلم قيمتها لان الخمر في حقنا قيمي حكما لو كان لذمي اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنیوالا دونوں کی قیمت کا تاوان دے اگر شراب اور سور کافر ذمی کی مملوک ہوں قیمت کا تاوان ہے اسواسطے کہ شراب ہم مسلمانوں کے حق میں قیمت والی چیز ہے باعتبار حکم شرع کے ہم ضمان ہوا اسواسطے لازم ہوا کہ ذمیوں کے حق میں شراب اور سور مال متقوم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز ہے نہ قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اسکی تملیک اور تملک سے ممنوع ہے لہذا اسکی قیمت مسلم پر واجب ہوئی والمسلمة غير الامام او مأموره يرى ذلك عقوبة فلا يضمن ولا الذي خلا فالمجتبى ضمان اسوقت واجب ہوگا جبکہ تلف کرنیوالا بادشاہ یا اسکا مامور نہ ہو جو اتلاف کو تعزیر جانتا ہے تو اب ضمان نہوگا اور نہ شراب کی مشک کے تلف کرنے کا برخلاف مجتبی کے کذا فی المجتبی وفيه اگر بادشاہ یا اسکا مامور شراب اور سور کے اظہار بیع پر انکو تلف کرڈالے باعتبار تعزیر کے تو اسپر ضمان نہیں منع اظہار میں ہے کہ ذمی نے دارالاسلام میں خمر اور خنزیر کی بیع علانیہ کی تو اسکو منع کیا جائیگا پھر اگر کوئی شخص شراب بہادے یا خنزیر کو قتل کرے تو اسپر ضمان ہے لیکن اگر امام یہ کرے تعزیر جانکر تو اسپر تاوان نہیں مشکہ کانہ شراب کا نہ سور کا ولا ضمان في ميتة ودم اصلا اور مردار اور خون کے تلف کرنے میں اصلا تاوان نہیں خواہ مسلم کے ہوں یا ذمی کے اسواسطے کہ کسی اہل دین کے نزدیک یہ چیزیں مال نہیں بخلاف مالو اشتراها اي الخمر منه اي الذمي مسلم فلا ضمان ولا ثمن لانه فعله بتسليط بائعه بخلاف غصبها مجتبى برخلاف اس مسئلہ کے اگر شراب ذمی سے خریدی اور پی تو نہ اسپر ضمان ہے نہ ثمن اسواسطے کہ مشتری نے یہ فعل اسکے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب کے غصب کرنے کے کہ اسمیں تسلیط مالک نہیں لہذا اسپر ضمان ہے کذا فی المجتبی وفيها تلف ذمي خمر ذمي ثم اسلما او احدهما لا شيء عليه الا في رواية عليه قيمة الخمر اور مجتبی میں ہے کہ ذمی نے دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونوں مسلمان ہوگئے یا ایک تو تلف کرنے والے پر کچھ تاوان نہیں مگر ایک روایت میں اسپر تاوان مذکور ہے وغصب خمر مسلم فخللها بما لا قيمة له كخل قليل او ملح يسير لا قيمة له او شمس او غصب جلد ميتة فدبغه بما لا قيمة له كتراب وشمس اخذهما المالك مجانا شراب مسلمان کی

غصب کی چیز اُسکو سرکہ بنایا اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ تھوڑے سے گیہون یا تھوڑا نمک ڈالکر جسکی کچھ قیمت نہیں یا سرکہ بنایا دھوپ مین
رکھکر یا مردار کی کھال غصب کی پھر اسکی دباغت کی اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ مٹی اور دھوپ سے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو مفت لیگا
ولکن لو اتلفہما ضمن لا لو تلفا ولیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کریگا تو ضمان دیگا اور اگر وہ خود بخود تلف ہوں تو اُسپر ضمان نہیں وفی
شرح الوہبانیۃ یضمن قیمۃ مدبوغا وافتاہ فی الملتقی اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضامن ہے اور اسی قول پر ملتقی مین اعتبار کیا ہے ہم یہ ضمان
صورت اتلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ولو خللہا بذی قیمۃ کالملح الکثیر والخل ملکہ ولا شیئ علیہ لما لکہا اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی
چیز سے چنانچہ زیادہ نمک اور سرکہ ڈالکر تو غاصب اُسکا مالک ہوجاویگا اور مالک کے واسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہیں بخلاف صاحبین لو دبغ بہ
بذی قیمۃ کقرظ وعفص الجلد اخذہ المالک ورد ما زاد الدبغ اور اگر قیمت والی چیز سے جلد کی دباغت کی چنانچہ ببول کی چھال اور مازو سے تو مالک اُسکو
لے اور جسقدر قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہوگئی وہ غاصب کو پھیر دے والغاصب حبسہ حتی یاخذ حقہ اور غاصب کو جلد مدبوغ کا روک رکھنا اپنے حق کے
لینے تک درست ہے ولو تلف لا یضمن کما لو تلف اور اگر غاصب جلد مدبوغ مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دیگا چنانچہ اس صورت مین ضمان نہین اگر وہ خود بخود تلف
ہوجاوے ولا ضمان باتلاف المیتۃ ولو لذمی اور ضمان نہین مردار کے تلف کرڈالنے سے اگرچہ مردار ذمی کا ہو ولا باتلاف متروک التسمیۃ عمدا ولو لمن یبیحہ ملتقی لان
ولایۃ المحاقۃ ثابتۃ اور نہ اُس ذبیحہ کے اتلاف سے ضمان ہے جسپر نام خدا عمدا ترک کیا اگرچہ متروک التسمیہ اُس شخص کا ہو جو اُسکو مباح کہتا ہے یعنی شافعی مذہب کا
کذا فی الملتقی اسواسطے کہ حجت انگیزی کا اختیار حنفی مذہب کو ثابت ہے ہم حجت حنفیہ یہ ہے کہ اُسکی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تاکلوا مما لم
یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کھاؤ اُسکو جسپر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا وضمن بکسر معزف بکسر المیم آلۃ اللہو ولو لکافر ابن کمال قیمتہ خشبا منحوتا صالحا لغیر اللہو
اور باجے کے توڑنے سے اگرچہ باجا کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دے اُسکی قیمت کا یعنی گھڑی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہین اُسکی قیمت
کا ضمان دے شارح نے کہا معزف بکسر میم عبارت ہے آلہ لہو سے یعنی گانے بجانے کا باجا ہم معازف چنانچہ بربط اور مزمار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی المنح
قاضی خان نے کہا صالح لغیر اللہو کا مطلب یہ کہ دف توڑنے مین اُس دف کی قیمت کا تاوان دے جس دف مین روٹی رکھتے ہین اور بربط کے توڑنے مین
اُس چوبی پیالہ کا ضمان دے جسمین ثرید وغیرہ طعام رکھا جاتا ہے وضمن القیمۃ لا المثل باراقۃ سکر ومنصف یعنی بیانہ فی الاشربۃ اور ضمان قیمت دے نہ ضمان
مثل سکر اور منصف کے بہا دینے سے کتاب الاشربہ مین سکر اور منصف کا بیان آویگا ہم سکر نام ہے کھجور کے کچے پانی کا جبکہ وہ گاڑھا ہوجاوے اور منصف
وہ ہے جو آدھا جلجاوے آگ پر جوش کرنے سے کذا فی الہدایۃ وصح بیعہا کلہا وقالا لا یضمن ولا یصح بیعہا وعلیہ الفتوی ملتقی ودرر وزیلعی وغیرہا واقرہ المصنف
اور صحیح ہے بیع آلات لہو کی بالکل اور صاحبین نے کہا کہ باجوں کے توڑنے والے پر تاوان نہیں اور تمام آلات لہو اور ساز غنا کی بیع صحیح نہین اور اسی قول پر فتوی ہے کذا
فی الملتقی والدرر والزیلعی وغیرہا اما طبل الغزاۃ زاد فی الخلاصۃ والصیادین والدف الذی یباح ضربہ فی العرس فمضمون اتفاقا اور غازیوں کا طبل خلاصہ
کی کتاب الحظر مین یہ زیادہ کیا ہے اور شکاریوں کو طبل اور وہ دف جسکا بجانا شادی مین مباح ہے تو اسکے توڑنے مین بالاتفاق تاوان ہے کالاتہ المغنیۃ
ونحوہا کالکبش النطوح والحمامۃ الطیارۃ والدیک المقاتل والعبد الخصی حیث تجب قیمتہا غیر صالحۃ لہذہ الامور جیسے ضمان غصب اور بیع صحیح ہے گانے والی لونڈی اور
اسکے مانند کی چنانچہ ٹکر مارنے والا مینڈھا اور اُڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑنے والا اور خوجہ غلام کیونکہ انکی قیمت واجب ہے اسطرح پر کہ امور مذکورہ کی صلاحیت کر
ہون ہم یعنی جاریہ غیر مغنیہ اور غلام غیر خصی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی ولو غصب ام ولد فہلکت لا یضمن بخلاف موت المدبر لتقوم المدبر دون ام الولد
وقالا یضمنہا لتقومہا اور اگر ام ولد کو غاصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو غاصب پر تاوان نہین بخلاف غلام مدبر کے موت کے بسبب مال متقوم ہونے
مدبر کے نہ ام ولد کے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب دے اسکے مال متقوم ہونیکے سبب سے ہم مدبر کی قیمت دو ثلث ہے قن کی قیمت

اور امام ولد کی قیمت معاف نہیں ہے کہ نزدیک ... حصہ ہے حل لیا بسبب غیرہ اور رباط دابۃ او فتح باب اصطبل او القفص طائرہ فذہبت ہذہ المذکورات
او سعی الی السلطان بمن یؤذیہ والحال انہ لا یندفع بلا رفع الی السلطان او سعی بمن یباشر الفسق ولا یمتنع بنہیہ او قال للسلطان قد یغرم وقد لا یغرم
فقال انہ وجد کنزا فغرمہ السلطان شیئا لا یضمن فی ہذہ المذکورات ایک شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا اسکے جانور کے باندھنے کی رسی کھولدی
یا اسکے اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا اسکے چڑیا کے پنجرے کی کھڑکی کھولدی جس سبب سے چیزیں جاتی رہیں یا کسی شخص نے بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی
جو اسکو ستاتا ہو اور حال یہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ جھگڑا نہیں یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہو اور منع کرنے سے باز نہیں آتا یا
کسی ایسے بادشاہ سے کہ کبھی ڈانڈ ڈالتا ہو اور کبھی نہیں ڈالتا یہ کہدیا کہ فلاں شخص نے گڑا ہوا مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اس موذی یا فاسق پر یا خزانہ
پانیوالے پر کچھ ڈانڈ ڈالدیا تو ان صورتوں میں سے ان سب صورتوں مذکورہ بالا میں تاوان نہ لیا جاوے گا یعنی نہ غلام اور گھوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانڈ
ڈالنے کا ولو غرم السلطان ... بقول ... اور اگر بادشاہ نے ڈانڈ لیا ہو ... کی چغلی سے تو چغلخور ضمان دے وکذا یضمن ...
بغیر حق ... عند محمد ... زجرا ... للساعی ... چغلخور پر ... اور ... ضمان لازم آتا ہے ... اگر اسنے ناحق چغلی کھائی
تو جب ضمان چغلخور کا زجر اور تو بیخ کے واسطے ہوا ... اور اسی قول پر فتوی ہے اور اسکو تعزیر دیجاوے اور اگر چغلخور غلام ہو تو اس سے تاوان
مطالبہ کیا جاوے گا آزاد ہونے کے بعد ... الساعی ... اور اگر چغلخور مر گیا تو اسکی چغلی کے سبب سے
جو مال ... اس کا تاوان اسکے ترکہ سے لیا جاوے ... یہ قول صحیح ہے ... الفتاوی ...
الشاکی ... باب ... اپنی صحیح میں نقل کیا ... حاکم کے پاس اگر وہ شخص
بھاگ ... اسکے خوف کے سبب ... شکوہ کرنے والا اسکی دیت کا تاوان دے ... اس صورت میں کہ اگر ... مر گیا
اور یہ مسئلہ مذکور ہو چکا باب ... بالاباق اوقال لہ اقتل نفسک ... ایک شخص نے غیر کے غلام کو
بھاگ جانے کا امر کیا یا غلام سے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر سو وہ بھاگ گیا یا اپنی جان ہلاک کی تو اس شخص پر قیمت غلام کی واجب ہوگی ... لہ
انلف مال مولاک ... الآمر ... الفرق ... بالاباق ... القتل ... الفعل ... الامر ... العبد ...
تلف ... الفعل العبد اور اگر ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے مولی کا مال تلف کر سو اسنے تلف کیا تو امر کرنے والا شخص تاوان نہ دے گا اور
فرق اس مسئلہ اور مسئلہ سابقہ میں یہ ہے کہ بھاگ جانے اور قتل کرنے کے امر سے وہ شخص غاصب ٹھہر گیا اسواسطے کہ اسنے غلام کو استعمال کیا اس فعل میں اور اتلاف
مال کے امر سے وہ شخص مال کا غاصب نہ ٹھہرا بلکہ غلام کا غاصب ٹھہرا ... تلف نہیں ہوگیا اور تلف ہوا مال کا غلام کے فعل سے ...
الآمر ... الضمان علیہ بالامر الا فی ... او کان الآمر سلطانا او ... العبد ... الامر ... باب ... غیر مکرم
الخ ... الآمر ... اور معلوم کر کہ امر کرنے والے پر تاوان نہیں بسبب امر کرنے کے ... ضمان ہی جبکہ آمر بادشاہ ہو یا باپ یا مولی یا
ماسور ... غلام جسکو آمر نے ... کسی مال کے تلف کرنے کا امر کیا ہو اور جبکہ اسکو غیر کی دیوار میں دروازہ کھود دینے کا امر کیا ...
والا تاوان ... امر کرنیوالے ... الاشباہ ... سلطان ... ضمان ہوگا ... اسکا امر کرنا ہے کیونکہ مامور جانتا ہے کہ اگر میں
اطاعت نہ کروں گا تو وہ عقاب کریگا ... سلطان ... ضمان ... اور ... صورت ... باپ نے اپنے فرزند بالغ کو امر کیا کہ
اسکی زمین میں آگ جلا دے سو اسنے آگ جلائی اور وہ آگ زمین ہمسایہ میں جا پڑی اور کوئی چیز تلف ہو گئی تو ضمان باپ پر ہوگا اسواسطے کہ امر صحیح ہوا اور
اس صورت کا ولالت کرتا ہے ... اگر باپ امر کرے ... تلف ... تاوان فرزند پر ہوگا ...

ہونے کا حکم اور آمر مولی کی صورت یہ ہے کہ مولی نے غلام مامور کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اُسکا مولا آمر پر ہوگا اور غیر مامور کی یہ صورت ہے کہ جیسی مجبور سے
کہا کہ اس درخت پر چڑھ اور میرے واسطے پھل توڑ پھر وہ چڑھا اور گر پڑا تو اُسکی دیت شخص آمر کی برادری پر ہوگی اور عبد مامور کا منتشر ہے مذکور ہو چکا جامع الفصولین
مین ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کھود یعنی غیر کی دیوار مین تو ضمان اُسکا آمر پر ہے نہ حاضر پر اور اگر یون نہ کہے کہ میرے واسطے
کھود تو ضمان آمر پر نہ ہوگا یہی حاضر پر ہوگا کذا فی الطحطاوی استعمل عبداً لغیرہ بان ارسلہ فی حاجتہ وان لم یعلم انہ عبد او قال ذلک العبد الذی استعملہ انی
حر ضمن قیمتہ ان ہلک العبد قاعدہ یہ کہ کام لیا غیر کے غلام سے اپنی ذات کا اطراح کہ اسکو اپنی حاجت مین بھیجا اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اس غلام
کہا جسکو اُسنے اپنے کام مین لگایا کہ مین آزاد ہون تو اُسکی قیمت کا تاوان دیگا اگر غلام ہلاک ہو جاوے کذا فی العمادیہ یعنی ہو اسواسطے کہ استعمال سے وہ غاصب ٹھہرا ذہب بھا
رجل الی آخر وقال انی حر فاستعملنی فی عمل فاستعملہ فہلک ثم ظہر انہ عبد ضمنہ علم او لم یعلم ہذا اذا استعملہ فی عمل لنفسہ اور عمادیہ مین ہے کہ ایک مرد دوسرے پاس آیا اور بولا کہ
مین آزاد ہون سو مجھے کوئی کام ملے سو اُسنے اُس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہو گیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اُسکا تاوان دے خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ
اُسوقت ہے جبکہ اُسنے اُس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعملہ لغیرہ ای فی عمل غیرہ لا ضمان علیہ لانہ لا یصیر بہ غاصباً کقولہ لعبد ارق ہذہ الشجرۃ وانثر المشمش
لتاکلہ انت سقط المضمون الآمر ولو قال لتاکلہ انت وانا ضمن قیمتہ لانہ استعملہ کلہ فی نفعہ اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام مین تو آمر پر ضمان نہین
ہو اسواسطے کہ اس سے وہ غاصب نہین ہو جاتا چنانچہ اسکے یون کہنے مین غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زرد آلو کو جھاڑ تاکہ تو کھاوے سو غلام گر کے مر گیا تو آمر
پر ضمان نہ ہوگا اور اگر یون کہا تاکہ تو کھاوے اور مین تو اُسکی قیمت کا ضمان دیگا اسواسطے کہ اُسنے تمام غلام کو اپنے نفع مین استعمال کیا ہم طحطاوی نے کہا تعلیل ہم
مین گفتگو ہے یعنی تمام غلام آمر کے نفع مین مستعمل نہین غلام جاء الی فصاد فقال افصدنی ففصدہ فصداً معتاداً فتغیرہ یالا و لی فمات منہ ولک ضمن
قیمۃ العبد عاقلۃ الفصاد ایک غلام فصاد کے پاس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اُسنے ایسی فصد کھولی جیسی عادت ہے کھولا کرتے ہین سو وہ مر گیا اس
فصد کے زخم سے تو فصاد کی برادری اس غلام کی قیمت کا تاوان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد مین تو بطریق اولی ضمان لازم ہوگا ہم اسواسطے ضمان واجب ہوا
کہ غلام کا اذن معتبر نہین اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار کے ہے وکذا الحکم فی الصبی تجب دیتہ علی عاقلۃ الفصاد عمادیہ اور ایسا ہی حکم ہے
صغیر نابالغ کی فصد کھولنے اور اُسکے مرجانے مین تو اُسکی دیت فصاد کی برادری پر ہے کما فی العمادیہ فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا غصب عبداً ومعہ مال المولی صار
غاصباً للمال ایضاً بل قالوا یضمن ثیابہ تبعاً لضمان عینہ بخلاف الحر عمادیہ غصب کیا غلام اور اُسکے ساتھ مولی کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہو گیا بلکہ فقہا نے
کہا کہ غلام کے کپڑون کا غاصب تاوان دے باعتبار تبعیت ضمان ذات غلام کے بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزاد کی ذات کا ضمان نہین اور نہ اس کے
کپڑون کا وفی الوہبانیہ شعر ولو نسی الحرفات یضمن نقصہا + ولو نسی القرآن والشارح یذکر + اور وہبانیہ مین ہے اور اگر غلام مغصوب پیشون کو بھول گیا تو اُنکے نقصان
کا غاصب تاوان دے اور اگر قرآن بھولجاوے یا غلام جوان بوڑھا ہو گیا تو اسی طرح ضمان مذکور ہے ہم مسائل مذکورہ مین علت شاملہ فوات وصف مرغوب فیہ ہے جس سے
مالیت زیادہ ہوتی ہو شعر ولو علم الدلال قیمۃ سلعۃ + فقوم للسلطان انقص یخسر + اور اگر دلال قیمت قماش کی جانتا ہو پھر حاکم کے واسطے کمتر قیمت اُسکی بیان کرے
تو اُسپر تاوان لازم آویگا شعر ومتلف احدی فردتین لمسلم + البقیۃ والمجموع منہ یخیر + اور جوڑے مین سے ایک فرد کے تلف کرنے والے کو باقی فرد بھی تاوان
اور کل کی ضمان کو وہ حاضر کرے ہم جوڑے سے مراد وہ چیزین ہین جنکے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہ ہووے بدون دونون کے چنانچہ دو کواڑ اور دو موزے
اور دو جوتے تو اگر غاصب ایک فرد اسمین سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی اُسکو مالک تسلیم کرے اور جوڑے کا تاوان اُس سے لے قلت وعن ابی یوسف
لا یضمن الا المتلف التی اتلفہا وفی البزازیۃ ہو المختار واقرہ الشرنبلالی مین کہتا ہون اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ غاصب سے تاوان نہ لیا جاوے مگر ایک ہی
موزے کا جسکو اُسنے تلف کر دیا اور بزازیہ مین ہے کہ یہی قول مختار ہے اور شرنبلالی نے اُسکو ثابت رکھا ہے ذکر بالنیداران السلطان لیس بقید وانہ ینبغی القول یضمن

القاضی وایضاً سیاتی فی الاستبدال انہ لوفعلہ وال الیتیم قالصحیح انہ یضمن واللہ اعلم اور شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین وہ قول ذکر کیا جو اسکا مفید ہے کہ وہبانیہ کی بیت مین قبض قیمت وال مین سلطان کی قید نہین ہے اور یہ کہ قبض مین قاضی کا بھی قول لائق ہے خصوصاً استبدال وقف اور مال یتیم مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے واللہ اعلم یعنی اموال تیامی اور ویران اوقاف کی قیمت امرون اور بادشاہون اور حاکمون کے واسطے قیمت کرنے والی مقرر کرتے ہین اور اسمین غبن فاحش ہوتا ہے اور قاضی آنکا حال جانتا ہے خصوصاً استبدالات مین تو اسوقت مین لائق یہ ہے کہ قاضی کی بھی ضمان کے قائل ہوجیے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالی مختصراً خاتمہ ایک شخص پر دین تھا سو وہ بھول گیا پھر مر گیا تو اسکا مواخذہ ہوگا قیامت کے دن یا نہ ہوگا جواب اسکا یہ ہے کہ اگر تجارت کا دین ہے تو امید یہ ہے کہ مواخذہ نہ ہوگا اور اگر غصب کی جہت سے دین ہے تو مواخذہ ہوگا ایک شخص کا باپ مر گیا اور اسپر دین تھا اور وہ بھول گیا اور اسکا بیٹا جانتا ہے تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بھی دین بھولکر مر گیا تو ماخوذ نہ ہوگا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پھر اسکا باپ مر گیا تو فرزند سے آخرت مین مواخذہ ہوگا اسواسطے کہ دین اور ضمان مسروق منتقل ہوا فرزند کی طرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ البتہ باقی رہا۔ اگر مسلم نے کافر ذمی کی چوری کی یا غصب کیا تو اسکا عذاب قیامت مین ہوگا اور جھگڑا ذمی کا قیامت مین سخت تر ہوگا اسواسطے کہ کافر دوزخی رہیگا ہمیشہ اور غیر کفر کے عذاب سے اسپر تخفیف ہوا کریگی بسبب اسکی حق تلفیون کے تو اس سے امید عفو کی نہین اور مسلمان سے البتہ امید ہے اور جانور کی عصوبت آدمی پر نہایت سخت تر ہے آدمی کی خصومت سے آدمی پر غاصب اگر خانہ مغصوب مین بیمار ہو تو اسکی عیادت نہ کرنی چاہیے ابو یوسف نے کہا ایک شخص نے زمین غصب کی اور اسمین مسجد بنائی اور دکانین اور حمام تو اس مسجد مین نماز کا تو چندان مضائقہ نہین لیکن حمام مین نہانا چاہیے اور دونون کا کرایہ نہ لینا چاہیے مگر خریدار کرنے کیواسطے دکانون مین جانا جائز ہے ہشام نے کہا مین مکروہ جانتا ہون نماز اس مسجد مین یہانتک کہ اسکے مالک راضی ہوجاوین اور ان دکانون کو خرید کرنا بھی میرے نزدیک مکروہ ہے اور جو سوداگر ان دکانون مین رہتے ہین مغصوب جانکر انکی گواہی قبول نہین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم وتم بعون اللہ الاکرم

کتاب الشفعہ

یہ کتاب ہے شفعہ کے مسائل مین مناسبت تملک مال الغیر بغیر رضا شفعہ کی مناسبت غصب سے مالک ہوتا ہے غیر کے مال کا بدون اسکی رضامندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہوتا ہے بدون اسکی رضامندی کے غصب اور شفعہ مین مشترک امر ہے لہذا غصب کے بعد شفعہ کو ذکر کیا ہے الفقہ شفعہ لغت مین بمعنی ضم ہے یعنی ملانا زیلعی نے کہا شفعہ ماخوذ ہے شفع بمعنی ضم سے جو ضد ہے وتر کی اور اسی سے شفاعت رسول علیہ الصلوۃ والسلام ہے گنہگارون کے واسطے اسلیے کہ حضرت کی شفاعت سے وہ نہین فائزین کے ساتھ ملین گے اور یہان شفیع ماخوذ کو اپنے ملک سے ساتھ ملاتا ہے لہذا اسکا نام شفعہ ٹھہرا و شرعاً تملیک البقعۃ جبراً علی المشتری بما قام علیہ بمثلہ لو مثلیا والا فبقیمتہ اور شرع مین شفعہ عبارت ہے تملیک بقعہ سے مشتری پر زبردستی کرکے بعوض اس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے مین پڑا اور یہ تملیک ہو بعوض مثل ثمن مشتری کے اگر ثمن مثلی ہو اور نہین تو برابر اسکی قیمت کے ہو مشتری کی قید سے ملک بلاعوض سے احتراز ہوگیا چنانچہ ہبہ بلاعوض اور میراث اور صدقہ سے اور اس ملک سے جو بعوض غیر عین کے ہو چنانچہ مہر اور اجارہ اور خلع اور صلح دم عمد سے اسواسطے کہ امور مذکورہ مین شفعہ نہین اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اسمین شفعہ ہے کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے بیع ہے وسببہا اتصال ملک الشفیع بالمشتری لشرکۃ او جوار اور شفعہ کا سبب متصل ہونا ہے ملک شفیع کا خریدی چیز سے خواہ اتصال شرکت کے ساتھ ہو خواہ ہمسایگی کی جہت سے ہم خواہ شرکت بقعہ مین ہو خواہ حقوق مین چنانچہ آگے معلوم ہوگا لزوم شفعہ کی حکمت یہ ہے کہ تا آدمی اپنی ہمسایگی سے تکلیف نہ پاوے وشرطہا ان یکون المحل عقاراً اور شفعہ کی شرط یہ ہے کہ محل عقار ہو ہم درالمنتقی مین ہے کہ عقار سے مراد یہان غیر منقول ہے تو عقار مین کرم اور چکی اور کنوان اور بالاخانہ داخل ہے اگرچہ اسکی راہ سفل مین نہ ہو اور عمارت اور اشجار عقار سے نکل گئی اسواسطے کہ انمین شفعہ نہین مگر عقار کے ساتھ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع مین حق القرار بین العقار عن الکل کذا فی الطحطاوی سفلا کان او علوا شرط شفعہ عقار ہے اگرچہ عقار سفل ہو یا علو یعنی نیچے کا مکان ہو

یا اوپر کا مکان ہم شفعہ بالاخانہ کی مثال یہ ہے کہ دو شخص شریک ہیں سفل اور علو میں سو ایک شریک نے بالاخانہ کا اپنا حصہ بیچ دیا تو دوسرا
شریک اسکا شفیع ہوگا تبعیت عقار سے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن طریقہ فی السفل لانہ التحق بالعقار بمالہ من حق القرار ور شفعہ ثابت ہے اگرچہ
بالاخانہ کی راہ نیچے والے مکان میں نہو اسواسطے کہ بالاخانہ ملحق بعقار ہے اسواسطے کہ اسکے لیے حق ثبات اور قرار ثابت ہے کذا فی الدرر ثم اگر منزل بالا اور
منزل زیرین کی ایک ہی راہ ہو تو استحقاق شفعہ بسبب طریق کے ہے اسوجہ سے کہ وہ شخص شریک ہے فی الحقوق ہے اور اگر اسکی دوسری راہ ہو تو استحقاق شفعہ
بسبب ہمسائگی کے ہے اور اگر منزل زیرین کی بیع ہوئی اور منزل بالا منہدم ہو تو بقیاس قول ابو یوسف شفعہ نہیں اور بقیاس قول محمد شفعہ ہے اور اگر منزل
زیرین ایک شخص کی ہے اور منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونوں کے پاس گھر بکتا ہے تو انہیں دونوں کا شفعہ ہے کذا فی الطحطاوی و ما جزم بہ ابن الکمال
فی اول باب ما ہی فیہ من ان البناء اذا بیع مع حق القرار یلحق بالعقار فردہ شیخنا الرملی انتہی بعد عبارۃ البزازیۃ وغیرہا فلیحفظ اور وہ جو ابن کمال نے اسی باب کے
اول میں جہاں اندر شفعہ ہے اسکا یقین کر لیا ہے کہ جب بیچی جاوے عمارت حق قرار کے ساتھ تو عمارت ملحق بعقار ہے تو اسمیں شفعہ ثابت ہے سو اس کلام کو
ہمارے استاد خیر الدین رملی نے رد کیا ہے اور فتوی دیا ہے عدم شفعہ کا بزازیہ وغیرہا کا تابع ہو کر تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم عمارت مع حق القرار کی مثال
یہ ہے کہ زمین وقف میں عمارت بنائی گئی اور بقاء عمارت واقف یا متولی سے شرط کر لیا تو اگر عمارت مذکورہ کی بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابو السعود کے
نزدیک اسمیں شفعہ ثابت ہے لیکن در المنتقی اور بزازیہ اور سراجیہ اور خیریہ اور قنیہ میں عدم شفعہ مصرح ہے سراجیہ میں یوں ہے کہ ایک مرد کا گھر ہے وقف کی زمین
میں تو اسکے واسطے شفعہ نہیں اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اسکے واسطے بھی شفعہ نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا اور کہنا اخذ الشفیع من احد المتعاقدین
عند وجود سببہا و شرطہا اور شفعہ کا رکن لینا ہے شفیع کا بائع یا مشتری سے وجود سبب اور شرط شفعہ کے ہم یعنی جبکہ اتصال ملک شفیع ہو اور عقد معاوضہ
اور بیع عقار ہو و حکمہا جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنین اور حکم شفعہ جائز ہونا ہے طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند
سال کے بعد ہو ہم سالہا سال کے بعد طلب شفعہ اسوقت جائز ہوگی جبکہ شفیع غائب ہو اور اسکو بیع کا حال معلوم نہ ہو وصفتہا ان الاخذ بہا بمنزلۃ
شراء مبتدا فتثبت بہا ما تثبت بالشراء کالرد بخیار رویۃ وعیب اور شفعہ کی صفت یہ ہے کہ بواسطہ شفعہ کے لینا ابتداء خریدنے کے مانند ہے تو شفعہ سے وہ ثابت
ہوتا ہے جو خریداری سے ثابت ہوتا چنانچہ پھیر دینا بسبب خیار رویت اور خیار عیب کے وتجب لہ لا علیہ شفعہ واجب ہے یعنی ثابت ہے شفیع کی منفعت کیواسطے
نہ اسپر مضرت ہونے کو ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں وجوب یعنی ثبوت کے ہے نہ وجوب بمصطلح فقہا جسکے ترک سے گناہ لازم آوے تو اگر شفیع
شفعہ طلب نہ کرے تو اسپر کچھ گناہ نہیں بعد البیع ولو فاسدا انقطع فیہ حق المالک کما یاتی شفعہ واجب ہے بعد بیع کے اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جس میں مالک
کا حق منقطع ہو گیا چنانچہ آگے آویگا ہم بیع فاسد میں حق مالک منقطع ہوتا ہے مشتری کے وقف کرنے اور رہن رکھنے اور وصیت کرنے سے او بخیار المشتری
یا شفعہ واجب ہوتا ہے بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار ہو یا بائع اور مشتری دونوں کا تو شفعہ نہیں وتستقر بالاشہاد فی مجلسہ ای
طلب المواثبۃ اور شفعہ مستقر اور ثابت ہو جاتا ہے گواہ کرنے سے اسکی مجلس میں یعنی طلب مواثبۃ کی مجلس میں فلا یبطل بعدہ تو شفعہ باطل نہ ہوگا بعد گواہ
کر لینے کے یعنی بعد اشہاد کے اگر تاخیر کریگا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے تو شفعہ باطل نہوگا یہ جیسا ظاہر روایت ہے کہ مفتی بہ ہے و یملک بالاخذ
بالتراضی او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملک الشفیع بمجرد الحکم قبل الاخذ کما حررہ ملا خسرو اور عقار مبیع مملوک ہو جاتا ہے لینے سے باہم کی رضامندی
سے یا مملوک ہوتا ہے قاضی کے حکم سے شارح نے کہا قضاء قاضی اخذ پر عطف ہے بسبب ثابت ہونے ملک شفیع کے مجرد حکم قاضی سے لینے سے پہلے چنانچہ
درر میں ملا خسرو نے اسکا تحریر کیا ہے ہم شارح نے بیان عطف سے شبہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی سمجھیگا تو مطلب یہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے
سے ہوتی ہے خواہ لینا تراضی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے حالانکہ یہ مطلب خلاف تحقیق ملا خسرو ہے و تقدیر برؤس الشفعاء لا الملک خلافا للشافعی شفعہ واجب

ہوتا ہے بقدر رؤس شفعا کے نہ بقدر املاک شفیعون کے برخلاف مذہب شافعی کے ہم عدد رؤس شفعا اور مقدار ملک کی صورت یہ ہے کہ ایک گھر تین شخصون مین
شرکت ہے ایک کا حصہ اسمین نصف ہے اور دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا سدس سو صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دونون شریکون نے
شفعہ طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ مبیعہ مین اثلاث کا حکم ہوگا بقدر انکی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیع کریگا تو دونون مین اخماس
کا حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو ارباع کا حکم ہوگا اور ہمارے نزدیک دونون شریکون مین برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتون مین
کذا فی الدرر یعنی جتنے شفیع ہونگے برابر حصہ پاوینگے اگرچہ کوئی زیادہ مالک ہو اور کوئی کم للخلیط متعلق تجب فی نفس المبیع شفعہ واجب ہوتا ہے واسطے
خلیط کے یعنی جو شریک ہو ذات مبیع مین شارح نے کہا لفظ للخلیط کا تجب سے متعلق ہے ہم بیان سے مصنف نے ترتیب شفعا کا بیان شروع کیا ثم الی لم
یقسم او لم فی حق المبیع وہو الذی قاسم ولکن بقیت له شرکة فی حق ای حقوق کالشرب والطریق خاصین انکے اگر شریک نفس بیع کا نہ ہو یا ہو
کے واسطے بیع کو سلم رکھے یعنی حق شفعہ کو طلب نہ کرے تو اسکا شفعہ واجب ہے جو حق بیع مین شریک ہے اور حق بیع کا شریک وہ ہے جو شریک
ہی اور اسکی شرکت حق عقار مین باقی رہی ہے جیسے مخصوص پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت ثم فسر ذلک بقوله کشرب نہر صغیر لا تجری
فیه السفن وطریق لا ینفذ یعنی مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی جیسے پانی کی باری اس نہر کی جسمین کشتیان
نہین چلتین اور جیسے کوچہ غیر نافذ فلو عاما لا تشفعة بہا تو اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہر کبیر ہو جسمین کشتیان چلتی ہون اور طریق عام ہو یعنی کوچہ نافذ ہو تو
ان دونون شریکون کو شفعہ ثابت نہ ہوگا بیانہ شرب نہر مشترک بین قوم تسقی اراضیہم منہ بیعت ارض منہا فلکل اہل الشرب الشفعة ولو نہرا عاما او شارعا لا فالشفعة
للجار الملاصق فقط بیان نہر خاص کا یہ ہے کہ نہر صغیر کے پانی لینے کی باری مشترک ہے چند لوگون مین کہ انکی اراضی اس سے سینچی جاتی ہین ان اراضی مین سے
ایک کھیت بکا تو سب پانی لینے والون کو واسطے شفعہ ثابت ہے یعنی سب لوگون کا حق ہے اسکی خریداری مین اور اگر نہر عام ہے جسمین کشتیان چلتی ہون اور
باقی مسئلہ بحال سابق ہے تو سب پانی لینے والون کا وہان کی زمین کی بیع مین شفعہ نہین بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہے ہم شارح نے طریق خاص کا بیان نکیا
اسکے ظاہر ہونیکے سبب سے ثم لجار ملاصق ولو ذمیا او ماذونا او مکاتبا پھر حق بیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کے واسطے واجب ہے اگرچہ ہمسایہ
ملاصق ذمی یا عبد ماذون یا مکاتب ہو بابہ فی سکة اخری وظہر داره لظہر الدار فلو بابه فی تلک السکة فہو خلیط کما مر جار ملاصق وہ ہے جسکا دروازہ دوسرے
کوچہ مین ہو اور اسکے گھر کی پشت خانہ مبیعہ کی پشت سے ملی ہے تو اگر اسکا دروازہ اسی کوچہ مین ہو اور وہ کوچہ غیر نافذ ہو تو وہ خلیط ہے حق بیع مین
جار ملاصق نہین چنانچہ مذکور ہوچکا اگرچہ اسکا دروازہ سامنے ہو خانہ مبیعہ کے ہم ترتیب شفعہ کی صورت یہ ہے کہ ایک منزل یعنی کوٹھری یا دالان مشترک
ہے دو شخصون مین اور وہ منزل واقع ہے ایک قوم کے گھر مین کوچہ غیر نافذ کے اندر جبکہ احد الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کریگا تو منزل کا شریک
احق ہے شفعہ کے ساتھ پھر اگر وہ تسلیم کرے تو گھر کے شریک احق ہین کوچہ کے شریکون سے اسواسطے کہ وہ اقرب ہین صحن دار کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی
تسلیم کرین تو اہل کوچہ احق ہین راہ کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو جار ملاصق احق ہے کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا ہے کہ ترتیب مذکور کی وجہ اس عبارت
مین مذکور ہے الشریک احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع یعنی شریک زیادہ تر حقدار ہے خلیط سے اور خلیط احق ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع
ہے اور خلیط سے خلیط فی حق المبیع مراد ہے اور شفیع سے جار ملاصق مراد ہے محبوبی نے ترتیب اسکی یون مذکور کی ہے کہ اول شریک فی نفس المبیع پھر شریک فی الدار
پھر شریک فی الاساس پھر شریک فی الشرب پھر شریک فی الطریق پھر ہمسایہ ملاصق اور ہمسایہ ملاصق وہ ہے کہ اسکی دیوار ہو اور دوسرے کی دیوار ہو اور دونون دیوارین
ملی ہون راہین چلنے کے سبب تنگی مر کے یا دونون باہم ملصق ہون تو اگر دونون مین طریق نافذ ہو تو اس ہمسایہ کا شفعہ نہین ہے اور واضح ہو کہ شریک علی حائط
شریک فی خشبة علیہ جار اور رکھنے والا شہتیرون کا دوسرے کی دیوار پر اور اس لکڑی کا شریک جو دیوار پر ہے وہ ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الہندیہ

والکافی والدرر لنفس الجدار فشریکا فلذا قلت لکن قال المصنف ولو کان بعض الجیران شریکا فی الجدار لا یقدم علی غیرہ من الجیران لان الشرکة فی البناء
المجرد بدون الارض لا یستحق بہا الشفعة اور اگر دیوار کی ذات مین شرکت ہو اور دو شریک ہمسایہ ہین تو ... لیکن مصنف نے اپنی شرح مین کہا
ہے اگر ہمسایون مین سے ایک ہمسایہ دیوار مین شریک ہو تو اور ہمسایون پر مقدم نہ ہوگا اسواسطے کہ فقط عمارت کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے
استحقاق شفعہ کا نہین ہوتا ملتقی کی عبارت اسپر محمول ہے جبکہ دیوار کی زمین مین شرکت ہو اور صورت اسکی یہ ہے کہ دو شریکون نے مشترک زمین مین دیوار بنائی
پھر زمین کی دونون نے قسمت کر لی سوا اسکے جو محل بناء کے ہے تو اگر اس دیوار کی بیع ہوگئی تو اسکے شفعہ کا شریک احق ہے کذا فی الطحطاوی نقلا عن شرح المجمع ولذا
لم یجعل المقابل فی السکة الغیر النافذة شفیعا بخلاف النافذة اور در شرح مجمع مین ہے اور اسیطرح شفعہ ہے اس سامنے کے ہمسایہ کا جسکا گھر کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہو
بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اسکا شفعہ نہین ہے اسقط البعض حقہ من الشفعة بعد القضاء فللباقین اخذ الکل لزوال المزاحمة لیس لمن بقی اخذ نصیب التارک
لانہ بالقضاء قطع حق کل واحد منہم فی نصیب الآخر یعنی کسی شفیع نے اپنا حق شفعہ کا ساقط کردیا بعد حکم قاضی کے تو باقی شفیعون کو شفیع تارک کا حصہ لینا
جائز نہین ہے اسواسطے کہ حکم قاضی سے انہین سے ہر واحد کا حق جدا ہو گیا دوسرے کے حصہ سے کذا فی الزیلعی تو اگر شفیع اپنا حق ساقط کرے قبل قضاء قاضی
تو باقی شفیعون کو تمام مبیع کا لینا جائز ہے بسبب دور ہوجانے مزاحمت کے ولو کان بعضہم غائبا یقضی بالشفعة بین الحاضرین فی الجمیع لاحتمال عدم طلب الغائب
فلا یؤخر بالشک اور اگر بعضا شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہوگا حاضرین کے اندر تمام مبیع مین شفیع غائب کے نہ طلب کرنے کے احتمال سے تو تاخیر نہ کیجاوے
بسبب شک کے وکذا لو کان الشریک غائبا فطلب الحاضر یقضی لہ بالشفعة کلہا اور اسیطرح اگر ایک شریک غائب ہو تو شریک حاضر نے شفعہ طلب
کیا تو اسی کیواسطے تمام شفعہ کا حکم ہوگا ثم لو حضر وطلب قضی بہ لہا فلو مثل الاول قضی لہ بنصفہ ولو فوقہ فبکلہ ولو دونہ منعہ خلاصہ پھر جبکہ شریک غائب
یا شفیع غائب حاضر ہو اور شفعہ طلب کرے تو اسکے واسطے شفعہ لینے کا حکم ہوگا سو اگر شفیع ثانی برابر ہے شفیع اول کے یعنی دونون شریک ہون تو اسکے واسطے
نصف کا حکم ہوگا اور اگر ثانی فوق ہو اول سے یعنی ثانی شریک ہے اور اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کے واسطے حکم ہوگا اور اگر ثانی کمتر ہو اول سے تو شفعہ
ثانی کو قاضی باز رکھے کذا فی الخلاصہ اسقط الشفیع الشفعة قبل الشراء لم یصح لانہ شرطہ وجود البیع شفیع نے شفعہ ساقط کردیا خریداری مشتری سے پہلے تو صحیح نہین بسبب
نہ پائے جانے اسکی شرط کے اور وہ شرط بیع ہے اراد الشفیع اخذ البعض وترک الباقی لم یملک ذلک جبرا علی المشتری لضرر تفریق الصفقة شفیع نے بعض شفعہ لینے کا
اور بعض کے چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اسکا مالک نہین مشتری پر جبر کرکے تفریق صفقہ کے ضرر کے سبب سے ولو جعل بعض الشفعاء نصیبہ لبعض لم یصح
وسقط حقہ بہ لاعراضہ وقسم بین البقیة اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسرے شفیع کیواسطے مقرر کردیا تو صحیح نہین اور اسکا حق اس فعل سے ساقط ہوگا
اسکی روگردانی سے اور مبیع بٹ جاویگا باقی شفیعون مین بل لو طلب احد الشریکین النصف بناء علی انہ یستحقہ فقط بطلت شفعتہ لان شرطہا طلب الکل
کما بسطہ الزیلعی فلیحفظ بلکہ اگر دو شریکون مین سے ایک شریک نصف شفعہ طلب کرے اس وجہ سے کہ وہ فقط نصف کا استحقاق رکھتا ہے تو اسکا شفعہ
باطل ہوگیا اسواسطے کہ صحت شفعہ کی شرط یہ ہے کہ تمام شفعہ کو طلب کرے چنانچہ اسکو زیلعی نے مشرح بیان کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وصح بیع دور مکة
وتجب الشفعة فیہا وعلیہ الفتوی اشباہ اور صحیح ہے بیع مکہ معظمہ کے گھرون کی تو انمین شفعہ واجب ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاشباہ ہم ... مین
مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کے گھرون مین شفعہ نہین وہ ... تو فتوی مختلف ہے چنانچہ ابو السعود نے مذکور کیا ہے شرح وہبانیہ مین تجنیس اور مزید سے مذکور ہے کہ
وہان کے وجوب شفعہ مین دو روایتین ہین اور یہ امام سے مشہور ہے کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہین اور عمارت کی بیع جائز ہے تو شفعہ واجب نہین اور حسن کی روایت
امام سے یہ ہے کہ شفعہ واجب ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت ومفادہ صحة اجارتہا بالاولی وقد قدمنا فی الحظر
لکنہ یکرہ وتحقیقہ فی الکلام میں کہتا ہون اور مکہ معظمہ کے گھرون کی بیع کی صحت کا مفاد یہ ہے کہ انکا اجارہ بطریق اولی صحیح ہے اور مقدم ہم اسکو مقدم ذکر

کرتے ہیں تو یا درکھنا چاہیے لیکن اُنکا اجارہ مکروہ ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے کتاب الحظر والاباحۃ میں اور شارح نے کتاب الحظر میں
اجارہ وہبانیہ اور تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میں مکروہ جانتا ہوں ہوت مکہ کا اجارہ ایام حج میں اور امام فتوی دیتے تھے
اہل مکہ کیواسطے کہ گھروں کو حاجیوں کیواسطے خالی کردیں بدلیل قول حق تعالی سواء العاکف فیہ والباد یعنی مکہ معظمہ میں مقیم اور مسافر برابر ہے اور
امام نے اجارہ جائز کیا ہے ایام حج کے سوا میں تو آئی ہے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی یعنی ایام حج میں اجارہ مکروہ
ہے اور غیر حج میں اجارہ صحیح ہے وفیما یصح الطلب من وکیل الشراء ان یسلم الی موکلہ ان یسلم لا ولطلب ہو المختار ورد اشباہ میں ہے اور صحیح ہے طلب
کرنا شفعہ کا مشتری کے وکیل سے اگر مبیع اُسنے اپنے موکل کو تسلیم نہ کردی ہو اور اگر تسلیم کردی ہے تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہیں تو دعوی شفعہ اُس سے
باطل ہے یہی قول مختار ہے تم مصنف اور شارح کا کلام اسکا مشعر ہے کہ وکیل مشتری جب قابض ہو تو اُسکو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہے قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم باطل
ہو حالانکہ درر اور غرر میں ایوں ہے کہ وکیل مشتری خصم ہے شفیع کا جبتک موکل کو تسلیم نہ کرے اور تسلیم کے بعد تو موکل خصم ہے انتہی تو اُنمیں بطلان شفعہ مذکور نہیں اور
اسیطرح زیلعی میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے ترجمہ میں کتب مذکورہ کی رعایت کی ولا شفعۃ فی الوقف ولا لہ ازل ولا بجوارہ شرح مجمع و
خانیہ خلافا للخلاصۃ والبزازیہ وحمل لاسقاط قال المصنف اور شفعہ نہیں ہے وقف میں اور نہ وقف کیواسطے شفعہ ہے کذا فی النوازل اور نہ وقف کے جوار میں شفعہ ہے
کذا فی شرح المجمع والخانیہ برخلاف خلاصہ اور بزازیہ کے اور شاید کہ لاسا قط ہو گیا خلاصہ اور بزازیہ میں ایسا کہا ہے مصنف نے شرح میں ہم وقف میں ہے اسواسطے شفعہ
نہیں کہ اسکی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہوا تو اُسکو وقف کیلئے والا ابطال شفعہ نہیں لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ
دقولہ لا لہ ولا بجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو فقط لا بجوارہ پر بس کرنا چاہیے مصنف نے اپنی شرح میں ایسا ہی کیا ہے مصنف نے خلاصہ اور بزازیہ کی روایت
نقل کی و لکنہ اثبت الشفعۃ بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یوں ہو گی ولا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف کذا فی الطحطاوی بتصرف قلت وحمل شیخنا الرملی الاول علی
الاخذ بہ والثانی علی اخذہ بنفسہ اذا بیع ففی الفیض حق الشفعۃ مبنی علی صحۃ البیع انتہی میں کہتا ہوں اور ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول یعنی عدم
شفعہ بجوار وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف میں کوئی گھر بکا ہو تو وقف اور متولی کو استحقاق شفعہ کے سبب سے جائز نہیں
اور قول ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور بزازیہ میں مذکور ہے محمول کیا ہے وقف کے خریدنے پر بسبب ذات وقف کے جبکہ اس وقف کی بیع ہو سو فیض میں ہے
ہے کہ حق شفعہ مبنی ہے صحت بیع پر انتہی کلامہ یعنی اگر شرعا کسی وقف کی بیع جائز ہو اور وہ بیع ہو جاوے تو اُسکے جوار کے وقف کے متولی کو اُسکا خرید کرنا بحق شفعہ
درست ہے کذا فی الطحطاوی فمفادہ ان ما لا یملک من الوقف بحال لا شفعۃ فیہ وما یملک بحال ففیہ الشفعۃ تو رملی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف کہ مملوک نہ
ہو سکتا ہو کسی حال میں تو اُسمیں شفعہ نہیں اور جو وقف کہ مملوک ہو سکتا ہو کسی حالت میں تو اُسمیں شفعہ ہے ہم مملوک ہونے وقف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص
نے وقف کیا دو فرزندوں پر بالمناصفہ اور ہر شخص کو اپنے حصہ کے استبدال میں مختار کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضائے شرط کے بیع کیا پھر دوسرے نے
اسی طرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو حق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی واما اذا بیع بجوارہ وکان بعض المبیع ملکا وبعضہ وقفا وبیع الملک
فلا شفعۃ للوقف واللہ اعلم اور جبکہ جوار وقف میں کوئی چیز بیع ہو یا بعض مبیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کیواسطے شفعہ نہیں واللہ اعلم

باب طلب الشفعۃ

یہ باب ہے شفعہ طلب کرنیکے مسائل میں ہم چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہے لہذا اُسکا بیان اور اُسکی کیفیت اور اقسام کا بیان شروع کیا ویطلبہا الشفیع فی مجلس
علمہ من المشتری او رسولہ او عدل او عدد یا البیع اور شفعہ طلب کرے شفیع بیع دریافت ہونیکی مجلس میں خواہ علم بیع مشتری سے ہوا ہو یا اُسکے فرستادہ سے یا کسی
اور ایک ثقہ شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے وان امتد المجلس کالمخیرۃ ہو الاصح درر وعلیہ المتون خلافا لما فی جواہر الفتاوی انہ علی الفور وعلیہ الفتوی

مجلس علم بیع مین طلب لازم ہو اگرچہ مجلس دراز ہو عورت مخیرہ کی مانند یہی قول اصح ہے کذا فی الدرر اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہین بزازیہ
روایت ہوا ہر الفتاوی کیطرح علی الفور لازم اور علی الفور پر فتوی ہے ہم طحطاوی نے کہا جبکہ دو روایت علی الفور پر فتوی ہوا تو مخالفت کی کیا وجہ ہے اور
اسی روایت پر تفریع ہو کہ اول کا مسئلہ کہ جب شفیع سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہوگیا یعنی اسواسطے کہ طلب پر اسنے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب
بعد علم بیع فورا واجب تھی اور تبلیغ مین ہے اور اگر شفیع کو خبر پہنچی اسواسطے کہ پہلی اور شفعہ اول یا اوسط خط مین لکھا تھا سو اسنے تمام خط پڑھا تو
شفعہ باطل ہوگیا یعنی ... کہ اشہد بالکلیہ علم مشتری اور ثمن ہوگیا ہو اسواسطے کہ سکوت اسوقت رضا ہوتا ہے جبکہ مشتری اور ثمن معلوم ہوا
ما فی المطولات ہی بلفظ ... طلبہا کطلبت الشفعۃ ونحوہ کانا طالبہا اور طلبہا اپنے لفظ سے شفعہ طلب کرے جس سے طلب شفعہ سمجھی جاوے چنانچہ
یون کہنا کہ مین نے شفعہ طلب کیا اور مانند اسکے چنانچہ یون کہنا کہ مین شفعہ کا طالب ہون یا مین اسکو طلب کرتا ہون وہ یہی طلب المواثبۃ ہے
المبادرۃ اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب مواثبہ یعنی طلب مبادرت کہتے ہین اسم سو ثبت مفاعلت ہے وثوب بمعنی جستن سے اور دو شمار
ہوا ... سے ہوا اسواسطے کہ جو اتصال کو ذکر ... جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہے والاشہاد فیہ لیس بلازم بل لمخافۃ الجحود اور طلب مواثبت
مین گواہ کرنا لازم نہین بلکہ اپنی شہادت ہونے انکار کے دفع کرنے کیواسطے ہے ہم گواہ کرنا اسوقت مین لازم نہین جبکہ مجلس علم مین گواہ نہ ہون و
الا گواہ کرنا متعین ہو لازم ہے کذا فی المنح خلاصہ یہ ہے کہ اگر اسوقت گواہ ہون تو انکو اپنے طلب کرنے کا گواہ کرلے اور اگر کوئی وہان نہ ہو تو اپنی زبان
سے طلب شفعہ کرے فائدہ طلب کا یہ ہے کہ اسکا حق عند اللہ ساقط نہ ہوجاوے اور اگر مشتری طلب مواثبہ کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کھانا ممکن ہے اگر حاکم قسم
کھلاوے وثم یشہد علی البائع لو العقار فی یدہ او علی المشتری وان لم یکن ذا ید لانہ مالکہا او عند العقار پھر شفیع گواہ کرے بائع پر اگر عقار مبیع اسکے
قبضہ مین ہو یا مشتری پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض نہ ہو اسواسطے کہ وہ مالک ہے اسکا یا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول اشتری فلان ہذہ الدار
انا شفیعہا وقد کنت طلبت الشفعۃ واطلبہا الان فاشہدوا علیہ وہو طلب اشہاد ویسمی طلب التقریر تو شفیع یون کہے کہ فلان نے یہ گھر خریدا
اور مین اسکا شفیع ہون اور تحقیق مین مجلس علم مین شفعہ طلب کرچکا ہون اور اب مین اسکو طلب کرتا ہون سو تم گواہ رہو اسپر اور یہ طلب اشہاد ہے اور اسکو
طلب تقریر بھی کہتے ہین ہم اور اسکو طلب استحقاق بھی بولتے ہین اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہین وہذا الطلب لا بد منہ حتی لو تمکن ولو بکتاب
او رسول ولم یشہد بطلت شفعتہ اور طلب ثانی ضرور ہے تو اگر شفیع قادر ہوا اسپر اگرچہ بواسطہ خط لکھنے یا رسول بھیجنے کے ہو اور باوجود اسکے گواہ نہ کرے تو اسکا شفعہ
باطل ہوگا وان لم یتمکن منہ لا یبطل اور اگر اشہاد پر قادر نہ ہو تو شفعہ باطل نہ ہوگا ہم منح الغفار مین ذخیرہ سے ہے کہ اگر شفیع راہ مکہ مین ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبہ
کرے اور طلب اشہاد وسے عاجز ہو مگر کسی کو ... تو اسپر وکیل مقرر کرے اگر پاوے پھر اگر نہ پاوے تو قاصد بھیجے یا خط اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو
تو اسکا شفعہ قائم ہے ... اور اگر پاوے ... قدرت کچھ نکر گیا تو شفعہ باطل ہوگا ولو اشہد فی طلب المواثبۃ عند احد ہولاء کفاہ وقام مقام الطلبین اور
اگر شفیع نے طلب اول ... انتینون مین سے یعنی گھر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کرلیا تو اسکو طلب ثانی سے یہ کفایت کرتا ہے اور
دو طلب قائم مقام دو طلب کے ہوگی ثم بعد ہذین الطلبین یطلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار کذا وانا شفیعہا بدار کذا لی ... وقال السید ... فی الملتقی لیشمل الشرکۃ
فی نفس المبیع پھر ان دونون طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے ایسی حویلی خریدی ہے اور مین اسکا شفیع ہون بسبب فلانے گھر
کے جو میرا مملوک ہے شارح نے کہا اگر مصنف یون کہتا کہ مین شفیع ہون فلانے سبب سے بسبب شرکت یا جوار کے جسطرح ملتقی مین ہے تو شریک نفس مبیع کو بھی شامل ہوتا
ہم مصنف کی تعبیر مین حق مبیع کا شفعہ شامل ہے نہ شرکت نفس مبیع کا اور ملتقی کی تعبیر مین دونون شامل ہین فمرہ بتسلیم الدار الی ... ان قبضہا المشتری وطلبہ الخصومۃ
لانہ وقت علیہ ... سو جناب قاضی صاحب حکم کیجیے اسکا کہ گھر مجکو دے شارح نے کہا یہ اس صورت مین ہے جبکہ گھر کو مشتری قبض کرچکے اور رہا لانکہ طلب خصومت

فقط اشتری یہ تو قوت نہیں ہے جو پہلی طلب تملیک و خصومت اور اس طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں و بتاخیرہ مطلقا بعذر او
بغیر عذر شہرا او اکثر لا تبطل الشفعۃ حتی یسقطہا بلسانہ بہ یفتی وہو ظاہر المذہب وقیل یفتی بقول محمد ان اخرہ شہرا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعا للضرر
قلنا دفعہ برفعہ للقاضی لیامرہ بالاخذ او الترک اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خواہ تاخیر عذر سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے کی تاخیر ہو یا زیادہ شفعہ
باطل نہیں ہوتا جبتک شفیع اسکو اپنی زبان سے ساقط کر دے اسی قول کا فتوی ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ فتوی محمد کے قول پر ہے
یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینا تاخیر کریگا بدون عذر کے تو شفعہ باطل ہو جائیگا کذا فی الملتقی یعنی محمد کے قول پر فتوی دفع ضرر مشتری کے واسطے ہے
ہم جواب میں کہتے ہیں اس دلیل سے کہ دفع ضرر مشتری کی نالش سے ممکن ہے یا قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑنے کا مسالہ نے کو ہو چکا اگرچہ ظاہر
مذہب پر فتوی ہے اور غیر ظاہر پر بھی فتوی ہے لکن ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی و اذا طلب الشفیع سأل القاضی الخصم عن مالکیۃ الشفیع لما
یشفع بہ اور جبکہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اس چیز کا کہ جسکی ملکیت کے سبب سے شفعہ
کا دعوی کرتا ہے ہم زیلعی نے کہا ملکیت شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے قبل دعوی کے کہ گھر کون شہر اور کس محلہ میں
ہے اور اسکی حدین کیا ہیں اسواسطے کہ شفیع نے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم چاہیے اسواسطے کہ دعوی مجہول کا صحیح نہیں پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری
گھر کا قابض ہے یا نہیں اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہو پھر جب اسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اسکی حدود سے
سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اس میں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب غیر صالح کے سبب سے دعوی کرتا ہو یا وہ قاصر ہو کے سبب سے محجوب ہو پھر جب سبب
صالح کا بیان کرے اور محجوب نہو تو اس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا جب سنا تھا اسلیے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے طول زمان اور
اعراض یعنی طلب اول و طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اسکا بھی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر کی اور کسکے
پاس اشہاد واقع ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اسبیع غیر سے یا نہیں پھر جبکہ شفیع یہ سب کچھ بیان کر دے اور کسی شرط کو اسنے فوت نہونے دیا
تو دعوی اسکا پورا اور کامل ہو گا تو اب مدعی علیہ کی طرف قاضی متوجہ ہو اور اس گھر کا سوال کرے جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے کذا فی الطحطاوی فان
اقر بہا ای بالکیتہا الشفیع فبہا او نکل عن الحلف علی العلم او برہن الشفیع انہا ملکہ سألہ عن الشراء ہل اشتریت ام لا سو اگر مشتری اسکا اقرار کرے یعنی اس
گھر کی ملکیت کا جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنی دانست پر یا شفیع گواہ گذرانے کہ وہ گھر اسکا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال
کرے کہ آیا تو نے اسکو خرید کیا ہے یا نہیں ہم مصنف کو مناسب تھا کہ نکول کو گواہوں کے بعد ذکر کرتا اسواسطے کہ نکول اقامت بر ہان سے عاجز ہونیکے بعد
ہوتا ہے فان اقر بہ او نکل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ خلیط او علی السبب فی شفعۃ جوار بخلاف الشافعی کما مر فی کتاب الدعوی او برہن الشفیع قضی لہ
بہا پھر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے قسم کھانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کھانے سے سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے
چنانچہ کتاب الدعوی میں مذکور ہو چکا یا شفیع گواہ لاوے اسکی خرید پر تو قاضی شفیع کیواسطے ثبوت شفعہ کا حکم کر دے ہم امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں نہ
جوار کے تو اگر شفعہ خلیط کا دعوی ہو تو مشتری حاصل پر قسم کھائے اسطرح کہ واللہ یہ شفیع میرے اوپر مستحق شفعہ نہیں ہے اور شفعہ جوار میں سبب شفعہ پر قسم کھاوے کہ واللہ
میں نے یہ گھر خرید نہیں کیا ہذا اذا لم ینکر المشتری طلب الشفیع الشفعۃ فان انکر فالقول لہ بیمینہ ابن کمال یعنی شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد
اس وقت ہے جبکہ مشتری نے شفیع کے شفعہ طلب کرنیکا انکار نکیا ہو سو اگر وہ منکر ہوا اسکی طلب شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا ذکرہ ابن
کمال و ان لم یحضر الثمن وقت الدعوی قاضی بعد اقرار خرید شفعہ شفیع کا حکم کر دے اگرچہ شفیع نے دعوی کیوقت ثمن حاضر نہ کر دیا ہو یہی ہے اسواسطے کہ احضار
ثمن قبل قضا واجب نہیں و اذا قضی لزمہ احضارہ وللمشتری حبس الدار لیقبض ثمنہ اور جبکہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کر دے تو شفیع کو حاضر کرنا ثمن کا لازم

ہوگا اور مشتری کو گھر کا روک رکھنا ثمن لینے کیواسطے درست ہے فان قبل الشفیع ای بعد القضاء وادا ابطلہ بطل عند محمد لعدم الملک کذا ذکرہ ابن
وادا الثمن فانہ لم یبطل شفعتہ پھر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سو اسنے تاخیر کی ادائے ثمن میں تو اسکا شفعہ باطل نہ ہوگا بعد حکم قاضی کے اور قبل
از حکم تو شفعہ باطل ہوگا آخرت محمد کے نزدیک اسکے ملک نہ ہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی وخصم للشفیع المشتری مطلقا والبائع قبل التسلیم
الاول ملکہ والثانی بیدہ ابن کمال اور شفیع کا خصم مشتری ہے ہر طرح خواہ قابض ہو یا نہو اور بائع خصم ہے قبل از تسلیم کے اول یعنی مشتری خصم ہے بسبب اسکے
مالک ہونیکے اور ثانی یعنی بائع خصم ہے اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تسمع البینۃ علیہ حتی یحضر المشتری لانہ المالک لیکن گواہ نہ سنے جاوینگے
بائع پر جبتک مشتری حاضر نہو اسواسطے کہ مالک تو مشتری ہے و یفسخ بحضورہ ولو سلم للمشتری لا یلزم حضور البائع لزوال الملک والید عنہ ابن کمال اور بیع
فسخ کیجاے بائع کے سامنے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کردی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کے وقت لازم نہیں بسبب زائل ہوجانے اسکی ملک اور قبض
کے کذا ذکرہ ابن کمال ویقضی القاضی بالشفعۃ والعھدۃ لضمان الثمن عندہا لاستحقاق علی البائع قبل تسلیم المبیع الی المشتری والعھدۃ علی المشتری
لو بعدہ لما مر اور قاضی شفعہ کا حکم کرے اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے نزدیک بائع پر ہے قبل تسلیم کرنے مبیع کے مشتری کی طرف اور عہدہ
ضمان کا مشتری پر ہے اگر بعد تسلیم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل گذشتہ یعنی اسواسطے کہ تسلیم کے بعد بائع سے اسکی ملک اور قبض دونوں زائل ہوگئے تو وہ اجنبی ہوگیا
للشفیع خیار الرؤیۃ والعیب وان شرط المشتری البراءۃ منہ دون خیار الشرط والاجل اختیار شفیع کیواسطے خیار رویت اور خیار عیب ثابت ہے اگرچہ مشتری
نے براءت عیب کی شرط کرلی ہو نہ خیار شرط اور مدت کذا فی الاختیار یعنی خیار شرط شفیع کیواسطے ثابت نہیں اگرچہ مشتری کیواسطے خیار شرط ہوا ہو اور ثمن کی
مدت بھی نہیں اگرچہ مشتری کا ثمن موجل ہو وفی الاشباہ الشفعۃ بیع فی کل الاحکام الا فی ضمان الغرور للجبر اور اشباہ میں ہے کہ شفعہ بیع ہے سب احکام میں فریب کے
تاوان کے سوا جبر کے سبب سے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ شفیع نے زمین لی بسبب شفعہ کے پھر اسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ زمین غیر کی ملک نکلی
سو مالک مستحق نے ادا عمارت اور درخت کا چاہا سو اسنے ویسا ہی کیا تو شفیع ثمن پھیر لیگا مشتری سے اسواسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ اگر مشتری کو ایسا دھوکا ہوگا
تو بائع سے وہ نقصان پھیر لیگا اسواسطے کہ بائع نے اسکو دھوکا دیا اور شفیع کو مشتری کی جانب سے تو دھوکا نہیں ہوا اسواسطے کہ شفیع نے تو مشتری سے
زبردستی شفعہ لیا کذا فی الطحطاوی وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن والدار مقبوضۃ والثمن منقود صدق المشتری بیمینہ لانہ منکر ولا تحالف
اور اگر شفیع اور مشتری ثمن میں اختلاف کریں اور حالانکہ گھر مشتری کا مقبوض ہے اور ثمن بائع کو نقد ملگیا ہے تو مشتری کے قول مع قسم کی تصدیق ہوگی اسواسطے
کہ وہ منکر ہے وجوب تسلیم مبیع کا ثمن اول سے اور دونوں قسم نہ کھاوینگے ہم اسواسطے کہ تحالف وہاں ہوتا ہے جبکہ انکار دونوں جانب سے ہو اور دعوی بھی
طرفین سے ہو اور یہاں مشتری شفیع پر کچھ دعوی نہیں کرتا کذا فی الزیلعی مختصرا وان برہنا فالشفیع احق لان بینتہ ملزمۃ اور اگر شفیع اور مشتری
دونوں گواہ لاوین اپنے قول پر تو شفیع کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ شفیع کے گواہ ملزم ہیں مشتری کے ہم اور مشتری کے گواہ شفیع کے ملزم نہیں اسواسطے
کہ مشتری کی جانب سے تخییر ہے شفیع کے اخذ اور ترک میں ادعی المشتری ثمنا وادعی بائعہ اقل منہ بلا قبضہ فالقول لہ ای للبائع دعوی کیا
مشتری نے ثمن کا اور اسکے بائع نے اس سے کمتر کا دعوی کیا بدون اسکے قبض کرنیکے تو بائع کا قول مقبول ہوگا یعنی شفیع بائع کے ثمن بتانے پر لیگا
ومع قبضہ للمشتری اور قبض ثمن کے ساتھ مشتری کا قول مقبول ہوگا تو موجب اسکے شفیع لیگا ولو عکسا فبعد قبضہ القول للمشتری وقبلہ تحالفا اور اگر
دونوں نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونوں پر قسم کھانا
لازم ہوگا وای نکل اعتبر قول صاحبہ اور اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول مقبول ہوگا وان حلفا فسخ البیع ویاخذ الشفیع بما قال البائع ملتقی اور اگر دونوں
نے قسم کھائی تو بیع فسخ کیجاے اور شفیع بائع کے قول کے موافق لیگا کذا فی الملتقی وحط البعض یظہر فی حق الشفیع فیاخذ بالباقی وکذا ہبۃ البعض لا الکل

بعد القبض اشباہ اور کم کرنا بائع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہے حق شفیع میں پس شفیع گھر لیگا باقی ثمن سے اور اسیطرح ہبہ بعض ثمن حق شفیع میں ظاہر ہوتا ہے مگر جبکہ ہبہ
بعد قبض ہو تو وہ ہبہ مشتری کے حق میں ظاہر نہ ہوگا کذا فی الاشباہ یعنی اسواسطے کہ وہ ہبہ جداگانہ ہوا از قبیل حط ثمن نہ ٹھہریگا وحط الکل والزیادۃ لا فیأخذہ
بکل المسمی اور بائع کا گرا دینا تمام ثمن کو اور زیادہ کردینا ثمن مسمی پر حق شفیع میں ظاہر نہیں ہوتا تو شفیع اسکو لیگا تمام ثمن مسمی سے ولو حط النصف ثم النصف
یأخذ بالنصف الاخیر اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کردیا بعد اسکے نصف باقی کو کم کردیا تو شفیع نصف اخیر سے اسکو لیگا ولو علم انہ شراہ بالف فسلم ثم حط البائع مائۃ
فلہ الشفعۃ کما لو باعہ بالف فسلم ثم زاد البائع لہ جاریۃ او متاعا قنیہ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اسکو ہزار سے خرید کیا تب شفعہ سے دست بردار ہوا
پھر بائع نے اسمیں سے سو کم کردیے تو اب شفیع کیواسطے شفعہ ثابت ہے یعنی نو سو دیکر وہ لیگا چنانچہ اگر اسکو بعوض ہزار کے بیچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اسکے بائع
نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب زیادہ کردیا تو شفیع کا شفعہ ثابت ہے کذا فی القنیہ یعنی لونڈی اور اسباب کی قیمت ثمن مسمی سے گھٹ جائیگی ہم دونوں مسئلے
حط ثمن کے جزئیات سے ہیں وفی الشراء بمثلی ولو حکما کالخمر فی حق المسلم ابن کمال یأخذ بمثلہ اور خریدنے میں مثلی چیز سے شفیع لیگا بعوض مثلی کے اگرچہ مثلی حکما ہو
جیسے کہ شراب مسلم کے حق میں کذا ذکرہ ابن کمال اھ یہ کلام مقتضی ہے کہ شراب مثلی ہے حکما حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ قیمی ہے حکما مسلم کے حق میں اور اسکا مقتضی یہ
کہ مسلم اسکو لیوے شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہیں اور ابن کمال کی عبارت میں کچھ غبار نہیں کذا فی الحلبی یعنی شارح کی تعبیر سے یہ خلل ہوگیا نہ ابن کمال
کی عبارت سے وفی الشراء القیمی بالقیمۃ ای یوم الشراء اور خریدنے میں قیمت والی سے شفیع لیگا قیمت سے یعنی جو اس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن وفی
بیع عقار بعقار یأخذ الشفیع کلا من العقارین بقیمۃ الآخر تو عقار کی بیع میں بعوض دوسرے عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گھر بیع ہوا دوسرے قطعہ یا گھر کے عوض
تو ہر شفیع دونوں عقار کو لیگا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا اور اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا وفی الشراء
بثمن مؤجل یأخذ بحال او طلب الشفعۃ فی الحال ثم اخذ بعد الاجل اور مدت والے ثمن سے خرید کرنے میں شفیع لے ثمن نقد بلا مدت سے یا کہ شفیع
شفعہ فی الحال طلب کرے اور بعد مدت کے اسکو لے ولا یتعجل ما علی المشتری لو اخذ بحال اور جو ثمن مؤجل مشتری پر ہے وہ معجل نہ ہوگا اگر شفیع نے ثمن حال سے
اسکو لیا یعنی اسواسطے کہ مدت حق مشتری ہے سو تعجیل شفیع سے باطل نہ ہوگا ولو سکت عنہ فلم یطلب فی الحال ذہب حقہ لطلب عند حلول الاجل بطلت
الشفعۃ خلافا لابی یوسف رح اور اگر شفیع ثمن مؤجل سنکر چپ رہا اس سے سوا سنے شفعہ فی الحال طلب نہ کیا اور صبر کیے رہا یہانتک کہ طلب کیا مدت کے آنے
کے وقت تو شفعہ باطل ہوگیا برخلاف ابی یوسف کہ انکے نزدیک باطل نہ ہوا ویأخذ بمثل الخمر وقیمۃ الخنزیر ان کان البائع والمشتری والشفیع ذمیا لا بد ان
یکون البائع ایضا ذمیا والا یفسد البیع فلا تثبت الشفعۃ ابن کمال معزیا للمبسوط اور شفیع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اور شفیع ہر واحد ذمی
ہو یہ قید ضرور ہے کہ بائع بھی ذمی ہو اور اگر بائع ذمی نہ ہوگا تو بیع فاسد ہوگی شفعہ ثابت نہ ہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہے مبسوط کی طرف نسبت کرکے ویأخذ
بقیمتہما المسلم لو کان الشفیع مسلما لمنعہ عن تملکہا وتملیکہا اور شفعہ لے شراب اور سور کی قیمت دیکر بدلیل گذشتہ اگر شفیع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے
شراب اور سور کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے ہم یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ خنزیر کی قیمت اسکے ذات کے قائم مقام ہوتی ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیمی
کی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہے تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت خنزیر حرام ہو برخلاف قیمت شراب کے کہ اسکے مثل ہونے سے اسکی قیمت لینا اسکی
ذات کے لینے کے مانند نہیں اسکا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا ثم قیمۃ الخنزیر ہنا قائمۃ مقام الدار لا مقام الخنزیر ولذا لا یحرم تملکہا بخلاف المرور علی العاشر کما
معلوم ہو کہ خنزیر کی قیمت یہاں یعنی شفعہ لینے میں گھر کی قائم مقام ہے نہ خنزیر کے قائم مقام ہے اور اسی واسطے اسکی تملیک مسلم پر حرام نہیں بخلاف وارد ہونے
ذمی کے عاشر پر ہم یعنی قیمت خنزیر یہاں گھر کا بدلا ہے نہ خنزیر کا عوض جو اسکی تملیک حرام ہو بخلاف مرور علی العاشر یعنی اگر ذمی شراب اور سور لیکر عاشر پر گذر کرے
تو وہ اس سے کچھ نہ لیگا شراب کا حکم تو ظاہر ہے اور خنزیر کی وجہ یہ ہے کہ اسکی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہے اور مسلم کو اسکی ذات کا لینا جائز نہیں تو

[illegible] ۱۲

اسی طرح اُسکے قائم مقام کا لینا درست نہیں اور یہاں قیمت سواے خنزیر کے اور چیز کا بدلا نہیں ہو سکتی کذا فی الطحطاوی وطریق معرفۃ قیمۃ الخمر والخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلفا فیہ فالقول للمشتری عنایہ اور طریقہ خمر اور خنزیر کی قیمت کے معرفت کا رجوع کرنا ہی اُس ذمی کی طرف جو مسلمان ہوگیا یا اُس مسلمان فاسق کی طرف جسنے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفیع اور مشتری خمر اور خنزیر کی قیمت مین مختلف ہون تو مشتری کا قول مقبول ہوگا کذا فی العنایہ و یاخذ الشفیع بالثمن و قیمۃ البناء والغرس مستحقی القلع کما مر فی الغصب اور شفیع شفعہ لے ثمن سے اور اس عمارت اور درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہے چنانچہ غصب مین مذکور ہوچکا قلت واما اوتادہا والوان کثیرۃ او طلاہا بالجص کثیر خیر الشفیع بین ترکہا واخذہا و اعطاء ما زاد الصبغ فیہا لتعذر نقضہ ولا قیمۃ لنقضہ بخلاف البناء حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے بہت رنگون کا روغن لگایا گھر مین یا بہت گچکاری کی تو اسمین شفیع مختار ہے اس گھر کے چھوڑ دینے مین یا اُسکے لینے مین اور اسقدر کے دینے مین جسقدر گھر کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی بسبب متعذر ہونے نقض رنگ کے اور حالانکہ اُکھڑے رنگ کی کچھ قیمت نہین بخلاف نقض عمارت کہ اُسکی قیمت کچھ باقی رہتی ہے کذا فی حاوی الزاہدی او بنی المشتری او غرس او کلف الشفیع المشتری قلعہما ای الشفیع ثمن او قیمت عمارت اور درخت کی دیکے لے اگر مشتری نے عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہون یا کہ شفیع مشتری کو عمارت کھودنے اور درخت اُکھاڑنے کی تکلیف دے الا اذا کان فی القلع نقصان الارض فان الشفیع ان یاخذ بالثمن وقیمۃ البناء والغرس مقلوعۃ غیر ثابتۃ قہستانی مگر جبکہ اُکھاڑنے مین زمین کا نقصان ہو تو شفیع کو جائز ہے اُسکا لینا کھودی عمارت اور اُکھڑے درخت کی قیمت سے کذا فی القہستانی وعن الثانی ان شاء اخذہ بالثمن وقیمۃ البناء والغرس او ترک وبہ قال الشافعی ومالک قلنا بنی فیما للغیر فیہ حق اقوی فلذا تقدم علیہ فینقضہ اور ابو یوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفیع لیوے ثمن اور عمارت اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اُسکو چھوڑ دے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہین دے سکتا یہی کہا ہے امام شافعی اور مالک نے ہم اُسکے جواب مین کہتے ہین کہ مشتری نے اُسمین عمارت بنائی جسمین غیر مشتری کا قوی تر حق ہے لہذا وہ مقدم ہوگیا اُسکے لینے مین مشتری پر تو اُسکو نقض عمارت اور درخت مین بھی اختیار ہوگا کما ینقض الشفیع وجمیع تصرفاتہ ای المشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرۃ والہبۃ زیلعی وزاہدی جسطرح منقوض کر دیتا ہے شفیع مشتری کے سب تصرفات کو یہان تک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور ہبہ کو بھی کذا فی الزیلعی والزاہدی یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد اُسکو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسی کو ہبہ کر دیا تو شفیع ان سب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ نظم مین ہے کہ نقض مسجد اور نبش موتی جائز نہین اور شفعہ شفیع کا باطل ہے واللہ اعلم واما الزرع فلا یقلع استحسانا لان لہ نہایۃ معلومۃ ویبقی بالاجر اور زراعت تو نہ اُکھاڑی جاوے گی اسواسطے کہ اُسکی نہایت معلوم ہے اور اُسکا باقی رہنا بعوض اجرت کے ہوگا یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد زراعت کی زمین مین تو وہ قائم رہیگی پختگی تک اور مشتری پر اُسکی اجرت لازم ہوگی و رجع الشفیع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعۃ ثم بنی او غرس ثم استحقت ولا یرجع بقیمۃ البناء والغرس علی احد لانہ لیس بمغرور بخلاف المشتری اور شفیع فقط ثمن کو پھیر لے اگر اُسنے شفعہ کے سبب سے لیا پھر اُسمین عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی مملوک نکلی اور عمارت اور درخت کی قیمت شفیع کسی شخص سے نہ لیگا اسواسطے کہ اُسکو کسی نے فریب نہین دیا بخلاف مشتری و یاخذ بکل الثمن ان خربت الدار او جف الشجر بلا فعل احد والاصل ان الثمن یقابل الاصل لا الوصف اور شفیع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہوگیا یا درخت خشک ہوگیا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ثمن مقابل ہوتا ہے اصل مبیع کے نہ اُسکے وصف کے ہم عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہین بلکہ تابع ہین تو یون کہنا بہتر تھا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کذا فی الطحطاوی وہذا اذا لم یبق شیء من نقض او خشب اور یہ یعنی درصورت ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اُسوقت ہے جبکہ بنا منقوض یا درختون کی لکڑیون سے کچھ باقی نہ رہا ہو فلو بقی واخذہ المشتری لانفصالہ عن الارض حیث لم یکن تبعا للارض تسقط حصتہ من الثمن فیقسم الثمن علی قیمۃ الدار یوم العقد وعلی قیمۃ النقض یوم الاخذ زیلعی سو اگر عمارت کا مصالحہ اور لکڑی باقی ہے اور مشتری نے اُسکو لیا بسبب اُسکے جدا ہونے کے زمین سے کیونکہ وہ زمین کا تابع باقی

نہ رہا تو بقدر اُسکے حصہ کے ثمن سے ساقط ہوگا تو ثمن بانٹا جاوے گھر کی قیمت پر جو یوم العقد تھی اور منقوض کی قیمت پر جو شفیع کے لینے کے دن ہو کذا فی
الزیلعی قلت فلو لم یاخذہ المشتری کان بالک بعد الانفصال لم یسقط شئ من الثمن لعدم حبسہ اذ ہو من التوابع والتوابع لا یقابلہا شئ من الثمن ح بالاخذ بالشفعۃ
تحولت الصفقۃ الی الشفیع فقد ہلک ما دخل تبعا قبل القبض ولا یسقط بمقابلتہ شئ من الثمن قالہ شیخنا میں کہتا ہوں سو اگر مشتری مصالحہ اور لکڑی کچھ نہ لے اس طرح پر کہ
وہ تلف ہو جاوے جدا ہونے کے بعد زمین سے تو ثمن میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا مشتری کے عدم حبس کے سبب سے اس واسطے کہ مصالحہ اور لکڑی توابع سے ہے
اور توابع کے مقابلے میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور شفیع کے لینے سے بسبب شفعہ کے عقد گھوم کر شفیع کی طرف ہو گیا تو جو چیز تبعاً داخل بیع تھی وہ قبل القبض ہلاک
ہو گئی تو ایسی صورت میں کچھ ثمن ساقط نہیں ہوتا یہ کہا ہمارے استاد خیر الدین رملی نے بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حیث یسقط من
الثمن بحصتہ لان الفائت بعض الاصل یعنی بخلاف اس صورت کے جبکہ کچھ زمین تلف ہو گئی بسبب ڈوب جانے کے کہ وہاں بقدر اسکے حصہ کے ثمن
ساقط ہوگا اس واسطے کہ فوت ہونے والا بعض ہے اصل مبیع کا کذا فی الزیلعی و یاخذ بحصۃ العرصۃ من الثمن ان نقض المشتری البناء لانہ قصد الاتلاف و
فی الاول لا آفۃ سماویۃ ویقسم الثمن علی قیمۃ الارض والبناء یوم العقد بخلاف انہدامہ کما مر لتقومہ بالحبس اور شفیع لے حصہ زمین کے ثمن کے عوض اگر مشتری نے
عمارت گھر کی ڈھائی ہو اس واسطے کہ اس نے تلف کر ڈالنے کا ارادہ کیا اور اول میں یعنی جبکہ خود بخود عمارت ویران ہو گئی آفت آسمانی تھی اور ثمن تقسیم ہوگا زمین
اور عمارت کی قیمت پر جو یوم العقد تھی برخلاف اسکے منہدم ہو جانے کے کہ وہاں یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہو گی چنانچہ مذکور ہو چکا حصہ مقبوض ہو اس واسطے ساقط
ہوگا کہ منقوض مال متقوم ہے حبس مشتری کے سبب سے و نقض الاجنبی کنقضہ ای المشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کے توڑنے کے مانند
ہے حکم میں یعنی بقدر اسکے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا والنقض بالکسر المنقوض لہ ای للمشتری فلیس للشفیع اخذہ لزوال التبعیۃ بالانفصال اور نقض بکسر اول یعنی
ملبہ مشتری کا ہے اور شفیع کو اسکا لینا نہیں چاہیے کیونکہ زمین سے جدا ہونے سے اسکا تابع نہ رہا و یاخذ ثمرا استحسانا لاتصالہ اذن ابتاع ارضا ونخلا وثمرا او اثمر
بعد الشراء فی یدہ اور شفیع لے اسکے پھلوں کو ساتھ استحسان کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کھجور کے درخت اور پھل خرید کیے یا کہ پھل لگے خرید کے بعد
مشتری کے قبضہ میں بسبب متصل ہونے پھلوں کے درخت سے وان جذہ المشتری فلیس للشفیع اخذہ لما مر اور اگر مشتری نے پھل توڑ لیے تو شفیع کو پھل لینے کا
اختیار نہیں بدلیل گذشتہ یعنی پھل تابع ہیں نہ اصل اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہو گیا او ہلک بآفۃ سماویۃ وقد اشتراہا بثمرہا سقطت حصتہ من الثمن
فی الاول ای شراہا بثمرہا وبکل الثمن فی الثانی بحدوثہ بعد القبض یا باغ تلف ہو گیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اسکو مشتری نے اسکے پھلوں کے ساتھ
خرید کیا تھا ساقط ہوگا اسکا حصہ ثمن سے اول میں یعنی جب باغ کو پھل کے ساتھ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع لیگا ثانی میں یعنی جہاں پھل پیدا ہوا مشتری کے
قبضہ میں بسبب حادث ہونے پھل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اسکے کچھ ثمن واقع نہ ہوگا قضی بالشفعۃ للشفیع لیس لہ ترکہا شرح وہبانیۃ لتحول الصفقۃ
الیہ بخلاف ما قبل القضاء قاضی نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا تو اسکو اسکا چھوڑنا جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ بسبب پھر جانے عقد کے شفیع کی طرف
قضا کے سبب سے بخلاف ما قبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا طلب شفعہ کا بیع فاسد میں انقطاع حق بائع کے
وقت ہے بالاتفاق وفی ہبۃ بعوض مشروط ولا شیوع فیہا وقت التقابض اور اس ہبہ میں جو بعوض مشروط ہو اور حالانکہ بدلین میں شیوع نہیں تقابض
البدلین کے وقت طلب شفعہ ہے یہ ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی بیع فضولی او بخیار بائع وقت
البیع عند الثانی ووقت الاجازۃ عند الثالث اور فضولی کی بیع میں اور خیار بائع کی بیع میں طلب شفعہ ہو وقت بیع کے ابو یوسف کے نزدیک اور اجازت
بیع کے وقت ہے محمد کے نزدیک وبخیار مشتر وقت البیع اتفاقا مجتبیٰ اور خیار مشتری کی بیع میں بیع کے وقت طلب شفعہ ہے بالاتفاق کذا فی المجتبیٰ من
لم یر الشفعۃ بالجوار کالشافعی مثلا طلبہا عند حاکم یراہ یقول لہ ہل تعتقد وجوبہا ان قال نعم اعتقد ذلک حکم لہ بہا والا لا یلتفت لا الکیفیۃ وبزازیہ جو شخص شفعہ

جوار کا معتقد نہو چنانچہ شافعی مذہب مثلا اور وہ شفعہ طلب کرے اس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہے تو حاکم اس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہے اگر مدعی کہے
کہ ہان مین اسکا اعتقاد رکھتا ہون تو اسکے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی وہ نہ کہے تو حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی النتیجۃ البزازیۃ ہم یہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ
سے اور یہ حلوانی کا قول ہے ان اقوال مین اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم نہ دے کیونکہ مدعی اسکا معتقد نہین اور تیسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم دے اسواسطے کہ حاکم تو اسکے وجوب کا
اعتقاد رکھتا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی المنح شروع مسائل الفقہ شارح کہ اخر الشفیع الطلب لکون القاضی لا یرا ہا فہو معذور شفیع نے ایجاب طلب شفعہ مین تاخیر
کی اسواسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد نہین تو شفیع معذور ہے ... تاخیر طلب سے بطل شفعہ نہوگی وکذا لو طلب من القاضی احضارہ فامتنع تجلاف
سببہ لم یوجد کما یاتی اور اسیطرح شفیع تاخیر طلب مین معذور ہے اگر اسنے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا سو قاضی نے نہ مانا یا مشتری نہ حاضر ہوا کذا ذکرہ ابو السعود
بخلاف یہودی کے سبت کے چنانچہ آگے آویگا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ مین تاخیر کریگا تو معذور
نہوگا کذا فی شرح الکموی شری ارضا بنیاء نزعی ترابہا فباعہ بنائہ ثم اخذ الشفیع بالشفعۃ اخذ بالحصۃ من الثمن بان یقسم علی قیمۃ الارض یوم الشراء قبل رفع التراب وعلی قیمۃ التراب
الذی باعہ دیہات سوا ایک شخص نے زمین خریدی سو درم کو پھر اسکی مٹی اٹھائی اور دو درم کو بیچی پھر اس زمین کو شفیع نے لیا بسبب شفعہ کے تو شفیع اسکو ۵۰ درم
لے اسواسطے کہ زمین کا ثمن یعنی سو درم بانٹا جاتا زمین کی اس قیمت پر جو خریدنے کے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اس مٹی کی قیمت پر جسکو اسنے بیچ لیا اور
وہ دونون قیمتین برابر ہین ہم طحطاوی نے کہا یہ تعلیل بلا ظہر نہین مگر جبکہ دونون کی قیمتین عند العقد برابر ہون ولکنہما کما کانت فالجواب لا یتفاوت ویقال للمشتری
ارفع ما السبت فیہا فہو لک حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے زمین میں نئی مٹی سے بھر دی جیسی کہ پہلے تھی تو جواب متفاوت نہ ہوگا یعنی شفیع اسکو پچاس ہی درم
سے لیگا اور مشتری سے کہا جاویگا کہ نکال لے جو اسمین تو نے مٹی بھر دی ہے کہ وہ تو تیری ملک ہے کذا فی حاوی الزاہدی وفیہ شری دارا الی الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل
الثمن ویاخذہا بالشفعۃ لانہ ملکہا ببیع فاسد انتہی قلت یعنی انہ لا شفعۃ فی البیع الفاسد ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببناء ونحوہ وجبت اور حاوی زاہدی
مین ہے کہ گھر خریدا کھیت کٹنے کی مدت تک تو شفیع کو جائز نہین کہ ثمن جلد دے اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اسواسطے کہ مشتری گھر کا مالک ہوا ہے بیع فاسد کے سبب
انتہی ما فی الحاوی مین کہتا ہون اور آگے آویگا کہ اسمین شفعہ نہین جسمین بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو احتمال فسخ کے سبب سے ہان جبکہ فسخ ساقط ہو جاوے
مشتری کی عمارت بنانے سے اور مانند اسکے کوئی اور صورت سے تو شفعہ واجب ہوگا وفی المبسوط البتہ بشرط العوض انما تثبت الملک للموہوب لہ اذا قبض
الکل فلو وہب دارا علی عوض الف درہم فقبض احد العوضین دون الاخر ثم سلم الشفیع الشفعۃ فہو باطل حتی اذا قبض العوض الاخر کان لہ ان یاخذ الدار بالشفعۃ اور
مبسوط مین ہے کہ ہبہ بشرط عوض مین موہوب لہ کی ملک ثابت ہوتی ہے جس وقت کل مقبوض ہو یعنی دونون عوضون پر واہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہو جاوے تو اگر گھر ہبہ کیا
ہزار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا نہ دوسرے عوض پر پھر شفیع شفعہ سے دست بردار ہوا تو وہ باطل ہے یہان تک کہ جب دوسرا عوض مقبوض ہو تو شفیع
کو اختیار ہے کہ گھر لے شفعہ کے سبب سے واللہ اعلم

باب ما تثبت ہی فیہ او لا تثبت

یہ باب ہے اسکا جسمین شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہین ہوتا لا تثبت قصدا الا فی عقار ملک بعوض ہو مال خرج المہر شفعہ ثابت نہین ہوتا قصدا مگر
اس عقار مین جو مملوک ہوئی ہو اس عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے ہبہ بلا عوض خارج ہو گیا اور مال کی قید سے مہر نکل گیا ہم قصدا کی قید اسواسطے
لگائی کہ شفعہ غیر قصدی غیر عقار مین بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ شجر اور ثمر مین شفعہ ثابت ہوتا ہے گھر کے ساتھ اور اسیطرح اشباہ مین ہے خانہ آسیا کے ساتھ اور اسیطرح
نہر مین یا اراضی کے ساتھ وان لم یکن تقسیم خلافا للشافعی کرحی ای بیت الرحی مع الرحی نہایۃ وحمام وبئر ونہر وبیت صغیر لا یمکن قسمتہ اگرچہ عقار اور مانند عقار قسمت پذیر
نہو برخلاف شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنوان اور نہر اور ایسا چھوٹا گھر جسکی قسمت ممکن نہو یعنی قسمت کرنے سے لائق انتفاع کے نہ رہے نہایہ مین ہے

باب ما تثبت ہی فیہ او لا تثبت

کہ اسیا سے مراد اسیا خانہ ہی اسیا کے ساتھ ہم یعنی اشیاء مذکورہ میں شفعہ ثابت ہی ہمارے نزدیک دفع ضرر جوار کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک شفعہ نہیں
دفع ضرر قسمت کی علت سے لا فی عرض بالسکون الیس العقار فیکون بالوجہ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہیں عرض میں عرض بالفتح اول و سکون
ثانی وہ چیز ہی جو عقار نہو تو جو معطوفات عرض کے بعد ہیں وہ من قبیل عطف خاص کے ہیں عام پر ہم صحاح میں ہی عرض بالسکون عبارت ہی متاع سے اور جو چیز سوا
عرض ہی دینار اور درہم کے سوا اور صحاح میں ہی حطام دنیا و فلک خلافا لمالک اور شفعہ ثابت نہیں ناؤ میں برخلاف مذہب مالک کے و بناء و نخل اذا بیعا قصدا
ولو مع حق القرار خلافا لما فہمہ ابن الکمال لمخالفتہ المنقول کما افادہ شیخنا الرملی اور شفعہ نہیں عمارت اور نخلستان میں جبکہ انکی بیع بالقصد ہو بلا تبعیت ارض کے
اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اسکے جو کہ ابن کمال نے سمجھا ہی بسبب اسکے مخالف ہونیکے منقول سے چنانچہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکو بیان کیا ہی
ولا فی ارث و صدقۃ و ہبۃ لا بعوض مشروط اور شفعہ ثابت نہیں موروث میں اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض مشروط میں ہم اگر ایک شخص گھر کا مالک میراث کے
سبب سے ہی تو اسمیں شفعہ نہیں کذا فی الدرر و دار قسمت او جعلت اجرۃ او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد او مہرا او ان قوبل بعضہا ای الدار بمال لان
معنی البیع تابع فیہ اور اس گھر میں شفعہ نہیں جسکی قسمت ہوگئی شریکوں میں یا وہ گھر اجرت یا بدل خلع یا بدل عتق یا بدل صلح کا دم عمد سے ٹھہرایا گیا یا گھر مہر قرار دیا
گیا اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ میں مالی واقع ہوا ہو اسواسطے شفعہ نہیں کہ بیع کے معنی اسمیں تابع ہیں ہم بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہونیکی صورت یہ ہی کہ زوج نے
زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کو مہر مقرر کیا اس شرط کہ زوجہ زوج کو ہزار درم پھیر دے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف بجائے مہر بالجر کے مہرا بالنصب لاتا تاکہ
اجرۃ پر عطف ہوتا اسواسطے کہ بعینہ گھر بدل ہوگا مہر کا اسطرح پر کہ زوج مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دے تو اسمیں شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ زیلعی میں مذکور ہی اسواسطے
کہ وہ مبادلہ ہی مال کا مال سے اسواسطے کہ گھر بدلا ہی اسکا جو زوج کے ذمہ پر مال ہی یعنی مہر و اوجباہا فی حصۃ المال اور صاحبین نے شفعہ واجب کہا ہی حصہ مال میں
یعنی جسقدر گھر مال کے مقابلہ میں پڑا اتنے میں صاحبین کے نزدیک شفعہ واجب ہی او دار بیعت بخیار البائع و لم یسقط خیارہ فان سقط وجبت ان طلبت
عند سقوط الخیار فی الصحیح وقیل عند البیع و صحح یا اس گھر میں شفعہ نہیں جو بیع ہوا بائع کے اختیار پر اور ہنوز اسکا اختیار ساقط نہیں ہوا پھر اگر ساقط ہوگیا تو
شفعہ واجب ہوگیا اگر شفیع نے سقوط اختیار کے وقت طلب کی قول صحیح میں اور بعضوں نے کہا کہ بیع کے وقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہی
او بیعت الدار بیعا فاسدا و لم یسقط فسخہ فان سقط حق فسخہ کان بنی المشتری فیہا ثبتت الشفعۃ کما مر یا اس گھر میں شفعہ نہیں جسکی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز
اسکا فسخ ساقط نہیں ہوا پھر اگر اسکا حق فسخ ساقط ہوگیا چنانچہ مشتری نے اسمیں کچھ عمارت بنائی تو شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم اسی طرح ہبہ سے
اور مہر میں دینے سے حق فسخ ساقط ہوجاتا ہی تو شفیع قیمت دیکر شفعہ لیگا کذا فی الزیلعی او ردت بخیار رؤیۃ او شرط او عیب بقضاء متعلق بالاخیر فقط خلافا لما
زعمہ المصنف تبعا للدرر یا رد بیع ہوا خیار رؤیت یا خیار الشرط کے سبب سے یا رد بیع ہوا خیار العیب سے بحکم قاضی شارح نے کہا بقضاء فقط اخیر یعنی عیب سے متعلق ہی
برخلاف اسکے جو مصنف نے شرح میں گمان کیا ہی درر کا تابع ہوکر ہم مصنف نے شرح میں کہا کہ بقضاء متعلق ہی رد سے تو مسائل ثلثہ سے حکم قاضی متعلق
ہوگیا حالانکہ ایسا نہیں چنانچہ کلام زیلعی صریحا اسکے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی بعد ما سلمت ای ترک الشفعۃ ثم رد المبیع بخیار رؤیۃ او شرط کیف
ما کان او بعیب بقضاء فلا شفعۃ لانہ فسخ لا بیع رد بیع ہوا تسلیم شفعہ کے بعد یعنی جب بیع ہوئی اور شفعہ سے شفیع نے انکار کیا پھر مبیع پھیر دیا گیا بسبب
خیار الرؤیۃ کے یا بسبب خیار شرط کے یا رد مبیع ہوا بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفعہ نہیں اسواسطے کہ یہ فسخ ہی بیع نہیں ہی ہم یہ علت ہی مسائل ثلثہ
کی یعنی شفعہ واجب ہوتا ہی بیع کے بعد نہ فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد بعیب بعد القبض بلا قضاء او باقالۃ فان لہ الشفعۃ لان الرد بالعیب بلا قضاء و الاقالۃ
بمنزلۃ بیع جدید برخلاف رد مبیع عیب سے قبض کے بعد بدون حکم قاضی کے یا اقالہ سے اسواسطے کہ شفیع کو اسواسطے اسمیں شفعہ ثابت ہی اسواسطے کہ عیب سے پھیر دینا
بدون حکم قاضی کے بمنزلہ بیع کے ہی شرع سے اور اسی طرح اقالہ بیع جداگانہ ہی ہم اسواسطے کہ عیب سے بلا قضا پھیر لینا چونکہ واجب نہیں اور باوجود اسکے

بائع نے اپنی خوشی سے پھیر لیا تو ایسا ہوا گویا اُسنے خرید کیا اور اسی طرح اقالہ بیع ہی ثالث کے حق مین اور شفیع تیسرا ہی بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر و تثبت الشفعۃ للعبد المأذون المستغرق بالدین احاطۃ الدین برقبتہ وکسبہ لیس بشرط ابن کمال فی بیع سیدہ اور شفعہ ثابت ہی غلام ماذون کیواسطے جو دین مین ڈوبا ہوا ہی مولی کی بیع مین ابن کمال نے محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کمائی کو ثبوت شفعہ کی شرط نہین کیا ہم یعنی اگر مولی نے گھر بیچا تو اُسکا شفعہ اُسکے غلام تاجر مدیون کے واسطے ثابت ہی اسواسطے کہ درصورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہی وہ مولی کا مملوک نہین ہی اور یہی علت ہی مولی کے شفعہ لینے کی غلام کی بیع مین و تثبت السیدہ فی بیعہ بنا علی ان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء و شراء احدہما من الآخر یجوز اور شفعہ ثابت ہی غلام ماذون کے مالک کیواسطے غلام کے بیچے گھر مین اسوجہ کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خرید کے ہی اور انمین سے ایک کا خرید کرنا دوسرے سے جائز ہی و تثبت لمن شری اصالۃ او وکالۃ او اشتری لہ بالوکالۃ اور شفعہ ثابت ہی اُس شخص کیواسطے جسنے اصالۃً یا وکالۃً خرید کیا یا اُسکے واسطے دوسرے شخص نے بطریق وکالت خرید کیا ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو خرید کرنیکا وکیل کیا سو وکیل نے موکل کیواسطے گھر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفیع ہی تو اُسکے واسطے شفعہ ثابت ہی صورت اسکی یہ ہی کہ ایک گھر تین شخصون مین مشترک ہی اور اُس گھر کا ایک شخص جار ملاصق ہی پھر جب وہ گھر بیع ہوا اور ایک شریک نے اُسکو خرید کیا تو مشتری کے واسطے شفعہ ثابت ہی خواہ اُسنے اصالۃً خرید کی ہو یا وکالۃً اور اسیطرح موکل کیواسطے شفعہ ثابت ہی جبکہ وکیل نے اُسی کیواسطے خرید کی ہو اور دوسرے شریک کیواسطے بھی شفعہ ثابت ہی کذا فی الدرر یہ توضیح ہی شارح کے قول آئندہ کی ش فائدۃ انہ لو کان المشتری او الموکل بالشراء شریکا وللدار شریک آخر فلہما الشفعۃ ولو ہو شریکا وللدار جار فلا شفعۃ للجار مع وجودہ اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ مین یہ ہی کہ اگر مشتری یا خرید کا موکل شریک ہو اور گھر کا دوسرا شریک بھی ہو تو دونون کیواسطے شفعہ ثابت ہی اور اگر وہ شریک ہو اور گھر کا کوئی جار ملاصق ہو تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ نہین باوجود شریک کے یعنی اسواسطے کہ شریک مقدم ہی ہمسایہ پر کذا فی الدرر لا شفعۃ لمن باع اصالۃ او وکالۃ او بیع لہ ای وکل بالبیع او ضمن الدرک والاصل ان الشفعۃ تبطل باظہار الرغبۃ عنہا لا فیہا شفعہ نہین اُسکا جسنے بیع کی اصالۃً یا وکالۃً یا بیع ہوگئی اُسکی طرف سے یعنی دوسرے کو اُسنے بیع کرنیکا وکیل کیا یا ضمان درک کیا یعنی اگر مبیع غیر کی مملوک نکلے تو ثمن کا ضمان اُسپر ہی اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہ ہی کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہی شفعہ سے بے رغبتی ظاہر کرنے سے اور باطل نہین ہوتا اظہار خواہش سے اسمین ہم چونکہ بیع اور ضمان استحقاق مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہی لہذا شفعہ باطل ہوگیا

باب ما یبطلہا

یہ باب ہی اُسکا جو شفعہ کو باطل کردیتا ہی یبطلہا ترک طلب المواثبۃ ترکہ بان لا یطلب فی مجلس اخبر فیہ بالبیع ابن کمال وتقدم ترجیح خیار المجلس شفعہ کو باطل کرتا ہی طلب مواثبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب مواثبہ کی صورت یہ ہی کہ شفیع شفعہ طلب نہ کرے اُس مجلس مین جسمین اُسکو بیع کی خبر پہونچی کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیار مجلس کی مقدم مذکور ہو چکی یعنی طلب مواثبہ آخر مجلس تک ممتد ہی اور یہی قول راجح ہی طلب علی الفور پر او ترک طلب الاشہاد وعند عقار او ذی ید لا الاشہاد وعند طلب المواثبۃ لانہ غیر لازم مع القدرۃ کما مر یا مبطل شفعہ ہی باوجود قدرت کے طلب اشہاد کا ترک کرنا عقار یا ذی الید کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب مواثبہ کے نزدیک اسواسطے کہ وہ غیر لازم ہی چنانچہ مذکور ہوچکا ہم طلب اشہاد کی یہ صورت مذکور ہوچکی کہ شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے یہ گھر خرید کیا اور مین اُسکا شفیع ہون اور مین قبل اس کے طلب مواثبہ کرچکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون سو تم شاہد رہو اسپر اور قدرت کی صورت یہ ہی کہ کسی نے شفیع کا مُنہ بند نہ کرلیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہ ہو و یبطلہا تسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط او لا فقط لا قبلہ کما مر او تسلیمہا بعد بیع کے تسلیم شفعہ مبطل ہی اُسکی خواہ علم سقوط شفعہ کا بسبب تسلیم کے اُسکو ہو یا نہ ہو اور قبل بیع کے تسلیم شفعہ مبطل نہین چنانچہ مذکور ہوچکا ہم تسلیم شفعہ عبارت ہی اسقاط حق شفعہ سے اور اسقاط حق نہین ہوسکتا مگر بعد وجوب کے اور وجوب شفعہ نہین ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہین اور بعد بیع کے صحیح ہی ولو تسلیمہا من اب و وصی خلافا لمحمد فیما بیع بقیمتہ او اقل ملتقی تسلیم شفعہ مبطل شفعہ ہی اگرچہ تسلیم صغیر کے باپ یا وصی کی طرف سے ہو برخلاف محمد کے اسمین جسکی بیع اُسکی قیمت کے موافق یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی الملتقی ہم یعنی صغیر کا باپ اگر صغیر کا شفعہ ساقط کرے تو تسلیم

صحیح ہے امام کے نزدیک اور باپ یعنی بعد بلوغ کے صغیر اسکو طلب نہیں کرسکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور محمد کا مذہب یہ ہے کہ درصورت مساوات یا قلت قیمت تسلیم باپ اور وصی کی سے باطل شفعہ نہیں الوکیل یبطلها اذا اسلم الشفعة او اقر علی الموکل بتسلیمه الشفعة صح لو کان التسلیم او الاقرار عند القاضی فی الاصح لانه یصیح عن الخصومة طلب شفعہ کا وکیل جبکہ شفعہ تسلیم کرے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعہ کا اقرار کرے تو تسلیم صحیح ہے اگر تسلیم اور اقرار قاضی کے پاس ہوا اور قاضی کے حضور میں نہ ہو تو صحیح نہیں لیکن وکیل خصومت سے خارج ہوجاتا ہے و سکوته کتسلیمه تسلیم اور ساکت رہنا اسکا جو تسلیم کا مختار رکھتا ہے تسلیم ہے مثلاً باپ یا وصی کو تسلیم کا اختیار ہے اور انھوں نے بیع کے وقت سکوت کیا طلب شفعہ سے صغیر کیواسطے تو یہ سکوت بجائے تسلیم ہے و یبطلها صلحه منها علی عوض ای غیر المشفوع لما یاتی اور شفعہ باطل کرتا ہے صلح کرنا شفیع کا شفعہ سے عوض یعنی عوض غیر مشفوع پر بدلیل اسکے جو قول آتا ہے ہم یہ ہے وہ مسئلہ کہ بعد وہ صالح علی اخذ نصف الدار وعلیه رده لانه رشوة اور شفیع پر عوض کا پھیر دینا واجب ہے اسواسطے کہ وہ رشوت ہے ہم چونکہ شفعہ عبارت ہے حق تملک سے بلا ملک لہذا اسکا عوض لینا صحیح نہیں و یبطلها بیع شفعته بمال ولا یلزم المال و شفعہ کو باطل کرتا ہے بیچنا اپنے شفعہ کا مال سے اور اس بیع سے مال لازم نہ ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ رشوت ہے و کذا الکفالة بخلاف القود و اسیطرح کفالت باطل ہوجاتی ہے و بیع سے بخلاف قصاص کے ہم کفالت سے یہاں مراد حاضر ضامنی ہے یعنی اگر صاحب حق نے بعوض ضامن سے کہا کہ میں تیرے ہاتھ حاضر ضامنی بیچتا ہوں تو یہ مال پر ضامنی ساقط ہوجاویگی اور مال نہ واجب ہوگا بخلاف قصاص کے کہ اسکا عوض لینا درست ہے اور اسیطرح ملک نکاح اور اعتقاد رق کا اعتیاض درست ہے اسواسطے کہ ان اشیا میں ملک ثابت ہے و لو صالح علی اخذ نصف الدار بنصف الثمن صح اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گھر کے لینے پر عوض لینا ١٢ بعوض نصف ثمن کے تو صحیح ہے و لو صالح علی اخذ بیت معین من الدار بحصته من الثمن لا یصح لجهالة الثمن عند العقد ولا تسقط شفعته اور اگر شفیع نے صلح کی گھر میں سے ایک مکان کے لینے پر بعوض اسکے حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہیں بسبب مجہول ہونے ثمن کے لینے کے وقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفعہ شفیع کا ساقط نہ ہوگا ہم نصف گھر کی صلح میں ثمن مجہول نہیں ہوا سواسطے کہ نصف گھر کا ثمن نصف ثمن مسمی ہے اور تمام گھر میں سے ایک کوٹھری یا ایک دالان کا ثمن معلوم نہیں کہ کتنا ہے لہذا مسئلہ اولی میں صلح صحیح اور ثانیہ باطل اور اس مسئلہ میں صلح غیر صحیح اور شفعہ ثابت ہے و یبطلها موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبله ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا یبطل و شفعہ کو باطل کرتا ہے شفیع کا مرجانا شفعہ لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعہ موروث نہیں ہوتا برخلاف شافعی کے اور اگر شفیع مرگیا قاضی کے حکم کرنے کے بعد تو شفعہ باطل نہ ہوگا ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ شفعہ تو عبارت ہے مجرد حق تملک سے اور وہ باقی نہیں رہتا صاحب حق کے مرجانیکے بعد تو اسمیں کیونکر میراث جاری ہوگا فی الدرر لا یبطلها موت المشتری لبقاء المستحق شفعہ کو باطل نہیں کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے مستحق کے یعنی شفیع کے و یبطلها بیع ما یشفع به قبل القضاء بالشفعة مطلقا علم ببیعها اولا اور جس زمین اور گھر کے سبب سے شفعہ لیا جاتا ہے اسکا بیچ ڈالنا قبل اسکے کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے ہر طرح باطل کرتا ہے شفعہ کا خواہ شفیع کو اس گھر کی بیع کا جسکا وہ شفیع ہے علم ہوا یا نہ ہو و کذا لو جعل المشفوع به مسجدا او مقبرة او وقفا مسجلا درر اور اسیطرح شفعہ باطل ہوتا ہے اگر اس مقام کو جسکے سبب سے شفعہ ثابت ہوتا ہے مسجد بنائی یا قبرستان یا وقف مسجل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی اسواسطے کہ شفعہ ثابت ہوتا ہے ملک سے اور مسجد وغیرہ سے ملک زائل ہوجاتی ہے لہذا شفعہ ثابت نہیں ہوتا بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعہ کا حکم نہ دیا ہو والا فشفعه ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی و لو باع بشرط الخیار لنفسه لا یبطل لبقاء اور جسکے سبب سے شفعہ حاصل ہوتا ہے اسکو بیچا بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب استحقاق شفعہ کا ملک ہے اس مقام کی جو دار مشفوعہ سے متصل ہے سو ہنوز ملک بسبب بیع بشرط خیار کے بائع سے زائل نہیں ہوئی و یبطلها شراء الشفیع من المشتری اور شفعہ کو باطل کرتا ہے خرید کرنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو یہ خرید کرنا اعراض ہے طلب سے اور اعراض سے باطل شفعہ ہے فلمن دونه اخذها منه بالعقد الاول والثانی تو جو شخص کمتر ہے شفیع مذکور سے استحقاق شفعہ میں یا اسکی برابر ہے تو اسکو دار مشفوعہ کا لینا شفیع سے بوجہ شفعہ درست ہے خواہ بعقد اول سے یا بعقد ثانی ہم اسواسطے کہ جب شفیع کا استحقاق خرید کرنے سے باطل ہوگیا تو شفیع مادون کا حق بسبب زوال مانع کے ثابت ہوجاویگا بخلاف ما لو اشتراها ابتداء

الشفعة لمن ردہ بخلاف اسکے کہ اگر شفیع نے گھر کو خرید کیا شرع سے یعنی بائع سے اسواسطے کہ وہاں شفیع بادون کا شفعہ ثابت نہ ہوگا جیسا سابق مذکور ہوچکا
کہ اگر شریک خرید کرے تو جار ملاصق کیواسطے شفعہ نہیں ہے کیونکہ ایسا ہوا او ان استاجرہا او ساوم بہا بیعا او اجارة یعنی اور اسیطرح شفعہ کو باطل کرتا ہے اگر شفیع نے مشتری
سے گھر کرایہ لیا یا اسکی خرید یا اجارہ کی بابت چیت کی کذا فی الملتقی یعنی بعد علم بیع کرایہ لینا یا مول چکانا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہوگا او طلب منہ
ان یولیہ عقد الشراء یا شفیع مشتری سے یہ طلب کرے کہ اسکو عقد خرید کا متولی کرے بعد علم کے اسواسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کی بطریق وکالت کے طلب
کرنا تسلیم کی دلیل ہے اور تسلیم بیع سے باطل شفعہ ہے لیکن الحدادی نے کہا کہ بیع التولیہ مراد ہے ورنہ یہ مراد نہیں کہ اسکو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے سو اسواسطے
کہ اس سے شفعہ باطل نہیں ہوتا ہے جیسا اسکے ہونے کے قبل عقد کے واللہ اعلم او ضمن الدرک عن البائع او سلم بعضہا فتبطل فی الکل لانہ الاعراض یعنی یا شفیع ثمن
کی ضمانت کرے استحقاق کے وقت شارح نے کہا حلبی اور کہ یہ مسئلہ زائد از حاجت ہے بسبب اسکے کہ عنقریب مذکور ہوگا یعنی باب سابق میں تو سب تینوں
صورتوں میں شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے کذا فی الزیلعی قیل للشفیع انہا بیعت بالف فسلم ثم علم انہا بیعت باقل او بیرّ او شعیر او بحاری قیمتہا
قیمۃ الف واکثر فلہ الشفعۃ ولو بان انہا بیعت بدنانیر او بعروض قیمتہا الف فلا شفعۃ والفرق بینہا ان ہذا یعنی ہذا کے مثلی قریبا مثل ایدوان
کہ شفیع سے کہا گیا کہ گھر بیچا گیا بعوض ہزار درہم کے سو اسنے بیع تسلیم کی پھر اسکو معلوم ہوا ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گیہوں یا جو یا مقدار
سے بیع ہوئی تو شفیع کا شفعہ ثابت ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ گھر بکا انہیں دیناروں یا اسباب کی عوض جنکی قیمت ہزار درم ہے تو شفعہ ثابت نہیں اور فرق دونوں میں
متاع میں اور گیہوں جو میں یہ ہے کہ یہ یعنی اسباب اور متاع قیمت والی چیزیں ہیں اور وہ یعنی گیہوں اور جو اور مقدار مثلی ہے تو گا ہے مثلی چیز شفیع پر آسان ہو سکتی
ہے اگرچہ زیادہ ہو دوسرے مسئلہ اولی میں شفعہ اسواسطے ثابت ہوا کہ تسلیم بھی کثرت ثمن سے یا تعذر جنس سے ہے جب اسکے خلاف ظاہر ہوا تو اسکو شفعہ لینا جائز ہوا
کہ جنس مختلف ہوتی ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل وجوہ کی تسلیم کی مستلزم نہیں اور مسئلہ ثانیہ میں اختلاف دینار اور درم سے اسواسطے شفعہ ثابت
نہ ہوا کہ دونوں جنس واحد میں ثمنیت میں اور مسئلہ متاع میں قیمت واجب ہے اور وہ درہم یا دینار ہیں تو آسانی اسمیں ظاہر نہیں کذا فی الحدادی ولو علم ان
المشتری زید فسلم ثم بان انہ بکر فلہ الشفعۃ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے سو اسنے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہے تو شفیع اسواسطے شفعہ ثابت
ہے اسواسطے کہ آدمی اخلاق میں متفاوت ہیں سو بعضے کی ہمسائگی قبول ہوتی ہے اور بعضے کی نہیں تو ایک کے حق میں تسلیم کرنا اسکے غیر کے حق میں تسلیم کرنیکا
مستلزم نہیں ولو علم ان المشتری ہو مع غیرہ کان لہ اخذ نصیب غیرہ لعدم التسلیم فی حقہ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھ تو اسکو
دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہوگا اسواسطے کہ دوسرے کے حق میں تسلیم حاصل نہیں ہم حلبی نے کہا اگر مصنف بجائے لو علم کے لو ذکر کرتا تو
مناسب تر ہوتا ولو بلغہ شراء النصف فسلم ثم ظہر شراء الکل فلہ الشفعۃ فی الکل وفی عکسہ بان اخبر بشراء الکل فسلم ثم ظہر شراء النصف لا شفعۃ لہ علی
الظاہر لان التسلیم فی الکل تسلیم فی کل ابعاضہ بخلاف عکسہ اور اگر شفیع کو نصف گھر کے خرید کی خبر پہونچی سو اسنے بیع تسلیم کی پھر اسکو خبر پہونچی تمام گھر کے خرید
کی تو اسکے واسطے شفعہ ثابت ہے سب گھر میں اور اسکے بالعکس میں اسطرح کہ شفیع کو خبر ہوئی تمام گھر کے خریداری کی سو اسنے تسلیم کی پھر ظاہر ہوا نصف کا خرید
کرنا تو اسکے واسطے شفعہ نہیں ظاہر الروایۃ میں اسواسطے کہ کل میں تسلیم کرنا تمام اجزا میں تسلیم کرنا ہے برخلاف اسکے عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہیں ثم شرع
فی الحیل فقال وان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا فی جانب الشفیع فلا شفعۃ لعدم الاتصال پھر مصنف نے حیلوں کا یعنی تدابیر سقوط شفعہ کا بیان
شروع کیا سو یوں کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گھر بیچا مثلا ایک گز نہیں بیچا جو شفیع کی جانب میں ہے تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا بسبب عدم اتصال کے کہ
شفعہ کا سبب اتصال ملک شفیع تھا سو اگر ایک گز بھر یا ہاتھ بھر یا بالشت بھر یا انگل بھر زمین شفیع کی جانب کی بیع نہ کی تو اب شفیع اسمیں شفعہ کا دعوی
نہیں کر سکتا بشرطیکہ طول میں شفیع کے تمام گھر کو ملاحق ہو اور یہ حیلہ ہے شفعہ جوار کے اسقاط کا والقول بان الحیلۃ ذراعا سہو اور یہ قول کہ ذراعا کا

نصب سہو ہے سہو تو ہم ہے تعریض ہے صاحب درر کی طرف اسواسطے کہ صاحب درر نے یون کہا ہے کہ وقایہ مین جو یہ عبارت ولا فیما بیع الا ذراعاً منصب ہے سہو کاتب کی سہو ہے شارح نے کہا کہ اسکو سہو کہنا سہو ہے اسواسطے کہ کلام تام موجب ہے مستثنی کا نصب واجب ہے وکذا لا شفعۃ لو وہب ہذا القدر للمشتری قبضہ اور اسیطرح شفعہ نہین اگر اسقدر یعنی بقدر ایک گز طول مین بائع نے مشتری کو ہبہ بلا عوض کر دیا اور اسنے اسپر قبضہ بھی کر لیا ہو عدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہ ہو کہ جو متصل شفیع تھا وہ موہوب ہو گیا اور موہوب مین شفعہ نہین طحطاوی نے کہا خواہ ہبہ قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان ابتاع سہما منہا بثمن ثم ابتاع بقیتہا فالشفعۃ للجار فی السہم الاول فقط والباقی للمشتری لانہ شریک اور اگر مشتری نے اسکا ایک حصہ مثلاً دسوان حصہ کچھ ثمن سے خرید کیا پھر باقی گھر خرید کیا تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصہ مین اور باقی گھر مشتری کا ہوگا اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا بائع کا سہم اول کی خرید سے اور شریک مقدم ہے جار پر سہم اول مین اسواسطے شفعہ ثابت ہے کہ پہلے بیع اسی کی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے عقد ثانی کے وقت ہوگی شفعہ لینے سے پہلے اور یہ ہے کہ شفیع کو خبر بیع کی نہ ہوئی مگر دونون عقدون کے بعد وحیلۃ کل الثمن للمشتری الا بتاع السہم بکل الثمن الا درہما ثم الباقی بالباقی اور تمام شفعہ کے ساقط کا حیلہ یہ ہے کہ مشتری خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اولی مین یا سہم کو خرید کرے اس مسئلہ مین تمام ثمن سے سوا ایک درہم کے اور باقی گھر کو باقی ایک درم سے خرید کرے ہم مثلاً ہزار درم پر خرید کرنا منظور ہو تو اس گھر کا ہزار دوان حصہ ۹۹۹ درم سے خریدا اور باقی گھر ایک درم سے خرید کرے تو شفیع کا شفعہ ہزار دین حصہ مین ثابت ہوگا ۹۹۹ درم کی ثمن سے اور باقی گھر مین شفعہ نہین اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا اور وہ احق ہو جاوے کذا فی الدرر ولیس لہ تحلیفہ باللہ ما اردت بہ ابطال شفعتی اور جائز نہین شفیع کو قسم دینا مشتری کو اسطرح کہ واللہ تو نے اس فعل سے میرے شفعہ کے باطل کر دینے کا ارادہ نہین کیا وانما تحلیفہ باللہ ان البیع الاول کان تلجئۃ ہو بزازیہ وہذا الحیلۃ ہو وشفیع کو اسقدر قسم دینے کا اختیار ہے کہ واللہ کہ بیع اول تلجیہ نہ تھی کذا ذکرہ مؤید زادہ عن الجوہرہ تلجیہ اس بیع کو کہتے ہین کہ بائع اور مشتری بیع ظاہر کرین دشمن کے خوف سے اور حالانکہ وہ حقیقت مین بیع نہین بلکہ وہ ہزل ہے اسکی تحلیف کا اسواسطے اختیار ہوا کہ اگر وہ تلجیہ کا اقرار کریگا تو بائع کی ملک ثابت رہیگی اور شفعہ جوار قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی وان ابتاعہ بثمن کثیر ثم دفع ثوبا عنہ فالشفعۃ بالثمن لا بالثوب فلا رغبۃ فیہ اور اگر بیع خرید کیا ثمن کثیر سے پھر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہوگا ثمن سے نہ کپڑے سے تو یہی خواہش نہ ہوگی ہم مثلاً ایک گھر کی قیمت سو درم ہے اسکو ہزار درم کے ثمن سے خرید کیا پھر ثمن کے عوض بائع کی رضامندی کے ساتھ ایک تھان دیا تو اگر شفیع دعوی کریگا تو اسکو شفعہ ہزار درم کی عوض ملیگا نہ تھان کی عوض اسواسطے کہ ہزار درم کی عوض تھان دینا دوسرا عقد ہے اور گھر کی عوض تو وہی ہزار درم کا ثمن ہے دونہ حیلۃ تعم الشریک والجار لکنہا تضر البائع اذ یلزمہ کل الثمن اذا استحق المنزل اور یہ حیلہ شریک اور جار دونون کو عام ہے لیکن بائع کو مضر ہے اسواسطے کہ بائع کو تمام ثمن دینا لازم ہوگا جبکہ منزل مبیع غیر کی ملک ثابت ہوگی فالا ولی بیع دراہم الثمن بدینار لیبطل الصرف اذا استحق تو بیچنا دراہم ثمن کا ایک دینار سے بہتر ہے تاکہ یہ عقد صرف باطل ہو جاوے جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو ہم ثمن کے دراہم مثلاً سو تھے مشتری کے ذمہ پر پھر بائع نے سو درم کو ایک دینار سے مثلاً بیچا پھر جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہوگا تو یہ عقد صرف فاسد ہوگی اسواسطے کہ اب ظاہر ہو گیا کہ مشتری کے ذمہ پر کچھ نہ تھا تو جو مشتری نے دیا وہی بائع کو پھیر دینا پڑیگا یعنی دینار کذا فی الطحطاوی وحیلۃ اخری احسن اسہل وہی المشار الیہا بقولہ وکذا لو اشتری بدراہم معلومۃ بوزن او اشارۃ مع قبضۃ فلوس اشیر الیہا وجہل قدرہا وضیع الفلوس بعد القبض فی المجلس لان جہالۃ الثمن تمنع الشفعۃ درر قلت ونحوہ فی المضمرات اور ایک دوسرا حیلہ بہتر اور سہل تر سب حیل مذکورہ سے اور وہی مشہور ہے شہرون مین اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے اور اسیطرح شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اگر مشتری نے دراہم معلومہ سے خواہ تعین دراہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور انکے ساتھ مٹھی بھر فلوس بھی دیے جنکی طرف اشارہ کر دیا گیا اور انکی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کر دیے بعد قبض کے مجلس کے اندر اسواسطے کہ جہالت ثمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر مین کہتا ہون اور اسیکے مانند مضمرات مین ہے ہم جب فلوس مشار الیہا پر بائع کا قبضہ ہوا تو ثمن عقد کے وقت معلوم اور متعین ٹھہرا لہذا بیع صحیح ہوگئی اور فلوس تلف ہو جانیکے بعد جبکہ مقدار

شفعہ کے وقت ثمن مجہول ہو گیا اور مشتری کو معلوم نہیں کہ فلوس مذکورہ کتنے تھے اور بحالت ثمن شفعہ کے وقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحطاوی نے کہا فی المجلس کی
قید منع انتظار میں مذکور ہے نہ درمیان اور اسکا تعلق نہ مقابل ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہو نہ قبض سے اسواسطے کہ مدار عدم وقوف مقدار پر ہے اور یہ بات پر خواہ
مجلس میں ہو خواہ بعد مجلس کے وینبغی ان الشفیع لو قال نا اعلم قیمۃ الفلوس وہی کذا ان یاخذہا بالدراہم وفیہا کما لو اشتری دار العرض وعقار للشفیع اخذہا بالقیمۃ کما
وقال المصنف ثم نقل عن مقطعات الظہیریۃ ما یوہم قالت مو افقۃ فی تنویر ابعد ما زو اقرہ شیخنا لکن قدر شیخ ابنہ فی زواہر الجواہر بانہ مخالف للاول وما فی المتون و
الشروح مقدم علی الفتاوی کما صرحوا انتہی اور لائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ اگر شفیع کہے کہ میں فلوس کی قیمت جانتا ہوں اور وہ فلوس اتنے تھے تو شفعہ لے دراہم
اور فلوس کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا عقار سے تو شفیع کو گھر لینا متاع یا عقار کی قیمت سے جائز ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یہ کہا ہے مصنف نے
شرح میں پھر مصنف نے مقطعات ظہیریہ سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے میں کہتا ہوں اور اسی کے موافق کہا ہے تنویر الابصار حاشیہ اشباہ میں اور
ہمارے استاد نے قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں اور کہا کہ یہ قول مخالف ہے قول اول کا
جو متن میں مذکور ہوا اور جو متون اور شروح میں ہے وہ فتاویٰ پر مقدم ہے چنانچہ یہ قاعدہ بیان کر چکا انتہی اور زواہر الجواہر میں متون اور شروح میں جو مذکور ہے وہ اسکا
مفید ہے کہ شفیع کا قول قیمت فلوس اور تعیین مقدار میں مقبول ہوگا سوا اسکے کہ اگر مشتری کا قول ہو تو اس کا مذکورہ کا کچھ فائدہ نہیں ہے مگر جبکہ شفیع ساکت رہے کذا
فی الطحطاوی وقدمنا انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ بالبناء ونحوہ وجبت واللّٰہ اعلم اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ شفعہ نہیں
اسمیں جسکی بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو بسبب احتمال فسخ ہو جانا بیع فاسد کے ہاں جبکہ فسخ ساقط ہو جاتا مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو شفعہ واجب
ہوگا واللّٰہ اعلم تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتہا وفاقا فقولہ للشفیع اشترہا منی ذکرہ البزازی مکروہ ہے حیلہ کرنا اسقاط شفعہ کے واسطے بعد ثابت ہو جانا شفعہ کے
بالاتفاق چنانچہ مشتری کا یوں کہنا شفیع سے کہ تو اس منزل کو مجھ سے خرید کرلے ذکر کیا ہے اسکو بزازی نے اور ہم شفعہ ثابت ہوتا ہے بعد بیع کے پھر مشتری نے شفیع سے
کہا کہ مجھ سے خرید کرلے تو اگر وہ خرید کا ارادہ کرے گا تو شفعہ باطل ہو گا تو یہ اسقاط شفعہ کا حیلہ بعد ثبوت کے ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ ہے واما
الحیلۃ لدفع ثبوتہا ابتداء فعند ابی یوسف لا تکرہ وعند محمد تکرہ ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعۃ ... کان الجار غیر محتاج الیہ ... محشی الاشباہ اور
ابتدا سے دفع ثبوت شفعہ کا حیلہ کرنا یعنی وہ تدبیر کرنا جس سے شفعہ ثابت نہ ہو اسکے سوا ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں یعنی اسواسطے کہ وہ منع ہے حق واجب ہونے
سے نہ اسقاط حق ثابت کا اور محمد کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور ابو یوسف کے قول کا فتویٰ ہے شفعہ میں سراجیہ میں جواز حیلہ کی یہ قید لگائی ہے جبکہ ہمسایہ کو اس
گھر کی حاجت نہ ہو اور محشی اشباہ نے اسکو خوب کہا ہے محشی اشباہ شرف الدین غزی نے تنویر البصائر میں کہا ہے کہ اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے اسکے حسن اور خوبی کے سبب
شرح وقایہ میں ہے کہ شفعہ تو دفع ضرر کیواسطے مشروع ہوا ہے تو اگر مشتری ایسا شخص ہے کہ پڑوسیوں کو اس سے ضرر ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال نہیں اور اگر
مشتری نیک مرد ہو اور شفیع متعنت ہو جسکی ہمسائگی پسند نہ ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال ہے ... وہو الاکراہۃ فی الزکوٰۃ والحج وآیۃ السجدۃ جوہرہ اور اسکے لئے
یعنی کراہت ہے حیلہ زکوٰۃ اور حج اور آیت سجدہ میں کذا فی الجوہرہ ہم منع زکوٰۃ کا حیلہ یہ ہے کہ جس مال میں زکوٰۃ واجب ہو وہ سال بھر کے گذرنے سے پہلے اپنے فرزند
صغیر کو ہبہ کرے یا سال سے پہلے اسقدر خیرات کردے جس سے نصاب پوری باقی نہ رہے شرح وقایہ میں کہا کہ یہ حیلہ نہایت قبیح ہے کہ بخیلی اختیار کرتا ہے اور فقیروں کا رزق قطع
کرتا ہے اور وعید عدم انفاق میں داخل ہوتا ہے اور حج کا حیلہ یہ ہے کہ آفاقی داخل ہو میقات سے کسی ... کے کام کی نیت سے داخل ہو پھر مکہ میں بلا احرام داخل ہو اور یہ حیلہ اسقاط احرام کا ہے نہ
حج کا اور آیت سجدہ کا یہ حیلہ کہ آیت سجدہ چھوڑ کر پڑھے اور سابق اور لاحق کی آیتیں پڑھے یا ... سجدہ کے خوف سے ولا حیلۃ موجودۃ فی کلامہم لاسقاط الحیلۃ بزازیہ قال طلبنا
کثیرا فلم نجدہا اور کوئی حیلہ موجود نہیں فقہا کے کلام میں حیلہ ساقط کرنے کو ... کذا فی البزازیہ کہا بزازی نے اور ہم نے اسکو بہت تلاش کیا سو اسکو نہ پایا اذا اشتری جار ... عقارا
والبائع واحد تعدد والاخذ بالشفعۃ تعدد فلہ ... فالشفیع ... والبائع واحد المشتری لا تعدد الاخذ

[illegible]

بہا بل یأخذ الکل أو یترکہ لأن فیہ تفریق الصفقة علی المشتری بخلاف الأول لقیام الشفیع مقام أحدہم فلم تتفرق الصفقة بلا فرق بین کونہ قبل القبض وبعدہ سمی لکل بعض ثمنا أو سمی للکل جملة لأن العبرة لاتحاد الصفقة لا لاتحاد الثمن جبکہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہے تو شفعہ لینا متعدد ہوگا مشتری کے شمار کے موافق تو شفیع کو یہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چھوڑ دے اور بالعکس اسکے یعنی جبکہ بائع کئی شخص ہوں اور مشتری ایک ہو تو شفعہ لینا متعدد نہ ہوگا بلکہ شفیع یا سب مبیع کو لے یا سبکو چھوڑ دے اسواسطے کہ اسمیں مشتری پر تفریق عقد ہے بخلاف اول مسئلہ کے اسواسطے کہ وہاں شفیع قائم مقام ہے ایک مشتری کے تو عقد متفرق نہ ہوا اسمیں کچھ فرق نہیں کہ شفعہ لینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد اسکے ہر مشتری کے ثمن کا علیحدہ علیحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجملا ذکر کیا ہو اسواسطے کہ یہاں اتحاد عقد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا ۔ اعلم انہ لو طلب الحصة فہو علی شفعتہ اور معلوم کر اسکو کہ اگر شفیع درصورت تعدد مشتری ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی حصوں میں وہ اپنے شفعہ پر قادر ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ باقی کا شفعہ باطل ہو گیا کذا فی در المنتقی ولو اشتری دارین او قریتین او مصرین صفقة اخذہما شفیعہما او ترکہما لا احدہما ولو احدہما بالمشرق والاخری بالمغرب شرح مجمع وباقانی اور اگر مشتری نے دو گھر یا دو گاؤں خریدے یا دو شہروں میں ایک عقد یعنی ایک ایجاب و قبول سے تو ان دونوں گھروں کا شفیع انکو ساتھ ہی لے یا دونوں چھوڑ دے اور یہ نہیں کہ ایک گھر لے اگرچہ ایک گھر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی شرح المجمع و اسکا ذکر آگے آوےگا اور اگر شفیع ایک ہی گھر کا ہو نہ دوسرے کا اور بیع دونوں گھروں کی ایک ایجاب اور قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ لینا نہیں پہنچتا مگر اسی گھر کا جو اسکے پاس ہے اور ایسا کہا ہے محمد نے اُن دونوں گھروں میں جو متصل ہوں اور شفیع ایک گھر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونوں کا لینا درست ہے شفعہ سے کرخی نے کہا حسن کی روایت اسپر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے کذا فی العالمگیریہ والمعتبر فی ہذا ای العدد والاتحاد العاقد لتعلق حقوق العقد بہ دون المالک فلو وکل واحد جماعة فللشفیع اخذ نصیب احدہم اور اس تعدد اور اتحاد عقد میں عاقد معتبر ہے نہ مالک اسواسطے کہ حقوق عقد کے عاقد کی طرف متعلق ہوتے ہیں نہ مالک کی طرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا اپنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے ہم یہ اس صورت میں ہے کہ ہر وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید میں وکیل کیا ہو اور اگر سب کو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفعہ نہیں مگر تمام میں کذا فی الطحطاوی اشتری نصف دار غیر مقسوم فقاسم المشتری البائع اخذ الشفیع نصیب المشتری الذی حصل لہ بالقسمة وان وقع فی غیر جانبہ علی الاصح آدھا گھر غیر مقسوم خرید کیا سو مشتری نے بائع سے بانٹ لیا تو شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اسکو حاصل ہوا قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کی جانب میں پڑا ہو بموجب اصح قول کے ہم غیر اصح قدوری کا قول ہے کہ شفیع وہی حصہ لیگا جو اسکی جانب میں واقع ہے نہ غیر جانب کا ولیس لہ ای للشفیع نقضہا مطلقا سواء قسم بحکم او رضی علی الاصح لانہا من تمام القبض اور شفیع کو نقض قسمت مطلقا جائز نہیں خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی رضامندی سے اسواسطے کہ قسمت قبض کی تمامی سے ہے یعنی بدون قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہیں ہوتا اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتی لو قاسم الشریک کان للشفیع نقضہ کما ذکرہ وبخلاف ما اذا باع احد الشریکین نصیبہ من دار مشترکة وقاسم المشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضہ کنقض بیعہ وہبتہ تو اگر مشتری نے قسمت کر لی بائع کے شریک سے تو شفیع کو نقض قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو ذکر کیا اپنے اس قول سے برخلاف اسکے جبکہ دو شریکوں میں سے ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا مشترک گھر سے تو مشتری نے دوسرے اس شریک سے جسنے بیع نہیں کی قسمت کر لی کہ وہاں شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جسطرح اسکی بیع اور ہبہ کا نقض جائز ہے ہم یہ تفریع ہے عدم نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہو چنانچہ مثال مذکور میں ہے تو نقض قسمت درست ہے اسواسطے کہ عقد اس شخص سے واقع ہوا جسنے قسمت کر لی تو یہاں قسمت تمام قبض سے نہوئی جو عقد کا حکم ہو لہذا شفیع اسکو توڑ سکتا ہے کما لو اشتری اثنان دارا وہما شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسما بالقضاء او غیرہ فلہ ای للشفیع ان ینقض القسمة ضرورة صیرورة النصف ثلثا شرح وہبانیہ چنانچہ اگر دو شخصوں نے گھر مول لیا اور وہ دونوں شفیع ہیں اس گھر کے پھر تیسرا شفیع آیا دونوں کی قسمت کر لینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سوائے اسکے مثلا رضامندی سے تو شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی تہائی

ہو جاتا کی ضرورت ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم کہتے ہیں نقض قسمت کی صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی ملاصق ہیں مثلاً انمین سے دو نے وہ گھر
خرید کر کے بانٹ لیا نصف نصف پھر تیسرے پڑوسی نے شفعہ طلب کیا تو قسمت مذکورہ منقوض ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص تہائی تہائی کا مستحق ہے اور دونوں
مشترون میں ہر ایک کے پاس نصف نصف ہے اور یہ باقی نہیں رہ سکتا اختلف الجار والمشتری فی مالکیۃ الدار التی یشفع بہا الشفیع الذی ہو الجار فالقول
للمشتری لانہ منکر استحقاق الشفعۃ اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اس گھر کی مالکیت میں جس میں وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اسواسطے
کہ وہ استحقاق شفعہ کا منکر ہے ولہ ای للجار تحلیفہ ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبہ یفتی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا اسکی ذات پر جائز ہے ابو یوسف
کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے ہم یعنی مشتری یوں قسم کھائے کہ واللہ میرے علم میں شفیع کا مالک نہیں ہے تو اسواسطے قسم ہوئی کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے
فعل پر یقین قطعی نہیں ہوتا کما لو انکر المشتری طلب المواثبۃ فانہ یحلف علی العلم جیسے کہ مشتری اگر طلب مواثبہ کا منکر ہو تو اس سے علم پر قسم لیجائیگی یعنی اسواسطے
کہ یہی تحلیف ہے غیر کے فعل پر دون ان انکر المشتری طلب الاشہاد وعند لقاءہ حلف المشتری علی البتات لانہ یحیط بہ علما دون الاول حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے
اپنی ملاقات کے وقت طلب اشہاد سے انکار کیا تو مشتری قسم کھائے قطع اور یقین پر اسواسطے کہ مشتری کا علم طلب اشہاد کو محیط ہے نہ طلب مواثبہ کو کذا فی حاوی
الزاہدی ہم اگرچہ طلب اشہاد بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوئی یہ اسوقت ہے جبکہ شفیع طلب اشہاد کا مدعی
ہو اور گواہوں سے اسکو ثابت نہ کر سکے ولو برہنا فبینۃ الشفیع احق وقال ابی یوسف بینۃ المشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لاویں تو شفیع کے گواہ اولی و
مقدم ہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہیں فروع مسائل لحقہ شارح باع ما فی اجارۃ الغیر وہو شفیعہا فان اجاز البیع اخذہا بالشفعۃ والا بطلت
الاجارۃ تو دان سے دیا مالک نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے اجارہ میں ہے اور حالانکہ مستاجر اسکا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اسکی جائز رکھی تو اسکو لیگا بطریق شفعہ کے
یعنی اور اجارہ باطل ہو جاویگا اور اگر بیع جائز نہ رکھی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفعہ رد کر دے ہم یعنی عدم اجازت بیع کے ساتھ شفعہ بھی طلب کیا تو اجارہ باطل
ہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہیں مگر بعد بطلان اجارہ کذا فی الوہبانیہ شری لطفلہ الاب شفیع لہ الشفعۃ والوصی کالاب قلت لکن فی شرح المجمع بانہ
فقیہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے واسطے خرید کی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اسکا شفعہ ثابت ہے اور وصی باپ کے مانند ہے میں کہتا ہوں لیکن شرح مجمع میں اسکے خلاف ہے
سو ظاہرہ اور ہم شرح مجمع میں یوں ہے کہ باپ کی قید اسواسطے لگائی کہ وصی شفعہ نہیں لے سکتا اتفاقاً اسواسطے کہ شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور وصی کو یتیم کا
مال خرید کرنا جائز نہیں اپنی ذات کیواسطے لو کانت دار الشفیع ملاصقۃ لبعض المبیع کان لہ الشفعۃ فیما لاصقہ فقط ولو فیہ تفریق الصفقۃ اگر شفیع کا گھر متصل ہو بعض
مبیع سے تو اسکا شفعہ فقط اسی قدر میں ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اسمیں تفریق صفقہ ہوتی ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک
ہی گھر کے پاس ہے جبکہ ملاصق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علحدہ ہو اور دونوں دیواروں میں راہ نہ ہو مکان کی تنگی کے سبب یا کہ دونوں کے اتصال کے سبب کذا فی
الطحطاوی عن الحموی الابراء العام من الشفیع یبطلہا قضاء مطلقا لا دیانۃ ان لم یعلم بہا شفیع کی جانب سے ابراء عام کرنا شفعہ کو باطل کر دیتا ہے قضاءً ہر طرح سے اور
دیانۃً مبطل نہیں اگر شفیع شفعہ کو نجانتا ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر بکا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع سے کہ تو ہمکو بری الذمہ کر دے ہر خصومت سے جو تیری مخصوص
کہ ہماری جانب ہو سو اسنے ابراء عام کر دیا اور حالانکہ شفیع جانتا نہیں ہے کہ اسکی جانب اسکا شفعہ واجب ہوا ہے تو اس ابراء عام سے قاضی کے نزدیک اسکا شفعہ
باطل ہوگا لیکن فیما بینہ وبین اللہ شفعہ باقی رہیگا اسواسطے کہ اگر وہ جانتا تو شفعہ نہ چھوڑتا زاہدی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ محمد کے قول پر ہے اور ابو یوسف کے قول پر برأت
من المجہول سے برأت ثابت ہو جاتی ہے قضاءً بھی اور دیانۃً بھی علیہ الفتوی چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور خزانۃ الفتاوی میں ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی اذا
صبغ المشتری البناء فجاء الشفیع خیر ان شاء اعطاہ ما زاد الصبغ او ترک جبکہ مشتری نے عمارت میں رنگ آمیزی کی پھر شفیع آیا تو وہ مختار ہے چاہے اسکو اتنا دے جسقدر
اسکی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہو گئی اور چاہے شفعہ ترک کرے اخر الجار طلبہ لکون القاضی لا یراہا لہ شفعہ جار نے طلب شفعہ میں تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی شفعہ

جوار کا اعتبار نہیں رکھتا تو وہ عذر ورکھ یہودی سمع بالبیع یوم السبت فلم یطلب لم یکن عذرا یہودی نے سنیچر کے دن بیع سنی اور شفعہ طلب نہ کیا تو یہ عذر نہ ہوگا
یہ تینوں مسئلے اکثر ہو گئے کہ سابق مذکور ہو چکے ہیں قلت یؤخذ منہ ان الیہودی لو طلب خصمہ من القاضی احضارہ یوم سبتہ فانہ یکلفہ بحضور لا یکون سبتہ عذرا
وہی واقعۃ الفتوی قالہ المصنف قلت وہی فی واقعات الحسامی میں کہتا ہوں یوم السبت کے عذر نہ ہونے سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب یہودی اپنے مدعا علیہ کا
احضار چاہے قاضی سے اسکے یوم السبت میں تو قاضی اسکو حاضر کرائے اور اسکا یوم السبت عذر نہ ہوگا اور یہ مسئلہ فتوی کا سبب ہو چکا یہ کہا مصنف نے میں کہتا ہوں
اور یہی مسئلہ واقعات حسامی میں مذکور ہے ادعی الشفیع علی المشتری انہ احتال لابطالہا یحلف وفی الوہبانیۃ خلافہ قد منہ ذکرہ لان ذلک من فی حاشیۃ الاشباہ لابنہ
مزید علیہ فافہم شفیع نے مشتری پر یہ دعوی کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنے کا حیلہ کیا ہے تو مشتری سے قسم لیا جائے اسپر اور وہبانیہ میں اسکے خلاف ہے عدم تحلیف مذکور ہے
میں کہتا ہوں اور مصنف نے بھی وہبانیہ کا قول ذکر کرتے ہیں اسواسطے کہ مصنف کے فرزند صاحب اشباہ کے اپنے حاشیہ میں کلام وہبانیہ کی اصلاح تائید کی ہے کہ اسپر اعتماد
زیادہ نہیں ہو سکتی تو تم اسکو یاد رکھو اور ہے خلاصہ تائید مذکور یہ ہے کہ قاضی خان اور دو اسکے کلام بدلالت مصرح ہے کہ مشتری پر قسم لازم نہیں ولو ادعی انہ ابطلہا بالاشتراط
ابطال شفعہ کو فقہائے کرام نے شرط کیا ہے جائز ہے صورت اسکی یہ ہے کہ شفیع نے مشتری سے کہا کہ میں نے شفعہ تیرے واسطے سپرد کیا اگر تو نے اپنے واسطے خریدی ہو
اگر مشتری نے کسی اور شخص کیواسطے خریدی تو اسکا شفعہ ثابت ہے کذا فی الولوالجی من منیۃ المفتی ولو ادعی دعوی فی رقبۃ الدار وشفعۃ فیہا یقول ہذہ الدار داری وانا
ادعیہا فان وصلت الی والا فانا علی شفعتی فیہا ایک شخص کا دعوی ملک ہو گھر کے رقبہ میں اور شفعہ کا بھی اسمیں دعوی ہو تو یوں دعوی کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور میں اسکا دعوی کرتا
ہوں اگر یہ گھر مجکو پہونچا تو بہتر ہے اور اگر نہ پہونچا تو میں اسمیں اپنے شفعہ کے دعوی پر ہوں تم یہ مسئلہ ظہیریہ میں یوں مذکور ہے کہ اگر ایک گھر دوسرے کے پاس بکا اور صاحب دار
اسکا شفیع ہے اور اسکا زعم یہ ہے کہ مکان مبیع میرا مملوک ہے سو وہ ڈرتا ہے کہ اگر میں اسکی ملک کا دعوی کروں تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور اگر شفعہ کا دعوی کروں تو ملک رقبہ کا
دعوی باطل ہو جاتا ہے تو وہ شخص یوں دعوی کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور میں اسکے رقبہ کا دعوی کرتا ہوں سو اگر وہ مجکو پہونچا تو بہتر ہے اور نہیں تو میں اپنے شفعہ کے دعوی پر ہوں
اسواسطے کہ یہ سب ایک کلام ہے تو طلب شفعہ سے سکوت ثابت نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحموی استولی الشفیع علیہا بلا قضاء ان اعتمد علی قول عالم لا یکون ظالما و
الا کان ظالما شفیع نے غلبہ کر کے عمل کر لیا گھر پر بدون حکم قاضی کے تو اگر شفیع نے کسی عالم کے قول پر اعتماد کیا ہو تو ظالم نہ ہوگا اور نہیں تو وہ ظالم ٹھہریگا فتح صالح کہتا
مصنف نے کہا کہ مجکو اس مسئلہ میں اعتراض ہے اسواسطے کہ درر وغیرہ کتب فقہ میں یہ مصرح ہے کہ شفیع کی ملک ثابت نہیں مگر تراضی یا قضاء قاضی سے پھر جبکہ بدون
اسکے پھر قول عالم کے اُسنے استیلا کیا تو یہ استیلا ہوا غیر کی ملک پر تو یہ صریح ظلم ہے اور اگر مجرد اظہار شفعہ کو اعتبار کیجئے تو وہ فقط گواہ کہنے سے موجود ہو جاتا ہے تو عالم کے
قول کی بھی کچھ حاجت نہیں اور نہ تراضی اور قضاء قاضی کی حاجت ہے کہا جب ظالم ٹھہریگا تو اسپر تعزیر ہوگی اشیاء علی عدد الرؤس العقل والشفعۃ واجرۃ القسام والطریق اذا اختلفوا
فیہ الکل فی الاشباہ چند چیزیں ہیں عدد اشخاص پر ہیں ایک تو دیت دوسرے شفعہ تیسرے قسمت کرنے والے کی اجرت چوتھے راہ جبکہ اسمیں لوگ اختلاف کریں یہ مسائل
مذکورہ اشباہ میں ہیں ہم دیت کی صورت یہ ہے کہ اگر مقتول پایا گیا مکان مملوک میں تو اسکی دیت اس مکان کے سب مالکوں پر لازم ہوگی برابر خواہ کسی کی ملک کم ہو یا زیادہ
اور شفعہ کی برابری خود مذکور ہو چکی اور اجرت قسام کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کر دی شریکوں میں تو اسکی اجرت امام کے نزدیک سب پر برابر ہے اگرچہ ایک کا
حصہ قلیل ہو اور دوسرے کا کثیر اور صاحبین کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہے اور راستہ کو جو ذکر فرمایا تو مراد ہے اسواسطے کہ شارع عام کیساتھ ماؤف نہیں اور طریق کے مانند گھر کا
صحن ہے جبکہ ارباب بیوت اسمیں اختلاف کریں اسواسطے کہ وہ لوگ چلنے اور وضو کرنے اور لکڑی چیرنے اور اسباب رکھنے میں سب برابر ہیں یعنی اگرچہ ایک شخص کا دالان
طویل ہو اور دوسرے کی کوٹھری کوتاہ کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعود ولا شفعۃ لمرتد عنایہ شفعہ کا حق ثابت نہیں مرتد کیواسطے کذا فی العنایۃ صبی شفیع لا ولی لہ لا
تبطل شفعتہ وان نصب القاضی قیما یطلبہا جاز جو ایک لڑکا شفیع ہے جسکا کوئی ولی نہیں تو اسکا شفعہ باطل نہ ہوگا اور اگر قاضی اسکی طرف سے کوئی کارپرداز قائم کرے اور
وہ شفعہ لڑکے کیواسطے طلب کرے تو جائز ہے کذا فی الجوہرۃ شری کرما ولہ شفیع غائب فاثمرت الاشجار فاکلہا المشتری ثم حضر الشفیع یاخذ الارض والاشجار بحصتہا من الثمن وقت الشراء بغیر ثمرۃ سقط

بقدرہ والا لا لانہ لا حصۃ لہ من الثمن حصۃ موکرزادہ فی الواقعات الحسامی انگور کا باغ خرید کیا اور اسکا شفیع غائب ہے سو درخت پھل لائے اور مشتری نے انکو کھالیا پھر شفیع آیا اور اسنے وہ باغ بدعوی شفعہ لیا اگر درخت قبض مشتری کے وقت پھلے ہوں تو اقدر قیمت پھلوں کے ثمن سے ساقط ہوجائیگا اور اگر پھلے نہ ہونگے قبض کے وقت تو ثمن سے کچھ ساقط نہ ہوگا اسواسطے کہ پھل کا کچھ حصہ نہ تھا ثمن میں اسوقت کذا ذکرہ موکرزادہ من الواقعات الحسامی فی الوہبانیۃ سے باغ فیما اشتری اب وصی البلوغ یوخرہ اور وہبانیہ میں ہے اور باپ شفعہ لے سکتا ہے جو اسنے اپنے فرزند کیواسطے خرید کیا اور وصی مخاصمت میں تاخیر کرے تقسیم کے بلوغ تک اور اگر تصرف ہے ہیں تاخیر جائز ہے لیکن وصی کو لازم ہے کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے وقت گواہ کرے چنانچہ خزانۃ الاکمل میں ہے اسواسطے کہ تاخیر طلب سے شفعہ باطل ہوجاتا ہے لیکن تفریق دارین بیعا و لو غیر جارٍ فالتفریق احدر یعنی شفیع کو جائز نہیں تفریق کرنا ان دو گھروں کا جو ساتھ ہی بیع ہوئے اور وہ دونوں کا شفیع ہے اور اگر شفیع ہمسایہ نہیں دوسرے گھر کا تو تفریق لائق تر ہے تفریق اسواسطے کہ وہ تفریق صفقہ کے موجب ہے اور ایک گھر کا شفیع ہے اور دوسرے کا نہیں تو تفریق جائز ہے چنانچہ سابق میں مذکور ہوچکا ہے وما جعلہ استقاط التحمل مستقلا وتحلیفہ فی انکار لاشک انکرہ اور مکروہ نہیں کرنا اسقاط شفعہ کا حیلہ سے ورانکا لیکہ وہ واحد ہے اسقاط کا انکی مراد قصد شفعہ ساقط کرنے میں حیلہ سے اور تحلیف احد العاقدین کی لحق الانکارین بلا شک مسئلہ اور مدعیہ ہے شرعا یعنی اگر بائع یا مشتری انکار کریں کہ ہمنے اسقاط شفعہ کا ارادہ نہیں کیا تو شفیع کو انسے قسم لینا جائز نہیں کہ انی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم وتم نفعنا اللہ بالکلیم

کتاب القسمۃ

یہ کتاب ہے قسمت کے بیان میں یعنی سانجھے کی چیز کا بانٹنا مناسبۃ ان احد الشریکین اذا اراد الافتراق باع فتجب الشفعۃ او قسم قسمت کی مناسبت شفعہ سے یہ ہے کہ احد الشریکین جب افتراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کریگا تو شفعہ واجب ہوگا یا قسمت کریگا بدون بیع کے ہوا لغۃ اسم للاقتسام کالقدرۃ للاقتدار قسمت لغت میں اسم ہے اقتسام یعنی بانٹ لینے کا جیسے قدرہ اسم ہے اقتدار کا وشرعا جمع نصیب شائع فی مکان معین اور شرع میں قسمت عبارت ہے ایک حصہ شائع کے جمع کردینے سے ایک معین مکان میں ہم مثلا ایک گھر کے تین شریک ہیں تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہ اس گھر میں شائع ہے اور انہیں پھر جب اسکے تین حصے ہوگئے تو ہر شخص کا حصہ خاص خاص مکان میں مجتمع ہوگیا اسی تعیین حق شائع کا نام قسمت ہے وسببہا طلب الشرکاء او بعضہم الانتفاع بملکہ علی وجہ الخصوص تا لوم یو مطلبہم لا تصح القسمۃ اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شریکوں کا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنے کیواسطے بوجہ خصوص تو اگر شریکوں کی طلب نہ پائی جائے تو قسمت کرنا صحیح نہیں ہم مشترک چیز میں ہر شریک منفعت لیتا ہے اپنے غیر کے حصہ سے تو طلب قسمت حاکم سے یہ سوال کرنا ہے کہ اسکو اپنے حصہ کا انتفاع سے خاص کر دے اور غیر کو اسکے انتفاع سے روک دے تو حاکم پر اسکی اجابت واجب ہے کذا فی الزیلعی ورکنہا ہو الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتعیین بین الانصباء کالکیل والذرع اور قسمت کا رکن وہ فعل ہے جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہوجائے حصوں کے درمیان جیسے پیمانہ کرنا اور گز سے ناپنا ہم یعنی چنانچہ کیلی چیز کو پیمانہ کرنا اور وزنی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور ذرعی چیز کو گز سے ناپنا یہ رکن ہے قسمت کا کہ بدون اسکے قسمت کا وجود نہیں وشرطہا عدم فوت المنفعۃ بالقسمۃ ولذا لا یقسم حائط وحمام اور شرط قسمت کی یہ ہے کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہو جاوے بانٹنے سے اور اسی واسطے قسمت نہیں کیجاتی دیوار اور حمام اور مانند اسکے ہم عدم فوت منفعت یہ شرط ہے زبردستی قسمت کی ہو اسواسطے کہ قسمت سے غرض مقصود تو فیر منفعت ہے پھر جب منفعت ہی نہ رہی تو حاکم قسمت پر جبر نہیں کر سکتا ہے ایک شریک کے طلب سے ہاں اگر سب شریک طلب کریں تو قسمت صحیح ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا دیکھا تعیین النصیب کل من الشرکاء علیحدہ اور حکم یعنی قسمت کا اثر مترتب معین کردینا ہے ہر شریک کے حصہ کا علیحدہ علیحدہ وتشتمل علی الافراز بمعنی الافراز وہو اخذ عین حقہ وعلی معنی المبادلۃ وہی اخذ عوض حقہ اور مشتمل ہے قسمت بمعنی افراز کو یعنی مثلی و قیمتی دونوں میں قسمت مشتمل ہے معنی افراز اور معنی مبادلہ پر افراز سے مراد لینا ہے اپنے حق کا بعینہ اور مبادلہ سے مراد بدلہ لینا ہے اپنے حق کا ہم بیان اشتمال یہ ہے کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہے اسکے اجزا میں ہر جزو شامل ہے نصفین کو ایک نصف تو اسی شریک کا ہے تو اسکا لینا افراز ہوا یعنی اپنا حق بعینہ پایا اور دوسرا نصف اسکے شریک کا تھا اسکو لیا اسکے عوض میں اسکے حصہ میں

شریک ثانی کے قبضہ میں ہو تو اسکا لینا بھی مباح ہے اور اسکو گرانی الشمنی والافراز ہو الغالب فی ذوات الامثال لعدم التفاوت فیہا والمبادلۃ ہی الغالب فی غیرہا ابن کمال عن البرکاتی اور
افراز یعنی اپنا حق بعینہ لینا غالب ہے مثلی چیزوں میں اور جو مثلی نہیں ہیں ان میں مبادلہ غالب ہے اسواسطے کہ افراز کے معنی ہیں مثلی کے مانند غالب ہیں ایسا نقل کیا ابن
کمال نے برکاتی سے قسم مثلی میں معنی افراز ہو اسواسطے غالب ہیں کہ اسکی ابعاض میں تفاوت نہیں ہے اسواسطے کہ مثلا گیہوں اور جو میں سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اسکی مثل ہے جو اور شریک
میں موجود ہے شریک لیتا ہے تو اسکو بعینہ اسکا قرار دینا ممکن ہے فلہذا افراز غالب ہے اور مبادلہ غالب ہے غیر مثلی کے سوا یعنی قیمی میں قسمت الی غیر ذلک
حیوانات اور اشیا ادز میں میں اسواسطے مبادلہ غالب ہے کیونکہ دونوں کا حصہ جو ملا ہے وہ ایک دوسرے کے حق کا بدلہ ہے ممکن نہیں ہے کیونکہ ان میں تفاوت ہے
ساتھ ثابت نہیں اذا لتقرر ہذا الاصل فیاخذہ الشریک حصتہ ان غاب صاحبہ فی الاول ای المثلی لعدم التفاوت لا الثانی ای القیمی لما قدمنا ثابت ہو چکا
کہ مثلی میں افراز غالب ہے اور قیمی میں مبادلہ تو شریک اپنا حصہ بلے رہنے ساتھی شریک کے غائب ہونے کے اول یعنی مثلی میں بوجہ عدم تفاوت اور دوسرے
میں حصہ لے اسکی غیبت سے ثانی میں یعنی قیمی میں اسلئے کہ تفاوت ہے اور اسکے بعد فی المثلی یعنی مکیل اور موزون میں جو شریک غائب ہو یا نابالغ ہو فانہ لا یجوز الا باذنہ
تنفذ قسمتہ ان سلم ہذا الاخر یعنی فتاوی قاضیخان میں ہے کہ اگر کوئی چیز شریک کیا ہے تو بیان کیا کہ شریک غائب ہے یا نابالغ تو اسکو شریک کا حصہ بالغ
شریک یا بالغ نے اپنا حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونوں شریک کا حصہ سلامت رہا اور اگر تلف ہو گیا تو قسمت نافذ ہوگی اور اگر باقی تلف ہوگیا تو غائب یا صغیر کا حصہ
سے پہلے تو دونوں کا نقصان ہوگا یعنی غائب اور حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا نقصان ہوگا اور صغیر کا اس میں وجہ ہے فتاوی ورثاء عمدۃ والدہقان اقتسما الغلۃ بینہما
افرزہ والدہقان اولا فہلاک الباقی علیہما وان ہلک الباقی علی الدہقان خاصۃ کذا قال بعض المشائخ انتہی ملخصا چنانچہ اس کا مشترک ہو درمیان زمیندار
اور مزارع کے زمیندار نے مزارع کو اسکے بانٹنے کا حکم کیا تو اگر مزارع وہ اناج جسکو زمیندار کے واسطے جدا کیا تھا زمیندار کے پاس لیگیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہونا دونوں
پر پڑیگا اور اگر مزارع پہلے اپنا حصہ لیگیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑیگی یہ کہا ہے بعض مشائخ نے انتہی کلام قاضیخان ملخصا عالمگیری میں یہ مسئلہ ذخیرہ سے یوں
منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت مکیل اور موزون میں یہ ہے کہ جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہو گیا قبل قبض کے قسمت منقوض ہوگی اور دیسا مال ہو جاویگا جیسا کہ قسمت سے
پہلے تھا اور اگر اسکا حصہ تلف ہو گیا جیسے خود کیل اور وزن کیا تو دوسرے کا حصہ تو قسمت برقرار ہوگی قاعدہ سے یہ کہا کہ اگر زمیندار مزارع سے کہے کہ غلہ بانٹ دے میرا
حصہ اپنے حصہ سے جدا کر سو اسنے ایسا ہی کیا تو اگر زمیندار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہو گیا تو قسمت منقوض ہے اور زمیندار مزارع کے حصہ سے نصف لیگا اسواسطے کہ زمیندار کا
قبل از قبض تلف ہو گیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہو گیا تو قسمت برقرار ہے انتہی اور جو شارح نے قاضیخان سے نقل کیا وہ اسکے مخالف ہے اور ظاہر روایت کا لگا یا
کے ذخیرہ سے معتمد علیہ ہے لہذا قاضیخان نے اس قول کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے تو یہ وجہ خلاف پر دلیل ظاہر ہے کذا فی الطحاوی و ان اجبر احدہما ای علی قسمۃ
غیر المثلی فی متحد الجنس بنفسہ فقط سوی الرقیق بطلب الشریک والجبر ہو المراد بقولہ عند طلب الخصم فیہما ای فیہما معنی الافراز ایک شریک دوسرے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ نہیں لیتا قیمی کو
اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس میں با سوائے غلام کے جو غلامیت کا نہیں ایک خصم قسمت طلب کرے تو قیمی میں جبر اسواسطے کہ اسمیں معنی افراز بھی ہیں
یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی میں باوجود یکہ متحد الجنس غیر مثلی میں قسمت پر جبر کیا جاتا ہے حالانکہ مبادلہ میں جبر جاری نہیں ہوتا اسکا جواب یہ ہے کہ جبر علی القسمۃ
باعتبار معنی افراز کے ہے کہ اسمیں تکمیل منفعت ہے اور متحد الجنس میں مثلا مقاصد متقارب ہیں تو جبر کیا گیا ہے اور اگر ضرر دفع ہو اسواسطے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا انتفاع میرے
حصہ مخصوص سے ہو اور اسکی ملک میں غیر کا تصرف نہ ہو اور دوسرا شارح اور جیسا ہی قلی ان المبادلۃ مما یجری فیہا الجبر عند تعلق حق الغیر کما فی الشفعۃ وبیع مال المدیون
لوفاء دینہ اسکے علاوہ یہ ہے کہ مبادلہ میں بھی جبر جاری ہوتا ہے جبکہ غیر کے حق کے متعلق ہونے کے نزدیک جیسا کہ شفعہ میں اور مدیونوں کی ملک بیچنے میں تاکہ قرض کے ادا کرنے
کے واسطے اور غیبت تو اسمیں فرق ہے پس بیعنا المال بلا اذنہ جبر لیحصل ان واجب لاعلی فی تقسیم المال الخ [illegible]
[illegible]

وان نصب باجر المثل صح لانها ليست بقضاء حقيقة فجاز له اخذ الاجرة عليها وان لم يتعين عليه اجماعًا وكره اخذ زيادة اور اگر قسمت کرنیوالا اجرت مثل پر
مقرر کیا جاوے تو صحیح ہے اسلیے کہ قسمت کرنا حقیقت میں قضا نہیں کہ وہ کام کر کے اجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہے اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہیں کذا ذکرہ اخی زادہ ہم اور اگر قاضی خود
قسمت کرے تو اجرت لینے میں خلاف ہے اصح یہ ہے کہ جائز نہیں کذا فی الدرر وہو یعنی الاجر علی عدد رؤسهم لا الانصباء خلافا لهما اور وہ یعنی اجرت شریکوں کی شمار پر ہے مطلقا یعنی خواہ سب شریک
مالک برابر ہوں یا بعض کے حصے زیادہ ہوں یہ امام صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک حصہ کے اندازہ پر اجرت ہے اور کم حصہ والا کم دے قیدنا بالقاسم لان اجرة الکیال والوزان
بقدر الانصباء اجماعا اذا لم یشترط ... الا اذا ... کذا فی الہدایہ بلفظ قیل وتمامہ فیما علقتہ علیہ
... قاسم کی قید لگائی ہے ... ناپنے اور تولنے والے کی اجرت بقدر حصوں کے ہے ... باتفاق ... شرکت ... اور ... بقدر حصوں کے ہے
جبکہ ... قسمت ... اور ... کی اجرت ... کذا فی شرح الملتقی ... اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اسوقت
ہے جبکہ وہ چیز قسمت کیواسطے نہ ہو اسطرح کہ دو شخصوں نے ایک کھیت یا موٹھ دن خرید کیا اور ایک آدمی سے اسکے کیل یا وزن کا امر کیا تا اسکی مقدار معلوم ہو تو اسکی اجرت
بقدر سہام ہوگی کذا فی درر المنتقی اور اگر وہ چیز قسمت کیواسطے ہو تو اسمیں وہی خلاف ہے امام اور صاحبین کا لیکن ہدایہ میں اس قید کو بلفظ قیل جو ضعف پر
دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اسکا بیان ملتقی کی ہماری شرح میں ہے قد قاسم یجب کونہ عدلا امینا عالما بہا اور واجب ہے ہونا قاسم کا متقی اور
امانتدار اور قسمت کا واقف کار ہم لئلا فاسق اور خائن اور اس کا ... کا قسمت کرنا جائز نہیں جو قسمت کرنا نہیں جانتا ہو اگرچہ وہ مولوی ہو ولا یتعین واحد لہا
لئلا یتحکم بالزیادۃ اور ایک ہی شخص قسمت کرنے کیواسطے متعین نہ کیا جاوے تاکہ وہ زیادہ اجرت مثل پر تحکم نہ کرے ولا یشترک القسام خوف تواطئهم اور قسمت کرنیوالے
لوگ باہم شرکت نہ کریں ایسے اتفاق کے خوف سے ہم یعنی اگر انہیں ہم ... کا تو اسکا خوف ہے کہ اتفاق کر کے اجرت گراں کردیں تو اسمیں لوگوں کا ضرر ہوگا طحطاوی
لیکن قسمت بتراضی الشرکاء الا اذا کان فیہم صغیر لا نائب عنہ او غائب لا وکیل عنہ لعدم لزومها حینئذ الا باجازۃ القاضی او الغائب
او الصبی اذا بلغ او ولیہ ہذا لو ورثۃ ولو شرکاء بطلت منیۃ المفتی وغیرہا اور قسمت صحیح ہے سب شریکوں کی رضامندی سے مگر جبکہ انمیں کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو کہ اسکی طرف
کوئی نائب نہیں ہے یا کوئی شریک غائب ہے جسکی طرف سے کوئی وکیل نہیں قسمت نہ کورہ صحیح نہ ہوگی اسکے نہ لازم ہونے کے سبب سے اسوقت میں مگر قاضی یا
غائب یا صغیر کی اجازت سے جبکہ وہ بالغ ہوجاوے یا اسکے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یہ یعنی قسمت کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اسوقت
ہے کہ شریک وارث ہوں اور اگر شریک ہوں یعنی کسی چیز کے خرید کرنے سے انمیں شرکت حاصل ہوئی ہو تو قسمت باطل ہے کذا فی منیۃ المفتی وغیرہا ہم طحطاوی میں
عالمگیری سے یوں مذکور ہے اور اگر شریک مشتری ہوں تو قسمت نہ ہوگی ایک شریک کے غائب ہونے سے تا حضور غائب اگرچہ شریک حاضرین گواہ لاویں خریداری پر
قسم نقلی بین ورثۃ ہم او ملکہ مطلقا او شراء صدر الشریعۃ فلا فرق فی النقلی بین شراء وارث و ملک مطلق اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جسکی میراث کا فیما
بینہم شریک دعوی کرتے ہیں یا اسکی ملک مطلق کا دعوی کرتے ہیں یا اسکی خریداری کا دعوی کرتے ہیں کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعۃ تو کچھ فرق نہیں نقلی یعنی مال منقول
میں درمیان خریداری و میراث اور ملک مطلق کے ہم منقول کی قسمت بلا تحقیق ہو اسواسطے جائز ہوئی کہ منقول معرض تلف میں ہے تو قسمت میں اسکا حفظ ہے اور حقدار کا
حق پہونچتا ہے اور قبضہ دلیل ہے ملک کی اور اقرار دلیل ہے صدق کی اور کوئی انکے ساتھ منازع نہیں قالت ومن النقلی البناء والاشجار حیث لم یتبدل المنفعۃ بالقسمۃ وان
تبدلت فلا جبر قالہ شیخنا میں کہتا ہوں کہ منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار میں جہاں منفعت بتبدل نہ ہو قسمت کرنے سے اور اگر منفعت بدل جاتی ہو قسمت سے تو
وہاں قسمت پر جبر نہیں یہ کہا ہے ہمارے استاد نے وعقار یدعون شراءہ او ملکہ مطلقا اور قسمت کیا جاوے وہ مال غیر منقول جسکی خریداری یا اسکی ملک مطلق کا
شریک دعوی کرتے ہیں فان ادعوا انہ میراث عن زید لا یقسم حتی یبرہنوا علی موتہ وعدد ورثتہ پھر اگر شریک دعوی کریں کہ غیر منقول میراث ہے زید سے تو اسکی
قسمت نہ کیجاوے یہاں تک کہ گواہ لاویں زید کی موت پر اور اسکے وارثوں کے شمار پر وقالا یقسم باقرارہم کما فی الصورۃ الاخرى اور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کی بھی

تقسیم کیا جائیگی محض انکے اقرار سے چنانچہ اور صورتون مین قسمت ہوتی ہے یعنی خرید اور ملک مطلق کی صورت مین ولا ان برہنا ان العقار معہما حتی یبرہنا
انہ لہما اتفاقا فی الاصح لاحتمال انہ معہما باجارۃ او اعارۃ فکان قسمۃ حفظا والعقار محفوظ بنفسہ اور قسمت نہ ہوگی اگر دو شخصون نے دعوی کیا کہ غیر
منقول انکے ساتھ ہے یعنی انکے قبضہ مین ہے جب تک گواہ لا دین اسپر کہ غیر منقول انہین دونونکا مال ہے بالاتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین اسلیے
کہ احتمال رکھتا ہے کہ غیر منقول انکے قبضہ مین بطریق اجارہ یا عاریت کے ہو تو اس صورت مین قسمت حفاظت کی ٹھہریگی اور حالانکہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہے
ولو برہنا علی الموت وعدد الورثۃ وہو ای العقار تحت ایدیہم قال شیخنا وکذا المنقول بالاولی ومعہم صغیر او غائب قسم بینہم ونصب قابض لہما نظرا لہا
للصغیر اور اگر گواہ لاویں مورث کی موت پر اور وارثون کی شمار پر اور حالتیکہ عقار غیر منقول انکے قبضہ مین ہو اور وارثون مین صغیر یا غائب ہو یا ایک وارث کہ غائب
ہو تو وارثان حاضرین مین قسمت کیا جاوے اور صغیر کے واسطے ایک شخص انکے حصہ کا قبض کرنے والا مقرر کیا جاوے تاکہ انکی حق تلفی نہ ہو ولا یبرئ الغریم الا من المیراث
منہ ایضا خلافا لہما لکن سراج و ضرور ہے شہادت سے اصل میراث پر کیونکہ امام کے نزدیک بر خلاف صاحبین چنانچہ نہ اوپر ہو چکا حکم اصل میراث کی گواہی یہ کہ یہ گھر انکی میراث
ہے انکے باپ کی جانب سے مثلا کذا فی الحلبی وکان ای وارث واحد لم یقسم فلا بد من حضور اثنین ولو احدہما صغیرا ووصیہ الا اذا کان وارث اگر صرف ایک وارث اور
عدد ورثہ پر گواہ لا دیکر تو قسمت نہ ہوگی ہے واسطے کہ دو وارثون کا حاضر ہونا ضرور ہے اگرچہ انمین سے ایک صغیر یا وصی ہو او کانوا ای الشرکاء مشترین او موہوبا لہم او عند غیبۃ
بغیر الارث وغاب احدہم لان فی الشراء لا یصلح الحاضر خصما عن الغائب بخلاف الارث یا شریک تو اپنی خرید ہون یعنی شریک ہون بدون میراث کے اور ایک شریک
غائب ہو تو قسمت نہ ہوگی ہے واسطے کہ خریداری کی شرکت مین شریک حاضر شریک غائب کی طرف سے خصم ہونیکی صلاحیت نہین رکھتا بخلاف میراث کے کہ وہان
ایک وارث اور وارثون کی طرف سے خصم ہو سکتا ہے اوکان فی صورۃ الارث العقار او بعضہ مع الوارث الطفل او الغائب او کان شیئ منہ لا یقسم
لاستلزام القضاء علی الطفل او الغائب بلا خصم حاضر عنہما یا کل عقار یا بعض عقار کی میراث کی صورتون مین وارث صغیر یا وارث غائب کے قبضہ مین ہو یا
عقار سے کچھ ہو تو اسکی قسمت نہ ہوگی بسبب لازم ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونون کی طرف سے ہم صغیر کی مانند
اسکی ماں ہے اور غائب کے مانند اسکا مودع ہے حلبی نے کہا شارح کا قول او بعضہ مکرر ہوگیا متن کے اس قول کے ساتھ او شیئ منہ وقسم المال المشترک
بطلب احدہم ان انتفع کل بحصتہ بعد القسمۃ اور مال مشترک قسمت کیا جاتا ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصہ سے نفع حاصل کر سکے قسمت کے
بعد وبطلب ذی الکثیر ان لم ینتفع الآخر لقلۃ حصتہ اور زیادہ حصہ والے کی طلب سے قسمت کیا جاوے اگر دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو قلت حصہ
کے سبب سے یعنی اگر ایک شریک کو نفع ہوتا ہو کثرت حصہ کے سبب سے اور دوسرے کو ضرر ہوتا ہو قلت حصہ کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو
قسمت ہوگی اور اگر صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہ ہوگی یہ جو ماتن نے ذکر کیا ہے کافی مین کہا یہ قول اصح ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر و
فی الخانیۃ یقسم بطلب کل وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہا المعول اور خانیہ مین ہے کہ مال مشترک قسمت کیا جاوے صاحب قلیل اور صاحب کثیر ہر ایک کی طلب
سے اور اسی پر فتوی ہے لیکن متون فقہ قول اول پر شامل ہین یعنی عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متون ہی کی روایت قابل اعتماد کے ہے وان تضرر
الکل لم یقسم الا برضاہم لئلا یعود علی موضوعہ بالنقض اور اگر قسمت سے سب شریکون کو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہ ہوگی مگر سب شریکون کی رضامندی سے تاکہ
قسمت عود نہ کرے اپنے موضوع پر نقض ہو کر یعنی موضوع قسمت یہ تھا کہ ہر شریک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہان مفقود ہے کذا فی الحلبی ہان اگر
سب راضی ہون تو قسمت درست ہے کہ حق انکا ہے اور وہ اپنی حاجت سے زیادہ سمجھتے ہین لیکن قاضی اسکا مباشر نہ ہوگا گو وہ طلب کرین اور نہ اسکو منع کرے
کذا فی الزیلعی وفی المجتبی حانوت لہما یعملان فیہ طلب احدہما القسمۃ ان امکن لکل ان یعمل فیہ بعد القسمۃ ما کان یعمل فیہ قبلہا قسم والا لا مجتبی مین ہے کہ ایک دکان
ہو دو شریکون کی جسمین وہ اپنا کام کرتے ہین سو ایک شریک نے قسمت طلب کی اور دوسرا شریک نہین مانتا ہے تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک آسانی کام کرے قسمت کے

بعد جیسا کام کہ قسمت سے پہلے کرتا تھا تو قسمت کیجاوے اور اگر ایسا نہ ہو تو قسمت نہ کیجاوے شرح وقسم جبرا فی متحد الجنس من المثلیات فی بعض لا فی عمومہا معا و فی غلا
تمیزا لعید والرضی دون جبر القاضی اور قسمت کیجاوے اُن عروض اور اسباب کی جنکی جنس متحد ہو قسمت کیجاوین دو قسمین اسطرح کہ بعض بعض شریک کو
دیجاوے بسبب واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہو کرنہ تمیز ہو کر بوجہ اختلاف جنس پر تراضی شرکا کے اعتماد کیا جاوے نہ قاضی کے جبر کرنے پر ہم یعنی اگر متاع اور اسباب
ایک جنس ہو جیسا کہ مکیل یا موزون یا عددی متقارب یا چاندی سونا تو اس میں ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کریگا قسمت پر اسطرح کہ کچھ اس شریک کو دیگا
اور کچھ دوسرے شریک کو اسواسطے کہ مقصود دونوں میں برابر ہے تو قسمت تمیز واقع ہوگی لہذا قاضی کو اس میں جبر کا اختیار ہوگا اور دو جنسون کی قسمت میں ادخال بعض
کا بعض میں اسطرح صحیح نہیں کہ ایک شریک کو اونٹ دیوے اور دوسرے کو دیگر یا ایک مثلا اس جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کرے اسواسطے کہ دو جنسون
مین خلط اور اتحاد نہیں ہے تو یہاں قسمت تمیز واقع نہ ہوگی بلکہ معاوضہ ہوگی تو یہاں تراضی پر اعتماد ہوگا نہ قاضی کے جبر پر اسواسطے کہ قاضی کو جبر کا وہان اختیار
ہے جہان قسمت یعنی تمیز ہو نہ یعنی معاوضہ شرح لا فی الرقیق وحدہ لفحش التفاوت فی الآدمی اور قسمت کیا جاوے فقط مملوک یعنی لونڈی غلام اسواسطے کہ آدمی کا
تفاوت بہت ہوتا ہے ہم آدمی میں تفاوت ہوتا سا فی یا باطنی کے سبب سے چنانچہ ذہن اور ہوشیاری بخلاف باقی حیوانات کہ انمین تفاوت قلیل ہے اتحاد جنس کی صورت
مین فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھ کوئی اور چیز قابل قسمت نہ ہوگی تو سوقت ملاکر کی گئی اسکے ساتھ ملکر قسمت ہو جاویگی باتفاق امام
اور صاحبین کے وقالا یقسم لو ذکورا فقط وانا ثا فقط کما یقسم الابل والغنم ورقیق المغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر لونڈی فقط غلام ہو یا فقط لونڈیان ہون تو قسمت ہوگی
جیسے اونٹ اور بھیڑ بکری اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہے قلنا لا یحبو اہو المغنم تفاوت تھا اور نہ قسمت کیجاوین جواہرات انکی کثرت تفاوت کے سبب سے
ہم اگرچہ جواہر ایک ہی جنس ہون تو بھی قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ انکی قیمت میں بڑا تفاوت ہوتا ہے تو تعدیل ممکن نہیں ہو سکتی و لا الحمام والبئر والرحی والکتب وکل ما فی
قسمتہ ضرر اور نہ قسمت کیا جاوے حمام اور کنواں اور چکی اور کتابیں اور جس چیز کی قسمت میں ضرر ہو ہم شارح نے عدم قسمت کی بنا مثالین ذکر کیساتھ عطف عام کے علت
عدم قسمت پر اشارہ کر دیا کہ جس چیز کی قسمت میں ضرر ہو تو وہ قسمت پذیر نہیں ہوتی اسواسطے کہ قسمت تو تکمیل منفعت کیواسطے ہے کہ جب ہر شخص کا حصہ انتفاع مقصود
لائق نہ رہا تو معنی قسمت متحقق نہ ہوے الا برضاہم لما مر مگر شریکون کی رضامندی سے قسمت جائز ہے بدلیل گزشتہ ہم یعنی اگر اشیاء مذکورہ کی قسمت میں باوجود ضرر
شرکا راضی ہون قسمت جائز ہوگی کہ حق انھین کا ہے و لو اراد احدہما البیع وابی الآخر لم یجبر علی بیع نصیبہ خلافا لمالک اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا
شریک نہیں مانتا ہے تو اُسکے حصہ کی بیع پر جبر نہ کیا جاویگا بخلاف مذہب امام مالک کے ذکرہ فی الجواہر واقرہ المصنف فی الکتب بین الورثۃ ولکن ینتفع کل بالمہایاۃ ولا یقسم بالاوراق و
لو برضاہم اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ کتابین قسمت نہ ہونگی وارثون میں ولیکن ہر وارث انسے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابون کی ورقون کے شمار سے نہو
اگرچہ ورثہ اسپر راضی ہون و کذا لو کان کتابا ذا مجلدات کثیرۃ اور اسیطرح جلد جلد کی قسمت نہ ہوگی اگر ایک کتاب کی بہت مجلدات ہون ہم یعنی اگر بڑی کتاب جو کئی مجلدات
میں تمام ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری شلا اسکی پانچ چھ جلد مجلد ہوتی ہون تو ایسی کتاب کی مجلدات کی قسمت نہ ہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ لے مثلا اور کوئی کتاب الحج
اور کوئی کتاب البیع ولو تراضیا ان تقوم الکتب ویاخذ کل بعضہا بالقیمۃ لو کان بالتراضی جاز والا لا اور اگر دو شریک باہم راضی ہو جاوین اسپر کہ کتابون کی قیمت معین کیجا
اور ہر شریک بقدر کتب لے قیمت سے تو اگر یہ تراضی طرفین سے ہو تو جائز ہے اور اگر تراضی نہ ہو تو جائز نہیں و فی القنیۃ ... بین اثنین لا یمکن قسمتہا فشاجرا فیہ فقال
احدہما لا اکری ولا انتفع وقال الآخر ... فالقاضی یاذن ... لا یرید الا الانتفاع ان شئت فانتفع وان شئت فاغلق الباب اور تاتارخانیہ
میں ہے ایسا اگر ایک دکان مشترک ہو دو شریکون میں جسکی قسمت ممکن نہیں ہے دونون نے اسمین جھگڑا کیا سو ایک شریک کہتا ہے کہ میں اُسکو کرایہ نہ دونگا اور نہ اس سے
نفع لونگا سکنے وغیرہ سے اور دوسرا شریک کہتا ہے کہ میں اسکا ارادہ کرتا ہون یعنی کرایہ دینے کا یا رہنے کا تو قاضی حکم کرے مہایاۃ کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پھر اُس
شریک سے کہا جاوے جو انتفاع کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو اگر چاہے تو اس گھر سے فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر رکھ ہم یعنی اپنی باری میں اُسکو انتفاع اور

عدم انتفاع کا اختیار ہوا اور دوسرے شریک کی باری میں دوسرے کو انتفاع کا اختیار ہوگا چاہے کرایہ پر دے چاہے آپ رہے اور دو شریک کا دوار ... اور دار وحانوت قسم
کل واحد بانفرادہ مطلقا ولو متلازقۃ ... یا مسکنیں جیسے گھر مشترک ہیں یا ایک گھر اور زمین مشترک ہے یا ایک گھر اور دکان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت
علیحدہ علیحدہ جدا جدا ہوگی ہر حال میں اگرچہ گھر وغیرہ باہم متصل ہوں یا ایک شہر کے دو محلوں میں ہوں یا دو شہروں میں ہوں کذا فی شرح مسکین یعنی مشترک گھروں میں
اس طرح قسمت نہ ہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اسلئے کہ گھروں کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہے باعتبار محلوں اور پڑوسیوں اور مسجد اور پانی
کے نزدیک ہونے کے تو انکی قسمت برابری کی ممکن نہیں ایک شریک کا حصہ ایک گھر میں جمع کر دینا لیکن نہیں بدون آپس کی رضامندی کے اور گھر اور زمین اور گھر اور دکان کی
قسمت اختلاف جنس سے جائز نہیں کذا فی الزیلعی اور بیوت قسمت ہونگے مطلقا اور منازل اگر متصل ہوں ایک گھر میں تو قسمت نہ ہو اور اگر جدا جدا ہوں تو قسمت نہ ہونگی ... اسلئے
کہ منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہے اور منازل متصلہ بیوت سے ... ہوتی ہے اور متباینہ دار کے ... کذا فی الدرر ... اور دو شریک ... قسمت ...
نہ ہوگی جبکہ وہ سب ایک شہر میں ہوں یا نہ ہوں ... مصنف ... اطلاق ... شارح کا قول ... نقل کیا ... وقالا ان کان
فی مصر واحد فالرای فیہ للقاضی وان فی مصرین فلا ... اور صاحبین ... قاضی کی تجویز کو دخل ہے اور اگر ...
مذکورہ دو شہروں میں ہوں تو صاحبین کا قول امام کے قول کے مانند ہے ... دو شہروں میں ... اگر قاضی ...
ونصب القاسم بالقسمۃ علی قرطاس لیرفعہ للقاضی ... اور قاسم ... کاغذ پر ... قسمت کیا جاتا ہے تاکہ وہ نقشہ قاضی کے ...
کرے اور مقسوم کی قسمت کے حصوں پر تعدیل و تسویہ کرے ... تسویہ سہام قسمت کی یہ صورت ہے کہ ... سہام کو ... کرے ... اگر ...
تو اسکو اثلاث کرے اور اگر سدس ہے تو اسداس ... کذا فی الطحطاوی عن الشمنی ... اور ... پیمائش کرے ... مساحت کی مقدار ...
یقوم البناء اور عمارت کی قیمت مقرر کرے ... تقویم عمارت اسواسطے ہے کہ عمارت کی قسمت ... زمین کی قسمت پیمائش سے ہوگی اور عمارت ایک شریک
کے حصہ میں واقع ہو تو حصۂ عمارت دوسرے شریک کو اسکی قیمت دے کذا فی النہایۃ ویفرز کل نصیب بطریقہ وشربہ اور قاسم جدا کر دے ہر حصہ کو اسکے راہ اور پانی کی
آمد کے ساتھ ہر حصہ کی راہ وغیرہ جدا کر دینے سے یہ فائدہ ہے تا کہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نہ رہے تو تمیز اور افراز کے معنی علی وجہ الکمال
حاصل ہوں ویلقب الانصباء بالاول والثانی والثالث وہلم جرا اور قاسم حصوں کو ملقب کرے اول و ثانی او ثالث کے ساتھ وعلی ہذا القیاس ...
قاسم بقدر حاجت کے ہم ترتیب حصص جس طرف سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے الزام پر قادر ہو قرعہ نکلنے کے وقت کذا فی الزیلعی ویکتب اسماءہم ویقرع
تطییبا للنفوس اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کے واسطے ہر شریک کا نام علیحدہ علیحدہ پرچہ کاغذ پر لکھے اور کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکھکر
گول بنا دے ... یہ کہ قرعہ واجب نہیں غرض اس سے تسکین قلوب ہے تا کسی کی جانب ... معلوم نہ ہو تو اگر قاضی بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کر دے تو
جائز ہے فمن خرج اسمہ اولا فلہ السہم الاول ومن خرج ثانیا فلہ السہم الثانی الی ان ینتہی الی الاخیر سو جسکا نام قرعہ میں پہلے نکلے تو اسکے لیے پہلا حصہ ہوگا اور جسکا نام کہ
دوسری بار نکلے اسکا دوسرا حصہ ہے یہاں تک کہ اخیر تک پہنچ جاوے ہم شرح وقایہ میں ہے کہ قاسم خانہ مقسومہ میں جدول کے قلم سے کل ذراع فی ذراع کو ... خانہ
خانہ بنا دے اور صحن اور مکانات کو گزوں سے پیمائش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے تو اسکے متصل کو ثانی ... اور
اور اسکے متصل کو ثالث وعلی ہذا القیاس پھر جسکا نام قرعہ میں اول نکلے تو اسکا حصہ جانب غربی ہے وہ عمارت اور زمین سے تا انکہ اسکا حصہ پورا ہو جاوے پھر جسکا نام دوسری
بار نکلے اسکا حصہ اول کے ساتھ متصل ہے خواہ حصص مساوی ہوں خواہ متفاوت انتہی ملخصا اور درمین ہے کہ اگر عقار مشترک میں تین شریک ہوں ان میں ایک شریک کا سدس اور دوسرے کا
ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلا تو زمین یا گھر کے چھ سہم ٹھہرا دے اور اول کو ملقب بسہم اول کرے اور اسکے پاس والے کو ملقب بسہم ثانی وعلی ہذا القیاس ... اور
اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے جسکا نام پہلے نکلے تو اسکو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہے تو وہ اپنا حق لے اور اگر صاحب ثلث ہو تو اول ... اور اسکے پاس ...

سہم سلم اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اسکے پاس کے دو سہم اور سلے و الثلاث لذی السہم الاخذ اول فی القسمۃ لتعاد الاجزاء بصاحبہ فلو کان ارض و بناء او منقول
قسم بالقیمۃ عند الثانی وعند الثالث یرد من العرصۃ بمقابلۃ البناء فان بقی فضل ولا یمکن التسویۃ رد الفضل دراہم للضرورۃ وفوضہ فی الاختیار اور بیان رکھو کہ نقد
درہم زمین اور گھر کی قسمت میں داخل نہیں ہوتے ہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت یا مال منقول ہو تو اسکی قسمت قیمت کر کے ہوگی ابو یوسف کے نزدیک
اور محمد کے نزدیک زمین پھیر دیجائے عمارت کے مقابلہ میں پھر اگر کچھ عمارت زیادہ باقی رہے زمین دیکر اور برابری دونوں حصوں میں ممکن نہ ہو تو بقدر زیادت درہم پھیر دیے
جائیں ضرورت کے سبب سے اور اختیار میں اس قول کو پسند کیا ہے ھم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر کو جماعت کا سو انہوں نے قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب میں زیادہ عمارت ہے سو
ایک شریک نے چاہا کہ عمارت کے عوض درہم دے اور دوسرے نے چاہا کہ اسکے عوض میں لے تو عوض میں ہی دیجائیگی اور صرف عمارت سے درہم نہ دلائے جاوینگے مگر جبکہ
زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو یہ درست ہے یعنی درہم دلانا سو اسواسطے کہ قسمت حقوق ملک سے ہے اور شرکت ان لوگوں کی گھر میں ہے نہ درہموں میں تو اسکی قسمت جائز
نہ ہوگی جو مشترک نہیں کذا فی الدرر قسم ولاحدہم مسیل او طریق فی ملک الآخر والحال انہ لم یشترط فی القسمۃ صرف عنہ ان امکن والا فسخت القسمۃ اجماعا و
مشترک گھر کی قسمت ہو گئی اور ایک شریک کا نابدان اور راہ آمد و رفت کی دوسرے شریک کی ملک میں ہے اور حالانکہ اشتراک مسیل اور طریق قسمت میں مشروط نہیں ہوا تو نابدان
اور راہ اسکی طرف سے دوسری طرف پھیری جائے اگر ممکن ہو اور اگر نہ ہو تو قسمت فسخ کیجائے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سرنو سے قسمت کیجائے اس طرح کہ ہر شریک کا نابدان
اور راہ جدا ہو ھم اور اگر اشتراک راہ اور نابدان کا قسمت میں مشروط ہو گیا ہو تو قسمت برقرار رہیگی کذا فی الجوہرۃ ولو اختلفوا فقال بعضہم ابقینا مشترکا کما کان ان امکن
افراز کل فعل کما بسطہ الزیلعی اور اگر شریکوں نے اختلاف کیا سو بعضوں نے کہا کہ ہم نے اسکو یعنی راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تھا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر شخص کا
کے واسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو شرح بیان کیا ہے ھم زیلعی میں یوں ہے کہ اگر قسمت کے اندر داخل طریق میں اختلاف ہوا اس طرح کہ بعضوں نے
کہا کہ راہ کی قسمت نہ ہوگی بلکہ وہ مشترک باقی رہیگی جیسے کہ قبل قسمت تھی تو اسمیں حاکم تامل کرے سو اگر ہر ایک شریک اپنے حصہ میں راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جماعت کی راہ کے
سوا اور راہ قسمت کر دے تکمیل منفعت کیواسطے تاکہ ہر شخص کی طرف جدا ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو راہ کو قسمت سے اٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا فی الطحطاوی
فان اختلفوا فی مقدار عرض الطریق جعل عرضہا قدر عرض باب الدار وما فی الارض فبقدر ممر انشئ زیلعی شریکوں نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار میں تو راہ کا عرض
گھر کے دروازے کے عرض کے برابر کیا جائے اور زمین میں تو عرض راہ کا بقدر چلنے بیل کے کیا جائیگا در صورت اختلاف کذا فی الزیلعی ھم یعنی جب گھر کی قسمت ہو گئی شریکوں میں
اور ہر حصہ کی راہ کے عرض میں اختلاف ہوا تو ہر حصہ کی راہ مشترک گھر کے دروازہ کے عرض کے برابر کیجائیگی سو اسواسطے کہ گھر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کی
طرف پھیرا جائیگا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح میں فتاوی قاضیخان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گھر دو شریکوں میں مشترک ہے اور اس گھر میں
تیسرے شخص کے مکان کی راہ ہے سو شریکوں نے گھر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ انکو قسمت سے منع کرے تو اسکو منع کا اختیار نہیں لیکن اس شخص کے واسطے اتنی
چوڑی راہ چھوڑی جاویگی جتنا اس گھر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گھر کے دروازہ سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گھر کی قسمت ہوگی اور مسیل بمنزلہ طریق کے ہے کذا فی الطحطاوی

بعلو لہ ای ارتفاع حتی یخرج کل احد منہم جناحا فی نصیبہ ان کان فوق الباب لا فیما دونہ لان قدر طول الباب من الہواء مشترک والبناء علی الہواء المشترک لا یجوز الا برضی الشرکاء حلبیہ
طریق کے اختلاف میں عرض اسکا بقدر عرض دروازہ ٹھہرایا جائے اسکے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب اعظم گھر کی راہ مشترک کی چوڑائی
اور بلندی کرنا چاہیے تو ہر شخص شریکوں میں سے چھجہ کا نکالے اپنے حصہ میں اگر وہ دروازے سے اونچا ہو نہ دروازے سے کمتر میں سو اسواسطے کہ ہوا بقدر طول اور بلندی
دروازے کی مشترک ہے اور ہواء مشترک پر بنانا جائز نہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے کذا فی الحلبیہ ھم یعنی گھر کی راہ مشترک میں جسکا ارتفاع اور عرض گھر کے باب اعظم کے
دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ چھجہ کا یا کھڑکی یا روشندان اپنے مکان میں راہ کی جانب بنایا چاہے تو اگر باب
اعظم کی بلندی سے اوپر بناوے تو درست ہے اور اس سے نیچے میں بنانا درست نہیں و لو شرطوا ان یکون الطریق فی قسمۃ الدار علی التفاوت جاز وان جعلہ کان کما ہو

فی المدار تساویہ وذلک لان القسمۃ علی التفاوت بالتراضی فی غیر الاموال الربویۃ جائزۃ فجاز قسمۃ اثنین بالاکراہ لانہ لیس بوزنی لا الحنطۃ بالسر بحیہ
علی الصحیح بل بالقبان او المیزان لانہ وزنی اور اگر شریکوں نے شرط کی کہ گھر کی قسمت میں اونچا وت ہو تو جائز ہے اگرچہ اُنکے حصے گھر میں برابر ہوں اور یہ اسواسطے
ہے کہ تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے جائز ہے سوا اُن مالوں کے جنمیں سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے کہ بھس کا بانٹنا سیدوں سے یعنی جالی چھبس وغیرہ کے
اُٹھانیکے واسطے ہوں جو بنائی جاتی ہے اسواسطے کہ بھس وزنی چیزوں میں بیاج کا احتمال ہوا اور جائز نہیں انگور کا بانٹنا کھجور کی ٹوکری سے بر قول صحیح بلکہ قپان
یا ترازو سے اسواسطے کہ وہ وزنی ہے ہم فتاوی قاضیخان کی عبارت یہ ہے وقسمۃ اثنین بالکیل فی کرفی النوازل انہ یجوز لعدم التفاوت لانہ لیس بوزنی انتہی ترجمہ
اُس عبارت کے الفاظ کا ترجمہ بیان کیا اسواسطے کہ اکراہ جمع ہے کرہ بالفتح کی اور وہ بھی ہوتی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکراہ جمع ہو کرہ بالضم کی اور وہ عبارت ہے جیسا کہ ہر الفائق
قاموس میں بیان کا ترجمہ قسط اس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازو سے بزرگ سے تو تردد ہے کا مطلب ہو سکتا ہے کہ انگور کی قسمت ٹوکری یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم
سفل لہ علو اقتسما علی مشترکان او سفل مجرد مشترک والعلو لاخر وعلو مجرد مشترک والسفل لاخر قوم کل علی حدتہ ذلک علیحدہ قسم بالقیمۃ عند محمد وبہ یفتی نیچے اور اوپر کا
مکان دونوں مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اسکے نیچے کا مکان دوسرے شخص کا ہے تو ان کا نا
مشترک کی قیمت ٹھہرائی جاوے علیحدہ علیحدہ اور شریکوں میں قسمت کیجائے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے ہم امام اعظم کے نزدیک قسمت گزوں سے
نہ ہوگی بلکہ نیچے کے مکان کا ایک گز مقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان کے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اسواسطے فتوی ہے کہ نیچے کا مکان
اسکی صلاحیت رکھتا ہے جو اوپر کے مکان میں صلاحیت نہیں چنانچہ اُسمیں کنواں کھودنا اور تہ خانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیرہ لگ تو وہ دونوں مکان ایک ہو گئے
کے ہو گئے تو تعدیل اور برابری شریکوں کے حصوں کی ممکن نہیں ہو سکتی مگر قیمت سے انکر بعض الشرکاء بعد القسمۃ شیئا من نصیبہ وشہد القاسمان بالاستیفاء بحقہ قبل
وان قسما باجر فی الاصح ابن ملک بعض شریکوں نے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصہ کے انکار کیا اور قسمت کرنیوالوں نے پورا پانے سے اسکے حق کی گواہی دی تو
گواہی انکی مقبول ہوگی اگرچہ اُنھوں نے اجرت لیکر قسمت کی ہو کذا ذکرہ ابن ملک ولو شہد قاسم واحد لا لانہ فرد اور اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہ ہوگی اسواسطے کہ
وہ اکیلا ہے اور ایک شخص کی گواہی معتبر نہیں ولو ادعی احدہم ان من نصیبہ شیئا وقع فی ید صاحبہ غلطا وقد کان اقر بالاستیفاء لم یصدق
الا ببرہان او اقرار خصمہ او نکولہ فلو قال لا حجۃ لی تحت ولا نقض لانہ اعتمد علی فعل الامین ثم ظہر غلطہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا کہ میرے حصہ میں سے کچھ از روے
غلط کاری کے میرے ساتھی شریک کے قبضہ میں پڑ گیا ہے اور حال اُسکا یہ ہے کہ اُسنے پورا حصہ پانیکا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا ذکرہ البرجندی تو اسکی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے
اقرار سے یا اُسکے قسم نہ کھانے سے تو اگر مصنف بجائے الا ببرہان کے الا بحجۃ کہتا تو گواہی اور اقرار اور نکول سب کو شامل ہو جاتا اور اقرار استیفا اور ادعاے غلط سے تناقض
دعوی کا ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسنے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے استیفا کا اقرار کیا پھر تامل کے بعد اُسکی غلطی ظاہر ہوئی تو وہ متعذر ہوگا اپنے اقرار پر بعد
ظاہر ہو جانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضتہ فاخذ شریکی بعضہ وانکر شریکہ ذلک حلف لانہ منکر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ میں نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر
شریک نے اُسمیں سے کچھ لے لیا اور شریک اُسکا منکر ہے تو اُس سے قسم لیجائے اسواسطے کہ وہ منکر ہے وان قال قبل اقرارہ بالاستیفاء اصابنی من ذلک کذا الی کذا
ولم یسلمہ الی شریکہ تحالفا وفسخ القسمۃ کالاختلاف فی قدر المبیع اور اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفا حق کے کہا کہ مجھکو پہونچا ہے اُس میرے حصے سے یہاں
یہاں تک اور شریک نے تمام حصہ مجھکو تسلیم نہیں کیا اور شریک اُسکا اُسکی تکذیب کرتا ہے تو دونوں قسم کھاویں اور قسمت فسخ کر ڈالی جاوے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف میں
طرفین پر قسم لازم آتی ہے کما مر فی احکام التحالف فی الدعوی ولو اقتسما دارا واصاب کلا طائفۃ فادعی احدہما بیتا فی ید الاخر من نصیبہ وانکر الاخر فعلیہ البینۃ
لانہ مدع اور اگر دو شریکوں نے گھر بانٹ لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان پہونچا سو ایک شریک نے ایک کوٹھری کا دعوی کیا کہ دوسرے شریک کے تصرف میں آ گئی میرے
حصے سے اور دوسرا شریک اسکا منکر ہے تو اُسپر گواہی لانا واجب ہے کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاماہا فالعبرۃ لبینۃ المدعی لانہ خارج وان کان قبل الاشہاد علی القبض

شہادتہما وتحت و کذا لو جہلا حالہ الجحد ولو اگر دونون شریکون گواہ قائم کئے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ وہ خارج ہے اور اگر قبضہ کی گواہی لا
سکے چلے ہو تو دونون شریک قسم کہا وین اور قسمت فسخ کرڈالی جاسے اور اس قسم کا حکم ہو اگر دونون حدود مین اختلاف کرین ولو استحق بعض معین من النصیب
لا تفسخ القسمۃ اتفاقا علی الاصح اور اگر ایک شریک کے حصہ سے بعض معین مین استحقاق ملک غیر ثابت ہوا تو قسمت فسخ نہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے
بقول صحیح ہم اسلئے کہ مستحق جدا باقی رہا بجال خود ہمین غیر کا حق نہین کذا فی الطحطاوی وفی استحقاق بعض شائع فی الکل تفسخ اتفاقا وبعض شائع غیر معین
استحقاق مین سب حصون کے اندر قسمت فسخ ہوگی باتفاق مذکور ہم اسواسطے کہ استحقاق شائع سے ایک اور شریک ظاہر ہوا اور قسمت بدون اسکے صحیح نہین
وفی استحقاق بعض شائع من نصیب معین لا تفسخ بل یتخیر خلافا للثانی بل المستحق منہ رجع بحصتہ ذلک فی نصیب شریکہ ان شاء او نقض القسمۃ دفعا للضرر التبعیض
اور بعض شائع کے استحقاق مین ایک شریک کے حصہ مین قسمت زیر دستی سے فسخ نہوگی بخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ کو اختیار ہے کہ چاہے اپنے شریک کے حصہ
اگر چاہے یا قسمت کو توڑدے تاکہ حصون بانٹنے سے منتفع ہوجائے قلت فعلی ہذا احتمال اخر وہو ان یستحق البعض من نصیب کل واحد فان کان شائعا فسخت وان کان
معینا فان تساویا فذا ظاہرا لا فالعبرۃ للزائد کما مر فلذا لم یفسرہ بالذکر مین کہتا ہون یہان ایک اور احتمال باقی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شریک کے حصہ
مین تو اگر بعض شائع غیر معین ہو تو قسمت فسخ ہوگی اور اگر بعض معین ہو تو اگر دونون حصون مین برابر ہو تو ظاہر ہے کہ قسمت کی اور اگر کم و بیش ہو تو اسی زائد کا اعتبار
ہے چنانچہ گذر گیا تو اسی واسطے مصنف نے اسکو علیحدہ ذکر نہین کیا اور اس کی مثل کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک کے حصہ مین چار گز کا استحقاق ہوا اور دوسرے کے حصہ مین
چہ گز کا تو ثانی اول کو ایک گز پہیرے ظہر دین فی الترکۃ المقسومۃ تفسخ القسمۃ الا اذا قضوہ ای الدین او ابراہ الغرماء فعلم الورثۃ او بقی منہا ای من الترکۃ
ما یفی بہ لزوال المانع ترکہ مقسومہ مین دین ظاہر ہوا تو قسمت فسخ کیجائیگی یعنی اسواسطے کہ دین مقدم ہے میراث پر مگر جبکہ وارث دین کو ادا کردین یا ارباب دیون ان ورثا
کو بری الذمہ کردین یا ترکہ سے اتنا باقی رکہا ہو جو ادائے دین کیواسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت فسخ نہوگی مانع کے دور ہوجانیکے سبب سے ولو ظہر غبن فاحش لا
یدخل تحت التقویم فی القسمۃ فان کانت بقضاء بطلت اتفاقا لان تصرف القاضی مقید بالعدل ولم یوجد اور اگر قسمت مین ایسا نقصان کثیر ظاہر ہوا جو قیمت
کرنیوالون کی تجویز مین داخل نہین ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اسواسطے کہ قاضی کا تصرف مقید ہے عادل کے ساتھ اور حالانکہ وہ یہان
پایا نہین گیا ولو وقعت بالتراضی تبطل ایضا فی الاصح لان شرط جوازہا المعادلۃ ولم توجد فوجب نقضہا خلافا لتصحیح الخلاصۃ قلت فلو قال لکن تفسخ لکان اولی
اور اگر قسمت تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح مین اسواسطے کہ جواز قسمت مین برابری حصون کی شرط ہے اور وہ پائی نہین گئی تو اسکا توڑنا واجب ہو
برخلاف تصحیح خلاصہ کے مین کہتا ہون تو اگر مصنف کنز کے مانند بجائے بطلت کے تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا ہم کنز مین یون ہے ولو ظہر غبن فاحش فی القسمۃ تفسخ یعنی اگر غبن فاحش
قسمت مین ظاہر ہو تو قسمت فسخ کیجائیگی چونکہ یہ عبارت مختصر ہے اور قسمت قاضی اور قسمت تراضی دونون کو شامل ہے لہذا شارح نے اسکو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی و
تسمع دعواہ ذلک ای ما ذکر من الغبن الفاحش ان لم یقر بالاستیفاء وان اقر لا تسمع دعوی الغلط فالغبن للتناقض الا اذا ادعی الغصب فتسمع دعواہ دکما
فی الخانیۃ اور شریک کا وہ دعوی یعنی غبن فاحش کا مسموع ہوگا اگر اسنے حصہ پانیکا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اسکا اقرار کرچکا ہو تو سماعت نہوگی دعوی غلط اور غبن
فاحش کی بسبب تناقض کے مگر جبکہ وہ غصب کا دعوی کرے یعنی یون کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اسنے غصب کرلیا تو دعوی مسموع ہوگا اور پورا اسکا بیان خانیہ
مین ہے ادعی احد المتقاسمین دینا فی الترکۃ صح دعواہ لانہ لا تناقض لتعلق الدین بالمعنی والقسمۃ بالصورۃ متروکہ بانٹ لینے والون مین سے ایک شخص نے
دین کا دعوی کیا متروکہ مین تو اسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ قسمت کرلینے اور دعوی دین مین تناقض نہین بسبب متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہو
قسمت کی صورت متروکہ سے یعنی دین معنی سے متعلق ہے یعنی متروکہ کی مالیت سے اسکا تعلق ہے تو اگر متروکہ کے وارث ہون تو انکو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور
متروکہ کو اپنے واسطے مخصوص کرلینا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولو ادعی عینا بای سبب کان لا تسمع للتناقض اذ الاقدام علی القسمۃ اعتراف بالشرکۃ اور

اگر دین کے سوا کسی عین کا دعویٰ کیا کسی سبب سے خواہ وارثت یا غصب ہے تو دعویٰ مسموع نہ ہوگا بسبب تناقض کے اسواسطے کہ قسمت پر پیشقدمی کرنا اقرار ہے کہ
کا وفی الخانیۃ اقتسموا دارا واو رضا ثم ادعی احدہم فی قسم الآخر بناء زعم انہ بناہ او غرسہ لم تقبل بینتہ اور خانیہ میں ہے کہ شریکوں نے ایک گھر یا زمین بانٹ لی پھر
ایک نے دوسرے کے حصہ میں عمارت یا درخت کا دعویٰ کیا یعنی یہ کہا کہ مدعی نے اسکو بنایا ہے اور درخت کو لگایا ہے تو اسکے گواہ مقبول نہ ہونگے یعنی بسبب
تناقض کے وقعت شجرۃ فی نصیب احدہما اغصانہا متدلیۃ فی نصیب الآخر لیس لہ ان یجبرہ علی قطعہا یعنی لانہ استحق الشجرۃ باغصانہا اخبار درخت
ایک شریک کے حصہ میں پڑا اسکی شاخیں لٹک رہی ہیں دوسرے شریک کے حصے میں تو اسکو نہیں پہونچتا ہے کہ اسپر زبردستی کرے شاخوں کے کاٹنے پر اسی قول پر فتویٰ ہے
اسواسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہوگیا ہے اسکی شاخوں کے ساتھ کذا فی الاشباہ یعنی بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہے تو جبر کیونکر کرے وجہ ہے یعنی احدہما ای احد الشریکین بغیر اذن
الآخر فی عقار مشترک بینہما فطلب شریکہ رفع بنائہ قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبہا ونعمت والا ہدم البناء وحکم الغرس کذلک بزازیہ ایک شریک
نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اس زمین میں جو دونوں میں مشترک ہے پھر دوسرے شریک نے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کیجاوے
سو اگر عمارت مذکورہ بنانیوالے کے حصہ میں پڑے تو خوب ہے اور نہیں تو عمارت ڈھائی جاوے اور اسیطرح کا حکم درخت کا ہے کذا فی البزازیہ ہم ہاں اگر وہ شریک کو
راضی کرے تو ہدم نہ ہوگا کذا فی الملتقط فی الملکیۃ القسمۃ تقبل النقض فلو اقتسموا واخذ کل قسمہ ثم تراضوا علی الاشتراک یصح وعادت الشرکۃ فی عقار وغیرہ الا ان
قسمۃ التراضی مبادلۃ فیصح فسخہا ومبادلتہا بالتراضی بزازیہ قسمت قابل نقض ہے یعنی ٹوٹ سکتی ہے تو اگر شریکوں نے اشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لیکر پھر دوبارہ راضی
ہوگئے آپس کی ساجھے سے تو یہ قسمت کا توڑ دینا صحیح ہوا اور شرکت پھر آویگی زمین یا اسکے غیر میں اسواسطے کہ آپس کی رضامندی کی قسمت مبادلہ ہوا اور اسکا فسخ کرنا اور
بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزازیہ المقبوض بالقسمۃ الفاسدۃ کقسمۃ علی شرط ہبۃ او صدقۃ او بیع من المقسوم او غیرہ تثبت الملک فیہ و
یفید جواز التصرف فیہ لقابضہ ویضمنہ بالقیمۃ جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہے یعنی جیسا کہ قسمت ہوتا ہبہ کی شرط پر یا صدقہ کی شرط پر یا مقسوم کے بیچنے
کی شرط پر یا سوا اسکے تو قبض کرنا اسکا ملکیت کو اسمیں ثابت کردیتا ہے اور قابض کے واسطے اسمیں جواز تصرف کا مفید ہوا اور اسکا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت سے
کالمقبوض بالشراء الفاسد فانہ یفید الملک کما مر فی بابہ جسطرح شراء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے چنانچہ بیع الفاسد کے باب میں گذر گیا وقیل لا وبہ جزم
فی الاشباہ والاول فی البزازیہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبوض بقسمت فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہیں کرتا ہے اور قول ضعیف پر یقین کیا ہے اشباہ میں اور قول
اول پر یقین کیا ہے بزازیہ میں ولو تہایا فی سکنی دار واحدۃ یسکن ہذا بعضہا وذا بعضہا او ہذا شہرا وذا شہرا ودو اربن یسکن کل دارا او فی خدمۃ عبد یخدم ہذا یوما
وذا یوما او عبدین یخدم ہذا ہذا وآلآخر الآخر او فی غلۃ والدوارین کذلک صح التہایو فی الوجوہ المذکورۃ استحسانا اتفاقا اور اگر دو شریک نوبت اور باری مقرر کرلیں ایک
گھر مشترک کے رہنے میں اسطرح کہ یہ شریک رہے گھر کے بعضے مکان میں اور وہ شریک بعضے میں یا یہ شریک مہینہ بھر رہے اور وہ شریک مہینہ بھر یا دو گھروں میں
باری مقرر کریں کہ ہر شریک ایک ایک گھر میں رہے یا باری معین کریں غلام مشترک کی خدمت میں کہ ایک روز اسکی خدمت کرے اور ایک روز دوسرے کی یا دو غلاموں مشترک کی خدمت میں
کہ یہ غلام اسکی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کریں ایک گھر یا دو گھر کی حاصلات اور کرایہ میں اسیطرح تو یہ باری مقرر کرنا وجوہ مذکورہ میں بطریق
استحسان بالاتفاق صحیح ہے وہم ہایاۃ اور تہایو مفاعلہ اور تفاعل ہی کی ہیئت سے اور ہیئت عبارت ہے اس شخص کی حالت سے جو کسی چیز پر مستعد اور تیار ہو اور تحقیق
اسکی عنایہ میں یوں ہے کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہوا اور شریک ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جسطرح سے شریک اول نے اس سے نفع لیا اور فقہا کی اصطلاح میں
مہایاۃ عبارت ہے منافع کی قسمت سے اور قیاسا یہ جائز نہیں کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اسکے ہمجنس سے لیکن استحسانا یہ جائز ہوا ہے بدلیل کریمہ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم ولا
ان القاضی یہائی بینہما بطلب احدہما اور قول صحیح یہ ہے کہ قاضی باری مقرر کردے دو شریکوں میں زبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے یعنی اگرچہ دوسرا شریک
قبول نہ کرتا ہو ولا تبطل بموت احدہما ولا بموتہما اور باری باطل نہیں ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونوں شریکوں کی موت سے ولو طلب احدہما القسمۃ قسم

بطلالت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اس مشترک میں جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہو جاویگی یہ ذخیرہ میں ہے اور ہر شریک کو نقض مہایاۃ عذر سے و بلا عذر جائز ہے اور یہ اسوقت ہے جبکہ باری باہم کی تراضی سے ہو اور اگر بحکم حاکم ہو تو جبتک کہ دونوں نقض پر راضی نہ ہونگے تو نقض جائز نہ ہوگا اور اگر تراضی سے باری مقرر کی پھر کوئی توڑنا چاہے تو اسکا اعادہ نہ ہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کیجاویگی اور باری میں عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ کھولنا جائز نہیں کذا فی العالمگیریۃ دلو اتفقا علی ان ینفق کل عبد علی من یخدمہ جاز استحسانا بخلاف الکسوۃ اور اگر دو شریک متفق ہوئے اسپر کہ خوراک ہر غلام کی اس شریک پر ہو جسکی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحسانا برخلاف لباس کے اسمیں تفصیل یہ ہے جبکہ لباس کی مقدار میں دونوں نے ذکر نہ کی ہو تو قیاسا جائز ہے نہ استحسانا اور اگر مقدار معین ذکر ہوئی ہو تو قیاسا جائز نہیں اور استحسانا جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ و ما زاد فی نوبۃ احدہما فی الدار یکون مشترک لا فی الدارین اور جو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہو گیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر میں تو وہ مشترک ہے دونوں میں نہ دو گھر کی حاصلات میں یعنی اگر ایک گھر کرایہ پر دیا یہ باری مقرر ہوئی ہو ایک شریک کی نوبت میں کرایہ گران ہو گیا دوسرے کی نوبت سے تو زیادت میں دونوں شریک ہونگے اور اگر دو گھروں میں ایک گھر کا کرایہ گران ہو گیا تو زائد میں شرکت نہ ہوگی کذا فی الحاشیۃ مختصر او تجوز فی عبید دار فی الکسی و الجدید و کذا فی تحفۃ الفقہ ملتقی و تمامہ فیما علقتہ علیہ اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت میں جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر میں رہے تو یہ درست ہے اور اسیطرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعت میں نوبت مقرر کرنا جائز ہے کذا فی الملتقی اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی میں ہے ہم شارح کی شرح ملتقی میں ہے کہ جب باری متحد المنفعت میں جائز ہوئی تو مختلف المنفعت میں بطریق اولی جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور حمام اور گھر ولو تہایا فی غلۃ عبید او فی غلۃ عبدین او تہایا فی غلۃ بغل او بغلین او فی رکوب بغل او بغلین او فی ثمرۃ شجرۃ او فی لبن شاۃ لا یصح فی مسائل الثمان اور اگر دو شریکوں نے باری مقرر کر لی ایک غلام کی اجرت میں یا دو غلام کی اجرت میں یا دو نوبت معین کی ایک خچر کے کرایہ میں یا دو خچر کے کرایہ میں یا ایک خچر کی سواری میں یا دو خچر کی سواری میں یا ایک درخت کے پھل میں یا بکری کے دودھ میں تو ان آٹھوں مسئلون میں باری معین کرنا درست نہیں ہم اجرت غلام کی باری میں بالاتفاق جائز نہیں اسواسطے کہ باری نہیں ہو سکتی مگر دو زمانے میں تو احتمال ہے حاصلات کی بیشی کا بخلاف خدمت کہ اسمیں سامحہ مروج ہے اور دو غلاموں کی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہیں اسواسطے کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت میں کچھ ضرورت نہیں اسلئے کہ اجرت میں قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان تعادل سے جائز ہے اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچر میں اختلاف ہے و علی ہذا القیاس سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچروں میں اختلاف ہے اور پھل اور دودھ کی باری بالاتفاق جائز نہیں اسواسطے کہ پھل اور دودھ کی قسمت آسان ہے تو باری کی کیا حاجت ہے کذا فی الطحطاوی وحیلۃ الثمار ونحوہا ان یشتری حظ شریکہ ثم یبیع کلہا بعد مضی نوبتہ او ینتفع باللبن بمقدار معلوم استقراضا لنصیب صاحبہ اذ قرض المشاع جائز اور پھل اور اسکے مانند اور چیز کی باری کا یہ حیلہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پھر شریک مشتری سب پھلوں کو بیچ ڈالے اپنی باری کے گذر جانیکے بعد دوسرے شریک کے ہاتھ یا مقدار معین دودھ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لیکر اسواسطے کہ مشاع کا قرض جائز ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے الغرامات ان کانت لحفظ الاملاک فالقسمۃ علی قدر الملک وان لحفظ الانفس فعلی عدد الرؤس ولا یدخل صبیان ونساء فلو غرم السلطان قریۃ تقسم علی ہذا غرامات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردست کو دینا پڑے جان اور مال کے بچانیکے واسطے تو اگر املاک کی حفاظت کیواسطے ہو تو اسکی قسمت لوگوں پر بقدر ملک کے ہے اور اگر جانوں کی حفاظت کیواسطے ہو تو لوگوں کے شمار پر ہے اور اطفال اور عورات شمار میں داخل نہ ہونگے تو اگر بادشاہ ایک گانو سے ڈانڈ لے تو اسکی قسمت اہل قریہ پر اسیطرح ہوگی ولو خیف الغرق فاتفقوا علی القاء امتعۃ فالغرم بعدد الرؤس لانہا لحفظ الانفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہوا سو لوگوں نے اسکو ہلکا کرنیکے واسطے اسباب گرا دینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیوں کے شمار پر ہے اسواسطے کہ یہ جانوں کی حفاظت کیواسطے ہے اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرا دیا تو اسپر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور غائب پر کچھ مال لازم نہ ہوگا جسکا مال کشتی میں ہے اور اسنے گرانیکی اجازت نہیں دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہ ہو بلکہ اسباب کے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر رؤس اور اگر مال اور جان دونوں کے تلف ہونے کا خوف ہو تو دونوں طرح پر ڈانڈ لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی و فی منتخب المشترک اذا انہدم فابی احدہما العمارۃ ان کان لا یقسم اجبر

قسم والا بنی ثم اجرہ لیرجع بما انفق لو بامر القاضی والا فبقیمۃ البناء وقت البناء اور مکان مشترک جبکہ منہدم ہوگیا سو ایک شریک اُسکی عمارت بنانے سے انکار
کرتا ہو اگر وہ مکان قابل قسمت کے ہو تو جبر نہیں اور بانٹ ڈالا جاوے اور اگر مانند حمام کے لائق قسمت کے نہیں ہو تو ایک شریک اُسکی تعمیر کرے پھر اُسکو کرایہ پر
چلاوے تاکہ جو اُسنے خرچ کیا ہو کرایہ سے بھر لے اگر تعمیر بحکم قاضی ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی تعمیر نہ کی ہو تو کرایہ سے عمارت کی قیمت بھر لے وہ قیمت جو بنانیکے وقت ہو وله
التصرف فی ملکہ وان تضرر جارہ فی ظاہر الروایۃ الکل فی الاشباہ اور انسان کو تصرف کرنا اپنی ملک میں جائز ہو اگرچہ اُس تصرف میں اُسکے پڑوسی کو ضرر ہوتا ہو
ظاہر الروایۃ میں یہ سب مسائل مذکور ہیں اشباہ میں ہم صاحب اشباہ نے قول مفصل کو چھوڑ دیا یعنی اگر ضرر صریح ہو تو تصرف ممنوع ہو اور نہیں تو جائز ہو اور اسی پر
فتوی منقول ہو شرح وہبانیہ میں اور اسی قول کو ترجیح کہا ہو نسفی نے اور عمادیہ میں ہو کہ اسی قول کو اکثر مشائخ نے لیا ہو اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الطحطاوی عن
النوادر وفی المجتبی وبہ یفتی وفی السراجیۃ الفتوی علی انہ قال المصنف فقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول علی ظاہر الروایۃ اور مجتبی میں ہو کہ جواز تصرف پر فتوی ہو اگرچہ ہمسایہ متضرر
اور سراجیہ میں ہو کہ فتوی منع تصرف پر یعنی درصورت ضرر ہمسایہ مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو جواز اور عدم جواز کے فتوی میں اختلاف پڑا اور ایسی صورت میں لائق یہ ہو کہ
ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاوے یعنی جواز اگرچہ ہمسایہ ضرر پاوے قلت وعرفی متفرقات القضاء میں کہا ہوں اور یہ مسئلہ مذکور ہو متفرقات قضا میں فی الوہبانیۃ و
شرحہا ولو رفع الانسان بناءہ فلیس لجارہ منعہ لم یضرہ اور وہبانیہ اور اسکی شرح میں ہو اور اگر آدمی کچھ اونچا کرے اپنے گھر میں تو اسکے پڑوسی کو اسکے
منع کرنیکا اختیار نہیں اگرچہ اسکو ضرر پہنچے ہم یہ وہی مسئلہ ہو جو اشباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک میں جائز ہو اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہو وجعل الحائط
حمل فیہ قبل لیس لغیرہ + اور ایک دیوار ہو جسکے اہل یعنی شریک ہیں سو ایک شریک نے اسپر دھنیاں رکھیں اور جب تک قبل اُسکے اسپر دھنیاں کا بوجھ نہیں تو اسکو دوسرا
شریک تغییر کر دیگا ہم یعنی ایک مشترک دیوار جسپر دھنیاں نہیں ہیں سو اگر ایک شریک اسپر دھنیاں رکھے تو دوسرا شریک اُسکو منع نہیں کر سکتا اور اگر دوسرا شریک بھی دھنیاں
پر اور دھنیاں رکھے یا اسپر پردہ بناوے یا دروازہ وغیرہ لگاوے تو بدون اجازت شریک کے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ والشریک ان
یعلی حیطہ + قیل التعلی جائز قیل + اور شریک کو جائز نہیں کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضوں نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہو تو تعمیر کرے ہم عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا
لائق یہ ہو کہ تفصیل اطلاق معتمد ہو یعنی اگر اونچا کرنا مخالف رسم کے ہو تو جائز نہیں اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہو ویمنع قسم عند منع مشارک من الرم
تا قضی مرجو تعمیر + اور جس مشترک کی قسمت ممنوع ہو جیسے حمام تو شریک کی منع ترمیم سے قاضی اسکو کرایہ دے پھر کرایہ سے اسکی تعمیر کرے ہم مثلاً ایک مشترک حمام منہدم ہو
جاتا ہو اور ایک شریک اسکی مرمت پر مستعد ہو اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہو تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلا دے اور جو کرایہ حاصل ہو اس سے اسکی مرمت کرے لیکن یہ قول
غیر مختار ہو اور قول مختار اگلی بیت میں مذکور ہو ویتفق فی المختار راض باذنہ + ویمنع نفعا من ابی قبل تعمیر + اور قول مختار میں جو شریک راضی ہو مرمت کا وہ اُسکی مرمت
میں اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جاوے اُسکے فائدہ لینے سے وہ شریک جو مرمت سے انکار کرتا ہو قبل تاوان دینے کے یعنی جس شریک نے
مرمت کی ہو جب تک وہ اپنا صرف کرایہ سے نہ لیگا تب تک دوسرا شریک اسکا کرایہ نہیں لے سکتا ہو وخذ منفقا بالاذن من حاکم + وخذ قیمۃ ان لا باذن محرر
اور بے مرمت کے خرچ کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہو اور قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نہ کی ہو اور یہی قول صحیح اور محقق ہو ہم طحطاوی نے کہا پہلے تین بیتین
وہبانیہ کی ہیں اور چوتھی اور پانچویں علامہ عبد البر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہیں اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہو مسئلہ مترجم ایک شخص گیا اُسنے
تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ ٹھلیاں چھوڑیں پانچ ٹھلیاں بھر کر شہد سے اور پانچ میں نصف نصف بھرا ہو اور پانچ خالی ہیں اور سب برابر ہیں تو بیٹوں نے
چاہا کہ بدون توڑنے کے برابر بانٹ لیں تو اسکا طریقہ یہ ہو کہ ایک فرزند کو دو بھری ٹھلیاں اور ایک آدھی بھری اور دو خالی دیجاویں اور دوسرے فرزند کو
بھی اسیطرح دیجاوے تو اب باقی رہیں پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین آدھی بھری تو یہ پانچوں تیسرے فرزند کو دیجاویں تو سب کا حصہ برابر ہوگا کذا
فی شاہدی قاضیخان واللہ اعلم وغفراللہ لہم

کتاب المزارعۃ

یہ کتاب ہے مزارعت کی یعنی بٹائی پر کھیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور محاقلت بھی کہتے ہیں اور اہل عراق قراح بولتے ہیں مناسبت ظاہر ہے مناسبت کتاب المزارعت کی کتاب القسمت سے ظاہر ہے یعنی جو کھیت میں اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہے اسمیں قسمت جاری ہوتی ہے درمیان مزارع اور صاحب زمین کے ہی انہ مفاعلۃ من الزرع مزارعت لغت میں مفاعلت ہے زرع سے وشرعا عقد علی الزرع ببعض الخارج اور شرع میں مزارعت عبارت ہے اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو ببعض خارج یعنی تہائی یا چوتھائی اناج پیداوار زراعت پر ایجاب او قبول کرنا حقیقت ہے مزارعت کی وارکانہا اربعۃ ارض وبذر وعمل وبقر اور مزارعت کے ارکان چار ہیں زمین اور بیج اور محنت اور بیل و لا تصح عند الامام لانہا کقفیز الطحان اور مزارعت درست نہیں امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ وہ قفیز الطحان کے مانند ہے امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا مخابرت سے اور وہ مزارعت ہے زمین کی تہائی یا چوتھائی پر وعندہما تصح وبہ یفتی للحاجۃ وقیاسا علی المضاربۃ اور صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہے اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب حاجت کے اور مضاربت پر قیاس کرنے سے ہم درر میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام نے خیبر کی نخلستان وہاں کے لوگوں کو دیئے بطریق معاملہ کے اور اسکی زمین دی بطور مزارعت کے اور اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور اب تک مسلمین میں جاری ہے اور اسی صورت مین خبر واحد اور قیاس متروک ہوجاتا ہے وشروطہا ثمانیۃ صلاحیۃ الارض للزرع صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھ شرطوں سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کاشتکاری کیواسطے تو اگر زمین شور اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہیں واہلیۃ العاقدین اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہون تو مجنون اور صغیر غیر عاقل کا عقد صحیح نہیں لیکن بلوغ اور حریت شرط نہیں اور اسلام بھی شرط نہیں کذا فی الطحطاوی وذکر المدۃ ای مدۃ متعارفۃ فتفسد بما لا یمکن فیہا مثلہا وبما لایعیش الیہا احدہما غالبا اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنی وہ مدت جو مزارعین میں معروف اور مروج ہے یعنی ایکسال یا دوسال تو عقد فاسد ہوگا اس کمتر مدت سے جسمین زراعت نہین ہوسکتی اور اس مدت طویل سے کہ دونون عاقدین میں سے ایک عادۃ زندہ نہیں بچتا وقیل فی بلادنا تصح بلا بیان مدۃ ویقع علی اول زرع واحد وعلیہ الفتوی مجتبی بزازیہ واقرہ المصنف اور بعضون نے کہا کہ ہمارے ملک میں مزارعت بدون بیان کرنے مدت کے بھی صحیح ہے اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی والبزازیہ اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے وذکر رب البذر اور چوتھی شرط صاحب تخم کا ذکر کرنا ہے اسواسطے کہ اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار عامل ہوگی اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارض ٹھہریگی تو بدون ذکر صاحب تخم معقود علیہ مجہول ہوگا اور دونون کے احکام بھی مختلف ہیں اسواسطے کہ جسکا بیج نہیں تو اسکے حق میں عقد لازم ہے فی الحال اور صاحب تخم پر بدون تخم ریزی کے عقد لازم نہیں وقیل یحکم العرف اور بعضون نے کہا بیج میں فیصلہ کرے عرف یہ قول ہے ابو بکر بلخی کا یعنی اگر عقد وہان ہو جہان بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی معتبر ہے اگر وہان ہو جہان مالک زمین کا بیج ہوتا ہو تو وہی قابل اعتبار ہے یہ شرط ہے کہ عرف رائج ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو [illegible] نہیں [illegible] وذکر جنسہ اور پانچوین شرط ذکر کرنا ہے بیج کے جنس کا یعنی گیہون یا جو یا باجرا یا جوار ہم بیان جنس تخم اسواسطے شرط ہے کہ عامل کی اجرت اسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزاہدی لا قدرہ لعلمہ باعلام الارض وشرطہ فی الاختیار اور مقدار تخم ذکر کرنا شرط نہیں بسبب اسکے معلوم ہونیکے زمین کے بتادینے سے یعنی زمین جب معلوم ہوجاتا ہے کہ اتنی زمین میں اتنا بیج پڑیگا اور اختیار شرح مختار مین مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے وذکر قسط العامل الآخر اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص کا حصہ ہم مراد اس شخص کا حصہ ہے جسکی طرف سے بیج نہیں ہے اسواسطے کہ حصہ عامل یا زمین کی اجرت ہے تو اسکا معین ہونا ضرور ہے کذا فی الزاہدی ولو بینا حظ رب البذر وسکتا عن حظ العامل جاز استحسانا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانا جائز ہے ہم اور اگر عاقدین نے اسکا حصہ بیان کردیا جسکا بیج نہیں ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسا واستحسانا کذا فی الخلاصۃ والتخلیۃ بین الارض والعامل اور مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کردینا درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھ ہو ہم تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہو تو عقد صحیح نہیں تخلیہ نہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ میں نے زمین تجکو تسلیم کی کذا فی الطحطاوی والشرکۃ فی الخارج اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کی شرط سے یعنی جو غلہ پیدا ہو اسمین دونوں کی شرکت ضروری ہے تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہیں ثم فرع علی الاخیر بقولہ فتبطل ان شرط لاحدہما قفزان مسماۃ

پھر مصنف نے شرط اخیر یعنی شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کیواسطے چند قفیز معین شرط ہوں یعنی کچھ غلہ ایک شخص لے اور باقی دونوں میں نصفا نصف ہو او مایخرج من موضع معین یا ایک کیواسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین میں پیدا ہوا اور باقی نصفا نصف اور رفع رب البذر بذرہ یا یہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اٹھا لے یعنی جسقدر اسنے بیج ڈالا اسکو پہلے نکال لے پھر باقی نصفا نصف او رفع الخراج الموظف وتنصیف الباقی بعد رفعہ یا خراج موظف کا نکال لینا اور اسکے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفا نصف کرلینا شرط ہو ثم تنصیف الباقی چاروں مسئلوں سے متعلق ہے اور بہتر یہ تھا کہ شارح اخذ البذر بعد رفعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی اور ان چاروں میں مزارعت اسواسطے باطل ہوئی کہ قطع ہوگا ... قطع شرکت ہوسکتی ہے اسواسطے کہ شاید اتنا ہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہوا یعنی البذر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الحلبی بخلاف شرط رفع خراج المقاسمۃ کثلث اوربع او نحوہ رفع العشر للارض او للاحدھما لانہ شائع فلا یؤدی الی قطع الشرکۃ بخلاف اس شرط کے کہ خراج مقاسمہ نکال لیا جائے جیسے تہائی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسواں زمین کا نکال لیا جاوے یا دسواں حصہ احد العاقدین کے لیے تو مزارعت باطل نہیں اسواسطے کہ تہائی کا خراج اور عشر شائع ہیں یعنی غیر معین ہیں تو قطع شرکت کی طرف نہیں پہنچاتا ہے او شرط التبن لاحدھما والحب للآخر ای بطل لقطع الشرکۃ فیما ہو المقصود یا بھوسا شرط کیا ایک کے واسطے اور دانہ دوسرے کے واسطے یعنی اس شرط سے مزارعت باطل ہوگی بسبب قطع ہوجانے شرکت کے اسمیں جو مقصود ہے یعنی اناج او شرط تنصیف الحب والتبن لغیر رب البذر لانہ خلاف مقتضی العقد یا دانہ اور بھوسے کی تنصیف شرط ہو سوا تخم کے سوا اور شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے اسواسطے کہ یہ شرط مقتضی عقد کے خلاف ہے او شرط تنصیف التبن والحب لاحدھما لقطع الشرکۃ فی المقصود یا بھوسا نصفا نصف شرط ہوا دونوں میں اور دانہ شرط ہوا ایک شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے بسبب قطع ہو جانے شرکت کے مقصود میں وان شرط تنصیف الحب والتبن لصاحب البذر کما ہو مقتضی العقد او لم یتعرض للتبن صحت اور اگر یہ شرط ہو کہ دانہ تو دونوں میں نصفا نصف ہو اور بھوسہ فقط صاحب تخم کا ہو جیسا کہ یہی مقتضائے عقد ہے یا بھوسہ کا کچھ تعرض نہ ہوا تو مزارعت صحیح ہے ہم عدم تعرض بھوسہ کا اسواسطے باطل نہیں ہوا کہ مقصود تو دانہ ہے اور بھوسا اسکا تابع ہے اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الدرر وحینئذ التبن لرب البذر وقیل بینھما تبعا للحب کذا قال المصنف تبعا للدرر لکن عمدۃ صاحب الملتقی الثانی حیث قدمہ فقال والتبن بینھما وقیل لرب البذر اور اس وقت میں یعنی جب بھوسہ کا تعرض نہ ہوا تو بھوسا بیج والے کا ہوگا اور قول ... کہ بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا دانہ کے تابع ہوکر ایسا کہا ہے مصنف نے صدر الشریعۃ وغیرہ کا تابع ہوکر لیکن صاحب ملتقی نے قول ثانی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اسی کو مقدم ذکر کیا ہے سو یوں اسنے کہا ہے اور بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ صاحب تخم کا ہوگا قلت وفی شرح الوھبانیۃ عن القنیۃ المزارع بالربع لا یستحق من التبن شیئا وبالثلث یستحق النصف میں کہتا ہوں اور شرح وہبانیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ جو چوتھائی کا مزارع ہے مستحق بھوسہ کا نہیں ہوتا اور تہائی کا مزارع آدھے بھوسہ کا مستحق ہوتا ہے ہم مقتضائے فقہ یہ ہے کہ بھوسا دونوں میں مشترک ہو بقدر انکے حصے کے مگر یہ کہ عرف یا شرط اسکے مخالف ہو چنانچہ عنایہ میں مذکور ہے کہ جہاں عاقدین کی شرط ... اور ان کا اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنی مزارع بالربع مستحق نہیں ہوتا بسبب شرط یا عرف کے اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہے شرطا اور عرفا ... اور اس تقریر سے اشکال زائل ہوگیا اور اسپر دلیل بدائع کا قول ہے کہ ہمارے زمانے میں نجم الائمہ بخاری کا جواب مختار ہے کہ مزارع بالربع کیواسطے کچھ بھوسا نہیں عرفا ... کے سبب کذا فی الحلبی وفی العطاردی مختصرا وکذا صحت لو کان الارض والبذر لزید والبقر والعمل للآخر او الارض لہ والباقی للآخر او العمل لہ والباقی للآخر فہذہ الثلاثۃ جائزۃ اور اسیطرح مزارعت صحیح ہے اگر زمین اور بیج زید کا ہو اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی اور باقی تین چیزیں یعنی بیل اور بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل زید کا ہو اور باقی تین چیزیں یعنی زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہ تینوں صورتیں جائز ہیں وبطلت فی اربعۃ اوجہ لو کان الارض والبقر لزید او البقر والبذر لہ والآخران للآخر او البقر او البذر لہ والباقی للآخر فہی بالتقسیم العقلی سبعۃ اوجہ لانہ اذا کان من احدھما واحد والثلاثۃ من الآخر فہی اربعۃ واذا کان من احدھما اثنان واثنان من الآخر فہی ثلاثۃ اور مزارعت باطل ہے چار صورتوں میں اگر زمین اور بیل زید کے ہوں یا بیل اور بیج اسکا اور باقی دو چیزیں دوسرے کی

ہوں یا بیل پانچ زید کا ہو اور باقی دوسرے کا ہو تو یہ صورتیں باعتبار تقسیم عقلی کے ساٹھ وجہ پر ہیں ہو اسواسطے کہ ارکان اربعہ یعنی زمین و بیج اور بیل اور عمل
ہیں پس اگر احد المتعاقدین کی طرف سے ایک ہو اور باقی تینوں دوسرے کی طرف سے تو یہ چار صورتیں ہیں اور جبکہ ایک طرف سے دو ہوں اور دوسرے کی طرف سے بھی
دو ہوں تو یہ تین صورتیں ہیں وہی فی ثالث فالکل سبعۃ فسدت اور جبکہ داخل ہو تیسرا شخص ہر یا دو حصہ مقرر کرکے تو مزارعت فاسد ہوگی ہم اور اگر چار شخص شریک
ہوں مزارعت میں اسطرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کذا فی الکافی
عن الوہبانیۃ وشرطہا واذا صحت فالخارج علی الشرط اور جبکہ مزارعت صحیح ہوگئی تو جو غلہ پیدا ہو وہ شرط کے موافق قسمت ہوگا ولا شی للعامل ان لم یخرج شی
فی الصحیحۃ اور عامل کے واسطے کچھ نہیں اگر کچھ غلہ پیدا نہ ہو مزارعت صحیحہ میں ہم اسواسطے کہ استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہے اور خارج کچھ نہیں بخلاف مزارعت
فاسدہ چنانچہ اسکا بیان آگے آوےگا ویجبر من ابی علی المضی الا رب البذر فلا یجبر قبل القائہ وبعدہ یجبر اور زبردستی کیا جاوے مزارعت قائم رکھنے کی اس شخص پر
جو انکار کرتا ہے مگر صاحب تخم کہ اسپر جبر نہوگا بیج ڈالنے سے پہلے اور بیج ڈال لینے کے بعد جبر ہوگا کذا فی الدرر ومتی فسدت المزارعۃ فالخارج لرب البذر لانہ نماء
ملکہ اور جبکہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو وہ بیج والے کا ہے اسواسطے کہ اسکی ملک کی افزایش اور بڑھوتی ہے یعنی جو پیدا ہوا اسی بیج سے پیدا ہوا ویکون للآخر
اجر مثل عملہ او ارضہ ولا یزاد علی الشرط بالغا ما بلغ عند محمد اور دوسرے شخص کو اسکے عمل یا اس کی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہو تو
عامل کو اسکے عمل کی مزدوری دیجاویگی اور اگر صاحب تخم عامل ہو تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاوے گا اور اجرت زیادہ نہ کی جاویگی شرط پر پہونچے
جہانتک پہونچے محمد کے نزدیک وان لم یخرج شی فی الفاسدۃ فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل
رب الارض فعلیہ اجر مثل العامل حاوی اور اگر مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہو تو اگر بیج عامل کی طرف سے ہووے تو ویسی زمین اور بیل کی اجرت اس پر
واجب ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو اسپر ویسی عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المضی فیہا وقد کرب العامل
فی الارض فلا شی لہ لکراہ حکما ای فی القضاء اذ لاقیمۃ للمنافع ولیسترضی دیانۃ فیفتی بان یوفیہ اجر مثلہ لتغریرہ اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے
باز رہے اور حالانکہ عامل نے زمین میں جوتائی کی ہو تو قاضی کے حکم میں اسکے واسطے کچھ نہیں اجرت اسکے جوتنے کی ہے اسواسطے کہ منافع کی قیمت نہیں ہوتی اور
دیانت میں یعنی فیما بینہ وبین اللہ اسکو راضی کرنا چاہیے تو یہ فتوی دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کھانے کے یعنی عقد مزار
عت کے سبب فریب کھایا کہ اور کام سے باز رہا اور جوتنے میں مشغول رہا وتفسخ المزارعۃ بدین محوج الی بیعہا اذا لم ینبت الزرع لکن یجب ان یسترضی
المزارع دیانۃ اذا عمل کما مر اور عقد مزارعت فسخ کر ڈالا جاوے بسبب اس دین کے جو مضطر کردے زمین کی بیع کرنے کی طرف جبکہ کھیت نہ اوگا ہو لیکن دیانۃ واجب
ہے کہ مزارع کو راضی کیا جاوے جبکہ وہ کچھ محنت کرچکا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی جوتائی کی اجرت اسکو دینا چاہیے ہم دین محوج الی البیع وہ ہے کہ کوئی جائداد نہ ہو سوا
ادا کرنے کی ثمن ارض کے سوا اما لو انبتت ولم یستحصد لم تبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو اجاز جاز اور اگر کھیت اوگا ہو اور ہنوز پختہ نہیں ہوا کہ کاٹا جاوے
تو زمین کی بیع نہ ہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کردے تو بیع جائز ہوگی فان مضت المدۃ قبل ادراک الزرع فعلی العامل
اجر مثل نصیبہ من الارض الی ادراکہ ای الزرع کما فی الاجارۃ پھر اگر مزارعت کی مدت گذر جاوے کھیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کھیت کے پختہ
ہونے تک اجرت واجب ہے بقدر اسکے حصہ کے زمین سے چنانچہ اجارہ میں اجرت واجب ہوتی ہے ہم یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ میں تہائی ہو تو زمین کی اجرت کی
تہائی اسپر واجب ہے اور نفقۃ دونوں پر ہوگا اس صورت میں کذا فی الدرر بخلاف ما لو مات احدہما قبل ادراک الزرع حیث یکون الکل علی العامل لدوام بقاء
العقد استحسانا کما سیجی بخلاف اس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مرگیا کھیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہاں کل یعنی عمل اور کھیت کا خرچ اور نگہبانی کی
اجرت کذا فی الزیلعی عامل پر یا اسکے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استحسانا چنانچہ آگے آوےگا ہم تحدیدا وہ ہے کہا یہ دوسرے محل کی گفتگو ہے اسکا ذکر

اسکے اوپر بیجا و دفع رجل ارضہ الی آخر علی ان یزرعہا بنفسہ و بقرہ والبذر بینہما نصفان والخارج بینہما کذلک فعملا علی ہذا فالمزارعۃ فاسدۃ ویکون
الخارج بینہما نصفین ولیس للعامل علیہ رب الارض اجر لشرکتہ فیہ والعامل یجب علیہ اجر نصف الارض لصاحبہا لفساد العقد اگر ایک مرد نے اپنی زمین
دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذات خود اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونوں میں نصفا نصف ہو اور جو غلہ پیدا ہو وہ بھی دونوں میں
اسی طرح نصفا نصف ہو سو مزارع اور اسکے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہے اور غلہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور مزارع کا صاحب زمین
پر کچھ اجر لازم نہیں بسبب اسکے شریک ہو جانے کے غلہ میں اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہے صاحب زمین کیواسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے
وکذا لو کان البذر ثلثین من احدہما وثلثہ من الآخر والربع بینہما نصفین او علی قدر بذرہما فہو فاسد ایضا لاشتراط الاعارۃ فی المزارعۃ عمادیہ اور اسیطرح
اگر دو تہائی بیج ایک شخص کی طرف سے ہو اور ایک تہائی دوسرے کی طرف سے ہو اور حاصل غلہ دونوں میں آدھوں آدھ یا بقدر انکے بیج کے ہو تو وہ بھی
فاسد ہے بسبب شرط کرنے عاریت کے مزارعت میں کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ مالک زمین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا کذا فی
الطحطاوی ثم اعلم ان نفقۃ الزرع مطلقا ای بعد انتہاء مدۃ المزارعۃ علیہما بقدر حقوقہما اور معلوم کر کہ کھیت کا خرچ مطلقا یعنی بعد گذر جانے مدت مزارعت کے دونوں
پر ہے بقدر انکے حصوں کے ثم مطلقا یعنی خواہ صرف کی حاجت ہو کھیت کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اسکے کذا فی الحلبی واما قبل فیہ فکل عمل قبل انتہاء الزرع
کالنفقۃ بذر و مؤنۃ حفظ و کری نہر علی العامل ولو بلا شرط فاذا تناہی بقی مالا مشترکا بینہما فیجب مؤنۃ کحصاد ودیاس کذا حررہ المصنف وحمل علیہ قول صدر الشریعۃ
فلیحفظ اور مزارعت کی مدت گذر جانے سے پہلے تو جو عمل کھیت پختہ ہونے کے قبل ہو جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنے کی محنت ہو وہ عامل پر ہے
اگرچہ اسکی شرط نہ ہوئی ہو پھر جب کھیت پختہ ہو کر کمال کو پہونچا تو اب مال مشترک ہو کر باقی رہیگا تو عامل اور مالک زمین دونوں پر خرچ اسکا واجب ہوگا جیسا
کھیت کے کاٹنے اور دائیں چلانے کی اجرت اسیطرح تحریر کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسی پر یعنی قبل یعنی مدت پر صدر الشریعۃ کے قاعدہ کو محمول کیا
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم صدر الشریعۃ نے یوں کہا ہے کہ جو عمل قبل پختگی کے ہے وہ عامل پر ہے مصنف نے یہ محمول قبل انقضاء مدت مزارعت پر تا بقاء
عقد اور استحقاق عمل عامل پر مقصور کیا کیونکہ مدت کے بعد نہ عقد ہے نہ استحقاق فان شرطاہ علی العامل فسدت کما لو شرطاہ علی رب الارض پھر اگر عاقدین نے
بعد پختگی عمل شرط کیا عامل یعنے مزارع پر تو عقد فاسد ہے چنانچہ فاسد ہے اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی
بخلاف ما لو مات رب الارض والزرع بقل فان العمل فیہ جمیعا علی العامل او وارثہ لبقاء مدۃ العقد والعقد یوجب علی العامل عملا یحتاج الیہ الی انتہاء
الزرع کما مر خلاف سابق یہ صورت ہے کہ اگر صاحب زمین مر گیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہے یعنی دانہ نہیں نکلا تو اسمیں تمام عمل عامل پر ہے یا اسکے وارث پر
بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا ہے عامل پر وہ عمل جسکی طرف حاجت ہو تا انتہا زرع چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حلبی نے کہا قولہ بخلاف متعلق ہے قولہ
ونفقۃ الزرع علیہما بالحصص ولو مات قبل البذر بطلت ولا شیء لکرابہ کما مر وکذا لو فسخت بدین محوج مجتبی اور اگر زمین کا مالک مر گیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد
باطل ہو گیا اور مزارع کی جوتائی کی کچھ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسیطرح جوتائی کی کچھ اجرت نہ ہوگی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اس دین کے جو مضطر
کرے بیع زمین کی طرف کذا فی المجتبی وصح اشتراط العمل کحصاد ودیاس ونسف علی العامل عند الثانی للتعامل وہو الاصح وعلیہ الفتوی ملتقی اور صحیح ہے شرط
کرلینا عمل کا چنانچہ کھیت کاٹنا اور دائیں چلانا اور غلہ کو بھوسے سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی
ہے کذا فی الملتقی ہم عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہے اور شرط ہونے سے مزارع پر لازم ہے بحکم عرف کذا فی الطحطاوی وکانت الغلۃ فی المزارعۃ مطلقا ولو فاسدۃ امانۃ
فی ید المزارع ثم فرع علیہ بقولہ مزارعت میں مطلقا اگرچہ مزارعت فاسدہ ہو غلہ امانت ہے مزارع کے ہاتھ میں پھر مصنف نے اس قول پر تفریع کی بقول آیندہ
فلا ضمان علیہ لو ہلکت الغلۃ فی یدہ بلا صنعہ فلا تصح بہا الکفالۃ تو مزارع پر تاوان نہیں اگر غلہ تلف ہو گیا اسکے پاس بدون اسکے کرتب کے تو غلہ کی ضمانت صحیح نہیں

لعدم الفعل بجہۃ الاستہلاک اما صحۃ المزارعۃ والکفالۃ فلان المطالبۃ علی وجہ الشرط والا فسدت المزارعۃ کذا فی النہایہ ۔ اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کے
حصہ کا اگر مزارع اُسکو تلف کر ڈالے تو مزارعت اور ضمانت دونوں صحیح ہیں بشرطیکہ کفالت بطریق شرط کے نہ ہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو
مزارعت فاسد ہوجاویگی کذا فی الکافی اور حکم کفالت مذکورہ سے اسواسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کے سبب کی طرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کی طرف ومثلہ
فی الحکم المعاملۃ ای المساقاۃ فان حصۃ الدہقان فی ید العامل امانۃ اور مزارعت کے مانند حکم میں معاملت یعنی مساقاۃ ہے اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے
ہاتھ میں امانت ہو۔ واذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی ہلک الزرع بہذا السبب لم یضمن المزارع فی المزارعۃ الفاسدۃ ویضمن فی الصحیحۃ لوجوب
العمل علیہ فیہا کما مر وہی فی یدہ امانۃ فیضمن بالتقصیر اور جبکہ مزارع نے قصور کیا زمین کے سینچنے میں یہاں تک کہ کھیت خشک ہوگیا اس سبب سے تو مزارع تاوان
نہ دیگا مزارعت فاسدہ میں اور تاوان دیگا مزارعت صحیحہ میں اس سبب سے کہ عمل کرنا مزارع پر صحیحہ میں ہے نہ فاسدہ میں چنانچہ مذکور ہوچکا اور غلہ اسکے پاس امانت ہے تو ضامن
دیگا بسبب تقصیر کے فی المحیط انکار ترک السقی حتی یبس ضمن وقت ما ترک السقی قیمتہ نابتا فی الارض وان لم یکن للزرع قیمۃ قومت الارض مزروعۃ وغیر مزروعۃ فیضمن فضل
ما بینہما اسطرح ہے محیط میں کہا کہ اگر مزارع نے سینچنا عمداً چھوڑ دیا یہاں تک کہ کھیت خشک ہوگیا تو سینچائی چھوڑنیکے وقت جو زمین میں جمے کھیت کی قیمت ہو اسکا تاوان دیگا اور اگر
کھیت کی کچھ قیمت نہ ہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کیجائے تو جسقدر دونوں میں زیادتی ہو اتنا ضمان دیگا یعنی مثلاً اگر زمین مزروعہ کی قیمت چالیس ہے اور
غیر مزروعہ کی تیس تو دس کا ضمان دیگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے اخر الاکار السقی ان تاخیر اعتاد الا یضمن والا ضمن مزارع نے سینچائی میں تاخیر کی تو اگر ویسی
تاخیر کی عادت ہو مزارعین میں اور کھیت خشک ہوجاتا تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے شرط علیہ الحصاد فتغافل حتی ہلک ضمن الا ان تاخیر
تاخیر اعتاد المزارع پر کھیت کاٹنا مشروط ہوا سو اسنے یہاں تک غفلت کی کہ وہ تلف ہوگیا تو وہ تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کرے جسکی عادت ہو تو
تاوان نہیں ترک حفظ الزرع حتی اکلہ الدواب ضمن وان لم یرد الجراد حتی اکل کلہ ان امکن طردہ ضمن والا لا بزازیہ مزارع نے نگہبانی کھیت کی یہاں تک
چھوڑی کہ اسکو چوپایہ جانور کھا گئے تو تاوان دے اور اگر اسنے ٹڈی نہ ہانکی یہاں تک کہ سارا کھیت کھا گئی تو اگر اسکا ہانکنا ممکن تھا تو تاوان دے اور
اگر ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں کذا فی البزازیہ زرع ارض رجل بلا امرہ طالبہ بحصۃ الارض فان کان العرف جری فی تلک القریۃ بالنصف او بالثلث ونحوہ دفع
ذلک ایک مرد نے دوسرے مرد کی زمین میں زراعت کی بدون اسکے امر کے تو صاحب زمین اس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اسکے گاؤں میں عرف جاری
ہو نصف یا ثلث اور مانند اسکے تو وہی واجب ہوگا حرث بین رجلین ابی احدہما ان یسقیہ اجبر فلو یبس قبل رفعہ للحاکم لا ضمان علیہ وان رفع الی القاضی وامرہ
بذلک فامتنع ضمن جواہر الفتاوی ایک کھیت ہے دو شخصوں کی شراکت میں ایک شخص نے اسکے سینچنے سے انکار کیا تو اسپر زبردستی کیجائے سینچنے میں اور اگر کھیت
بگڑ گیا حاکم سے نالش کرنے سے پہلے تو اسپر تاوان نہیں اور اگر اسنے قاضی سے نالش کی اور اسنے اسکو سینچنے کا حکم کیا پھر بھی اسنے نہ مانا تو اسپر تاوان لازم ہوگا
کذا فی جواہر الفتاوی م ظاہرا اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کھیت مشترک ہے نہ بطریق مزارعت کے اسواسطے کہ مزارعت کا حکم مصنف اور شارح ذکر کرچکا ہے شرط البذر
علی المزارع ثم زرعہا رب الارض ان علی وجہ الاعانۃ فمزارعۃ والا فنقض لہا بیج شرط ہوا مزارع پر پھر کھیت بویا مالک زمین نے تو اگر یہ بوجہ اعانت ہے تو مزارعت ہے
اور نہیں تو مالک کا بونا مزارعت کا توڑ دینا ہے دفع الارض المستاجرۃ مزارعۃ الی الاجیر مزارعۃ جاز ان البذر من المستاجر ومعاملۃ لم یجز مستاجر نے اجارہ کی زمین مالک
زمین کو دی بطریق مزارعت کے تو جائز ہے اگر بیج مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقاۃ کے دی تو جائز نہیں استاجر ارضا ثم استاجر صاحبہا لیعمل فیہا
جاز الکل من منح المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پھر مستاجر سے مالک زمین نے زمین اجارہ لی تا اسمیں عمل کرے تو جائز ہے یہ سب مسائل مصنف کی
شرح منح الغفار سے منقول ہیں م عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سوائے مساقاۃ کے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز نہیں
قلت وفیہ اشعار بجنایۃ البہیمۃ منزلاً للفلاحۃ بستانی ضیع امر البستان فحمل حتی دخل الماء وتلفت الکروم والحیطان قال یضمن الکروم لا الحیطان لو فیہ حصرم

نقض الحصرم لا النصب لانها تصير حصارما حنظلہ عليها فلت لتعيين النصب فى عرفنا انتهى مين كہتا ہون اور منح الغفار مين جنايۃ البہيمہ كے آخر باب مين خلاصہ سے
منقول ہے كہ بستانى يعنى مساقى نے ضائع كرديا كام باغ كا اور غافل ہوگيا يہان تك كہ پانى باغ مين داخل ہوا اور انگور كے درخت اور ديوارين تلف ہوگئين ضامن ہوگا
نے كہا كہ تاوان درختون كا نہ ديوارون كا اور اگر درختون مين خام انگور ہو تو اسكا بھى تاوان دے نہ پختہ انگور كا اسواسطے كہ وہ اپنے كمال كو پہونچ گيا تو اسكى
نگہبانى ساقى اور مالك دونون پر واجب ہوگئى مين كہتا ہون اور ہمارے عرف مين پختہ انگور كا بھى تاوان دے انتہى قال فى المنح انفق بلا اذن الآخر ولا امر قاض فہو متبرع
كرمزارع نے كہ خرچ كيا بلا اذن دوسرے كے اور بدون امر قاضى كے تو وہ متبرع ہے يعنى اسنے احسان كيا دوسرے سے خرچ كا مطالبہ نہين كرسكتا جيسے مشترك گھر كا مرمت كرنا
بلا اذن شريك موجب رجوع نہين ہم صورت اسكى يہ ہے كہ مزارع غائب ہوا انقضاے مدت سے پہلے تو شخص حاضر خرچ كرے قاضى كا حكم ليكر اور جو صرف كيا غائب سے
پھير خواہ كھيت باقى رہے يا تلف ہوجاے اور اسيطرح اگر مزارع محتاج ہو كہ كچھ مال نہين يہى جواب ہے اور اگر بدون حكم قاضى صرف كريگا تو متبرع ہوگا اور اگر مدت اجارہ منقضى
ہوگئى اور مالك زمين غائب ہوگيا اور كھيت سبز ركا اس اور حاكم ہے تو قاضى مزارع كو خرچ كرنے كا حكم دے مگر جب گواہى سے ثابت ہو كہ كھيت اسمين اور غائب جس شريك
ہے اور اگر بدون امر قاضى خرچ كريگا تو متطوع ٹھيريگا كذا فى الخلاصہ وفى تصرفات العامل فقال ورثتہ انا نعمل الى ان تستحصد فلہ ذلك اى لہ رب الارض فمتى مزارع مرگيا سو
اسكے وارث نے كہا كہ ہم عمل كرينگے كھيت كاٹنے تك تو وہ اسكو درست ہے اگرچہ مالك زمين نے منع كيا كذا فى المتقى وفى الوہبانيہ سے ولو اخذ ارضا لليتيم وصيہ مزارعۃ ان كان
ياخذ ہو بذرہ اور يتيم كا وصى يتيم كى زمين سے بطريق مزارعت كے اگر يتيم بہو بيج ڈالنے والا ہم اگر بيج وصى كا ہو تو مزارعت جائز ہے اور اگر يتيم كا بيج ہو تو جائز نہين اور اسى پر
فتوى ہے كذا فى الخلاصہ سے ولو قال بذر الارض منى مزارع انا القول ايضا لصدوا مختم منكر ٭ اور اگر مزارع كہے كہ زمين كا بيج ميرا ہے تو اسى كا قول مقبول ہوگا كھيت
كاٹنے كے بعد اور حال آنكہ طرف ثانى اسكا منكر ہو واللہ تعالى اعلم واستغفر اللہ الكريم ٭

كتاب المساقاة

يہ كتاب ہے مساقاة كے احكام مين لا يخفى مناسبتہا پوشيدہ نہين مناسبت مساقاة كى مزارعت سے ہم ہے اسواسطے كہ دونون عقد شرعى ہين تحصيل منفعت كيواسطے فرق اتنا ہے
كہ مزارعت مين كھيت كى خبرگيرى ہے سينچنے وغيرہ سے اور مساقاة مين باغ اور درختون كى اصلاح ہے سينچائى وغيرہ سے ہى المعاملۃ بلغۃ اہل المدينۃ مساقاة اہل مدينہ كى زبان
مين معاملت ہے يعنى اہل مدينہ مساقاة كو معاملہ كہتے ہين وہى لغۃ وشرعا معاقدة دفع الشجر والكروم ولو المراد بالشجر مايعم غير المثمر كالحور والصفصاف لمن يصلحہ
ببعض خرجہ معلوم من ثمرہ اور مساقاة باعتبار لغت اور شرع كے عبارت ہے معاقدہ دفع شجر سے يعنى درخت اور انگور كى بيل دينا اس شخص كو جو درخت كى
اصلاح كرے پھر اسكے معين پھلون پر اور كہا شجرہ سے وہ درخت بھى مراد ہے جو درخت غير مثمر كو بھى شامل ہو چنانچہ جوز اور صفصاف كا درخت مين نے اسكو
نہين ديكھا كتب فقہ مين ہم يعنى مساقاة كے معنى لغوى اور شرعى مين كچھ فرق نہين اور يہى قول نہايہ مين ہے اور ظاہر كلام زيلعى اور عينى اور مسكين اور درر مغايرت پر دلالت
كرتا ہے زيلعى كے اور اسيطرح صاحب درر نے كہا مساقاة مفاعلت ہے سقى سے چلپى نے كہا تعريف مساقاة مين ثمر مصرح ہے تو اشجار غير مثمرہ كو كيونكر شامل ہوگى اور جواب
ديا جاتا كہ ذكر اسكا بنا بر عادت حال كے ہے وہى كالمزارعۃ حكما وخلافا اور مساقاة مزارعت كے مانند ہے از راہ حكم اور اختلاف كے يعنى امام كے نزديك مساقاة صحيح
نہين برخلاف صاحبين كے اور حكم مساقاة يہ ہے كہ وہ صحيح ہے اور اسى پر فتوى ہے وكذا شروطا تمكن ہنا كخروج بيان البذر ونحوہ اور اسيطرح مساقاة مزارعت كے
مانند ہے ان شروط مين جو يہان ممكن ہين امكان كى قيد اسواسطے لگائى تا بيج وغيرہ كا چنانچہ اسكى جنس اور مقدار كا بيان كرنا نكلجاے ہم شروط مذكورہ مساقاة چہار
اہليت متعاقدين كى اور بيان كرنا حصہ عامل كا اور تخليہ كردينا عامل اور اشجار مين اور شركت پھل مين جو پيدا ہوا الا فى اربعۃ اشياء فلا تشترط بيانا فوا انہ مقتضع
اعمدہا يجبر عليہ اذا امتنع بخلاف المزارعۃ كما مر مگر چار چيزون مين سو وہ بيان شرط نہين ہوتى ايك يہ كہ جب كہ احد العاقدين انكار كرے تو اسپر مساقاة
مين جبر كيا جاويگا اسواسطے كہ كوئى ضرر نہين برخلاف مزارعت چنانچہ مذكور ہو چكا يعنى اگر صاحب تخم مزارعت مين انكار كرے تو اسپر جبر نہين ٭ اذا انقضت المدة

ترک بلا اجر وعمل بلا اجر فی المزارعۃ برابر ہے جیسے مساقاۃ کی مدت منقضی ہو جائے تو چھوڑ دینا پڑے گا ہر چند کہ اور اسمیں عمل کیا جائے بدون اجر کے اور مزارعت میں اجرت کے ساتھ یعنی
مدت مساقاۃ اگر منقضی ہو جائے اور پھل خام ہوں تو عامل کو جائز ہے کہ خبر گیری کیا کرے کہ پھل پختہ ہو جائیں کیونکہ اسی طرح مزارع کو جائز ہے لیکن مزارعت میں مزارع پر اجرت زمین
کی بقدر اسکے حصہ کے واجب ہوگی اور مساقات میں بقدر اسکے حصہ کے اجرت واجب نہیں ہوا اسواسطے کہ اشجار کا اجارہ درست نہیں برخلاف مزارعت کہ وہاں زمین کا اجارہ
ہوگا اور وہ درست ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واذا استحق النخیل یرجع العامل باجر مثلہ وفی المزارعۃ بقیمۃ الزرع اور جبکہ نخلستان میں استحقاق غیر ثابت ہو تو عامل اپنی
اجرت مثل کا لیگا اور مزارعت میں کھیت کی قیمت لیگا عامل اسوقت اجر مثل لیگا جبکہ کھجور بثمرہ ہو اور اگر پھل نہوں تو کچھ اجر نہیں کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیہ والزیلعی
بیان المدۃ لیس بشرط فیہا استحسانا للعلم بوقتہ عادۃ اور جو کچھ شرط مزارعت میں شرط ہو اور مساقاۃ میں نہیں بیان کرنا ہے مدت کا سو بیان مدت بیان استحسانا شرط نہیں
بسبب معلوم ہونے اسکے وقت کے بطریق عادت کے معلوم یعنی پکنے پھل کا وقت مقرر ہے اسمیں کم تفاوت پڑتا ہے ویقع علی اول ثمر یخرج فی اول السنۃ اور اسوقت
یعنی درصورت عدم ذکر مدت مساقاۃ واقع ہوگی پہلے پھل پر اور جو پیدا ہو اول سال میں یعنی مساقاۃ منعقد ہوگی اول ثمرہ پر جو اس سال میں خارج ہو اسواسطے کہ وہ متیقن ہے
اور یا بعد اسکا مشکوک ہے وفی الرطبۃ علی ادراک بذرہا اذا الرغبۃ فیہ وحدہ اور درصورت عدم بیان مدت رطبہ میں مساقات منعقد ہوگی اسکے بیج کے پکنے پر اسواسطے کہ اسکی
فقط بیج ہی میں رغبت ہوتی ہے ہم رطبہ بفتح اول ولایت میں عمدہ چارہ ہے یکبار کاہو یا سالہا سال رہتا ہے اسکے بیج کی زیادہ قدر ہے طحطاوی نے کہا رطبہ جبتک تر رہتا ہے اسکو قضب
کہتے ہیں اور اہل مصر برسیم کہتے ہیں اور خشک کو درسین بولتے ہیں اور بعضوں نے کہا رطبہ بقول مراد ہیں چنانچہ شارح نے قول ثانی پر اقتصار کیا ہے اگلی عبارت میں انتہی اور
فارسی میں رطبہ کو سپست کہتے ہیں فان لم یخرج فی تلک السنۃ ثمرۃ فسدت اور اگر اس سال میں پھل نہ پیدا ہو تو مساقات فاسد ہوگی درصورت عدم بیان مدت ولو ذکر مدۃ لا تخرج
الثمرۃ فیہا فسدت اور اگر ایسی کم مدت ذکر کی جسمیں پھل پیدا ہو تو مساقاۃ فاسد ہے ولو تبلغ الثمرۃ فیہا اولا تبلغ صح لعدم التیقن بفوات المقصود اور اگر اتنی مدت ذکر کی
ہو کہ کبھی اسمیں پھل پختہ ہو اور کبھی نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہے بسبب عدم تیقن فوت مقصود کے یعنی چونکہ اس مدت میں مقصود کا احتمال ہے اور بسبب حدوث آفت کے احتمال
موجود ہے مساقاۃ اور مزارعت میں فان خرج فی الوقت المسمی فعلی الشرط لصحۃ العقد والا فسدت فللعامل اجر المثل لعدم ادراک الثمر تو اگر پھل پیدا ہوا وقت
مسمی میں تو مساقاۃ اپنے شرط پر ثابت ہے بسبب صحیح ہونے عقد کے اور اگر نہ پیدا ہو تو مساقاۃ فاسد ہے سو عامل کے واسطے اجرت مثل ہے تاکہ اسکا عمل باطل نہ رہے پھل پکنے تک
ولو دفع غراسا فی الارض لم تبلغ الثمرۃ علی ان یصلحہا فما خرج کان بینہما نصفین فسدت والمساقاۃ ان لم یذکر اعواما معلومۃ وان ذکر اعواما معلومۃ صح اور اگر ایسے پودے درخت
کے جو زمین میں قائم ہیں اور ہنوز انکے پھلنے کی نوبت نہیں پہونچی مالک نے باغبان کو دئیے اس شرط پر کہ انکی خبر گیری اور درستی کرے اور جو پھل پیدا ہو وہ دونوں میں
نصفا نصف ہو تو یہ مساقاۃ فاسد ہے اگر وہ چند سال معین کو ذکر نہ کرے اور اگر ذکر کرے تو اسکو عقد صحیح ہے عدم بیان مدت اس صورت میں اسلیے ضرور ہوا کہ ننھے درختوں کا پھل لانا
نہایت متفاوت ہوتا ہے باعتبار قوت اور ضعف اراضی کے تو اسکا اول ثمر مجہول کرنا ممکن نہیں کذا فی الزیلعی وکذا لو دفع اصول رطبۃ فی الارض مساقاۃ ولم یسم المدۃ
اور اسیطرح مساقاۃ فاسد ہے اگر رطبہ کی جڑیں جو زمین کے اندر ہیں بطور مساقات کے دیں اور مدت نہ بیان کی ہو اسواسطے کہ اسکی انقطاع کی حد مقرر نہیں کیونکہ رطبہ کی
جڑیں بڑھا کرتی ہیں جبتک زمین میں قائم ہیں تو مدت مجہول ٹھہری کذا فی الزیلعی بخلاف الرطبۃ فانہ یجوز وان لم یسم المدۃ ویقع علی اول جزۃ یکون بخلاف رطبہ کے کہ اسکی مساقاۃ
جائز ہے اگرچہ مدت نہ مذکور ہو اور عقد واقع ہوگا اول تراش پر جو عقد کے بعد ہو اسواسطے کہ اسکی نہایت کی حد ہے چنانچہ چہ مہینہ کذا فی الدرر ولو دفع رطبۃ انتہی جذاذہا علی
ان یقوم علیہا حتی یخرج بذرہا ویکون بینہما نصفین جاز بلا بیان المدۃ والرطبۃ لصاحبہا اور اگر مالک نے رطبہ سے جسکے قطع کا وقت نہیں ہوگیا اس شرط پر کہ عامل
اسکی خبرگیری کیا کرے یہانتک کہ اسکا بیج پیدا ہو اور بیج دونوں میں نصفا نصف ہو تو مساقاۃ جائز ہے بدون بیان کرنے مدت کے اور رطبہ اسکے مالک کی ہے اسواسطے
بیج کا وقت مزارعین کے نزدیک معلوم ہے اور بیج نکلا عامل کی محنت سے تو مناصفہ شرط کرنا صحیح ہوگیا اور رطبہ فقط مالک کا ہوا اسواسطے کہ عامل کی محنت کا اسمیں کچھ اثر نہیں کذا
فی الدرر ولو شرطا الشرکۃ فیہما ای فی الرطبۃ فسدت لشرطہما الشرکۃ فیما لا یحصل بعملہ اور اگر دونوں نے رطبہ میں بھی شرکت شرط کی تو مساقاۃ فاسد ہے اسواسطے کہ انہوں نے

اسمیں شرکت شرط کی جو نہیں بڑھا عامل کی محنت سے یعنی پہلے تو موجود تھا اسکی محنت سے پہلے وتصح فی الکرم والشجر والرطاب المراد بہا جمیع البقول و
اصول الباذنجان والنخل وخصہا الشافعی بالکرم والنخل اور مساقات صحیح ہے انگور کی بیل اور درخت اور رطاب میں رطاب سے مراد جمیع بقول ہیں اور مساقاۃ صحیح
ہے بینگن کی جڑوں میں اور کھجور میں اور امام شافعی نے مساقات کو مخصوص کیا ہے انگور اور کھجور میں لو فیہ ای الشجر المذکور ثمرۃ غیر مدرکۃ یعنی تزید بالعمل فان
ادرکت فقد تمت لا تصح کالمزارعۃ لعدم الحاجۃ مساقات صحیح ہے اگر درخت مذکور میں کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو
پہونچ گیا تو مساقات صحیح نہیں مزارعت کے مانند عدم حاجت کے سبب سے ودفع ارضا بیضاء مدۃ معلومۃ لیغرس وتکون الارض والشجر بینہما لا تصح لاشتراط الشرکۃ
فیما ہو موجود قبل الشرکۃ فکان کقفیز الطحان ففسد زمین سفید یعنی خالی جوتا زمین دی مدت معین پر تاکہ عامل اسمیں درخت لگا دے اور زمین اور درخت دونوں
انصاف نصف ہو تو مساقاۃ صحیح نہیں بسبب شرط اخیر شرکت کے اس چیز میں جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہ قفیز الطحان کے مانند ہوا تو فاسد ہوگا والثمر
والغرس لرب الارض تبعا لارضہ وللآخر قیمۃ غرسہ یوم الغرس واجر مثل عملہ اور صورت مذکورہ میں پھل اور درخت مالک زمین کا ہے اسکی زمین کا تابع ہوکر اور دوسرے
شخص یعنی عامل کیواسطے اسکے درخت کی قیمت ہے جو قیمت کہ درخت لگانے کے دن تھی اور اسکے عمل کی اجرت مثل ہے وحیلۃ الجواز ان یبیع نصف الغراس بنصف الارض
ویستاجر رب الارض العامل ثلث سنین مثلا بشیء قلیل لیعمل فی نصیبہ صدر الشریعۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا حیلہ یہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو بعوض آدھی زمین کے بیچ
دے اور زمین کا مالک عامل کو مثلا تین سال کے واسطے نوکر رکھ لے تھوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ میں وہ محنت کرکے درخت تیار کر دے کذا فی شرح الوقایۃ لصدر
الشریعۃ ہم تو اسکے بعد چاہے زمین میں نصف زمین اور نصف درختوں کا مالک ہوگا اور اسیطرح عامل نصف زمین اور نصف درختوں کا مالک ٹھہر گیا اور تین سال کی مدت
وہ مدت ہے جسمیں درخت پھلنے کے لائق ہو جاویں خصوصا بیع نواۃ رجل فی القہا فی کرم آخر فنبتت منہا شجرۃ فہی لصاحب الکرم اذ لا قیمۃ للنواۃ ایک مرد کی
گٹھلی کو ہوا اڑا لے گئی اور دوسرے شخص کے باغ میں اسکو ڈالا سو اس سے درخت جما تو وہ درخت فقط باغ کا ہے اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں ہے کذا لو وقعت
خوخۃ فی ارض غیرہ فنبتت لان الخوخۃ لا تنبت الا بعد ذہاب لحمہا اور اسیطرح اگر شفتالو دوسرے کی زمین میں گرا پھر وہاں جما تو زمین کے مالک کا ہوگا اسواسطے
کہ شفتالو نہیں جمتا مگر اسکے گوشت کے جانے کے بعد یعنی جمنے کے وقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں وتبطل ای المساقاۃ کالمزارعۃ بموت احد
العاقدین وبمضی مدتہا والثمر نیء ہذا قید لہ ورد الموت ومضی المدۃ اور مساقات مزارعت کے مانند باطل ہو جاتی ہے احد العاقدین کی موت سے اور مساقاۃ کی مدت منقضی ہو جانے
سے اور حالانکہ پھل کچا ہے شارح نے کہا یعنی خامی ثمر موت اور انقضاے مدت دونوں کی قید ہے فان مات العامل تقوم ورثتہ علیہ ان شاؤا حتی یدرک الثمر
وان کرہ الدافع ای رب الارض ان ارادوا القطع لم یجبروا علی العمل سو اگر عامل مرگیا تو اسکے وارث اسپر قائم رہیں اگر چاہیں یہاں تک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنی
زمین کا مالک اسکو پسند نہ کرے اور اگر وارث پھل توڑنا چاہیں تو عمل کرنے پر انپر جبر نہ ہوگا ھم اور مالک زمین کو اس صورت میں تین امر میں اختیار ہے چاہے وارثوں کے
ساتھ وہ بھی کچا پھل توڑ لے اور قسمت کر لے اور چاہے عامل کے حصہ کی قیمت دے اور سب پھلوں کا مالک ہو اور چاہے خرچ کرکے پھلوں کی خبرگیری کرا دے انکی پختگی
تک اور جو صرف ہو وہ عامل کے حصہ جو پھلوں میں ہے پھیر لے کذا فی الطحطاوی وان مات الدافع یقوم العامل کما کان وان کرہ ورثۃ الدافع دفعا للضرر
اور اگر دینے والا یعنی مالک زمین مرجاے تو قائم رہے عامل عمل پر جسطرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہ ہوں یہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہے ھم اور اگر عامل
کچے پھل توڑ لینے پر راضی ہو تو اسکو اختیار ہے اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اسکے ضرر دفع کرنے کیواسطے تھا تو اگر وہ خود راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہوگا اور
مالک زمین کے وارثوں کو خیارات ثلثہ متقدمہ ہیں کذا فی الطحطاوی وان ماتا فالخیار فی ذلک لورثۃ العامل کما مر اور اگر عامل اور مالک زمین دونوں مرگئے تو اس میں
عامل کے وارثوں کا اختیار ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم یمت احدہما بل انقضت مدتہا ای المساقاۃ فالخیار للعامل ان شاء عمل علی ما کان اور اگر احد العاقدین سے
کوئی نہ مرا بلکہ مساقاۃ کی مدت منقضی ہو گئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے جسطرح مدت کے اندر کرتا تھا تا پختگی ثمر اور چاہے نہ عمل کرے وقسم بالفرد

کالمزارعۃ کذا فی الاجارۃ اور مساقاۃ تو فسخ ہوجاتی ہے عذر سے مزارعت کے مانند جیسا کہ اجارہ میں فسخ ہوتا ہے عذر سے و منہ کون العامل عاجزا عن العمل و کونہ سارقا یخاف علی ثمرہ و سعفہ منہ وفیہا للمضمر اور منجملہ عذروں کے عامل کا عاجز ہونا عمل سے اور اسکا چور ہونا کہ اسکی طرف سے خوف ہو اسکے پھل اور شاخون پر فسخ جائز ہوا مع نفع ضرر کیواسطے فروع مسائل ملحقہ شارح کے ماقبل الادراک کسقی و تلقیح و حفظ فعلی العامل وما بعدہ کجذاذ و حفظ فعلیہما ولو شرط علی العامل فسدت اتفاقا ملتقی و الاصل ان ما کان من عمل قبل الادراک کسقی فعلی العامل وما بعدہ کحصاد فعلیہما کما بعد القسمۃ فحفظ جو عمل کہ پختگی ثمر سے پہلے ہو جیسا کہ سینچنا اور تلقیح یعنی پیوند کرنا اور نگہبانی سو وہ عمل کہ ہو اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہو جیسے پھل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونون پر لازم ہے اور اگر عمل بعد پختگی بھی عامل پر شرط کیا جاوے تو مساقاۃ فاسد ہوگی بالاتفاق کذا فی الملتقی اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد پختگی ہو جیسا کہ قطع کرنا وہ دونون پر ہے جیسا کہ قسمت کے بعد دونون پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے دفع کرم مساقاۃ بالمناصفۃ ثم زاد احدہما علی النصف ان زاد رب الکرم لم یجز لانہ حینئذ مشاع لتقسیم وان زاد العامل جاز الی ہنا لانہ حط مالک نے انگور کی بیل آدھا نصف پر بطور مساقاۃ کے دی پھر ایک شریک نے نصف پر کچھ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انگور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ یہ ہبہ ہے اس مشاع کا جو قسمت پذیر ہے اور اگر عامل نے زیادہ کر دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے یعنی اپنا حق کم کر دیا دفع الشجر لشریکہ مساقاۃ لم یجز فلا اجر لہ لانہ شریک فیقع العمل لنفسہ درخت دے اپنے شریک کو بطور مساقاۃ کے تو جائز نہیں اور اسکے واسطے اجرت بھی نہیں ہے اسواسطے کہ وہ شریک ہے تو عمل اسکی ذات کیواسطے واقع ہوگا ہم یعنی عمل اصالتا اپنی ذات کیواسطے ہوگا اور بقا غیر کے واسطے وفی الوہبانیۃ ہے والمساقی ان لیساقی غیرہ فان اذن المولی للعیس نکیرہ اور وہبانیہ میں ہے اور مساقی یعنی عامل کو جائز نہیں ہے کہ اپنے غیر کو بطور مساقاۃ کے دے اور اگر مالک اذن دے اسکو تو معیوب نہیں ہم یعنی اگر مالک یون کہے کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے عامل کو مساقاۃ کرنا درست ہے چنانچہ شرح وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہے تو اگر ناظم بجاے اذن مطلق بولتا تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا ہے وای شیاہ دون ذبح تحلہا وای المساقی والمزارع یکفر اور وہبانیہ کی پہیلیون میں سے یہ پہیلی ہے اور کسی بکری کو بدون ذبح کرنے کے شارع حلال رکھتا ہے اور کونسی مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہیں ہم پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ بکری مراد ہے جو جنگل میں وحشی ہوگئی کسیطرح اسکے مالک کو نہیں ملتی ہے کہ اسکو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہوجاتی ہے خواہ زخم ہاتھ یا ران میں لگے خواہ پیٹ یا پیٹھ میں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر مساقی اور مزارع کافر ہے اسواسطے کہ کفر لغت میں بھی چھپانے کے ہے اور ہر باغبان اور کاشتکار تخم بوتا ہے تو اسکو خاک میں چھپاتا ہے تو یہان کافر لغوی مراد ہے نہ کافر اصطلاحی خاتمہ منح الغفار میں ہے کہ محمد بن فضل کے فتاوی میں کہا کہ قولہ تعالی یا ایہا الذین امنوا کلوا مما فی الارض حلالا طیبا میں حلال تو معلوم ہے اور طیب وہ ہے کہ زمین لے بطریق مزارعت یا مساقاۃ کے یا اپنی زمین میں زراعت کرے اسطرح کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اوقات مستحبہ میں ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز میں بھی بسبب اشتغال زراعت کے تاخیر کریگا وقت مستحب سے تو اسکی زراعت طیب نہ ہوگی اور اسیطرح اگر بیج بوئیگا یا درخت لگاویگا بدون طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دیگا یا مزدوری دینے میں اتنی دیر کریگا کہ پسینا مزدور کا خشک ہوگیا یا ادا ے ثمن میں مدت معین کے ہوجانے کے بعد تاخیر کریگا یا ثمن متفرق دیگا بدون رضامندی بائع کے تو اسکی کھیتی طیب نہ ہوگی اور مستحب یہ ہے کہ بیج زمین میں ڈالے طہارت کرکے پھر کھیت کے کنارہ پر دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے اللہم انی عبد ضعیف سلمت ہذا الکیل فسلمہ لی وبارک لی فیہ پھر درود پڑھے تو حق سبحانہ تعالی اس کھیت کو آفات سے بچاویگا اور اسمین برکت کریگا اور جب کھیت پختہ ہو تو مستحب موکد یہ ہے کہ کیل یا وزن کرنے والا طہارت کرکے قبلہ رخ بیٹھے اور نہیں تو برکت نہ ہوگی پھر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے یا رب لی الغیث بذرا قلیلا و اعطیتنی شیئا کثیرا فاجعلہا فوت طاعۃ ولا تجعلہا قوت معصیۃ واجعلنی من الشاکرین اور اسی طرح درخت لگانے میں کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی

واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الذبائح

یہ کتاب ہے حیوانات مذبوحہ کے احکام میں ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی مناسبتہا للمزارعۃ کونہا اتلافا فی الحال للانتفاع بالنبات والحم فی المآل مناسبت کتاب الذبائح

کی کتاب المزارعۃ سے ہونا دونون کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجام کار مین ہم مناسب یہ تھا کہ شارح ذبائح اور مساقاۃ مین مناسبت مذکور کرتا ہو اسطے کہ ذبائح مساقاۃ کے بعد مذکور ہی نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت مین یون کہنا حق ہی کہ مساقاۃ اور ذبائح ہر ایک مین خوشی انسانی مذکور ہی مساقاۃ مین پھل اور ذبائح مین گوشت کذا فی الحموی الذبیحۃ اسم بما یذبح کالذبح بالکسر و بالفتح قطع الاوداج ذبیحہ اُس جانور کا نام ہی جو ذبح کیا جاے جیسے ذبح بالکسر جیوان ذبح کا نام ہی اور ذبح بالفتح تو عبارت ہی قطع عروق سے حرم حیوان مری شانہ الذبح حرم اکلہ واحل ومحلیات بالذکاۃ وذبحل المتردیۃ والنطیحۃ وکل مالم یذک ذکاۃ شرعیا اختیار یا کان او اضطرار یا جو جانور کہ شرعاً لائق اور قابل ذبح ہو وہ حرام ہی جب تک ذبح نہ کیا جاے بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ اضطراری شارح نے کہا لیا قید ذبح کی قید سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونون حلال ہین بدون ذبح کے اور درست مین انحل ہوا وہ جانور جو اونچے پر سے گر کے مرگیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا زخم کھا کر مرگیا اور جو حیوان کہ ذبح نکیا گیا ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے جو ماتن کی عبارت مین تصرف کیا سو تصرف فاسد ہی کہ متن قید نا تعریف مین انتہی لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم جانا وذکاۃ الضرورۃ جرح وانہار دم فی ای موضع وقع من البدن اور ضرورت کا ذبح زخمی کرنا اور کوچنا اور خون کا بہانا ہی بدن مین سے جہان کہین زخم واقع ہو دم کوچنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہین ہوتا تو طعن اور انہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی وذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہی درمیان حلق اور لبہ کے لبہ بفتح لام وتشدید بار نحر کرنیکا مقام ہی سینہ سے ہم واضح زیلعی کا قول ہی کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہی درمیان لبہ اور لحیین کے اتفاقی نے کہا کہ لبہ سینہ ہی اور لحیان ذقن ہی اور مصباح مین ہی لبہ موضع ہی نحر کرنیکا فارابی نے کہا کہ لبہ عبارت ہی نحر سے اور نحر موضع ہی نحر کا حلق سے اور موضع قلادہ کا ہی صدر کذا فی الطحاوی وعروقہ الحلقوم کلہ وسطہ او اعلاہ او اسفلہ وہو مجری النفس علی الصحیح اور ذبح کے عروق مین سے ایک حلقوم ہی بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اسکے اوپر یا اسکے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہی بر قول صحیح جسکو اہل ہند نرخرا کہتے ہین ہم ہدایہ مین کہا کہ حلقوم مجری ہی طعام اور شراب کا سو کاتب وغیرہ کا سہو ہی بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہی کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا صاحب مواہب نے کہا کہ ذبح متعین ہی درمیان حلق اور لبہ کے نیچے گرہ کے کمال پاشا نے کہا کہ ذبح جائز نہین فوق العقدۃ یعنے گرہ کے اوپر اور بعضون نے جواز کا فتوی دیا ہی اور زیلعی نے کہا ہمارے علمانے اگرچہ اکثر عروق اربعہ کا قطع شرط کیا ہی سو حلقوم اور مری ہین سے ایک کا قطع سبکے نزدیک ضرور ہی اور جبکہ عقدہ حلقوم بیچ جانب سر کچھ باقی نرہیگا تو ایک کا بھی قطع حاصل نہوگا تو وہ ماکول نہوگا بالاجماع اور اسی طرح شمنی اور ملا علی اور شرنبلالی نے کہا ہی اور فتاوی عالمگیری اور تجنیس اور مزید مین واقعات سے زیلعی کے موافق منقول ہی تو ظاہر از زیلعی اور اُسکے ساتھیون کا قول ہی بالجملہ احتیاط یہ ہی کہ متفق علیہ پر عمل کرنا چاہیے انتہی مختصرا والمری ہو مجری الطعام والشراب اور منجملہ عروق اربعہ مری ہی بوزن امیر ہی یعنی کھانے اور پینے کی راہ ہم اطبا نے تصریح کی ہی کہ انسان کے فم مین دو منفذ ہین ایک دم آنے جانے کا منفذ ہی پھیپھڑے کی طرف اُسکو قصبہ ریہ کہتے ہین اور دوسرا طعام اور شراب کا منفذ ہی معدہ کی طرف اُسکو مری بولتے ہین اور حلقوم اور قصبہ ریہ سامنے ہی اور مری اُسکے پیچھے ہی پشت کی طرف والودجان مجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ ودجان ہین جنمین خون بہتا رہتا ہی جنکو شہرگ بولتے ہین ہم دونون رگین حلقوم اور مری کے چپ و راست واقع ہین یہ چارون عروق ذبح کیواسطے اسلیے متعین ہوئین کہ دونون شہرگ کا قطع خون نکلنے کے واسطے ہی اور حلقوم اور مری کا قطع تعجیل کے واسطے ہی یعنی تاکہ جان جلد نکلجاوے کذا فی الطحطاوی وحل المذبوح بقطع ای ثلث منہا اذ للاکثر حکم الکل اور حیوان مذبوح حلال ہو جاتا ہی عروق اربعہ مین سے تین رگون کے کٹ جانے سے کوئی کیون نہو اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہی یعنی اکثر کل کے برابر ہی ہم تین رگ کا قطع ضرور ہی خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہرگ خواہ حلقوم اور دو شہرگ خواہ مری اور دو شہرگ وہل یکفی قطع اکثر کل منہا خلاف اور کیا کفایت کرتا ہی کل عروق اربعہ مین سے ہر رگ کے اکثر کا قطع ہونا اسمین خلاف ہی ہم شلبی نے حاشیہ مین کہا امام ابوحنیفہ کے نزدیک عروق اربعہ مین سے کوئی تین رگین جبکہ قطع ہو جاوین تو ذبیحہ حلال ہی اور امام ابو یوسف سے تین روایتین ہین ایک تو یہی روایت ہی کہ مذکور ہو چکی دوسری روایت یہ ہی کہ حلقوم اور دو رگون کا قطع کرنا شرط ہی

[illegible]

تیسری روایت یہ ہے کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہرگ کا شرط ہے اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ میں سے ہر رگ کا اکثر کٹ جانا ضرور ہے یعنی اگر ہر رگ کا حصہ قطع
ہو جائے اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی وحل الذبح بکل ما افری الاوداج اراد بالاوداج کل الاربعۃ تغلیبا و انہر الدم ای اسالہ ولو بنار او
بلیطۃ ای قشر قصب او بمروۃ ہی حجر ابیض کالسکین یذبح بہا اور ذبح کرنا حلال ہے ہر ایک تیز چیز سے جو اوداج کو کاٹ دے اور خون کو بہا دے اگرچہ قطع اور خونریزی آگ
سے ہو یا بانس یا نرکل کے پوست سے یا دھار دار پتھر سے شارح نے کہا مصنف نے اوداج سے چاروں رگوں کا ارادہ کیا باعتبار تغلیب کے اور مروہ وہ سفید پتھر چھری کے
مانند ہے جس سے ذبح کرتے ہیں ہم تلمیذ کے حاشیہ میں کہا ایک غریب مسئلہ ہے کہ اتقانی نے ہدایہ کی کتاب الجنایات میں ذکر کیا ہے کہ آگ سے ذکاۃ یعنی ذبح ہو سکتا ہے اگر آگ رکھی جائے
موضع ذبح پر اور حلقوم اور دونوں شہرگ کو قطع کر دے تو اسکا کھانا حلال ہے اسکو قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے انتہی اور اسکے خط سے حاشیہ پر یوں لکھا ہے کہ یہ دیا
اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہے کہ ذکاۃ آگ سے نہیں واقع ہوتی کذا فی الطحطاوی الا سنا و ظفرا قائمین مگر جمے دانت اور جمے ناخن سے ذبح
کرنا حلال نہیں جو لوگ نا ضرور ہیں حل عندنا مع الکراہۃ لما فیہ من الضرر بالحیوان کذبحہ بشفرۃ کلیلۃ اور اگر دانت اور ناخن منزوع ہوں یعنی علیحدہ اور جدا ہوں منہ اور
انگلی سے تو ہم حنفیوں کے نزدیک انسے ذبح کرنا حلال ہے کراہت کے ساتھ اسواسطے کہ اسمیں ضرر یعنی حیوان کو تکلیف ہے جیسے جانور کو ذبح کرنا کند چھری سے
مکروہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا حرام ہے کیونکہ حدیث میں شروارد ہے کہ وہ حبشیوں کی چھریاں ہیں یعنی حبشی لوگ جانور کو دانت
اور ناخن سے ذبح کرتے ہیں اور حنفیوں کے نزدیک یہ حدیث غیر منزوع پر محمول ہے کہ حبشیوں سے یہی وارد ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کراہت سے کراہت تحریمی
مراد ہے چنانچہ تعلیل کراہت اسپر دلالت کرتی ہے و ندب احداد شفرتہ قبل الاضجاع و کرہ بعدہ کالجر برجلہا الی المذبح اور مستحب ہے تیز کر لینا چھری کا لٹانے
کے لٹانے سے پہلے اور تیز کرنا لٹانے کے بعد مکروہ ہے جسطرح اسکا پاؤں پکڑ کے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہے ہم حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالی نے احسان کرنا ہر چیز
پر فرض کیا ہے تو جب قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور چاہیے کہ تیز کر لے اپنی چھری کو اور آرام دے اپنے ذبیحہ کو و ذبحہا من قفاہا ان بقیت حیۃ حتی
تقطع العروق والا لم تحل لموتہا بلا ذکاۃ اور مکروہ ہے جانور کا ذبح کرنا اسکی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگوں کے کٹ جانے تک اور اگر اسقدر زندہ
نہ رہے تو اسکا کھانا حلال نہیں بدون ذبح کے مرجانے سے ہم وجہ کراہت مخالفت سنت کی ہے اور اسواسطے کہ اسمیں بلا حاجت زیادہ تکلیف رسانی ہے والنخع بفتح فسکون
بلوغ السکین النخاع وہو عرق ابیض فی جوف عظم الرقبۃ اور مکروہ ہے ذبح شدید یہاں تک کہ حرام مغز تک چھری پہنچ جائے شارح نے کہا نخع بفتح نون و سکون خاء کے معنی
پہونچنا چھری کا نخاع تک ہے اور نخاع سفید رگ ہے گردن کی ہڈی کے اندر ہم نخاع بالکسر اور فتحہ اور ضمہ بھی لغت میں درست ہے حرام مغز کو کہتے ہیں جو گردن اور پیٹھ کی
گریون میں و بتالہ کے مانند واقع ہے طحطاوی نے کہا بعضوں نے کہا نخع یہ ہے کہ گردن کو کھینچے تا ذبح کا مکان ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہے ٹھنڈ
ہونے سے پہلے اور یہ سب افعال مکروہ ہیں کہ بلا فائدہ تعذیب ہے چنانچہ زیلعی میں ہے و کرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الراس والسلخ قبل ان تبرد ای تسکن
من الاضطراب وہو تفسیر باللازم کما لا یخفی اور بدون فائدہ کے ہر تعذیب اور تکلیف رسانی مکروہ ہے چنانچہ سر کا کاٹنا اور کھال کا ادھیڑنا ٹھنڈے ہو جانے سے پہلے
یعنی سکون من الاضطراب کے پیشتر اور وہ تفسیر باللازم ہے چنانچہ مخفی نہیں یعنی برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہے بدون عکس اسواسطے کہ گاہے سکون
عن الاضطراب ہوتا ہے اور برودت اس سے متاخر ہوتی ہے اور منجملہ تعذیب بے فائدہ یہ ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحطاوی
و کرہ ترک التوجہ الی القبلۃ لمخالفۃ السنۃ اور مکروہ ہے ذبح کے وقت قبلہ رخ نہ ہونا بسبب مخالفت سنت کے وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان
کان صیدا فصید الحرم لا تحلہ الذکاۃ فی الحرم مطلقا اور شرط ہے ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور محرم نہ ہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا غیر محرم اور خارج حرم
ہونا اسوقت شرط ہے جبکہ ذبیحہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم شریف میں ذبح کرنا مطلقا حلال نہیں خواہ ذابح محرم ہو یا حلال ہم پس اگر محرم ہو اور غیر
شکار کو حلال کرے تو وہ حلال ہے او کتابیا ذمیا او حربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہے ذابح کا اہل کتاب ہونا خواہ ذمی ہو یا حربی اگر

جبکہ اُس سے ذبح کے وقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سنا جاوے تو ذبیحہ حلال نہیں ہم یہود اور نصاریٰ کا ذبیحہ اسواسطے حلال ہے کہ وہ توحید کے مدعی ہیں اور اصل اُسمین یہ آیت قرآنی ہے وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم یعنی اہل کتاب کا طعام تمہارے واسطے حلال ہے اور طعام سے مراد وہ طعام ہے جسکو وہ ذبح کرین اور جس طعام کو ذبح لاحق نہیں ہوتا اُسمین اہل کتاب اور مجوسی برابر ہیں چنانچہ مچھلی کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری میں ہے کتابی کا ذبیحہ اسوقت کھایا جاسکتا ہے جبکہ ذبح کے وقت مسلم وہان موجود نہ ہو اور کتابی سے کچھ سنا نہ ہو یا ذبح کے وقت اُس سے خدا تعالیٰ کا نام سنا ہو اور جبکہ کچھ نہ سنا ہو تو اسپر محمول ہے کہ اُسنے خدا کا نام لیا ہوگا باعتبار حسن ظن کے مسلم کے مانند اور جبکہ اُس سے اللہ تعالیٰ کا نام سنا اور اُسنے اللہ تعالیٰ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علمانے کہا ہے کہ ذبیحہ کھالینا ہے مگر جبکہ وہ تصریح کرے اسطرح کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثہ یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہے تین کا تو اب ذبیحہ حلال نہیں انتہی فتحل ذبیحتہما ولو الذابح مجنونا او امراۃ او صبیا یعقل التسمیۃ والذبح ویقدر تو حلال ہے ذبیحہ مسلمان اور کتابی کا اگرچہ ذبح کرنیوالا دیوانہ یا عورت یا لڑکا ہو جو اللہ تعالیٰ کے نام کو اور ذبح کرنے کو خوب سمجھتا ہو اور ذبح کرسکتا ہو مسلم یعنی ذبیحہ اُسکا جانا جاتا ہو کہ ذبیحہ اُسوقت حلال ہوتا ہے جبکہ اُسپر خدا کا نام لیا جاوے اور دیوانہ اور صغیر جبکہ نام خدا کو سمجھتے ہوں اور ذبح کرنا جانتے ہوں اور اُسپر قادر ہوں تو وہ عاقل بالغ کے مانند ہیں کذا فی الدر منتقی افضارہ میں ہے کہ اگر مجنون اور صغیر ایسے ہوں کہ تسمیہ اور ذبح کا ضبط نکرسکین تو انکا ذبیحہ حلال نہیں طحطاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہر طرح حلال ہے خواہ اُسوقت وہ حائض ہو یا نفاس والی یا جنب او اقلف او اخرس ذبیحہ مسلم اور کتابی کا حلال ہے اگرچہ اُسکا ختنہ نہ ہوا ہو یا وہ گونگا ہو گونگا زبان سے نام خدا لینے سے عاجز ہے تو وہ معذور ہے اور اُسکا دین قائم مقام نام لینے کے ہے تو وہ ناسی کے مانند ہوا یعنی جو ذابح کہ ذبح کے وقت نام خدا لینا بھول گیا بلکہ گونگا ناسی سے زیادہ تر معذور ہے کذا فی المنح لا تحل ذبیحۃ غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد وجنی حلال نہیں ذبیحہ غیر کتابی کا مثلاً بت پرست اور مجوسی آتش پرست اور مرتد اور جنی کے یعنی دیو پری جن کا ذبیحہ اسواسطے حلال نہ ہوا کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذبائح الجن یعنی حضرت نے منع فرمایا ذبائح جن سے چنانچہ اشباہ میں ہے ملتقطا سے اور ظاہر محمل اسکا وہ ہے جبکہ جن آدمی کی صورت پکڑے بغیر ذبح نہ کرے اور اگر آدمی کی صورت پر ہوکر ذبح کرے تو بنظر ظاہر صورت کے اُسکا ذبیحہ حلال ہوا اُسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وجبری لو ابوہ سنیا ولو ابوہ جبریا حلت اشباہ لانہ صار کمرتد قنیہ اور حلال نہیں ذبیحہ جبری مذہب کا اگر اُسکا باپ سنی ہو اور اگر اُسکا باپ بھی جبری ہو تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ سنی کے فرزند نے جب جبری مذہب اختیار کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑکر تو وہ مرتد کے مانند ہوگیا کذا فی القنیہ ہم مصنف نے منح الغفار میں کہا اور فوائد زینیہ میں ہے کہ جائز نہیں ذبیحہ جبری کا اگر اُسکا باپ سنی ہو اور اگر جبری ہو تو حلت ہے میں کہتا ہوں اور ظاہر صاحب فوائد زینیہ نے جو مصنف ہے اشباہ کا یہ قول قنیہ سے لیا ہے اور قنیہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابو علی سے منقول ہے کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اُسکے آبا اور اجداد مجبرہ ہوں تو وہ ذمیوں کے مانند ہیں اور اگر اُنکے باپ اہل عدل سے ہوں تو حلال نہیں ہے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ مرتدین کے ہیں انتہی ما فی القنیہ میں کہتا ہوں اور صاحب قنیہ کی مراد ابو علی سے ابو علی جبائی ہے جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہے اور مجبرہ سے اہل سنت وجماعت مراد ہیں اسواسطے کہ معتزلہ اہل سنت کو مجبرہ کہتے ہیں چنانچہ بیہقی جاشمی معتزلی کے کلام سے یہ ظاہر ہے اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہیں انکے گمان میں چنانچہ علم کلام میں مذکور ہے تو صاحب فوائد نے مجبرہ کو جبرہ سے بدل ڈالا انتہی ما فی المنح اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں ہے اور ظاہر مصنف یعنی صاحب اشباہ نے جبریہ اور مجبرہ کے فرق کی طرف التفات نہیں کیا اور جبریہ اہل ہوے اور اہل بدعت ہیں اور عقیدہ اُنکا یہ ہے کہ بندون کو استطاعت اور قدرت افعال کی اصلا نہیں اور تمام خلق اپنے افعال میں مجبور ہیں انتہی اور اہل بدعت کی تکفیر میں علما سلف اور خلف میں اسکا اختلاف ہے اور اُسمین شک نہیں کہ جسکا مذہب اور بدعت مودی الی الکفر ہو اور وہ تاویل نہ کرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور جسکا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اجتہاد او خطا باعث بدعت کی ہو تو اُسکے تکفیر میں اختلاف ہے بعضے علما تمام اہل بدعت کو کافر کہتے ہیں اور یہ قول ہے اکثر سلف کا فقہا اور متکلمین سے اور بعضوں نے اُنکو جماعت مسلمین سے نہیں نکالا ہے اور وہ اکثر فقہا اور متکلمین ہیں سو اُنھوں نے کہا ہے کہ وہ عاصی گمراہ ہیں اُنپر احکام اسلام کے جاری ہیں اور

مسلمین سے میراث پاوینگے ایسا ہی ہمارے شیخ نے بیان کیا ہان اکثر اہل مذہب انکو کافر کہتے ہین لیکن یہ کلام فقہا مجتہدین کا نہین اور غیر فقہا کا کلام معتبر نہین اور
مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہے انتہی مافی تبیین المحارم تو اس منقول سے ظاہر ہوا کہ یہ موحد ناجی ہین اور ایمان کے احکام سے غفلت و ہیچ ہے تو اوا اسکا باب یا نئی ہوا
جبر ہی شارح کو مناسب نہ تھا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون رد کرنے کے اسکو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدہ فاسدہ پر کذا فی الطحطاوی مختصراً بخلاف یہودی او مجوسی تنصر لانہ
یقر علی ما انتقل الیہ عندنا فیعتبر ذلک عند الذبح حتی لو تمجس یہودی لا تحل ذبیحتہ کانہ برخلاف اُس یہودی اور مجوسی کے جو نصرانی ہو گیا کہ اُسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے
کہ وہ ثابت رکھا جاویگا ہمارے نزدیک اسی ملت نصرانیت پر جسکی طرف اُسنے انتقال کیا یعنی ہو اسواسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے تو وہی ملت معتبر ہوگی ذبح کے وقت
تو اگر یہودی مجوسی ہو جاوے تو اُسکا ذبیحہ حلال نہ ہوگا والمتولد بین مشرک وکتابی کتابی لانہ اخف اور جو لڑکا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی کے تو وہ کتابی کے
مانند ہے یعنی اسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ کتابی بہ نسبت مشرک کے بہتر ہے یعنی مشرک سے اسکی برائی کمتر ہے وتارک تسمیۃ عمداً خلافاً للشافعی اور حلال نہین ذبیحہ اسکا جو نام خدا قصداً
ترک کرے ذبح کے وقت بخلاف امام شافعی کے ہم بقولہ تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اُسکو جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور امام
شافعی سے پہلے اسکی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیۃ عمداً کے جواز بیع پر حکم دے تو حکم اُسکا نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ مخالف اجماع کے ہے
فان ترکہا ناسیا حل خلافا لمالک پھر اگر نام خدا بھول کر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے برخلاف امام مالک کے یعنی اُن کے نزدیک عمداً اور نسیاناً ترک تسمیہ سے حلت
نہین ہوتی ہم ہماری دلیل یہ ہے کہ شارع نے ناسی کو ذاکر کے مانند قرار دیا ہے عذر سے تو دین کو قائم مقام ذکر کے کر دیا چنانچہ اکل ناسی کو قائم مقام امساک کے کر دیا
صوم مین اسی سبب سے وان ذکر مع اسمہ تعالی غیرہ فان وصل بلا عطف کرہ کقولہ بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی ومنہ بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع
لعدم العطف فیکون مبتدأ لکن یکرہ للوصل صورۃ ولو بالجر او النصب حرم ورد اور اگر اللہ تعالی کے نام کے ساتھ اُسکے غیر کو ذکر کرے تو اگر غیر خدا کو ملا دے بدون
عطف کے تو مکروہ ہے چنانچہ یون کہنا بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی یعنی قبول کر فلانے شخص کی طرف سے یا میری طرف سے اور وصل بلا عطف سے ہے یون
کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ برفع دال محمد عطف نہ ہونے کے سبب سے تو ذابح شروع کرنے والا کلام کا ہوا کذا فی الطحطاوی یا محمد کا لفظ مبتدا ہوا یعنی تو جدا
کلام ٹھہرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبر دے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدرر عن غایۃ البیان ہم کہتے ہین نوازل سے
منقول ہے کہ دال کے زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاوی عالمگیری مین نہایہ سے منقول ہے کہ رفع نصب جر تینون صورتون مین ذبیحہ حلال ہے اسواسطے
کہ رسول علیہ السلام مذکور ہے بدون عطف کے کذا فی الطحطاوی قیل ہذا اذا عرف النحو بعضون نے کہا یہ یعنی رفع دال سے مکروہ ہونا اور جر اور نصب سے حرام
ہونا اُس وقت ہے جبکہ ذابح علم نحو کو جانتا ہو والاوجہ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقا بالعطف لعدم العرف زیلعی کما افادہ بقولہ اور قول وجیہ تر یہ ہے
کہ اعراب کا اعتبار نہ کیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقاً خواہ نحو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بسبب عطف کرنے کے عدم عرف کی جہت سے کذا فی الزیلعی چنانچہ
مصنف نے اسکو قول آئندہ مین بیان کیا ہے ہم شلبی نے حاشیہ زیلعی مین کہا کہ میری دیکھی زیلعی کے سب نسخون مین یہی عبارت ہے اور وہ غیر ظاہر ہے
اسواسطے کہ یہان عدم عطف مین کلام ہے تو یون کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقا دون العطف یعنی بلکہ حرام نہین مطلقاً بدون عطف کے اور مؤید اس کلام کا
وہ ہے جسکو فتاوی عالمگیری سے عن النہایہ نقل کیا کذا فی الطحطاوی وان عطف حرمت نحو بسم اللہ واسم فلان او وفلان اور اگر ذابح نے خدا
کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یون کہنا بسم اللہ واسم فلان یا یون کہنا بسم اللہ وفلان یعنی
خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ خدا پر عطف کرے دونون صورتون مین حرمت ثابت ہے لانہ اہل بہ لغیر اللہ قال علیہ الصلوۃ والسلام
موطنان لا اذکر فیہما عند العطاس وعند الذبح غیر خدا کے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اسواسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اُسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہے یعنی اور
حالانکہ قرآن مجید مین اس ذبیحہ کھانے کا حکم نہین رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دو مکان ہین جنمین مجکو ذکر کرنا نچاہیئے ایک تو چھینکنے کے وقت

اور دوسرے ذبح کرنے کے وقت فان فصل صورۃ ومعنی کالدعاء قبل الاضجاع والدعاء قبل التسمیۃ او بعد الذبح لاباس بہ لعدم القران اصلا پھر اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے سے پہلے اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنے کے بعد تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ ان میں غیر خدا کا اصلا اتصال نہیں ہے نہ ظاہر میں نہ حقیقت میں بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے مسنون ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو انکو جب قبلہ رخ کرایا تو یہ دعا کی انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض علی ملۃ ابراہیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللہم منک ولک عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابر سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر اللہم ہذا عنی وعمن لم یضح من امتی والشرط فی التسمیۃ ہو الذکر الخالص عن شوب الدعاء وغیرہ فلا یحل بقولہ اللہم اغفرلی لانہ دعاء وسوال بخلاف الحمد للہ او سبحان اللہ مریدا بہ التسمیۃ فانہ یحل اور تسمیہ یعنی نام خدا لینے میں شرط یہ ہے کہ ذکر خالص ہو دعا وغیرہ کے خلط سے تو ذبیحہ حلال نہیں ہے اگر یوں کہے اللہم اغفرلی یعنی الٰہی مجکو بخش اسواسطے کہ یہ تو دعا اور سوال ہے تو خالص ذکر نہ ہوا برخلاف الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے کے جبکہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولو عطس عند الذبح فقال الحمد للہ لا یحل فی الاصح لعدم قصد التسمیۃ اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کے وقت سو اسنے الحمد للہ کہا تو ذبیحہ حلال نہوگا قول صحیح تر میں بسبب عدم قصد تسمیہ کے اسواسطے کہ عاطس الحمد للہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے نہ تسمیہ کا بخلاف الخطبۃ حیث تجزیہ [illegible] فتامل برخلاف خطبہ کے کہ وہاں اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کہے تو یہ کہنا خطبہ کو کفایت کرتا ہے میں کہتا ہوں اور اسکا محل کرنا اس صورت پر لائق ہے جبکہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نکریگا تو خطبہ ادا نہ ہوگا [illegible] تامل کرو مصنف نے منحہ میں کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کیواسطے الحمد للہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے نہوگا انتہی ولوالجی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہے اور اگر تحمید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نہ کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اسی طرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نکیا اسواسطے کہ یہ الفاظ باب تسمیہ میں صریح نہیں ہیں صریح تو فقط بسم اللہ ہے تو یہ الفاظ کنایہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہیں ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق میں صریح ہے کذا فی الطحطاوی والمستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو وکرہ بہا لانہ یقطع فور التسمیۃ کما عزاہ الزیلعی للحلوانی وقال قبلہ والمنقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالواو اور ذبح کے وقت یوں کہنا مستحب ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھ یوں کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر مکروہ ہے اسلیے کہ فوریت تسمیہ کا قاطع ہے چنانچہ نسبت کیا ہے زیلعی نے اس قول کو شمس الائمہ حلوائی کی طرف اور زیلعی نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واو کے ساتھ ہے اگر واو سے قطع فوریت ہوتی ہو تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ مردار ہوجاتا اور وہ وجوبا [illegible] واو کا مقتضی ہے نہ استحباب کا مگر یہ کہ فور متقارب پر محمول کیجیے علاوہ یہ ہے کہ زیادت واو قاطع فوریت نہیں فتاوی عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ تسمیہ کا وقت ذکاۃ اختیاری میں ذبح کا وقت ہے تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز نہیں مگر بزمان قلیل کہ بچنا ممکن نہیں اور اسیطرح حدیث میں واو منقول ہے اسی طرح علی مرتضی اور ابن عباس سے بھی واو منقول ہے بقالی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر واو کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو سمی ولم تحضرہ النیۃ صح بخلاف ما لو قصد بہا التبرک فی ابتداء الفعل او نوی بہا امرا آخر فانہ لا یصح فلا تحل اور اگر ذابح بسم اللہ زبان سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضر نہ ہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اسکے اگر اسنے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل میں یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا سوا ذبح کے تو تسمیہ صحیح نہیں تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا درصورت عدم نیت اسواسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جسکا امر ہوا تھا اسکو صریحا لایا یعنی لفظ صریح نیت کا محتاج نہیں اور درصورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اسواسطے حلت نہیں کہ اسنے ظاہر امور کی نیت کی چنانچہ حاشیہ میں ہے تنبیہ اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اسنے ہاے ہوز کو

(۱) ظاہر نہ کیا اگر ذکر اللہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر فقط ذکر اللہ کا قصد نہ کیا اور اسکو قصداً ترک کیا تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی کما لو قال اللہ اکبر واراد بہ متابعۃ المؤذن
فانہ لا یصیر شارعا فی الصلوۃ بزازیہ چنانچہ اگر کسی نے اللہ اکبر کہا اور اس سے مؤذن کی متابعت کا ارادہ کیا نہ دخول فی الصلوۃ کا تو وہ اس تکبیر سے شروع
کرنیوالا نماز کا نہ ہوگا کذا فی البزازیہ وفیہا ان شرط التسمیۃ من الذابح حالۃ الذبح او الرمی لصید او الارسال او حال وضع الحدید لحمار الوحش اذا لم یقعد عن طلبہ کیا گیا
اور بزازیہ میں ہے اور شرط ہے بسم اللہ کہنا ذابح سے ذبح کی حالت میں یا شکار کے واسطے تیر مارنے کی حالت میں یا باز یا شکاری کتے چھوڑنے کی حالت میں یا لوہا رکھنے
کی حالت میں گور خر کے شکار کیواسطے بشرطیکہ شکار کرنے والا نہ بیٹھ رہا ہو اسکی تلاش سے چنانچہ آگے آویگا والمعتبر الذبح عقب التسمیۃ قبل تبدل المجلس حتی لو اضجع
شاتین احدہما فوق الاخری فذبحہما ذبحۃ واحدۃ بتسمیۃ واحدۃ حلا بخلاف ما لو ذبحہما علی التعاقب لان الفعل یتعدد فتتعدد التسمیۃ ذکرہ الزیلعی فی الصید اور معتبر ہے ذبح کرنا تسمیہ کے
بعد قبل از تبدل مجلس تو اگر لٹایا دو بکریوں کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھر دونوں کو ذبح کیا ایک ہی بار ذبح کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کہنے سے تو دونوں حلال
ہیں برخلاف اسکے اگر دونوں کو علی التعاقب ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی بار کہا تو دوسری بکری حلال نہ ہوگی اسواسطے کہ فعل یعنی ذبح متعدد ہوا تو
تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے کتاب الصید میں فلو سمی الذابح ثم اشتغل باکل او شرب ثم ذبح ان طال وقطع الفور حرم والا لا وحد الطول ما یستکثرہ الناظر واذا
حد الشفرۃ ینقطع الفور بزازیہ اور اگر ذبح کرنے والے نے بسم اللہ بولا پھر کھانے یا پینے میں مشغول ہوگیا پھر اسنے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہوگیا اور فوریت قطع ہوگئی تو ذبیحہ حرام ہوگیا
اور نہیں تو حرام نہیں ہوا اور طول کی حد وہ ہے جسکو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جبکہ ذابح نے تسمیہ کہا اور چھری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت منقطع ہوگئی کذا فی البزازیہ
ہم طحطاوی نے کہا ان مسائل میں اور مسائل سابقہ میں تحریر کا فرق چاہیے وندب نحر الابل فی اسفل العنق وکرہ ذبحہا والحکم فی غنم وبقر عکسہ فندب ذبحہا
وکرہ نحرہا لترک السنۃ ومنعہ مالک اور مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی نیزہ مارنا نیچے گردن کے اور مکروہ ہے اسکا ذبح کرنا اور بھیڑ بکری دنبہ اور گائے بیل میں بالعکس اسکے
حکم ہے یعنی انکا ذبح کرنا مستحب ہے اور انکا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت سے اور امام مالک نے اسکو منع کیا ہے ہم زیلعی نے کہا نحر عبارت ہے قطع عروق سے اسفل عنق میں
صدر کے نزدیک اور ذبح عبارت ہے قطع عروق سے اعلائے عنق میں تحت اللحیین انتہی استحباب سے یہاں سنت مراد ہے اسواسطے کہ صاحب ہدایہ نے کہا کہ استحباب
نحر میں بسبب موافقت سنت متواترہ کے تو کچھ مخالفت نہ رہی کنز کی عبارت سے کہ اُسنے اسکو سنت کہا ہے فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ اگر ذبح کیا
جسمیں نحر مستحب ہے یا نحر کیا جسمیں ذبح مستحب ہے تو جائز ہے لیکن ترک سنت ہے اور آبیاری کی شرح کنز میں ہے کہ شتر مرغ اور بط اونٹ کے مانند ہے نحر میں اور قاعدہ یہ ہے کہ جسکی گردن
طویل ہے اسکو نحر کرنا چاہیے اور قہستانی میں نتف سے منقول ہے کہ آداب ذبح سے یہ ہے کہ جانور کو آسانی سے بائیں کروٹ لٹا دے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تین پاؤں باندھے
اور داہنے ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری اول تیز کر لے اور چھری چلانے میں حلقوم پر اور ذبح میں نہایت جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولا ذبح صید استأنس
لان ذکاۃ الاضطرار انما یصار الیہا عند العجز عن ذکاۃ الاختیار اور ضروری ہے ذبح کرنا اُس وحشی جانور کا جو مانوس ہوگیا اسواسطے کہ ذکاۃ اضطراری کی طرف تو
اُس صورت میں حاجت ہوتی ہے جب ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہو وکفی جرح نعم کبقر وغنم توحش فیجرح کصید او تعذر ذبحہ کان تردی فی بئر وند
وصائل حتی لو قتلہ المصول علیہ مریدا ذکاتہ حل اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہوگیا چنانچہ گائے بیل اور بھیڑ بکری زخمی کیا جائے شکاری جانور
کے مانند یا چوپائے غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہوگیا چنانچہ وہ گر گیا کنوئیں میں یا سرکش ہوگیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اُس نے اسکو قتل کیا جسپر
اُسنے حملہ کیا ذکاۃ کی نیت سے تو وہ حلال ہے وفی النہایۃ بقرۃ تعسرت ولادتہا فادخل ربہا یدہ وذبح الولد حل وان جرحہ فی غیر محل الذبح ان لم یقدر علی ذبحہ حل وان
قدر لا اور نہایہ میں ہے کہ مادہ جانور کا جننا مشکل ہوگیا سو اسکے مالک نے اپنا ہاتھ داخل کرکے بچہ ذبح کر ڈالا تو بچہ حلال ہوگیا اور اگر اسکو زخمی کیا محل ذبح
کے سوا اور محل میں تو اگر قادر نہ ہوسکا اسکے ذبح کرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا ذبح پر تو حلال نہیں قلت ونقل المصنف ان من التعذر ما لو ادرک صیدہ حیا
او اشرف ثورہ علی الہلاک وضاق الوقت علی الذبح او لم یجد آلۃ الذبح فجرحہ حل فی روایۃ میں کہتا ہوں اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کی صورتوں

ہین سے ایک صورت وہ ہے کہ اگر اپنے شکار کو زندہ پایا اُسکا بیل قریب الہلاک ہوگیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہوگئی یا اُسنے ذبح کرنے کا ہتھیار نہ پایا سو اُسکو زخمی کر دیا تو ایک روایت مین وہ حلال ہوگیا امام سے تہرینہ تھا کہ شارح بجائے فی روایۃ قول کہتا اسواسطے کہ یہ قول ہے بعض مشائخ کا اور بعضون نے کہا کہ اسکا کھانا حلال نہین بدون قطع عروق کے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ ایک مرغی درخت پر اٹک گئی اور اُسکا مالک نکال نہین پہونچ سکتا تو اگر اُسکی موت اور صورت کا خوف نہو اور اُسکو تیر سے مارے تو اُسکا کھانا جائز نہین اور اگر موت ہوجانے کا ڈر ہو تو اُسکا کھانا جائز ہے اور کبوتر جب کہ مالک کے پاس سے اڑگیا پھر اُسکے مالک یا اور کسی شخص نے اُسکو تیر مارا تو فقہا نے کہا کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اُسکا کھانا حلال ہے خواہ تیر ذبح کے مقام پر لگے خواہ اور کہین اسواسطے کہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگا تو حلال ہے اور اگر اور مقام پر لگا تو اسمین اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ حلال نہین وفی منظومۃ النسفی الخ ان آنچین مشفر... اور منظومہ نسفی مین ہے کہ پیٹ کا بچہ مستقل ہے اپنے حکم مین حلال نہین ہوجاتا اپنی ماں کے حلال ہوجانے سے تو صفت سے فی ان ... کا لفظ حذف کیا ہم نے اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال ہے ورنہ حلال نہین اور وہ اپنی ماں کا تابع نہین کہ اسکے حلال ہونے سے وہ بھی حلال ہوجاسے وقالا ان تم خلقہ اکل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ وحملاہ الامام علی التشبیہ ای کذکاۃ امہ بدلیل انہ روی بالنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ کے بچہ کی خلقت پوری ہوچکی ہے تو کھایا جاسے بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاۃ اُسکی ماں کی ذکاۃ ہے اور امام اعظم نے اس حدیث کو تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنی جنین کی ذکاۃ اُسکی ماں کی ذکاۃ کے مانند ہے اس دلیل سے کہ اسکی روایت نصب سے بھی آئی ہے ... اکمل نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ذکاۃ امہ میں رفع ونصب دونون طرح مروی ہے تو اگر منصوب ہو تو کچھ اشکال نہین اُسکی تشبیہ ہونے مین اور اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہین اسواسطے کہ وہ قوی تر ہے تشبیہ میں اول سے کقول الشاعر وعیناک عیناہا وجیدک جیدہا کذا فی الطحطاوی ولیس فی ذبح الام اضاعۃ الولد لعدم الیقین بموتہ اور ماں کے ذبح کرنے مین بچہ کا ضائع کرنا نہین ہے کیونکہ اُسکی موت کا تیقن نہین ہے یعنی جنین تام الخلقۃ ماں کے ذبح کرنے سے زندہ بھی رہتا ہے تو اُسکی موت یقینی نہوئی ھم یہ تقیہ ہے دلیل امام کا اور جواب ہے اُس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کھانا اُس کی ماں کے ذبح کرنے سے حلال نہو تو اُسکی ماں کا ذبح کرنا جائز نہوا اسواسطے کہ اسمین مال کا ضائع کرنا ہے اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث مین ممنوع ہے چنانچہ زیلعی مین ہے کذا فی الحلبی ولا یحل ذو ناب یصید بنابہ فخرج نحو البعیر او مخلب یصید بمخلبہ ای ظفرہ فخرج نحو الحمامۃ من سبع بیان لذی ناب والسبع کل مختطف منتہب جارح قاتل عادۃ او طیر بیان لذی مخلب اور حلال نہین نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنے نیش سے یا وہ طائر پنجہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنے چنگل یعنی ناخن سے تو شکار نیش کی قید سے اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سے اسواسطے کہ اگرچہ وہ نیشدار ہے لیکن نیش سے شکار نہین کرتا اور شکار چنگل کی قید سے کبوتر سا طائر حرمت سے نکل گیا اسواسطے کہ ہرچند وہ چنگل دار ہے لیکن چنگل سے شکار نہین کرتا ہے شارح نے کہا سبع یعنی درندہ وہ ہر جانور اوچک لیجانے والا غارت گر پھاڑنے والا قاتل بنا بر عادت کے ہے حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ مین مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیش دار درندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کھانے سے اور بالاجماع سبع ذی ناب سے وہ مراد ہے جو اپنے نیش سے چیر پھاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی مخلب سے بھی وہ مراد ہے جو اپنے چنگل سے شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہ ہے کہ خباثت ان حیوانات کی مذموم واقع ہوئی ہے سو شرعًا تو خوف یہ تھا کہ اُنکے گوشت کھانے سے اُنہین کی خو سے بد انسان مین بھی پیدا ہوگی تو بنی آدم کی تکریم کے واسطے حیوانات مذکورہ حرام ہوگئے کذا فی الطحطاوی ولا الحشرات ہی صغار دواب الارض واحدہا حشرۃ اور حلال نہین حشرات یعنی چھوٹے جانور زمین پر چلنے والے اور رینگنے والے جو زمین مین رہتے ہین حشرات جمع ہے حشرۃ بالتحرک کی کذا فی القاموس ہم ہوام اور حشرات الارض چنانچہ چوہا اور گھونس اور نیولا اور

سیہی جو زمین میں رہتے ہیں حرام ہیں اس واسطے کہ خبیث ہیں قال اللہ تعالی ویحرم علیہم الخبائث اور اس واسطے کہ غالباً وہ نجاست خور ہیں کذا فی الطحطاوی
عن الاتقانی والحمر الاہلیۃ بخلاف الوحشیۃ فانہا ولبنہا حلال اور حلال نہیں پالو گدھے بخلاف وحشی گدھے کے یعنی گورخر کے کہ وہ اور اسکا دودھ حلال ہے ہم پالو
گدھا حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہو جاوے اور گورخر حلال ہے اگرچہ وہ اہلی اور مانوس ہو جاوے اور اسپر پالان باندھا جاوے کذا فی العالمگیریہ والبغل الذی
امہ حمارۃ فلو امہ بقرۃ اکل اتفاقا ولو فرسا فکامہ اور وہ خچر حلال نہیں جسکی ماں گدھی ہے تو اگر خچر کی ماں گاے ہو اور باپ اسکا گدھا تو وہ حلال اور
ماکول ہے بالاتفاق اور اگر خچر کی ماں گھوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کے مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ہم قاعدہ کلیہ
آگئینا ہے کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اُس کی ماں کا اعتبار ہے اگر ماں حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اسکا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ
بھی حرام ہے اگرچہ باپ اسکا حلال ہو والخیل وعندہما والشافعی تحل وقیل ان ابا حنیفۃ رجع عن حرمتہ قبل موتہ بثلثۃ ایام وعلیہ الفتوی عمادیۃ اور حلال
نہیں گھوڑا اور گھوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ نے تین دن اپنی موت سے
پہلے اسکی حرمت سے رجوع کی اور اسکے حلال ہونے کے قائل ہوے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی العمادیہ ہم ہدایہ میں گھوڑے کی کراہت تحریمی کو اصح کہا
اور درر میں بقول فخر الاسلام اور ابو المعین کے کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے تو در صورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین میں کچھ خلاف باقی نہ رہیگا اس واسطے کہ
صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہیں لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولا باس بلبنہا علی الاوجہ اور گھوڑی کے دودھ میں کچھ مضائقہ نہیں بر قول
وجیہ تر ہم اس واسطے کہ اسکے دودھ پینے میں سامان جہاد کی کچھ کمی متصور نہیں بخلاف گوشت حلال کھا جانیکے کذا فی المنح والضبع والثعلب لان لہما نابا وعند
الثلاثۃ تحل اور حلال نہیں بجو اور لومڑی اس واسطے کہ دونوں نیشدار ہیں اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک وہ حلال ہیں والسلحفاۃ بریۃ وبحریۃ
اور حلال نہیں کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی والغراب الابقع الذی یاکل الجیف لانہ ملحق بالخبائث قالہ المصنف ثم قال والخبیث ما تستخبثہ الطباع السلیمۃ
اور حلال نہیں ابلق کوا جو مردار کھاتا ہے اس واسطے کہ وہ حیوانات خبیثہ کے ساتھ ملحق ہے یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے
جس سے طبائع سلیمہ گھناتی ہیں اور اسکو مکروہ اور خبیث جانتی ہیں ہم غراب ابقع وہ ہے جس میں سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحطاوی عن المکی عن الکشف والغداف بوزن
غراب النسر جمعہ غدفان قاموس اور حلال نہیں غداف یعنی جنگلی سیاہ بڑا کوا شارح نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدھ ہے اور جمع اسکی غدفان ہے کذا فی القاموس
ہم صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس میں غداف کا ترجمہ
غراب اگر یا د نسر کثیر الریش واقع ہے اغلب کہ یہ کاتب کے اغلاط سے ہے قاموس کی عبارت یہ ہے الغداف کغراب غراب القیظ والنسر کثیر الریش جمعہ غدفان والفیل والضب و
ما روی من اکلہ محمول علی الابتداء اور حلال نہیں ہاتھی اور سوسمار یعنی گوہ اور جو سوسمار کھانے کی روایت ہے وہ ابتداے اسلام پر محمول ہے یعنی ابتداے اسلام میں
حلال تھا اب حلال نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے والیربوع وابن عرس والرخم والبغاث وہو طائر دون الرخم یشبہ الرخم وکلہا من سباع الہوائم اور حلال
نہیں موش دشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور بغاث اور وہ کم ہمت پرندہ ہے مشابہ رخم کے اور یہ تمام سباع ہوائم سے ہیں ہم یربوع جانور ہے
چوہے کے مانند لیکن اسکی دم اور کان چوہے سے زیادہ تر دراز ہیں اور دونوں پاؤں دونوں ہاتھوں سے دراز تر ہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لو ظاہرا
یربوع کا ترجمہ اردو میں گھونس ہے اور مخزن الادویہ میں یربوع کا ترجمہ فارسی میں خرگوش اور ہندی میں گھونس کیا ہے واللہ اعلم وقیل الخفاش لانہ
ذو ناب اور بعضوں نے کہا کہ حلال نہیں چمگادڑ اس واسطے کہ وہ نیشدار ہے ہم اتقانی نے کہا کہ دلیل میں خلل ہے اس واسطے کہ ہر نیشدار حرام نہیں بلکہ وہ نیشدار
جانور حرام ہے جو اپنے نیش سے شکار کرتا ہو انتہی اور عمادی عالمگیری میں چمگادڑ کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی ولا تحل حیوان مائی الا
حلال نہیں دریائی اور پانی کا جانور ہم حیوان مائی سے وہ مراد ہے جسکا ماوی اور معاش پانی میں ہو کذا فی المنح الا السمک الذی مات بآفۃ ولو متولدا فی

ماہی مجس و لوطافیہ مجرو حتہ و سہا نیہ بسبب دریائی جانور حرام ہیں مگر وہ مچھلی حرام نہیں جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو اگرچہ مچھلی ناپاک پانی میں پیدا ہوئی
ہو اور گو خمی مچھلی پانی پر اچھل آئی ہو کذا فی الوہبانیہ ہم قاعدہ کلیہ مچھلی میں حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی
کہ گرمی کے سبب سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب کے مرگئی تو وہ حلال نہیں چنانچہ پانی پر کی تراتی ہوئی مچھلی کذا فی الدرر غیر الطافی علی وجہ الماء الذی مات حتف انفہ وہو ما بطنہ من فوق
مچھلی حلال ہے مگر وہ مچھلی حلال نہیں جو پانی پر اچھل آئی ہو یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور طافی وہ مچھلی ہے جس کا پیٹ پانی پر آسمان کی طرف
ہو نخا و ظہرہ من فوق فلیس بطاف فیوکل کما یوکل ما فی لیس بالطافی تو اگر مچھلی کی پیٹھ اوپر کی طرف ہو تو وہ طافی نہیں اسکا کھانا حلال ہے جیسے اس مچھلی کا
کھانا حلال ہے جو اندر کی مچھلی کے پیٹ میں ہے ہم جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ میں ہو تو اسکی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان
کے سبب سے کذا فی شرح الوہبانیہ اور منح الغفار میں ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو وہ دونوں کا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ دونوں کی موت
آفت سے ہوئی وما مات بحر الماء او بردہ او بربطہ فیہا او القاہ ربقی فمونہ باقۃ وہبانیہ اور جو مچھلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی میں باندھنے
کے سبب سے جال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنی کوئی دوا پانی میں ڈالی اور مچھلی اسکو کھا کر مرگئی تو اسکی موت آفت کے سبب سے ہوئی
یعنے تو حلال ہوگی کذا فی الوہبانیہ ہم اگر مچھلی کو پرندۂ دریائی نے قتل کیا یا مچھلی مرگئی پانی کے گڑھے میں یا ایک شخص نے مچھلی کو ایسی جگہ میں کہ اس سے
نکل نہیں سکتی اور وہ شخص اسکو پکڑ سکتا ہے بے جال نہیں وہ مرگئی یا جال میں مچھلی مرگئی اور وہ اس حال میں تھی کہ جال سے نکل نہ سکتی تھی یا مچھلی کو پانی میں بستہ کیا
سو وہ برف میں باقی رہ گئی اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ ماکول ہے ایک روایت میں کیونکہ اس کی موت کا سبب پایا گیا
اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ حلال نہیں اسواسطے کہ پانی مچھلی کو مارتا نہیں ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی میں ہے کذا فی الدرر والا الجریث مرکب اسود والماہی سماک
فی صورۃ الحیۃ وافردہا بالذکر للخفاء وخلاف محمد اور حلال نہیں دریائی جانور مگر جریث اور مارماہی حلال ہے جریث سیاہ مچھلی ہے اور مارماہی سانپ کی صورت پر
مچھلی ہے مصنف نے دونوں مچھلیوں کو جدا اسواسطے ذکر کیا کہ انکے مچھلی ہونے میں پوشیدگی تھی اور محمد کے خلاف کی جہت سے علیحدہ بیان کیا ہم
عینی نے کہا جریث بکسر جیم وتشدید را مکسورہ ایک قسم ہے مچھلی کی مدور یعنی گول ہوتی ہے جیسے ڈھال انتہی اور یہ جو محمد سے مشہور ہے منقول ہے کہ سب
مچھلیاں حلال ہیں سوائے جریث اور مارماہی کے سو ضعیف قول ہے غایۃ البیان میں ہے کہ بعض روافض اور اہل کتاب جریث کے کھانے کو مکروہ جانتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ ایک دیوث تھا وہ لوگوں کو اپنی جورو کے پاس بلالاتا تھا سو مسخ ہو کر جریث ہو گیا سو باطل قول ہے کہ جو مسخ ہوا وہ تین دن سے زیادہ نہیں رہا اسکی
نسل باقی نہیں رہی کذا فی الطحطاوی والدرر مارماہی کو اہل ہند بام کہتے ہیں اور جریث کو بعض اہل ہند سنگی بولتے ہیں مچھلی الجراد والمیتات اقتصر بجنا
السمک اور حلال ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو بخلاف مچھلی کے کہ وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے حلال نہیں وانواع السمک بلا ذکاۃ لحدیث
احلت لنا میتتان السمک والجراد ودمان الکبد والطحال بکسر الطاء اور سب اقسام مچھلی کے حلال ہیں بدون ذبح کرنے کے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال
ہوئے ہمارے واسطے دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور حلال ہوئے دو خون کلیجہ اور تلی شارح نے کہا طحال بکسر اول ہے وحل غراب الزرع الذی
یاکل الحب اور کھیت کا کوا حلال ہے جو دانہ کھاتا ہے ہم یعنے نجاست خور نہیں ہے شہر میں نہیں آتا ہے صغیر الجثہ ہوتا ہے مثل فاختہ کے واللہ اعلم والارنب والابقع
ہو غراب یجمع بین اکل جیف وحب والاصح حلہ اور حلال ہے خرگوش اور عقعق عقعق وہ کوا ہے کہ مردار اور دانہ دونوں کھاتا ہے اور اسکا حلال ہونا صحیح قول ہے
ہم عقعق بر وزن قنفذ پرندہ ابلق سیاہ اور سفید ہوتا ہے اور اس کی آواز میں عین اور قاف معلوم ہوتا ہے کذا فی القاموس یعنے لوگ اسکو مہوکا کہتے ہیں
طحطاوی نے حاشیہ ور کی سے نقل کیا کہ عقعق بر وزن جعفر پرندہ ہے کبوتر کے مانند لمبی دم والا اسمیں سپیدی اور سیاہی ہے اور وہ اقسام غراب سے ہے
بد شگونی اس سے لیتے ہیں انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے عقعق کو پوچھا تو فرمایا کہ لاباس یعنی اسکے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں

تو بھی یہ نہ کہا وہ نجاست کیا تاہم تو امام نے فرمایا کہ وہ نجاست کو ملاتا ہے دوسری چیز سے پھر کھاتا ہے تو امام کے نزدیک قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جو نجاست کو دوسری
چیز سے ملا کر کھاوے جیسا چنانچہ مرغی تو اسکا مضائقہ نہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ عقعق مکروہ ہے جیسے مرغی مخلاۃ مکروہ ہے کذا فی فتاوی قاضی خان معہا ای مع
(چھوٹی ہوئی ۱۲)
الذکاۃ طیبۃ کالکوا والغراب کوش اور عقعق حلال ہیں ذبح کرنے کے ساتھ ہم اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان حیوانات کو ذکر کیجیے جنکی حلت اور حرمت کتب
معتبرہ میں مذکور ہے فتاوی قاضی خان میں مذکور ہے کہ انعام ماکول بالکل چنانچہ اونٹ اور اونٹنی اور گائے بیل اور بھیڑ اور بکری اور دنبہ حلال ہیں اور اسی طرح
(پلا کر چھایا ہے ۱۲)
اسی طرح انعام جو درندہ نہیں ہیں چنانچہ ہرن اور خرگوش اور گورخر اور نیل گاو اور وہ طیور جو چنگل سے شکار نہیں کرتے چنانچہ مرغی مرغا اور کبوتر اور بطا اور غراب
الزرع جو تنکا دانہ کھاتا ہے اور ابابیل اور قمری اور سودانی اور زرزور اور عصافیر یعنی جمیع اقسام گنجشک کی اور فاختہ اور ٹڈی وہ حلال ہیں اور حرام ہیں نیشدار
درندے چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور بجو اور کتا اور بلی جنگلی ہو یا پالو اور سنجاب اور سمور اور ریچھ اور بندر اور موش دشتی اور گوہ اور
نیولا اور گیدڑ اور ہاتھی اور سیہ اور سانپ اور مینڈک اور جس جانور میں کہ خون نہیں چنانچہ زنبور یعنی بھڑ اور مچھر اور مکھی اور پسو اور جوں اور ... اور
پرندہ جو شکار کرتا ہے چنانچہ صقر یعنی جرہ اور باز اور گدھ اور عقاب اور باشہ اور شاہین اور لقلق اور چیل اور جو مردار خور پرندہ ہے چنانچہ غراب البقع یعنی
ابلق کوا یہ سب حرام ہیں انتہی ما فی الخانیۃ فائدہ جو جانور خشکی میں رہتے ہیں تین قسم ہیں ایک وہ جنمیں خون نہیں دوسری قسم وہ جنمیں خون ہے مگر خون
روان نہیں اور تیسری قسم وہ جنمیں خون سائل اور روان ہے سو جنمیں خون نہیں چنانچہ ٹڈی اور بھڑ اور مکھی اور مکڑی اور گبریلا اور بچھو اور مانند اسکے تو انکا
کھانا حلال نہیں سوائے ٹڈی کے اور اسیطرح جنمیں خون سائل نہیں چنانچہ سانپ اور چھپکلی جسکو کلکلی بھی کہتے ہیں اور سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات اور
ہوام الارض چنانچہ چوہا اور سیہی اور گرگٹ اور یربوع یعنی موش دشتی یا گلہری اور نیولا اور مانند انکے اور انکی حرمت میں اختلاف نہیں مگر گوہ امام شافعی کے نزدیک
حلال ہے اور جنمیں خون سائل ہے وہ دو قسم ہیں مانوس اور وحشی سو مانوس بہائم سے چنانچہ اونٹ اور گائے بیل اور غنم بالاجماع حلال ہیں اور وحشی چنانچہ ہرن اور نیل گاو اور
گورخر اور جنگلی اونٹ سو باجماع مسلمین حلال ہیں اور درندے مانوس چنانچہ کتا اور چیتا اور پالو بلی سو حلال نہیں اور اسیطرح وحشی درندے جنکو سباع الوحش کہتے ہیں
چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور بجو اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور جنگلی بلی اور سنجاب اور سمور اور دلق اور ریچھ اور بندر اور مانند انکے اور سباع طیر چنانچہ باز اور باشہ اور جرہ اور
شاہین اور چیل اور بیا ... اور گدھ اور عقاب اور جو انکے مانند ہو یہ سب حرام ہیں کذا فی الطحطاوی عن الدمیری الشافعی صاحب حیوۃ الحیوان و ذبح ما لا یؤکل یطہر لحمہ
وشحمہ وجلدہ تقدم فی الطہارۃ ترجیح خلافہ اور جو جانور ماکول اللحم نہیں اسکا ذبح کر ڈالنا اسکے گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دیتا ہے شارح نے کہا کتاب الطہارۃ میں
اسکے خلاف کی ترجیح مقدم مذکور ہو چکی ہم طہارۃ میں اسکی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہیں ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہے طہارۃ سے مطلب یہ ہے کہ اگر مائعات یعنی
رقیق چیزوں میں چمڑا یا چربی غیر ماکول اللحم مذبوح کی پڑ جاوے تو وہ چیز رقیق نجس نہیں ہو جاتی اسواسطے کہ ذبح ازالہ رطوبات نجسہ میں مانند دباغت کے ہے اور اس کے
ساتھ اس کی نماز باطل نہیں ہوتی اور کھانا کے سوا اسکی چربی سے فائدہ لینا درست ہے یا نہیں بعضوں نے کہا کہ جائز نہیں اور بعض نے کہا جائز ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی الا الآدمی والخنزیر
مگر سوائے آدمی اور سور کے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں مذکور ہو چکا ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیوتہ عند الذبح
بیمار بکری ذبح کی پھر اسنے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہے اور اگر حرکت نہ کی یا اسکا خون نہ نکلا تو وہ حلال نہیں اگر اسکی زندگی ذبح کے وقت معلوم
نہ ہوئی ہو ہم حرکت اور خروج خون نہیں ہوتا مگر زندہ سے کیونکہ مردہ جنبش نہیں کرتا اور اس سے خون نہیں بہتا شرح طحطاوی میں ہے کہ خون کا نکلنا زندگی پر دلالت
نہیں کرتا اگر اس صورت میں جبکہ زندہ کے مانند خون نکلے وان علم حیوتہ حلت مطلقا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم وہذا یاتی فی منخنقۃ ومتردیۃ ونطیحۃ والتی بقر الذئب
بطنہا فذکاۃ ہذہ الاشیاء تحلل وان کانت حیوتہا خفیفۃ وعلیہ الفتوی لقولہ تعالی الا ما ذکیتم من غیر فصل وسیجیٔ فی الصید اور اگر مذبوح کی حیات معلوم ہو گی تو وہ مطلقا
حلال ہے اگرچہ اسنے جنبش اور حرکت نہ کی ہو اور خون بھی نکلا ہو اور اسکا بیان آویگا اس جانور میں جسکا گلا دبایا گیا اور جو نیچے گر پڑا اور جسکو دوسرے جانور نے

سینگ سے مارا اور جسکا پیٹ پھٹ گیا پچھاڑ ڈالا تو ان چیزون کو ذبح کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پوشیدہ و غیر ظاہر ہو اور ابھی پیشتر یہی دلیل قول حق تعالی کے الا ما ذکیتم یعنی وہ جانور حلال ہے جسکو تمنے ذبح کیا اور حق تعالی نے اسمین کچھ تفصیل نہیں فرمائی حرکت یا خروج خون کی اور اسکا ذکر آگے آویگا کتاب الصید مین ذبح شاۃ لم تدر حیوتہا وقت الذبح ولم تتحرک ولم یخرج الدم ان فتحت فاہا لا تؤکل وان ضمت اکلت وان فتحت عینہا لا تؤکل وان ضمتہا اکلت وان مدت رجلہا لا تؤکل وان قبضتہا اکلت وان نام شعرہا لا تؤکل وان قام اکلت لان الحیوان یسترخی بالموت ففتح فم وعین ومد رجل ونوم شعر علامۃ الموت لانہا استرخاء وضمہا بالعکس علامۃ الحیوۃ لانہا حرکۃ تختص بالحی فیدل علی حیوتہ وہذا کلہ اذا لم تعلم الحیوۃ وان علمت حیوتہا وان قلت وقت الذبح اکلت مطلقا بکل حال یعنی بکری ذبح کی اور اسکا زندہ ہونا ذبح کے وقت معلوم نہوا اور اسنے جنبش نہ کی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اسنے منہ کھول دیا تو اسکا کھانا حلال نہیں ہے اور اگر اسنے منہ بند کر لیا تو کھانا حلال ہے اور اگر اسنے آنکھ کھول دی تو اسکا کھانا حلال نہیں ہے اگر اسنے آنکھ بند کر لی تو کھانا حلال ہے اور اگر اسنے پاؤن پھیلا دیا تو کھانا درست نہیں اور اگر کھینچ لیا تو درست ہے اور اگر اسکے بال سو گئے یعنی گر پڑے تو اسکا کھانا درست نہیں اور اگر بال کھڑے ہو گئے تو درست ہے اسواسطے کہ جانور موت سے ڈھیلا ہو جاتا ہے تو منہ اور آنکھ کا کھولنا اور پاؤن کا پھیلانا اور بال کا گر پڑنا علامت موت کی ہوئی کہ یہ افعال استرخا ہیں یعنی ڈھیلے ہو جانے سے ہوتے ہیں اور ان افعال کے مقابل منہ اور آنکھ کا بند کر لینا اور پاؤن کا کھینچنا اور بال کا کھڑا ہونا حرکات سے زندگی کے ساتھ مخصوص ہیں تو اسکی زندگی پر علامت ہوگی اور یہ سب علامات مذکورہ اس وقت ہیں جبکہ زندگی معلوم نہ ہو اور اگر اسکی زندگی معلوم ہو ذبح کے وقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اسکا کھانا مطلقا حلال ہے ہر حال مین خواہ علامات مذکورہ پائی جاویں یا نہ پائی جاویں کذا فی الزیلعی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت المظروفۃ صحیحۃ حلتا یعنی المظروفۃ والظرف لموت المظروفۃ بسبب حادث ایک مچھلی نکلی دوسری مچھلی کے پیٹ مین تو اگر مظروفہ یعنی وہ مچھلی جو پیٹ کے اندر ہے تندرست ہو تو دونون حلال ہین یعنی مظروفہ اور ظرف کیونکہ نکلی ہوئی مچھلی کی موت بسبب حادثہ کے ہے یعنی تنگی مکان کے سبب سے اور نگلنے والے کی موت ظاہر ہے والا تکن صحیحۃ حل الظرف لا المظروف کما لو خرجت من دبرہا لاستحالتہا عذرۃ جوہرۃ وقد غیر المصنف عبارۃ متنہ الی ما تری اور اگر پیٹ کی مچھلی تندرست نہ ہو سڑ گل گئی ہو تو ظرف حلال ہے نہ مظروف یعنی نگلنے والی حلال ہے نہ نگلی گئی چنانچہ اگر مظروفہ اسکی مقعد سے نکلی تو حلال نہیں ہے اسواسطے کہ تحلیل اور متغیر ہو کر گوہ ہو گئی کذا فی الجوہرۃ اور البتہ مصنف نے اپنے متن کی عبارت بدل ڈالی جو تو نے سنی ہم اشباہ کی عبارت یون تھی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت صحیحۃ حلا والا لا یعنی مچھلی کے اندر کی مچھلی ہے تو اگر مظروفہ صحیح اور سالم ہے تو دونون حلال ہین اور نہین تو حلال نہیں یہ عبارت اسکے موہم ہے کہ در صورت عدم تندرستی مظروفہ دونون حلال نہیں اور حالانکہ یہ مطلب نہیں بلکہ ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی تغییر عبارت سے یہ خلل دفع ہو گیا ولو وجد فیہا درۃ ملکہا حلالا ولو خاتما او دینارا مضروبا لا وہو لقطۃ اور اگر مچھلی کے اندر موتی پایا تو پانے والے کو اسکی ملک حلال ہے اور اگر اسکے اندر انگوٹھی یا سکہ دار اشرفی پائی تو پانے والا اسکا مالک نہیں اور وہ لقطہ ہے ہم اس مسئلہ مین تفصیل ہے جو ولوالجیہ مین یون مذکور ہے کہ موتی مچھلی کے پیٹ مین پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہے تو وہ پانیوالیکا ہے اور اگر مچھلی بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف مین نہین ہے تو وہ پانیوالے کا مملوک ہے اور وہ لقطہ ہوگا اسواسطے کہ ظاہرا صیاد کے ہاتھ سے اسکو پہونچا کذا فی الطحطاوی ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اہل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ تعالی ذبح کیا حاکم کے آنے کیواسطے یا حاکم کے مانند کسی اور شخص جلیل القدر کے آنے کے سبب سے ذبح کیا تو ذبیحہ حرام ہے اگرچہ ذابح نے اللہ تعالی کا نام لیا ہو ذبح کے وقت اسواسطے کہ اسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہم دستور عوام مین یون ہے کہ جب نیا حاکم قلعہ مین داخل ہوتا ہے تو اسکی تعظیم کیواسطے یا دیو بھوت کے بھوگ دینے کیواسطے تاکہ تکلیف نہ دے جانور ذبح کرتے ہین اور حاکم کو اسکا گوشت نہین کھلاتے ہین تو اسکو حرام قرار دینگے طحطاوی نے کہا فی بحثہ مذکور مردار ہے اگرچہ اللہ تعالی کا خالص نام اسپر لیا جاوے اور بہتر یہ ہے کہ تعظیم غیر خدا حرمت کی علت ٹھہرائی جاوے انتہی تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان مین جاہلون مین رواج ہے کہ منت مانکر سید احمد کبیر کی گاے اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہین وہ گاے اور بکرا مردار ہے اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہین اور یہ جو بعضے لوگ کہتے ہین کہ ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہو جاتا ہے گو نیت عوام کی خراب ہو

علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے صحیح ہے کہ اللہ تعالی کا خالص نام لیا جاوے اگرچہ ذبیحہ پر تعظیم غیر خدا وارد ہو جاتا ہے بصورت مذکور ہو چکا کہ اسواسطے [illegible]
اگر کسی نے کسی کی آمد کے واسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام ہے اسپر عیر خدا کے واسطے ذبح کرے لعنت کرے بعنی خدا لعنت کرے لغیر اللہ من ذبح لعن اللہ حدیث مرفوع [illegible]
اللہ تعالی اور اگر مہمان کیواسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام نہیں ہوتا اسواسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کے واسطے سنت ہے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی اور تکریم مہمان کی
اللہ تعالی کی تکریم ہے فرم شیخ الفقہاء میں ہے کہ جو یہ گمان کرتا ہے کہ مہمان کیواسطے ذبح کرنا حلال نہیں اسواسطے کہ یہ ذبح تکریم ابن آدم کے واسطے ہے تو گویا بصورت ہوا
غیر خدا کیواسطے تو اس شخص نے قرآن اور حدیث اور عقل کے مخالف کہا اسواسطے کہ اسمیں شک نہیں کہ قصاب نفعت کیواسطے ذبح کرتا ہے اور اگر وہ ٹوٹا جانے تو ذبح
نہ کرے تو اس جاہل پر لازم ہے کہ قصاب کے ذبیحہ کو نہ کھاوے اور نہ اسکو کہا ہے جو ولیمہ اور عرس یعنی شادی اور عقیقہ میں ذبح ہو والفارق انہ ان قدمہا لیاکل
منہا کان الذبح للہ والمنفعۃ للضیف اولاولیمۃ او للربح وان لم یقدمہا لیاکل منہا بل یدفعہا لغیرہ کان لتعظیم غیر اللہ فتحرم اور وجہ فرق درمیان حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے
اور حلت ذبیحہ مہمان وغیرہ کی یہ ہے کہ اگر ذبیحہ اسواسطے پیش کیا تاکہ اسمیں سے آپ یا مہمان کھاوے تو ذبح اللہ تعالی کے واسطے ہوا اور گوشت کی منفعت مہمان
واسطے یا ولیمہ کے واسطے یا تجارت کے فائدہ حاصل کرنے کے واسطے ہوئی اور اگر کھانے کے واسطے ذبیحہ پیش نہ کیا بلکہ غیر کو دیا تو یہ غیر خدا کی تعظیم ہوئی تو ذبیحہ
حرام ہوگا اور حموی شارح اشباہ نے کہا کہ اس مسئلہ میں حاصل کلام یہ ہے کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنے والے کے آنے سے پہلے ضیافت کیواسطے یا اسکے آنے کے بعد
تصور ہو یہ بیان اسکی ضیافت کیواسطے ہو تو اسکے جائز ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اگر اسکے وقت ہو تو اگر ضیافت کا قصد ہو تو اسیطرح درست ہے بلاشبہ اور اگر محض تعظیم ہو
تو حرام ہو جائیگی مترجم کہتا ہے کہ شارح کا فرق مذکور بیان کیا اسمیں کچھ معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ فرق ظاہر نہیں اسلئے کہ کہا ہے کہ تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور قاصد خود اسکو کھاتا ہے اور
اسکے جاہل ہی تو بہتر یہ ہے کہ مناط حکم کا تعظیم اور عدم تعظیم کے قصد پر ہو کذا فی الطحطاوی یعنی اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہے تو حرام ہے والا حلال ہے اور بلکفیر ذابح کا [illegible]
اور ذبیحہ اور کیا ذابح لغیر اللہ کافر ہو جائیگا دو قول ہیں یعنی بعضوں کے نزدیک کافر ہے اور بعضوں کے نزدیک کافر نہیں گنہگار ہے کذا فی البزازیہ و شرح الوہبانیہ قلت وفی صید المنیۃ
انہ یکرہ والا قرب الی الاحسن بالعلم انہ یتقرب الی الآدمی بہذا النحر ونحوہ فی شرح الوہبانیہ عن الذخیرۃ وعلہ فقال ۵ و فاعلہ جمہورہم قال کافر + و فضلی قال لیس بکفر [illegible]
اور ماتریدی وغیرہ کی کتاب الصید میں یہ ہے کہ غیر خدا کے واسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہیں ہے اسواسطے کہ ہم مسلمان کے ساتھ یہ گمان بد نہیں کرتے ہیں کہ وہ اس
ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہے اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ میں ہے اور شارح وہبانیہ نے اس مضمون کو نظم کرکے یوں کہا ہے اور اس ذبح کا کرنے والا اکثر علما
کے نزدیک کافر ہے اور امام فضلی اور اسمعیل اسکو کافر نہیں کہتے ہیں ہم ہر چند بتکفیر اختلافی میں عدم تکفیر راجح ہے لیکن امر مختلف فیہ کو اشد الکبائر جاننا اور اس سے بچنا اور بچانا
چاہیئے واللہ الموفق والمعین الصواب یعنی الجزء المنفصل من الحی حقیقۃ وحکما لانہ مطلق فینصرف للکامل کما حققہ فی تنویر البصائر قلت لکن ظاہر المتن التعمیم بدلیل الاستثناء
وما لم یکن کالاذن المقطوعۃ والسن الساقطۃ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اشباہ من الطہارۃ وہو المختار کما فی تنویر البصائر عضو یعنی جو چیز کہ جدا ہو گیا حیوان حی
یعنی زندہ سے وہ مردار کے مانند ہے چنانچہ کٹا کان اور گرا دانت مگر دانت والے کے حق میں دانت طاہر ہے اگرچہ دانتوں میں کثرت ہو چنانچہ اشباہ میں ہے
کتاب الطہارۃ سے اور طہارۃ کا قول یہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر میں ہے شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقۃ اور حکما زندہ ہو اسواسطے
کہ حی کا لفظ مطلق ہے تو حی کامل مراد ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور زلال الابرار میں مذکور ہے میں کہتا ہوں لیکن ظاہر متن تعمیم پر دلالت
کرتا ہے استثنا کی دلیل سے سو اسکو تامل کرو ہم اگر زندہ حقیقۃ یعنی صورۃ اور حکما مراد لیجیے تو جز کہ منفصل ہوا اندلاع سے قبل اسکی موت کے تو وہ منفصل ہوا زندہ ہونے
سے نہ زندہ حکما سے تو سوقت میں استثنا آیندہ کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ شیخ صالح محشی اشباہ نے کہا ہے تعمیم سے مراد یہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقۃ اور حکما ہو خواہ فقط حقیقۃ
یعنی صورۃ زندہ ہو تو صورت تعمیم کے استثنا کی البتہ حاجت ہوگی تو یہاں گفتگو اسمیں ہے کہ حی سے یہاں فرد کامل مراد ہے یا عام مراد ہے اگرچہ حکم مختلف نہیں ہے
دونوں صورتوں میں اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہے جو ہڈی اور گوشت سے جدا ہو گیا اگرچہ کھال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہے وہ اکول ہے

اور کلام ہر مچھلی اور ٹڈی کے غیر مین ہو اسواسطے کہ مچھلی اور ٹڈی مردہ بھی حلال ہر کذا فی الطحطاوی الا من مذبوح قبل موتہ فیحل اکلہ لو من الحیوان الماکول لان
الباقی من الحیٰوۃ غیر معتبر اصلا بزازیہ قولہ لکن یکرہ کما مر مگر جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہوا اسکی موت سے پہلے تو اسکا کھانا حلال ہر اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو
اسواسطے کہ جسقدر زندگی حیوان مذبوح مین باقی ہر وہ اصلا معتبر نہین کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے مکروہ
ہر چنانچہ اسی کتاب مین مذکور ہو چکا وحررنا فی الطہارۃ قول الوہبانیۃ اور یہی قول آئیندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہر کتاب الطہارۃ مین قبل تیمم کے ہم کتاب الطہارۃ مین
شارح نے بیان کیا ہر کہ غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہر کہ وہ بچھڑا حلال ہر جو بکری سے پیدا ہوا اپنی ماں کے اعتبار سے وقد حللاّ
البغال امہا من الخیل قطعا والکراہۃ تذکر اور البتہ صاحبین نے حلال کہا ہر قطعا خچرون کا گوشت حالانکہ ان کی ماں گھوڑی ہر اور کراہت بھی ذکر کی جاتی ہر یعنی جس خچر کی ماں
گھوڑی ہر وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہر مگر کراہت بھی مذکور ہر و ان ینز کلب نوق عنز فجاء بنتاج لہ راس کالکلب فیحتذر اور اگر کتے نے بکری پر
جفتی کی تو اسکے بچہ پیدا ہوا جسکا سر کتے کی مانند ہر تو اسکو دیکھنا چاہیے فان اکلت لحما فکلب و الا ان اکلت نبتا فالراس یحذر اسواگر اُسنے
گوشت کھایا تو وہ بالکل کتا ہر اور اگر اُسنے گھاس کھائی تو یہ سر کاٹا جاے یعنی اسکا کھانا نچاہیے وان اکلا یلقی الیہ فان اکلت لذا و ذا فاضربہا والصیاح
یخبر اور سواے سر کے باقی گوشت کھایا جاے اور اگر گوشت اور گھاس دونون کھاے تو اسکو مارنا اور اسکا چلانا خبر دے گا یعنی اگر بارنے سے کتے کی مانند
بھونکے تو نہ کھانا چاہیے اور اگر بکری کے مانند چلاے تو حلال کرنے کے بعد سر پھینکا جاے اور باقی کھایا جاے کذا فی الطحطاوی و ان کلت فاذبح فان
کرشہا بدا فغنم والا لہ فکلب فطہر اور اگر مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری دونون کی طرح چلاے تو اسکو ذبح کر تو اگر اسکی اوجھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہر لیکن
سر اسکا دور کیا جاے اور اگر اوجھڑی نہ نکلے تو وہ کتا ہر دفن کیا جاے یعنی اسکا کھانا نچاہیے وہی معا یا تھا اور وہبانیہ کی چیستان مین یہ ہر کہ وای مشاہ د و
ذبح یحلہا و من ذی الذی ضحی و لادم یہمر اور کون بکری ہر جسکو بدون ذبح کے شارع حلال رکھتا ہر اور کون ہر وہ شخص جو اپنے گھر مین رہا یہان تک کہ قربانی کی
داخل ہوا اور اُسنے خون نہین جاری کیا مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاۃ کے آخر مین مذکور ہو چکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ مین مذکور ہو گیا محل
سوال لفظ ضحی کا قول ظاہر اسکا مطلب یہ مفہوم ہوتا ہر کہ کون شخص ہر جسنے قربانی کی اور حالانکہ خون نہین بہایا قربانی کرنے اور عدم خونریزی مین منافات
ظاہر ہر تو ناظم کا مطلب وہ ہر جو ترجمہ مین مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ آٹھ چیزین ہین مراد ہے جنسے انتفاع درست ہر سینگ اور کھر اور عصب اور صوف
اور وبر یعنی رونئین اور بال اور پر اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی عن زواہر الجواہر واللّٰہ اعلم استغفر اللّٰہ العلیم

کتاب الاضحیۃ

یہ کتاب ہر اضحیہ یعنی قربانی کے مسائل مین من ذکر الخاص بعد العام کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیہ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہر عام کے بعد یعنی ذبیحہ
عام ہر اور قربانی خاص ہر ہی لغۃ اسم لما یذبح ایام الاضحی من تسمیۃ الشی باسم وقتہ اضحیہ لغت مین اس حیوان کا نام ہر جو ایام اضحی مین ذبح کیا جاے من قبیل
نام رکھنے شی کے اس کے وقت کے نام کے ساتھ جو حیوان مذبوح ہو ایام نحر مین اسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہین کہ وقت ضحی یعنی دن چڑھے اسکو ذبح کرتے
ہین کذا فی الدرر تو اسکا نام ماخوذ ہوا اسکے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا زیلعی مین ہر تقربات مالیہ دو قسم ہین ایک قسم تملیک ہر چنانچہ صدقہ
اور دوسری قسم اتلاف ہر چنانچہ اعتاق اور اضحیہ مین دونون معنی مجتمع ہوے کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہر پھر گوشت مین تصدق کرنے سے تملیک اور
اباحت ہر اثنے واقعات مین ہر کہ قربانی کا خریدنا کہ زیادہ درم سے بہتر ہر ہزار درم کی خیرات سے اسواسطے کہ جو قربت خونریزی سے حاصل ہوتی ہر
وہ صدقات سے نہین ہوتی وشرعا ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع مین اضحیہ عبارت ہر حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے
عبادت کی نیت سے مخصوص وقت مین ہم حیوان مخصوص یعنی گاے بیل بھیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام نحر د شرائطہا الاسلام والاقامۃ والیسار

کتاب الاضحیۃ

الذی تعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر کا ہے اور شرط ادا قربانی کی ہے اسلام اور مقیم ہونا اور اسقدر تونگری اور مالداری جس قدر سے وجوب صدقۂ فطر متعلق ہے چنانچہ آخر کتاب الزکاۃ میں مذکور ہو چکا ہم ہے اسلام اور اقامت ایام نحر کی آخر وقت کی ہے پس ہے تو اگر اول نحر میں کافر تھا اور آخر میں مسلمان ہو گیا یا اول میں مسافر تھا اور آخر میں مقیم ہو گیا تو اسپر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری میں ہے ظاہر الروایۃ میں تونگر اور مالدار وہ ہے جسکے پاس ۲۰۰ درہم یعنی ۵۲ روپیہ یا سات تولہ سونا ہو مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اسقدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گھر یا باغ یا چار پائے جانور یا غلام یا گھوڑے یا تجارت کا اسباب وغیرہ ہو ۵۲ روپیہ کا تو اسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر قران شریف ہو اسقدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن پڑھتا ہو یعنی پڑھ سکتا ہو تو اسپر قربانی نہیں خواہ بالفعل اسمیں پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر قادر نہ ہو قراءت پر تو قربانی واجب ہے اور کتابوں سے آدمی غنی نہیں ٹھہرتا مگر اس وقت جب ایک کتاب کے دو نسخے ہوں اور احادیث اور تفسیر کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہوں اور کتب طب اور نجوم اور ادب سے غنی ہوتا ہے جب ان کی قیمت بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحطاوی مترجم لا الذکورۃ فتجب علی الانثی خانیۃ اور مرد ہونا قربانی کی شرط نہیں تو قربانی واجب ہے عورت پر کذا فی الخانیۃ وسببہا الوقت وہو ایام النحر وقیل الراس وقدمہ فی التتارخانیۃ اور قربانی کا سبب وقت ہے اور وقت سے نحر کے دن مراد ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ قربانی کا سبب آغاز ایام نحر ہے نہ تمام وقت اور تتارخانیہ میں اسی قول کو ترجیح دی ہے ورکنہا ذبح ما یجوز ذبحہ من النعم لا غیر فیکرہ ذبح دجاجۃ ودیک لانہ تشبہ بالمجوس بزازیۃ اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہے اسکا جسکا ذبح کرنا جائز ہے چوپایوں سے نہ سوا اسکے تو مکروہ ہے ذبح کرنا مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اسواسطے کہ وہ تشبہ ہے مجوسیوں کے ساتھ کذا فی البزازیۃ وحکمہا الخروج عن عہدۃ الواجب فی الدنیا والوصول الی الثواب بفضل اللہ تعالی فی العقبی مع صحۃ النیۃ اذ لا ثواب بدونہا اور قربانی کا حکم یعنی اثر مترتب قربانی کا دنیا میں نکلجانا واجب کے عہدہ سے اور ثواب کا ملنا ہے اللہ کے فضل سے آخرت میں نیت صحیح ہونے کے ساتھ اسواسطے کہ ثواب نہیں ہوتا بدون صحیح ہونے نیت کے فتجب التضحیۃ ای اراقۃ الدم من النعم عملا لا اعتقادا تو واجب ہے قربانی کرنا یعنی چوپایوں کا خون بہانا یہ وجوب باعتبار عمل کے ہے نہ باعتبار اعتقاد کے ہم وجوب خونریزی پر دلیل یہ ہے کہ اگر زندہ اضحیہ کو تصدق کر دے تو واجب ادا نہ ہوگا اور ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ قربانی واجب ہے اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ سنت ہے اور طحطاوی سے روایت یہ ہے کہ فرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ واجب ہے چنانچہ مصفی اتنا میں ہے لیکن قربانی کا وجوب کفارہ نہیں اور صدقۂ فطر سے کمتر ہے سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو اور جو تم میں قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال اور ناخن روک رکھے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہے اور واجب ہونے کی یہ حدیث دلیل ہے کہ من وجد سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا یعنی جو کشایش پاوے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نہ جاوے اور اس طرح کی وعید نہیں ہوتی مگر ترک واجب میں اور حدیث اول میں ارادہ سے مراد سہو کی ضد ہے نہ تخییر تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہیں کرتا چنانچہ اس حدیث میں کہ من اراد ان یحج فلیستعجل یعنی جو حج کا ارادہ کرے وہ شتابی کرے پھر جب قربانی واجب عملی ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اسکا منکر کافر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بقدرۃ ممکنۃ قربانی کرنا واجب ہے قدرت ممکنہ سے ہم یعنی قادر کر دینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہے تمکین سے نہ امکان سے ہی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط بقاؤہا لبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ وہ ہے جو واجب ہو مجرد قادر ہونے کے فعل سے تو بقاء قدرت مشروط نہیں بقاء وجوب کے واسطے اسلیئے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہے یعنی اس میں معنی علت نہیں اور شرط کا مطلق وجود بلا اشتراط دوام کفایت کرتا ہے مشروط کے پائے جانے کے واسطے لا میسرۃ ہی ما یجب بعد التمکن بصفۃ الیسر فغیرتہ من العسر الی الیسر فیشترط بقاؤہا لانہا شرط فی معنی العلۃ کما مر فی الفطرۃ وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہیں اور قدرت میسرہ وہ ہے جو واجب ہو بعد قادر ہونے کے فعل سے آسانی کی صفت کے ساتھ تو قدرت میسرہ نے وجوب کو بدل دیا تنگی سے آسانی کی طرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہے اسواسطے کہ وہ شرط بمعنی علت کے ہے چنانچہ مذکور ہو گیا فطرہ کے بیان میں ہم جب شرط بمعنی علت ہوئی تو علت کا دوام شرط ہے دوام معلول کے واسطے بدلیل وجوب الصدقۃ بعینہا او بقیمتہا لو مضت ایام

قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سے نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہی وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہ تصدق کرنا یا اُسکی قیمت کا تصدق
کرنا واجب ہی اگر قربانی کے ایام گذر جاوین ہم تو قربانی ور فطرہ اور حج بعد واجب ہونیکے مال تلف ہو جانے سے ساقط نہ ہوگا کیونکہ اُنکا وجوب قدرت ممکنہ سے ہی
نہ میسرہ سے ہی برخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے اسواسطے کہ قدرت میسرہ کا بقا شرط ہی نہ قدرت ممکنہ کا علی حر مسلم مقیم بمصر او قریۃ او بادیۃ عینی فلا تجب علی حاج مسافر
فاما اہل مکۃ فیلزمہم وان حجوا وقیل لا تلزم المحرم سراج قربانی کرنا واجب ہی آزاد مسلمان پر جو مقیم ہو شہر یا گانون یا جنگل مین کذا فی العینی تو قربانی
واجب نہین حاجی مسافر پر اور مکہ والون پر تو قربانی لازم ہی اگرچہ وہ حج کرتے ہون اور بعضون نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہین اگرچہ وہ اہل مکہ سے ہو
کذا فی السراج طحطاوی نے کہا سراج کے مانند شرح طحاوی مین ہی موسر بیسار الفطرۃ عن نفسہ لا عن طفلہ علی الظاہر بخلاف الفطرۃ اُس متمول پر واسطے
جسکو فطرہ کا ساقط ہو قربانی واجب ہی اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے برخلاف فطرہ کہ اپنی ذات اور اپنے طفل کی طرف سے واجب
ہی ہم اور ظاہر الروایۃ پر فتوی ہی اور حسن کی روایت امام سے یہ ہی کہ واجب ہی قربانی اپنے اُس ولد صغیر اور اپنے اُس پوتے کی طرف سے جسکا باپ نہین اور عمالیک کی
طرف سے مستحب ہی کذا فی الطحطاوی شاۃ بالرفع بدل من ضمیر تجب او فاعلہ اقمیھ بدنۃ ہی الابل والبقر سمیت بہ لضخامتہا اور جو جانور قربانی کیا جاسے وہ دنبہ یا بھیڑ
بکری ہی یا ساتوان حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہی شتر اور گاو سے شتر اور گاو کو بدنہ نام رکھا اُنکی ضخامت یعنی تنداری اور بڑاپے کے سبب سے شارح نے کہا
شاۃ بالرفع بدل ہی تجب کی ضمیر سے یا اُسکا فاعل ہی ہم فاعل تجب کا تو نصب صحیح ہی تو شاۃ نہ اس سے بدل پڑسکتا ہی نہ اُسکا فاعل ہو سکتا ہی بلکہ وہ خبر ہی مبتدا محذوف
کی تقدیر اُسکی یون ہی و الضحی بہ شاۃ کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے شارح کے موافق ترجمہ کیا الحاصل بھیڑ بکری ایک شخص کی طرف سے قربانی ہوتی ہی اور شتر اور گاو
سات شخصون کی طرف سے اور قیاس یہ تھا کہ اونٹ اور گاے ایک ہی کی طرف سے قربانی ہوتی اسواسطے کہ خونریزی قربت واحدہ ہی اور وہ متجزی نہین مگر یہ قیاس
متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گاو قربانی کیا سات کی طرف سے اور چونکہ بھیڑ بکری مین نص موجود نہ تھی تو وہ اصل
قیاس پر باقی رہی کذا فی الدرر ولو لاحدہم اقل من سبع لم یجز عن احد اور اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاو سے ساتوین حصہ سے کمتر ہو تو کسی کی طرف سے قربانی جائز نہوگی
ہم یعنے شتر اور گاو کی قربانی سات شخصون کی طرف سے جائز ہی بشرطیکہ کسیکا حصہ ساتوین حصہ سے کم نہو صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور گاے بالکل میراث
چھوڑ کر مر گیا پھر بیٹے اور زوجہ نے گاے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ مین قربانی جائز نہوگی بسبب فوت ہو جانے وصف قربت کے بعض مین اور بسبب عدم تجزی اس
فعل کے قربت ہونے مین کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھوان تھا اس گاے مین تو ساتوین سے کمتر ہوا لہذا کسیکی طرف سے قربانی ادا نہوئی اسواسطے کہ جب بعض قصد ہٹ
ٹھہرا تو کل بھی قربت نہ ہوا اور تجزی جائز ہی عما دون سبعۃ بالاولی اور شتر اور گاو کی قربانی کمتر سات سے بطریق اولی جائز ہو یعنی چھ یا پانچ شخصون کی طرف سے بطریق اولی
درست ہی بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتوان ہو یا زیادہ کذا فی الحلبی فجبر نصب علی الظرفیۃ یوم النحر الی آخر ایامہ وہی ثلثۃ افضلہا اولہا واجب ہی قربانی کرنا یوم النحر
کی فجر سے ایام نحر کے پچھلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہین یعنے دسوین اور گیارھوین اور بارھوین تاریخ ذیحجہ کی اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہی شارح
نے کہا فجر کا لفظ منصوب ہی بنا بر ظرفیت کے یعنی ظرفیت وجوب ہم اور ایام مذکورہ کی راتون مین قربانی جائز ہی لیکن مکروہ ہی بسبب خوف غلط کے تاریکی مین کذا فی
الحموی ویضحی عن ولدہ الصغیر من مالہ صححہ فی الہدایۃ وقیل لا صححہ فی الکافی قال ولیس للاب ان یفعلہ من مال طفلہ ورجحہ ابن الشحنۃ قلت وہو المعتمد لما فی متن
مواہب الرحمن من انہ اصح ما یفتی بہ وعللہ فی البرہان بانہ ان کان المقصود الاتلاف فالاب لا یملکہ فی مال ولدہ کالعتق او التصدق باللحم فمال الصبی لا یحتمل
صدقۃ التطوع وعزاہ للمبسوط فلیحفظ اور باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کی طرف سے صغیر کے مال سے صحیح کہا ہی اس قول کو ہدایہ مین اور بعضون نے کہا کہ
قربانی نہ کرے صغیر کے مال سے اس قول کو صحیح کہا ہی کافی مین صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہ کرنا اپنے طفل کے مال سے درست نہین اور ترجیح دی ہی اس قول کو ابن شحنہ
نے مین کہتا ہون اور یہی قول معتمد ہی اسواسطے کہ مواہب الرحمن کے متن مین یہ مذکور ہی کہ فتوی دینے مین یہی قول صحیح تر ہی اور برہان مین اُس کی وجہ یون بیان کی ہی کہ

اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہو تو باپ اسکا مالک نہین اسلیئے فرزند کے مال مین چنانچہ اسکے غلام کے آزاد کرنیکا مالک نہین اور اگر گوشت کا تصدق مقصود ہو تو صغیر کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہین رکھتا اور اس قول کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ثم فرع علی قول الاول بقولہ و اکل منہ الطفل و ادخر قدر حاجتہ و ما بقی یبدل بما ینتفع الصغیر بعینہ کثوب و خف لا بما یستہلک کخبز و نحوہ ابن کمال کذا الجد والوصی پھر مصنف نے قول اول پر تفریع کی ہے اس قول سے اور طفل کھاے اپنی قربانی سے اور گوشت اٹھا رکھا جاوے بقدر اسکی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے وہ بدل ڈالا جاوے اس چیز سے جسکے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ وہ اس چیز سے بدلنا چاہیئے جسکے استہلاک سے فائدہ حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اسکے کذا صرح بہ ابن کمال اور اسیطرح یعنی باپ کی مانند دادا اور وصی ہو وصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لاضحیۃ ای ان نوی وقت الشراء الاشتراک صح استحسانا والا لا استحسانا اور ایک شخص کے ساتھ صحیح ہے شریک ہوجانا چھ شخصون کا اس شتر اور گاو مین جو خرید کیا گیا قربانی کے واسطے یعنی اگر خرید کے وقت خرید کرنے والے نے شریک کرلینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روے استحسان کے اور اگر شرکت کی نیت نہین کی خرید کے وقت تو صحیح نہین از روے استحسان کے ماحصل صورت مسئلہ یہ ہے کہ قربانی خریدی اپنی ذات کیواسطے پھر اسمین شریک کرلیا تا لگی ہے مین ہے اگر قربانی کے ارادہ سے خرید کی پھر اسمین چھ شخصون کو شریک کرلیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتون کی طرف سے کفایت کریگی اور اگر خرید کے وقت شریک کرلینے کا ارادہ کرے تو مکروہ نہین اور اگر قبل از خرید اسکا ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی مین ہے کہ گاے خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چھ آدمی اسکے ساتھ شریک ہوگئے تو کفایت کرتا ہے از روے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہو اسلیئے کہ مہیا کردیا اسکو قربت کے واسطے تو بیع اس کی ہوا ممتنع ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ کبھی آدمی موٹی گاے پاتا ہے اور شریکون کو نہین پاتا ہے خرید کے وقت سو اسکو خرید کرلیتا ہے پھر شریکون کو طلب کرتا ہے اور اگر یہ جائز نہو تو لوگ حرج مین پڑین اور حرج شرعا مدفوع ہے انتہے اور سیاق کلام شارح اسکا مفید ہے کہ گاے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے بلا نیت شرکت خرید کی پھر اپنے شریک کو پایا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کریگا تو مخالف قیاس نہ ہوگا کما ذکرہ الوانی کذا فی الطحطاوی ملخصا وفی الدر الاشتراک قبل الشراء احب اور یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہے و یقسم اللحم وزنا لا جزافا اور مشترک قربانی کا گوشت قسمت کیا جاوے تول کر الا کل کرم فتاوی خلاصہ اور فیض مین ہے کہ تعلیق قسمت کی سب شریکون کے ارادہ پر ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ضم معہ من الاکارع او الجلد صرفا للجنس بخلاف جنسہ مگر جب کہ گوشت کے ساتھ پاے یا کھال ملائی جاوے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہین جنس کو خلاف جنس کیطرف پھیرنے کے سبب سے ہم یعنی ہر جانب مین کچھ گوشت ہو اور کچھ پاے یا ہر جانب مین کچھ گوشت ہو اور کچھ کھال یا ایک جانب مین گوشت اور پاے ہون اور دوسری جانب مین گوشت اور کھال ہو تو اب جائز ہو صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کی طرف کذا فی الدرر و اول وقتہا بعد الصلوۃ ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق صلوۃ عید ولو قبل الخطبۃ لکن بعدہا احب اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر شہر مین ذبح کیا ہو یعنی اس نماز عید کے بعد اول وقت ہے جو سب سے پہلے نماز ہوگئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہے ہم اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بدکار ٹھہریگا کذا فی الحلبی و بعد مضی وقتہا لو لم یصلوا لعذر و یجوز فی الغد و بعدہ قبل الصلوۃ لان الصلوۃ فی الغد تقع قضاء لا اداء زیلعی وغیرہ اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے وقت گذر جانے کے بعد ہے اگر لوگون نے عذر کے سبب سے نماز نہ پڑھی ہو اور گیارھوین اور بارھوین ذیحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہے اسواسطے کہ گیارھوین بارھوین کی نماز قضا واقع ہوگی نہ ادا کذا فی الزیلعی ہم عذر سے مراد غیر فتنہ ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا و بعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونیکے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گانون یا جنگل مین و آخرہ قبیل غروب یوم الثالث و جوزہ الشافعی فی الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنے بارھوین تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی نے تیرھوین تاریخ مین بھی قربانی جائز رکھی ہے ہم ایام نحر کے تین ہین اور ایام تشریق کے بھی تین ہین اور دونون ایام گذر جاتے ہین چار دن مین اول روز نحر ہے تشریق نہین اور پچھلا دن تشریق ہے نحر نہین اور دو دن درمیانی نحر اور تشریق ہین ایام نحر دسوین گیارھوین بارھوین اور ایام تشریق گیارھوین بارھوین

شہر میں ہو (والمعتبر مکان الاضحیۃ لا مکان من علیہ) اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اس شخص کا مکان جس پر قربانی واجب ہے تو اگر قربانی دیہات میں ہو اور قربانی
کرنے والا شہر میں ہو تو بعد طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنے والا دیہات میں ہو تو قربانی جائز نہیں مگر بعد نماز عید کے پڑھ لینے
سے فقط کہ اسمیں مکان فاعل معتبر ہے (وحیلۃ مصری اراد التعجیل ان یخرجہا لخارج المصر فیضحی بہا اذا طلع الفجر مجتبی) تو اس شہری کا حیلہ جو شتابی قربانی
کیا چاہتا ہو نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکال دے شہر سے باہر یعنی اس مکان میں جہاں مسافر کو قصر صلوۃ جائز ہے پھر وہاں فجر کے طلوع ہوتے
قربانی کرے کذا فی المجتبی (والمعتبر آخر وقتہا للفقیر وضدہ والولادۃ والموت فلو کان غنیا فی اول الایام فقیرا فی آخرہا لا تجب علیہ وان ولد فی الیوم الآخر تجب علیہ
وان مات فیہ لا تجب علیہ) اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کے واسطے تو وہ اگر غنی ہے اول ایام نحر میں اور فقیر ہو اسکے پچھلے
دن میں تو اس پر قربانی واجب نہیں اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب ہے اور اگر غنی مر گیا پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب نہیں
مر گیا تو اس کے مال میں قربانی واجب ہے بموجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا (تنبیہ) ان الامام لو صلی بغیر طہارۃ تعاد الصلوۃ دون الاضحیۃ لان من العلما من
قال لا یعید الصلوۃ الا الامام وحدہ فکان للاجتہاد فیہ مساغ زیلعی) بعد اس کے اور قربانی کے ناجائز ہو اگر امام نے نماز عید کی پڑھائی بدون طہارت کے تو فقط
نماز پھیری جائے نہ قربانی اسواسطے کہ علما میں سے بعض عالم وہ ہیں کہ کہتا ہے کہ نماز کا اعادہ نہ کرے مگر امام تنہا تو اسمیں اجتہاد مجتہدین کی گنجایش ٹھہری کذا
فی الزیلعی یعنی جب بات یوں ہے اعادہ واجب نہ ہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر ہوگا تو مقتدی جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہرا تاکہ قربانیاں فساد سے محفوظ
رہیں (وفی المجتبی انما تعاد قبل التفرق لا بعدہ) اور مجتبی میں ہے کہ نماز اعادہ نہ کیجائیگی مگر متفرق ہو جانے سے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیوں کے حکم ہے قید
ہے اطلاق متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق میں مشقت ہے (وفی البزازیۃ بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار) اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شہر
جسمیں فتنہ ہو یعنی وہاں کا کوئی حاکم نہیں ہے تو شہر والوں نے نماز پڑھی حاکم کے نہ ہونے کے سبب سے اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول
مختار میں ہم اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا اس حکم میں زیلعی چلپی نے کہا اور یہ معارض ہے اس قول کے جو پہلے منقول ہو چکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا
او عذر بعدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور یہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نہ ہوا (لکن فی الینابیع لو ضحوا بعد ترک من اول وقتہا لا یجوز الا بعد تزول الشمس
انتہی لکن ینابیع میں ہے اور اگر حاکم نے عمدا نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز
نہیں جب تک زوال شمس نہ ہو انتہی مافی الینابیع ہم قربانی قبل زوال اسواسطے جائز نہیں کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا
اس استدراک کی کوئی وجہ نہیں اسواسطے کہ قبل اس کے نماز ترک ہوئی تھی عذر کے سبب اور یہ بلا عذر ترک ہوئی (وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول و
یجوز فی بقیتہ الایام قلت وقدمنا انہ المختار زیلعی وغیرہ وبہ جزم فی المواہب) قہستانی اور بعضوں نے کہا کہ قربانی جائز نہیں قبل زوال کے اول دن میں اور جائز ہے
باقی دنوں میں کہتا ہوں اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہی قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن میں تو خبردار رہنا (ولو شہدوا انہ یوم
العید عند الامام فصلوا ثم ضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجزاتہم الصلوۃ والتضحیۃ لانہ لا یمکن التحرز عن مثل ہذا الخطا فیحکم بالجواز صیانۃ لجمیع المسلمین) چنانچہ اگر گواہی دی
گواہوں نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگوں نے نماز عید کی پڑھی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تھا تو انکو نماز اور قربانی کفایت
کرتی ہے اسواسطے کہ ایسی خطا سے بچنا ممکن نہیں تو جواز صلوۃ اور قربانی کا حکم کیا جائیگا جمیع مسلمین کے بچاؤ کیواسطے یعنی تاکہ نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے
(وکرہ تنزیہا الذبح لیلا لاحتمال الغلط) اور مکروہ تنزیہی ہے ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہو جانیکے احتمال سے (ولو ترکت التضحیۃ ومضت ایامہا تصدق بہا حیۃ ناذر
فاعل تصدق لمعینۃ ولو فقیرا) اور اگر نذر کرے اسلئے کہ قربانی کرنا فقط اور قربانی کے دن گذر گئے تو معین جانور کا نذر کرنیوالا اسکو زندہ خیرات کرے اگرچہ نذر کرنیوالا
فقیر ہو شارح نے کہا ناذر فاعل ہے تصدق کا (لمعینۃ) یعنی جسکے کان میں بکری یا گائے یا اونٹ ہو اور وہ یوں نذر کرے کہ خدا کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ ذبح کروں اس کی قربانی

کرونگا کذا فی الدرر و لو ذبحہا تصدق بلحمہا اور اگر نذر والی قربانی کو ذبح کیا تو اسکا گوشت خیرات کر دے و لو نقصہا تصدق بقیمۃ النقصان ایضا اور اگر
اسکو ناقص کر دیا بسبب عیب دار کر دینے کے تو اسکے نقصان کی قیمت بھی خیرات کر دے و لا یاکل الناذر منہا فان اکل تصدق بقیمۃ ما اکل اور نذر کرنیوالا
نذر کی قربانی سے نہ کھاوے اور اگر کھاوے تو جسقدر گوشت کھایا اسکی قیمت خیرات کرے و فقیر شراہا لہا لوجوبہا علیہ بذلک حتی یمتنع علیہ بیعہا اور محتاج نے جانور
خریدا کیا قربانی کرنیکے واسطے اور قربانی کے دن گذر گئے تو اسکو زندہ تصدق کر دے بسبب واجب ہو جانے قربانی کے محتاج پر بسبب خرید کرنے کے تو اسپر ممنوع
ہوگا اسکا بیچنا شارح نے کہا فقیر کا لفظ اعلاء ہو نا ذر پر حکم ہی ہر چند محتاج پر قربانی واجب نہیں لیکن جبکہ قربانی کی نیت سے خرید کریگا تو اسپر واجب ہو جاویگی ہمارے
نزدیک کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر قربانی خریدی پھر اسکی بیع کی تو اسکی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ قربانی کی نیت سے خرید کی دوسری صورت یہ کہ بدون
نیت کے خرید کی تیسری یہ کہ بلا نیت خرید کی پھر اسکا قربانی کرنا زبان سے واجب کر لیا اسطرح کہ خدا کے واسطے مجھپر لازم ہے اسکا قربانی کرنا اسی سال میں تو پہلی صورت میں
قربانی نہ ہو جاویگی جبتک زبان سے اسکو واجب نہ کریگا ظاہر الروایۃ میں اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹھہر جاویگی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ میں یہ کہ نوادر میں اور
حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ وہ قربانی نہ ہوگی تو اگر اسکو بیع کر ڈالے تو جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت میں بالاتفاق قربانی ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی
و تصدق بقیمتہا غنی شراہا اولا لتعلقہا بذمتہ بشرائہا اولا فالمراد بالقیمۃ قیمۃ شاۃ تجزی فیہا اور بعد گذر جانے ایام نحر کے اسکی قیمت کو مالدار تصدق کرے خواہ اسنے
قربانی خرید کی ہو یا نہ خرید کی ہو بسبب متعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نکرے تو قیمت سے مراد اس بھیڑ بکری کی قیمت ہے جو قربانی کرنے میں کافی ہو ہم دیکھو
عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہے اور جبکہ خرید کی تو وہ مختار ہے چاہے اسکی قیمت تصدق کرے چاہے اسکو زندہ خیرات کرے تا اسکے عہدہ سے خارج ہو جیسے
جمعہ کی قضا فوت ہو جانے کے بعد ظہر ہے اور صوم کی قضا عاجز ہونے کے بعد فدیہ ہے و صح الجذع ذو ستۃ اشہر من الضان ان کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن
التمییز من بعید اور قربانی کے واسطے صحیح ہے جذع یعنی چھ مہینے کا بچہ دنبہ کا بشرطیکہ ایسا قد آور ہو کہ اگر سال بھر کی بھیڑ بکریوں میں ملا یا جاوے تو اس کی
تمیز دور سے ممکن نہو ضان سے مراد وہ ہے جسکے الیہ ہو یعنی چکتی کذا فی صدر الشریعۃ والدرر و الشیخ طحطاوی نے کہا دلیل جواز یہ حدیث ہے جسکو احمد اور ابن
ماجہ نے روایت کیا ہے کہ یجوز الجذع من الضان اضحیۃ یعنی جائز ہے چھ مہینے کا بچہ دنبہ سے قربانی کیواسطے اتقانی نے کہا اور اگر صغیر الجثہ ہو تو جائز نہیں
جب تک کہ ایک سال پورا نہ ہوا اور دوسرا سال شروع نہ ہوا ہو و صح الثنی فصاعدا من الثلثۃ اور ثنی اور اس سے زیادہ صحیح ہے تینوں قسموں سے یعنی غنم اور بقر اور
ابل سے و الثنی ہو ابن خمس من الابل و حولین من البقر و الجاموس و حول من الشاۃ و المعز اور ثنی اونٹ سے پانچ سال کا ہوتا ہے اور گائے بیل و بھینس سے دو
سال کا ہوتا ہے اور بھیڑ بکری سے سال بھر کا ہوتا ہے و ہم تقدیر سنان مذکور مانع نقصان ہے نہ مانع زیادت تو اگر اسسے کم عمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہوگا اور اگر اسسے زیادہ عمر کا ذبح ہو
تو جائز ہے بلکہ افضل ہے کذا فی العالمگیریۃ و المتولد بین الاہلی و الوحشی یتبع الام قال المصنف اور جو جانور پیدا ہوا اہلی اور وحشی سے وہ اپنی ماں کا تابع ہے ایسا کہا ہے
مصنف نے ہم یعنی اگر اسکی ماں کی قربانی جائز ہے تو اسکی بھی جائز ہے اور اگر اسکی ماں کی قربانی جائز نہیں تو اسکی بھی جائز نہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے الشاۃ
افضل من سبع البقرۃ اذا استویا فی القیمۃ و اللحم بھیڑ بکری بہتر ہے گائے بیل کے ساتویں حصہ سے اگر قیمت اور گوشت میں دونوں برابر ہوں و الکبش افضل من النعجۃ اذا
استویا فیہما اور مینڈھا بہتر ہے بھیڑ سے جب کہ دونوں کی قیمت برابر ہو ہم اور اگر بھیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اسکا گوشت زیادہ ہو تو وہ مینڈھے سے افضل ہے کذا فی
الذخیرۃ و الانثی من المعز افضل من التیس اذا استویا قیمۃ اور مادہ بکری بہتر ہے نر بکری سے جبکہ دونوں قیمت میں برابر ہوں و الانثی من الابل و البقر افضل حاوی
اور اونٹنی اور گائے افضل ہے اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی و فی الوہبانیۃ ان الانثی افضل من الذکر اذا استویا قیمۃ و اللہ اعلم اور وہبانیہ میں ہے
کہ مادہ بہتر ہے نر سے جبکہ دونوں کی قیمت برابر ہو و اللہ اعلم ہم طحطاوی نے کہا کہ ابل و بقر میں مادہ افضل ہے نر سے اسواسطے کہ ان دونوں قسموں میں
مادہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہے نر کے گوشت سے و کرہ الاضحیۃ و لہ اکل لحمہا بیعہا او لہ منہا و عنہ لبعضہم تصدق بہ بلا ذبح قربانی کچھ بھی ذبح ہو لکے

پہلے کو بچہ بھی ذبح کیا جاسکے اسکے ساتھ اور بعضون کے نزدیک بچہ خیرات کیا جاسے بعد دن ذبح کرنے کے فضلت او سرقت واشتری اخری ثم وجدہا
فالافضل ذبحہما وان ذبح الاولی جاز وکذا الثانیۃ لو قیمتہا کالاولی او اکثر وان اقل ضمن الزائد ویتصدق بہ بلا فرق بین غنی وفقیر وقال البعضہم ان وجبت بمعنا
بیاعا فلازم التجواب وان کان معسرا ذبحہما یعنی قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو دوسری قربانی خرید کی پھر پہلی ملی تو دونون کا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو
ذبح کریگا تو بھی درست ہے اور اسیطرح اگر دوسرے کو ذبح کریگا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری کی قیمت پہلی کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر دوسری کی قیمت پہلی کی
قیمت سے کمتر ہو تو زائد کا ضامن ہو اور اسکو خیرات کردے اسمین کچھ فرق نہین مالدار و محتاج کا اور بعضون نے کہا کہ اگر قربانی مالداری کے سبب سے واجب ہوئی ہو تو یہی حکم
جواب ہے جو مذکور ہوچکا اور اگر محتاجی مین خرید کرنے کی سبب سے واجب ہوئی تو دونون قربانیون کو ذبح کرے کذا فی البنایۃ یعنی دونون قربانیون کا ذبح کرنا واجب ہوگا
کذا فی الظہیریۃ عن الثانیۃ وصح بالجماء والخصی والثولاء ای المجنونۃ اذا لم یمنعہا من السوم والرعی اور قربانی کرے منڈھے کو یعنی جسکے سر پر سینگ نہون اور خصی یعنی
بدھیا کو اور قربانی کرے اُس دیوانہ کو جسکو دیوانگی چرنے چگنے سے منع نہ کرے وان منعہا لا تجزیٔ ہما اور اگر چرنے چگنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسے دیوانہ جانور کو قربانی
کرنا جائز نہین والجرباء السمینۃ فلو مہزولۃ لم یجز لان الجرب فی اللحم نقص اور قربانی کرے موٹے خارشی جانور کو تو اگر خارشی جانور دبلا ہو تو درست نہین اسواسطے کہ
گوشت مین خارش ہونا نقصان ہے لحم یعنی کھال کی خارش سے گوشت مین نقصان نہین لہذا اسکی قربانی درست ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہوگیا تو معلوم ہوا
کہ خارش گوشت تک پہونچ گئی اسواسطے درست نہین لا بالعمیاء والعوراء والعجفاء المہزولۃ التی لا مخ فی عظامہا یعنی جائز نہین قربانی اندھے اور کانے اور ایسی نہایت
دبلے جانور کی جسکی ہڈیون مین گودا نہین والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک ای المذبح اور اُس لنگڑے کی قربانی جائز نہین جو ذبح کرنے کے مقام تک نہ چل سکے
مطلب یہ ہے کہ اگر ایسا لنگڑا جانور ہو جو تین پاؤن سے چلے اور چوتھا پاؤن زمین پر نہ رکھ سکے تو اسکی قربانی جائز نہین اور اگر چوتھے پاؤن کو تھوڑا ٹیکتا ہو اور
ٹھہر کر چلتا ہو تو اسکی قربانی درست ہے والمریضۃ البین مرضہا اور اُس بیمار کی قربانی جائز نہین جسکی بیماری صاف ظاہر ہو ومقطوع اکثر الاذن او الذنب او
العین ای التی ذہب اکثر نور عینہا فاطلاق القطع علی الذہاب مجاز وانما یعرف بتقریب العلف اور اُس جانور کی قربانی جائز نہین جسکا اکثر کان یا دم یا آنکھ
قطع ہوگئی ہو یعنی جس جانور کی آنکھ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذہاب پر قطع کا اطلاق کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جانا چارہ نزدیک رکھنے
سے معلوم ہوتا ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو بند کرے اور اسکے سامنے چارہ رکھے اور نظر کرے کہ کتنی دور سے اُسنے چارے کو دیکھا
اور اُسکی طرف رغبت کی پھر تندرست روشن آنکھ کو بند کرے اور چارا سامنے رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اُسنے چارا دیکھا پھر دونون مسافتون کا تفاوت
کو اندازہ کرے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسیطرح اقل یا اکثر معلوم کرے علما دین نے کہا اکثر کا رعایت کرنا فقیہ ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبی مین اسی
قول پر فتوی مذکور ہے اور شرنبلالیہ مین قاضیخان سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ تہائی اور اس سے کم قلیل مین داخل ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اسی پر فتوی
ہے تو معلوم ہوا کہ یہان فتوی مختلف ہے او اکثر الالیۃ لان للاکثر حکم الکل بقاء وذہابا فیکفی بقاء الاکثر وعلیہ الفتوی مجتبی اور جس دنبہ کی اکثر چکتی کٹ گئی ہو تو اسکی
قربانی جائز نہین ہے اسلیے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے مین تو اکثر کان اور دم اور آنکھ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کیواسطے
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی ولا بالہتماء التی لا اسنان لہا ویکفی بقاء الاکثر وقیل ما تعتلف بہ اور قربانی جائز نہین پوپلے جانور کی جسکے دانت نہین
اور اکثر دانتون کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اسقدر دانتون کا باقی رہنا کافی ہے جسقدر سے چارہ کھاسکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہون
والسکاء التی لا اذن لہا خلقۃ فلو لہا اذن صغیرۃ اجزأت زیلعی اور جائز نہین قربانی بوچے کی جسکے پیدایشی کان نہین اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہون تو
اُسکی قربانی کافی ہے کذا فی الزیلعی ہم اگر پیدایشی ایک کان ہو تو قربانی اسکی درست نہین کذا فی العالمگیریۃ والجداء مقطوعۃ رؤس ضرعہا او یابسہا ولا اُس
جانور کی قربانی جائز نہین جسکے تھنون کی نوکین کٹی ہون یا وہ خشک ہون ولا الجدعاء مقطوعۃ الانف اور قربانی درست نہین نکٹے جانور کی جسکی ناک

کٹی ہو تو الحکم ہے کما فی البدائع اور بہی اصح ہے کذا فی التبیین اور وہ جانور جسکے تھنوں کی نوکین منقطع ہوں یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے دودھ منقطع ہو گیا ولا التی لا ألیۃ لہا خلقۃ یعنی اور درست نہین قربانی اُس دنبہ کی جسکے پیدایشی چکتی نہ ہو کذا فی المجتبی ولا بالخنثی لان لحمہا لا ینضج شرح وہبانیہ وفتاوی قاضیخان اور جائز نہین قربانی خنثی کی اسواسطے کہ اسکا گوشت پختہ نہین ہوتا کذا فی شرح الوہبانیۃ اور اسکا پورا بیان اسی کتاب مین ہے ولا الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولا تاکل غیرہا اور جائز نہین قربانی نجاست خور جانور کی جو گوہ کھاتا ہو اور اس کے سوا کچھ نہین کھاتا ہو اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست بھی کھاتا ہو اور چارا بھی کھاتا ہو تو اُسکی قربانی درست ہے کذا فی البدائع والتمہ قربانی جائز ہے اُس جانور کی جسکو کھانسی آتی ہو اور اسکی جو بڑ ہاتی ہے جس نہین سکتی اور نہ اسکی جو دانتا گیا ہو اور اسکا دودھ نہین اُترتا بلا مرض اور جسکی تہائی چکتی ہو وہ اسکے برابر اور جسکی زبان کٹی ہو بشرطیکہ چارا کھا سکتا ہو کذا فی الخلاصۃ والفتاوی ولو اشتراہا سلیمۃ ثم تعیبت بعیب مانع کما مر فعلیہ اقامۃ غیرہا مقامہا ان کان غنیا وان کان فقیرا اجزاہ ذلک اور اگر قربانی تندرست خرید کی پھر اسمین وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا جیسا کہ عیب مانعہ ذکر ہو چکے تو اُسپر واجب ہے کہ اور قربانی اُسکے قائم مقام کرے اگر خرید کرنے والا مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عیب دار قربانی اُسکے واسطے کفایت کرتی ہے کذا لو کانت معیبۃ وقت الشراء لعدم الوجوب علیہ بخلاف الغنی اور اسیطرح معیوب قربانی محتاج کے واسطے کافی ہے اگر قربانی مین عیب موجود ہو خریداری کے وقت اسواسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہین بخلاف مالدار کے کہ اسپر واجب ہے تو اُسکے حق مین کافی نہ ہوگی ولا یضر تعیبہا من اضطرابہا عند الذبح اور ضرر نہین کرتا عیب دار ہو جانا قربانی کا اسکے تڑپنے کے سبب ذبح کے وقت وکذا لو ماتت فعلی الغنی غیرہا لا الفقیر اور اگر قربانی مر گئی تو مالدار پر دوسری قربانی اسکے سوا واجب ہے محتاج پر نہین ولو ضلت او سرقت فشری اخری فظہرت فعلی الغنی احدہما وعلی الفقیر کلاہما شمنی اور اگر قربانی گم ہو گئی یا چوری گئی سو اُسنے دوسرا جانور خرید کیا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے اور محتاج پر دونوں کا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشمنی ہم پیستانہ کیا وان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم صح عن الکل استحسانا لقصد القربۃ من الکل ولو ذبحوہا بلا اذن الورثۃ لم یجزہم لان بعضہا لم یقع قربۃ اور اگر گائے یا اونٹ کے سات شریکون مین سے ایک شریک مر گیا اور میت کے وارثون نے کہا کہ ذبح کر دو میت کی طرف سے اور اپنی طرف سے تو سب کی طرف سے قربانی صحیح ہوگی استحسان کی راہ سے اسواسطے کہ عبادت کا قصد سب کی طرف سے حاصل ہوا اور اگر شریکون نے میت کے وارثون کے بلا اذن اُسکو ذبح کیا تو شریکون کی طرف سے بھی قربانی ادا نہ ہوگی اسواسطے کہ ساتوان حصہ عبادت واقع نہ ہوا یعنی جب بعض عبادت نہ ٹھہرا تو کل بھی عبادت نہ ہوا بعدم تجزی کے سبب کذا فی الکافی وان کان شریک الستۃ نصرانیا او مرید اللحم لم یجز عن احد منہم لان الاراقۃ لا تتجزی ہدایہ لما مر اور اگر چھہ شریکون کے ساتھ ساتوان شریک نصرانی ہو یا فقط گوشت لینے کا ارادہ رکھتا ہو تو انمین کسی کی طرف سے قربانی ادا نہ ہوگی اسواسطے کہ خونریزی تجزی نہین ہوتی کذا فی الہدایہ بدلیل گذشتہ ہم اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت نہ ہونے مین یعنی جب متقرب کے ساتھ وہ شخص شریک ہو جو قربت کا قصد نہین رکھتا ہو تو عبادت ادا نہ ہوگی اور درصورت قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت کی جہات مختلف ہوں اسطرح پر کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزاء صید اور بعض ہدی احصار اور بعض کفارہ احرام اور بعض ہدی تطوع اور بعض دم متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسیطرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا امام محمد نے نوادر ضحایا مین اور اس باب مین پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے نے عقیقہ وغیرہ ہر ذبح کو منسوخ کر دیا اور محمد کی نص سابق اسکے منافی ہے کہ نسخ تو فقط وجوب کی راہ سے ہے والا عقیقہ بھی قربت ہے اور یہ مخالف ہے اُس بحث کے جو شرنبلالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور عبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہے اور یہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہ کو قربانی نے منسوخ کر دیا تو مطلب یہ ہے کہ عقیقہ واجب نہین رہا ہے تو اس سے نفی استحباب یا اباحت کی لازم نہین اور اسکو مکروہ کہنا تو قول بیدلیل ہے اسواسطے کہ عقیقہ احادیث متعددہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام مین جاری ہے اور فروع مسائل ملتقۃ شارح و لوان

نظراً الی الشرکۃ فی کل واحد منہم شاۃ وللاخیرۃ احدہم بعشرۃ والآخر بثلثین وقیمۃ کل واحد مثل ثمنہا فاختلطت حتی لا یعرف کل واحد شاتہ بعینہا

للمواعلی ان یاخذ کل واحد شاۃ یضحی بہا اجزأہم ویتصدق صاحب الثلثین بعشرین وصاحب العشرین بعشرۃ ولا یتصدق صاحب العشرۃ بشیء فان اذن
کل واحد منہم ان یذبحہا عنہ اجزأہ ولا شیء علیہ کما لو ضحی اضحیۃ غیرہ بغیر امرہ ینابیع اور اگر تین شخصوں نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خریدی
ایک شخص نے دس درم کو خریدی اور دوسرے نے بیس درم کو خریدی اور تیسرے نے تیس درم کو خریدی اور ہر بکری کی قیمت اسکے ثمن کی برابر ہے پھر تینوں بکریاں
اسطرح مختلط ہوگئیں کہ تینوں شخصوں سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہیں پہچانتا ہے اور تینوں نے اسپر اتفاق کر لیا کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکری لیکر قربانی
کرے تو اسطرح قربانی کرنا کفایت کریگا اور تیس درم والا بیس درم خیرات کردے اور بیس درم والا دس درم تصدق کرے اور دس درم والا کچھ خیرات نکرے اور اگر ہر شخص دوسرے کو
اذن دے کہ میری طرف سے قربانی کردے تو اسکے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اسپر کچھ خیرات کرنا واجب نہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون
اسکے حکم کے تو اسپر تصدق لازم نہیں کذا فی الینابیع علم ۳۰ درم والے پر ۲۰ درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اسنے وہ بکری قربانی کی ہو جو ۱۰ درم سے
خریدی ہوئی اور اسی احتمال سے ۲۰ درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور ۱۰ درم والے پر قلت کا احتمال نہیں لہذا اسپر کچھ تصدق بھی نہیں ۱۲ ویاکل من لحم الاضحیۃ
ویؤکل غنیا ویدخر وندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث وندب ترکہ لذی عیال توسعۃ علیہم اور قربانی کرنے والا کھاوے اپنی قربانی سے اور
مالدار کو کھلاوے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب یہ ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نہ کیا جاوے اور ترک تصدق مستحب ہے عیالدار کے واسطے انپر
کشایش کرنے کے لیے ہم مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی سے کھاوے اور غیر کو کھلاوے اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب اور دوستوں کی ضیافت
کرے اور تہائی اپنے واسطے اٹھا رکھے گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرے تو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ
کر رکھے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنیوالے کو کھانا اس قربانی میں ہے جو منذور نہو اور اگر قربانی نذر مانکر اپنے اوپر واجب کر لی ہو تو قربانی
کرنیوالے کو اسکا کھانا اور مالداروں کو کھلانا حلال نہیں خواہ نذر کرنیوالا غنی ہو یا فقیر اسواسطے کہ نذر میں تو تصدق کرنا لازم ہے اور متصدق کو اپنے
صدقہ سے کھانا یا غنی کو کھلانا ہرگز جائز نہیں کذا فی البدائع والعالمگیریۃ وان یذبح بیدہ ان علم ذلک والا فیشہدہا بنفسہ ویامر غیرہ بالذبح
کیلا یجعلہا میتۃ اور مستحب یہ ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح کرنا نجانتا ہو تو ذبح کے وقت خود موجود رہے اور غیر شخص کو
اسکے ذبح کرنیکا امر کرے تاکہ وہ قربانی کو مردار نکر دے اسلیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اور اپنی
قربانی پر حاضر ہو اسواسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلتے اور یوں کہہ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ
اور اسکا گوشت اور خون تیری ترازو میں رکھا جاویگا ستر گنا ہو کر کذا فی الطحطاوی وکرہ ذبح الکتابی واما المجوسی فیحرم لانہ لیس من اہلہ اور
اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے اسلیے کہ مجوسی ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا ہے کذا فی الدر ویتصدق بجلدہا او یعمل منہ
نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو اور قربانی کی کھال خیرات کرے یا اس سے مانند چھلنی اور تھیلی اور مشک اور دستر خوان اور ڈول بناوے
او یبدلہ بما ینتفع بہ باقیا کما مر یا اسکو بدلے اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہوسکے اسکو باقی رکھکر جیسا کہ مذکور ہو چکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدلے
لا بمستہلک کخل ولحم ونحوہ کدراہم نہ ساتھ اسکے جو مستہلک ہوتی ہے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہوسکے بدون اسکے کہ خرچ کیا جاوے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اسکے چنانچہ
درم [illegible] فان بیع اللحم او الجلد بہ ای بمستہلک او بدراہم تصدق بثمنہ ومفادہ صحۃ البیع [illegible] باطل لانہ کالوقف پھر اگر
قربانی کا گوشت یا چمڑا [illegible] تو اسکے ثمن کو تصدق کردے اور تصدق ثمن سے صحت بیع کا [illegible] حاصل ہوا
اور [illegible] کذا فی المجتبی والاعلی [illegible]
[illegible] قربانی کے گوشت [illegible] قربانی [illegible]

اسکی بیع کے مانند ہے اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ جس نے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اسکی قربانی نہ ہوئی
کذا فی الہدایۃ ویکرہ ان یجز صوفہا قبل الذبح لینتفع بہ فان جزہ تصدق بہ ولا یرکبہا ولا یحمل علیہا شیئا ولا یوجرہا فان فعل تصدق بالاجرۃ حاوی الفتاوی
لانہ التزم اقامۃ القربۃ بجمیع اجزائہا اور قربانی کے رونگٹے اون یا بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تا اس سے فائدہ حاصل کرے پھر اگر کترے تو
اسکو خیرات کر دے اور قربانی پر سوار نہ ہو اور نہ اسپر کوئی چیز لادے اور نہ اسکو کرایہ پر دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کر دے کذا فی حاوی الفتاوی
امور مذکورہ اسواسطے جائز نہیں کہ عبادت کا قائم کرنا اسکے تمام اجزا سے لازم کیا گیا ہے بخلاف ما بعدہ لحصول المقصود وکجلبہ بخلاف بعد ذبح کرنے کے کہ صوف کا
کترنا درست ہے بسبب حاصل ہو چکنے مقصود کے کذا فی التبیین یعنی قربانی سے مقصود قربت تھی سو ذبح کرنے سے حاصل ہو چکی اب انتفاع کیواسطے صوف کترنا اور دودھ
کا دوہنا درست ہے ویکرہ الانتفاع بلبنہا قبلہ کما فی الصوف ومنہم من اجازہ للغنی لوجوبہا فی الذمۃ فلا تتعین کذا فی التبیین اور مکروہ ہے نفع حاصل کرنا قربانی کے دودھ سے ذبح
کرنے سے پہلے چنانچہ صوف میں انتفاع قبل ذبح مکروہ ہے اور فقیہوں میں سے بعضوں نے غنی کو صوف کترنا اور دودھ دوہنا قبل ذبح کے جائز رکھا ہے مالدار کے
واسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اسپر بعینہ یہ قربانی متعین نہیں ہے کذا فی التبیین ولو غلطا اثنان وذبح کل شاۃ صاحبہ یعنی عن نفسہ علی
ما دل علیہ قولہ غلطا ولم یطلبا فیکون کل واحد وکیلا عن الآخر دلالۃ کذا فی البدایۃ قال ابن الکمال وظاہر کلام صدر الشریعۃ وغیرہ وقوعہ عن صاحبہ صح استحسانا بلا غرم اور
اگر دو شخص غلط کار ہیں اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہ قربانی صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف کی یہ ہے
کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری از راہ غلط اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب الایضاح کہ دونوں نے خطا کی ہو یا نہ کی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا
وکیل ٹھہر جاویگا دلالت حال کے سبب سے یعنی دونوں کو قربانی کرنا منظور تھا سو اسطرح سے بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایہ یہ کہا ہے ابن کمال شارح الایضاح نے اور
صدر الشریعۃ وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اسکے مالک کی طرف سے ہم طحطاوی نے کہا کہ صدر الشریعۃ کا ذکر کرنا بلا وجہ ہے اسواسطے کہ
سوائے زفر رح کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ ذبح مالک کی طرف سے ہو [illegible] ولہ اکلہا ولم یعلم فاتم عرفا ہدایہ اور دونوں شخص باہم حلت کی
درخواست کریں یعنی معاف کرا لیں اگر قربانی کا گوشت کھایا ہو اور نہ بیچا ہو پھر بعد اسکے بیچا ہو کذا فی الہدایۃ وان تشاحا ضمن کل لصاحبہ قیمۃ لحمہ و
تصدق بہا اور اگر دونوں نے باہم بحل کیا اور معاف نہ کرایا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کر دے

قلت وفی اوائل القاعدۃ الاولے من الاشباہ لو اشتراہا بنیۃ الاضحیۃ فذبحہا غیرہ بلا اذنہ فان اخذہا مذبوحۃ ولم یضمنہ اجزاتہ وان ضمنہ لا تجزیہ وہذا اذا
ذبحہا عن نفسہ اما اذا ذبحہا عن مالکہا فلا ضمان علیہ انتہی فراجعہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے پہلے قاعدہ کے اوائل میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص نے جانور
خرید کیا قربانی کرنے کی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اسکو ذبح کر ڈالا بدون اسکے اذن کے سو اگر مالک نے اس مذبوح کو لیا اور اس سے تاوان نہ لیا
تو اسکے حق میں قربانی کفایت کر گئی اور اگر اس سے تاوان لیا تو ذبح کرنے والے سے تو قربانی ادا نہ ہوگی اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ غیر شخص
نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کی طرف سے ذبح کیا ہوگا تو اسپر تاوان نہیں ہے انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کی طرف مراجعت کر کیا صحیح ولو ضحی
بشاۃ الغصب ان ضمنہ قیمتہا حیۃ جیسے قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کر کے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا
تاوان دیا ہو جس زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اسکا مالک ٹھہر گیا غصب کے وقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب
گنہگار ہوا غصب سے توبہ اسپر لازم ہے اور استغفار لازم ہے اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہے اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے بلکہ کفر
لازم نہیں آتا ہے جب تک کہ غصب کرنے کو حلال نہ جانے گا کذا فی [illegible] جیسے بیع صحیح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب بیع کریگا اور مالک کو اسکی قیمت
کا تاوان دیگا کذا لو اتلفہا ضمن لصاحبہا قیمتہا [illegible] لظہور ملکہا بالضمان من وقت الغصب اور اسی طرح اگر غصب کی بکری کو غاصب تلف کرے

تو تاوان دے اسکی قیمت کا اسکے مالک کو کذا فی الہدایۃ شاۃ مغصوبۃ کی قربانی صحیح ہو گئی بسبب ظاہر ہو جانے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے
غصب کے وقت سے الا ان الودیعۃ ان ضمنہا لان سبب ضمانہا بالذبح والملک یثبت بعد تمام السبب وہو الذبح فیقع فی غیر ملکہ قربانی صحیح نہیں امانت
کی بکری کی اگرچہ اسکے مالک کو تاوان بھی دے اسواسطے کہ تاوان کا سبب یہاں ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونے کے بعد اور وہ سبب
ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا اسکے غیر ملک میں قلت والظاہر ان العاریۃ کالودیعۃ والمرہونۃ کالمغصوبۃ لکونہا مضمونۃ بالدین وکذا المشترکۃ فلیراجع میں کہتا ہوں اور مسئلہ
امانت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاریت امانت کے مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہیں اور مرہون بکری مغصوب بکری کے برابر ہے اسواسطے
کہ وہ مضمون بالدین ہے اور اسیطرح مشترک بکری مغصوب بکری کے مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ میں تلاش کرنا چاہیے تاکہ تصریح حکم معلوم ہو جائے مترجم
بدائع میں عاریت کو ودیعت کے مانند صریح بیان کیا ہے عدم صحت قربانی میں اور خانیہ وخلاصہ میں مسئلہ رہن میں بخلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور
کی قربانی صحیح نہیں باوجود تاوان دینے کے تو اس تصریح کے مقابل میں شارح کی تجویز لائق اعتبار کے نہیں خزانہ میں مذکور ہے کہ دو بکریاں مشترک ہیں دو
شخصوں میں سو دونوں نے انکو قربانی کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک مشترک بکری سے دو شریکوں نے قربانی کی تو اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً
فروع مسائل لطیفۃ شارح کے اول اضحیۃ علیہ الصلوۃ والسلام سود اور رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی کذا فی الطحطاوی میں کہتا ہوں شاید کسی
سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو حدیث میں تو تصریح ہے کہ حضرت نے قربانی کیے دو مینڈھے شاندار سفید رنگ جنمیں کچھ سیاہ بال
بھی موجود تھے نذر عشر اضحیات لزمہ ثنتان لمجیء الاثر بہما خانیۃ والاصح وجوب الکل لایجاب ما للہ من جنسہ ایجابا شرح وہبانیہ ایک شخص نے دس قربانی کی
نذر مانی تو اسپر دو قربانی لازم آوینگی اسواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کو قربانی کیا ہے چنانچہ ابھی اسکا ذکر
ہو چکا کذا فی الخانیہ اور صحیح تر قول وجوب کل ہے یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے بسبب واجب کر لینے نذر کے اس چیز کو جسکی ہم جنس اپنا جانب الٰہی واجب ہے
کذا فی شرح الوہبانیہ قلت مفاد لزوم النذر بما من جنسہ واجب اعتقادی او اصطلاحی قالہ المصنف فلیحفظ میں کہتا ہوں اور شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ سے
ثابت ہوتا ہے لازم ہو جانا اس نذر کا جسکی ہم جنس شرع میں واجب ہو خواہ واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہا مصنف نے اپنی شرح میں تو اسکا
کلیہ کو یاد رکھنا چاہیے تم میں جکلمیں شیتا بہا جاز بخلاف الحق لصحۃ قسمۃ اللحم لا الرقیق بخلاف بکریاں دو شخصوں میں مشترک ہیں سو دونوں نے انکو قربانی کیا تو جائز ہوگا
آزاد کہ مشترک مملوک کے سبب صحیح ہونے قسمت لحم کے نہ رقیق کے یعنی متعینین فالاضحیۃ کلاہما وقیل الزائد ثم ایک شخص نے دو جانور قربانی کیے تو دونوں قربانی
ٹھہرینگے اور بعضوں نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہریگا والافضل الاکثر قیمۃ فان استویا فالاکثر لحما فان استویا فاطیبہما لحما بالکل فالکل فرض کارکان
الصلوۃ فان الفرض منہا ما ینطلق الاسم فاذا طولہا یقع الکل فرضا مجتبی اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہے اور اگر قیمت میں دونوں برابر ہوں تو زیادہ تر
گوشت والی افضل ہے اور اگر گوشت میں برابر ہوں تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سب کی قربانی کی تو سب فرض واقع ہونگے جیسے نماز کے
ارکان کہ انمیں سے فرض تو اسی قدر ہے جسپر رکن کا نام بولا جاسکے پھر جب نمازی نے اسکو طویل کر دیا مثلاً تین آیت سے زیادہ قرأت کی یا پانچ یا سات بار رکوع
اور سجود میں تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا کذا فی المجتبی ہم فرض سے مراد فرض عملی ہے کذا فی الطحطاوی شتری اضحیۃ وامر رجلا یذبحہا فقال لہ ترکت
التسمیۃ عمدا لزمہ قیمتہا لیشتری بہا الآمر اخری ویضحی ویتصدق ولا یاکل لو ایام النحر باقیۃ والا تصدق بقیمتہا علی الفقراء خانیۃ قربانی کا جانور خرید کیا پھر
ایک مرد کو اسکے ذبح کرنے کا امر کیا اسنے ذبح کیا اسکے بعد کہا کہ میں نے بسم اللہ کہنا قصداً ترک کیا تو مامور پر اسکی قیمت دینا لازم ہوگا تاکہ امر کرنیوالا اس قیمت سے
اور قربانی خرید کرے اور اسکو قربانی کرے اور خیرات کر دے اور آپ نہ کھاوے یہ اسوقت ہے اگر نحر کے ایام باقی ہوں اور اگر باقی نہ رہے ہوں تو اسکی
قیمت فقیروں پر تصدق کرے کذا فی الخانیہ وفیہا اراد التضحیۃ فوضع یدہ مع ید القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سمی کل وجوبا فلو ترکہا احدہما او ظن ان تسمیۃ

احدہما تکفی حرمت وہی تصلح تنزیہا فیال ای شاۃ لا تحل بالتسمیۃ مرۃ بل لا بد ان یسمی علیہما مرتین اور خانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے قربانی کرنیکا ارادہ
کیا سو اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکھا ذبح کرنے مین اور اُسکی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہے بنا بر وجوب کے پھر اگر بسم اللہ کو
ایک شخص بھی ترک کریگا یا گمان کریگا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہی تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا اور یہ مسئلہ چیستان ہونے کی لیاقت رکھتا ہی
تو یون سوال کیا جاوے کہ کون بکری ہی کہ ایکبار بسم اللہ کہنے سے حلال نہین ہوتی بلکہ یہ ضرور ہی کہ اُسپر دو بار بسم اللہ کہنا چاہیے وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال
ہ ای ذبح لا یحل فیہ الا التی بذکرہ ذی التنزیہ + فاجیب عنہ بالقریض فانا لا نراہ نثرا ولا نرتضیہ اور البتہ اسکو نظم کیا ہی ہمارے اُستاد خیر الدین رملی نے
اور وہ نظم یہ ہی کہ کون ذبح ہی جسکی حلت مین یہ ضرور ہی کہ دو بار ذکر کیا جاوے صاحب تنزیہ کی یعنی اللہ تعالی کا نام لیا جاوے سو اُسکا جواب دے نظم سے
اسواسطے کہ ہم نثر کو نہین دیکھتے اور پسند نہین کرتے فقلت فی الجواب ہ خذ جوابا لنظما کما تبغیہ من فقیہ مرویہ عن نقیہ ہ خیر الدین نے کہا تو مین نے
جواب سوال مذکور مین یون کہا کہ لے جواب نظم مین جیسا کہ تو چاہتا ہی اُس فقیہ سے جسکی روایت ثابت ہی فقیہ سے ہ ہی شاۃ فی ذبحہا اشتراک اثنان +
فقرا اللہ ذکر اسقطہ ہما ناویہ + ذاک ذبح قصاب وضع الیدہ مع الصاحب الذی یرتجیہ + وہ بکری ہی جسکے ذبح کرنے مین دو شخص شریک ہوے تو دو بار
نام خدا ذکر کرنا شرط ہی جیسا کہ ہم روایت کرتے ہین کہ وہ ذبح کرنا اُس قصاب کا ہی جسنے ہاتھ رکھا اپنے اُس صاحب کے ساتھ جو اُسکی امید رکھتا ہی یا
خوف کرتا ہی کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح نہ ہوسکے ہ فعلی کل واحد منہما + ان یذکر اللہ جل عن تشبیہ + تو اُن دو شخصون مین سے ہر شخص پر واجب
ہی یہ کہ ذکر کرے اللہ کو در انحالیکہ وہ پاک ہی تشبیہ اور تمثیل سے وفی الوہبانیۃ وشرحہا قال ہ ولو ذبحا شاۃ سمی واحد + احل بسم اللہ فالشاۃ تحجر اہ
وہبانیہ اور اُسکی شرح مین کہا اور اگر دو شخصون نے بکری کو ساتھی ذبح کیا پھر ایک شخص بسم اللہ نہ بولا تو بکری متروک ہوگی یعنی حرام واجب الترک ہوگی
وان یشتری منہا ثلثا ثلاثۃ + واشکل فالتوکیل بالذبح یشعر + اور اگر تین شخص تین بکریان خرید کرین اور اشکال واقع ہو یعنی تینون شخص اپنی اپنی بکریان
کی شناخت مین حیران ہون تو ذبح کا وکیل کر دینا کافی شعر ہی ہم شرح وہبانیہ مین ہی تو شعر مذکور مین یون چاہیے کہ تینون شخص ہر ایک کو ذبح کرنے
مین وکیل کرین سو اگر اپنی بکری ذبح کی تو جائز ہی اور غیر کی بکری ذبح کی اُسکے اذن سے تو بھی جائز ہی ہ وکیل شراء الشاۃ للعنز ان شری + تصح خلاف العکس
والقود تحیر + خرید شاۃ کا وکیل اگر عنز یعنی بکری خرید کرے تو صحیح ہی برخلاف عکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاۃ خرید کرے تو صحیح نہین اور مانگنے کی اجرت
مین وکیل نقصان اُٹھاوے گا اھ وجہ اسکی یہ ہی کہ شاۃ اسم جنس ہی ضان اور معز یعنی بھیڑ اور بکری دونون کو شامل ہی برخلاف عکس یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل کیا
سو اُسنے شاۃ من الضان یعنی بھیڑ خریدی تو موکل کو اسکا لینا لازم نہین چنانچہ خانیہ مین ہی فتاوی عالمگیریہ مین ہی کہ اگر قربانی خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل
نے خرید کی اور درم سکے مانگنے کے واسطے ایک درم پر کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہ اجرت لازم نہین یعنی وکیل کو دینا پڑیگا ہ ولو قال سوداء فقیر صح لا + اذا کان
فی ترنا علینا التغییر + اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ کا یا بکری خرید کرنا سو وکیل نے غیر اُسکے سرخ یا سفید خرید کی تو صحیح ہی اور اگر وکیل نے شاۃ خدار سیاہ چشم قربانی کو خرید
تغییر کی تو صحیح نہین ہم اسواسطے کہ شاۃ خدار سیاہ چشم کی خرید مین لوگ رغبت کرتے ہین تو مخالفت وکیل مضر ہوگی برخلاف اول کے [illegible]
من نذر العشر اذ نبوا + وتصحیح ایجاب الجمیع محرر + علما نے دو قربانیون کو لازم کیا ہی اُس شخص کے حق مین جسنے دس قربانی کی نذر مانی اور سب [illegible]
کی ایجاب کی تصحیح منقح اور محقق قول ہی یعنی صحیح قول یہ ہی کہ تمام نذر واجب ہی اور لازم ہوگی چنانچہ یہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ہ [illegible]
والا فکل منہا ونذ الحبر + اور اگر [illegible] باقی ہوئی میت کی طرف سے [illegible] لازم جان اُسکا خیرات کرنا اور اگر قربانی میت کی بدون [illegible]
کی طرف سے ترک کی اُس کے گوشت کا [illegible] اور یہ قول مختار اور پسندیدہ ہی ہ ومن مال طفل فالصحیح [illegible]
[illegible]

میں مذکور ہو چکا ہے وہ واجب تھا قرار پایا جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور بکری کا ہبہ کرنے والا اُسکے ذبح ہو جانے کے بعد رجوع کر سکتا ہے تو کفایت ہوگی اُسکی طرف سے جسنے اسپر قربانی کی اور اُسکو ثواب ملیگا یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اسکو ایک بکری ہبہ کی سو اُسنے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد ہبہ میں رجوع کی یعنی مذبوح بکری پھیر لی تو یہ رجوع درست ہے امام کے نزدیک خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحطاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور اسکو قربانی کا ثواب ملیگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الحظر والاباحۃ

یہ کتاب ہے حظر اور اباحت کی یعنی اسمیں فعل ممنوع اور مباح کا ذکر ہے اور مباح کا ذکر اسواسطے ہے کہ کوئی اُسکو مکروہ گمان نہ کرے اور اسمیں فرض بھی مذکور ہوتا ہے تا معلوم ہو کہ اُسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہے فقہ کی بعض کتابوں میں کتاب الحظر والاباحۃ کو کتاب الکراہیۃ کہا ہے اسواسطے کہ اسمیں افعال مکروہ اور غیر مکروہ مذکور ہوتے ہیں اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتابوں میں کتاب الزہد والورع مذکور ہے اسواسطے کہ اسمیں اکثر مسائل مباح مذکور ہیں اور اُنسے احتراز کرنا زہد اور ورع ہے اور بعضی کتابوں میں اسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہے اسواسطے کہ اسمیں وہ افعال مذکور ہیں جنکو شرع نے اچھا یا برا کہا ہے مناسبت ظاہرہ کتاب الحظر والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہے اسواسطے کہ اضحیہ میں اکثر مکروہات اور مباحات داخل ہیں بلکہ یہ کتاب ہر کتاب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی والحظر لغۃ المنع والحبس یعنی لغت میں عبارت ہے منع اور حبس سے وشرعا ما منع من استعمالہ شرعا اور اصطلاح شرع میں حظر وہ ہے جس کا استعمال شرعا ممنوع ہے اور یہ تعریف ... کی والاباحۃ ضد الحظر اور مباح کی ہم یہ تعریف ... اسواسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ بھی مباح میں تو ... کی تعریف خاص ہے کہ جسکا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اس دلیل سے جسکا مرجع دلائل ثلثہ مذکورہ میں کذا فی الطحطاوی والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب یعنی مباح وہ فعل ہے جسکے کرنے اور نہ کرنے کی لوگوں کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتیب عقاب ہاں البتہ یہ ہے کہ مباح پر کچھ ہلکا سا حساب ہوگا کذا فی الاختیار عدم ثواب اور عذاب وہاں ہے جہاں نیت کے ہو اور اگر مباح میں عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کرے تو عذاب ہوگا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات کل مکروہ ای کراہۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد واما المکروہ کراہۃ تنزیہ فالی الحل اقرب اتفاقا جو مکروہ تحریمی ہے وہ حرام کے مانند ہے دوزخ کے عذاب میں محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کی طرف نزدیک تر ہے باتفاق امام اور شیخین کے حرام وہ ہے جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اسکا ترک فرض ہو چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل ظنی ممنوع ہو اور اسکا ترک کرنا واجب ہو جیسے سوسمار کا کھانا اور شطرنج کا کھیلنا تو امام محمد جب اپنی کتابوں میں کراہت بولتے ہیں تو اس سے حرام مراد رکھتے ہیں اور مکروہ تحریمی کو حرام نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ اسکی دلیل قطعی نہیں ہے جو حرمت پر دلالت کرے تو جسکی حرمت دلیل غیر قطعی یعنی خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہو اُسکو مکروہ کہتے ہیں اور یہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیک ہے یعنی اُس کے کرنے والے پر عذاب نہیں لیکن اسکا تارک کچھ تھوڑا ثواب پاویگا کذا فی الطحطاوی وعندہما وہو الصحیح المختار ومثلہ البدعۃ والشبہۃ الی الحرام اقرب اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کی طرف نزدیک تر ہے اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور شبہ مکروہ تحریمی کے مانند ہیں شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی میں حلت اور حرمت کے دلائل متعارض ہیں لیکن جانب حرمت کی غالب ہے فالمکروہ تحریما نسبتہ الی الحرام کنسبۃ الواجب الی الفرض فیثبت بما یثبت بہ الواجب یعنی الظنی الثبوت ویأثم بارتکابہ کما یأثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہے جیسے واجب کی نسبت فرض کیطرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے اُس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہے یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہو اور دلالت قطعی ہو اس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کے مانند سنت مؤکدہ ہے ہم دلائل شرعی

یا قسم ہیں اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالت مطلب دونوں قطعی اور یقینی ہیں چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ وصریحہ جنمین کسیطرح تاویل کا
احتمال نہیں یہ مفید یقین ہے اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی اور حرام ثابت ہوتا ہے ثانی وہ دلیل ہے جسکا ثبوت قطعی ہے اور دلالت ظنی چنانچہ وہ آیات اور احادیث
جنمین تاویل کا احتمال ہے اور یہ مفید ظن ہے اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہے ثالث وہ دلیل ہے جسکا ثبوت ظنی ہے اور دلالت منصوص قطعی چنانچہ اخبار آحاد صریحہ
ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے رابع وہ دلیل ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونوں ظنی ہیں جیسے اخبار احاد محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنت اور استحباب
ہے اور کبھی فرض بولتے ہیں اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہیں اور کبھی واجب کہتے ہیں اور اس سے فرض عملی کا ارادہ کرتے ہیں کذا فی الطحطاوی وفی الزیلعی فی بحث
حرمۃ الخیل القریب من الحرام ما تعلق بہ محذور دون استحقاق العقوبۃ بالنار بل العتاب کترک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار ولکن یتعلق بہ الحرمان عن
شفاعۃ النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم لحدیث من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام ولیس بحرام انتہی اور زیلعی میں گھوڑوں کی
حرمت کی بحث میں یہ مطلب ہے کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہے جس سے محذور متعلق ہو نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہے جیسے سنت موکدہ کے ترک
سے عذاب دوزخ متعلق نہیں ولیکن انکے ترک سے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو
ترک کریگا وہ میری شفاعت کو نہ پاویگا تو ترک سنت موکدہ قریب ہے حرام سے اور وہ خود حرام نہیں ہے انتہی مافی الزیلعی ہم مترجم کہتے ہیں یہان شفاعت سے یہان شفاعت
مخصوصہ مراد ہے چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہیں کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہوگی اسواسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نہ رہیگا
بدلیل حدیث کے کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت موکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہ ہے کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام کا
اطلاق کیا ہے اور اسکو حلال نہیں کہا ہے کیونکہ اسکی حلت پر دلیل قاطع نہیں اور شیخین نے اسکو حلال میں داخل کیا ہے اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت ہے اور اسکی حرمت
پر قطعی دلیل ثابت نہیں انتہی خلاصہ مقام یہ ہے کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہے کیونکہ انکے نزدیک قطعی بھی حرام ہے اور ظنی بھی اور دونون کا مرتکب معاقب
بالنار ہے اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی میں داخل ہے اور حلت سے اباحت لازم اور مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور مستوجب ہے نہ معاقب
بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد و شیخین کے لفظی نہیں ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام او میتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض یثاب
علیہ بحکم الحدیث کھانا غذا کے واسطے اور پینا دفع عطش کے واسطے فرض ہے اسپر ثواب ملیگا بحکم حدیث کے اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا
مردار سے یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اسپر لازم ہو وہ حدیث مذکور یہ ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیوجر فی کل شیء حتی اللقمۃ یرفعھا
العبد الی فیہ کذا فی منح بلالیہ یعنی حق تعالی ہر چیز میں ثواب دیتا ہے یہان تک کہ اس لقمہ میں ثواب دیتا ہے جسکو بندہ اپنے منھ تک اٹھاتا ہے حرام اور مردار اور غیر کا مال کھانا
حالت اضطرار میں ہے اور ملتقی میں ہے کہ جو شخص مردار نہ کھاوے مخمصہ میں یا روزہ رکھتا جاوے اور نہ کھاوے یہان تک کہ مر جاوے تو وہ گنہگار ہے اور اضطرار کی تعریف میں
اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ فرض نہ ادا کر سکے اور بعضون نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہ ہے کہ غیر موقت ہے اسواسطے کہ طبائع آدمیون کی مختلف ہوتی ہیں کذا فی
الطحطاوی ولکن مقدار ما یدفع الانسان الھلاک عن نفسہ کھانا فرض ہے لیکن اتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرے وماجور علیہ و
ہو مقدار ما یمکن بہ من الصلوۃ قائما ومن صومہ مفادہ جواز تقلیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنہ لم یحسنہ کما فی الملتقی وغیرہ اور ایک کھانا وہ
ہے جسپر ثواب ہوتا ہے اور وہ اسقدر کھانا ہے جس سے آدمی کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے شارح نے کہا اس کلام سے اسقدر تقلیل طعام کا
جواز مستفاد ہوتا ہے جس سے آدمی ادائے فرض سے ضعیف ہو جاوے لیکن ایسی تقلیل مضعف درست نہیں ہے چنانچہ ملتقی وغیرہ میں مصرح ہے قلت وفی
الملتقی بالنص الفرض بقدر ما یندفع بہ الھلاک ویمکن معہ الصلوۃ قائما انتہی فتنبہ میں کہتا ہون اور ملتقی میں بالنص یون مذکور ہے کہ اسقدر کھانا فرض ہے جس قدر
سے ہلاکی دور ہو اور اسکے ساتھ کھڑے ہوکر نماز ممکن ہو انتہی کلام الملتقی تو خبردار ہو جاؤ اسقدر کھانا اسواسطے فرض ہوا کہ فرض عبادت ادا نہین

لم یعنی یہ نہیں کہ شفاعت سے بالکل محروم رہیگا بلکہ ترقی درجات کی شفاعت سے محروم رہیگا

ہو سکتی بدون اسکے ومباح الی الشبع لتزید قوتہ اور کھانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی قوت زیادہ ہو وحرام عبر فی الخانیۃ بیکرہ وہو
ما فوقہ ای الشبع وہو اکل الطعام غلبۃ علی ظنہ انہ یفسد معدتہ وکذا فی الشرب قہستانی اور وہ کھانا حرام ہے جو سیری اور آسودگی سے زیادہ ہو یعنی
اتنا کھانا کہ کھانے والے کو گمان غالب ہو کہ اسکے پیٹ میں فساد کریگا یعنی بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ میں اسکو مکروہ کہا ہے
یعنی مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قہستانی میں کہا کہ اسیطرح اتنا پینا بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو اور زیادہ کھانا اسواسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے
اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کے حق میں کسی برتن کا بھرنا ایسا بدتر نہیں جیسا کہ پیٹ کا بھرنا بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ
کے تین حصے کرے ایک تہائی کھانے کی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کے واسطے اور بہت عذاب اسپر ہے جو بہت پیٹ کو بھرے ترمذی
ابوداود نے روایت کی ہے جو حمد او شکر کرے کھانے اور پینے کے بعد اسکی مغفرت ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی الا ان یقصد بہ قوۃ صوم الغد او
لئلا یستحی ضیفہ او نحو ذلک آسودگی سے زیادہ کھانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہیں ہے کہ کل کے روزے رکھنے کی قوت حاصل ہو یا اگر اسکا مہمان نہ شرماوے
یا مانند اسکے کسی اور عذر سے کھانا درست ہے حرام نہیں ہے ہم عذر ذکر کر چکے زیادہ کھانا ترک کرنے کے واسطے حرام نہیں ہیں اور ایک تہائی طرح طرح کے
کھانے کھانے سے اور ترک کر ڈالتے تھے سو انکو یہ فائدہ کرتا تھا کذا فی البزازیہ والخانیہ ولا تجوز الریاضۃ بتقلیل الاکل حتی یضعف عن اداء العبادۃ اور جائز نہیں
تھوڑے کھانے کی اسقدر ریاضت کہ ادائے عبادت سے ضعیف ہو جاوے ولا باس بانواع الفواکہ وترکہ افضل اور طرح طرح کے میوؤں کے کھانے میں
کچھ مضائقہ نہیں اور اسکا ترک افضل اور بہتر ہے واتخاذ الاطعمۃ سرف اور طرح طرح کے کھانے پکوانا سرف ہے یعنی فضول خرچی ہے مگر حاجت کے وقت کہ
اسمیں سرف نہیں ہے چنانچہ اگر ایک کھانے کو نہیں کھا سکتا تو تکثیر اطعمہ درست ہے تا ہر قسم سے تھوڑا تھوڑا اتنا کھاوے جسقدر سے ادائے عبادت پر قادر ہو یا
مہمانوں کی دعوت منظور ہو تو تکثیر اطعمہ میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الخلاصۃ وکذا وضع الخبز فوق الحاجۃ اور اسی طرح روٹیاں رکھنا حاجت سے زیادہ بیہودہ
سرف ہے مگر بہ نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریہ وسنۃ الاکل البسملۃ اولہ والحمدلۃ آخرہ وغسل الیدین قبلہ وبعدہ ویبدا بالشاب قبلہ وبالشیوخ
بعدہ ملتقی اور کھانے کے وقت سنت ہے کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اسکے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونوں ہاتھ دھونا اور کھانے
سے پہلے جوانوں کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا کیجاوے اور کھانے کے بعد بڈھوں کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا کیجاوے کذا فی الملتقی ہم اور اگر اول میں بسم اللہ
کہنا بھولے تو یوں کہے بسم اللہ علی اولہ وآخرہ اور جب بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے تا اسکے ساتھی بھی بسم اللہ کہیں اگر کھانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے اور الحمد للہ تو
ہر حال میں آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے نہ کہے مگر جب کہ سب لوگ کھانے سے فراغت کریں اور اسکی سنت میں ایک ہاتھ دھونا یا دونوں ہاتھوں کی انگلیاں
دھونا کفایت نہیں کرتا بلکہ دونوں ہاتھ بند دست تک دھونا چاہیے قبل از طعام ہاتھ دھوکر رومال سے پونچھنا نچاہیے اور بعد از طعام پونچھنا چاہیے تا اثر طعام کا زائل
ہو جاوے بیسن سے ہاتھ دھونا اگر آٹا اسمیں باقی نہ رہا ہو تو فتاوی قاضی خان میں لا باس بہ مذکور ہے اور نوادر شام میں آٹے اور ستو سے ہاتھ دھونا امام اور صاحبین
سے منقول ہے اور تطہیر فم جمیع مواضع میں مستحب ہے اور لائق یوں ہے کہ برتن لیکر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے اسمیں استعانت نہ کرے مانند وضو کے اور سنت ہے کہ
نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کھانا نہ کھاوے اور نہ اسکو سونگھے اور نہ اسکو اور پانی کو پھونکے ہاں اگر پھونکنے میں مانند اف کے
آواز نہ نکلے تو پھونکنا درست ہے اور ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیوں کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دسترخوان پر گر پڑا ہو اسکو کھانا یہ سب امور مذکورہ
سنت ہیں راہ میں کھانا مکروہ ہے اور سر برہنہ کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور کھانا اپنا تکیہ لگا کر یا بایاں ہاتھ زمین پر رکھکر یا کسی چیز پر ٹیک دیکر مکروہ ہے کذا فی
العالمگیریہ تتمہ اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ انکے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے جسمیں مشتبہات کا
ارتکاب ہے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نہ کھاوے اسواسطے کہ برکت درمیان میں نازل ہوتی ہے بلکہ ایک طرف سے کھا

اسواسطے کہ طعام یکسان ہر ہان اگر طبق مین رنگ برنگ میوے ہون تو جدھر سے چاہے کہاوے اسی طرح اگر طبق مین انواع طعام ہون تو ہر طرف سے
کہانا درست ہر حدیث مین وارد ہی کہ جو رکابی کو چاٹے کہانے کے بعد تو رکابی کہتی ہی کہ اللہ تجہکو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تو نے مجہکو شیطان سے آزاد کیا اور
امام احمد کی روایت یون ہی کہ رکابی اُسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہی حدیث مین وارد ہی کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات و ارض سے ہی اور جس قوم نے
روٹی کا استخفاف اور حقارت کی تو حق تعالی اُنکو بھوکی اور محتاجی کے ساتھ مبتلا کرتا ہی اور اُسکے اکرام سے یہ ہی کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا انتظار نہ کرے یعنی رکہکے
کہانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگون پر محتاج کا کہانا دینا اُسوقت مین جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہی تو جو اُسکا حال جانتا ہو اُسکو اتنا کہانا دینا فرض ہی جسقدر
سے وہ خروج اور ادا واجبات پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر تہا سو وہ مر گیا اور کسی نے اُسکو کہانا نہ دیا تو جو لوگ اُسکا حال جانتے ہونگے سب گناہ مین شریک ہونگے
اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اُسپر کسب واجب ہی اور سوال کرنا اُسکو حلال نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ لحم الاتان ای الحمارۃ الاہلیۃ ولبنہا اور مکروہ ہی گدہی
کا گوشت اور اُسکا دودہ یعنی پالوگدہے کا گوشت مکروہ تحریمی ہی برخلاف مالک کے کہ ہم کراہت بیمار وغیرہ سب کے حق مین ہی اور حمار وحشی یعنی گورخر کا گوشت اور دودہ
حلال ہی کذا فی الطحطاوی ولبن الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولبن الرمکۃ ای الفرس لبول الابل واجازہ ابی یوسف للتداوی اور مکروہ ہی جلالہ کا دودہ جلالہ وہ گاے
یا بکری یا اونٹنی ہی جو گوہ کہاتی ہو اور مکروہ ہی گہوڑی کا دودہ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کے واسطے جائز کہا ہی ہم ہدایہ
مین ہی کہ امام اعظم کے نزدیک گہوڑی کا دودہ حلال ہی چنانچہ کتاب الاشربہ مین آویگا وکرہ لحمہا ای لحم الجلالۃ والرمکۃ اور جلالہ اور گہوڑی کا گوشت مکروہ
ہی وتحبس الجلالۃ حتی یذہب نتن لحمہا وقدر بثلثۃ ایام لدجاجۃ واربعۃ لشاۃ وعشرۃ لابل وبقر علی الاظہر اور گوہ کہانے والا جانور بند کر رکہا جاے یہانتک
کہ اُس کے گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہو جاے اور حبس کی مدت ٹہرائی گئی ہی بموجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کے واسطے تین دن اور بہیڑ بکری کے واسطے
چار دن اور اونٹ اور گاے کے واسطے دس دن ولو اکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ
یصیر مستہلکا لا یبقی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونون کہاتا ہو اسطرح کہ اُسکا گوشت گندہ نہ ہو تو حلال ہی جیسے وہ حیوان حلال ہی جو پالا گیا ہو سور کے
دودہ سے اسواسطے کہ اُسکا گوشت متغیر نہین ہوتا اور جو دودہ اُسکا غذا ہوا وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہی اُسکا کچہ اثر باقی نہین رہتا ہی ہم اور اسیطرح جو نیست
نجاسات سے سینچے جاوین تو اُسکا کہانا مکروہ نہین ولو سقی ما یوکل لحمہ خمرا فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ زیلعی وصیدشرح وہبانیہ اور اگر ماکول اللحم جانور کو
شراب پلائی گئی پہر وہ اُسی وقت ذبح کیا گیا تو اُسکا کہانا حلال ہی اور مکروہ ہی کذا فی الزیلعی وکتاب الصید مین شرح الوہبانیہ وکرہ الاکل والشرب والادہان والتطیب
من اناء ذہب وفضۃ للرجل والمراۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہی کہانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونون
کے حق مین اطلاق حدیث کی دلیل سے ہم حدیث مذکور بخاری اور مسلم مین حذیفہ سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو
سونے چاندی کے برتنون مین اور نہ کہاؤ اُنکی رکابیون مین اسواسطے کہ یہ برتن کافرون کے واسطے ہین دنیا مین اور تمہارے واسطے ہین آخرت مین انتہی پہر
جب کہانا پینا اُنمین منع ہوا تو اسی طرح اُن برتنون سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بہی منع ہوا کذا فی المنح وکذا یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ والذہب والاکتحال
بمیلہما وما اشبہ ذلک من الاستعمال کمکحلۃ ومراۃ وقلم ودواۃ ونحوہا اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہی کہانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا اُنکی سلائیون سے
اور جو استعمال اسکے مشابہ ہی چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور مانند اُسکے مکروہ ہی ہم ظروف مذکورہ کے مانند ہی چاندی سونے کی بہی
اور سلائی اور آفتابہ اور انگیٹہی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہین کذا فی الطحطاوی یعنی اذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ
بحسب متعارف الناس والا فلا کراہۃ حتی لو نقل الطعام من اناء الذہب الی موضع آخر وصب الماء والدہن فی کفہ لا علی رأسہ ابتداء ثم استعملہ لا باس بہ مجتبی وغیرہ
وعزاہ فی الدرر للہندوانی یعنی ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت اُسوقت ہی جبکہ اُنکو ابتداء استعمال کیجیے اُن کامون مین جنکے واسطے وہ بنائے گئے ہین

لوگون کے رواج کے موافق اور اگر ابتداءً استعمال نہ ہو تو کراہت نہین تو اگر کھانا نقل کیا جاوے سونے کے برتن سے دوسری جگہ یا پانی یا تیل کف دست مین ڈالے نہ اپنے سر پر ابتداءً پھر اسکو استعمال کرے تو اسکا کچھ مضائقہ نہین کذا فی المجتبی وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے درر مین تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے ہم درر مین یون مذکور ہے کہ ظروف مذکورہ جو تیل وغیرہ کے واسطے مصنوع ہین انکا استعمال اسوقت حرام ہے جبکہ انہین ظروف سے تیل سر پر ڈالا جاوے اسواسطے کہ وہ ظروف اسی واسطے مصنوع ہوے ہین کہ اسیطرح مستعمل ہون اور اگر انہین ہاتھ ڈالے اور تیل ہاتھ مین لیکر سر پر ڈالے تو کراہت نہین اسواسطے کہ اسمین ابتداءً استعمال نہوا انتہی لیکن محشی درر یعنی علامہ ودانی اور نوح نے اس تخصیص کو رد کیا ہے اسطرح کہ استعمال چاندی سونے کا ممنوع ہے اسواسطے کہ اصل اباحت مین یہ حدیث ہے کہ ان ہذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثہم اور جبکہ معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ عورتون کو فقط زیور حلال ہے تو اسکے زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث نہی کی مطلق ہین کذا فی الطحطاوی ہم ہر چند درر کے موافق فتاوی عالمگیری مین بھی یہ منقول ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ کسی طرح استعمال نہ کرے واللہ اعلم واستثنی القہستانی وغیرہ استعمال البیضۃ والجوشن والساعد الی منتہی الحرب للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ مین چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانون کو جنگ مین ضرورت کے سبب سے مستثنی کیا ہے کراہت سے وہذا فیما یرجع للبدن واما لغیرہ تجملا باوانی متخذۃ من ذہب وفضۃ وسریر کذلک وفرش علیہ من دیباج ونحوہ فلا باس بہ بل فعلہ السلف فان بھے اباح ابوحنیفہ توسد الدیباج والنوم علیہ کما یاتی اور یہ یعنی ظروف فضیہ اور ذہبیہ کی تحریم اُس صورت مین ہے جبکہ استعمال نفع بدن کے واسطے راجع ہو اور اسکے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے اور اسیطرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اُسپر دیبا اور مانند اسکے فرش کرنا تو اسکا کچھ مضائقہ نہین بلکہ اسکو سلف نے کیا ہے کذا فی الخلاصہ یہان تک کہ امام ابوحنیفہ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اُسپر سونا مباح کیا ہے چنانچہ آگے آویگا ویکرہ الاکل فی نحاس او صفر والافضل الخزف قال صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملائکۃ اختیار اور مکروہ ہے کھانا تانبے اور پیتل کے برتن مین اور افضل اور بہتر مٹی کا برتن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر مین مٹی کے برتن رکھے اُسکی زیارت فرشتے کرتے ہین کذا فی الاختیار ہم ظاہرا کراہت اسوقت ہے جب تانبے اور پیتل کا برتن بے قلعی ہو اور ظروف چینی مین تو فقاہت اور تجمل ہے اور اسے سنت دونون موجود ہین اسواسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہین لا یکرہ ماذکر من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقیق خلافا للشافعی اور مکروہ نہین کھانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے برخلاف امام شافعی کے انکے نزدیک کراہت ہے وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہے پینا ظرف مفضض سے یعنی جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی مین اسکو سیم کوب کہتے ہین ہندی مین بدرا اور جڑاؤ ہم منح الغفار مین مفضض کی تفسیر مزوق ہے اور شمنی مین مرصع ہے اور قہستانی مین مزین بالفضہ ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بھی جائز نہین زیلعی نے کہا یہ اختلاف اُس صورت مین ہے جبکہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے ورنہ تو یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا پانی برتن پر ملا ہو جو جدا نہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہے اسواسطے کہ وہ مستہلک ہے اُسکے باقی رہنے کا کچھ اعتبار نہین چنانچہ شارح اسکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض لکن بشرط ان یتقی ای یتجنب موضع الفضۃ بفم قیل وید وجلوس صحیح ونحوہ اور حلال ہے سوار ہونا مفضض زین پر اور حلال ہے بیٹھنا کرسی مفضض پر ولیکن اس شرط سے حلال ہے مفضض برتن مین پینا کہ چاندی کی جگہ سے منہ علحدہ رکھے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاتھ بھی جدا رکھے چاندی کی جگہ سے اور زین کے جلوس اور اُسکے مانند مین بھی بدن جدا رکھے ہم اجتناب فم کا اعتبار ہے نہ اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور جوہرہ مین مذکور ہے یہ حکم ہے ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہے اسکا استعمال تو کسی طرح جائز نہین کذا فی الطحطاوی وکذا الاناء المضبب بذہب او فضۃ والکرسی المضبب بہما وحلیۃ مرآۃ ومصحف بہما اور اسیطرح حلال ہے ظرف مضبب یعنی برتن مین چاندی سونے کے پتر جڑے ہین اُس کے استحکام کے واسطے اور اسی طرح پر چاندی سونے کے پتر جڑی کرسی اور زیور آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کچھ مضائقہ نہین

کھانے پینے کا ظرف نہ ہو اور مفضض میں جبکہ سونے چاندی پہ جڑے ہوئے اور اسیطرح ظرف مضبب اور کرسی اور سریر جبکہ چاندی سونے پر جڑے ہوں اور
اسیطرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سے اور اسیطرح تیر اور لگام اور زین اور رکاب اور رکاب مفضض یا مضبب درست ہے بشرطیکہ اسپر ہاتھ واقع ہو اور
ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات میں ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتہی کما لو جعلہا فی نصل سیف و سکین او فی قبضتہا او لجام
اور رکاب و لم یضع یدہ موضع الذہب و الفضۃ چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہے اگر تلوار اور چھری کی کونٹھی میں یا اُن دونوں کے قبضے میں یا لگام یا رکاب
میں کرے اور اپنا ہاتھ نہ رکھے سونے چاندی کی جگہ میں ہم کافی میں ہے جبکہ چھری کی کونٹھی میں اور تلوار کے قبضہ میں چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہ
پکڑے گا تو مکروہ ہے اور نہیں تو مکروہ نہیں ہے کذا فی الطحطاوی و کذا الکتابۃ فی الثوب بذہب او فضۃ و فی المجتبی لا باس بالسکین المفضض و المحابر و الرکاب و یکرہ الکل
اور اسی طرح درست ہے کپڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبی میں ہے کہ چھری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھ مضائقہ نہیں
اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہیں ہم امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری میں انس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا
تو موضع شق چاندی کی زنجیر سے جکڑ گیا اور احمد کی روایت میں ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تھا اُس میں
چاندی کا تیر جڑا تھا و الخلاف فی المفضض اما المطلی فلا باس بہ بالاجماع بلا فرق بین لجام و رکاب و غیرہ لان الطلاء مستہلک لا یخلص فلا
عبرۃ للونہ عینی و غیرہ اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض میں ہے یعنی جس چیز میں چاندی سونا علحدہ ہو سکتا ہو اور ملمع یعنی جسپر سونے چاندی کا پانی پھیرا
ہو سو وہ تو بالاجماع درست ہے بدون فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہا کے اسواسطے کہ طلا یعنی چاندی سونے کا پانی ہے جدا نہیں ہو سکتا اُس
کی فقط رنگت کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی العینی وغیرہ و یقبل قول کافر و لو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم و لا یرد
بخبر الواحد اور مقبول ہے کافر کا یہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ میں نے یہ گوشت مول لیا ہے یہودی یا نصرانی سے تو اُس گوشت کا کھانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا
کہ میں نے مجوسی سے گوشت خرید کیا تو گوشت حرام ہوگا اور اُس کے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نہ کرے و اصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی
المعاملات لا فی الدیانات و علیہ یحمل قول الکنز و یقبل قول الکافر فی الحل و الحرمۃ یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل و الحرمۃ کما توہمہ الزیلعی
اور اُسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات میں نہ دیانات میں اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت
اور حرمت میں یعنے وہ حلت اور حرمت کہ درضمن معاملات کے حاصل ہو نہ ہر طرح کی حلت اور حرمت جیسا کہ زیلعی شارح کنز نے توہم کیا ہے ہم ایک شخص کا قول مقبول
ہے معاملات میں خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت
اور مضاربت اور رسالت فی الہدایہ اور اذن تجارت ہے لیکن باینہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہے تو اگر اُسکے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اسپر عمل کرے
اور اگر گمان غالب نہ ہو اُسکے صدق کا یا شک ہو تو اسپر عمل نہ کرے کذا فی الطحطاوی عن الکافی و المعراج معاملات وہ امور ہیں جو فیما بین الناس جاری رہتے ہیں
چنانچہ بیع اور شرا اور وکالت وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہیں جو فیما بین خدا اور بندے کے ہوتے ہیں چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت و یقبل قول المملوک
و لو انثی و الصبی فی الہدیۃ سواء اخبر باہداء المولی غیرہ او نفسہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہے تحفہ پہونچانے میں خواہ غلام نے
یہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہ تحفہ دیا ہے اور شخص کو یا یوں کہا ہو کہ اور شخص نے یہ تحفہ دیا ہے مالک کو و الاذن سواء کان بالتجارۃ او بدخول الدار مثلا
اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن میں خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن ہم سراج میں ہے کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر
نے دوسرے شخص کے گھر میں داخل ہونے کا اذن دیا تو قیاس یہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یوں ہے کہ اس سے لوگ باز نہیں
رہتے لہذا یہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی و قیدہ فی السراج بما اذا غلب علی رأیہ صدقہم فلو شری صغیر نحو صابون و اشنان لا باس ببیعہ و لو نحو زبیب

طحاوی یعنی بیعہ لان الظاہر کذبہ وتمامہ فیہ اور اذن تجارت میں اسکی قید لگائی ہو جبکہ اسکی رائے میں انکا صدق غالب ہو تب قول مقبول
ہوگا اگر صبی صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اسکے ہاتھ بیچنا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر منقے اور حلوا ایسی چیز مزے کو مول لینے کا
قصد کرے تو اسکے ہاتھ بیچنا لائق نہیں اسواسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہے اور اسکا پورا بیان سراج میں ہے ہم مٹھائی وغیرہ کی طرف اطفال مشتاق
رہتے ہیں تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ سے پیسے مٹھائی کھانے کے واسطے چورا لایا ہوگا تو اسکا یہ قول کہ میرے ماں باپ نے
منگوایا ہے مقبول نہ کرنا چاہیے لیکن انہا سے کہ اطفال پر یہ اشتباہ نہیں ہوسکتا ہے ویقبل قول الفاسق والکافر والعبد فی المعاملات لکثرۃ وقوعہا اور فاسق
اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہے معاملات میں وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے ہم اصل ہے کہ معاملات میں ہر ممیز کا قول مقبول ہے تو اگر معاملات میں
عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اسواسطے کہ عدالت کی شرائط مجمع کیا ہے کہ کہاں اسکو آدمی پاوے کہ اس سے معاملہ کرے یا اسکو نوکر رکھے اور لوگوں کے
پاس معاملات کے واسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہیں سوا اسکے تو اگر ممیز کی خبر مقبول نہ ہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہے اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع
ہیں تو اسمیں عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے اسواسطے اسمیں فقط تمیز کفایت کرتی ہے کذا فی الزیلعی کما لو اخبرا انہ وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشراء منہ ان
غلب علی الرای صدقہ کما مر وفی آخر الحظر فانہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے میں تو اس سے اس کا
خرید کرنا جائز ہے اگر خرید کرنے والے کے گمان میں اسکی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب الحظر کے آخر میں بھی اسکا ذکر آویگا وشرط العدل فی
الدیانات ہی التی بین العبد والرب اور مشترط ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات میں دیانات وہ امور ہیں جو بندے اور مالک حقیقی کے درمیان
واقع ہیں ہم چونکہ دیانات معاملات کے مانند کثیر الوقوع نہیں تو اسمیں عدالت کی شرط کرنی حرج نہیں اور قول فاسق اور کافر اور غیر ممیز کا قبول کرنا اسمیں کچھ
ضرورت اور حاجت نہیں کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتیمم ولا یتوضا ان اخبر بہا مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمتہ ولو عبدا او امۃ جیسے نجاست پانی کی خبر سے
تیمم کرے اور اس پانی سے وضو نہ کرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہے جو باز رہتا ہو اس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ
غلام ہو یا لونڈی ہم عدالت مسقط احتمال کذب ہے تو اس احتیاط کی حاجت نہیں کہ پانی گرا کر تیمم کرے وتحری فی خبر الفاسق بنجاسۃ الماء وخبر المستور ثم یعمل
بغالب ظنہ اور اٹکل دوڑاوے فاسق اور مستور الحال کی خبر میں پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جسکا فسق اور عدالت معلوم نہیں وہ
کہیں کہ یہ پانی ناپاک ہے تو وہاں اٹکل کرکے ظن غالب پر عمل کرے نہ انکے قول پر ولو اراق الماء فتیمم فیما اذا غلب علی رایہ صدقہ فتوضا وتیمم فیما
اذا غلب علی رایہ کذبہ کان احوط اور اگر پانی کو گرا دے پھر تیمم کرے اس صورت میں جبکہ اسکو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی خبر میں اور وضو اور
تیمم کرے اس صورت میں جبکہ اسکو گمان غالب ہو اسکے کذب کا تو یہ احوط ہوگا یعنی اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے وفی الجوہرۃ تیممہ بعد الوضوء احوط اور جوہرہ میں ہے اور
تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے ہم اسمیں اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الحلوانی واما الکافر فان غلب صدقہ [illegible]
فاراقتہ احب قہستانی وخلاصہ وخانیہ اور کافر کا تو یہ حکم ہے کہ جب اسکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی القہستانی والخلاصہ والخانیہ
ہم یعنی اگر کافر نے خبر دی کہ یہ پانی نجس ہے اور اسکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہے اسواسطے کہ کافر کا قول شرع میں حجت کی
خبر لازم نہیں لیکن پانی گرا کر تیمم سے نماز پڑھنا مستحب ہے قلت لکن لو تیمم قبل اراقتہ لم یجز تیممہ بخلاف خبر الفاسق لصلاحیتہ ملزما فی الجملۃ بخلاف الکافر میں کہتا ہوں [illegible]
کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اسکا تیمم جائز نہ ہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہاں تیمم
مذکورہ جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر ملزم ہونے کے لائق نہیں ہم فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم ہونے کی
یہ دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کرکے حکم دے تو اسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اسکی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پر حکم دے تو نافذ نہیں [illegible] مسلم کی

خصومت میں تو حکم اُسکا نافذ نہ ہوگا ولو اخبر عادل بالطہارۃ وعدل بالنجاسۃ حکم بالطہارۃ بخلاف الذبیحۃ اور اگر مسلم متقی نے پانی کی طہارت کی خبر
دی اور دوسرے متقی نے اسکی نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائیگا بخلاف ذبیحہ کے کہ وہاں درصورت تناقض حرمت کا حکم ہوگا
ہم پانی کی طہارت کا اسواسطے حکم ہوا کہ دونوں خبریں بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئیں تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوا کذا فی القنیۃ فی اوان طاہرۃ
ونجسۃ وذکیۃ ومیتۃ فان الاغلب طاہرا تحری وبالعکس والسواء لا الا للعطش اور غالبہ معتبر ہو ظروف پاک اور ناپاک میں جو باہم مل گئے اور مذبوح
جانوروں اور مردار میں جو باہم مخلوط ہو گئے تو اگر پاک برتن یا مذبوح جانور اکثر ہوں تو طہارت اور شرب اور اکل کے واسطے غور کرے اور اگر دونوں برابر
اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہوں یا دونوں پاک اور ناپاک برابر ہوں تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہیں مگر دفع عطش کے واسطے التحری فی الظروف
میں گمان غالب معتبر ہوگا وفی الثیاب یتحری مطلقا اور کپڑوں میں ہر حال گمان غالب معتبر ہے خواہ اکثر کپڑے طاہر ہوں یا نجس اسواسطے کہ ستر
عورت میں کپڑے کا کچھ بدلا نہیں اور پانی کا بدلا مٹی ہے تیمم کے واسطے دعی الی ولیمۃ وثمہ لعب او غناء قعد واکل لو المنکر فی المنزل ولو علی المائدۃ لا
ینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا لقولہ تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین کوئی شخص شادی کی دعوت میں بلایا گیا اور وہاں لہو ولعب یا راگ
ہو تو بیٹھے یا کھاوے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان میں ہو اور دستارخوان پر نہو اور اگر خلاف شرع دستارخوان پہ ہو تو اسے بیٹھنا لائق نہیں وہاں سے بلکہ نکل جاوے
ناخوش ہوکر اسواسطے کہ قرآن مجید میں حق تعالی فرماتا ہے کہ مت بیٹھو نصیحت کے یاد ہونے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ ہم ولیمہ شادی کے کھانے کا نام ہے جو زوجین کی
ملاقات کے بعد ہوا اور بعضوں نے کہا دونوں طعام کا نام ولیمہ ہے کلام ولیمہ سنت ہے حدیث میں آیا ہے کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو تمرتاشی نے کہا اجابت
دعوت میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہیں تو وہ مختار ہے
لیکن اجابت افضل ہے اسواسطے کہ اسمیں دل مومن کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کرے تا معلوم ہو کہ تو اُسکے فسق سے راضی نہیں اور اسی طرح
اسکی دعوت قبول نہ کرے جسکا اکثر مال حرام ہے ہاں اگر وہ کہے کہ اصل مال حلال ہے میراث سے یا قرض لینے سے تو دعوت قبول کرے اور کھاوے اور اگر اسکا غالب مال
حلال ہے تو اُسکا تحفہ قبول کرنا درست ہے جبکہ دعوت قبول کی اور اُسکے مکان پر گیا تو جو اسکے ذمہ پر تھا ساقط ہو گیا اختیار ہے کھاوے یا نہ کھاوے نہ کھانے سے کچھ حرج
نہیں اور کھانا افضل ہے اگر روزہ دار نہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہو یعنی اپنی شیخی اور نام آوری اور شکر گزاری چاہے تو خصوصاً اہل علم کو اسکی دعوت
قبول کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اجابت میں آپ کو ذلیل کرنا ہے اور ذمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کذا فی الطحاوی مختصرا فان قدر علی المنع فعل پھر اگر دعوت میں گیا
اور وہاں ناچ رنگ ہے تو اگر یہ شخص منع کرنے پر قادر ہے تو منع کرے ہم یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نہ کریگا تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو شخص
خلاف شرع دیکھے تو اسکو چاہیے ہاتھ سے مٹا دے سو اگر قادر نہو تو زبان سے اسکی برائی ظاہر کردے اور یہ بھی اگر نہ ہو سکے تو دل سے اسکو برا جانے اور یہ ضعف الایمان ہے
والا یقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدی بہ اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر اُن لوگوں میں نہو جنکے قول اور فعل کے لوگ اقتدا اور پیروی کرتے ہوں یعنی اگر مقتدا نہو
تو صبر کرے دل سے ناخوش ہو کر فان کان ممن یقتدی بہ ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو تو وہاں سے نکل جاوے اور نہ بیٹھے
اسواسطے کہ اسکے بیٹھنے میں عیب لگتا ہے دین میں ہم اور اسمیں معصیت کا دروازہ کھولنا ہے مسلمین پر کہ وہ اُس بزرگ کی پیروی کرینگے والمحکی عن الامام کان قبل ان یصیر مقتدی بہ اور
جو قول امام سے منقول ہے کہ میں ایکبار لہو کی دعوت میں مبتلا ہوا تھا سو میں نے صبر کیا تو یہ اُنکے مقتدا ہونے سے پہلے ہوا تھا کذا فی الایضاح وان علم اولا باللعب لا یحضر اصلا سواء کان
ممن یقتدی بہ او لا لان حق الدعوۃ انما یلزمہ بعد الحضور لا قبلہ ابن کمال اور اگر لہو لعب کو پہلے معلوم کر پاوے تو اصلا وہاں نجاوے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت
کا لازم ہوتا ہے حاضر ہونیکے بعد نہ قبل اسکے کذا ذکرہ ابن کمال ہم نجانیکی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اُسوقت ہے جبکہ وہاں امر غیر مشروع نہ ہو کذا فی الزیلعی وفی السراج
ودلت المسئلۃ ان الملاہی کلہا حرام اور سراج میں ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کھیل اور ناچ رنگ حرام ہیں ہم ملاہی سے نہیں مستثنی

ہیں وجیسے حدیث میں کھیل کی لاعبت اپنی عورت کے ساتھ اور تادیب اپنے گھوڑے کی اور تیر اندازی و یدخل علیہم بلا اذنہم لانکار المنکر اور ارباب ملاہی کے گھر میں
گھس جاسے بدون اُنکے اذن خلاف شرع کے مٹانے کے واسطے یعنی ہر چند کسی کے گھر میں بلا اذن جانا درست نہیں لیکن جب اُن لوگوں نے خلاف شرع کے
ارتکاب سے اپنی حرمت ساقط کر دی تو اُنکی ہتک حرمت جائز ہوگی کذا فی المنح قال ابن مسعود صوت اللہو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات عینی
ابن مسعود نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دل میں نفاق کو اُگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اُگاتا ہے ہم نفاق سے نفاق عملی مراد ہے نہ نفاق اعتقادی جو کفر ہے قلت و فی البزازیۃ
استماع صوت الملاہی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاہی معصیۃ والجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ فصرف الجوارح
الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کیلا یسمع لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ واشعار العرب لو
فیہا ذکر الفسق تکرہ انتہی میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ باجوں کی آواز سننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکے حرام ہے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور پاس بیٹھنا فسق ہے یعنی طاعت ربانی سے باہر نکل جانا ہے اور اس سے لذت لینا
کفر ہے یعنی کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اس چیز کی طرف جسکے واسطے وہ بنائے نہیں گئے نعمت کا کفران ہے نہ شکر اس نعمت کا تو واجب کمال واجب
یہ ہے کہ کنارہ گیر ہو جاوے تاکہ آواز کو نہ سنے اس واسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے انگشت مبارک کو اپنے کان میں داخل
کر لیا تھا اُسکی سماعت کے وقت اور عرب کے اشعار اگر انمیں فسق کا ذکر ہو تو وہ مکروہ ہیں انتہی ما فی البزازیۃ و تعلیلا لذنب کما فی الاختیار و لا اقلال کما فی
النہایۃ یا اللذہ سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی بڑائی جتانے کو کما فی الاختیار شرح مختار یا کفر فرمایا اسکو حلال سمجھنے کے سبب کما فی النہایۃ فائدہ و من ذلک ضرب النوبۃ
للتفاخر فلو للتنبیہ فلا باس بہ کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتذکر ثلث نفخات الصور لمناسبۃ بینہما فبعد العصر للاشارۃ الی نفخۃ الفزع و بعد العشاء
الی نفخۃ الموت و بعد نصف اللیل الی نفخۃ البعث و تمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور منجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری کے واسطے تو اگر
نوبت نوازی تنبیہ کے واسطے ہو تو اُسکا مضائقہ نہیں چنانچہ جبکہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پھونکے جانے کی یاد دلانے کے واسطے اسلیے کہ نوبت کی آواز
اور صور کی آواز میں فی الجملہ مناسبت ہے عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخہ دہشت اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخہ موت کا اور آدھی رات کے بعد اشارہ ہے نفخہ بعث کا یعنی
قبروں سے اُٹھنے کا اور پورا اسکا بیان اُس شرح میں ہے جو ہمنے ملتقی الابحر پر تعلیق کی ہے ہم شرح ملتقی میں شارح نے کہا حسن سے مروی ہے کہ شادی نکاح میں دف بجانا
جائز ہے شہرت نکاح کے واسطے اور مراد اسمیں وہ دف ہے جسمیں جلاجل یعنی جھانجھ نہوں اور اسکا بجانا بہیئت تطرب نہو تتمہ پہلا گانے والا ابلیس علیہ ما علیہ ہے
کذا فی التتارخانیۃ اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگوں نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست اسکے سامنے ناچنے اور وجد کرنے لگے تو یہ کفار
گوسالہ پرستوں کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ میں ہے کہ حرمت رقص پر نص قرآنی موجود ہے قال تعالی ولا تمش فی الارض مرحا یعنی مت چل زمین میں اترا کے اور تبختر
کی راہ سے اور رقص میں نہایت تبختر اور بجاوٹ اور اترانا ہوتا ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اور اسپر اجماع ہے اور بعض فقیہوں نے کہا غلبہ وجد میں رقص
منع نہیں جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع میں تا تارخانیہ میں وہ مضمون ہے جو جواز رقص پر دلالت کرتا ہے اس مغلوب الحال کے واسطے جسکی حرکات مرتعش کی مانند
ہیں اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ وجد صادق ہو اور قیام میں وہ شخص مغلوب ہو اور ایک چیز کبھی حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام ہو جاتی ہے اختلاف مقاصد کے
سبب کما ذکرہ ابو السعود اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو ہمارے زمانہ کے متصوفہ سماع کے وقت آواز بلند کر کے نعرہ مارتے ہیں حرام ہے وہاں بیٹھنا جائز نہیں اور متقدمین
سالکین ایسا نہیں کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا شعر سننا اباحت غنا پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تھے اور جس
تواجد نبوی کا ذکر ہے صحیح نہیں سری سقطی نے فرمایا وجد کرنیوالے کی شرط یہ ہے کہ اس حد کو پہنچ جاوے کہ اگر اسکے چہرہ پر تلوار پڑے تو اُسکو خبر نہ ہو انتہی
انتہی ما فی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت آلات سرود کی اور اختلاف غنا سے جھگڑا کتاب الشہادات میں مفصل ذکر ہو چکا فلینظر ثمہ

فصل فی اللبس یہ فصل ہے لباس کے مسائل میں ہم فرض لباس وہ ہے جو عورت کو چھپاوے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر یہ ہے کہ پوشاک سوتی یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنے اسکا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین انگلیوں تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے چنانچہ سنت میں صحیح ہے متوسط لباس چاہیے نہ نفیس نہ خسیس اسواسطے کہ خیر الامور اوسطہا اور اسواسطے کہ نہی وارد ہے لباس شہرت سے یعنے جو نہایت نفیس ہو اور نہایت خسیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرائش اور نعمت الہی کے اظہار کے واسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کے واسطے عید اور جمعہ اور مجامع خلق میں نہ جمیع اوقات میں اور مکروہ لباس وہ ہے جو تکبر اور ترفع کے واسطے ہو اور سپید لباس مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ویحرم لبس الحریر ولو بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وہی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عم بہ البلوی اور حرام ہے پہننا حریر یعنے ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہ ہے کہ ریشمی تو اسوقت حرام ہے جبکہ وہ کھال سے لگا ہو قنیہ میں کہا اور یہ رخصت عظیمہ ہے وہاں جہاں ریشمی کا عموم بلوی ہو ہم جب معلوم ہوا کہ مذہب صحیح میں ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا غیر متصل تو روایت ضعیفہ قابل اعتبار کے نہیں طحطاوی نے شمس الائمہ حلوانی سے نقل کیا کہ صحیح یہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے نہ امام کی طرف حریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونوں ابریشم ہو چنانچہ گلبدن دریائی اور تافتہ اور اطلس و کمخاب ابوداؤد اور نسائی میں علی مرتضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشمی کپڑا لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا اور فرمایا کہ یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت ہے کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور انکی عورتوں پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی میں عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں حریر وہی پہنتا ہے جسکا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے کذا فی التیسیر او فی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا لا یحل فی الحرب اگرچہ ریشمی جنگ میں پہنے سو وہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی میں ریشمی لباس حلال ہے ہم صاحبین کے نزدیک جنگ میں گاڑھا کپڑا ریشمی درست ہے جو سلاح کی مضرت بچاوے نہ باریک ریشمی کذا فی العالمگیریۃ علی الرجل لا المرأۃ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ وقیل منشورۃ وقیل بین بین ریشمی حرام ہے مرد پر نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہیں جیسے ریشمی بوٹیاں کپڑے کی حرام نہیں چار انگلیاں ملی ہوئی مراد ہیں اور بعضوں نے کہا کہ کھلی ہوئی اور بعضوں نے کہا نہ ملی نہ کھلی مراد ہیں ہم نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ رخصت حریر میں معتبر چار انگلیاں ہیں نہ نہایت ملی نہ نہایت کھلی کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسط فی القنیۃ اور ریشمی بوٹیوں میں ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے اگرچہ متفرقات بوٹیاں عمامہ میں ہوں چنانچہ قنیہ میں مشرح بیان ہے ہم اسکی توضیح قنیہ میں یوں مذکور ہے کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیاں کے جمع کرنے میں اختلاف ہے نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر مذہب ہے مگر جبکہ ایک خط ابریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اس طرح پر کہ سب ابریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ابریشم اور غیر ابریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا طرہ تو ظاہر مذہب عدم جمع ہے کذا فی العالمگیریہ یعنی اگر کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیاں متفرق کثرت سے ہوں اگر ان سب کو جمع کیجیے تو چار انگل سے زیادہ ہو جائیں تو ظاہر مذہب میں یہ جمع کرنا معتبر نہیں وہ کپڑا حلال ہے وفیہا عمامۃ طرازہا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قیس شبرنا یرخص فیہ اور قنیہ میں ہے کہ ایک عمامہ ہے جسکا نقش و نگار ریشم کا ہے چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگلیوں سے اور فاروق کی چار انگلیاں ہمارے بالشت کے ساتھ قیاس کی گئی ہیں تو اسقدر نقش و نگار میں رخصت ہے ہم عالمگیری میں قنیہ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ اور آنچل پگڑی کا مذکور ہے نہ طمسہ ان ظہیر الدین تمرتاشی نے کہا کہ معتبر چار انگلیاں ہیں اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی انگلیاں معتبر نہیں ہیں کذا فی العالمگیریہ عن القنیہ طحطاوی نے کہا اصابع منشورہ غیر معتبر ہیں تو بہتر یہ تھا کہ شارح اس عبارت کو ذکر نہ کرتا و کذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار اربع اصابع والا لا یحل للرجل زیلعی

اسی طرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہے جبکہ اس مقدار پر ہو یعنی چار انگل اور اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو حلال نہیں ہے کذا فی الزیلعی وفی المجتبی العلم فی العمامۃ فی موضعین
او کان یجمع وقیل لا اور مجتبی میں ہے کہ نقش و نگار اور بوٹی عمامہ میں دو جگہ ہے یا زیادہ تو جمع کرنا چاہیے یعنی چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضوں نے کہا
کہ متفرق کا جمع کرنا ضرور نہیں ہم عنقریب یہ مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تھا وفیہ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی
لا باس بالعلم من الفضۃ قدر ثلث اصابع لا باس ومن الذہب یکرہ وقیل لا یکرہ اور مجتبی میں امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش و نگار ہے
چاندی سے بقدر تین انگل کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور سونے کا نقش و نگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہیں وفیہ تکرہ الجبۃ المکفوفۃ بحریر قلت
ہذا ثبت کراہتہ باعتیاد اہل زماننا من الفصل البصریۃ اور مجتبی میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحریر یعنی جس پر ریشم کی اطراف و دامن پر ریشمی گوٹ ہو ایسا ہوں میں کہتا ہوں اس سے
سے ثابت ہو گئی کراہت اسکی جو ہمارے اہل زمانے کی عادت ہو بصری پیراہنوں کے پہننے کی مع طحاوی نے کہا یہ روایت خلاف ہے جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری میں
وغیرہ سے منقول ہے کہ مکفوف بالحریر عمامہ علمائے فقہا کے نزدیک بلا کراہت درست ہے انتہی اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوف بالحریر پہنتے تھے یعنی محشی نے
نے کہا یہ حدیث صحیحین میں اس طرح ہے کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہے سو اسکی آستین دیبا کا گریبان دیبا تھا اور اسکے دونوں چاک
دیبا سے سیے تھے سو کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مر گئیں تو میں نے اسکو لیا سو آنحضرت اسکو پہنتے تھے سو ہم اسکو دھوتے ہیں بیماروں کے واسطے سو اسکی
برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابو داؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اس جبہ کی جیب یعنی گریبان اور آستین اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے اور بخاری کی ادب مفرد میں
یوں روایت ہے کہ اس جبہ کا گریبان دیبا تھا بالشت بھر اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے حضرت اسکو پہنا کرتے آنے کے وقت اور جمعہ کے دن پہنتے تھے انتہی ما فی العینی
مختصرا وفیہ المقصود العلم فی عرض الثوب قلت ومفادہ ان القلیل فی طولہ یکرہ انتہی قال المصنف وبہ جزم منلا خسرو وصدر الشریعۃ لکن اطلاق الہدایۃ وغیرہا یفید عدم الفرق
اور مجتبی میں ہے کہ کپڑے کے عرض میں علم مخصوص ہے میں کہتا ہوں اور اس سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول میں مکروہ ہے انتہی ما فی المجتبی مصنف نے اپنی شرح میں
کہا اور اسی قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہے ملا خسرو صاحب درر و غرر نے اور صدر الشریعۃ نے لیکن ہدایہ وغیرہ کا اطلاق یعنی عدم قید طول و عرض مفید ہے کچھ فرق نہیں
وفی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمہ اللہ تعالی وہو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیہ رخصۃ عظیمۃ لمن ابتلی بہ فی
زماننا انتہی قلت قال شیخنا والظن ان الرایۃ ربما یعقد علی الرمح فانہ حلال لو کبیرا لانہ لیس بلبس وبہ یحصل التوفیق اور سراج میں ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا حلال
ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف رح نے کہا اور یہ قول مخالف ہے اس قول کے جسمیں چار انگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حلت میں رخصت عظیم ہے
اس شخص کے لیے جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھ مبتلا ہے ہمارے زمانہ میں انتہی ما فی شرح المصنف میں کہتا ہوں ہمارے استاد نے کہا اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ جھنڈا
اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزے پر باندھا جاتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہیں اور اس تقریر سے دونوں قولوں کا اختلاف رفع
ہو گیا انتہی اربع اصابع کی قید لباس میں ہے اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہے ہم روایت کی بشر نے ابی یوسف سے ابی حنیفہ سے کہ مضائقہ نہیں علم کا حریر سے
کپڑوں میں جبکہ علم چار انگل ہو یا اس سے کم اور اسمیں کچھ خلاف مذکور نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے سیر میں کہا کہ علم کا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ وہ تابع
ہے اور اسکی مقدار بیان نہیں کی چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے تو تابع کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ علم ثوب مراد ہے نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر بالکل جھنڈا حریر کا ہو تو
جائز ہے جیسے دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہے تو ظاہر یہ خلاف علم ثوب میں ہے نہ علم رایت میں کذا فی الطحطاوی یعنی تو شارح کے استاد کے قول سے توفیق بین القولین
حاصل ہوئی ولا باس بکلۃ الدیباج ہو ما سداہ ولحمتہ ابریسم شرح وہبانیۃ للرجال مردوں کے واسطے کچھ مضائقہ نہیں دیبا کے چھپر کھٹ کا اور مسہری کا
میں زیادہ کپڑا ہے جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم کا ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ الکلۃ بالکسر الستر الرقیق والناموسیۃ لانہ لیس بلبس کلہ کمکاف ونشہ بدلا من
اور ناموسیہ ہے اسواسطے وہ جائز ہے کہ وہ لباس نہیں بدن سے علیحدہ رہتا ہے ہم قاموس میں ہے کہ کلہ باریک پردہ اور باریک کپڑا ہے

بچھونے کے واسطے یعنی بچھونے اور مسہری اور لحاف ہمیشہ پہننا خاصہ ونظمہ شارح الوہبانیۃ فقال ومن فی کلۃ الدیباج فالنوم جائز وفی القنیۃ والملتقی واسطرہ اور شارح

وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یون کہا ہے اور ریشمی چھپرکھٹ مین سو رہنا جائز ہے اور قنیہ اور ملتقی مین یہ جواز مرقوم ہے ویکرہ التکۃ منہا ای من الدیباج

وہو الصحیح وقیل لا باس بہا اور مکروہ ہے ریشمی ازاربند یہی قول صحیح ہے اور اسکے جواز کا قول ضعیف ہے ہم ریشمی ازاربند اگرچہ چار انگل ہو درست نہین اسواسطے کہ

وہ مستقل اور جدا لگانا چیز ہے بخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع ہے نہ مستقل کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ القلنسوۃ وان کانت تحت العمامۃ اور

اسی طرح مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے نیچے چھپی ہو ہم مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سیا ہو یا کوئی چیز چاندی

سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر سی ہوئی ہو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ گوٹا پٹھا اور بنت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر

تو درست ہے والکیس الذی یعلق قنیۃ اور اسی طرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بدن پر لگائی جائے کذا فی القنیۃ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ بلبوس ہے

واختلف فی عصابۃ الجراحۃ ہل ہی بالحریر کذا فی المجتبیٰ اور اختلاف زخم کی ریشمی پٹی مین کذا فی المجتبیٰ ہم طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے

کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے ازاربند کے مانند وفیہ ان لہان یزین بیتہ بالدیباج ویتجمل باوانی ذہب وفضۃ بلا تفاخر اور مجتبیٰ مین ہے کہ مسلمان کو

اپنا گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنوں سے درست ہے بشرط عدم تفاخر وتکبر لیکن مکان مین اطلس وغیرہ کا چھت

پردہ لگانا درست ہے بشرط عدم تجبر وفی القنیۃ یحسن للفقہاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ اور قنیہ مین ہے کہ فقیہون کے واسطے عمامہ طویل باندھنا

اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے وفیہا لا باس بشد خمار اسود علی عینیہ من ابریسم لعذر قلت ومنہ الرمد اور قنیہ مین ہے کچھ مضائقہ نہین ریشمی سیاہ کپڑا

باندھنا اپنی دونون آنکھون پر عذر کے سبب سے مین کہتا ہون اور منجملہ عذر مذکور جوش کرنا ہے آنکھ کا وفی شرح الوہبانیۃ عن المنتقی لا باس بعروۃ

القمیص وزرہ من الحریر لانہ تبع اور شرح وہبانیہ مین ہے منتقی سے کچھ مضائقہ نہین پیراہن مین ریشمی تکمہ اور گھنڈی لگانا اسواسطے کہ وہ تابع ہے

پیراہن کا یعنی خود لباس مستقل نہین وفی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لا باس بازرار الدیباج والذہب اور تاتارخانیہ مین سیر کبیر سے منقول ہے کہ

کچھ مضائقہ نہین ریشمی اور سونے کی گھنڈیون مین وفیہا عن مختصر الطحاوی لا یکرہ علم الثوب من الفضۃ ویکرہ من الذہب قالوا وہذا مشکل فقد رخص الشرع

فی الکفاف والکفاف قد یکون من الذہب انتہی اور تاتارخانیہ مین مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہین نقش نگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ

ہے سونے سے علما نے کہا اور یہ یعنی عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف یعنی حاشیہ کی رخصت دی ہے اور کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے

انتہی ما فی التتارخانیۃ ہم قنیہ مین ہے علم یعنی نقش نگار سونے سے وہب شسوج کے مانند چار انگل مرد کے واسطے جائز ہے اور اسیطرح ٹوپی مین ظاہر مذہب مین

جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہین جیسے حریر کی جائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا کفاف سے ظاہر اس عبارت مین معنی خیاطت مراد ہے اور

حالانکہ قاموس مین کفاف بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور معنی خیاطت کے ہے نہ کفاف اور شارح علیہ الصلوۃ والسلام سے جبہ مکفوفہ بحریر کا پہننا

ثابت ہے اسمین چاندی سونا مذکور نہین تو اسکی تحریر کرنا چاہیے تامل سے مجکو غلبہ تشویشات سے فرصت نہین انتہی مختصراً اھ وباللہ التوفیق قاموس مین مذکور ہے

کہ کفہ قمیص وہ ہے جو دامن کے گرد ہو اور جو لبا ہو چنانچہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اسکا اور جو اسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہوگیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین اور

دامن کا کنارہ مراد ہے اور جب قنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر مذہب مین جائز ہے تو رخصت شرع بھی ثابت ہوگئی واللہ اعلم وحل توسدہ وافتراشہ

والنوم علیہ وقالا والشافعی ومالک حرام وہو الصحیح کما فی المواہب قلت فلیحفظ ہذا لکنہ خلاف المشہور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اسکا فرش بچھانا اور اسپر

سو رہنا حلال ہے اور صاحبین اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حرمت کا صحیح ہے کما فی المواہب مین کہتا ہون تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیے

لیکن یہ تصحیح مذہب مشہور کے مخالف ہے کیونکہ ہم سٹرنبلالیہ مین ہے کہ یہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروح کے مخالف ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہین حالت

قول میں ہے کذا فی الطحطاوی واما جعلہ دثارا او ازارا فانہ یکرہ بالاجماع سراج اور کپڑے کے اوپر لپیٹی ہوئی یا ریشمی یا جامہ پہننا سو وہ بالاتفاق سب کے نزدیک
مکروہ ہے کذا فی السراج علم شعار وہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہوا اور دثار وہ ہے جو بدن سے منفصل ہو واما الجلوس علی الفضۃ فحرام بالاجماع شرح مجمع اور چاندی کی
چیز پر بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح المجمع وتحل اللبس ما سداہ ابریسم ولحمتہ غیرہ ککتان وقطن وخز لان الثوب انما یصیر ثوبا بالنسج والنسج باللحمۃ
کا ... ہی اعتبار ہے دونوں اسدا کو وہ حلال ہے شروع جسکا تانا ریشم ہو اور بانا ریشم کے سوا اور چیز کا ہو جیسا کتان یا السی کی چھال کا یا روئی کا
یا خز یعنی دریائی جانور کے روئیں کا اس واسطے کہ کپڑا تو کپڑا نہیں ہوتا مگر بناوٹ سے اور بناوٹ ہوتی ہے بانے سے تو کپڑے کی حقیقت میں بانا ہی معتبر ٹھہرا
قلت وفی الشرنبلالیہ عن المواہب یکرہ ما سداہ ظاہر کالعتابی وقیل لا یکرہ ونحوہ فی الاختیار قلت ولا یخفی ان الحج اعتبار اللحمۃ کما یعلم من الحرمۃ
بل فی المجتبی ان اکثر المشایخ افتوا بحلہ انتہی میں کہتا ہوں اور شرنبلالیہ میں مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جسکا تانا ظاہر ہو اور نمودار ہو جیسا کہ عتابی
کپڑے میں بانے سے زیادہ تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں اور اسی کے مانند اختیار میں ہے میں کہتا ہوں پوشیدہ نہیں کہ بانے کا اعتبار کرنا
قول صحیح ہے چنانچہ حرمت سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتبی میں صاف مذکور ہے کہ اکثر مشایخ نے اسکے حلال ہونے کا فتوی دیا ہے یعنی حلال ہونے کا ... حکم
دیا ہے ملتقی اور اسکی شرح میں ہے جسکا تانا ریشم ہو اور بانا روئی وغیرہ کا ہو تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ یا برابر ریشم کے اور بعضوں نے کہا جب بانا
غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ مجمع اور قہستانی میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع ... انتہی قلت ہذا کان فی زمانہم
واما الان فمن الحریر وحینئذ فیحرم ... خانیہ فلیحفظ اور شرح مجمع میں ہے کہ خز ... وہ دریائی ... کا ہوتا ہے میں
کہتا ہوں اور یہ بیان حلال خز کا ... کے زمانے میں تھا اور اب تو خز حریر سے ہوتا ہے اور اس وقت میں تو خز حرام ہے کذا فی البحر ...
تو اس اصطلاح متقدمین اور متأخرین کو یاد رکھنا چاہیے تو حرام کو ... حلال ... قول ...
وما لحمتہ حرم بالاجماع ... سراج اور عکس ... حلال ہے فقط لڑائی میں یعنی جسکا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو ...
بشرطیکہ وہ گاڑھا ہو جسکے سبب ... دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی میں بالاتفاق حرام ہے ... کذا فی السراج
... لفظ اجماع کا ... ولو خالصا ... یعنی جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امام کے نزدیک
لڑائی میں حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی ... جوہرہ میں ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اسکا پہننا جنگ میں بالاتفاق امام اور صاحبین کے ...
... حفاظت ... کا فائدہ ... حاصل نہیں ... انتہی ...
... سلاح کا دافع ہو اور دشمن کی آنکھ میں ...
میں تھا جسکا فقط بانا ریشم ہو ... اجماع ... حکایت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار ... لحمتہ ...
میں کہتا ہوں اور نہیں دیکھا اس کپڑے کا حکم جسکا بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو ... اگر ریشم غالب ہے تو حرام ہے اور اگر غیر ریشم غالب ہو تو
حلال وفی الحاوی الزاہدی یکرہ ما کان ظاہرہ قزا ... وظاہر المذہب عدم جمع التفرق الا اذا کان ...
اذا کان کل واحد ... کالطراز فی العمامۃ فظاہر المذہب انہ لا یجمع انتہی واقرہ المصنف قلت وقد علمت ان العبرۃ للحمۃ لا للظاہر علی الظاہر فافہم اور
حاوی زاہدی میں ہے کہ مکروہ ہے جسکے ظاہر میں تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اسکی ایک دھاری اون کی ہے اور ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب
عدم جمع متفرق ہے مگر اس صورت میں ... متفرقہ جمع کیے جاوینگے جبکہ اسمیں ایک دھاری ریشم کی ہو اور ... ریشم کی ...
ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش و نگار تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ متفرق ... کو جمع نہ کرینگے انتہی ...

اور ہمارے استاد نے اس قول کو ان لیا ہے میں کہتا ہوں اور عفریب تو معلوم کر چکا ہے کہ علامت و حرمت میں بانے کا اعتبار ہے نہ ظاہر کی نمود اری کا بنا بر قول
ظاہر الروایت کے تو اسکو سمجھ لے یعنے اگر اس کپڑے کا بانا ریشم کا نہیں تو وہ مکروہ نہیں گو ریشم ہی نمود ار ہو و کرہ لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر
للرجال اور مردوں کو مکروہ ہے کسم کا رنگا کپڑا اور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اور زرد ہم یعنے دونوں قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے
سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور ناسپال اور رسنگار وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہیں مردوں کو ہاں مگر ورس کا رنگ بھی
مکروہ ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے ورس ایک گھاس ہے اسکا رنگ زرد ہوتا ہے مفادہ انہ لا یکرہ للنساء مرد کی قید اسکی مفید ہے کہ کسم اور زعفران کا
رنگ عورتوں کے واسطے مکروہ نہیں ہے ولا باس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ نہیں کسم اور زعفران کے باقی رنگوں میں مرد کے واسطے وفی المجتبی
والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لا باس بلبس الثوب الاحمر انتہی ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور مجتبی اور قہستانی اور ابو المکارم کی شرح نقایہ
میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں سرخ کپڑے کے پہننے میں انتہی اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہے ہم اسواسطے کہ لا باس کا کلمہ اکثر ترک اولی میں مستعمل
ہوتا ہے کذا فی البحر یہ گفتگو ہے اس سرخی میں جو کسم اور زعفران کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لاکھ وبقم اور آل اور کرمدانہ کی سرخی لکن صرح فی التحفۃ بالحرمۃ
فافاد انہا تحریمیۃ وہی المحمل عند الاطلاق قالہ المصنف قلت وللشرنبلالی فیہا رسالۃ نقل فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب لیکن تحفہ میں لو باحمر کی حرمت کی تصریح
کی ہے تو حرمت کی لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل اطلاق کے وقت یعنے جب مطلق کراہت بولتے ہیں بلا قید تنزیہ اور
تحریم کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور شرنبلالی کا شرعی کے احکام میں ایک رسالہ ہے
اسمیں آٹھ قول مذکور ہیں از انجملہ ایک قول یہ ہے کہ ثوب احمر مستحب ہے ہم امام اعظم رح سے روایت ہے کچھ مضائقہ نہیں سرخ اور سیاہ رنگ میں کذا فی العالمگیریۃ
عن الملتقط ولا یتحلی الرجل بذہب وفضۃ مطلقا اور مرد زیور نہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال میں نہ جنگ میں نہ اسکے سوا میں الا بخاتم ومنطقۃ
وحلیۃ سیف منہا اذا لم یرد بہ التزین مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہیں مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی سے حلال ہے بشرطیکہ اس سے آرائش کا قصد
نکرے یعنے وہ آرائش جو تجبر اور تکبر ہو ہم قنیہ میں ہے کچھ مضائقہ نہیں اس کمر بند کا جسکے دونوں کناروں پر چاندی کے دو حلقے ہوں انتہی پھر یہ میں ہے کہ اگر
تمام منطقہ چاندی کا ہو یا اکثر تو مکروہ ہے انتہی اور تلوار کا زیور اس شرط سے حلال ہے کہ چاندی کی جگہ پر ہاتھ نہ لگا وے اور حمائل سیف بمنزلہ حلیہ سیف ہے ہر چند کمر بند اور
حلیہ سیف کے سونے کا درست نہیں لیکن چاندی پر سونے کا ملمع درست ہے اسواسطے کہ طلاء مستہلک ہے کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لا یحل استعمال منطقۃ وسطہا من دیباج وقیل یحل اذا لم
یبلغ عرضہا اربع اصابع وفیہ بعد سبع ورق ولا یکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید ونحاس وعظم وسیجی حکم لبس اللؤلؤ اور مجتبی میں ہے کہ استعمال ایسی پیٹی کا حلال نہیں جسکا بیچ
دیباج ہو اور بعضوں نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اسکا چار انگل کا نہو اور اسمیں سات ورق کے بعد یوں ہے کہ پیٹی میں حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہیں اور موتیوں کے
پہننے کا حکم آگے آویگا ولا یتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بہا اور انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہو جانے بے پروائی کے چاندی سے یعنے چاندی سے حاجت
رفع ہو گئی تو اب سونے اور لوہے وغیرہا کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فیحرم بغیرہا کحجر وصحح السرخسی جواز الیشب والعقیق وعمم منلاخسرو وذہب وحدید وصفر ورصاص
وزجاج وغیرہا تو چاندی کے سوا انگوٹھی پہننا حرام ہے جیسے پتھر اور سونے اور لوہے اور پیتل اور رانگ اور سیسے وغیرہا کی بدلیل گذشتہ یعنی چاندی نے کسی کی حاجت
باقی نرکھی اور سرخسی نے جواز یشب اور عقیق کی تصحیح کی ہے اور ملا خسرو نے درر غرر میں سب پتھروں کی انگوٹھی کو جائز کہا ہے ہم یہ گفتگو حلقہ انگشتری میں ہے اور نگین بالاتفاق درست ہے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتوں کی بو آتی ہے اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ
یہ دوزخیوں کا زیور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ زیور ہے بہشتیوں کا کذا فی العینی شرح الہدایۃ عن ابی داؤد والترمذی والنسائی لبعض شراح الشباہ میں
کشف اور ریشم درست کہتے ہیں فاذا ثبت کراہۃ لبسہا للتختم ثبت کراہۃ بیعہا وصوغہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لا یجوز وکل ما ادی الی ما لا یجوز لا یجوز تاہ ۵۰

فی شرح الوہبانیۃ پھر جب سونے وغیرہ کی انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہوگئی تو اسکے بیچنے اور بنانے کی بھی کراہت ثابت ہوگئی اسلیے کہ اسمیں اعانت ناجائز ہے اور جو فعل کہ ناجائز کی طرف متوجہ ہو وہ بھی ناجائز ہے اور اسکا تمام بیان شرح وہبانیہ میں ہے والعبرۃ بالحلقۃ من الفضۃ لا بالفص فیجوز من حجر وعقیق ویاقوت وغیرہا اور چاندی کی انگشتری میں حلقہ کا اعتبار ہے نہ نگینہ کا سو اگر چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر چیز کا پتھر اور عقیق اور یاقوت وغیرہا کا جائز ہے ہم یہ جو کہہ چکے ہیں کہ پتھر کی انگوٹھی جائز نہیں تو مراد یہ ہے کہ پتھر کا حلقہ انگشتری کا درست نہیں پتھر کا نگینہ درست ہے وحل مسمار الذہب فی حجر الفص اے فی ثقبہ اور سونے کی کیل جو نگینہ میں کیل ٹھونکی جاتی ہے اسکا کرنا نگینہ کے سوراخ میں حلال ہے یعنی سونے یا چاندی کا تابع ہے جیسے نقش ونگار کے مانند ویجعلہ بطن کفہ فی یدہ الیسریٰ وقیل الیمنیٰ الا انہ من شعار الروافض فیجب التحرز عنہ قہستانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وبان فتبصر اور انگوٹھی کو کف دست کے اندر رکھے بائیں ہاتھ میں اور بعضوں نے کہا داہنے ہاتھ میں مگر یہ طریقہ رافضیوں کا ہے اس سے پرہیز کرنا واجب ہے کذا فی القہستانی وغیرہ میں کہتا ہوں اور شاید کہ کبھی رافضیوں کا طریقہ ہو گا سو فصل اور ظاہر ہو گیا سو دیکھ لے ہمارے زمانہ میں انگوٹھی کا ظاہر کرنا کی طرف رکھنا بہتر علامت ہو گئی ہے کہ ورثا اور نیت سے کہ جو ہتھیلی کی طرف رکھتی ہے اور جو ہر دعا کے کذا فی شرح الانشراحی ونقش اسمہ او اسم اللہ تعالیٰ او الا انشاء اللہ اولا نحو ذلک ولا یزید علی مثقال اور نگینہ پر اپنا نام یا اللہ تعالیٰ کا نام نقش کرے یا پرند یا آدمی کی صورت نقش کرے اور نہ محمد رسول اللہ کندہ کرے اور نہ وزن انگوٹھی کا مثقال سے زیادہ کرے اگر اللہ تعالیٰ کا نام ہو تو انگوٹھی آستین یا داہنے ہاتھ میں کرے اگر بائیں ہاتھ میں ہو اور محمد رسول اللہ کا کندہ کرنا درست نہ ہوا کہ خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگشتری خاتم پر تین سطروں میں محمد نقش تھا اور دوسری سطر میں رسول اور تیسری میں اللہ اور صدیق اکبر کے نگینہ پر نعم القادر اللہ تھا اور عمر فاروق کا نقش نگین کفی بالموت واعظا تھا اور عثمان غنی کا نقش لتصبرن او لتندمن اور علی مرتضیٰ کا نقش الملک للہ اور امام ابوحنیفہ کا نقش قل الخیر والا فاسکت اور امام ابو یوسف کا نقش من عمل برایہ فقد ندم اور محمد بن حسن کا نقش من صبر ظفر تھا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی عن البستان مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہے وترک التختم لغیر السلطان والقاضی وذی حاجۃ الیہ کمتول افضل اور سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ جیسے متولی کے غیر کو انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہے ہم یعنی بادشاہ اور قاضی اور متولی وقت محتاج الیہ لوگوں میں تو انگوٹھی رکھنا ضروری ہے لیکن اور شخصوں کو حاجت نہیں تو بہتر یہ ہے کہ ترک تختم کریں یہ قول ہے تمرتاشی کا اور فقیہ ابواللیث نے کہا بعضوں نے غیر سلطان کے واسطے انگوٹھی رکھنا مکروہ کہا ہے لیکن جمہور علما نے اسکی اجازت دی ہے چنانچہ جواہر اخلاطی میں ہے کذا فی العالمگیریۃ ولا یشد سنہ المتحرک بذہب بل بفضۃ وجوزہما محمد اور اپنے ہلتے دانت کو سونے کے تار سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے اور محمد نے چاندی سونے دونوں سے جائز کہا ہے ویتخذ انفا منہ لان الفضۃ تنتنہ اور سونے سے ناک بناوے یعنی درصورتیکہ قطع ہو گئی ہو کہ چاندی گندہ کر دیتی ہے اسکو اور الباس الصبی ذہبا او حریرا فان ما حرم لبسہ وشربہ حرم الباسہ واشرابہ اور طفل صغیر کو سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا مکروہ ہے اسلیے کہ جسکا پہننا اور پینا حرام ہے اسکا پہنانا اور پلانا بھی حرام ہے ہم حدیث میں ہے سونا اور ریشمی کپڑا امت پر حرام ہے خواہ مرد بالغ ہو یا نابالغ لا ایکرہ خرقۃ الوضوء بالفتح بقیۃ بلکہ اوضحا طاہرا وعرق لو لحاجۃ ولو للتکبر یکرہ مکروہ نہیں رومال رکھنا وضو کا پانی پونچھنے کے واسطے یا رینٹ یا پسینہ پونچھنے کے واسطے بشرطیکہ رفع حاجت کے واسطے ہو اور اگر رومال تکبر اور تفاخر کے واسطے ہو تو مکروہ ہے شارح نے کہا وضوء بفتح واو عبارت ہے اس تری سے جو وضو کرنے کے بعد اعضا پر باقی ہو ولا الرتیمۃ ہی خیط یربط باصبع او خاتم لتذکر الشیء والحاصل ان کل ما فعل تجبرا کرہ وما فعل لحاجۃ لا عنا اور رتیمہ مکروہ نہیں رتیمہ وہ تاگا ہے جو انگلی یا انگوٹھی پر باندھا جاتا ہے یاد رکھنے کے واسطے اور خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز تکبر کے واسطے کرے وہ مکروہ اور جو ضرورت اور حاجت کے واسطے کرے وہ مکروہ نہیں کذا فی العنایۃ فرع مسئلہ لطیفہ شارح فی المجتبیٰ التمیمۃ المکروہۃ ما کان بغیر العربیۃ مجتبیٰ میں ہے کہ مکروہ تعویذ وہ ہے جو عربی کے سوا اور زبان میں ہو تعلیق تعویذ میں مضائقہ نہیں لیکن بیت الخلا جاتے میں اور قربت کے وقت میں اتار ڈالے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی النظر واللمس اس فصل میں دیکھنے اور چھونے کے احکام مذکور ہیں ینظر الرجل من الرجل سوی ما بین سرتہ الی ما تحت رکبتہ من غلام بلغ حد الشہوۃ تحتہ امرد وصبیح الوجہ وقدمر فی الصلوٰۃ اور دیکھے ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو اور اس لڑکے کے بدن کو جو حد شہوت کو پہنچ گیا ہو یعنی مراہق قریب البلوغ کو کذا فی المجتبیٰ اگرچہ وہ بے ریش خوبصورت ہو اور اسکا ذکر کتاب الصلوٰۃ میں گذر گیا ہم امرد صبیح کا دیکھنا اسوقت حلال ہے جبکہ شہوت کی راہ سے اسکو نہ دیکھے والا وہ بمنزلہ عورت کے ہے اور ستر تا قدم

اسکو دیکھنا اور چھونا درست کہ نکاح حلال نہیں کذا فی الملتقط والاولی تنکیر الرجل لما الملکیۃ ثم ان الاول عین الثانی وکذا الکلام فیما بعد قہستانی قلت وقرینۃ المقام تکفی فتدبر
اور بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا کیونکہ معرفہ بالف ولام تھا اسکا وہم ہوتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب معرفہ باللام مکرر آتا ہے تو
ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور یہی کلام ہے اسکے مابعد میں یعنے تنظر المرأۃ من المرأۃ کذا فی القہستانی میں کہتا ہوں اور قرینہ مقام منافی ہے کہ کفایت
کرتا ہے ثم نقل عن الزاہدی انہ لو نظر لعورۃ غیرہ باذنہ لم یاثم قلت وفیہ نظر فاسد بل لفظ الزاہدی لو نظر العورۃ غیرہ وہی غیر بادیۃ لم یاثم انتہی فلیحفظ پھر قہستانی نے
زاہدی سے یہ نقل کیا کہ ایک مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکھے اسکے اذن سے تو گنہگار نہوگا میں کہتا ہوں یہ تو صریحاً اعتراض ہے بلکہ زاہدی کی عبارت یوں ہے کہ
مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ کی طرف نظر کی اور حالانکہ اسکی شرمگاہ ظاہر نہیں ہے یعنی کپڑے سے ڈھکی ہے تو دیکھنے والا گنہگار نہوگا انتہی کلام البزازی تو قہستانی کی غلط
فہمی کو یاد رکھنا چاہیئے ہم زیلعی میں ہے عورت کے بدن میں تامل کرنے کا مضائقہ نہیں اگر اسپر کپڑے ہوں تو بہت جب کپڑے سے اسکا حجم معلوم ہوتا ہو اور اگر حجم معلوم
ہوتا ہو تو نظر نہ کرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جو شخص عورت کو تامل کرے اور اسکے کپڑے دیکھے یہاں تک کہ اسکی ہڈیوں کا حجم ظاہر ہو جاوے وہ
شخص جنت کی خوشبو نہ سونگھیگا کذا فی الطحطاوی سوی ما بین سرتہ الی منتہی رکبتہ فان کلہ عورۃ لا السرۃ یعنی ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو دیکھے سوا اسکے جو
جو ما بین اسکی ناف کے ہے اسکے گھٹنوں کے نیچے تک یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہیں تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت ہے اور ناف عورت نہیں ہے اور زانو
عورت نہیں ہم عورت غلیظہ ہے اسکے بعد ران ہے اسکے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کھلا دیکھے تو نرمی سے انکار کرے نزاع نہ کرے اور اگر ران کھلی
دیکھے تو اسپر درشتی سے انکار کرے اور اگر عورت غلیظہ کھلی دیکھے تو اسکو ادب کا امر کرے اور ادب دے بشرطیکہ اگر وہ نہ مانے تو مارے کذا فی الملتقط ومن عرسہ وامتہ الحلال
وطیہا بخرج المجوسیۃ والمکاتبۃ والمشترکۃ والمنکوحۃ الغیر والمحرمۃ برضاع او مصاہرۃ فانہا کالاجنبیۃ مجتبی وانتقض بالمفضاۃ فانہ لا یحل وطیہا وینظر الیہا قہستانی
قلت وقد یجاب بانہ اغلبی الی فرجہا بشہوۃ وغیرہا والاولی ترکہ لانہ یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی اس لونڈی کی جسکی فرج اسکو
حلال ہے فرج کی طرف نظر کرے شہوت سے اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا نہ دیکھنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے حلال لونڈی کی قید سے مجوسی لونڈی
اور مکاتبہ لونڈی اور شراکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیرخوارگی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہے نکل گئی اسواسطے کہ ان لونڈیوں کا حکم
بیگانی لونڈی کی برابر ہے کذا فی المجتبیٰ اور اس قاعدہ پر کہ جسکی وطی درست ہے اسکی شرمگاہ کا دیکھنا درست ہے اعتراض وارد ہوتا ہے اس عورت کا جسکا پیشاب اور
پیس ایک ہوگیا ہو پردہ پھٹ کر کہ اسکی وطی تو حلال نہیں اور نظر کرنا حلال ہے کذا فی القہستانی میں کہتا ہوں اور کبھی یوں جواب دیا جاتا ہے اس اعتراض کا کہ
قاعدہ مذکورہ اکثری ہے نکلی ہم لونڈی کی حرمت اور مصاہرت کی صورت یہ ہے کہ مثلاً وہ ماں ہو یا بیٹی زیلعی میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کی
شرمگاہ کو نہ دیکھے اسلیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو تستر کرے جتنا ہو سکے اور دونوں برہنہ نہو جاویں گدھوں کی مانند کذا فی الطحطاوی
ومن محرمہ ہی من لا یحل لہ نکاحہا ابدا بنسب او سبب ولو بزنا الی الراس والوجہ والصدر والساق والعضد ان امن شہوتہ وشہوتہا ایضا ذکرہ فی الہدایۃ
فمن قصر علی الاول فقد قصر ابن کمال اور دیکھے مرد اپنی محرم عورت کا سر اور منہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر اپنی شہوت سے بے خوف ہو اور اسکی شہوت سے بھی
ایسا ذکر کیا ہے ہدایہ میں جس شخص نے مرد کی شہوت پر اقتصار کیا اسنے قصور کیا بیان میں کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جسکے ساتھ نکاح کرنا مرد کو کبھی
حلال نہیں بسبب نسب یا سبب کے اگرچہ حرمت سببی حرامکاری سے ہو محرمات نسبی جیسے ماں بہن خالہ عمہ دادی نانی اور محرمات سببی جیسے دایہ اور اسکے اصول اور فروع
اور خوشدامن والا لا اور اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکورہ کی طرف نظر کرنا حلال نہیں لا الی الظہر والبطن خلافا للشافعی والفخذ نہ دیکھے مرد اپنی
محرم عورت کی پیٹھ اور پیٹ اور ران کی طرف پیٹھ اور پیٹ میں امام شافعی کا خلاف ہے واصلہ قولہ تعالی ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن الایۃ وتلک المذکورات
مواضع الزینۃ بخلاف الظہر ونحوہ اور تفسیر شارح میں اصل اللہ تعالی کا یہ قول ہے کہ عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنی ازواج کو یا اپنے آبا اور

[illegible]

اجداد کو یا اپنی ازواج کے آبا اور اجداد کو یا اپنے فرزندون کو یا اپنی ازواج کے فرزندون کو یا اپنے بھائیون کو یا بھتیجون کو یا بھانجون کو یا اپنی عورتون کو یا مملوک کو
اور یہ اعضا مذکورہ مواضع زینت کے بدلے ذکر کئے اور پیٹ سے کہ وہ زینت کے مکان نہین ہین کہ آیۂ شریف مین لفظ زینت اور زیور مراد نہین ہوتے کہ
زیور کو مطلقاً نظر کرنا مباح ہے لیکن مواضع زینت کے مراد ہین تو سر تاج کا مکان ہے اور چہرہ سرمہ کا مکان ہے اور گردن اور سینہ ہار اور چگنی وغیرہ کا موضع ہے اور
کان بالیون کی جگہ ہے اور بازو موضع ہے بازوبند کا اور کلائی کنگن اور چوڑیون کی جگہ ہے اور کف دست موضع انگشتری اور حنابندی ہے اور پنڈلی موضع خلخال ہے اور
قدم محل حنابندی ہے کذا فی الزیلعی اور بال موضع ہے موباف کا کذا فی العینی و حکم امۃ غیرہ ولو مدبرۃ او ام ولد کذلک اسی طرح الیہا کمرمہ اور غیر شخص کی لونڈی کا
حکم اگرچہ وہ مدبرہ یا ام ولد ہو اسی طرح ہے تو مرد اسکو دیکھے اپنی محرم عورت کے مانند ہم لونڈیان گھر باہر کے کام کے واسطے ہوتی ہین تو اگر انکے اعضا مذکورہ کا
کھلا جائز نہو غیرون سے تو نہایت تنگی ہوتی او ضرورت باعث نظر اور مس کی موجب ہوئی و داخل النظر ما مر ذکرا او انثی و حل الاستفراد بہن و مشہورۃ
علی نفسہ وعلیہا لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل راس فاطمۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام من قبل رجل امہ فکانما قبل عتبۃ الجنۃ وان لم یامن ذلک
او شک فلا یحل له النظر والمس کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی اور جسکا دیکھنا حلال ہے خواہ مرد یا عورت کہ جو بیان ہو چکا تو اسکا چھونا بھی حلال ہے
بشرطیکہ مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف نہو اسواسطے چھونا درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا
السلام کا سر چومتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو مرد اپنی ماں کا قدم چومے تو گویا اسنے بہشت کی چوکھٹ کو چوما اور اگر شہوت کا
خوف ہو یقینا یا تردد کے ساتھ شہوت اور عدم شہوت مین تو اسکو حلال نہین نظر کرنا اور چھونا کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان المجتبی الا من اجنبیۃ
فلا یحل مس وجہہا و کفہا وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا تثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ جسکا دیکھنا حلال ہے اسکا چھونا حلال ہے اجنبی عورت کے سوا کہ اسکا
چہرہ اور کف دست دیکھنا حلال ہے مگر اسکا چھونا حلال نہین اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر سے اور اسواسطے چھونے سے حرمت
مصاہرت کی ثابت ہو جاتی ہے وہذا فی الشابۃ واما العجوز التی لا تشتہی فلا باس بمصافحتہا ومس یدہا اذا امن اور یہ یعنی چہرہ اور کف دست کا نہ چھونا اجنبی
جوان عورت کے حق مین ہے اور ایسی بڑھیا جو شہوت اور رغبت کے لائق نہین رہی تو اسکے مصافحہ کرنے اور اسکے چھونے کا مضائقہ نہین جبکہ شہوت سے
نڈر ہو ومتی جاز المس جاز سفرہ بہا ویخلو اذا امن علیہ وعلیہا والا لا اور جسکا بڑھی کا ہاتھ چھونا درست ہے اور مرد کو اسکے ساتھ سفر کرنا بھی درست ہوگا اور
خالی مکان مین اسکے پاس ہونا بھی جائز ہے بشرطیکہ دونون طرف سے شہوت کا خوف نہو اور اگر شہوت کا احتمال ہو تو خلوت اسکے ساتھ بھی درست نہین کذا فی
العالمگیریۃ عن المحیط وفی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام الا لملازمۃ مدیونۃ ہربت ودخلت خربۃ او کانت عجوزا شوہاء او حائل اور اشباہ مین ہے کہ خلوت یعنی خالی
مکان مین مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے ساتھ حرام ہے مگر اس عورت مدیونہ کی ملازمت کے واسطے خلوت درست ہے جو صاحب دین سے بھاگی اور ویرانے
گھر مین گھس گئی یا خلوت درست ہے اس بڑھی عورت سے جو نہایت بدصورت ہو یا خلوت درست ہے کسی چیز کے حائل ہونے کے سبب یعنی کوئی چیز مرد و عورت اجنبی
کے درمیان آڑ اگر ہو اور وہ دونون ایک مکان مین ہون کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصہرۃ الشابۃ اور خلوت
محرم عورت کے ساتھ مباح ہے مگر رضاعی بہن اور خوشدامن جوان کے ساتھ خلوت مباح نہین و فی الشرنبلالیۃ معزیا للجوہرۃ ولا یکلم الاجنبیۃ الا عجوزا عطست او سلمت
فیشمتہا و یرد السلام علیہا والا لا انتہی شرنبلالیہ مین جوہرہ سے منقول ہے اور مرد نہ بولے اجنبی عورت سے مگر جبکہ بڑھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد
اسکو یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب نہ دے لیکن بلند آواز سے اور خانیہ مین ہے کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے
اگر بڑھی ہے تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل مین کہے اور مرد اگر عورت اجنبی کو سلام کرے تو اسمین بالعکس
حکم ہے خانیہ مین ہے کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحمک اللہ کہے تو اگر بڑھی ہے تو جواب دے اور اگر جوان ہے تو اپنے دل مین جواب دے اور مغرب مین ہے کہ اگر جوان عورت

عورت چھونی تو غیر محرم مرد کو پارسکے چہ کہ منع اشد ہے کذا فی الطحاوی وبیان ان لفظہ لا فی لا یحل القہستانی ویکلمہا بالاحتیاج الیہ زائدۃ فتنبہ اور جو بیرو کی تردید
مذکورہ سے ظاہر ہو گیا کہ لفظ لا قہستانی کی اس نقل میں زیادہ ہے یعنی ویکلمہا بالاحتیاج الیہ تو آگاہ رہنا چاہیئے اگر لا کا لفظ زائد نہ ہو تو کلام غیر ضروری کا جواز ثابت
ہوا اور حالانکہ جو مسرہ سے مذکور ہو چکا کہ اجنبی عورت سے کلام نکرے ولیس فی ذلک ای ما یحل نظرہ اذا اراد الشراء وان خاف شہوۃ للضرورۃ وقیل لا فی
زماننا وبہ جزم فی الاختیار اور اسکا چھونا یعنی جسکا دیکھنا حلال ہو اسکا چھونا مرد کو درست ہے جبکہ لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے میں شہوت کا
خوف ہو چھونا درست ہوا ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست نہیں اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار میں ہم یعنی اگر لونڈی
کی خرید کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ساق پاؤں ٹٹولنا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہے یا سخت وامۃ بلغت حد الشہوۃ لا تعرض علی البیع فی ازار
واحد یستر ما بین السرۃ والرکبۃ لان ظہرہا وبطنہا عورۃ اور جو لونڈی کہ حد شہوت کو پہونچ گئی ہو اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا نچاہیئے ایک تہبند میں جو
ناف سے زانو تک چھپا وے اسواسطے کہ اسکی پیٹھ اور پیٹ کا چھپانا فرض ہے ویحرم النظر من الاجنبیۃ ولو کافرۃ مجتبی الی غیر وجہہا وکفیہا فقط للضرورۃ
قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسہا للخبز تاتارخانیہ اور اجنبی غیر محرم عورت کے بدن سے اگرچہ وہ کافرہ ہو کذا فی المجتبی دیکھے مرد فقط اسکے چہرہ
اور دونوں کف دست کو ضرورت کے سبب سے بعضوں نے کہا اور قدم اور بانہہ کو بھی دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیہ ثم قدم
اجنبیہ کی عورت ہونے میں امام اور مشائخ سے اختلاف ہے ہدایہ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اسکی تصریح ہے کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسکو مختار کہا ہے
اور اقطع اور قاضی خان نے اپنے فتاوی میں اسکے عورت ہونے کی تصحیح کی ہے اور اسبیجابی اور مرغینانی نے اسی کو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہے کہ
نماز میں تو قدم عورت نہیں اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحاوی وعبدہا کالاجنبی معہا
فینظر الی وجہہا وکفیہا فقط نعم یدخل علیہا بلا اذنہا اجماعا ولا یسافر بہا اجماعا خلاصۃ وعند الشافعی ومالک ینظر کمحرمہ اور عورت کا غلام اسکے ساتھ اجنبی مرد کی برابر ہے تو
فقط اسکا چہرہ اور کف دست پر نظر کرے ہاں مگر اسکے پاس جایا کرے بدون اسکے اذن کے بالاتفاق اور تنہا اسکے ساتھ سفر نکرے بالاتفاق کذا فی الخلاصۃ اور
امام شافعی اور مالک کے نزدیک غلام اپنی بی بی کو دیکھے اسکے محرم کے مانند فان خاف الشہوۃ او شک امتنع نظرہ الی وجہہا فحل النظر مقید بعدم الشہوۃ
والا فحرام وہذا فی زمانہم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ قہستانی وغیرہ پھر اگر شہوت کا خوف ہو یا شک ہو کہ شہوت ہے یا عدم شہوت ہے تو مرد کا نظر کرنا عورت کے
چہرہ کی طرف ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہونے کے ساتھ مقید ہے اور نہیں تو حرام ہے اور یہ یعنی حلت نظر در صورت عدم شہوت اگلے لوگوں کے زمانہ میں تھا
اور ہمارے زمانہ میں تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے یعنی فساد زمانہ کے سبب سے کذا فی القہستانی وغیرہ الا النظر واللمس لحاجۃ کقاض وشاہد
یحکم ویشہد علیہا لف ونشر مرتب لا لتحمل الشہادۃ فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضرورت کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اس قاضی کا عورت کو
دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اس شاہد کا دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہیں شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کے واسطے صحیح تر قول میں شارح نے کہا یحکم اور
یشہد میں لف ونشر مرتب ہے یعنی اگر عورت اپنے دعوے کے واسطے کسیکو شاہد کرتی ہو تو اسکو نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوی کیا ہو تو
اس صورت میں شاہد کو نظر کرنا شناخت کے واسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادائے شہادت کی نیت سے دیکھیں تو قضاء شہوت
کے واسطے تا بقدر امکان امر قبیح سے بچیں وکذا مرید نکاحہا ولو عن شہوۃ بنیۃ السنۃ لا قضاء الشہوۃ اور اسیطرح نکاح کے ارادہ کرنے والے کو عورت کا چہرہ
دیکھنا درست ہے گو شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضاء شہوت کے قصد سے ہم ترمذی اور نسائی میں ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت
سے نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو دیکھ تاکہ تم دونوں میں موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا
چہرہ اور کف دست چھونا درست نہیں کذا فی الطحاوی ومشتر لہا ومداولہا اور اسیطرح عورت کے خرید کرنے والے کو اور اسکے علاج کرنے والے کو نظر کرنا درست ہے

ینظر الطبیب الی موضع مرضہا بقدر الضرورۃ اذ الضرورات تتقدر بقدرہا علاج کرنے والا طبیب عورت کی بیماری کی جگہ کو بقدر ضرورت کے نظر کرے جو اس نے
کی دوسری بیماری ہو بقدر ضرورت ہی کے متعین ہوتے ہیں اور ہم شمس الائمہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح میں کہا کہ حقنہ فقط ضرورت میں جائز ہے اور اگر ضرورت نہو لیکن
اسمیں فائدہ ہو مثلاً … حقنہ … سبب … ہوتی ہو تو … حقنہ حلال نہیں اور اگر خشکی بدن کی اور نحافت ایسی غالب ہے جس سے تلف
ہو جانے کا خوف ہو تو حلال ہو ورنہ نہیں تو حلال نہیں کذا فی الخلاصۃ وکذا النظر فی القابلۃ والختان اور اسی طرح دائی جنائی کا نظر کرنا اور ختنہ کرنے والے کا بقدر ضرورت حلال
ہے … ہو کہ حتی الامکان نظر کو بند رکھے یعنی اگر … کام نکلے تو نظر کرے اور اگر بدون نظر کے مطلب پورا ہو سکے تو فقط … اسی موضع مرض پر … کر
احتیاط … وینبغی ان یعلم امراۃ تداویہا لان نظر الجنس الی الجنس اخف اور لائق یوں ہے کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکھا دے کہ وہ عورتوں کا
علاج کیا کرے اسواسطے کہ ہم جنس کی نظر ہلکی ہے غیر جنس سے ہم عورت کو علاج کرنا سکھانا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان … سے
معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے قرحہ ہو وہاں جہاں مرد کو دیکھنا حلال نہیں تو اسکا علاج عورت کو سکھا دے اور اگر عورت نہ ملے یا عورت … علاج
کر سکے اور خوف ہو … اور ہلاکی کا تو سارا بدن چھپا کر فقط قرحہ کی جگہ مرد دیکھے پھر اسکی دوا کرے اور اپنی آنکھ بچا … اور … حکم
عورت کا کچھ فرق نہیں ہے اسواسطے کہ … دیکھنا حلال نہیں … سبب … وتنظر المرأۃ المسلمۃ من المرأۃ کالرجل من الرجل اور عورت
مسلمان دیکھے عورت کو جسقدر مرد نظر کرتا ہے دوسرے مرد کو ہم یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہیں اسکے سوا اور بدن کا نظر کرنا درست … کہ
ضرورت واقع … ہے … مجانست کی جہت سے اور انعدام شہوت کے سبب غالباً … ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا … کالرجل
لمحرمہ والاول اصح سراج اور بعضوں نے کہا کہ ایک عورت دوسری عورت کو دیکھے جسقدر مرد دیکھتا ہے اپنے محرم کو … اور پیٹ کو نہ دیکھے اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی السراج
وکذا تنظر المرأۃ من الرجل کنظر الرجل من الرجل ان امنت شہوتہا اور اسی طرح عورت مرد کو دیکھے جتنا مرد دیکھتا ہے مرد کو بشرطیکہ اسکو شہوت کا
خوف نہو فلو لم تامن او خافت او شکت حرم استحسانا کالرجل ہو الصحیح فی الفصلین تاترخانیہ معزیا للمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن نہو یا خوف
ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو عورت کو مرد کی طرف نظر کرنا حرام ہے بدلیل استحسان کے جیسے مرد کو عورت کی طرف نظر کرنا در صورت خوف شہوت
یا شک کے حرام ہے یہی قول صحیح ہے دونوں صورتوں میں یعنی عورت کی نظر میں مرد کی طرف یا مرد کی نظر میں عورت کی طرف کذا فی تاترخانیہ منسوبا الی المضمرات
والذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمۃ مجتبی اور ذمیہ یعنی کافرہ مطیع الاسلام اجنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول میں تو ذمیہ عورت مسلمان عورت
کی طرف نظر نہ کرے سوا چہرہ اور کف دست کے کذا فی المجتبی ہم اور لائق نہیں کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اسواسطے کہ وہ اسکی صورت کو مردوں … بیان
کریگی تو اپنی چادر اور اوڑھنی اسکے سامنے نہ اتارے اور حلال نہیں عورت مومنہ کو کہ اپنی شرمگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کھولے کذا فی السراج وکل عضو لا یجوز
النظر الیہ قبل الانفصال لا یجوز بعدہ ولو بعد الموت کشعر عانۃ وشعر راسہا وعظم ذراع حرۃ میتۃ وساقہا وقلامۃ ظفر رجلہا دون یدہا مجتبی اور جس عضو کا
دیکھنا جائز نہیں قبل انفصال بدن کے تو اسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہیں اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موئے زہار عورت یا مرد کے
اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پاؤں کا ناخن تراشا ہوا نہ اسکے ہاتھ کا کذا فی المجتبی وفیہ النظر الی ملاءۃ
الاجنبیۃ بشہوۃ حرام اور مجتبیٰ میں ہے کہ عورت اجنبی کی چادر کی طرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفی الاختیار ووصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواء کان شعرہا او
شعر غیرہا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ والواشرۃ والمستوشرۃ والنامصۃ والمتنمصۃ النامصۃ التی تنتف
الشعر من الوجہ والمتنمصۃ التی یفعل بہا ذلک اور اختیار شرح مختار میں ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اسی عورت کا بال ہو
یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ خدا لعنت کرے اس عورت پر جو بال جوڑ دے دوسری عورت کے اور جو جڑوا دے اور جو گودے

دوسری عورت کا بدن گودے اور جو گودوا لے اور جو عورت دوسری عورت کے دانتوں کو باریک بنا دے اور جو دانت باریک کراوے اور جو عورت دوسری عورت سے گوندھے

بال موچنے سے چنے اور چنوا دے واختصی المجبوب والمخنث فی النظر الی الاجنبیۃ کالفحل اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کی طرف نظر کرنے میں مرد

کے برابر ہیں خصی وہ جسکے فوطے نکل گئے اور مجبوب وہ جسکا آلہ تناسل اور فوطے کاٹ گئے اور مخنث وہ ہے جو مردوں کا اپنا ہو قادر کے ساتھ تثنی الخ اور عورتوں کو دیدہ

دیا چاہیے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کرسکتا ہے بلکہ بعضوں نے کہا کہ وہ قوی الجماع ہوتا ہے اسواسطے کہ اسکا آلہ سست نہیں ہوتا اور اسیطرح مقطوع الذکر والانثیین کو

نہیں دیکھ سکتا ہے اور جماع کرتا ہے اسکا انزال بھی ہوتا ہے اور بوڑھا تو صریح ہے اور مخنث زنانے اور زنانے کو بھی کہتے ہیں جسکے اعضا اور زبان میں عورتوں کے مانند نرمی

اور شرمیلاپن ہو اور وہ اپنی نفسانی بدفعلی کرتا ہو اسکا اپنے امر کا اختلاط عورتوں سے تو فاسد ہے لیکن اسی قول ہے کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہیں کذا فی الطحطاوی

المنحاء انہم الا باس بخروج بلا اگر ہو فی الکبری الاعن بو دون قولہ الحرۃ والمراۃ اور بعضوں نے کہا کہ اسمیں مقطوع الذکر جیسے اسکو گنجا کہیں

نہیں ہے کہ بچوں کا ہوتا ہے لیکن شادی کبری میں ہو کہ جیسے اسکو تجویز کیا ہے ترک امتحان اور قلت دیانت سے ہے اسے ہو کہ حلال نہیں بلکہ حرام نص

کذا فی الزیلعی نص ہے قول اللہ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا اے رسول کہدے ایماندار مردوں سے کہ اپنی نظروں کو نیچا کریں اور

اپنی شرمگاہوں کو نگاہ رکھیں خلاصہ یہ ہے کہ خصی اور مجبوب اور مخنث مذکورین داخل ہیں تو انکا نظر کرنا اجنبی عورتوں کی طرف حلال نہیں ہے جائز نہیں

عزل امتہ بغیر اذنہا وعن حرۃ بہ امر باذن حرۃ او سید امۃ قیل یکرہ لفساد الزمان ذکرہ ابن سلطان اور عزل یعنی انزال کے وقت عورت کے

جدا ہو کر منزل ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہونا بدون اسکے اذن کے جائز ہے اور اپنی منکوحہ سے باذن درست ہے یعنی اگر منکوحہ آزاد ہے تو اسکے اذن سے اور

غیر کی لونڈی ہے تو اسکے مالک کے اذن سے درست ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عزل بدون اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانہ کے سبب کذا ذکرہ ابن سلطان

باب الاستبراء وغیرہ

یہ باب ہے استبراء وغیرہ کے احکام میں استبراء لغت میں عبارت ہے طلب برأت سے مطلقا اور شرع میں حکم جاریہ کی ملک سے برأت رحم مقصود ہے یعنی مالک جاریہ کے

بعد حیض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہیں اگر حاملہ نہیں ہے تو اسوقت تصرف کرنا جائز ہے تو شرع میں کسی ملک کے استمتاع استمتاع من انواع الملک شراء او وراثت

او ہبۃ او نحو ذلک وفسخ بیع بعد القبض ونحوہ اور جو شخص مالک ہو لونڈی کے استمتاع کا یعنی اسکے انتفاع کا کسی وجہ سے ملک جیسے خرید سے یا میراث

میں ملنے سے یا ہبہ میں پانے سے یا بیع فسخ ہونے سے یا فسخ ہو جانے بیع کے بعد قبض سے اور مانند اسکے جیسے رجوع عن ہبہ یا خلع یا صلح یا کتابت

یا عتق غلام اسی طرح ہو کہ لونڈی عوض ملے خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا عوض اجارہ کذا فی الطحطاوی وقید بالاستمتاع لیخرج شراء الزوجۃ کما یجیء

اور مالک جاریہ میں استمتاع کی قید لگائی گئی تا کہ خرید زوجہ کا مسئلہ نکل جائے چنانچہ آگے آویگا ولو بکرا او مشتراۃ من عبد او امراۃ او من عبدہ کا کاتبۃ

وما ذونۃ ومستغرق بالدین وما للا استبراء استبراء واجب ہے اگرچہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو جیسے اپنے

مکاتب اور ماذون سے خریدی ہو جبکہ غلام ماذون مستغرق بدین ہو اور نہیں تو استبراء کی کچھ حاجت نہیں ہے باکرہ میں سبب استبراء یعنی حدوث ملک

وثبوت حکمت یعنی تعرف براءت رحم اور جبکہ سبب مکاتب اور ماذون مستغرق الدین کے مولیٰ کی ملک نہیں امام کے نزدیک راجح ہوگی تو استبراء بھی واجب ہوگا

بخلاف مکاتب غیر مستغرق اور محرم غیر نسبی جیسے لڑکے کی ماں یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی کے غیر نسبی کی قید اسواسطے لگائی تا کہ جاریہ آزاد ہو جاوے

محرم نسبی غیر نسبی جیسا کہ خرید کرنا جاریہ کا اسکی رضاعی بہن سے یا ابن واطی سے کذا فی الطحطاوی والحسن الحلبی علی شرح الوقایہ او من مال صبی وہو طفلہ

یا جاریہ خریدی ہو صغیر کے مال سے اگرچہ صغیر مشتری کا لڑکا ہو حرم علیہ وطیہا وکذا دواعیہ فی الاصح لاحتمال وقوعہا فی غیر الملک لوظہر حبلی ہو مالکہ الاول

تو مشتری کو اسوقت جماع اسکا اور اسی طرح دواعی اور موجبات جماع کے حرام ہیں صحیح تر قول میں بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اسکی غیر ملک میں جبکہ حاملہ

ہونے کے بعد یعنی لمس اور بوسہ سے بھی منع ہے ہم وداعی جماع جیسا کہ مس اور بوسہ یعنی اگر جاریہ حاملہ ہوئی اور اسکا حمل ظاہر ہوگیا اور بائع نے اسکے ولد کا دعوی کیا تو جاریہ اسکی ام ولد
ہوگئی اور بیع اسکی باطل ہوگئی تو بوسہ وغیرہ غیر مالک سے واقع ہوا جو کہ لمس بتہ کہا بحیضۃ یمین تحیض او شہر فی ذوات اشہر وہی صغیرۃ والآیسۃ والمنقطعۃ حیضہا جو لونڈی کا
مالک ہوا تو اسپر اسکا جماع اور دواعی جماع حرام ہو یہان تک کہ اسکے رحم کی صفائی معلوم ہو جائے ایکبار حیض ہونے سے حیض والی عورتوں میں اور مہینہ
گذرنے سے مہینوں والی عورتوں میں اور وہ صغیرہ ہی اور کبیرہ جسکا حیض بند ہوگیا ہو بڑی عمر سے اور جسکا حیض منقطع ہو یعنی اسکو کبھی حیض نہیں آیا کذا فی الخلاصۃ
یعنی اگر وہ لونڈی ہو تو ایکبار حیض آنے سے برأت رحم کی معلوم ہوگی اور اگر نابالغہ یا بڑھی ہو یا وہ جوان جسکو کبھی حیض نہیں آتا تو ایک مہینہ گذر جانے سے
وجہ یہ ہے کہ استبراء میں وہ حدیث اصل ہے جو ابو داؤد نے ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جنگ اوطاس کی گرفتار ہوئی لونڈیوں کے حق میں فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ حاملہ کا جماع نہ کیا جائے وضع حمل تک اور غیر حاملہ کا یہان تک کہ ایکبار حیض آنکو آجائے کذا فی العینی فان حاضت فی اثنائہ الا ان تستبرء بالایام او بالاشہر اگر
صغیرہ یا کبیرہ یا منقطعہ کو مہینہ کے اندر حیض آگیا تو ایام کا استبراء باطل ہوگیا یعنی استبراء میں اصل حیض ہے اور مہینا اسکا بدل تو اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت
نہیں ولو ارتفع حیضہا بان صارت ممتدۃ الطہر فحیضہا بعد حیض استبراء ایام عند محمد وبہ یفتی اور اگر جاریہ کا حیض منقطع ہوگیا اس طرح پر کہ اسکا
طہر دراز ہوگیا اور جاننا کہ وہ حیض جاری ہونے والی عورتوں میں ہے تو اسکا استبراء دو مہینے اور پانچ دن کا ہے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے
والمستحاضۃ بعد ما من اول الشہر عشرۃ ایام برجندی وغیرہ فلیحفظ اور مستحاضہ کا استبراء یہ ہے کہ اول مہینہ سے دس دن تک اسکی فرج کو چھوڑ دے کذا فی البرجندی
وغیرہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے و بوضع الحمل فی الحامل اور استبراء کرے حاملہ میں بچہ پیدا ہونے سے ولا یعتبر ما حاضت قبل الملک ولا ما حاضت بعد الملک قبل
قبضہا ولا بالولادۃ حصلت کذلک اور بعد ملک اور قبل قبضہ اور استبراء میں شمار نہ کرے اس حیض کو جو قبل اسکے کہ مشتری اسکا مالک ہوا اور نہ اس حیض کو جو
مالک کے بعد اسپر قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اس ولادت کو جو اسطرح حاصل ہوئی یعنی بعد ملک قبل قبض کے کما لا یعتد بالحاصل من ولد الملک او من قبضۃ
ذکرنا بعد البیع قبل اجازۃ بیع فضولی وان کانت فی ید المشتری جیسے شمار نہیں کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہوا بعد بیع قبل اجازت فضولی کے اگر
جاریہ مشتری کے قبضہ میں ہو یعنی اسواسطے کہ بیع فضولی میں ملک پوری نہیں ہوتی بدون اجازت کے ولا یعتد ایضا بالحاصل بعد القبض فی الشراء
الفاسد قبل ان یشتریہا شراء صحیحا لانتفاء الملک اور شمار میں نہیں آتا وہ حیض وغیرہ بھی جو حاصل ہوا قبضہ کے بعد شراء فاسد میں قبل اس بات کے کہ
اسکو شراء صحیح خرید کرے بسبب نہ ہونے ملک کے یعنی تا کامل بیع فاسد میں نہیں جو حیض ہو وہ استبراء میں شمار کیا جائے ویجب بشراء نصیب شریکہ من امۃ مشترکۃ
بینہما لتمام ملکہا الآن اور واجب ہے استبراء بسبب خرید کرنے حصہ اپنے شریک کے اس لونڈی سے جو مشترکہ ہو دونوں میں بسبب پوری ہونے اسکی ملکیت کے یعنی ایک
لونڈی دو شخصوں میں مشترکہ ہو سو ایک نے دوسرے کا حصہ مول لیا تو اسپر استبراء واجب ہے اسواسطے کہ شریک مشتری اب اسکا پورا مالک ہوا وتجزی حیضۃ مشتراۃ مجوسیۃ
او مکاتبۃ وکاتبہا بعد الشراء قبل الاستبراء او تحاضت ثم اسلمت المجوسیۃ او عجزت المکاتبۃ لوجودہا بعد الملک اور استبراء کے واسطے
کفایت کرتا ہے وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبہ ہو صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خریدی اور مسلمہ کو مکاتب کیا بعد خرید قبل
استبراء کے پھر انکو حیض آیا پھر مجوسی لونڈی مسلمان ہوگئی یا مکاتب لونڈی ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوئی بسبب پائے جانے حیض کے مالک ہونیکے بعد یعنی
حیض مذکور اسواسطے استبراء میں کفایت کر گیا کہ وہ حاصل ہوا مالک ہونے کے بعد ولا یجب عند عود الآبقۃ الی دار الاسلام فانہ ... اور استبراء واجب نہیں جاریہ گریختہ
کے پھر آنے کے وقت دار الاسلام میں کذا فی الخانیۃ ھم القہستانی نے کہا اس مسئلہ میں تفصیل ہے شرح طحاوی میں ہے کہ اگر جاریہ بھاگ گئی دار الحرب میں پھر
پلٹ آئی اپنے مالک کے پاس کسی وجہ سے تو اسپر استبراء نہیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ کفار اسکے مالک نہیں ہوے اور صاحبین کے نزدیک
اسپر استبراء ہے کیونکہ کفار اسکے مالک ہوگئے اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام میں گرفتار کیا اور حالانکہ وہ گریختہ تھی اور اسکا باپ کے دار الحرب میں لیگئے

اذا عادت الیہا بعد ما نہیں ہے کہ اگر بھاگ کر ... اگر ہو وہ اپنے مالک کے پاس پلٹ آوے تو بسبب کے نئی ملک کے اسپر استبراء واجب ہوگا انتہی تو بموجب ان تفصیل
کے اگر غصب سے وہ جاریہ مرادہو جو بالجبر بیچ ڈالی گئی ہو اور کہاں تک اسکا پہونچ گئی پھر وہ اپنے مالک کے پاس آئی انتہی اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ باتن اور شارح
کلام میں کتنا خلل ہے کذا فی الطحطاوی والدر المختار ہو اذا لم یبعہا الغاصب فاما اذا باعہا الغاصب کہ پھر رجوع کرے تو استبراء واجب نہیں بشرطیکہ اسکو غاصب نے
نہ بیچ ڈالا ہو کذا فی الخانیہ اور اگر غاصب نے بیچ کر تسلیم کی پھر مالک نے حکم حاکم یا مشتری کی رضا سے لونڈی پھیر لی تو اگر مشتری غصب کرنا جانتا ہوگا تو مالک پر
استبراء واجب نہیں اور اگر جانتا ہوگا تو رجوع بعدم تجاج کے استبراء نہیں اور بعد تجاج مشتری استبراء واجب ہے کذا فی الطحطاوی والاستاجرۃ وقلت الم یہ تم
لعدم خروجہا عن ملک اور مستاجرہ اور مغصوبہ سے استبراء واجب نہیں ملکیت کے حادث نہونے کے سبب یعنی اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک
زائل نہوئی تھی جو استبراء واجب ہوتا ولو قال البیع قبل القبض لا استبراء علی البائع کما لو باعہا بخیار وقبضہا ثم ابطلہ بخیارہ لعدم خروجہا عن ملکہ اور اگر بیع کو
توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبراء واجب نہیں جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط خیار یعنی بائع کا اور مشتری نے اسپر قبضہ کیا پھر بائع نے اپنی شرط کے
سبب بیع کو باطل کردیا تو استبراء واجب نہیں اسواسطے کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوئی دونوں صورتوں میں وکذا لو باع مدبرۃ او ام ولدہ وقبضت ان لم
یطاہا المشتری اور اسیطرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اسپر قبضہ ہوا پھر رد بیع ہوا تو استبراء واجب نہیں اگر مشتری نے اسکی قربت نہ کی ہو ہم نے یہ اسلئے
یہ ہے کہ مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے مراد کہ نہوگی تو مشتری کی قربت نہ کرنا شرط اسلئے ہے کہ استبراء کیونکہ واجب ہوگا تو اسکی شرط ہے کہ کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی
وکذا او طلقہا الزوج قبل الدخول ان کان زوجہا بعد الاستبراء فان قبلہ فالمختار وجوبہ زیلعی اور اسیطرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر
استبراء نہیں بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کردیا ہو بعد استبراء کے اور اگر قبل استبراء کے نکاح کردیا ہو تو وجوب استبراء مختار اور پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی قلت وفی الجلالیۃ
شری معتدۃ الغیر وقبضہا ثم مضت عدتہا لم یستبرئہا لعدم حل وطیہا للمالک وقت وجود السبب میں کہتا ہوں اور جلالیہ میں ہے غیر کی عدت والی جاریہ خریدی اور
اسپر قبضہ کیا پھر اسکی عدت منقضی ہوگئی تو اسکا استبراء نکرے اسواسطے کہ اسکی وطی حلال نہیں مالک کو وجود سبب کے وقت یعنی ملک اور قبض مشتری کے وقت ہم
صواب یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ وجود سبب کے وقت مشتری کو اسکی وطی حلال نہیں انقانی نے شرح طحاوی سے نقل کیا کہ جاریہ خریدی اور وہ عدت میں تھی خواہ عدت
وفات ہو یا طلاق اور اسکی عدت سے ایک روز یا کم باقی رہا ہو اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہوگئی تو اسپر استبراء واجب نہیں پھر اگر عدت قبل از قبض منقضی
ہوگئی تو مشتری کو حلال نہیں ہوں جب تک استبراء کرے کذا فی الطحطاوی ولا باس بحیلۃ اسقاط الاستبراء اذا علم ان البائع لم یقربہا فی طہرہا ذلک وان لا فعلیہا
یعنی اور کچھ مضائقہ نہیں ہے اسقاط استبراء کے حیلہ میں جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہیں کی اس طہر میں اور اگر یہ معلوم نہو تو استبراء کے ساقط کرنے کا
حیلہ نکرے اسی قول پر فتوی ہے ہم ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقاً جائز ہے اور محمد کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے لیکن مفتی بہ تفصیل ہے یعنی اگر بائع کی عدم قربت
معلوم ہو تو ابو یوسف کے قول پر فتوے ہے اور درصورت قربت محمد رح کے قول پر فتوی ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو مرد خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہیں انکو حلال
نہیں کہ ایک عورت سے اجتماع کریں ایک طہر میں تو جب بائع نے اس طہر میں قربت نکی تو یہ نہی متحقق نہوئی اور قربت اور عدم قربت دونوں معلوم نہوں تو عدم ہو از ظاہر ہے
اذ ہو شغل رحم ہے کذا فی الطحطاوی وہی اذا لم تکن تحتہ حرۃ او اربع اماء ان ینکحہا ویقبضہا ثم یشتریہا فتحل للحال لانہ بالنکاح لا یجب ثم اذا اشتری زوجتہ
لا یجب ایضاً اور وہ یعنی اسقاط استبراء کا حیلہ جبوقت کہ اسکے نیچے آزاد عورت یا چار منکوحہ لونڈیاں نہوں یہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کرے اور اسپر قبضہ کرے پھر اسکو خرید کرے
تو وہ جاریہ اسیوقت اسکو حلال ہوگی اسواسطے کہ نکاح سے استبراء واجب نہیں ہوتا پھر جبکہ اس نے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بھی استبراء واجب نہوگا ہم قبل خرید کے
قبض اسواسطے شرط ہے کہ قبض بعد خرید کے استبراء ساقط نہوگا اسواسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہو جاویگا تو استبراء واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور ذخیرہ اور محیط میں جو اقوال
مختار ہیں بالجملہ یہاں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تقدم قبض اور دخول دونوں شرط ہیں چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور دوسرا قول حلوانی کا یہ ہے کہ قبض شرط ہے

ند خواہان اور تفسیر اقوال خرسی کا ہو کہ نکاح فقط کافی ہو نہ قبض بشرطیکہ نہ دخول اور یہ قول بہت بہتر ہو اور قول ثانی اعدل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً و نقل فی الدرر
عن الظہیریۃ ان الاستبراء واجب قبل الشراء اور وہ ذکر وجہ اور درر مین ظہیریہ سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خرید کرنے سے پہلے اور اسکی وجہ بھی ذکر کی ہے ہم وجہ مذکور
یہ ہو کہ بعد وطی کے خرید کرنے سے اسکا مالک ہوگا اور حالانکہ جاریہ اسکی عدت مین ہوگی اور اگر وطی نہین کی تو بمجرد خرید کے نکاح باطل ہو جاویگا پھر سبب کا
وقت نکاح کے نہ تو استبراء واجب ہو گیا اسکے سبب متحقق ہونے سے یعنی استحداث حلت وطی بملک یمین کذا فی الدرر و ان کانت تحتہ حرۃ فالحیلۃ ان ینکحہا
البائع او یزوجہا ممن یثق بہ کما یجی قبل الشراء او ان ینکحہا المشتری قبل قبضہ لما قلوا … من موثوق بہ لیس تحتہ حرۃ اور اگر اسکی ملک حرہ ہو …
… کذا فی الطحطاوی تو حیلہ اسقاط کا یہ ہو کہ بائع جاریہ کا نکاح کرے مشتری کی خرید سے پہلے اس شخص سے جس پر … طلاق … جیسا کہ اسکا ذکر
قریب آویگا یا بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کرے اس معتمد شخص سے جسکے نیچے آزاد عورت نہین ہے شارح نے کہا قبل قبض کے نکاح شرط ہو تو اگر بعد قبضہ کر لینے کے نکاح
کریگا تو استبراء ساقط نہوگا او یزوجہا بشرط ان یکون امرہا بیدہ … یا جاریہ کا نکاح کر دے کسی شخص سے اس شرط پر کہ جاریہ کا اختیار
کی طلاق بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہو جب چاہے اسکو طلاق دیدے اسوقت جبکہ بائع یا مشتری … کہ جاریہ کا زوج اسکو طلاق دیگا ثم یشتری
الامۃ و یقبضہا او یقبضہا فیطلق الزوج قبل الدخول بعد قبض المشتری فیسقط الاستبراء … مشتری جاریہ کو خرید کرے اور … بائع …
مشتری جاریہ پر قبضہ کرے … مشتری کے پھر زوج اسکو طلاق دے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبراء ساقط ہوگا … اگر …
اسقاط یہ ہو کہ بائع جاریہ کا نکاح کرے قبل خرید کرنے مشتری کے اس … طلاق … مشتری اسکو خرید کرے پھر زوج اسکو طلاق دے …
استبراء … غیر کی منکوحہ خرید کی اور اسکی وطی مشتری کو حلال نہین تو استبراء نہین … جب اسکے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی جاریہ مشتری پر حلال ہو گئی اور …
حدوث ملک پایا نہین گیا جو وجوب استبراء کا سبب ہو … اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کر دیا … پھر نکاح … قبضہ کیا …
قبل دخول اسکو طلاق دی تو استبراء واجب … بعد قبض کے اور اسوقت مین وطی مشتری کو بسبب نکاح کے حلال نہ تھی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد تو اسوقت سبب کا
یعنی حدوث ملک پایا نہین گیا کذا فی شرح الوقایۃ و قیل المسئلۃ التی اخذ ابو یوسف رح علیہا مائۃ الف درہم ان زبیدۃ حلفت الرشید ان لا یشتری علیہا جاریۃ …
فقال اشتری نصفہا و یوہب نصفہا کذا فی الملتقط اور بعضون نے کہا کہ جس مسئلہ پر قاضی ابو یوسف نے لاکھ درم لیے وہ یہ ہو کہ زبیدہ خاتون نے ہارون رشید کو
قسم دلائی کہ کسی جاریہ کو اسپر خرید نہ کرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ خرید کرے اور نصف اسکو ہبہ کیجائے کذا فی الملتقط یعنی تو اس طرح سے یہ بات
صادق آئی کہ تمام اور کمال نہ خرید کی نہ ہبہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا تصرف بھی حلال ہو گیا او یکاتبہا المشتری بعد الشراء او قبض کما یفیدہ …
فیطلب الفرق بین الکتابۃ والنکاح بعد القبض وقد نقلہ المصنف عن شیخہ بحثا کما سنذکرہ ولکن فی الشرنبلالیۃ عن المواہب التصریح بتقیید الکتابۃ بکونہا
قبل القبض فلیحرر قلت ثم وقفت علی البرہان شرح مواہب الرحمن للمصنف بالتقیید المذکور فقد … یا مشتری جاریہ کو مکاتب کرے بعد خرید اور بعد قبضہ کرنے
جیسا کہ … کا اطلاق مفید ہو اور موجب اسکے تو طالب فرق کرنا چاہیے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنی اگر مشتری جاریہ کا نکاح کر دے
بعد خرید او قبض کے تو استبراء ساقط ہو اور اگر بعد قبض اسکا نکاح کرے تو استبراء ساقط نہو تو کیا فرق ہو کتابت اور نکاح میں … مصنف نے اپنی شرح مین فرق
ذکر کر کے نقل کیا ہو اپنے استاد سے بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے جیسا کہ اس فرق کو ذکر کرینگے یعنی اگلے قول مین یعنی شرنبلالیہ مین مواہب الرحمن
سے تصریح ہو تقیید کتابت کے قبل قبض کے ہونے سے یعنی مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہیے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہیے مین کہتا ہون پھر مین واقف ہوا
برہان شرح مواہب الرحمن پر جو مصنف کی … قید مذکور کو … ہم بعضون نے یون جواب دیا ہو شارح کو کہ شرنبلالی نے … نقل نہین کی تو عبارت
اسکی مبہم ہو … تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہین کی تو ممکن ہو کہ اسکی … تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی …

اس دولی مالک باقی تم تجدید بالتحریم لکن لم یثبت الملک فی الفقہ فلم یوجد سبب الاستحلال فرق ہوتا الحل بالاعتاق پھر کتابت کے بعد مشتری نے عقد کتابت کو فسخ کر دیا جاریہ کو اپنی رضامندی سے تو مشتری کو وطی اس کے بدن وغیرہ سے جائز ہو جاتا ہے سبب زائل ہو جانے ملک مشتری کی کتابت سے پھر ملک حاصل ہو سبب جاریہ کے اور اسکے بدل کتابت سے لیکن حقیقت ملک کا حدوث نہیں ہوا تو اسکا سبب پایا گیا اور جو پہلے سے ہوا اس سے آسان ہے کذا فی الکافی ہم یہ وہ فرق ہے درمیان کتابت اور نکاح کے جسکے ذکر کا شارح نے وعدہ کیا تھا مصنف نے شرح میں کہا کہ شاید وجہ فرق یہ ہو کہ کتابت سے جاریہ مولی کے قبضہ سے نکل گئی اور وہ مثل اجنبی کے ہو گئی تصرف کی راہ سے اور اپنے مکاسب کی مالک ٹھہری اور مولی کی ملک زائل ہو گئی کتابت سے پھر اسکی ذات و مال ہو گئی تجدید ملک کتابت سے لیکن حقیقت ملک بعینہا وہی نہیں ہوئی تو یہ ایسا ہوا کہ جب جاریہ اپنی مکاتبت یا نہیں کیا چنانچہ سب جاریہ مولی سے نکل لیکن اسکے تصرف کے ساتھ اسکے قبضہ میں ہو اور سے تو استبرا واجب ہوگا اور اسکے خارج ہونے کی تقریر مولی سے یہ دلیل ہے کہ اگر مولی مکاتبہ کی وطی کر لے تو اسپر عقر لازم ہوگا کذا فی المحیط اور بلخصا اس صورت اس حیلہ کی ہے کہ جاریہ کے بعد خریدار قبض کے مکاتبہ کر دے مثلاً یون کہے کہ تو مجھ کو ہزار درہم پر مکاتب کیا کہ سو درہم کی قسط ہر مہینہ ادا کرے جب وہ ماجر ہو اور بدل کتابت تو اسکی رضامندی سے کتابت کو فسخ کر دے تو اب جاریہ فی الفور ولی پر حلال ہو جاوے گی استبرا واجب نہ گا یہ حیلہ گذشتہ تو یہ حیلہ سب سے عمدہ ہے کیونکہ کتابت کی شرط سے جاریہ کی قسط مقرر کرے تو وہ ادا کرنے کا بدل کتابت سے عاجز ہوگی تو فسخ کتابت پر فوراً مجبور راضی ہو جاوے گی۔ الاحتیاط لا الاستحسان کما اختار ان ام امتہا ما قبلہا فی التقبیل اور وطی احدٰہما بطل ادعاہا قبلہا دون الاخری بالشہوۃ فی التقبیل لا تعتبر الا الشہوۃ والنظر ابن کمال اھ۔ مترجم عفا عنہ کہتا ہے کہ ایک شخص کی ایسی دو لونڈیاں ہیں جو ساتھ ہی نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں خواہ وہ دونون بہنیں ہون یا خالہ یعنی خالہ بھانجی ہون یا بھتیجی ہون سوا اسکے پھر دونون کا بوسہ لیا شہوت سے تو دونون اسپر حرام ہو گئیں سوا اگر ایک لونڈی کا بوسہ لیا یا اس سے قربت کی تو اسی لونڈی کا بوسہ لینا اور قربت کرنا مالک کو حلال ہوگا نہ دوسری لونڈی کا ابن کمال نے کہا کہ بوسہ میں شہوت معتبر نہیں بلکہ مساس اور نظر میں شہوت شرط ہے یعنی بوسہ سے حرمت ہر طرح ثابت ہوتی ہے شہوت ہو یا نہ ہو اور مساس اور نظر سے حرمت بشرط شہوت کے ثابت ہوتی ہے ہم جمع بین الاختین نکاح میں تو بالاجماع جائز نہیں لیکن جمع بین الاختین بملک یمین جمہور صحابہ کرام کے نزدیک جائز نہیں اور بعض نے کہا اور اسیطرح جمع بین الاختین دواعی وطی میں حلال نہیں ہے اسلئے کہ دواعی وطی بمنزلہ وطی کے ہیں کذا کاف سم علیہ الدواعی کا انظر والتقبیل سے بھی تحریم احدیہما علیہ دون غیرہ فیلہ کا استیلاد الکفار علیہا ابن کمال اور اسیطرح مولی پر حرام ہے دواعی وطی کی جیسا کہ نظر کرنا اور بوسہ لینا جب تک کہ ایک لونڈی کی شرمگاہ اسپر حرام ہو جاوے اگرچہ حرمت بدون فعل مولی کے ہو جیسا کہ کفار کا غالب ہو جانا جاریہ پر کذا ذکرہ ابن کمال ہم شارح نے ابن کمال کے قول سے اشارہ کیا کہ تحریم معتبر ہے نہ تحریم سے مگر ملک او بعضہا باب سبب کان او نکاح صحیح الفاسد الا بالدخول او عتق اور بعضہا او کتابۃ لانہا تحرم فرجہا بخلاف تدبیر وہن وا جارہ تو حرمت ایک جاریہ کی ثابت ہوتی ہے ملک غیر سے اگرچہ بعض جاریہ کی ملک ہو یعنی بیع یا ہبہ یا نکاح صحیح سے نہ نکاح فاسد سے اسواسطے کہ نکاح فاسد جاریہ ولی پر حرام نہیں کرتی بدون دخول کے یا حرمت ثابت ہو ایک جاریہ کے آزاد کر دینے سے اگرچہ بعض یعنی نصف یا ثلث جاریہ آزاد کیا ہو یا کتابت سے کیونکہ کتابت اسکی شرمگاہ کو حرام کر دیتی ہے بخلاف تدبیر اور رہن اور اجارہ کے کہ ان سے حرمت ثابت نہیں ہوتی قلت والمستحب ان لا یصلہا حتی ینقضی علی المحرمۃ کما بسطہ فی شرح الملتقی میں کہتا ہوں اور مستحب یہ ہے کہ حلال جاریہ کو ہاتھ نہ لگاوے جب تک کہ محرمہ جاریہ پر ایک حیض نہ گذر جاوے چنانچہ شیخ نے اسکو شرح الملتقی میں شرح بیان کیا ہے وکرہ تحریما قہستانی التقبیل الرجل فم الرجل او یدہ

او شیئا منہ کذا التقبیل المراۃ المراۃ عند لقاء او وداع قنیہ وہذا لو عن شہوۃ واما علی وجہ البر فجائز عند الکل خانیہ وفی الاختیار عن بعضہم لا باس بہ اذا قصد البر وامن الشہوۃ کتقبیل وجہ فقیہ ونحوہ اور قہستانی میں ہے کہ مکروہ تحریمی ہے بوسہ لینا مرد کو مرد کے منہ کا یا اسکے ہاتھ کا یا اسکے عضو کا اور اسیطرح مکروہ ہے بوسہ لینا عورت کا عورت کو ملاقات کے وقت یا رخصت کے وقت کذا فی القنیہ اور یہ کراہت بوسہ اسوقت ہے جبکہ شہوت کی راہ سے ہو لیکن بوجہ نیکی کے اور عزت کے ہو تو بوسہ لینا جائز ہے سب علما کے نزدیک کذا فی الخانیہ اور اختیار میں ہے بعض فقہا سے منقول ہے کہ بوسہ کا کچھ مضائقہ نہیں جبکہ نیکی کا قصد کرے

شہرت سے خوف ہو جیسے چومنا فقیہ اور پارسا آدمی کے اور بزرگ کے چہرے کا ہاتھ ابو جعفر نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں جو شخص اپنے ایک بھائی کو دو میں دیکھے اور اسکے چہرے کو بوسہ دے
فقیہ یا عالم یا تارک دنیا ہو اعزاز و اکرام دین کی نیت سے کذا فی العالمگیریہ وکرہ تحریما معانقۃ فی ازار واحد اور اسی طرح مکروہ ہے مرد کا مرد سے معانقہ کرنا یعنی گلے سے گلا لگا کر
ملنا ایک تہبند میں یعنی کرتہ اور انگرکھا بدن پر نہو فقط لنگی یا پاجامہ سے زیر ناف سے زیر زانو تک چھپا ہو ایسی حالت میں معانقہ مکروہ ہے کیونکہ جو موجب شہوت ہے اور مراد یہ ہے
کہ ہر شخص پر تہبند ہو اور یہ مراد نہیں کہ دونوں شخص ملکر ایک تہبند میں ہوں اسواسطے کہ یہ تو صاف حرام ہے اور کراہت پر وہ حدیث دلیل ہے کہ انس سے مروی ہے کہ ہمنے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں سے ایک شخص دوست کے واسطے انحنا کرے یعنی جھکے فرمایا کہ نہیں ہمنے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا نہیں
ہمنے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہاں اس حدیث سے سلام کے وقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی کذا فی الطحطاوی اور یہ حدیث طحاوی کی مراد کی ادا
میں بیان کے ساتھ مذکور ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ دریافت کرنا چاہیے کہ نہی معانقہ اس صورت پر محمول ہے کہ فقط تہبند بدن پر ہو اسواسطے کہ جواز معانقہ احادیث
کثیرہ سے ثابت ہے کما سیجیئ وقال ابو یوسف رحمہ اللہ لا باس بالتقبیل والمعانقۃ فی ازار واحد ابو یوسف نے کہا کچھ مضائقہ نہیں جو شخص معانقہ کرے ایک تہبند میں
ولو کان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلا کراہۃ بالاجماع وصححہ فی الہدایۃ وعلیہ المتون اور اگر دونوں کے بدن پر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بدون کراہت کے بالاجماع جائز ہے
اور ابو یوسف کے جائز ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ہدایہ میں اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں اور یہ حدیث میں ثابت ہے کہ جعفر طیار حبش سے آئے
تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا معانقہ کیا اور انکے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معانقہ کرتے تھے
اور کافی میں ہے کہ اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف مبارک کو چومتے تھے اور ابن عباس سے معانقہ کا سوال ہوا انہوں نے کہا پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معانقہ کیا انکی تخریج
کیا ہے کہ مکہ میں تھے جب ذوالقرنین وہاں وارد ہوئے پھر جب ابطح میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ابراہیم علیہ السلام ہیں تو ذوالقرنین نے کہا کہ مجھ کو سزاوار نہیں کہ
داخل ہوں اس شہر میں جس میں خدا کا دوست موجود ہو پھر ذوالقرنین سواری سے اترے اور چلے ابراہیم علیہ السلام کی طرف تو ابراہیم علیہ السلام نے انکو سلام کیا اور ان سے
معانقہ کیا کذا فی الزیلعی معانقہ جعفر طیار کی حدیث مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمر سے بسند صحیح مذکور ہے اور طحاوی اور دارقطنی اور بیہقی اور طبرانی نے بھی ایسا روایت کیا ہے
اور زید بن حارثہ سے معانقہ کرنا عائشہ صدیقہ رض سے ترمذی میں ثابت ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وفی الحقائق لو القبلۃ علی وجہ المبرۃ دون الشہوۃ جاز بالاجماع اور حقائق میں ہے
کہ اگر بوسہ بوجہ نیکوکاری اور تکریم کے ہو نہ بطریق شہوت کے تو بالاتفاق جائز ہے کالمصافحۃ ای کما یجوز المصافحۃ لانہا سنۃ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام
من صافح اخاہ المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ یعنے معانقہ جائز ہے جیسے مصافحہ جائز ہے اسواسطے کہ مصافحہ قدیم متواتر سنت ہے بدلیل قول نبی کریم علیہ الصلوۃ
والتسلیم کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ ہلاوے تو اسکے گناہ جھڑ جاوینگے ہم یہ حدیث معجم طبرانی میں حذیفہ بن یمان سے یوں مروی ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اسکا ہاتھ پکڑتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کی
پتیاں جھڑ جاتی ہیں اور ابوداود اور ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث مرفوع ہے کہ جو دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو انکے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے
گناہ بخشے جاتے ہیں اور ترمذی میں عبداللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہے کہ ہاتھ کا پکڑنا تمامی ہے تحیۃ کی یعنے سلام پورا نہیں ہوتا بدون مصافحہ کے واطلاق المصنف
تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والمجمع والملتقی وغیرہا یفید جوازہا مطلقا ولو بعد العصر وقولہم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ
وعلیہ یحمل ما نقلہ عنہ شارح المجمع من انہا بعد الفجر والعصر لیس بشیئ توفیقا فتامل اور مصنف کا اطلاق یعنے بلاقید مصافحہ کا جواز رکھنا درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ
اور مجمع اور ملتقی میں وغیرہا متون فقہ کا تابع ہو کر مفید ہے جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہے یعنی
مباح اور بدعت حسنہ ہے چنانچہ نووی شافعی نے اسکو اپنی کتاب اذکار میں بیان کیا ہے اور نووی کے سوا اور علما نے بھی اور کتابوں میں مذکور کیا ہے اور اسی پر
محمول ہے جو شارح مجمع نے نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھ چیز نہیں یہ حمل کرنا توفیق کے واسطے ہے سو تامل کر اسکو یعنی لیس بشیئ کو اباحت اور

بدعت حسنہ ہی کہ اذکار نووی کے مخالف ہی ہم اذکار نووی میں یون ہی کہ مصافحہ مستحب ہی ہر ملاقات کے وقت اور یہ جو فجر اور عصر کی لوگون کی عادت ہی تو اسکی شرع مین اسوجہ خاص سے کچھ اصل نہیں لیکن اسکا بھی کچھ مضائقہ نہیں ہی کیونکہ اصل مصافحہ سنت ہی تو بعض وقت مین مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات مین نکرنا بعض وقت سے کرنیکو مصافحہ مشروعہ سے خارج نہیں کردیتا کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہی کہ اصل مصافحہ سنت ہی اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہی وفی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قنیہ مین ہی کہ سنت مصافحہ مین یہ ہی کہ دونون ہاتھ سے مصافحہ کرے اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہی ہم سنت یہ ہی کہ مصافحہ کرنیکے بیچ او غیرہ حائل نہو اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے پر ابہام یعنی انگوٹھے کو پکڑے حدیث مین آیا ہی کہ جب تم مصافحہ کرو تو ابہام پکڑو اسواسطے کہ اسمین ایک رگ ہی کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہی یہ ذکر کیا شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ مین ہم شرح ملتقی مین قہستانی نے رسالہ مذکورہ سے مذکور ہوچکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحہ کرنا اور معانقہ کرنا ہر وقت سنت ہی اور ہاتھ چومنا حدیث سے ثابت نہین ہم غیر انصار وافضل کو کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للرجل مضاجعۃ الرجل وان کان کل منہما فی جانب من الفراش قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد اور جائز نہین مرد کو دوسرے مرد کے پاس لیٹنا اگرچہ ہر ایک بچھونے کے کنارے پر ہو فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ ملے ایک مرد دوسرے مرد کو ایک کپڑے مین اور نہ لیٹے ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے مین یعنی ایک کپڑے مین دو مرد کا لیٹنا یا دو عورت کا لیٹنا اگرچہ حائل ہی جائز نہین کذا فی الطحطاوی واذا بلغ الصبی او الصبیۃ عشر سنین یجب التفریق بینہما وبین اخیہ واختہ وامہ وابیہ فی المضجع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وفرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابناء عشر وفی النتف اذا بلغوا ستا کذا فی المجتبی اور جبکہ لڑکا یا لڑکی دس برس کو پہونچے تو دونون کی خوابگاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اسکے بھائی اور بہن اور اسکی مان اور باپ کی جدائی کرنا بستر مین واجب ہی بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کرو انکے بستر مین جبکہ وہ دس برس کے ہون اور نتف مین ہی کہ جب چھ برس کو پہونچین یعنی جدا کرنا چاہیے کذا فی المجتبی وہم شاید کہ مراد اسے ہم بستری سے التجرد یعنی ایک جامہ مین والاجاعت کا پاس بیٹھنا کہ ہر انسان کا اوڑھنا جدا جدا ہو ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الغلام اذا بلغ حد الشہوۃ کالفحل اور مجتبی مین ہی کہ صبی جب حد شہوت کو پہونچا تو بالغ مرد کے مانند ہی نظر وغیرہ کے احکام مین والکافرۃ کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کے مانند ہی جیسے مسلمہ کا بدن سوائے چہرہ اور کفی دست دیکھنا درست نہین ویسی ہی کافرہ کا درست نہین عن ابی حنیفۃ صاحب الحمام ان ینظر الی العورۃ وحجۃ الختان امام اعظم رح سے روایت ہی کہ حمامی کو ستر گاہ کا دیکھنا درست ہی اور حجت اسکی ختان ہی یعنی جیسے ختنہ کرنیوالے کو دیکھنا درست ہی ویسا ہی حمامی کو ہم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ یہ ضرورت کی حالت مین ہی نہ بغیر ضرورت مین کذا فی العالمگیریہ وقیل فی ختان الکبیر اذا امکنہ ان یختن نفسہ فعل والا لم یفعل الا ان لا یمکنہ النکاح او شراء الجاریۃ اور بعضون نے بالغ کے ختنہ مین کہا کہ جب اسکو یہ طاقت ہو کہ ختنہ کر لینا ممکن ہو تو کرے اور اگر آپ نہ ختنہ کر سکے تو نہ کرے مگر یہ صورت کہ امکان نکاح یا خرید جاریہ کے ختنہ کرنا چاہیے ہم یعنی ختنہ کرنیوالی عورت سے نکاح کرلے یا اگر وہ لونڈی ہو تو اسکو خرید کرکے اس سے اپنا ختنہ کروادے اگر بڈھا مسلمان ہوا اور ذمیت ختنہ کا تحمل نہو اگر اہل بصارت کہین کہ اسکو طاقت نہین تو ترک کرے اسواسطے کہ واجب کا ترک عذر سے جائز ہی تو ترک سنت عذر سے بطریق اولے جائز ہی کذا فی الخلاصۃ طحطاوی نے کہا عذر کرنا فقد الا کا لا یمکنہ سے صواب ہی اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین یون ہی والا لم یفعل الا ان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانۃ فتختنہ والظاہر فی الکبیر انہ یختن ویکفی قطع الاکثر وظاہر مذہب کبیر السن کے حق مین یہی ہی کہ وہ ختنہ کرے اور قطع اکثر قلفہ کفایت کرتا ہی حصول سنت مین ولا بأس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک اور کچھ مضائقہ نہین مرد عالم اور متقی کے ہاتھ چومنے مین بطریق تبرک کے کذا فی الدرر ہم بلکہ قبلہ تحیۃ کا ہونا بھی مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہی شرنبلالی نے رسالہ مصافحہ مین بعد ذکر کے تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حاصل ہوئے قبلہ تحیۃ مین اول کراہت تقبیل مطلقا اور یہ امام کا قول ہی ثانی قول یہ ہی اسمین کچھ حرج نہین مطلقا اور قول ثالث تفصیل یعنی اگر بوسہ تبرک کے واسطے ہی جیسے عالم اور متورع اور سلطان عادل کا ہاتھ چومنا تو اسمین بعض متاخرین نے رخصت دی ہی اور احادیث سے اسکی سنیت یا استحباب معلوم ہوتا ہی بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل

غیر متبرک ہو غرض دنیا کے واسطے سو وہ مکروہ ہے اور قول فاحش یہ ہے کہ اگر فاعل کو تعظیم مسلم اور اسکا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الخلاصۃ اور عینی نے شرح ہدایہ میں
کہا امام اور متقی سلطان عادل اور والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا درست ہے اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہو اسکی تقبیل جائز ہے بقول الاصنعا عن الجامع [illegible] تقبیل ید العالم
المتدین اور صاحب نے شرح میں جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں عالم دیندار کے ہاتھ چومنے کا اور طحاوی نے کہا اسکی کچھ حاجت [illegible] یہ قول آئندہ میں
نقل ہو [illegible] کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں ولسلطان العادل وقیل [illegible] مجتبیٰ اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے میں مضائقہ نہیں
اور بعضوں نے اسکو سنت کہا ہے کذا فی المجتبیٰ ہم تقبیل میں احادیث کثیرہ مروی ہیں از انجملہ عبد اللہ بن عمر سے ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ ہم
لڑائی سے پلٹ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہم نے آپ کا دست مبارک چوما اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے عائشہ صدیقہ سے روایت کی
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال میں کسی کو میں نے فاطمہ بنت رسول سے زیادہ مشابہ نہیں دیکھا جب فاطمہ آپ کی خدمت میں تشریف لاتیں تو حضرت انکے واسطے
اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور انکو چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی و نسائی نے روایت کی کہ یہود کی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور
ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مر گئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا بوسہ لیا اور آپ رو رہے تھے [illegible] ترمذی
نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے [illegible] تقبیل [illegible] ثابت ہوئی اور [illegible]
عبد اللہ بن جعفر کی حدیث [illegible] بیہقی نے روایت کیا [illegible] تعظیم اور تکریم کے [illegible] نہیں [illegible]
حق میں کذا فی المحیط شرح الہدایہ مختصرا وفی تقبیل [illegible] العالم [illegible] الکافی [illegible] طحاوی نے کہا
[illegible] تقبیل [illegible] عالم و عادل [illegible]
تقبیل [illegible] عالم اور عادل کے [illegible] قول [illegible] کذا فی المجتبیٰ [illegible]
اسلام کی تعظیم اور اکرام کے واسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کے واسطے یا خوشامد ہو تو مکروہ ہے [illegible]
[illegible] تقبیل لا یجوز [illegible] تقبیل المرأۃ [illegible] عند اللقاء [illegible] کذا فی [illegible]
[illegible] اسکی درخواست کی کہ اپنا قدم اسکی طرف بڑھا دے اور اپنا قدم اسکو چومنے دے [illegible]
[illegible] عورت کو دوسری عورت کا منہ اور گال چومنا مکروہ ہے [illegible]
[illegible] تقبیل [illegible]
جب کسی شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے [illegible]
کے وقت بالاجماع مکروہ ہے اور طحاوی نے کہا یہ قول [illegible] اقوال [illegible] حکایت اجماع کی [illegible]
العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن اور یہ لوگ جو زمین کو چومتے ہیں عالموں اور [illegible]
اور جو اس فعل سے راضی ہو عالم ہو یا سلطان وہ دونوں گنہگار رہیں [illegible] کہ اس طرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہے [illegible]
کذا فی الطحاوی [illegible] تعظیم کفروان علی وجہ التحیۃ لا [illegible] اور کہا زمین کا چومنے والا [illegible]
عبادت اور تعظیم کے کرتا ہو تو کافر ہو گیا اور اگر بوجہ تحیت اور سلام کے کرتا ہو تو کافر نہ ہوگا گنہگار [illegible] کبیرہ [illegible] التواضع [illegible] حرام اور [illegible]
[illegible] غیر خدا کے لیے مخلوق کے واسطے تواضع کرنا [illegible] اور [illegible] طحاوی [illegible] کہا [illegible]
[illegible] کے لیے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر فقیر اور کسب [illegible] کے واسطے تواضع اور انکسار کرے تو [illegible]

زیادہ قیام نہ کرے ایک جماعت کے آنے پر ان لوگونکے سامنے قیام کرنا مکروہ ہی اسکا جواب یہ ہی کہ اس سے اگر مرد بوجہ انکے کرنیکے پر یا نہ ہو تو قیام آنیوالے کے واسطے کیواسطے آنیوالے عالم کے جائز ہی اوراگر نہیں تو کھڑا ہونا مکروہ ہی اور ایک جماعت کے واسطے کھڑا ہونا جائز ہی اور قیام کرنا ہی کو فقیہہ اللطیف اگر کہا جائے مثل اسکے علماء مشائخ قیام کرنیوالے انکے واسطے اسی قیام کا جائز ہونا ہو جو ان کی جاتی ہو قضا کی سیرت نے کہا ہی کہ اگر ایک شخص کو واسطے بزرگی کے بیٹھ جاوے تو کھڑا ہونا ہی واسطے اسکے اور وہ بیٹھا رہے تو ایک روز ایک اعرابی آیا اور آپ نے کھڑے ہو کر اسکا استقبال کیا اور قیام کیا جاتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے کھڑے ہوتے چنانچہ

ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے روایت کی ہی اور بعضون نے قیام کو مباح کہا ہی اور بعضون نے تفصیل کی ہی چنانچہ قاضی خان نے کہا ہی چند لوگ قرآن پڑھتے ہیں یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہی پھر اسکے پاس کوئی شخص آیا اور آنیوالا اگر مرد عالم ہو یا قاری کا باپ یا استاد ہو تو اسکے واسطے اٹھنا جائز ہی اور اسکے سوا قیام جائز نہیں ہی انتہی اور جمیع فتاوی نسفی میں ہی قیام قاری کا جائز ہی جبکہ کوئی ایسا شخص آوے جو زیادہ ہو عالم یا اسکا استاد جسنے اسکو قرآن یا علم سکھایا آوے یا اسکے والدین آوین اور انکے سوا اور کسی کے واسطے قیام جائز نہیں اگر چہ وہ عالم جلیل القدر ہو اور خزانۃ الروایات وشرح شرعۃ الاسلام میں ابن وہبان سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے میں قیام مستحب ہی اسواسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا موجب ہوتا ہی خصوصاً جس ملک میں قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر وعید واقع ہوئی وہ انکے حق میں محمول ہی جو کھڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند کرتے ہیں چنانچہ ترکی اور اہل عجم کی عادت ہی اور صحابہ کبار کا نہ اٹھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کراہت قیام پر دلالت نہیں کرتا اسواسطے کہ تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا عرب کی عادت نہ تھی اور جب سعد آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوموا الی سیدکم یعنی اپنے سردار کے واسطے اٹھو کذا فی الطحاوی فائدۃ قیل التقبیل علی خمسۃ اوجہ قبلۃ المودۃ للولد علی الخد وقبلۃ الرحمۃ للوالدین علی الراس وقبلۃ الشفقۃ لاخیہ علی الجبھۃ وقبلۃ الشھوۃ لامراتہ او امتہ علی الفم وقبلۃ التحیۃ للمومنین علی الید وزاد بعضھم قبلۃ الدیانۃ للحجر الاسود جوہرۃ قالت تقدم فی الحج تقبیل عتبۃ الکعبۃ فائدۃ اقسام التقبیل میں بعضون نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہی اول چومنا مودت اور پیار کا فرزند کے لیے گال پر اور چومنا رحمت کا اپنے والدین کے واسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بھائی کے واسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورت کو یا اپنی حلال لونڈی کو منہ پر اور چومنا تحیت اور سلام کا مومنین کے واسطے ہاتھ پر اور بعضون نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہی حجر اسود کے واسطے کذا فی الجوہرۃ میں کہتا ہوں اور کتاب الحج میں آستانہ کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہو چکا یعنی یہ بھی بوسہ دیانت ہی وفی القنیۃ فی باب ما یتعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یاخذ المصحف کل غداۃ ویقبلہ ویقول عھد ربی ومنشور ربی عز وجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویمسحہ علی وجہہ اور قنیہ میں ہی متعلقات مقابر کے باب میں کہ مصحف شریف کا چومنا بعضون نے کہا بدعت ہی لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ مصحف کو ہر صبح لیتے تھے اور چومتے تھے اور فرماتے کہ یہ میرے رب کا عہد ہی اور وصیت ہی اور کتاب اور فرمان ہی میرے رب عز وجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تھے اور اپنے چہرے پر اسکو ملتے تھے واما تقبیل الخبز فجوز الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ وقالوا یکرہ دوسہ لا بوسہ ذکرہ ابن قاسم فی حاشیتہ علی شرح المنھاج لابن حجر فی بحث الولیمۃ وقواعدنا لا یاباہ اور روٹی کے چومنے کو تو شافعیون نے کہا کہ بدعت مباح ہی اور بعضون نے بدعت حسنہ کہا ہی اور شافعیون نے کہا کہ روٹی کا پاؤں سے روندنا مکروہ ہی نہ اسکا چومنا یہ بیان کیا ہی ابن قاسم نے اپنے حاشیہ میں جو ابن حجر کی شرح منہاج میں ہی ولیمہ کی بحث میں اور ہمارے قواعد بھی اسکو رد نہیں کرتے یعنی روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے بھی مباح معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ تکریم اسکی حدیث میں مروی ہی اور تقبیل منجملہ تکریم ہی واللہ اعلم وجاء لا تقطعوا الخبز بالسکین واکرموہ فان اللہ اکرمہ اور حدیث میں آیا ہی کہ روٹی کو چھری سے نہ کاٹو اور اسکی تعظیم اور تکریم کرو کہ حق تعالی نے اسکو بزرگی دی ہی یعنی انسان اشرف المخلوقات کا قوت اسکو مقرر کیا ہی

فصل فی البیع یہ فصل بیع وغیرہ کے بعض احکام میں ہی مسلمان کو تجارت اور سوداگری اور بیوپار کرنا چاہیے تبتک کہ خرید اور فروخت کے مسئلے دریافت نہ کرے کسی چیز کی خرید وفروخت شرع میں جائز ہی اور کسی میں نہیں زمانہ حال میں سوا اسکے اکثر تجار بازارونمیں خرید وفروخت کرتے ہیں اور انکا اکثر مال حرام ہی اور

نہیں ہیاج اور عقود فاسدہ رائج ہیں تو جواب ہوا کہ اسکی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ اگر لیکن غالب معلوم ہو کہ یہ چیز انکو ان غیر سے بطلم لی ہے اور وہ غیر موجود ہو
بازار میں بھی ہے تو اسکا خرید کرنا چاہیے اگرچہ دست بدست کئی بار وہ اسباب کئی ہاتھوں آتی ہو یہ کہ وہ چیز تو بعینہ موجود ہے لیکن اس چیز سے اسطرح مخلوط ہو گئی ہے کہ جدا نہیں ہو سکتی تو امام اعظم
کے قاعدہ پر خلط سے اسکی ملک میں داخل ہو گئی اگر اس سے خرید کرنا چاہیے جبتک کہ وہ مالک کو راضی نہ کرے بدلا دیکر لیکن اگر بلا ادا ضمان خرید کریگا تو مشتری اسکا مالک ہوگا مع الکراہۃ
یہ کہ یہ معلوم ہو کہ غصب اور ہیاج وغیرہ کی چیز اسکے پاس باقی نہیں اسنے بیچ ڈالی غیر کے ہاتھ تو واقف کو اسے خرید کرنا درست ہوا ... اور بہتر یہ ہے کہ اس سے خرید
نکرے اسی طرح طلب حلال ان بلاد میں دشوار ہے چنانچہ الفتاوی سے ہیں کہ ہمارے بعض مشایخ نے کہا کہ اس زمانہ میں حرام محض کا ترک ... لازم ہو جہاں ... کہ ایسی چیز نہ لیگا
جس میں شبہ ہو وہ حقیقت میں ہے اگر حلال غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیع فساد سے خالی نہیں تو اگر حرام غالب ہو تو خرید نہ کرے سکتا ہے ... اگر خرید کریگا تو
اسکے حق میں حلال ہوگی ... مشتری کی بیع صحیح ہوگی کذا فی الملتقط ... بیع الآدمی خالص ... آدمی کے ... کی بیع مکروہ ہے
برخلاف ... سے نقل کی کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اس پر مٹی غالب ہو تو جائز ہے ... بیع ... ای الزبل خلافا للشافعی مکروہ ہیں
بیع ہو گوبر ... اور مینگنی کی بیع برخلاف شافعی کے ... جائز ہے ... امام ... اور ... کی
... کذا فی ... صحیح ہے ... مخلوط ... تراب ... اور ... آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہے جبکہ ... مخلوط ہو ...
غالب ہو قول صحیح ہے ... قہستانی نے ... کہ ... صورت ... مٹی اور ... اسکا ... اور ... کا ... صحیح ... اور اختیار ...
بیع مخلوط بلا قید تراب ... مذکور ہو تو ... سے مقید ... الانتفاع بخلوطہا ...
ما صححہ الزیلعی وغیرہ خلافا لما صحح الہدایۃ ... فقہ ... اختلاف تصحیح ... آدمی کے مخلوط گوہ سے نفع لینا یعنی باغ اور کھیت میں ... صحیح ہے بلکہ ...
انتفاع درست ہے زیلعی وغیرہ کی تصحیح کے موجب برخلاف تصحیح ہدایہ تو تصحیح میں اختلاف واقع ہوا ... الانتفاع کالبیع ای فی الحکم ... ملتقی میں ... انتفاع
بمنزلہ بیع کے مانند ہے یعنی حکم میں برابر ہے ... جیسے بیع میں خلاف ... انتفاع میں ... علی کافر ... ثمن خمر ... مسلمان کو
جائز ہے اپنا ... لینا جو کافر پر ہو ... بیع ... صحیح ... بیع ... مال متقوم ہے تو ثمن کا مالک ... لیگا ... لینا
ہوگا برخلاف مسلم کے کہ شراب ... مال متقوم نہیں تو ثمن کا مالک مشتری ... علی مسلم ... اوکل ...
خلافا لہما و علی ہذا ... مسلم ... مسلم ... الزیلعی ... برخلاف اسکے ... مسلمان ... کا لینا درست نہیں ... بال ...
بیع مذکور ... کہ جبکہ مسلمان ذمی کو اپنا وکیل کرے ... تو امام کے نزدیک یہ بیع جائز ہے ... برخلاف صاحبین کے ... اگر
مرگیا اور اسنے ثمن ... شراب کا متروکہ چھوڑا ... کی بیع ... تو اسکے وارثوں کو حلال نہیں چنانچہ اسکو زیلعی نے مفصل بیان کیا ہے ... کہا ...
کہا اگر مر گیا اور اسکی کمائی شراب بیچنے یا ظلم یا رشوت کی تھی تو اسکے وارث اسکو نہ لیں اور ... مالکوں کو پھیر دیں اگر انکو جانتے ہوں اور اگر ... تو
خیرات کر دیں یعنی مالکوں کی ... ثواب کی نیت سے ... حرام کمائی کا طریقہ ... مالک ... کذا فی ... ابن الاشباہ ... الحرمۃ ...
للوارث الا اذا علم ... اور اشباہ میں ہے کہ ... منتقل ہوتی ہے کہ وارث کے حق میں منتقل نہیں ہوتی مگر جبکہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق میں
بھی حرمت انتقال کرتی ہے ... المبیع الفاسد لکن فی ... حرام فالمیراث حلال ... لا نأخذ بہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ
قنیہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کا قول بیع فاسد میں مذکور ہو چکا لیکن مجتبیٰ میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسکا کسب حرام ہے تو میراث حلال ہے ...
نے ... اور کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں اور وہ مال حرام ہے مطلقا وارثوں پر خواہ وارث ... مال کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں ...
اشباہ کا قول ضعیف ہے ... حجت ... نہیں ہے ... ملتقی میں امام محمد سے روایت ہے کہ ... عورت ... یا مزار ... مال ...

[illegible] ہے اگر جانتا ہو [illegible] کا کیا گناہ ہے اسکو [illegible] اور اگر جہاں سے مال معلوم نہو

[illegible] مال [illegible] تو [illegible] حلال ہے [illegible] فی الطحطاوی [illegible] ہندوستان میں

[illegible] شادی کے رواج اور معمول کے موافق [illegible] اگر [illegible]

[illegible] فقہ کا فائدہ [illegible] المعروف کالمشروط [illegible]

[illegible] مسجد کی [illegible] اسکی تعظیم [illegible] کی نقش کاری اور آرائش میں تعظیم

اور [illegible] مسجد [illegible]

مسجد میں نقش کاری [illegible] افضل ہے نقش کاری [illegible] پر فتوی ہے کہ بعض

[illegible] نقش [illegible] کاری کا دل مشغول ہوتا ہے [illegible]

نقش کاری [illegible] جائز ہے [illegible] مسجد [illegible] تو اسکا مسجد میں

[illegible] کھانا [illegible] مسجد میں [illegible]

[illegible] کھانا یا لینا جو جائز ہے [illegible]

مسجد میں [illegible] تنگی نہوتی ہو [illegible] مسجد [illegible] سلام

کرے اگر لوگ بیٹھے ہوں [illegible] السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین [illegible]

[illegible] دنیا کی باتیں ذکر کرے [illegible]

[illegible] مکان کے واسطے [illegible]

[illegible] اللہ تعالی کی یاد [illegible]

[illegible] اللہم افتح لی ابواب رحمتک [illegible]

[illegible] اللہم افتح علی ابواب فضلک [illegible] اور قرآن مجید کی [illegible]

[illegible] آسانی حاصل ہوتی ہے خصوصاً

[illegible]

[illegible] قرآن کے ساتھ غیر قرآن

[illegible]

[illegible] علامات الوقف [illegible] اور وقف کی نشانیوں اور

[illegible] تفسیر وفقہ وغیرہ کی کتب نجوم

[illegible] صرف ونحو بلاغت وغیرہ کا [illegible]

[illegible] استعمال کرتے ہیں یعنی [illegible]

[illegible] احادیث مراد ہیں

یا اوچ کذا فی الطحطاوی و کرہ [illegible] بمصحف [illegible] و فرقی یعنی [illegible] و لا یکرہ [illegible] کاغذ فقد ورد فی کتب الطب [illegible] کی [illegible] اور [illegible]
ایسے کاغذ کے کروہ ہے بلکہ [illegible] ہی ہوا اور نقد وغیرہ دینا کتابت کا غذ میں کسی چیز کو لپیٹنا اچھا نہیں اور طب کی کتابوں میں لپیٹنا [illegible] کا
حفظ کرے اسکو لائق ہے کہ واضح تر اور خوشخط کتابت کرے [illegible] سفید ورق پر جلی قلم اور روشن سیاہی سے لکھے اور [illegible] مصحف کی [illegible]
اور حجم زیادہ کرے کذا فی القنیہ و جاز دخول الذمی مسجدا مطلقا و کرہ مالک مطلقا و کرہ محمد والشافعی فی المسجد الحرام
اور جائز ہے داخل ہونا ذمی کا ہر مسجد میں اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے مکروہ کہا ہر مسجد میں اور محمد اور شافعی اور احمد نے مسجد الحرام کے جانے کو مکروہ
کہا ہے ذمی کے حق میں امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد ثقیف کو مسجد میں اتارا [illegible] اور طبرانی
میں بھی اس مضمون کی حدیث وارد ہے کذا فی العینی اور شافعی کی دلیل یہ آیت ہے (انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا) یعنی مشرک ناپاک ہیں تو
مسجد الحرام کے قریب نہ جاویں اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہ ہے کہ [illegible] اس طرح نہیں کرتے کہ نجاست [illegible] مالک کی دلیل [illegible]
ان کا جانا [illegible] ہے اسکا جواب [illegible] قول میں [illegible] الایہ [illegible] کہ قرآن کا [illegible] ہے [illegible]
نکوین کی [illegible] اور [illegible] کہ [illegible] حال کی [illegible] ہے [illegible]
میں مسجد الحرام کی نزدیکی کو [illegible] کی مثال [illegible] کی مثال [illegible] اور [illegible] کا فرق یہ ہے کہ [illegible] مثال
[illegible] نہیں ہوتا امر تکوینی سے [illegible] اور تکلیفی سے [illegible] ہوتا ہے کذا فی [illegible] وقت [illegible] اور [illegible] شافعیوں نے [illegible]
جنابت میں مسجد کے اندر چلنا راہ چلنے کے مانند ہے یعنی یہ جو شافعیوں نے جنابت کی [illegible] کو عدم دخول مسجد پر دلیل ٹھہرایا ہے سو دلیل امام کی ہے [illegible]
نزدیک مسجد میں بلا توقف گذرنا درست ہے یعنی لا یقربوا الآیہ والا جنبا الا عابری سبیل [illegible] اور [illegible] ذمی [illegible] اور [illegible] قال
الا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان رواہ الشیخان وغیرہما فالمعنی [illegible] آیت شریفہ کا مطلب یہ ہوا کہ مشرکین حج اور عمرہ [illegible]
کرینگے اس سال یعنی ہجری نویں سال کے بعد جبکہ حضرت صدیق اکبر امیر حج ہوئے تھے اور حضرت علی [illegible] سورہ براءت آواز بلند سنا دی اور
کہا خبردار ہو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی برہنہ طواف نہ کرے اسکو شیخین یعنی بخاری اور مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے تو اسکی
یاد رکھنا چاہیے کہ ہم [illegible] نے کہا کہ آیت ہمارے مذہب کی نزدیک [illegible] ہے کہ مشرک منع کیے جاویں حج [illegible] مسجد الحرام کی تولیت اور کار سرداری [illegible]
[illegible] جاہلیت میں کرتے تھے تو حق تعالی نے [illegible] مسجد الحرام کا امر [illegible] نہ دخول [illegible] ہو دلیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور ہوئی تو یہ حکم [illegible]
ہو کہ انکو روکیں یا نہیں اور کفار دو قسم [illegible] اس قول کے کہ کفار [illegible] سے [illegible] اور یہ نہی تکوینی نہیں [illegible] واسطے کہ نہی تکوینی کا [illegible]
[illegible] نہیں ہوتا ہے اور بیان ایسا نہیں ہے انتہی طحطاوی نے کہا [illegible] ہے کہ بعد اس نہی کے کسی مشرک نے [illegible] نہیں کیا تو بہتر یہ تھا کہ شارح
استدلال کرتا جواز پر [illegible] کیا ہو انتہی مختصرا [illegible] امر فی فصل الجزیہ اور [illegible] مضمون جو جزیہ کی فصل میں گذر گیا وہ فصل جزیہ میں ہے
کہ محمد نے سیر کبیر میں دخول کافر کو مسجد الحرام میں منع کیا ہے اور سیر کبیر میں عدم منع مذکور کیا ہے اور سیر کبیر [illegible] تصنیف ہے محمد کی تو ظاہر اسی میں وہ مسئلہ
وارد کیا ہے جو آخر کار خوب ثابت ہو گیا ہے وہ جائز ہیا وتہ بالاجماع اور جائز ہے بیمار پرسی ذمی کی بالاتفاق ہم بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ یہودی لڑکا رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا جب بیمار ہوا تو حضرت اسکی عیادت کو تشریف لے گئے پھر فرمایا اسلام لا وہ اسلام لایا سو وہ مسلمان ہو گیا آنحضرت نے فرمایا شکر
خدا کو جس نے اسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی اور اسواسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قرآن مجید میں حربی کفار کے احسان سے منع فرمایا
بخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر میں یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے و فی عیادۃ المجوسی قولان اور مجوسی کی عیادت میں دو قول ہیں

جوان اور [illegible] جائز ہے عیادۃ فاسق علی الاصح لانہ مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہے بیمار پرسی فاسق کی ہر قول اصح اسواسطے کہ فاسق بھی مسلمان ہے
گنہگار اور بیمار پرسی مسلمانون کے حقوق مین سے ہے وجاز خصاء البہائم حتی الہرۃ اور جائز ہے خصی کرنا چارپائے جانورون کا یہانتک کہ بلی کا بھی ہم
خصی وہ جسکا خصیہ [illegible] نکالا جاسے ہندی مین اسکو بدھیا کہتے ہین واما خصاء الآدمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام ہے ہم خوجون سے خدمت لینا اور انکو
عورتون مین جانے دینا [illegible] ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ انسے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنے والے انکو کیون خصی کرتے بعضون نے کہا کہ خوجے خصوصیت پیدا ہوئے
ہین اول یہ کہ مسلم کے صاحب [illegible] پیدا نہین ہوتے اور نہ انسے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگون کی تادیب مین زبردست اور خود بیدار اور عورتون کی مجلس مین آرزو کرتے ہین
کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے مین نہایت حریص ہوتے ہین اور شدت سے بخیل ہوتے ہین باوجودیکہ اولاد نہین رکھتے کذا فی العینی قیل والفرس
یعنی [illegible] کہا اور گھوڑے کا اختہ کرنا حرام ہے ہم شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک اختہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین
وقیدوہ بالمنفعۃ والا فحرام اور خصی کرنے مین فقہا نے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہو تو حرام ہے ہم یعنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانورون کے خصی کرنے مین فائدہ
حاصل ہوتا ہو تو درست ہے اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری مین بحوالہ ذخیرہ ہے وانزاء الحمیر علی الخیل کعکسہ قہستانی اور گدھا چڑھانا
گھوڑی پر اور گھوڑا چڑھانا گدھی پر جائز ہے یعنی بچہ لینے کے واسطے کذا فی القہستانی والحقنۃ للتداوی والرجل بالطاہر لا النجس اور حقنہ اور علاج طاہر بیماری کے
علاج کے واسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہے اگرچہ حقنہ مرد کے واسطے ہو ہم دفع مرض کے واسطے حقنہ درست ہے نہ فربہی بدن کے واسطے سنن ابوداود مین
ابوداود سے روایت ہے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے بیماری اور دوا اتاری ہین اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے
دوا نہ کیجیو کذا فی العینی وکذا کل تداوی لایجوز الا بالطاہر لا النجس اور اسیطرح ہر علاج کرنا جائز نہین مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجوزہ فی النہایۃ بمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم
ان فیہ شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہایہ مین حرام چیز سے علاج کرنے کو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اسکو خبر دی ہو کہ اسی حرام چیز سے شفا ہے اور
کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہین پائی ہم ذخیرہ مین ہے ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینے کو کہا علماء بلخ کی ایک جماعت نے کہا کہ غور کرنا چاہیے اگر یقینا جانتا ہو کہ چنگا
ہو جائیگا تو حلال ہے اور فقیہ عبد الملک نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ حلال نہین ہم تمرتاشی مین ہے خون اور پیشاب پینا اور مردار کھانا بیمار کو علاج کے واسطے جائز ہے جبکہ
طبیب مسلم نے اس سے کہا ہو کہ تیری اسی مین شفا ہے اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہین اور اگر طبیب نے کہا کہ اس مین جلد شفا ہوگی تو اسمین اختلاف ہے کذا فی العالمگیریۃ
قلت وفی البزازیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم لعل الحرمۃ عند العلم بالشفاء دل علیہ جواز اساغۃ اللقمۃ بالخمر وجواز شربہ لازالۃ
العطش انتہی وقد قدمناہ مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہے کہ اس حدیث کا یعنے مقرر اللہ تعالی نے تمہاری شفا مقرر نہین کی اس چیز مین جسکو تم پر
حرام کیا مطلب نفی حرمت ہے شفا معلوم ہونے کے وقت یعنے جب یقینا بلا تردد معلوم ہو جائے کہ اسی حرام چیز مین شفا ہے تو اب اسکی حرمت باقی نہ رہی
دلالت کرتا ہے اس مطلب پر لقمہ اتارنے کا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دفع تشنگی کے واسطے انتہی اور اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین یعنے اگر لقمہ حلق مین اٹک گیا
کسی طرح نہین اترتا اور پانی نہین ملتا تو اسوقت شراب پینا بقدر لقمہ اتارنے کے درست ہے اور اسیطرح عطش شدید ہو تو شراب پی لینا بقدر دفع عطش مہلک کے درست ہے
اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہو گیا کہ اسوقت اسکی حرمت باقی نہ رہی والا جواز کی کون صورت ہے تتمہ دوا کرنا درست ہے اگرچہ اعتقاد ہو کہ شافی
اللہ تعالی ہے اور دوا کو اسنے سبب ٹھہرایا ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہین معلوم کرنا چاہیے کہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم ہین ایک تو سبب
قطعی اور یقینی ہے جیسا کہ پانی ضرر عطش کا مزیل ہے اور روٹی ضرر گرسنگی کی مزیل ہے دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسہل پینا اسی طرح سائر ابواب طب
یعنے برودت کا معالجہ حرارت سے اور حرارت کا برودت سے اور یہی اسباب طب مین ظاہر ہین تیسرا سبب موہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہین
بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو اسکا ترک کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے اسواسطے کہ حدیث مین متوکلین کا وصف یون ہی فرمایا ہے کہ وہ داغتے نہین اور افسون

نہین کرتے اور درجہ متوسط یعنی سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اسکا کرنا توکل کے مخالف نہین بخلاف سبب موہوم کے اسکا نہ کرنا [illegible] نہین
برخلاف ترک سبب قطعی [illegible] کا سبب ترک علاج افضل ہوتا ہو تو اسکا فعل سے بعض احوال مین بعض اشخاص کو واسطے چنانچہ حمادیہ مین ہو [illegible] سے ایک شخص کا
پیٹ جاری ہوگیا یا آنکھین جوش مین آئین سو [illegible] نہ کیا یہان تک کہ ناتوان ہوکر مرگیا تو اسپر گناہ نہین اور اگر بھوکا رہا اور [illegible] نہ کھایا باوجود
قدرت کے یہان تک کہ مرگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونون صورتون مین فرق یہ ہو کہ کھانا بالقدر قوت کے سد رمق کردیتا ہو یقینا تو اسکا ترک کرنا اپنی جان کو ہلاک
کرنا ہو اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہین یعنی [illegible] شفا کا سبب قطعی نہین ہو حجامت یعنی خون کا نکالنا سینگیون سے ہر شخص کو [illegible] اور حجامت [illegible]
بہتر اور نافع ہو اور [illegible] مین تاریخ سے پہلے مکروہ ہو [illegible] مین ہو کہ آدمی اور سور کے بالون اور حیوانات کی ہڈیون سے علاج کرنا درست ہو لیکن اگر مردار جانور ہو تو اسکی
خشک ہڈی سے علاج درست ہو [illegible] مین ہو کہ عورت کے دودھ کا ناک مین ڈالنا [illegible] علاج کے واسطے [illegible] آدمی سے
نفع حاصل کرنا جائز نہین [illegible] کا کھانا مکروہ [illegible] اگر [illegible] اسکی درستی ہو اور اگر یقینا معلوم ہو کہ اسمین [illegible] اثر
تو اسکا پینا درست ہو [illegible] مین ہو کہ [illegible] کے [illegible] اقتضا [illegible] ہو کہ قرآن کے [illegible]
اختلاف ہو یعنی مریض پر قرآن پڑھنا یا کاغذ مین لکھنا اور [illegible] بیمار کو پلانا [illegible] مکروہ [illegible]
مکروہ ہو [illegible] مین ہو کہ [illegible] کاغذ پر دعا وغیرہ لکھنا اور [illegible] کا نام [illegible] اللہ تعالی کے نام پاک کی اہانت ہو اور
[illegible] سے مشابہت ہو [illegible] الکبیرۃ وجاز رزق القاضی من بیت المال [illegible] الاصح [illegible] اور جائز ہو قاضی کا رزق بیت المال
یعنی خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال [illegible] جمع ہوا ہو [illegible] ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اس مین سے لینا [illegible] کا مال
اسکے مالک کو پھیر دینا چاہیے [illegible] فی الزیلعی [illegible] بقدر [illegible] الاصح [illegible] قاضی کو [illegible]
تا معلوم ہو کہ مقدار اسکی بقدر کفایت قاضی کے [illegible] عیال [illegible] اگر قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اسکی بیت المال سے [illegible] ہو قول [illegible]
مین [illegible] ولو [illegible] الاجرۃ محرم [illegible] القضاء [illegible]
الطاعات [illegible] فیہ کلام المتاخرین [illegible] یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی کی حلت اسوقت ہو جبکہ روزینہ بدون شرط کے مقرر ہوا ہو
اور اگر شرط سے ہوا جیسے اجرت کے مانند تو واجب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہو اسواسطے کہ فیصل کرنا مقدمات کا طاعت اور عبادت ہو تو اسکا اجارہ
جائز نہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہین مین کہتا ہون اور کیا قضا مین متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہین اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم متاخرین کا
کلام یہ ہو کہ طاعت پر [illegible] درست ہو [illegible] تحریر اسکی یہ ہو کہ [illegible] تعلیم قرآن اور فقہ [illegible] اجارہ [illegible] وغیرہ طاعات مین اجارہ
جائز نہوگا اور [illegible] طاعات کے اجارہ کو جائز [illegible] درست ہوگا وجاز سفر الامۃ وام الولد والمکاتبۃ والمبعضۃ بلا محرم فی
زماننا [illegible] لغلبۃ اہل الفساد [illegible] ابن کمال [illegible] اور ام ولد اور مکاتبہ [illegible] آزاد ہو تو اسکا سفر کرنا بدون محرم
کے درست ہو یہ حکم [illegible] زمانہ [illegible] اہل فساد کے غلبہ کے سبب اور اسی قول پر فتوی ہو کذا ذکرہ ابن کمال
وجاز شراء مالا بد للصغیر منہ وبیعہ [illegible] للصغیر [illegible] اور صغیر کے واسطے خرید کرنا اس چیز کا
جو اسکے واسطے ضرور ہو چنانچہ نفقہ اور کسوت اور [illegible] اسکا [illegible] ضروری [illegible] جائز ہو [illegible] بھائی اور چچا اور ماں کو [illegible]
لا اجارتہ [illegible] صغیر [illegible] کی حفظ [illegible] اور اگر [illegible] فروخت [illegible]
اجارۃ لامہ فقط [illegible] الملتقط [illegible] الاصح کذا [illegible] المصنف [illegible] اسکی مان کو [illegible] اجارہ [illegible]

جائز ہو اگرچہ ... مین ہو اور سراج لا اور شامل کا پانے والے کو عصیر کا اجارہ درست ہونا بقول امام ہے کہ چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو شرح مجمع کی طرف
نسبت کیا ہو اور ... نہیں دیکھا اور ... گہتا ہون وہ مضمون آوینگا جو اسکے مخالف ہو تو آگاہ رہو ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول مصنف زیلعی مین ہو قدوری کی
روایت سے یعنی ... اجارہ ملتقط کو جائز ہی اسواسطے کہ اسمین ضرورت ہی اور غیر کے واسطے محض نفع ہے وکذا اجملہ عند الشافی خلافا للثالث اور ... کے
چہا کو اسکا اجارہ دینا درست ہی ابو یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک ہم یہ شارح کی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ انہنے نقل کلام کافی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہو حالانکہ
شرنبلالیہ مین یون ہو کہ اگر ... چچا کی پرورش مین ہو اور اسکی مان اسکو اجارہ دے تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہو اور محمد کے نزدیک جائز نہیں کذا فی الطحطاوی
ولو آجر الصغیر نفسہ ... الا اذا فرغ من العمل لتمحضہ نفعا فیجب المسمی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہیں مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت
ہوگئی ہو تو جائز ہو کیونکہ اب اجارہ نفع محض ہوگیا تو اجرت مسمی واجب ہوگا یعنی علت عدم جواز احتمال ضرر تھا اور بعد از فراغ کل ضرر کا احتمال نہ رہا اجرت
حاصل ہونے سے سراسر نفع ہوگیا وصح اجارۃ اسد وحیدۃ فاضل ولوید ون اجر المثل فی الاصح کما العلم من الدرر فلیتبصر اور صحیح ہو اجارہ دینا صغیر کا باپ
اور دادا اور قاضی کو اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول مین چنانچہ درر سے یہ معلوم ہوتا ہی تو اسکو دیکہ لے وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم
انہ یتخذہ خمرا لان المعصیۃ لاتقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ اور شیرہ انگور کا بیچنا اس شخص سے جسکو بائع جانتا ہے کہ
اسکی شراب بناویگا درست ہی اسواسطے کہ گناہ قائم نہیں ہوتا شیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہی شیرہ کے متغیر ہونے کے بعد یعنی شیرہ پینا منع
نہیں جو اسکی بیع ناجائز ہو بلکہ جب اسکی حقیقت بدل کر شراب بنے گی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف یہ ہو کہ شیرہ انگور کی بیع شراب بنانے والے کے ہاتھ مکروہ
ہو گناہ کی اعانت کی سبب سے ہم شیرہ انگور کی بیع درست ہو جیسے جاریہ مغنیہ اور تکر مارنے والے مینڈھے اور اڑنے والے کبوتر اور لڑنے والے مرغ کی بیع درست ہو
اسواسطے کہ ان اشیا کی ذات خلاف شرع نہیں بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہو یعنی گانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اڑانا اور مرغ لڑانا خلاف شرع ہی برہان مین ہو کہ
شیرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہیں بدلیل قولہ تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ باہم مددگاری نکرو گناہ
اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہ آیت ہو واحل اللہ البیع یعنی حق تعالی نے بیع کو حلال کیا ہو کذا فی الطحطاوی ونقل المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ ممن
ای من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ ومثلہ فی الجوہرۃ والباقانی وغیرہما زاد القہستانی معزیا للخانیۃ انہ یکرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج اور
مشکلات سے نقل کیا کہ شیرہ انگور کی بیع کافر شراب ساز سے مکروہ نہیں اور مسلمان شراب ساز سے تو اسکی بیع مکروہ ہو اور اسی کے مانند جوہرہ اور باقانی وغیرہما
مین ہو اور قہستانی نے خانیہ سے اتنا زیادہ نقل کیا ہو کہ اسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہو بخلاف بیع امرد ممن یلوط بہ وبیع سلاح من اہل الفتنۃ لان المعصیۃ
تقوم بعینہ بخلاف بیع امرد کے اس شخص سے جو غلام کرتا ہی اور ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے کہ وہ جائز نہیں اسواسطے کہ یہان گناہ بعینہ اسی چیز سے
قائم ہوتا ہی بلا تغیر ثم الکراہۃ فی مسئلۃ الامرد مصرح بہا فی بیوع الخانیۃ وغیرہا واعتمدہ المصنف علی خلاف مافی الزیلعی والعینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاۃ
قلت وقدمنا ثمۃ معزیا للنہر ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا فلیحفظ توفیقا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مسئلہ امرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع
مین مذکور ہو اور مصنف نے اسی پر اعتماد کیا ہو یہان برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکھا ہو اپنی شرح مین باب البغاۃ
کے اندر مین کہتا ہون اور ہم وہان باب البغاۃ مین ذکر کر چکے ہین نہر الفائق سے کہ جس چیز مین بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہو تو اسکی بیع مکروہ تحریمی ہو اور اگر
بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہو تو اسکی بیع مکروہ تنزیہی ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تناقض دفع ہونے کے واسطے ہم یعنی تو اس تقریر سے خانیہ
اور زیلعی کا تناقض دفع ہوگیا یعنی نفی کراہت زیلعی تحریمی پر محمول ہو اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہو واللہ اعلم وجاز تعمیر کنیسۃ او تطیین کنیسہ جائز
ہو ہم کنیسہ عبادت خانہ یہود بزبان فارسی مین اسکو کنشت کہتے ہین تعمیر سے مرمت مراد ہو نہ اعادہ لہدم الدم منع الفقہاء ہو کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت کرنے دوری کہ
وہ بالمہ بنا ... ١١

تو لا باس ہے اسواسطے کہ عین عمل میں معصیت نہیں اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی الطحطاوی وحمل خمر ذمی بنفسه او دابته باجر [illegible] نصرانی کی شراب لادنا
اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر مزدوری لیکر جائز ہے امام کے نزدیک ہم اور صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہے اسواسطے کہ شراب میں دس شخصوں پر لعنت آئی منجملہ انکے حامل بھی ہے
امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اسواسطے کہ حمل کبھی شراب کے گرا دینے یا سرکہ بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور [illegible] حامل ہے جو معصیت کا قصد
کرے فخر الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول صاحبین استحسان کذا فی الحموی لا عصرها لقیام المعصیة بعینه اور شراب نچوڑنے کی مزدوری جائز نہیں اسواسطے کہ
معصیت بعینہ قائم ہے وجاز اجارة بیت بسواد الکوفة ای قراها لا بغیرها علی الاصح واما الامصار وقری غیر الکوفة فلا یمکنون لظهور شعار الاسلام فیها وخص
سواد الکوفة لان غالب اهلها اهل الذمة لیتخذ بیت نار او کنیسة او بیعة او یباع فیه الخمر وقالا لا ینبغی ذلک لانه اعانة علی المعصیة وبه قالت
الثلاثة زیلعی اور قریات کوفہ میں گھر کرایہ دینا آتشخانہ یا کلیسا یا [illegible] یا اسمیں شراب بیچنے کے واسطے جائز ہے [illegible] قریات مذکورہ کے
بنا بر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں نہ [illegible] امور مذکورہ کی قدرت نہ دیجائے کافروں کو علامات اسلام کی ظاہر ہونے کے سبب سے اور قریات کوفہ میں [illegible]
اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہاں کے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا امور مذکورہ کے واسطے لائق نہیں ہے اسواسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور یہی
قول ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی [illegible] امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے منفعت مکان پر اسی واسطے اجرت بمجرد تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور اسمیں کچھ
نہیں معصیت تو صرف [illegible] فعل سے ہوئی ہے اور مستاجر فعل میں مختار ہے پس جب فعل مختار درمیان میں واقع ہوا تو معصیت کی نسبت [illegible] مکان [illegible] ہوگی والله اعلم
وجاز بیع بناء بیوت مکة واراضیها بلا کراهة وبه قال الشافعی وبه یفتی [illegible] مکہ کے گھروں کی عمارات اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور یہی
قول ہے شافعی کا اور اسی کا فتوی دیا ہے عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعہ میں [illegible] وہاں کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور
امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ اراضی مکہ کی بیع جائز نہیں وفی البرهان فی باب العشر ولا یکره
بیع ارضها کبنائها وبه یعمل اور برہان کے باب العشر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع وہاں کی عمارت کی مکروہ نہیں اور اسی کے مانند پر عمل ہے وفی مختارات النوازل لصاحب الهدایة
لا باس ببیع بنائها واجارتها لکن فی الزیلعی وغیره یکره اجارتها اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے میں اور اسکے کرایہ
میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اسکا کرایہ مکروہ ہے وفی آخر الفصل الخامس من التتارخانیة واجارة الوهبانیة قال ابو حنیفة اکره اجارة
بیوت مکة فی ایام الموسم وکان یفتی لهم ان ینزلوا علیهم فی دورهم لقوله تعالی سواء العاکف فیه والباد ورخص فیها فی غیر ایام الموسم اهـ فلیحفظ قلت وبهذا
یظهر الفرق والتوفیق وبهذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی الله عنه ایام الموسم ویقول یا اهل مکة لا تتخذوا لبیوتکم ابوابا لینزل البادی حیث شاء ثم یتلو الآیة
فلیحفظ اور تاتارخانیہ کی فصل خامس کے اخیر اور وہبانیہ کتاب الاجارہ میں دونوں کتاب والوں نے کہا کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہوں میں مکہ معظمہ
کے گھروں کا کرایہ موسم حج کے دنوں میں اور امام اہل مکہ کو فتوے دیتے تھے کہ حاجیوں کو اتاریں اپنے گھروں میں بدون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ برابر ہے اس میں رہنے والا
اور مسافر برابر ہے اور موسم حج کے سوا اور دنوں میں وہاں کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہی ما فی التتارخانیہ والوہبانیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں اور اس سے یہ
فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہو گیا اور اسیطرح فتوی امام کے موافق امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام موسم
حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھروں کے دروازے نہ بناؤ یعنی بند نہ کرو تاکہ مسافر وہاں اترے جہاں اسکا جی چاہے پھر آیت مذکورہ پڑھتے تھے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وجاز قید العبد تحرزا عن التمرد والاباق وهو سنة المسلمین فی الفساق اور جائز ہے قید کرنا غلام کا بیڑی ڈال کر تمرد اور بھاگ جانے کے
سبب سے اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدکاروں کے حق میں یعنی اس قصد سے قید کرنا درست ہے اور اگر اسکا خوف نہ ہو تو جانداروں کو تکلیف دینا [illegible] مکروہ ہے اور یہی حکم ہے
لونڈی کا کذا فی الطحطاوی وقبول هدیة تاجرا واجابة دعوته واستعارة دابته استحسانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جبکہ وہ باذن مولی سوداگری کرتا ہو

ہدیہ کی [illegible] لیا اور اسکا بادشاہ یا امیر کے لیے لینا درست ہے اور درستی بیان کی [illegible] قیاس ہے کہ اسکا ہدیہ قبول نہ کرے کیونکہ وہ شرع کے لائق نہیں ہے لیکن
بطریق استحسان کے [illegible] ہے تاکہ اہل معاملہ اسکی طرف رجوع کریں اور سوداگری اسکی رواج پکڑے اور حدیث میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان کا
تحفہ قبول کیا جبکہ آزاد ہونے سے پہلے اور بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اسکو یہ صدقہ ہے اور ہمارے واسطے تحفہ ہے کذا فی الزیلعی و کرہ کسوۃ ثوبا ای
قبول ہدیتہ العبد ثوبا و اہدائہ الدراہم والدنانیر لعدم الضرورۃ اور مکروہ ہے کپڑا دینا ماذون غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپیہ اشرفی کا ہدیہ دینا
اسکا مکروہ ہے بسبب ضرورت نہ ہونے کے [illegible] اسکی سوداگری [illegible] امام محمد نے اطلاق [illegible] خلاصہ میں ہے قسمتہ نہ شہر اور
[illegible] سے خدمت لینا مکروہ نہیں [illegible] کلام کا اطلاق [illegible] خواہ اجرت دی گئی ہو یا [illegible] سے با مزدوری خدمت لینا مکروہ نہیں
بلا اسکا [illegible] ہے کہ اسکی [illegible] سالی بابا دہ کی [illegible] اقراض [illegible] بقال [illegible] وغیرہ [illegible] اوپر مذکور ہے بلکہ ادنی [illegible]
بشرط الیسیر [illegible] بہ الحال [illegible] المال الحقدان [illegible] قرض جو نفع لائے وہ مکروہ ہے اقراض یعنی روپیہ
یا گیہوں بقال کا دینا یعنی نان بائی وغیرہ کو دینا [illegible] سے کہ وقت بوقت اسکے پاس سے جو جو چیز درکار ہو لینا کر بقال سے اور اسکو لیکر لے گا متفرق جو چاہیگا اور
اگر یہ شرط حال عقد یعنی دینے کے وقت نہ کی لیکن بقال جانتا ہو کہ وہ [illegible] دینا ہو تو بھی مکروہ ہو کذا فی [illegible] کر اسکی یہ ہو کہ اس طرح دینا وہ قرض ہو جس سے
مالک نے نفع حاصل کیا یعنی مالک کا مال باقی رہتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھ دیتا ہے اس خیال سے کہ میرے پاس باقی نہ رہیگا خرچ ہو جائیگا
تو بقدر ضرورت اندک اندک اس سے لیا کرتا ہے تو یہ مکروہ ہے اسواسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ دینے کے وقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نہ کرے
اسواسطے کہ معروف کا لمشروط ہے سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی میں حدیث مرفوع ہے کہ جب قرض دے تو مستقرض کا ہدیہ قبول نہ کرے اور اسکی سواری پر سوار نہ ہو مگر اسوقت جبکہ
ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونوں میں قرض سے پہلے بھی جاری ہو اور بیہقی کی دوسری روایت ہے کہ کل قرض جر منفعۃ فہو وجہ من وجوہ الربوا یعنی جو قرض نفع کھینچے تو وہ بھی ایک وجہ ہے
ربا کی وجوہ سے کذا فی العینی شرح الہدایۃ فالودعۃ فلا یکرہ لانہ لو ہلک لا یضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھا ہے اور اس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ
نہیں اسلیے کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جاوے بقال کے پاس تو اسپر تاوان نہیں ہے جبکہ ودیعت میں ضمان نہو تو قرض ثابت نہوا لہذا جر منفعت مکروہ نہ ٹھیرا کذا و شرط لکن
قبل الاقراض ثم اقرضہ لم یکرہ اتفاقا قہستانی و شرنبلالیہ اور اسیطرح اگر یہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پھر قرض دیا تو بالاتفاق مکروہ نہیں کذا فی القہستانی و نقلہ
عن التجنیس اور شرنبلالیہ میں اسکی تین صورتیں مذکور ہیں ایک یہ کہ لینا بطریق تبرع یا ہدیہ کے قرض میں مشروط کرے دوسرے یہ کہ شرط ذکر کرے لیکن معلوم ہو کہ اسی کے واسطے
دیتا ہے یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرے بعد اسکے قرض دے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہاں نفس عقد میں منفعت کی شرط نہیں کذا فی
الطحاوی عن الشرنبلالیہ و کرہ تحریما اللعب بالنرد اور نرد کھیلنا مکروہ تحریمی ہے اور یہ کھیل اردشیر بن بابک نے نکالا ہے لہذا اسکو نردشیر کہتے ہیں کذا فی قہستانی
قہستانی نے کہا کہ یہ کھیل شاپور بن اردشیر کی موضوعات سے ہے اور وہ دوسرا بادشاہ ہے ملک ساسانیہ سے اور یہ حرام ہے اور مسقط عدالت ہے بالاجماع انتہی اور حرمت
نردشیر کی حدیث مرفوع میں ثابت ہے چنانچہ جامع صغیر میں ہے اور عینی نے کہا ہے کہ صحیح مسلم سے روایت کی ہے وکذا الشطرنج بکسر اولہ ویہمل ولا یفتح الا نادرا اور اسیطرح
شطرنج مکروہ ہے شطرنج بکسر شین معجمہ اور سین مہملہ بھی جائز ہے اور اسکو فتحہ نہیں دیا جاتا مگر نادر ہے ہر چند شطرنج کی حرمت چند احادیث ضعیفہ میں مذکور ہے لیکن عمدہ دلیل
اسکی تحریم پر یہ ہے کہ وہ لہو و لعب ہے اور تمام ملاعب ثلثہ سے جنکا استثنا حدیث صحیح میں ثابت ہے خارج ہے کذا فی العینی شرح وقایہ میں ہے کہ شطرنج کھیلنے میں فوت نماز کا
مظنہ ہے اور عمر ضائع کرنا ہے اور نظر باطل کا ایسا استیلا ہے کہ کھیلنے والے کو بھوک پیاس کی خبر نہیں رہتی اور [illegible] کا کیا ذکر ہے وابا حہ الشافعی و ابو یوسف فی روایۃ
نظمہا شارح الوہبانیۃ فقال ولا باس بالشطرنج وہی روایۃ عن الحبر قاضی الشرق و الغرب یؤثر اور شطرنج کو مباح کہا ہے شافعی اور ابو یوسف نے ایک
روایت میں اور اسکو نظم کیا ہے شارح وہبانیہ نے یوں کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں شطرنج میں اور ایک روایت ہے [illegible] قول علامہ شرق و غرب کے قاضی سے ۱۴۲

یعنی ... ولا اذا لم یکن مرہونا ... بالاجماع اور یہ امام شافعی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ... جبکہ قمار بازی
کے ... نہ کھیلے اور واسطے واجب ہونے ... اور ... میں خلل نہ ڈالے اور ... سے کہ حرام ہو اور کل لہو
قال صلی اللہ علیہ وسلم کل لہو المسلم حرام الا ثلثۃ ... رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل حرام نہیں اپنی بیوی سے ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کو تعلیم دینا ... کرنا اور اپنی کمان سے
تیر اندازی کرنا ... کے واسطے ... کذا فی شرح الشافی ... معیج ہے
(... عنا کم ...) یعنی ... کیا ہے ... نسائی کی حدیث ... میں طبرانی کی
روایت ... ہو کہ قول ... وفی زماننا الاباء ... فی السودان ...
کذا فی شرح ... للعینی ... اور کھیل ... الاطفال ... غلام ... کے گلے میں ڈالنا ... ہے ... میں طوق ڈالنا مکروہ
نہیں ... کہ ... ہو اور یہی قول مختار ہے چنانچہ عینی کی شرح ... میں ہے ... علامت ہے جو غلام کے
گلے میں ڈالے ... ہو کہ ... اور وہ طوق ... ہو ... کذا فی الخلاصۃ ... دعائہ بمعقد العز من
عرشک ... اور اپنی دعا میں یوں کہنا مکروہ ہے کہ بمعقد العز من عرشک اگرچہ ... کی تقدیم ... بیان ... مقعد ...
ان کی ... سے ... تقدیم عین کی قاف پر ... دونوں طرح مکروہ ہے اس واسطے کہ ... سے ... عرش ... حالانکہ قول
مجید ... کا اطلاق ... ہو ... اور دونوں ... جائز نہیں اسلئے کہ عرش کو موضع ... کہنا ... ہے ... کہ عرش قدیم نہیں ... متعلق ...
حادث ... العز ... ہے کذا فی الہدایۃ ... عن ابی یوسف رح ... اور ابو یوسف رح ... روایت ہے کہ دعا میں
بمعقد العز من عرشک کہنا مکروہ نہیں اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے پسند کیا ہے ... بیہقی کی کتاب ... مروی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت نماز ادا کرے رات یا دن میں ... ہر دو رکعت میں ... پڑھے اور آخر ... سے خدائے عزوجل ... اور ... سجدہ ... بار
سورۂ فاتحہ پڑھے اور آیۃ الکرسی سات بار پڑھے اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر دس بار ... پھر یہ دعا کرے اللہم انی اسالک بمعاقد العز من
عرشک ومنتہی الرحمۃ من کتابک واسمک الاعظم وکلماتک التامۃ ... اپنا سر ... سلام ... اور احمقوں کو یہ دعا ... اس واسطے کہ وہ دعا
... قبول ہوگی انتہی ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور ابن معین اور ... کذا فی ... شرح ... الطحاوی ...
... لفظ عز کو عرش کی صفت قرار دیا ... عرش کی تو یہ دعا جائز ہوگی اس واسطے ... عرش کی ... ثابت ہے ... فقیہ ابو اللیث
... اختیار کیا ہے تو اسکی یہی وجہ ہے واللہ اعلم بالصواب والاحوط الامتناع لکونہ خبر واحد فیما یخالف القطعی اذ المتشابہ انما یثبت بالقطعی ...
اور زیادہ تر احتیاط اس دعا کی امتناع میں ہے اس واسطے کہ خبر واحد ہے اس امر میں جو دلیل قطعی کے مخالف ہے اس واسطے کہ متشابہ تو قطعی سے
ثابت ہوتا ہے کذا فی الہدایۃ ... یعنی تنزیہ رب العالمین ... حادث ... دلیل قطعی ثابت ہو اور یہ خبر ... حدوث ... اسکی ترک ...
... اسکا موضوع ... تو ترک واجب ہے وفی التاتارخانیۃ ... عن ابی یوسف رح عن ابی حنیفۃ رح لا ینبغی لاحد ان
یدعو اللہ والدعاء الماذون فیہ المامور بہ ما استفید من قولہ تعالی وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا قال وکذا لا یصلی احد علی احد الا علی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اور تاتارخانیہ میں ... ابو یوسف ... عن ابی حنیفۃ منقول ہے کہ کسی کو دعا مانگنا لائق نہیں مگر بذریعہ ذات و صفات اور اسماء الہی کے
اور دعا ماذون فیہ اور مامور بہ وہ ہے جو حق تعالی کے اس قول سے مستفاد ہے کہ حق تعالی کے اسماء حسنی ہیں سو انہیں اسماء سے دعا کیا کرو کہا اور اسی طرح صلوۃ اور درود کوئی کسی

نہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی اگر منفرداً لفظ صلوۃ درست نہیں لیکن بالتبع درست ہے جو خانیہ میں ہے کہ غیر نبی پر صلی اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوۃ کہنا اس طرح کہ
اللہم صل علی فلاں مکروہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملا کر یوں کہنا اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ جائز ہے انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال
صلوۃ درست ہے اور سلام تنہا بھی مثل صلوۃ کافی ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک او بحق البیت لانہ لا حق للخلق علی الخالق
تعالی اور مکروہ ہے یوں کہنا کہ الہی بحق رسلک وبحق انبیائک یا بحق بیت اللہ اسواسطے کہ خالق کا کچھ حق ثابت نہیں خالق تبارک
وتعالی پر ہم انبیا اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالی پر واجب ثابت نہیں لیکن تفضلاً اگر ثابت ہو یہاں تک کہ از راہ کرم حق سائلین بھی ثابت
ہے چنانچہ حصن حصین میں حدیث ثابت ہے کہ اللہم انی اسئلک بحق السائلین علیک اور حق سے اگر حرمت اور عظمت اور وجاہت مراد لیجیے تو بطریق وسیلہ
درست ہے قال تعالی (وابتغوا الیہ الوسیلۃ) کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو قال لآخر بحق اللہ او باللہ ان تفعل کذا لا یلزمہ ذلک وان کان الاولی فعلہ اور
(اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو ۱۲)
اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کرو تو اس پر یہ کرنا لازم نہیں اگرچہ کر دینا بہتر ہے کذا فی الدرر [illegible] فی التتارخانیۃ قال
ابن المبارک سائل یسأل بوجہ اللہ او بحق اللہ لا یعجبنی ان لا یعطیہ شیئاً لانہ عظم ما حقر اللہ اور تتارخانیہ میں ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ اگر ایک فقیر نے دوسرے سے
صدقہ [illegible] خدا یا بحق خدا سوال کیا مجھکو یہ پسند آتا ہے کہ اسکو کچھ نہ دے اسواسطے کہ اسنے تعظیم کی اس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا یعنی دنیا مانگی
بوسیلہ [illegible] جل شانہ کا نام لیکر طحطاوی نے کہا ہے اس صورت پر محمول ہے جبکہ سوال سائل کا بے ضرورت معلوم ہو وفیہا اقرأ القرآن والعمل بموجبہ [illegible] علی قراءتہ
[illegible] اور تتارخانیہ میں ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور اسکے موجب عمل نکیا تو پڑھنے کا ثواب پاویگا مانند اس شخص کے کہ نماز پڑھتا ہے اور گناہ کرتا ہے
یعنی اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے اور گناہ ہوا دوسری جہت سے فرع مسئلہ ملتقط شارح کا ہل یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعا
قیل نعم وتمامہ قبیل جنایات البزازیۃ کیا مکروہ ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا میں بعضوں نے کہا ہاں مکروہ ہے اور اسکا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات
سے پہلے مذکور ہے ہم جہر ذکر اور دعا میں اختلاف ہے اور ظاہر اسکا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہے استحضار قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے
کذا فی الطحطاوی وکرہ احتکار قوت البشر کتین وعنب ولوز والبہائم کتبن وقت فی بلد یضر باہلہ اور احتکار یعنی بند کر رکھنا آدمی کی قوت جیسے انجیر اور انگور
اور بادام اور جانوروں کا قوت جیسے بھوسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اس شہر میں جہاں کے لوگوں کو بند رکھنا ضرر پہنچاتا ہو ہم احتکار یعنی حبس طعام اور علف گرانی
یا قحط کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور ابویوسف کے نزدیک جسکا حبس خلق کو مضر ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار
ثابت ہوتا ہے [illegible] یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہ ہے کہ طعام کی تجارت بقصد احتکار و انتظار گرانی کے بہتر نہیں لیکن اگر گرانی کی نیت نہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی لحدیث
الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے ہم یہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب سنن ابن ماجہ اور اسحق ابن راہویہ
اور دارمی اور عبد بن حمید اور ابویعلی کی مسانید میں اور بیہقی کی شعب الایمان میں ثابت ہے جالب وہ جو غلہ باہر سے خرید کرکے شہر میں بیچنے کو لاوے تو وہ
مرزوق یعنی اسکی روزی میں برکت ہے اسلیے کہ لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے [illegible] مسلمین کے لائق ہے اور قوت کا بند رکھنے والا بدخواہ خلائق ہے لہذا اسپر لعنت ہے اصطلاح
شرع میں احتکار یہ ہے کہ آدمی اور جانور کا قوت بند کر رکھے اسکو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اسی شہر میں خرید کیا ہو اور لوگوں کو ضرر ہوتا ہو
حبس سے یعنی اگر اور مقام سے لا کر غلہ بند کر رکھا ہو شہر میں یا خلق کو حاجت نہو تو وہ احتکار مکروہ نہیں کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نکرتا ہو
تو وہ مکروہ نہیں ہم ضرر کی صورت یہ ہے کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہو اس طرح پر کہ شہر بڑا ہو یعنی جہاں ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہاں احتکار مکروہ نہیں اسلیے کہ اسنے
اپنا مال روک چھوڑا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی ومثلہ تلقی الجلب اور مانند احتکار کے تلقی جلب ہے ہم تلقی جلب یعنی شہر سے نکلکر کھیپ پھرتی لانے والوں سے غلہ مول لینا اگر
مضر ہو شہر والوں کو تو درست نہیں اور نہیں تو درست ہے بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ لانے والوں سے نہ چھپاوے والا تلقی جلب مطلقاً مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو

کذا فی الہدایۃ وشروحہا ویجب ان یامرہ القاضی ببیع ما فضل عن قوتہ وقوت اہلہ فان لم یبع بل خالف امر القاضی عزرہ [illegible] وباع
القاضی علیہ طعامہ وفاقا علی الصحیح اور یہ واجب ہے کہ جسقدر غلہ محتکر کا زیادہ ہو اسکی اور اسکے گھر والون کی قوت سے اسکے بیچ ڈالنے کا [illegible] حکم دے پھر اگر وہ نہ بیچے
بلکہ قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اسکو تعزیر دے جیسا مناسب دیکھے اسکی زجر اور تنبیہ کے واسطے اور قاضی اسکا غلہ زبردستی [illegible] ڈالے باتفاق امام اور
صاحبین رحمہم کے بقول اصح اگرچہ امام ابو حنیفہ امام کے نزدیک حجر جائز نہیں لیکن وہ صورۃ ضرر عام کے دفع کرنے کے واسطے درست ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراجیۃ [illegible] الامام علی اہل بلد الاکل
الطعام من المحتکرین وفرق علیہم فاذا وجدوا سعۃ ردوا مثلہ ولیس ہذا حجر بل للضرورۃ ومن اضطر لمال غیرہ وخاف الہلاک تناولہ بلا رضاہ ونقلہ الزیلعی
عن الاختیار واقرہ اور سراج وہاج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو غلہ بند کرنے والون سے اناج لیکر اہل شہر کو بانٹ دے پھر
جب اہل شہر کو کشائش ہو تو اسکے برابر اناج مالکون کو پھیر دین اور یہ بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب ہے اور جو شخص کہ غیر کے مال کی طرف مضطر ہو
اپنے ہلاک ہو جانے سے ڈرے وہ اسکو بلا رضامندی مالک کے لے اور زیلعی نے یہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اسکو ثابت رکھا ولا یکون محتکرا بحبس غلۃ ارضہ بالاتفاق
وبمجلوبہ من بلد آخر خلافا للثانی اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اسکے غلہ کے حبس سے جو دوسرے شہر سے لایا ہو [illegible]
ابو یوسف رحمہ اپنی زمین کے غلہ سے [illegible] احتکار نہین کہ اسکا خالص حق ہو اور عام کا حق متعلق نہین تو بدل حق وہا اور جلوب [illegible] کا احتکار نہین
کہ اہل شہر کا حق اسکے متعلق نہین فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اسکی تین صورتین ہین ایک یہ درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری [illegible] کروہ
صورت یہ ہے کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگون کو اسکے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہو اور جو صورت درست ہے وہ یہ ہے کہ اپنی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے مول لیکر لایا ہو اور شہر کو
غلہ خرید کیا ہو لیکن لوگون کو ضرر نہ ہو اور مختلف صورت یہ ہے کہ شہر کے متصل قریات سے غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک یہ درست ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ
اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی ترجمہ جو شارح نے ہدایہ نے مجلوب کو کروہ کہا ہے ابو یوسف کے نزدیک وہ مسلم نہین اسلئے کہ فقیہ ابو اللیث نے اسکو تصریح میں نقل کیا ہے وہ وہی
کتاب التفریسیا میں روایت کی کہ ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ اگر قصبہ اہل سے غلہ لاوے تو وہ احتکار نہین اور اسی طرح مختصر کرخی میں ہے تو مجلوب بلد آخر ابو یوسف کے نزدیک بطریق اولیٰ احتکار نہ ہوگا کذا فی
العینی شرح الہدایۃ وعند محمد ان کان یجلب منہ عادۃ کرہ وہو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اس شہر سے عادت ہو تو وہان کا غلہ لاکر بند کر رکھنا احتکار کرنا
ہے اسلئے کہ تمام شہر کا حق اس سے متعلق ہے اور یہی قول مختار ہے ولا یسعر الحاکم لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تسعروا فان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرزاق
اور حاکم نرخ مقرر نہ کرے بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ نرخ مقرر نہ کرو اسلئے کہ بتحقیق اللہ تعالی ہی نرخ ٹھہرا دینے والا قابض اور باسط رازق ہے یعنی تنگی اور کشائش
اناج کی اسیکی طرف سے ہے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگون نے کہا یا رسول اللہ نرخ گران ہو گیا ہے ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے
تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرازق میں چاہتا ہون کہ خدا سے ملون اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مطالبہ نہ کرے ظلم کرنے کا
نہ خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسندون میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی الا اذا تعدی الارباب عن
القیمۃ تعدیا فاحشا فیسعر بمشورۃ اہل الرای مگر جبکہ غلہ فروشی قیمت میں تعدی فاحش کرین تو حاکم اہل رای کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دے اور تعدی فاحش
کی صورت عینی اور زیلعی وغیرہما نے یہ بیان کی ہے کہ دو چند قیمت پر بیع کرتے ہون وقال المالک علی الوالی التسعیر عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گرانی کے سال میں نرخ کرنا
واجب ہے تو امام اعظم اور مالک کے مذہب لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی ہمارے مذہب میں نرخ حاکم پر واجب نہین دو صورتون میں جائز ہے اور مالک کے نزدیک واجب ہے
ولا الاختیار ثم اذا سعر وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا یحل للمشتری وحیلتہ ان یقول لہ بعنی بما تحب اور اختیار میں ہے پھر جبکہ حاکم نرخ مقرر کر دے
اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب سے اگر اسکے نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنے مالک کی نارضامندی کے سبب سے تو حیلہ جواز کا یہ ہے
کہ مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ تو بیچ جسقدر تو چاہے کذا فی العینی عن المحیط ولو اصطلحوا علی سعر الخبز واللحم ووزن ناقصا رجع المشتری بالنقصان

فی الحاوی ... سعر عادۃ فلا قصد الظلم اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کر لیں اور بائع کسی شخص کو کم تول دے تو مشتری نقصان پھیر لے روٹی ... میں اسواسطے کہ عادت ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہے بخلاف گوشت کے کہ اسمیں شہرت نہیں ہوتی اگر تقاعد ہوئی تو تفصیل مشتری مسافر ہو ... اور اگر مشتری اس شہر کا رہنے والا ہو تو روٹی اور گوشت دونوں کا نقصان پھیر لے اسواسطے کہ دونوں کا نرخ مشہور ہے کذا فی الذخیرۃ

وغیرہ قلت وقد دان ... فی القوتین الاخیر و صرح العتابی وغیرہ لکنہ اذا تعدی ارباب غیر القوتین وظلموا علی العامۃ فیسعر علیہم الحاکم بناء علی ما قال ابو یوسف ینبغی ان یجوز ذکرہ الزیلعی قال فان ابا یوسف اعتبر حقیقۃ الضرر کما تقدم مترجم کہتا ہوں اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ حاکم کا نرخ مقرر کر دینا انسان اور چوپایوں کی قوت میں ہوتا ہے ... کے سوا اور چیزوں میں اور اسکو صریح بیان کر دیا ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کے بائع زیادتی کریں گرانی میں اور لوگوں پر ظلم کریں تو حاکم ان پر نرخ مقرر کر دے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یوں ہے کہ یہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقۃ ضرر کا اعتبار ہے قوت میں ہو یا غیر قوت میں چنانچہ یہ ثابت ہے تو اسکو غور کرنا چاہیئے

یکرہ امساک الحمامات وفی برجہا ان کان یضر بالناس بنظر او جلب اور مکروہ ہے کبوتروں کا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے دربوں میں رہتے ہوں بشرطیکہ لوگوں کو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے ... کے مکانات اور عورات پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہے اور جلب یہ کہ اسکے کبوتر کے ساتھ غیر شخص کا کبوتر آتا ہو اور شخص اسکو پکڑ لیتا ہو والاحتیاط ان یتصدق بہا ثم یشتریہا او توہب لہ ... اور جو غیر کا کبوتر پکڑ لے اور اسکے مالک کو نہ جانتا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ کبوتر خیرات کر دے محتاج کو پھر اسکو محتاج سے خرید کرے یا اسکو ہبہ کر دیا جاوے تصدق کے بعد کذا فی المحیط مترجم تصدق کی وجہ یہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہ ہو تو اسکا رکھنا حلال نہیں اسکو تصدق کرنا چاہیئے مالک کے ثواب پانے کی نیت سے فان کان یطیر فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیہ تلک الحمامات عزر و منع اشد المنع فان لم یمتنع بذلک ذبحہا المحتسب پھر اگر کبوتر باز انکو اڑاتا ہو چھت کے اوپر جہانکتا ہو عورات مسلمین کو اور توڑتا ہو لوگوں کے شیشے کبوتروں کے مارنے اور ... سے تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باوجود اسکے باز نہ رہے تو کبوتروں کو محتسب ذبح کر ڈالے وصرح فی الوہبانیۃ بوجوب التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیدہ بما مر ولعلہ اعتمد علی عادتہم اور وہبانیہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوتروں کی تصریح کی ہے اور قید نہیں لگائی اطلاع عورات اور برتن توڑنے کی اور شاید کہ اسنے انکی عادت پر اعتماد کیا یعنی صاحب وہبانیہ کے زمانے میں تاکنے جہانکنے اور برتن پھینکنے کی عادت ہوگی لہذا اسنے اس قید لگانے کی حاجت نہ دیکھی

واما الاستیناس فمباح کشراء عصافیر لیعتقہا ان قال من اخذہا فہی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل یکرہ لانہ تضییع المال جامع الفتاوی اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت اور جی لگانے کے واسطے ہو تو مباح ہے جیسے کنجشک خرید کرنا چھوڑ دینے کے واسطے مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کے وقت یوں کہا کہ انکو پکڑ لے تو وہ اسی کے ہیں اور چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے باہر نہیں ہو جاتے یعنی وقتیکہ دوسرا شخص انکو پکڑ لے اور بعضوں نے کہا کہ کنجشک خرید کر کے چھوڑنا مکروہ ہے اسواسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی وفی المختارات سیبت دابتہ قال ہی لمن اخذہا لم یاخذہا من اخذہا و مر فی الحج اور مختارات میں ہے کہ اپنا جانور ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق اعلان کر دیا اور کہا یہ اسکا مملوک ہے جو اسکو پکڑ لے تو اسکے پکڑ رکھنے والے سے چھوڑ دینے والا نہ لے اور کتاب الحج میں یہ مسئلہ گذر گیا

وجاز رکوب الثور وتحمیلہ والکراب علی الحمیر بلا جہد وضرب اذ ظلم الدابۃ اشد من ظلم الذمی وظلم الذمی اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اسکا لادنا اور گدھوں سے کھیت جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان کے ظلم سے مترجم یعنی مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اسکو بہت مارنا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہیں سوا خدا تعالی کے روایت میں وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالی کا اس شخص پر ہے جسنے ظلم کیا اسپر جسکا کوئی مددگار نہیں سوائے اللہ تعالی کے اور ظلم ذمی ظلم مسلم سے اسواسطے سخت ہے کہ وہ شدت طلب کریگا اپنے ظالم پر تاکہ اسکے ساتھ عذاب میں شریک رہے کذا فی الطحاوی ولا باس بالمسابقۃ فی الرمی

والفرس والبغل والحمار کذا فی [illegible] مسائل شتی [illegible] والابل [illegible]

فکان [illegible] اور کچھ [illegible] نہیں [illegible] کے واسطے [illegible]

[illegible] مسائل [illegible] کہ [illegible] کی مسافت [illegible] ہو [illegible] تو اسکو

[illegible] اور مسائل [illegible] اور [illegible]

وعندالثلثہ لا یجوز [illegible] کی [illegible] اور [illegible] کے [illegible] نہیں

[illegible] لاعب [illegible] کا [illegible]

[illegible] ہو اور [illegible] کے [illegible] ہو [illegible] اور [illegible]

[illegible] شرط [illegible] حلال [illegible]

ہو جاتا ہو کہ حاکم [illegible] اور [illegible] کی [illegible]

اور [illegible] کلام [illegible] اور [illegible] کا [illegible] کے [illegible] اسکو [illegible]

استحقاق مال [illegible] ہوگا تو حاکم [illegible] مال [illegible] الاول [illegible] مسافت [illegible] مال [illegible]

سے مال کی شرط کی [illegible] کہ اگر [illegible] اور [illegible]

[illegible] ہوگا اور اگر تیری طرف [illegible] ہو کی [illegible] دونوں [illegible]

دونوں جانب [illegible] کا [illegible] ہو [illegible] ہو گیا [illegible] کہ [illegible]

محلل [illegible] الفرس [illegible] میں [illegible]

المال مشروط حرام ہو [illegible] اس صورت [illegible] دونوں [illegible] شخص محلل [illegible] داخل کریں [illegible] دونوں [illegible]

اس طرح برابر ہو کہ اسکا [illegible] دونوں [illegible] اور اگر اسکا گھوڑا ایسا [illegible] کا مال حلال نہیں [illegible] اگر [illegible] گیا تو دونوں [illegible]

مال مشروط لیے اور اگر دونوں [illegible] تیسرا [illegible] اور دونوں [illegible] پیچھے رہجاویگا [illegible]

کہا کہ ثالث کو [illegible] جواز کا حیلہ ہوگا [illegible] اسکا [illegible] دونوں [illegible] اگر اسکی سبقت [illegible] ہو [illegible]

مال [illegible] ہو کہ جب [illegible] نہیں [illegible] داخل کیا [illegible] کہا کہ اگر تو [illegible] مال [illegible] اور اگر [illegible]

تو میں [illegible] اور اگر [illegible] کچھ [illegible] نہیں [illegible] داخل کیا [illegible] کہا کہ اگر [illegible] دونوں [illegible] دونوں کا

مال مشروط [illegible] اور اگر [illegible] نہ لیں [illegible] جائز ہو [illegible] معلوم ہوا [illegible] کہا [illegible]

یہ ہو کہ [illegible] کچھ [illegible] نہیں [illegible] احتمال [illegible] تو [illegible] شرط

ہو [illegible] قمار [illegible] جائز نہیں [illegible] احتمال [illegible] کذا فی [illegible] الحکم [illegible]

[illegible] اس طرح کا حکم [illegible] کی مسابقت [illegible] مال [illegible] اور اگر دونوں [illegible] مال [illegible]

کے واسطے دوسرے [illegible] صحیح نہیں [illegible] مال مشروط [illegible] احتمال [illegible] نقصان [illegible]

[illegible] مال کی [illegible] اگر [illegible] کوئی [illegible] اسکی جانب [illegible] ظاہر ہو اور اگر [illegible] کی [illegible] تو وہ [illegible]

[illegible] کتاب میں صورت کا شکل ہو اور بال شبیہ کے واسطے مقرر کریں اگر اسکی حق کوئی ظاہر ہو اور اگر دونوں میں سے ایک شخص کی حق کوئی ثابت ہو تو شبیہ ہے
کچھ نہیں کذا فی [illegible] والمصارعۃ لیست ببدعۃ الا للتلہی فتکرہ یعنی بازی اور کشتی کرنا بدعت نہیں مگر بقصد بازی اور لہو لعب کے تو مکروہ ہے کذا فی البرجندی [illegible]
میں ہے کہ کشتی بدعت نہیں بقصد بازی مکروہ ہے منع کرنا چاہیے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے ہو تاکہ کفار سے جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز ہے اور ثواب پاویگا
والسباق بالاقدام [illegible] یعنی پاؤں سے دوڑنا اور باہم سبقت کرنا پیدل دوڑنے اور اونٹ کے تو بہر چیزیں حلال ہیں چنانچہ مسائل سبقت میں آویگا عند الشافعیہ المسابقۃ
بالاقدام والطیور والبقر والسفن والسباحۃ والبندق والصولجان والرمی بالحجر واشالۃ الحجر والوقوف علی رجل ومعرفۃ ما بیدہ من زوج اوفرد والمعیب
بالخاتم [illegible] وحدیث حدثوا عن بنی اسرائیل [illegible] الاحاجی والالغاز
[illegible] والاشتغال والمواعظ وتعلیم [illegible] علی السنۃ الآدمیین والحیوانات
ذکرہ ابن حجر اور شافعی مذہبوں کے نزدیک مسابقت حلال ہے قدموں سے اور پرندہ اور بیل اور پانی میں تیرنے اور چوگان اور غلیلہ اندازی اور [illegible]
اور پتھر پھینکنے اور زمین سے پتھر اٹھا لینے اور انگلیاں کھینچ کر کے پنجہ کرنے اور ایک پاؤں پر کھڑے ہونے اور پوچھنے میں کہ دوسرے شخص کے ہاتھ
میں کیا ہے جفت یا طاق اور انگوٹھی سے بازی کرنے میں اور اسی طرح حلال ہے ہر بازی [illegible] کار کو [illegible] رہنا [illegible] اکثر
چنانچہ تیر اندازی [illegible] میں تماشا دیکھنا بھی حلال ہے اور یہ حدیث کہ بات نقل کی بنی اسرائیل سے [illegible] مفید ہو [illegible]
[illegible] کی سماعت کرنا تمام ان حکایات سے جنکا کذب بالیقین ثابت نہیں درست ہے [illegible] کے واسطے بلکہ جسکا کذب یقینی ہے اسکی بھی سماعت حلال ہے
لیکن ضرب الامثال اور نصائح کی نیت سے اور شجاعت وغیرہ کی تعلیم کے واسطے آدمیوں یا جانوروں کی زبان سے چنانچہ کتاب کلیلہ دمنہ اور طوطی نامہ میں ذکر کیا ہے
ابن حجر شافعی نے [illegible] کہا میں نہیں جانتا [illegible] ذکر کرنے کی وجہ ان اسکا ذکر کرنا [illegible] البتہ ظاہر ہے کہ قواعد حنفیہ بھی اسکو مقتضی ہیں [illegible]
نہیں ہے [illegible] قواعد مذہب اسکے مقتضی ہیں کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام ہوویں واللہ اعلم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح پر ہے ایک یہ کہ [illegible]
علم کا ہو [illegible] تو مکروہ ہے [illegible] دفع وحشت کے واسطے بات چیت ہو اور دروغ گوئی اور قول باطل [illegible] چنانچہ
تو اسکا مضایقہ نہیں لیکن ترک اسکا افضل ہے اور [illegible] ہو کہ آخر کو ذکر اسماء اللہ و تسبیح اور استغفار کی طرف رجوع کریں تاکہ خیر پر خاتمہ ہو اور [illegible]
وغیر ذلک کو پوچھنا قول مختار یہ ہے کہ [illegible] میں مضایقہ نہیں چنانچہ [illegible] ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ [illegible] حلال نہیں اور اگر [illegible]
[illegible] کی کچھ اصل نہیں [illegible] مکروہ ہیں کذا فی الطحاوی [illegible] قلم الاظافیر [illegible] دار الحرب [illegible] شارب [illegible] یوم الجمعۃ [illegible]
افضل الا اذا اخرہ الیہ تاخیرا فاحشا فیکرہ لان من کان ظفرہ طویلا کان من رزقہ ضیقا [illegible] جمعہ کے دن ناخن [illegible] مستحب ہے مگر غازی کو دار الحرب میں [illegible]
[illegible] اور ناخن بڑھانا مستحب ہے اور ناخن ترا شنا بعد نماز جمعہ افضل ہے مگر جب کہ جمعہ کے دن تاخیر کی [illegible] تاخیر کرے [illegible] مکروہ ہے
اسواسطے کہ جسکا ناخن دراز ہوگا اسکا رزق تنگ ہوگا [illegible] لائق یوں ہے کہ ناخن ترا شے اور بال منڈے [illegible] زمین کے اندر دفن کرے اور اگر [illegible]
مضایقہ نہیں اور اگر پاخانہ یا غسلخانہ میں پھینکا [illegible] تو مکروہ ہے اسواسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے کذا فی الخلاصۃ عنایۃ میں ہے کہ چار چیزیں دفن کرنا چاہیے
ناخن اور بال اور خون اور [illegible] فی الحدیث من قلم اظافیرہ یوم الجمعۃ اعاذہ اللہ من البلایا الی الجمعۃ الاخری وزیادۃ ثلثۃ ایام [illegible]
کہ جو شخص اپنے ناخن کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالی اسکو بلایا سے محفوظ رکھے دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فی الدرر [illegible] صلی اللہ علیہ
وسلم [illegible] قلم الاظفار [illegible] قول علی رضی اللہ عنہ [illegible] قلموا اظفارکم بالسنۃ والادب [illegible]
فی [illegible] اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جو اپنے ناخن [illegible] ترا شے اسکی آنکھ کبھی نہ دکھے [illegible]

رضی اللہ عنہ کہ اس قول کے مانند کہ اپنے ناخن کاٹو سنت اور ادب سے اور اپنا ہاتھ خوبصورت اور بایان اور خسیس ہو اور اسکا بیان [illegible]

دینا ہر ہم ہر [illegible] بیت مین مبالغہ سے انگلی کے نام کی طرف اشارہ ہو تو خاتمہ سے مراد ہے خنصر اور دو سے وسطی اور الابہام سے ابہام [illegible] خنصر اور بین سے

سبابہ اور بایان ہاتھ مین سے بہ ذا القیاس اور اسکے معلوم ہوگا کہ ترتیب علی ہر ترتیبہ کی طرف باطل اور موضوع ہے وفی شرح الغزنوية [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم

بدأ بمسبحته اليمنى ثم الوسطى ثم البنصر ثم الخنصر ثم الابهام وختم بابهام اليمنى وذكر الغزالي في الاحياء وجها وجيها [illegible] ترجمہ مین اور مروی ہے کہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن تراشا داہنے ہاتھ کے کلمہ شہادت کی انگلی سے شروع کیا چھنگلی تک پھر بائین ہاتھ [illegible] شروع کیا اور انگوٹھے پر

اور ختم کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر اور امام غزالی نے احیاء العلوم مین اسکی وجہ معقول بیان کی ہے وجہ مذکور یہ ہو کہ داہنا [illegible] افضل ہے اور داہنے ہاتھ

کی شہادت کی انگلی بلا ریب افضل ہے تو اسی سے ابتدا کرنا بہتر ٹھہرا پھر اسکی داہنی جانب [illegible] اسکے بعد [illegible] ہاتھ اور بائین ہاتھ

کی انگلیون کو ملاکے تو بائین ہاتھ کی خنصر جانب بائین ہو علی ہذا القیاس تا ابہام یمنی اور یمین افضل ہو شمال سے ابتدا و اختتام ہوا ابہام یمنی پر [illegible]

اصابع الرجل افضل والاولی تخلیلہا تخلیلہا اور پاؤن کی انگلیون مین روایت ثابت نہین اور بہتر ہو پاؤن کے ناخن تراشنا خلال کرنے کی مانند یعنی ابتدا کرنا

خنصر یمنی سے اور اختتام خنصر یسری پر ولیت وفی المواهب اللدنية قال الحافظ ابن حجر انه يستحب البداءة باليد اليمنى [illegible] ولا في تعيين يوم

عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم مین کہتا ہون اور مواہب لدنیہ مین ہے کہ حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی نے کہا ناخن تراشنا مستحب ہے [illegible] اسکی

اور اسکی کیفیت مین کچھ روایت ثابت نہین اور اسکے واسطے روز مقرر کرنے مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت نہین [illegible] تقلیم الاظفار وغیرہ

جو احادیث مذکور ہوئین محدثین اور فقہاء محققین کے نزدیک لائق اعتماد کے نہین وما يعزى من النظم في ذلك للامام علي ثم لابن حجر قال [illegible]

تقلیم الاظفار مین جو نظم مذکور کر امیر المومنین علی مرتضی کی طرف پھر ابن حجر کی طرف منسوب ہو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہے [illegible]

حلق عانته وتنظيف بدنه بالاغتسال في كل اسبوع مرة والافضل يوم الجمعة وجاز في كل خمسة عشر وكره تركه وراء الاربعين [illegible] اور مستحب ہو زیر ناف کا

مونڈنا اور اپنا بدن پاک صاف کرنا غسل کرنے سے مستحب ہو ہر ہفتہ مین ایکبار اور جمعہ کا دن اسکے واسطے افضل ہو اور جائز ہے ہر پندرہ دن مین اور ترک کرنا [illegible]

چالیس دن سے زیادہ مکروہ ہے کذا فی المجتبیٰ یعنی مکروہ تحریمی چنانچہ مجتبیٰ کی اس عبارت سے نکلتا ہے کہ بعد اربعین [illegible] نہین اور وہ وعید کا مستحق ہو [illegible]

ہو کہ حلق عانہ زیر ناف سے شروع کرے اور نورہ لگا کر موئے زہار دفع کرنا بھی جائز ہو اور بغل کے بال دور کرنا اکھاڑنے اور مونڈنے سے درست ہو لیکن اکھاڑنا افضل ہو

قنیہ مین ہو کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے مین ترک ادب ہو کذا فی الطحطاوی وفيه حلق الشارب بدعة وقيل سنة ولا بأس بنتف الشيب واخذ اطراف اللحية

والسنة فيها القبضة اور مجتبیٰ مین ہو کہ مونچھ کا مونڈنا بدعت ہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ سنت ہو اور مضائقہ نہین ہو سپید بال کے اکھاڑ ڈالنے اور اطراف

ریش کے کتر ڈالنے مین اور داڑھی مین قبضہ بھر رکھنا سنت ہو ہم کہتے ہین کہ سنت یہ ہو کہ مرد اپنی داڑھی قبضہ مین پکڑے جس قدر قبضہ سے باہر

اسکو قطع کرے ایسا ذکر کیا ہو محمد نے کتاب الآثار مین امام اعظم رح سے محمد نے کہا اسی قول کو ہم لیتے ہین انتہی مجتبیٰ مین ہو کہ اتنا مونچھون کا کترنا کہ لب بالا کے

کنارہ کے ساتھ برابر ہو جاوین یہ سنت ہو بالاتفاق انتہی غرائب مین ہو کہ عنفقہ یعنی زیر لب کے دونون طرف کے بال اکھاڑنا بدعت ہو قنیہ مین ہو کہ ناک کے

بال اکھاڑنا مورث آکلہ ہو کذا فی الطحطاوی وفيه قطعت شعر رأسها اثمت ولعنت زاد في البزازية وان باذن الزوج لانه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق

ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته والمعنى المؤثر التشبه بالرجال انتہی اور مجتبیٰ مین ہو کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو وہ گنہگار ہو اور اسپر لعنت ہو

بزازیہ مین اتنا زیادہ کہا اگرچہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہون اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ مین جائز نہین اور اسی لیے

حرام ہو مرد پر دو مشت مرد کی داڑھی کا قطع کرنا اور معنی موثر یعنی علت فتوی قطع موے زن کی حرمت مین یہ ہو کہ مردون سے مشابہت پیدا کرنا ہو اور عورت کی مشابہت جائز نہین انتہی

[illegible] ... فصل ... [illegible]

[illegible] اسکے علم کا فائدہ ... [illegible] ... کو نہیں پہنچتا ہو اور دوسرے کا فائدہ ... [illegible]

[illegible] ... کا ذکر کرنا ... [illegible] ... طالب علم ... [illegible]

[illegible] ... علم ... [illegible] ... اور ... [illegible]

[illegible] ... الزام ... فی الطحطاوی ... [illegible] ... والدین ... [illegible]

اپنے والدین کے بلا اذن درست ہے اگر ... [illegible] ... اور اگر امرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہے ... [illegible]

[illegible] ... فی الدر ... [illegible]

[illegible] ... گناہ نہیں ... [illegible] ... غیبت ... [illegible]

[illegible] ... فی الدر ... [illegible] ... باپ اور بیٹے میں عداوت ... [illegible]

[illegible] ... غیبت نہیں ... [illegible]

[illegible] ... گناہ ... [illegible]

اور جس سے مشورہ لیا تو اُسکے عیب کا بیان کر دینا بہتر ہی اور اسیطرح اگر معاملہ یا اُسکے ساتھ سفر کا ارادہ کیا یا کوئی چیز خریدنے کا قصد کیا
تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہی اور اسیطرح رواۃ اور شہود میں جرح و عدالت کی جرح جائز ہوتا مسلمانوں کی شریعت محفوظ رہین اور [illegible] بیان کرنا
ظالم کا درست ہی ولیسے مفتی سے اس طرح فتوی پوچھنا درست ہی کہ مجھپر فلانے شخص نے ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہی اسکا شرع میں کیا حکم ہی [illegible]
القاب مشہورہ کا ذکر کرنا جیسا لنگڑا یا اندھا یا ٹھگنا درست ہی غیبت میں داخل نہیں کذا فی الحاوی مختصراً اور کہا کہ اولیٰ ہی اسمیں یا لقب سچا کہنا اور [illegible]
بالفعل و بالتعریض والکتابۃ وبالحرکۃ وبالرمز وغمز العین والاشارۃ بالید وکل ما یفہم منہ المقصود فہو داخل فی الغیبۃ وہو حرام اور غیبت صریح زبان سے
غیبت ہوتی ہی ویسی فعل سے اور تعریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکھنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہی اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو
سو وہ غیبت میں داخل اور وہ حرام ہی ومن غیبت فعلی جیسے کسی کے قول اور افعال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یوں کہنا کہ [illegible] ما قالت
عائشۃ رضی اللہ عنہا دخلت علینا امرأۃ فلما ولت اومأت بیدی انہا قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اغتبتہا اور منجملہ غیبت فعلی یہ کہ وہ روایت ہی کہ عائشہ [illegible]
عنہا نے کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پھر جب وہ چلی گئی تو مین نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ ٹھگنی ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اسکی
غیبت کی ومن ذلک المحاکاۃ کان یمشی متعارجا او کما یمشی فہو غیبۃ بل اقبح لانہ اعظم فی التصویر والتفہیم اور اسی غیبت فعلی میں سے نقل اتارنا ہی کہ جیسا [illegible]
لنگڑا کر چلنا یا جس طرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بھی غیبت ہی بلکہ غیبت فعلی بدتر ہی غیبت قول سے اسواسطے کہ وہ تصویر اور تفہیم میں زیادہ [illegible]
ان یقول بعض من مرّبنا الیوم او بعض من رأینا اذا کان المخاطب یفہم شخصا معینا لان المقصود التفہیم دون ما بہ التفہیم واما اذا لم یفہم [illegible]
اور منجملہ غیبت یہ ہی کہ یوں کہے کہ جو شخص آج کے دن ہمارے پاس ہو کر نکلا یا جسکو ہم نے دیکھا وہ ایسا ہی یہ قول اُسوقت غیبت ہی جبکہ مخاطب [illegible]
اور ممنوع تفہیم شخص ہی خواہ وہ قول یا فعل جس سے تفہیم ہوا اور جبکہ مخاطب اسکی ذات کو نہ سمجھے تو جائز ہی اور پورا بیان اسکا شرع وہبانیہ میں ہی [illegible]
بحاجت شرح وہبانیہ کی شرح شرعیہ ہی وفیہا الغیبۃ ان تصف اخاک حال کونہ غائبا بوصف یکرہہ اذا سمعہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قیل افرأیت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم
یکن فیہ فقد بہتہ اور شرح مذکورہ میں ہی کہ غیبت یہ ہی کہ اپنے بھائی کے غائب ہونے کے وقت اُسکا ایسا حال یا قال تو بیان کرے کہ جو
اُسکو برا لگے جبکہ وہ اُسکو سنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے کہ تم جانتے ہو کہ غیبت
کیا ہی اصحاب نے کہا اللہ اور اُسکا رسول زیادہ تر دانا ہی فرمایا کہ اپنے بھائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اُسکو برا معلوم ہوتا ہی کسی نے کہا کہ یا حضرت
بتائیے تو اگر میرے بھائی میں وہ عیب واقعی ہو جو مین کہتا ہون تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا کہ اگر اُسمین وہ عیب ہی جسکو تو کہتا ہی تو تو نے اُس کی
غیبت کی اور اگر وہ عیب اُسمین نہیں ہی تو البتہ تو نے اُسپر بہتان باندھا لیکن عیب واقعی کا ذکر کرنا ہی تو غیبت ہی اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا بہتان
ہی بلکہ بہتان اور افترا ہی غیبت سے قبیح تر طحطاوی نے کہا مسلمان کی قید احترازی نہیں تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہی اور جو حکم مردون میں
ثابت ہی وہ عورتون میں بھی ثابت ہی الا بدلیل مخصص اور جس طرح غیبت حرام ہی ویسا ہی اُسکا سننا بھی حرام ہی حق تعالی اس بلا سے عالم کو
محفوظ رکھے اسمین حدیث مذکور ابو داؤد اور ترمذی میں ہی ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہی واذا تم تلیفہ یکفیہ الندم والاستغفار بیان کمال اغتیابہ اور جس شخص کی
غیبت کی اور اسکو اُسکی خبر نہین پہونچی تو غیبت کرنے سے ندامت اور شرمندہ ہونا کافی ہوتا ہی اور اگر اُسکو غیبت کی خبر پہونچ گئی ہو تو جس طرح کی غیبت
کی ہی اُسکا بیان کرنا مغتاب کے سامنے اور معاف کروانا شرط ہی رفع گناہ میں ہم لیتے ہیں [illegible]
بیان کرنا چاہیے کہ مین نے تیری یون غیبت کی ہی سو تو اُسکو معاف کر دے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا طحطاوی نے کہا [illegible]

[illegible] پہنچے والو کا سنا ہے اسلام و تحیتہ و ہدیہ و معاونت و مجالسۃ و مکالمۃ و ملاطفت و احسان اور صلہ رحم یعنی عطا اور حسن سلوک قرابت والون سے واجب ہی اگرچہ [illegible] سلام کرنے اور وہ ادہنے اور تحفہ بہیجنے اور مدد گاری اور ہمنشینی اور باہم بات چیت کرنے اور مہربانی کرنے اور احسان سے ہو و نیز [illegible] فہا الیزید یہا ابل یزہ [illegible] بادہ کل جمعۃ او شہر ولا یرد حاجتہم لانہ من القطیعۃ فی الحدیث ان اللّٰہ یصل من وصل رحمہ و یقطع من قطعہا و فی الحدیث صلۃ الرحم تزید فی العمر و تنامہ فی الدنیا اور ملاقات کیا کرے اپنے قرابت والون سے ایک روز درمیان دیکر تا محبت زیادہ ہو بلکہ اپنے اقربا سے ملاقات کرے ہر جمعہ یعنی ہر ساتویں دن [illegible] باہر بیٹھے ہیں اور انکی حاجت کو تو رو کے اسواسطے کہ حاجت رد کرنا قطع رحم ہیں داخل ہی حدیث میں ہی کہ اللہ تعالی احسان کرتا ہی اوس سے جو اپنی برادری سے احسان کرتا ہی اور قطع کرتا ہی اوس سے جو اپنی برادری سے قطع کرتا ہی اور دوسری حدیث میں ہی کہ قرابت کے ساتھ احسان کرنا عمر کو زیادہ کرتا ہی اور اسکا پورا بیان و ہین ہی جو ذکر ہین ہی کہ قبیلہ اور شہر و ملک اور مددگاری میں غیرون پر بمنزلہ ذات واحد ہی اور ظاہر حق میں اپنی اور مددگاری قرابت والے کی اوس شہر وابستہ ہی جبکہ وہ مخالف شرع کے نہو اور نہین تو اوسکا ساتھ چھوڑنا بلحاظ حق شرع کے درست ہی تبیین المحارم میں ہی اختلاف ہی اوس قرابت میں جسکی معاونت واجب ہی بعضون نے کہا کہ قریب محرم مراد ہی اور بعضون نے کہا ہر قرابت وار مراد ہی محرم ہو یا نہو تو اگر قرابت والون کے پاس ہو تو انکو ہدیہ دینا اور انکی ملاقات کرنا واجب ہی اور اگر احسان کی قدرت نہین تو ملاقات کرنا اور انکے کام میں اعانت کرنا لازم ہی اگر انکو اعانت کی حاجت ہو اور اگر اہل قرابت سے ایک شخص دشمنی کرتا ہو تو اوسکی دشمنی سے قطع احسان نکرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اگر اہل قرابت سے دور ہو تو خط لکھا کرے اور انکی ملاقات کے واسطے چلنا افضل ہی اگر ہو سکے اور بڑا بھائی باپ کے مانند ہی اور اسیطرح دادا پردادا اور بڑی بہن خالہ ماں کے مانند ہی ماں کے بعد اور چچا باپ کے مانند ہی جس لوک میں بنابر ایک قول کے اور صلہ رحمی میں دس فضیلتین ہین اوسمین خوشنودی حق تعالی کی ۲ اور سرور سے فرشتون کا خوش کرنا ۳ نیکنامی ۴ شیطان کو غمگین کرنا ۵ عمر کا زیادہ ہو جانا ۶ رزق میں برکت ہونا ۷ سرور اموات ۸ محبت زیادہ ہونا ۹ ثواب زیادہ ہونا مرنیکے بعد اسواسطے کہ جب اسکا احسان یاد کرینگے دعاء خیر کرینگے زیادت عمر کی تاویل میں اختلاف ہی بعضون کے نزدیک زیادت حقیقی مراد ہی اور بعضون نے کہا کہ بعد موت کے اسکا ثواب لکھا جاتا ہی تو گویا وہ زندہ ہی اور بعضون نے کہا کہ لوح محفوظ میں طول عمر صلہ رحمی پر معلق ہی کذا فی الملتقط وی بخاری اور مسلم میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحم یعنی قرابت عرش سے معلق ہی کہتی ہی جو مجھسے جوڑے اللہ اوس سے جوڑیگا اور جو مجھسے توڑے اللہ اوس سے توڑیگا اور بخاری میں ابوہریرہ سے روایت ہی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکو اپنے رزق کی کشادگی اور اپنی موت کی تاخیر خوش معلوم ہو وہ اپنی برادری سے احسان کرے اور ترمذی میں روایت ہی کہ اپنے نسب کو سیکھو تا اپنی صلہ رحمی کرو اسواسطے کہ صلہ رحمی سے قرابت والون میں محبت ہوتی ہی اور مال میں برکت اور موت میں تاخیر ہوتی ہی اور نسائی میں سلمان بن عامر سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محتاج کو خیرات دینے میں ایک ثواب ہی خیرات کا اور قرابت والے کو دینے میں دو ثواب ہین ایک خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا کذا فی تیسیر الوصول و یسلم المسلم علی اہل الذمۃ لو لہ حاجۃ الیہ والا کرہ ہو الصحیح کما کرہ للمسلم مصافحۃ الذمی کذا فی النسخ الشرح و اکثر المتون بلفظ و یسلم فاولناہا کہذا و لکن لبعض نسخ المتن و لا یسلم و ہو الاحسن الاظہر فافہم اور سلام کرے مسلمان ذمیون کو اگر مسلمان کو ذمی کی طرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو سلام کرنا مکروہ ہی یہی قول صحیح ہی جیسے مسلمان کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہی اسیطرح شرح مصنف اور متن کے اکثر نسخون میں بلفظ و یسلم کے وارد ہی تو ہمین نے اسکی یون تاویل اور توجیہ کی یعنی سلام مسلم ذمی کو بشرط حاجت جائز ہی اور بلا حاجت مکروہ ہی و لیکن متن کے بعض نسخون میں و لا یسلم ثابت ہی اور وہ یعنی نفی کا نسخہ اثبات کے نسخہ سے بہتر اور ظاہر تر ہی تا ویل سے تو اسکو سمجھ لے فتاوی عالمگیری میں ہی جو مجھے بدعتی کو ذمی یہودی یا نصرانی کو خط لکھے کسی حاجت میں تو یون سلام لکھے السلام علی من اتبع الہدی کراہت مصافحہ ذمی ہمسایہ [illegible] اور اگر ہمسایہ ہو تو قنیہ میں ہی کہ ہمسایہ نصرانی کا مصافحہ درست ہی جبکہ سفر سے آوے اور ترک مصافحہ سے اسکو رنج ہوتا ہو محیط میں عبدالرحمن کا [illegible]

اگر کوئی مسلمان ایک دو بار مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کھانا کھانے میں مبتلا ہو تو مضائقہ نہیں اور اسپر ہمیشگی کرنا مکروہ ہے ملتقط میں ہے کہ ذمی کو جو [illegible] زیادہ نہ کہے اور اس سے ابتداء سے سلام نکرے سوا اسکے کہ اسمیں اسکی تعظیم اور تکریم ہے اور اگر اسکی طرف حاجت ہو تو ابتداء سے سلام میں مضائقہ نہیں [illegible] اور اسکے واسطے دعا مغفرت نکرے لیکن دعا سے ہدایت درست ہے اور طول عمر کی دعا میں اختلاف ہے کذا فی الفتاوی وفی شرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرأ السلام على من عرفت ومن لم تعرف قال وہذا التعمیم مخصوص بالمسلمین فلا یسلم ابتداء على کافر لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تبدءوا الیہود والنصاری بالسلام فاذا لقیتم احدہم فی طریق فاضطروہ الى اضیقہ رواہ البخاری اور عینی کی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث میں کہ کونسا اسلام [illegible] صفت اسلام کی بہتر ہے فرمایا کہ تو کھانا کھلاوے اور سلام کرے اسکو جسکو تو پہچانتا ہے اور جسکو نہیں پہچانتا عینی نے کہا اور یہ تعمیم سلام مخصوص بمسلمانان ہے تو کافر کو ابتداء بسلام نکرے بدلیل اس حدیث کے جسکو بخاری نے روایت کیا کہ یہود و نصاریٰ کو ابتداء بسلام نکیا کرو پھر جب تم انمیں سے کسیکو راہ میں پاؤ تو انکو تنگ راہ کی طرف مضطر کرو ہم تنگ راہ میں انکو کر دینا اس صورت میں ہے جبکہ اسکا امکان ہو اور ضرر کا خوف نہو لیکن اسلام کی شوکت کے سبب سے وکذا یخص منہ الفاسق بدلیل آخر اور اسی طرح عموم سلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل کے سبب سے ہم فاسق سے فاسق متجاہر مراد ہے تو قتادہ وغیرہ نے کہا کہ [illegible] کافر اور بدعتی سے ترک میل رکھنے کے ساتھ ملاقات کرے اور [illegible] نے کہا کہ فاسق متجاہر کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر اسکا فسق ظاہر نہو تو مکروہ نہیں اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ خوف نہو اور ضرورت داعی نہو وکذا فی الفتاوی واما من شک فیہ فالاصل فیہ الابقاء على العموم حتى یثبت الخصوص [illegible] جس شخص کے اسلام اور کفر میں شک ہو تو اسمیں باقی رکھنا حدیث کا عموم پر اصل ہے یہانتک کہ خصوص ثابت ہو اور اگر فاسق اور [illegible] ہونے میں شک واقع ہو تو اسکا اعتبار نہیں بلکہ مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن لازم ہے ویمکن ان یقال ان الحدیث المذکور کان فی ابتداء الاسلام لمصلحۃ التالیف ثم ورد النہی انتہی فلیحفظ اور ممکن ہے کہ یون کہا جاوے کہ حدیث مذکور یعنی عموم سلام کی حدیث ابتداء اسلام میں تھی تالیف قلوب کی مصلحت سے پھر کافر اور فاسق کے سلام کی نہی وارد ہوگئی انتہی کلام العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وان سلم یہودی او نصرانی او مجوسی على مسلم فلا باس بالرد ولکن لا یزید على قولہ وعلیک کما فی الخانیہ اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کرے تو اسکے جواب دینے کا مضائقہ نہیں لیکن وعلیک سے زیادہ نہ کہے چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے یعنی جواب میں فقط وعلیک کہے وعلیک السلام نہ کہے اسلئے کہ کافر جب مسلمان کو السلام علیک کہتا ہے یعنی تجھپر موت ہو اور گاہے کہتا ہے السلام علیک بکسر سین یعنی تجھپر پتھر ہو تو جب وعلیک کہا تو اسکا قول اسی پر الٹا [illegible] ولو سلم على الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کی نیت سے تو کافر ہو جائیگا اسواسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے ولو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر کما فی الاشباہ اور مجوسی کو یا استاد تعظیم کی راہ سے کہے تو کافر ہو جاوے چنانچہ اشباہ میں ہے وفیہا لو قال لذمی اطال اللہ بقاءک ان نوی بقلبہ ان یسلم او یودی الجزیۃ ذلیلا فلا باس بہ اور اشباہ میں ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا حق تعالیٰ تیری بقا اور زندگی کو دراز کرے تو اگر اپنے دل میں یہ نیت کرے کہ شاید درازی زندگی سے سمجھے اور مسلمان ہو جاوے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہوکر تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں انتہی یہ جو ہندوستانی نصاری کے نوکر [illegible] انکو دوام اقبال لکھتے ہیں سو حرام ہے اسلیے کہ کفار کی خیرخواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال بشرط ایمان دل میں مراد رکھیں تو شاید مضائقہ نہو مگر یہ نیت کون کرتا ہے ولا یجب رد سلام السائل لانہ لیس للتحیۃ ولا یسلم وقت الخطبۃ خانیہ اور بھیک مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے کذا فی الخانیہ اور قاضی [illegible] میں ہے کہ جو شخص مسجد میں بیٹھا ہو انتظار نماز کے واسطے یا تسبیح اور قراءت قرآن میں مشغول ہو اور مذاکرہ علم کے وقت اور اذان اور اقامت کے حال میں جو آوے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے [illegible] کہ قول صحیح یہ ہے کہ ان مواضع میں جواب نہ دے انتہی [illegible] سوار پیدل کو اور کھڑا بیٹھے کو اور قلیل کثیر کو [illegible] اور آنیوالا اسکو سلام کرے اسلیے کہ سلام موضوع ہے اسلیے کہ وہ [illegible] ان کا خوف زائل ہو جاوے یا ایک کا خوف دور ہو یا تواضع کے واسطے جو مومن کو مناسب ہے یا تعظیم کے واسطے [illegible]

تو اضع ... اور جہاں یا مسجد کا حال کرنا یا ... فارغ کر وہ تو یہ وہ ترک سبیل کا ہو اور قائم کا قاعد کو انزال خوف کے واسطے ہے اور قبل کا سلام کرنا تو اضع کے واسطے ہے اور
صغیر کو سلام کرنا ... کے واسطے ہے ... یہ قول ہے نووی شافعی کا لیکن ... قواعد کے موافق ہے جیسا ہیں کہ ثواب اسکا زیادہ ہے جو کہ کہا جواب دینے والے کا
اور بعضوں نے کہا ... دینے والے کا کذا فی الطحطاوی مختصرا وضیا واذا اتی دار انسان یجب ان یستاذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولا ثم یتکلم ولو فی فضاء یسلم
اولا اور فتاویٰ میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جاوے تو سلام سے پہلے یہ واجب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پھر جب اجازت
پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر میں نہ ہو میدان میں ہو تو اول سلام کرے یعنی اس صورت میں دخول کی اجازت مانگنے کی
حاجت نہیں ولو قال السلام علیک یا زید لم یسقط برد غیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے جواب دینے سے جواب زید پر سے
ساقط نہ ہوگا ولو قال یا فلان او اشار الیہ سقط اور یوں کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین شخص کو سلام کیا بدون نام لیے تو غیر کے جواب دینے سے جواب
ساقط ہو جاتا ہے اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا تو جواب ساقط نہ ہوگا کذا فی تبیین المحارم مختصرا فی الرد وجواب
العطاس ... اور جواب سلام ... کو جواب میں اسکا سنانا شرط ہے اور اگر سلام کرنے والا ... والا ابراہیم
... فی الخانیۃ قلت وفی الظہیری ... ویسقط عن الباقین برد صبی یعقل لانہ من اہل اقامۃ الفرض
فی الجملۃ ... جواب سلام کا دینا باقی لوگوں سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے
... صغیر عاقل ... فرض ... رکھتا ہے اس دلیل سے کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت
... ویسقط برد العجوز وفی رد الشابۃ والصبی والمجنون قولان وظاہر التاتارخانیۃ ترجیح عدم السقوط اور مجتبیٰ میں ہے کہ جواب
... عورت کے جواب دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب میں دو قول ہیں سقوط اور عدم سقوط میں اور ترجیح کا
... ترجیح پر دلالت کرتا ہے ... بلفظ الجمع وکذا الرد اور سلام کرے مسلمان کو صیغہ جمع اور اسی طرح جواب سلام میں صیغہ جمع بولنا چاہیے
... السلام علیکم ... وعلیکم السلام کہے اسواسطے کہ تعظیم مسلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اسکے ہر مسلمان کے
ساتھ فرشتے ... تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے
اور جواب دینے والا بھی اسی طرح کہے ... زیادہ کرے یعنی علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور ... درست ہے اور اگر کوئی کلام کرے سلام علیکم
یا السلام علیکم تو مجیب دونوں صورتوں میں سلام علیکم و السلام علیکم کہے لیکن الف لام کے ساتھ کہنا افضل ہے انتہی ولا یزید علی وبرکاتہ اور زیادہ نہ کرے
وبرکاتہ پر ... ابن عباس نے کہا کہ ہر شے کا منتہی ہے اور سلام کا منتہی برکاتہ ہے کذا فی المحیط ورد السلام وتشمیت العاطس علی الفور اور سلام کا جواب اور
چھینکنے والے کا جواب فی الفور واجب ہے ... تاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہ ہوگا بلکہ توبہ سے کذا فی الطحطاوی ویجب رد جواب
کتاب ... السلام ... اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہوا اسواسطے کہ غائب کی طرف سے خط بمنزلہ ...
کے ہے حاضر کی طرف سے کذا فی المجتبیٰ اور لوگ اس سے غافل ہیں خط پڑھ کے جواب سلام کا نہیں دیتے تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر مجلس میں دوسری بار سلام کرے
تو جواب دینا واجب نہیں ... اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلانے شخص کو میرا سلام کہہ دینا تو اسپر ابلاغ سلام واجب
یعنی اگر اسکا سلام نہ پہنچاویگا تو گنہگار ہوگا ... حدیث نقل کی جو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کی طرف سے سلام پہنچاوے
تو اسپر لازم ہے کہ پہنچانے والے کو اول سلام کا جواب دے پھر غائب کو کذا فی العالمگیریۃ یعنی یوں کہے علیک و علیہم السلام ویکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا
والا لا کما یکرہ علی عاجز عن الرد حقیقۃ کآکل ... لا یستحق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہے

اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ نہیں جیسے کہ وہ جو سلام کرنا اسیر پر حقیقۃ جو اسکو نہیں دے سکتا چنانچہ کہا شرح الا ینبغی جسکے معنی ہیں لائق ہوا اور وہ چھپا

جو اپنا پاؤں نہ شکا ... سے اور قرآن خوان اور اگر ان تینوں کو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا حق نہوگا انتہی ما فی الملتقی وقدمنا فی باب ما یفسد الصلوۃ

کراہتہ فی بضعۃ و عشرین موضعا ولا یجب رد سلام علیکم بجزم المیم اور مفسدات صلوۃ کے باب میں ہم بیس سے زیادہ ذکر کر چکے ہیں کراہت سلام ... اور جو

سلام ہیں اور یہ کہ واجب نہیں جواب دینا سلام علیکم کا بجزم میم یعنی اگر سلام کہے میم کو جزم کے ساتھ کہ تنوین اور ضمہ حذف کرے تو جواب واجب نہیں اسواسطے

کہ خلاف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہیں کذا فی الطحطاوی لیکن ظاہر اعوام جو اعراب سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنی ہیں ولو دخل لم یر احدا

یقول السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اور اگر مکان میں داخل ہوا اور کسیکو نہ دیکھا تو یوں کہے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنی ہم پر

سلام ہو اور حق تعالی کے نیک بندوں پر جو عباد صالحین ہیں وہ ملائکہ ہیں جو سلام کرنیوالے کے ساتھ ہیں اور حاضرین جنات تا غائبین ہیں کہ

سلام کرنا ہر بار کے دخول ہونے میں چاہیئے فرع سماحۃ شارح کا کہ اعطاء سائل المسجد الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کذا فی الاختیار

وفی مواہب الرحمن ان علیا تصدق بخاتمہ فی الصلوۃ فمدحہ اللہ بقولہ ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون مسجد میں سوال کرنیوالے کو دینا مکروہ ہے

اگر سائل لوگوں کی گردنوں پر قدم اٹھا کر نہ پھاندتا ہو تو اسکو دینا بقول مختار مکروہ نہیں کذا فی الاختیار وفی مواہب الرحمن ... علی

رضی اللہ عنہ نے یعنی انگوٹھی نماز میں خیرات دی سو حق تعالی نے قرآن مجید میں یوں انکی مدح کی کہ زکوۃ دیتے ہیں اور حالانکہ رکوع میں جھکے ہوئے ہیں ...

وہ نماز مسجد میں تھی تو دلیل پوری ہو گئی یا جبکہ نماز میں جو فعل حلال ہو تو صدقہ دینا جو اسکو مسجد میں ادا کرنا اولی درست ہوگا اسلام ہوا کراہت اعطاء

سائل مسجد بعلت تخطی رقاب ہے کذا فی الطحطاوی احب الاسماء الی اللہ تعالی عبد اللہ وعبد الرحمن دوست تر نام حق تعالی کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن

ہیں مسلم اور ابوداود اور ترمذی اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن مناوی نے کہا اور عبد اللہ

افضل ہے مطلقا حتی کہ عبد الرحمن سے بھی اور ان دونوں ناموں کے بعد محمد افضل ہے پھر احمد پھر ابراہیم انتہی قول المناوی طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے

روایت ہے کہ احب الاسماء الی اللہ ما تعبد بہ یعنی سب ناموں میں پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہے جس سے عبدیت ثابت ہو جیسا کہ عبد اللہ اور عبد الرحمن

کذا فی الطحطاوی وجاز التسمیۃ بعلی ورشید وغیرہما من الاسماء المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالی لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا

اولی لان العوام یصغرونہا عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمی کا نام علی اور رشید رکھنا اور انکے سوا ان اسماء سے جو مشترک ہیں خالق

اور مخلوق میں انکا تسمیہ بھی درست ہے اور ہمارے حق میں اسماء مذکورہ سے انکے غیر معانی مراد ہوتے ہیں جو حق تعالی کے حق میں مراد ہوتے ہیں لیکن انکے سوا

اور نام رکھنا ہمارے زمانہ میں بہتر ہے اسلیے کہ عوام لوگ پکارنے کے وقت اسمائے مذکورہ کو تصغیر کرکے پکارتے ہیں کذا فی السراجیۃ مثلا علی حق تعالی کے حق میں

عالی رتبہ ہر شی سے اور آدمی کے حق میں عالی رتبہ ہے اپنے ہمسروں سے اور رشید حق تعالی کے حق میں ہادی الموصل الی الہدایۃ والی کل خیر اور آدمی کے حق میں ... کا

حاصل کرنیوالا اور جو رشید اور مرشد ہو بغیر کا تعلم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمد لا بأس بان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسمی و

لا تکنوا بکنیتی قد نسخ لان علیا رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ با بالقاسم اور جسکا نام محمد ہو اسکی کنیت ابو القاسم رکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے

کہ حدیث کہ میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نہ رکھو البتہ منسوخ ہے اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی تھی ... سبب ممانعت کا

یہ تھا کہ ابا القاسم کہکر یہود پکارتے تھے پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انکی طرف التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ ہم نے اور شخص کو پکارا ... الرجل

اباہ وان تدعو المرأۃ زوجہا باسمہ انتہی بلفظہ اور یہ مکروہ ہے کہ مرد اپنے باپ کا نام لیکر اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے انتہی ما فی السراجیۃ بلفظہ ... حق

والد پر اور زوج کا حق زوجہ پر نہایت زیادہ ہے تو تعظیم اور تکریم کے ساتھ خطاب کرنا چاہیئے نام لینے میں خلاف ہے بے ادبی ہے حدیث میں وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسی کے واسطے امر ہوتا

سجدہ کرنے کا حکم ہو تا و فیہا یکرہ الکلام فی المسجد خلف الجنازۃ و فی الخلاء و فی حالۃ الجماع وزاد ابو اللیث و فی البستان و عند قراءۃ القرآن وزاد فی الملتقط و الامتنان و عند التذکرۃ فاطنک بعند الغناء الذی یسمونہ وجدا او محبۃ یعنی ہی کہ مکروہ ہی کلام کرنا مسجد مین اور جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلا مین اور جماع کی حالت مین اور فقیہ ابو اللیث نے بستان مین اتنا زیادہ بیان کیا ہی اور مکروہ ہی کلام کرنا قرآن پڑھنے کے وقت اور ملتقط مین باتباع مختار اتنا اور زیادہ کہا ہی اور وعظ اور تذکیر کے وقت کلام کرنا مکروہ ہی سو تیرا کیا گمان ہی قرآن پڑھنے کے وقت راگ کا جسکو بعضے صوفی وجد کہتے ہین یعنی جب کلام مباح وعظ کے وقت مکروہ ہوا تو غنا تو محرم و وعظ کے وقت ظلم علیٰ ظلم ہی طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا تھا فما ظنک بالغناء عند التذکیر تا تارخانیہ مین ہی کہ جمعہ کے روز نماز تک کلام کرنا مکروہ ہی مگر امر خیر مین اور بعضون نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام کرنا طلوع آفتاب تک مکروہ ہی فضل علی سائر الالسن وہو لسان اہل الجنۃ من تعلمہا او علمہا غیرہ فہو ماجور فی الحدیث احب العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اہل الجنۃ فی الجنۃ عربی یعنی زبان افضل ہی باقی زبانون سے اور بہشتیون کی زبان عربی ہی جو اسکو سیکھے اور غیر کو سکھاوے وہ ثواب پاویگا اور حدیث مین وارد ہی کہ عرب کو دوست رکھو تین وجہ سے اسواسطے کہ مین عربی ہون اور قرآن شریف عربی ہی اور اہل جنت کی زبان جنت مین عربی ہی حاکم اور جامع صغیر مین الحدیث اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہی اور یہی روایت ہی کہ انا عربی فی العرب الثلاث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہی اور حب عرب مین احادیث کثیرہ وارد ہین چنانچہ عراقی نے علیحدہ کتاب مین تالیف کی ہی از انجملہ افراد دارقطنی مین ابن عمرؓ سے روایت مرفوع ہی کہ حب العرب ایمان و بغضہم نفاق یعنی محبت عرب کی ایمان ہی اور عداوت انکی نفاق ہی اور ابو الشیخ نے ابو ہریرہؓ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور انکے باقی رہنے کو اسواسطے کہ عرب کی بقا نور کی اسلام مین اور انکا فنا ہوجانا ظلمت ہی اسلام مین کذا فی الطحطاوی و فیہا قطع النبات الرطب من المقابر یکرہ فی المختار وقیل یکرہ وقال البزدوی لو احتیج الی الکتابۃ کیلا یذہب الاثر ولا یمتہن لا بأس بہ ذکرہ المصنف فی آخر باب الوصیۃ للاقارب و قد مناہ فی الجنائز اور سراجیہ مین ہی کہ قبرون پر مٹی لگانا اور کہگل کرنا قول مختار مین مکروہ نہین اور بعضون نے کہا مکروہ ہی اور بزدوی نے کہا اور اگر کتابت کی حاجت ہوتا اثر نہ جاتا رہے اور گمنام نہو تو مضائقہ نہین اسکا ایسا ذکر کیا ہی مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب مین اور ہم اسکو باب الجنائز مین پہلے ذکر کر چکے ہین فائدہ زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہی اور کیفیت زیارت یہ ہی کہ جس طرح میت کی حیات مین قرب یا بعد سے زیارت کرتا تھا اسی طرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہ ہی کہ اپنے گھر مین دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت مین فاتحہ اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے اور اسکا ثواب میت کے واسطے مقرر کرے حق تعالیٰ قبر کو نورانی کرتا اور مصلی کو بہت ثواب ہوگا پھر قبرستان کی طرف چلے اور راہ مین بیہودہ اشتغال نہ کرے جب قبرستان مین پہونچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر کھڑا ہو اور یون کہے (السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر) اور اگر شہید ہو تو یون کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور جب میت کے واسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو کر دعا کرے پھر سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت والہٰکم التکاثر پڑھے قرآن پڑھنا قبرستان مین بلند آواز مکروہ ہی اور آہستہ پڑھنا مکروہ نہین اور زیارت کے افضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ ہین لیکن جمعہ مین نماز کے بعد اور ہفتہ مین طلوع آفتاب اور پنجشنبہ مین اول روز یا آخر روز اور اسیطرح متبرک راتون مین چنانچہ شب برات اور اسیطرح ازمنہ متبرک مین چنانچہ عشرہ ذیحجہ اور عیدین اور عاشورا ابوبکر بن ابی سعید سے منقول ہی کہ زیارت کے وقت سورہ اخلاص سات بار پڑھنا مستحب ہی جسکو روایت پہونچی ہی کہ جو سات بار پڑھے اگر میت غیر مغفور ہی تو اسکی مغفرت ہوتی ہی اور اگر مغفور ہی تو پڑھنے والے کی مغفرت ہوتی ہی اور میت کو ثواب ملتا ہی اور جو قبر پر بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر والے سے چالیس برس تک دور ہو جاتی ہی قبر پر ہاتھ رکھنا بعضون کے نزدیک درست ہی اور بعضون کے نزدیک بدعت ہی اور قبر کا ملنا اور بوسہ لینا جائز نہین کہ نصاریٰ کی عادت ہی لیکن قبر والدین کے بوسہ مین مضائقہ نہین پھولون کا ڈالنا قبرون پر درست ہی اور اگر پھولون کی قیمت کو خیرات کرے تو بہتر ہی اور اخراج شموع قبرون کیطرف بدعت ہی

نکالنا چراغون کا

زیارت قبور

الکل فی العالمگیریۃ تمنی الموت لغضب او ضیق عیش الا لخوف الوقوع فی معصیۃ ای فیکرہ لخوف الدنیا لا الدین لحدیث فبطن الارض خیر [illegible]
خلاصہ آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہے اور گناہ میں پڑ جانے کے خوف سے تمنا موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف دین [illegible]
دنیا کے خوف سے بدلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہے اسکی پیٹھ سے کذا فی الخلاصہ یعنی ایام فتنہ میں مرنا چاہیے [illegible] لا بأس
بلبس الصبی باللؤلؤ وکذا البالغ کذا فی شرح الوہبانیۃ معزیا بالمنیۃ وقاس علیہ الطرسوسی بقیۃ الاحجار کیاقوت وزمرد ونازعہ ابن [illegible] الی نقل
صریح وجزم فی الجوہرۃ بحرمۃ اللؤلؤ قلت وحمل المصنف ما فی المنیۃ علی قولہ وما فی الجوہرۃ علی قولہما وقال وقد صحوا قولہما فی [illegible] قولہما اقرب اسکے
[illegible] ثم قال المصنف وعلیہ فالمعتبر فی المذہب حرمۃ لبس اللؤلؤ ونحوہ علی الرجال لانہ من حلی النساء [illegible]
[illegible] شرح وہبانیہ میں منیۃ المفتی کی طرف منسوب کر کے [illegible] یاقوت اور زمرد کا [illegible]
[illegible] سے نزاع کیا ہے کہ [illegible] جوہرہ میں [illegible]
[illegible] کی اباحت کو جو منیۃ المفتی میں مذکور ہے امام کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جوہرہ میں حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہے [illegible]
[illegible] قول پر تصحیح دی ہے [illegible] صاحبین کا قول [illegible] کا فتویٰ دینا چاہیے
[illegible] مصنف نے کہا اور [illegible] مذہب میں [illegible] مردوں پر [illegible]
لباس الخلخال والسوار للصبی اور [illegible] کو پہنانا [illegible] مکروہ ہے [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] پاؤں [illegible]
[illegible] اور گھونگھرو [illegible] کو پہنانا درست نہیں ولا بأس بثقب اذان البنات والاطفال [illegible] کان چھیدنے میں [illegible]
کذا فی الملتقط وہم [illegible] فتاویٰ عالمگیری میں [illegible] منقول ہے لا بأس بثقب آذان الاطفال من البنات
اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے بلا انکار [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] فی الانف
[illegible] اور کیا جائز ہے [illegible] پہننا ناک چھیدکر میں نے اسکا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا [illegible] طحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں اگر [illegible] عورتیں
[illegible] ہوں چنانچہ بعض بلاد میں رائج ہے تو ان ملکوں میں ناک چھیدنا [illegible] کان کا چھیدنا درست ہے [illegible] وکرہ الذکور الا
الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذہب والفضۃ [illegible] اور مرد اور عورت کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم بنائے ہوئے سے [illegible]
چاندی کی دوات سے کذا فی [illegible] ثم قال لا بأس [illegible] السلاح [illegible] ولا بأس [illegible] ولجام [illegible] من الذہب عند ابی حنیفۃ خلافا لابی یوسف [illegible]
میں یوں کہا کچھ مضائقہ نہیں سونے چاندی کے [illegible] اور [illegible] مضائقہ نہیں زین اور لگام اور [illegible] کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک بخلاف ابو [illegible]
[illegible] ان مسائل کی تفصیل [illegible] میں مذکور ہو چکی جاریۃ [illegible] قال بکر وکلنی زید ببیعہا حل لعمرو شراؤہا ووطؤہا بقبول قول بکر ان اکبر رایہ
صدقہ کما هو ان اکبر رایہ کذبہ لا یقبل قولہ ولا یشتری منہ ولو لم یخبر [illegible] فلا بأس بشرائہ [illegible] کی لونڈی ہے [illegible] کہا کہ مجھکو زید نے
اسکے بیچنے کا وکیل کیا تو عمرو کو اسکی خرید اور قربت کرنا درست ہے [illegible] قبول کر لینے کے [illegible] عمرو کو اسکی راستی کا ظن غالب ہو [illegible]
مذکور ہو چکا اور اگر اسکے کذب کا گمان غالب ہو تو اسکے قول کو قبول نہ کرے اور نہ اس سے خرید کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو [illegible] خبر نہ کرے کہ [illegible]
کی ہے تو اسکے خریدنے میں قابض سے کچھ مضائقہ نہیں یعنی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل وطی من زفت الیہ وقال النساء ہی امرأتک
جیسے حلال ہے قربت اس عورت کی جو زوج کے پاس پہنچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے یعنی اسواسطے کہ خبر دلیل شرعی ہے [illegible] عدم
معارض وحل نکاح من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امۃ لفلان فاعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقہا وتمامہ فی الخانیۃ قلت [illegible]

نہ ہو تو وہ منع کی قید ہے مطلقا اس سے ہو جاوے اور امر مستنکر نہ ہو تو اس سے نکاح کر لینا اس عورت کے ساتھ جس نے کہا کہ میرے زوج نے
میری عدت گذر گئی یا یہ کہ فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اسنے مجھکو آزاد کر دیا بشرطیکہ مرد کے دل میں اسکی راستی واقع ہو جاوے اور اسکا
پورا بیان قاضی خان میں ہے میں کہتا ہوں خلاصہ اس مقام کا یہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہو یا مرد کے دل میں اسکی راستی جم جاوے
تو اسکے ساتھ نکاح کرنا درست ہے اور اگر عورت امر مستنکر اور غیر معلوم کی خبر دے تو اسکے نکاح پر جرات نکرے جب تک کہ اسکا حال دریافت نکرے لوگوں سے
ہر امر مستنکر چنانچہ عورت نے ایک مرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان نہ تھا تو دوسرے مرد کو اسکا قول ماننا
درست نہیں اور نہ اسکے ساتھ نکاح کرنا درست ہے اسواسطے کہ اسنے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور چنانچہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ میں
تجھ پر حلال ہو گئی تو اسکے ساتھ نکاح حلال نہیں بدون استفسار کے اسواسطے کہ بعض علما کے نزدیک مجرد نکاح کے بلا وطی زوج ثانی کے حلت ہو جاتی ہے تو شاید
اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہو کذا فی الطحطاوی فرع مسائل لکھنے والے نے کتب میں قول الشافعی کیا ہے جواب ابی حنیفہ
مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ میں مثلا شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہ کا جواب لکھے ہم یہ کہتے ہیں علما کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا
اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب کو بالعکس اسلئے اور اسکی بنا اسپر ہے کہ تقلید مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہیں اور رہی یہ کہ تقلید
مفضول کی بھی جائز ہے اور اعتقاد مذکور تو مجتہد کے حق میں ہے تابع مقلد کے حق میں اسواسطے کہ مقلد تو نجات پاتا ہے ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے
فروع میں اور اسپر ترجیح واجب نہیں کذا فی الطحطاوی واذا کتب المفتی یدین بکتب ولا یصدق قضاء ویقضی القاضی بخلافہ اور جب مفتی لکھے کہ یہ امر دیانۃ
درست ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو بھی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اسکی تصدیق قضاء نہ کرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اسکے خلاف
ہونے سے مثلا ہم شاہد کہ یہ بسبیل دوست کے ہے والا قضا وقاضی اس قول کا بہت پر موقوف نہیں مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور افتاء مفتی پر
اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحطاوی الترجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب ان لم یزد فیہ الحروف قرآن پڑھنے اور اذان کہنے میں ترجیع یعنی
ترديد صوت حلق میں خوش آوازی سے جائز ہے اگر ترجیع میں حروف زیادہ نہ ہو جاویں ہم منح الغفار میں اس قول کو صحیح نقل کیا ہے اور عالمگیری میں ہے کہ اکثر
مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہے حلال نہیں اسلئے کہ فاسقوں کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنی مغنیوں کی گنگری سے مشابہ ہے اور یہ گمان کوئی نکرے کہ ترجیع
مذکور سے لحن مراد ہے اسواسطے کہ لحن بلا خلاف حرام ہے وان زاد کرہ وتسمعہ اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہو جاوے مثلا فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ
سے واو پیدا ہو تو قاری اور مؤذن کو اور اسکی سماعت کرنے والے کو ترجیع مکروہ ہے وقولہ احسنت الحاکم ان تلک القراءۃ یخشی علیہ الکفر اور
مستمع کا یہ کہنا قاری ترجیع مذکور سے کہ کیا خوب کیا اور اگر اسکے چپ رہنے کے واسطے یہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قرات محرمہ کے واسطے
کہا تو اسپر کفر کا خوف ہے وجہ خوف کفر یہ ہے کہ اسنے حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق عبادۃ ولاحد ثلثۃ حرام لقہر
مسلم واظہار علم ونیل دنیا او مال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم میں کرنا نصرت اور تائید حق کے واسطے عبادت ہے اور تین امور میں سے کسی امر کے واسطے
مناظرہ حرام ہے مسلمان کو مغلوب کرنے کے واسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنے کے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کے واسطے حرام ہے التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ
سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول العامۃ من ضلالۃ الیہود والنصاری وعظ اور درس کہنا منبروں پر نصیحت کے اور اپنی پند پذیری کے واسطے
انبیا اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کے واسطے وعظ کہنا یہود ونصاری کی گمراہی سے ہے ہم اسی کی
طرف اشارہ ہے قرآن مجید میں فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنی الایہ قراءۃ القرآن بقراءۃ معروفۃ وشاذۃ دفعۃ واحدۃ مکروہ
کذا فی الحاوی القدسی قرآن پڑھنا مشہور اور غیر مشہور قرات سے یکبارگی مکروہ ہے چنانچہ حاوی قدسی میں ہے ہم قرات عشرہ سے زیادہ قرات شاذہ غیر مشہورہ ہے اور

جب مشہورہ اور غیر مشہورہ کا ساتھ پڑھنا مکروہ ہوا تو فقط شاذ قراءت پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہو گا کذا فی الطحطاوی علی [illegible]
فی الاصح والاصح انہ علیہ الصلوۃ والسلام لم یفعل ذلک بالسواد وقیل لا بأس کذا فی الفتاوی وکل من مع المصنف مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا سرخ [illegible] اور داڑھی میں
اگر خضاب کرے سوا جہاد کے قول اصح یہی ہے اور صحیح تر قول یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں کیا [illegible] کا خضاب کرنا مکروہ ہے
اور بعضوں نے کہا مکروہ نہیں کذا فی مجمع الفتاوی اور سب مسائل مسندہ کو شرح منح الغفار سے منقول ہیں ہاتھ پاؤں [illegible] کا خضاب کرنا مکروہ ہے
عورتوں کی مشابہت کے سبب سے بالوں کا خضاب درست ہے اگر چھوٹا لڑکا اور جاریہ کے [illegible] کے واسطے کرے [illegible]
ہوتا ہے مہندی عورت کے واسطے پیا [illegible] مہندی [illegible] ہر ایک کا قول ہے کہ ہاتھ پاؤں کا خضاب مکروہ ہے کذا فی
الطحطاوی حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور [illegible] میں [illegible] اختلاف ہے کہ [illegible] اس میں جیسا کہ ساتھ [illegible]
اس میں نے ساتذہ دہلی سے سنا کہ سیاہی کے خضاب سے جو [illegible] کا خضاب [illegible] اور اس واسطے کہ [illegible] اسی بالکل [illegible]
شہید ہو کر شام کو گیا تھا [illegible] مبارک کی [illegible] کا خضاب تھا معلوم ہوا اور وہ بھی سیاہی کروہ ہوتی ہے کی الکتب [illegible]
[illegible] الباقی [illegible] بال [illegible] اور [illegible] کلالی الانبیاء [illegible] ہر شخص [illegible]
اللہ تعالی اور اسکے فرشتوں اور اسکے رسولوں کا نام مٹایا جائے اور باقی جلا دی جائیں اور بہتے پانی میں [illegible]
زمین میں دفن کر دی جائیں اور دفن کرنا جلانے سے افضل ہے جیسے حضرت انبیاء علیہم السلام کو دفن کرنا [illegible] مکروہ [illegible]
[illegible] معروف اور معلوم بالانضباط اور [illegible] بعض [illegible] فی [illegible] الاثر [illegible] الواعظ [illegible]
مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگوں سے وہ قصہ بیان کرے جسکی کچھ اصل مشہور اور معلوم نہیں اہل روایت کے نزدیک یا انکو اس چیز کی نصیحت کرے
جسپر خود عمل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور مطلب میں کچھ زیادہ کرے یا کم کر دے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتوں کی لطیف دل نرم کرنے والی سے اور شرح
روایا قرآن اور حدیث کے فوائد کا سو وہ بہتر ہے اکثر جاہل واعظین یا دنیا پرست اور حریص کچھ الان کی عادت ہے کہ حکایات کا ذکر اور روایات موضوع
جسکی اہل حدیث کے نزدیک کچھ اصل نہیں فقط زینت اور گرمی محفل کے واسطے بیان کرتے ہیں [illegible] معلوم ہوا کہ درست نہیں مکروہ ہے اہل
کے وعظ گوئی میں یا حریص عالم کے بیان میں اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہیں والاصل مشارکۃ اہل محلۃ فی اعطاء النائبۃ لکن فی زماننا اکثرہا بالظلم
[illegible] و [illegible] وان [illegible] مشارکت اپنے اہل محلہ کی اس مال کے دینے میں جسکو حاکم مقرر کر لیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے
زمانہ میں اکثر نوائب ظلم ہیں سو جو شخص کہ اسکے دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہے تو بہتر ہے اور اگر دے تو عاجز ہونے کے سبب دینا چاہیئے یعنی اگر اہل محلہ
سے نکال سکے عاجز ہو تب دے سکے دفع کرنا اپنی ذات سے اس وقت درست ہے جبکہ اسکا حصہ غیر پر نہ ڈالا جائے فتاوی عالمگیری میں [illegible]
اگر شخص پر ناحق تصور باندھا گیا تو اسکو ٹالنا اپنی ذات پر سے درست ہے بشرطیکہ باقی لوگوں پر اسکا حصہ ڈالا جائے اور افضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع کر کر
[illegible] میں اہل محلہ کے شریک رہے کذا فی الطحطاوی لیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وہو الاوسع صاحب حق کو جائز نہیں کہ
[illegible] حق کو اور غیر جنس کے لینے کو شافعی نے جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے کہ اختیار حق میں ہم لیتے اگر مثلاً ایک شخص کے درم ہیں کہ وہ
[illegible] اور اس سے وصول نہیں اور وہ اسکے چاول پاوے تو اسکو لینا درست نہیں اسواسطے کہ اسکے [illegible] غیر جنس میں [illegible]
دراہم اور دینار ایک جنس ہیں تو اگر درم کے بدلے دینار لے تو درست ہے معلم طالب من الصبیان اشیاء [illegible] بعضہا اولا [illegible] لانہ
[illegible] الاباء [illegible] معلم نے لڑکوں سے فرش کتب کی چٹائیوں کے واسطے [illegible] طلب کیے سو جمع کیے تحصیل کر کے کچھ پیسوں سے چٹائیاں خرید کیں

اور کچھ پیسے اسکو ... اسکو یہ درست ہی اسواسطے کہ اس طرح کا دینا لڑکون کے باپون کی طرف سے تملیک ہی معلم کو جیسے طحطاوی نے کہا کہ یہی قائل ہوا ہی کہ معلم جنتر کو بول کر
خریدین بغیر کیل کے بعد ... ان کا لینا درست نہیں کہ خیانت ہی لا بأس بوطی المنکوحۃ بحضرۃ الامۃ دون عکسہ کچھ مضائقہ نہیں منکوحہ کی قربت کرنے مین لونڈی کے
سامنے نہ بالعکس اسکے یعنی لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہین ہم سمجھتے ہین یہ مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہوا اور قبل اسکے محمد کا قول یون ذکر کیا ہی کہ دو
لونڈیون یا دو عورتون کا جمع ... ایک فرش پر اور ایک کی قربت دوسرے کے سامنے مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی ظاہر کراہت کا قول معتمد ہی اسواسطے کہ
اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوحہ ... لونڈی کو درست ہی لیکن لونڈی کو منکوحہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجد لقطۃ لا بأس بالانتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی وہ
چیز پائی جسکی کچھ قیمت نہیں اور اس سے فائدہ لینا درست ہی یعنی بلا اجازت مالک کے ولوالجیۃ وہو غنی تصدق بہ اور اگر اس چیز کی کچھ قیمت ہی اور پانے والا
غنی ہی اور مالک معلوم نہین تو اسکو خیرات کردے لا بأس بالجلوس فی بیت فیہ مصحف للبلی سے کچھ مضائقہ نہیں جماع کرنے مین اس کوٹھری یا دالان کے
اندر جسمین مصحف رکھا ہی یہ جائز ہوا بسبب تکلیف اور دقت کے ہم سمجھتے ہین اسی طرح مطلق مذکور ہی اور قنیہ مین یہ قید مذکور ہی کہ مصحف مستور ہو اور اگر
او لوہیت پر نظر کیجیے تو منافات داخل ہوجاتے لا ترکب مسلمۃ علی السرج للحدیث ہذا لو للتلہی ولو لحاجۃ غزو او حج او مقصد دینی او دنیوی لا بد لہا منہ
فلا بأس بہ سواری نہ کرے مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہ عدم جواز اسوقت ہی جب لہو لعب تماشے منظور ہو سوار ہونے سے اور اگر جہاد
یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لیے جو اسکو واسطے ضروری ہو سوار ہو تو مضائقہ نہین ہم حدیث
نا کر طحطاوی مین یون مذکور ہی کہ الحسن اللہ الفروج علی السروج التغنی بالقرآن ولم یخرج بالحاذعن قدر صحیح فی العربیۃ مستحسن قرآن پڑھنا خوش آوازی
او سبب الحان نخارج ہو گیا اس مقدار سے جو زبان عرب مین صحیح ہی تو وہ خوب ہی ہم قرآن مین خوش آوازی والحان کب درست ہی جبکہ قواعد موسیقی
کی رعایت نہ لینے راگ اور راگنی کو دخل نہ دے لیکن حسن صوت طبعی مستحسن ہی نہ صناعی جسمین حروف اور حرکات و سکنات مین تغیر ہوجاتا ہی ذکر اللہ
من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اولی من قراءۃ القرآن ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہی قرآن کے پڑھنے سے تستحب القراءۃ عند الطلوع
والغروب اور مستحب ہی قرأت قرآن کی طلوع یا غروب کے وقت ہم فتاوے عالمگیری مین غرائب سے منقول ہی کہ طلوع آفتاب اور ان اوقات مین نہین
نماز درست نہین درود پڑھنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑھنا بہتر ہی قرآن کے پڑھنے سے اور سلف ان اوقات مین تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہین پڑھتے
انتہی تو شاید یون کہنا حق تھا کہ طلوع یا غروب کے وقت قرأت مستحب نہین یا ذکر مستحب ہی ان اوقات مین کذا فی الطحطاوی لا بأس للامام عقیب الصلوۃ
بقراءۃ آیۃ الکرسی وخواتیم سورۃ البقرۃ والاخفاء افضل مضائقہ نہین امام کو نماز کے بعد آیۃ الکرسی یا آمن الرسول کے پڑھنے مین بلند آواز سے اور
چپکے پڑھنا انکا افضل ہی قراءۃ الفاتحۃ بعد الصلوۃ جہرا للمہمات بدعۃ قال استاذنا لکنہا مستحسنۃ للعادۃ والآثار سورہ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے بعد
پکار کے رفع حاجات کے واسطے بدعت ہی ہمارے استاذ یعنی بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہی بسبب عادت سلف کے اور بسبب وارد ہونے اخبار
اور آثار کے ہم فتاوے عالمگیری مین اس مسئلہ مین تفصیل واقع ہی یعنی اگر اس نماز کے بعد سنت ہو جیسا کہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورہ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہی
اور نہین تو مکروہ نہین انتہی یعنی اسواسطے کہ فرض اور سنت مین سوائے اللہم انت السلام یا اوراد کا ماثورہ کے فصل کرنا نہ چاہیے الرشوۃ لا تملک بالقبض
رشوت ملک نہین ہوجاتی قبضہ کرنے سے مرتشی کے یعنی راشی کو اسکا پھیر لینا درست ہی ہم اگر حاکم کو تحفہ دیا اسواسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کرے
رشوت لینے والا ۱۲ رشوت دینے والا ۱۲
تو یہ رشوت ہی ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اسکا کام نکال دیا تو بعد کار برآری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہی اور کام برآری سے پہلے اسکا طلب
کر لینے سے ہدیہ حرام ہی اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہی اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہی اور شاگردون کے تحفہ قبول کرنے مین اختلاف ہی مشائخ کا
کذا فی الطحطاوی عن المحیط لا بأس بالرشوۃ اذا خاف علی دینہ کچھ مضائقہ نہین رشوت دینے مین جبکہ آدمی اپنے دین پر خوف کرے ہم یا اپنا خو

مال کسی کو رشوت دے تو یہ دینے والے کے حق میں رشوت نہیں جیسا کہ شامی میں ہے ایک مرد ایک گاؤں میں رہتا ہے اور اُسمیں ظالم [illegible] وہ اُس ظالم کو

ہدیہ یا سلامی یا تحفہ دیتا ہے دفع ظلم کے واسطے تو درست ہے والنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ [illegible] المؤلفۃ قلوبھم [illegible]

دلیل اس کی یہ ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شاعروں کو اور جنکی زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے [illegible] عطا فرماتے تھے اور

[illegible] اور سب کا حصہ مقرر ہو تا ہے مال زکوۃ سے ایسے مسائل کی دلیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے ہم مؤلفۃ القلوب [illegible] روساء کفار تھے جنکو زکوۃ کا

[illegible] تالیف قلوب کے واسطے دیا جاتا تھا اسلام میں [illegible] ابل [illegible] الامام حسن [illegible] کچھ قوت زیادہ ہے [illegible] کے واسطے جمع کر یا تو [illegible]

[illegible] امام [illegible] اور حرام مال سے وہ مال مراد ہے جو بلا حق [illegible] لیا جاوے

چاہئے نمک اور گھاس اور پانی اور کھانا نہیں ہم [illegible] وہ اصلی مباح ہیں سب آدمی [illegible] لیکن جب آدمی نے کسی [illegible] اُسکے کہنا ان سے

[illegible] تو وہ اُسکا مالک ہو جاتا ہے تو اب اُسکو بیچنا درست ہے [illegible] قال [illegible] ان [illegible]

[illegible] اور منجملہ اُس مال حرام کے وہ مال ہے جو کہ غازی یا شاعر [illegible] شعر کوئی [illegible] اور [illegible] لیتا ہے [illegible]

[illegible] یعنی کھیل کی بات خرید کرتا ہے [illegible] مراد وہ غازی [illegible] لہو الحدیث سے وہ مراد ہے [illegible]

[illegible] احادیث بے اصل اور قصے [illegible] اور مضاحک اور فضول کلام یہ آیت نضر بن حارث کے حق میں اتری وہ سوداگری کو [illegible]

[illegible] اور وہاں سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد تمسے عاد اور ثمود کا قصہ بیان کرتے ہیں اور میں تمسے [illegible]

قصہ ذکر کرتا ہوں تو کفار اُسکی حکایات سننے اور قرآن کی سماعت ترک کرتے تب یہ آیت اتری و اصحاب معازف [illegible] اور [illegible]

[illegible] اور حرام ہے وہ مال جسکو باجوں کے بجانے والے لیتے ہیں اور قمار اور غیبی خبر بتانے والا اور [illegible] سے بدن کی گودنے والی لیتی ہے

اور مال حرام کی فروع اور شاخیں بہت ہیں ہم از انجملہ اجرت [illegible] یعنی اُس عورت کی اجرت جو دوسری عورت کے دانت گھسکر باریک کرے اور [illegible]

[illegible] عقد نکاح کا ہو کر کچھ مال لے اور جو شخص دوسروں میں صلح کروا کے مال لے اور شراب اور مسکرات کا ثمن اور جو مال کہ جانوروں کی جفتی پر لیا جاوے اور [illegible]

مردار اور درندوں کی کھال کی قیمت قبل از دباغت اور خنزیر اور شطرنج کرکے جام [illegible] لگانے والے کی اجرت یہ سب مال حرام ہیں کذا فی الطحاوی [illegible]

[illegible] ونحوہ جائز لہ الرفع کل شیئ [illegible] فضل [illegible] یا خبیث اور مانند اسکے کوئی کام سخت تو جناب طالب کو بہتر ہے کہ آس کا [illegible]

ہو گا [illegible] ہے اور ترک اسکا افضل یعنی بہتر افضل ہے جواب دینے سے کہ قول [illegible] ان [illegible] حتی [illegible] نفاق اوحمق [illegible]

سے کسی نے سوال کیا کہ کیا تو روزہ دار ہے تو اُسکا یوں کہنا کہ دیکھنا چاہیے مکروہ ہے اس واسطے کہ یہ نفاق ہے یا احمق اور جہالت ہم یعنی یہ منافقین کا طریقہ ہے [illegible]

کہ اپنے حال کو چھپاتا ہے بلکہ یوں جواب دینا بہتر ہے کہ ہاں میں روزہ دار ہوں اس واسطے کہ صوم میں ریا کو دخل نہیں کذا فی [illegible] الاطفال و [illegible] لا یوصی

[illegible] اس شخص کے چھوٹے لڑکے ہوں اور تھوڑا مال ہو وہ نفل وصیت نہ کرے ہم لیکن اگر مریض پر صلوات اور کفارات ہوں تو حاضرین کو چاہیے کہ مریض سے

بطریق احسن وصیت کراویں مگر یہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہ جو حدیث ہے کہ اپنے بیماروں سے وصیت کا امر کرو تو مطلب اُسکا یہ ہے کہ بیمار اپنی

اولاد اور عیال اور دوستوں کو جمع کرے اور حمد الٰہی بجا لاوے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اُسکی گواہی دے کہ بہشت

اور دوزخ اور قیامت کا آنا حق ہے پھر اولاد سے کہے کہ تم کسکی عبادت کرو گے میرے بعد پھر اُنکو ایمان کی وصیت کرے اور اُنسے کہے کہ

مرد اگر مسلمان [illegible] جیسے حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی پھر اسکے بعد جو چاہے وصیت کرے کذا فی [illegible]

یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اُسپر ہوں اُنکی وصیت ایسی کرنا جاہیے وصیت ایمانی [illegible] اس واسطے کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ مسلمان کو

چاہیے کہ [illegible] نہ زیادہ وضیعت میں تاخیر کرے من حملا و لعماد قی بیدای بہ الناس لا لیا قہ بہا اسد العباد وۃ والا ثیاب بہا فیحل ہذا
فی الفرائض وعند الفقیر فی النوافل فقد یسمی الریاء ولا یدخل الفرائض جو شخص نماز پڑھتا ہو یا زکوٰۃ اور خیرات دیتا ہو لوگوں کے دکھانے کے واسطے
تو اس نماز ریائی کے سبب سے اسپر عذاب نہوگا اور نہ اسکو اسکا ثواب ملیگا بعضوں نے کہا کہ یہ عدم عقاب اور ثواب فرائض میں ہے نہ نوافل میں
اور ریا ہوتی ہے اسکو نوافل [illegible] واسطے بھی عام کہا ہے فقہا نے اس قول کی دلیل ہے کہ ریا فرائض میں داخل نہیں ہوتا ہم شارح کو یہ کہنا بہتر تھا وخصہ الزاہدی
بالنوافل اسواسطے کہ زاہدی کی [illegible] ت مجتبیٰ میں ہے و لکن نص فی الواقعات ان الریاء لا یدخل فی الفرائض فتعین النوافل انتہی تو اس صورت میں تفصیل
ظاہر ہوا و تعمیم میں طاہر نہیں کذا فی الطحاوی و تزول الرجل [illegible] علے ہیئۃ عزل الامراۃ یا رہ وہ کا تشابہ مرد کا عورت کی ہیئت اور وضع پر مکروہ ہے اسواسطے کہ
مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورت کو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہیں اور حدیث میں اسپر لعنت وارد ہے یکرہ للمراۃ سور الرجل و سور ہا للعورت کو مرد کا جوٹھا
اور مرد کو عورت کا جھوٹھا کروہ ہے ہم مراد جھوٹھا پانی ہے عورت غیر حلال کا اور یہ کراہت وجہ سے تلذذ کے ہے و الا ظاہر اگر وہ نہیں اسکا تحریر کرنا چاہیے کذا فی
الطحاوی و لہ ضرب زوجتہ علے ترک الصلوٰۃ علے الاظہر اور شوہر کو جائز ہے مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چھوڑنے پر یہ ظاہر مذہب ہے کہ ہم اور بعض علما
اپنی والد اور یتیم کا مارنا ترک صلوٰۃ پر جائز ہے کذا فی المجتبیٰ لا یجب علے الزوج تطلیق الفاجرۃ زوج پر واجب نہیں طلاق دینا حرامکار زوجہ کا طحطاوی نے
کہا فجور زنا وغیرہ کو شامل ہے لا یجوز الوضوء عن الحیاض المعدۃ للشرب فی الصحیح جائز نہیں وضو کرنا ان حوضوں سے جو پینے کے واسطے بنائے گئے ہیں قول
صحیح میں ہم لیکن وضو کے حوضوں سے پینا درست ہے و یمنع من الوضوء منہ و فیہ اور پانی پینے کے حوض سے پانی لیکر وضو کرنا اور خود حوض میں وضو کرنا
منع کیا جاوے و حمل الماء الیٰ ماذونا بہ جائز والا لا اور اس حوض سے پانی لانا اپنے اہل و عیال کے پینے کے واسطے اگر مالک کی اجازت ہو لیجانے کی
تو درست ہے اور نہیں تو جائز نہیں الکذب مباح لاحیاء حقہ و دفع الظلم عن نفسہ والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال و ہو الحق قال تعالیٰ قتل الخراصون
الکل من المجتبیٰ جھوٹ بولنا اپنے حق کے ظاہر کرنے کے واسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کے واسطے مباح ہے اور کذب سے مراد تعریض ہے یعنی کنایات
تصریح اسواسطے کہ عین کذب حرام ہے صاحب مجتبیٰ نے کہا اور یہی قول حق ہے کہ کذب سے تعریض مراد ہے نہ عین کذب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جھوٹھ بولنے والے
کیے گئے یہ سب مسائل یعنے مسئلہ ہم کتب غیر معتقدہ سے یہاں تک مجتبیٰ سے منقول ہیں و فی الوہبانیۃ قال و للصلح جاز الکذب او دفع ظالم او اہل الترضے
والقتال لیظفر اور وہبانیہ میں کہا جھوٹھ بولنا درست ہے صلح بین المومنین کے واسطے یا دفع ظالم کے واسطے اور زوجہ سے جھوٹ بولنا درست ہے تا وہ راضی رہے
و حفت میں شاد ہوے اور لڑائی میں کذب درست ہے تا فتح حاصل ہو ہم شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے مرا یعنی مراد ہے نہ کذب خالص و یکرہ فی الحمام تعمیر
خادم و من شار تنویر اقتالو ایضرو اور حمام میں خدمتگار کا دابنا اور حجامت کرنا مکروہ ہے اور بعد چاہیے نورہ لگانا تو علما نے کہا ہے کہ اپنے ہاتھ سے نورہ لگاوے
ہم کپڑے سے حجامت کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے اور بضرورت درست ہے اور بلا حیلولت ثوب ران پر حجامت کروانا حرام ہے چنانچہ جاہلوں کی عادت ہے سو حرام ہے کذا فی
شرح الوہبانیہ و یفسق معتاد المرور بجامع و من علم الاطفال فیہ و یوزر اور عادت گرفتہ مرور در جامع مسجد فاسق ہے اور اسے معلم جو معلم کہ اسمیں لڑکے
پڑھاوے اور وہ گنہگار ہے ہم شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے فسق نہیں کہا ہاں اسکو گناہ کہا ہے تو ناظم کے کلام کی یوں توجیہ ہو سکتی ہے کہ جب
اسنے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہو گیا و من قام اجلالا للشخص فجائز و فی غیر اہل العلم بعض یقرر اور جو کھڑا ہو گیا کسی شخص کی تعظیم و تکریم کے واسطے تو جائز ہے
اور بعضے علما غیر اہل علم میں اسکو ثابت رکھتے ہیں ہم شخص سے مراد مسلمان ہے نہ کافر اسواسطے کہ اسباب میں مذکور ہو چکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہیں
اور بعضوں کے نزدیک قیام اہل علم کے واسطے مخصوص ہے چنانچہ قنیہ میں ہے و جوز نقل المیت البعض مطلقا و عن بعضہم ما فوق میلین یحظر اور بعض علما نے
میت کا نقل کرنا جائز کہا ہے مطلقا خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہا سے منقول ہے کہ دو میل سے زیادہ جائز نہیں ہم طرسوسی نے ذکر کیا کہ میت کو

مستحبا لیجاء نادر وقیل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہے بلا خلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حرام ہے بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا [illegible]
وقیل سے زیادہ اختلاف ہے بعضون کے نزدیک مطلقاً جائز ہے قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ میت سے [illegible] میت کی ہو یا زکی ہو
عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ یہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اسپر مطلع نہیں علما کے کلام سے اور ظاہر اطرسوسی کا کلام حق ہے [illegible] التسمین لا فرق بینہما
ومن ذکرہا التعویذ للحب تحفہ اور زوجہ کا اپنا بدن موٹا کرنا مقوی طعام کھا کر درست ہے بشرطیکہ سودگی سے زیادہ نہ کھائے اور زوجہ کا تعویذ
لکھوانا زوج کی محبت کے واسطے ممنوع ہے تسمین زوجہ بشرط رضا سے زوج جائز ہے خانیہ میں ہے کہ ایک عورت آیا [illegible] تعویذ لکھوالتی ہے تا اسکا زوج
اسکو چاہے اور اسکی طرف سے نفرت چھوڑدے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے کہ یہ حرام ہے حلال نہیں انتہی ابن وہبان [illegible] توجیہ اسکی یون بیان کی ہے کہ یہ ایک
طرح کا یہی سحر ہے اور سحر حرام ہے ویکرہ ان تسعی لاسقاط حملہا ویجوز لعذر حیث لا یتصور اور عورت کا دوا پینا اپنے حمل کے اسقاط کے واسطے مکروہ ہے
اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہے بشرطیکہ حمل کی صورت نہ بنگئی ہو اور حمل کا گرانا بلا عذر مباح نہیں اور عذر سے درست ہے بشرطیکہ صورت نہ بنگئی ہو
اور اسقاط یہ ہے کہ مثلاً عورت لڑکے کو دودھ پلاتی ہے اور حمل رہنے سے دودھ جاتا رہا اور اسکے زوج کو دایہ رکھنے کی قدرت نہیں ہے اور بالاک ہلاک کا خوف ہو
تو اس صورت میں حمل کا گرا دینا علاج وغیرہ سے درست ہے جبتک حمل کے اعضا نہ بنگئے ہوں وان اسقطت میتا ففی السقط غرۃ لوالدہ عاقلۃ
الام عشر اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے مردہ لڑکا گرا دیا تو جنین میت کے باپ کے واسطے ان کی برادری سے غرہ حاضر کیا جاوے غرہ نیم
عشر دیت یعنی پانسو درہم سے ہے جو ایک سال کے اندر لیا جاوے اور اگر عورت کی برادری نہو تو عورت کے مال سے لیا جاوے اگر عورت زندہ گرادیا
وہ مر گیا تو عورت کی برادری سے خونبہا ہے تین سال کے اندر اور اگر برادری نہیں تو عورت کے مال سے لیا جاوے کذا فی الطحطاوی وفی یوم عاشوراء ویکرہ کحل
ولا بأس بالمعتاد خلطا ویوجر اور یوم عاشوراء یعنی محرم کی دسوین تاریخ سرمہ لگانا مکروہ ہے اور کچھ مضائقہ نہیں جلدی سرمہ کی عادت ہے اور ثواب ہے [illegible] القاری
الکحل جائز لفعل رسول اللہ [illegible] اور بعضون کے نزدیک یوم عاشوراء کو سرمہ لگانا جائز اور مختار ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب [illegible]
وجہ کراہت سرمہ یہ ہے کہ علامت ہے دشمنان اہلبیت نبوت کی اسواسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے سرمہ لگایا تھا اور دوسری روایت
یہ ہے کہ اثمد کا سرمہ لگایا تھا قتل امام کی فرحت سے قنیہ میں ہے کہ خلاصہ میں یوم عاشوراء کوئی اثر قوی وارد نہیں لیکن [illegible] نہیں [illegible] موضوع ہے
وسع اللہ علیہ سائر سنتہ تو لوگوں نے اسی سے وسعت طعام کی عادت کی ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ وسفر السعادۃ فیروزآبادی میں ہے کہ آنحضرت [illegible] یوم عاشوراء
ثابت ہوا وسائر احادیث فضل عاشوراء اور فضل صلوۃ وانفاق وخضاب اور ادہان واکتحال وطبخ حبوب وغیر ذلک کے موضوع ومفتری ہے ائمہ حدیث نے کہا کہ حسین [illegible] سرمہ لگانا بدعت
قاتلین حسین کی ایجاد ہے شیخ عبدالحق دہلوی نے ترجمہ سفر السعادۃ کی شرح صراط المستقیم میں کہا کہ احادیث فضل عاشوراء اور وقوع وقائع عظیمہ جیسے قبول توبہ آدم و رفع ادریس آسمان پر
اور نجات ابراہیم کی آتش نمرود سے اور ٹھیرنا نوح کی کشتی سے اور آنا توریت کا موسی پر اور فدیہ اسمعیل کا اور نکلنا یوسف کا قید خانہ سے اسیطرح اور وقائع انبیاء علیہم السلام کے
محدثین کے نزدیک موضوع اور باطل ہیں تکثیر طعام میں عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہیں کہ [illegible] طرق سے ضعف نقصان ہو سکتا ہے حافظ زین الدین عراقی نے اپنی امالی
میں طریق بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسع علی عیالہ واہلہ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنتہ اور کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بعضون کے نزدیک
حسن ہے اور دوسرے طریق سے بعضون کے نزدیک صحیح ہے الحاصل [illegible] فرقہ میں ہے کہ اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ اس روز میں بدعات روافض سے جیسا نوحہ گری
وغیرہ سے اجتناب کریں اسیطرح بدعات نواصب اور دشمنان اہلبیت سے پرہیز کریں چنانچہ اس دن میں دعا کرنا اور اظہار فرحت اور آرایش
کرنا سرمہ لگانا خضاب کرنا ثیاب جدیدہ پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک کہ نہ حدیث صحیح سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے اور نہ چاروں اماموں سے اور
نہ کسی کتاب معتبر میں وارد ہے انتہی ما فی صراط المستقیم مختصرا وضرب عبد الغیر جائز بامرہ وما جاز فی الاحرار والاب بامرہ اور غیر کے غلام کو مارنا اسکے

حکم ... نہیں اور اسکا مارنا اگرچہ باپ امر کرے اپنے طفل کے مارنے کا اور معلم کا مارنا تعلیم کے لئے جائز ہے بسبب مصلحت کے بسبب سفر یا الی کے کہا ... ہو ہاتھ سے اسے نہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا امر حسن ہے جبکہ قاضی عادل اور حجت طرفین کا مشاہدہ ہو اور اس زمانہ میں فقط قاضی کے حکم پر اعتماد کرنا چاہئے کذا فی الطحطاوی والثواب فی ذکر القرآن تعلمہ او قراءۃ وقال الثواب للطفل المعلم کبیر ہو اور قرآن کے پڑھنے سے قرآن کی سماعت میں زیادہ تر ثواب ہے اور علما نے کہا ہے کہ طفل کا ثواب طفل ہی کے واسطے مخصوص ہے کہ استماع قرآن کا ثواب پڑھنے سے اسواسطے زیادہ ہے کہ استماع واجب ہے اور پڑھنا مستحب ہے اور عبادات طفل کا طفل ہی کو ثواب ہے اور اسکے باپ کو تعلیم کا ثواب ہے ودر مختار باقی الذکر افضل من الصلوۃ النفل او قرءۃ العلم افضل من الصلوۃ والنطوع اور کہنا باقی قرآن کا افضل و مقدم ہے نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا یعنی علم مفترض کا مقدم ہے باقی قرآن کے سیکھنے سے ھ اسواسطے کہ تعلیم جمیع قرآن فرض کفایہ ہے اور تعلیم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور اشتغال بفرض عین اولے ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم باقی قرآن کا افضل ہے اس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہے فقد کر ہو والله اعلم ونحوہ للاعلام ختم الدرس حین یقرء اور البتہ فقیہوں نے مکروہ کہا ہے والله اعلم کہنے کو اور مانند اسکے جیسا کہ درود پڑھنے کو انتظام درس کے اعلام کے واسطے وقت مقرر کرنے کو ہم وجہ کراہت یہ ہے کہ اسنے اس لفظ کو بے محل صرف کیا یعنی وسیلۂ اعلام اور اطلاع کا قرار دیا اسی طرح اگر ایک شخص محفل میں آیا اور اسنے کہا یا الله مثلاً تاکہ اہل مجلس اسکے آنے سے خبردار ہوں اور اسکے لائق بیٹھنے کی جگہ دیں اور تعظیم کریں یا جھک کہیں یا یون کہے لا اله الا الله اور مانند اسکے تا لوگ اسکے جاگنے اور جو کچھ باری سے آگاہ ہوں تو یہ سب مکروہ ہے اسواسطے کہ ذکر مقصود نہیں ہاں اگر دو قصد مجتمع ہوں یعنی اعلام بھی اور ذکر بھی تو مقصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الطحطاوی فائدہ طحطاوی نے کہا کہ طرسوسی اور طرابلسی مجتمع ہوے اور حلال روزی میں گفتگو کرنے لگے کہ اب دنیا میں سے کچھ باقی ہے تو طرابلسی نے کہا کہ حصول حلال کے دس میں حق تعالی انھیں سے وسعت کرتا ہے اپنے بندوں میں اول تجارت بشرط صدق دوسرا کوئی ۲ اجارہ بشرط خیرخواہی مالک سوم ہدیہ اور تحفہ برادرانی کا چہارم میراث اصل میں سبب یعنی جس مورث نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ میں پیدا ہوا یعنی غلہ خودرو ۶ خمس غنیمت کا جبکہ عدل اور انصاف سے اسکی قسمت ہوئی ہو ۷ لشکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کے وقت ۱۰ احیاء موات تو طرسوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے تفتیش ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المہمات ہے اور دہ اسی موقع پر مقدم ہے والله اعلم واستغفر الله الکریم

کتاب احیاء الموات

یہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل میں اور موات بفتح و ضم میم بروزن حیات و فرات وہ زمین ہے جسکا کوئی مالک نہیں اور احیاء یعنی زندہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ زمین غیر مزروع زراعت کے لائق ہو جاوے یعنے ویران زمین آباد ہو جاوے اسواسطے کہ ہر چیز کی حیات اس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہے تعلق مناسبۃ الی فیہ ما یکرہ وما لایکرہ شاید کہ مناسبت اس کتاب کی کتاب الکراہیۃ سے یہ ہے کہ اس کتاب میں وہ حکم ہے کہ مکروہ ہے اور وہ حکم بھی ہے جو مکروہ نہیں الحیاۃ نوعان حاسۃ ونامیۃ والمراد ہہنا النامیۃ حیات دو قسم ہے حاسہ یعنے جس سے حس و حرکت حاصل ہو اور نامیہ یعنی جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہاں مراد حیات نامیہ ہے نہ حاسہ وسمیت مواتا لبطلان الانتفاع بہا اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اسکی انتفاع کے تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ھم عدم انتفاع کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں زمین ڈوب گئی یا پہنچنے کا پانی وہاں نہیں یا جنگل ہو گیا وغیر ذلک من موانع الانتفاع واحیاؤہ ببناء او غرس او کرب او سقی اور احیاء موات یعنے زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا جوتنے یا سینچنے سے اذا احیی مسلم او ذمی ارضا غیر منتفع بہا ولیست بمملوکۃ لمسلم ولا ذمی فہی مملوکۃ لہ فمن احیی مواتا فہی لہ یعنی مالکہا فی اللقطۃ یتصرف فیہا الامام ولو ظہر مالکہا ترد الیہ ویضمن نقصانہا ان نقصت بالزرع وہی بعیدۃ من القریۃ اذا صاح من باقصی العامر وہی جبری العموت بنزاعیۃ لا یسمع بہا صوتہ ملکہا عند ابی یوسف وہو المختار کما فی المختار وغیرہ جبکہ مسلمان

یا ذمی آباد کرے اس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ کسی مسلمان یا ذمی کی ملک نہیں اور وہ دور واقع ہو کہ اس میں …
آبادی پر ہو یعنی بلکہ وہ شخص بلند آواز سے ہو کذا فی البزازیہ تو اس زمین تک اسکی آواز نہ سنائی دے تو وہ آباد کرنے والا مسلمان یا ذمی اس زمین کا مالک ہو جاتا ہے
امام یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے چنانچہ مختار وغیرہ میں صحیح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اسکا مالک
معلوم نہو تو وہ لقطہ یعنے لاوارث مال ہے اسمین بادشاہ اسلام تصرف کرے بعد اگر بعد اسکے اسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اسی کو پھیر دیجاے اور اسکے
نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین میں کچھ نقصان ہو گیا ہو اور زمین مذکور کا آباد کرنے والا مالک ہوگا اگر مسلمان ہے تو اسپر عشر واجب ہوگا
اور اگر ذمی ہے تو خراج واجب ہوگا اور اگر خراج کے پانی سے اسکو سینچے گا تو اسکو اختیار ہوگا کذا فی الاختیار و اعتبر محمد عدم ارتفاق اہل القریۃ بہ و بہ قالت الثلثۃ
قلت وہذا ظاہر الروایۃ و بہ یفتی کما فی زکوۃ الکبری ذکرہ القہستانی وکذا فی البرجندی عن المنصوریۃ عن قاضی خان ان الفتوی علی قول محمد
من الشرنبلالیۃ لیعلم بذکر ذلک فلیحفظ اور امام محمد رح نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اس زمین کی طرف معتبر کیا ہے یعنی موات وہ زمین ہے جو ملک نہو جسکی اہل قریہ
منتفع نہوتے ہوں خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا میں کہتا ہوں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسپر فتوی ہے چنانچہ فتاوی کبری کی کتاب الزکوۃ میں ہے
ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور برجندی میں ہے عن منصوریہ عن قاضی خان کہ محمد رح کے قول پر فتوی ہے تو شرنبلالیہ سے تعجب ہے کہ اسنے کیوں بیان کیا اور اسکو
یاد رکھنا چاہیے … فتاوی قاضی خان میں ہے کہ صحیح تر قول موات میں وہ ہے کہ اگر انتہا سے آبادی کے کوئی آدمی کھڑا ہو کر … چلاوے تو جہاں آواز پہونچے …
موات ہے اور جہاں تک آواز پہونچے وہ آبادی کے لوازم سے ہے کہ وہاں تک مواشی چرانے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے … فتاوی قاضی خان کی اور کتاب …
قول پر فتوی بیان کیا ہوگا واللہ اعلم ان اذن الامام فی ذلک فقالا یملکھا بلا اذنہ احیاء موات … کا مالک اسکا ہو جاتا ہے اگر امام نے اسکو آباد کرنے کا حکم دیا ہو
اور صاحبین نے کہا کہ اسکا مالک ہو جاتا ہے بدون اسکے حکم کے بھی وہذا لو مسلما فلو ذمیا شرط الاذن اتفاقا اور یہ یعنی اشتراط اذن امام اور عدم اشتراط … جبکہ وہ …
اور اگر آباد کرنے والا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام اور صاحبین کی شرط ہے و … یملکھا اصلا اتفاقا قہستانی اور اگر آباد کرنے والا …
تو زمین کا اصلا مالک نہ ہوگا بالاتفاق کذا فی القہستانی … کما بعد الاحیاء … غیرہ فالاول احق بھا فی الاصح اور اگر آباد کرنے والے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنے کے …
اور غیر شخص نے اسکو بویا تو پہلا شخص اسکا زیادہ تر حقدار ہے صحیح تر قول میں ولو احیی ارضا میتۃ ثم احاط الاحیاء بجوانبہا الاربعۃ من اربعۃ نفر علی التعاقب
تعین طریق الاول فی الارض الرابعۃ اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اسکے چاروں طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار شخصوں کے آباد کرنے
سے علی التعاقب … تو پہلے آباد کرنے والے کی راہ چوتھی زمین میں متعین ہوگی … اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اسکی راہ مقرر کرنے میں
ہر طرف سے اسکو اختیار ہے اور اگر جوانب اربعہ میں چاروں شخصوں نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جس طرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریہ
ومن حجر ارضا ای منع غیرہ منہا بوضع علامۃ من حجر او غیرہ ثم اہملھا ثلث سنین دفعت الی غیرہ وقبلھا ہو احق بھا وان لم یملکھا لانہ انما یملکھا
بالاحیاء والتعمیر لا بالتحجیر اور جسنے روک ڈالا زمین کو یعنے غیر کا تصرف وہاں سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھکے پھر اسکو چھوڑ دیا تین سال تک
تو وہ زمین غیر شخص کو دیجاے آبادی کے واسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اسکا حقدار ہے اگرچہ وہ اسکا مالک نہیں ہو گیا ہے
کیونکہ آدمی اسکا مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روک ڈال لینے سے ولو کربہا او ضرب علیہا المسناۃ او شق لہا نہرا او بذرہا فہو احیاء …
اگر ویران زمین کو جوتا یا اسپر بان باندھا سیلاب روکنے کو یا اسکے واسطے نہر کھودی یا اسمیں بیج ڈالا تو وہ اسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فی المبسوط والمسناۃ
… وہ چیز ہے جو سیلاب کے واسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹا دے ایسا مذکور ہے غایۃ البیان اور مغرب میں اور مصباح اللغات میں ہے کہ
مسناۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جسکو بند کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور قاموس میں مسناۃ کی تفسیر عرم کی ہے اور عرم مشترک ہے …

ولا یجوز احیاء ما قرب من العامر بل یترک مرعی لهم ومطرحا لحصائدهم لتحقق حاجتهم بل یکون مرعاتا وکذا لوکان مستغنیا اور جائز نہیں آباد کرنا اس زمین کا جو آبادی کے قریب ہو بلکہ اسکو چھوڑنا چاہیے لوگوں کی چراگاہ کے واسطے اور اُنکے کھلیان ڈالنے کے واسطے اسلیے کہ لوگوں کے حق اس زمین سے متعلق ہیں تو وہ زمین موات نہ ٹھہری اور اسیطرح وہ زمین موات نہیں جہاں لوگ لکڑیاں اور اپنا حق رکھتے ہوں و اعلم انہ لیس للامام ان یقطع ما لا غنی للمسلمین عنہ من المعادن الظاہرۃ وہی ما کان جوہرہا الذی اودعہ اللہ فی جواہر الارض بارزا کمعادن الملح والکحل والقار والنفط اور یہ معلوم کر کہ بادشاہ کو جائز نہیں یہ کہ کسیکو عطا کرے وہ چیز جس سے مسلمان بے پرواہ نہیں ظاہر کانوں سے اور ظاہر کان وہ ہے کہ جسکا وہ جوہر جو اللہ تعالیٰ نے زمین کے مواضع اور بقاع میں ودیعت رکھا ہے ظاہر اور آشکارا ہو جیسا کہ نمک اور سرمہ اور قیر اور نفط کی کانیں ہیں قار اور قیر اور نفط چکنی چیز ہے جو زمین کے چشموں سے جوش کرکے نکلتی ہے قیر کا روغن جہاز وغیرہ پر ملا جاتا ہے اور نفط کو لالٹین وغیرہ میں جلانے کے کام کے واسطے ملی جاتی ہے والابار التی لم تملک بالاستنباط والسعی اور جیسا کہ وہ کنوئیں جو کسی کے ملک نہیں کھود کر پانی نکالنے اور کوشش کرنے سے وفی المستنبط بالسعی کآبار الفتنی والماء المحرز فی الظروف فلک محرز والمستنبط وتمامہ فی شرح المصابیح فی حدیث المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کھود کر کوشش سے نکالا گیا جیسا کہ کاریزوں کا پانی اور وہ پانی جو ظرف میں رکھا گیا ہے تو ان میں سو وہ پانی بھرنے والے اور زمین کھودنے والے کی ملک ہے اور اسکا پورا بیان شرح مصابیح میں ہے اس حدیث کی شرح میں کہ مسلمان شریک ہیں تین چیز میں پانی اور گھاس اور آگ میں ہے قنی بضم قاف وکسر نون وتشدید یا جمع قناۃ یعنی کاریز ہے کاریز وہ نہر ہے جو زمین کے اندر اندر کھودی جاوے التی یستقی منہا الناس زیلعی یعنی التی لم تملک بالاستنباط والسعی جیسا کہ وہ کنوئیں جس سے لوگ پانی لیتے ہیں اور سینچتے ہیں کذا فی الزیلعی یعنی وہ کنوئیں کہ کسی کے مملوک نہیں بواسطہ استنباط اور سعی کے ہے عدم ملک کا مضمون مکرر ہو گیا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی فلو اقطع ہذہ المعادن الظاہرۃ لم یکن لاقطاعہا حکم بل المقطع وغیرہ سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کانوں کو عطا کرے کسی شخص کو تو اسکے عطا کا حکم جاری نہوگا بلکہ جسکو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہیں انتفاع میں فلو منعہم المقطع کان بمنعہ متعدیا وکان لما اخذہ مالکا لانہ متعد بالمنع لا بالاخذ وکف عن المنع وصرف عن مداومۃ العمل لئلا یشتبہ اقطاعہ بالصحۃ او یصیر معہ فی حکم الاملاک المستقرۃ ذکرہ العلامۃ قاسم فی رسالۃ احکام اجارۃ اقطاع الجندی پھر اگر لوگوں کو نمک اور پانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اُسنے جسکو سلطان نے عطا کیا تو وہ منع کرنے کے سبب سے متعدی ظالم ٹھہریگا اور جو چیز کان سے لیگا اُسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے نہ بسبب لینے کے اور باز رکھا جاوے روکنے سے اور پھیرا جاوے دوام عمل سے یعنی ہمیشہ کان سے وہی شخص نہ لیا کرے تا عطاء سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہو یا وہ چیز اسکے ساتھ در حکم املاک مستقرہ کے نہو جاوے ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں جو اجارہ اقطاع لشکری کے احکام میں لکھا ہے ہم املاک مستقرہ وہ ہیں جو اسکی ملک میں باقی رہے داخل ہوں کذا فی الطحطاوی وحریم بئر الناضح وہی التی ینزع الماء منہا بالبعیر کبئر العطن وہی التی ینزع الماء منہا بالید والعطن مناخ الابل حول البئر اربعون ذراعا من کل جانب وقالا ان للناضح ستون اور گرداگرد بیر ناضح کا بیر عطن کی مانند چالیس گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بیر ناضح کا اگر حریم ہو تو ساٹھ گز بیر ناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا اور نکالا جاتا ہے اونٹوں سے یعنی کھیت سینچنے کے واسطے کذا فی العینی شرح الہدایۃ اور بیر عطن وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے ہاتھ سے یعنی اونٹوں کے پلانے کے لیے اور عطن عبارت ہے اونٹوں کی نشست گاہ سے کنوئیں کے گرد وفی الشرنبلالیۃ عن شرح المجمع وعن البزازیۃ اربعین یزاد علیہا انتہی لکن نسبہ القہستانی لمحمد ثم قال یفتی بقول الامام وعزاہ للتتمۃ ثم قال وقیل التقدیر فی بیر ... بما ذکر فی اراضیہم لصلابتہا وفی اراضینا رخاوۃ فیزاد لئلا ینتقل الماء الی الثانی وعزاہ للہدایۃ وعزاہ البرجندی للکافی فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں شرح مجمع سے یوں ہے کہ اگر کنوئیں کا عمق چالیس گز سے زیادہ ہو تو حریم چالیس گز سے زیادہ کیا جاویگا انتہی لیکن قہستانی نے اس قول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے پھر کہا اور فتوی امام کے قول پر ہے کہ حریم چالیس گز سے زیادہ نہیں اور اسکو قہستانی نے تتمہ کی طرف نسبت کیا ہے پھر یوں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ کنوئیں اور چشمہ کی حریم کی مقدار مذکور فقہاء سابقین کا

اراضی مین کنّی کے سبب سخت ہونے انکی اراضی کے اور ہماری اراضی مین نرمی ہو تو حریم بہ گز سے زیادہ کرنا چاہیے تا کنوئین کا پانی دوسرے کنوئین [illegible]
اور اسکو ابو یوسف کی طرف منسوب کیا ہی اور برجندی نے اس قول کو کافی کی طرف نسبت کیا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تاتارخانیہ مین اور کبرے [illegible] ہی کہ صاحبین کے
قول پر فتوی ہی تو معلوم ہوا کہ امام اور صاحبین دونون کا قول مفتی بہ ہی حموی نے کہا جب حاجت کا اعتبار ہوا نہ تقدیر کا تو مسئلہ [illegible] باقی نہ رہا
کذا فی الطحطاوی اذا حفر بئرا فی موات باذن الامام کنوئین کا حریم بہ گز اسواسطے ہی جبکہ کنوان زمین موات مین سلطان کے حکم سے کھودا ہو فلو فی غیر
موات او فیہ بلا اذن الامام لم یکن لہ حریم کذا ذکرہ المصنف تو اگر کنوان موات مین نہو بلکہ غیر شخص کی زمین مین ہو یا موات [illegible] مین ہو بدون اذن سلطان
کے تو اسکا حکم ایسا نہوگا یعنے بہ گز اسکا حریم نہوگا ایسا ذکر کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین و عبارۃ القہستانی وفیہ رمز الی انہ لو حفر فی ملک الغیر لا یستحق الحریم
فلو حفر فی ملکہ فلہ من الحریم ما شاء والی ان المار [illegible] اذن [illegible] اوالی او انقر [illegible] [illegible] لا [illegible] حریما
[illegible] وغیرہا سے المضمرات اور عبارت قہستانی کی یون ہی اور آیندہ یعنے اسکے ماتن کے قول مین اشارہ ہی اس طرف کہ اگر کنوان کھودے غیر کی
ملک مین یعنے اسکے اذن سے تو وہ مستحق حریم کا نہین ہی الا باشتراط حریم کذا فی الطحطاوی تو اگر اپنے ملک مین کنوان کھودا تو اسکو حریم رکھنے کا اختیار ہی
جتنا چاہیے اور اسکی طرف اشارہ ہی کہ اگر پانی غالب ہوگیا زمین پر اور پانی اور نے اسکو چھوڑدیا یا وہ مرگئے یا منتقل ہوگئے تو اس زمین کا آباد کرنا
جائز نہین سو اگر پانی وہ زمین اس طرح چھوڑدے کہ پھر اسکا عود زمین کی طرف نہوگا اور وہ زمین آبادانی کی حریم نہین ہو تو اسکا آباد کرنا درست ہی
اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہی و حریم العین خمسمائۃ ذراع من کل جانب کذا فی الہدایۃ اور چشمہ آب کا حریم ۵۰۰ گز ہر جانب سے
چنانچہ حدیث مین ہی امام ابو یوسف نے کتاب الخراج مین زہری سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریم عین ۵۰۰ گز ہی اور بیر ناضح کا حریم
بہ گز ہی اور بیر ناضح کا حریم ۶۰ گز ہی کذا فی العینی شرح الہدایۃ والذراع ہو المکسرۃ وہو ست قبضات وکان ذراع الملک ای ملک الاکاسرۃ سبع قبضات
فکسر منہ قبضۃ اور گز سے کسور چھوٹا گز مراد ہی جو چھ مٹھی کا اور سلطان اکاسرہ کا سات مٹھی کا تھا سو اسمین سے ایک قبضہ کم کرڈالا گیا و یمنع غیرہ
من الحفر وغیرہ فیہ لانہ ملکہ فلو حفر فالاول ردمہ او تضمینہ وتمامہ فی الدرر اور صاحب حریم کا غیر منع کیا جاتا کنوان وغیرہ کھودنے سے حریم مین اسواسطے کہ
حریم تو چشمہ اور کنوئین والے کی ملک ہی تو اگر غیر شخص حریم کے اندر کنوان کھودیگا تو پہلے شخص کو اسکا پاٹ دینا یا بالقدر نقصان تاوان لینا درست ہی اور اسکا
پورا بیان درر مین ہی ولو حفر الثانی بئرا فی منتہی حریم البئر الاولی باذن الامام فذہب ماء البئر الاولی وتحول الی الثانیۃ فلا شیء علیہ
لانہ غیر متعد والماء تحت الارض لا یملک فلا مخاصمۃ کمن بنی حانوتا بجنب حانوت غیرہ فکسدت الحانوت الاولی بسببہ فانہ لا شیء علیہ درر وزیلعی اور اگر دوسرا
شخص نے کنوان کھودا منتہا سے حریم مین یعنے بہ گز کے بعد پہلے کنوئین سے سلطان کے اذن سے سو پہلے کنوئین کا پانی جاتا رہا اور دوسرے کنوئین کی طرف منتقل ہوگیا
تو حافر ثانی پر کچھ تاوان اور مواخذہ نہین اسواسطے کہ وہ متعدی نہین ہی اور جو پانی زمین کے نیچے ہی وہ مملوک نہین تو اسکے ساتھ کچھ مخاصمہ نہین اس شخص کی مانند
جسنے دوکان بنائی غیر کی دوکان کے برابر پہلو مین سو پہلی دوکان دوسری دوکان کے سبب کاسد ہوگئی جاری نہرہی تو اسپر کچھ مواخذہ نہین کذا فی الدرر والزیلعی
وفیہ لو ہدم جدار غیرہ فلصاحبہ ان یاخذہ بالقیمۃ لا ببناء الجدار ہو الصحیح اور زیلعی مین ہی کہ اگر ایک شخص نے غیر کی دیوار گرادی تو دیوار کے مالک کو اسکی قیمت کا
مواخذہ پہونچتا ہی نہ دیوار بنا دینے کا یہی قول صحیح ہی وللحافر الثانی الحریم من الجوانب الثلاثۃ دون الجانب الاولی لسبق ملک الاول فیہ اور منتہا
حریم کے او مرے کھودنے والے کا تین طرف سے حریم ہونہ پہلے کنوئین کی جانب سے اسواسطے کہ حافر اول کی ملک اسمین سبقت کرگئی والقناۃ ہی مجری الماء
الارض حریم بقدر ما یصلحہ لالقاء الطین ونحوہ وعن محمد کالبئر وعند ظہور الماء کالعین وفی الاختیار فوضہ لرأی الامام اولا باذنہ والا فلا شیء ذکرہ البرجندی
اور کاریز یعنے پانی بہنے کا مکان زمین کے نیچے اسکا حریم بقدر اسکے اصلاح کے ہی اندر کی مٹی ڈالنے کے واسطے اور مانند اسکے اور محمد رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ

زمین کے مانند ہو الا یہ کہ جو طحاوی نے غایۃ البیان سے نقل کیا کہ یہی قول شیخین رح کا بھی اور کاریز کا پانی اور پانی زمین میں چھپ کر ظاہر ہو گیا تو اسکا
حکم چشمہ کا سا ہے یعنی پانچ سو گز اسکا حریم ہوگا اور اختیار میں کاریز کا حریم مانند کنویں کے ہے بعد فرض کیا ہو یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کھودی گئی ہو اور زمین تو اسکا
کچھ حریم نہیں ایسا ہی کیا ہو جیسا کہ وجیز میں [illegible] شجر یغرس فی الارض الموات فحریمہ خمسۃ اذرع من کل جانب لیس لغیرہ الغرس فیہ اور جو درخت زمین
میں لگایا گیا اسکا حریم پانچ گز ہر طرف سے تو دوسرے شخص کو جائز نہیں کہ اس میں درخت لگادے یلحق ما انتسخ عنہ دجلۃ والفرات الیہ بالموات اذا لم یکن ذلک
حریما لعامر ودجلہ اور فرات کا پانی پھر آنا ممتنع ہو گیا وہ زمین موات سے ملحق ہے بشرطیکہ وہ آبادانی کی حریم نہ ہو دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہیں یعنی
اگر زمین پر دریا کا پانی غالب ہو گیا اور پھر اس طرح سمٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہ رہی تو وہ زمین موات میں داخل ہے اسکا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہے علی الخلاف
فان کان حریما لعامر لم یجز احیاؤہ لانہ لیس بموات پھر اگر زمین دریا بردہ حریم ہے آبادانی کی یا پانی کا پھر آنا جائز اور متوقع ہو تو اسکا آباد کرنا جائز
نہیں کیونکہ وہ زمین موات نہیں ہے والنہر فی ملک الغیر لا حریم لہ الا ببرہان اور جو نہر غیر کی ملک میں ہے اسکا حریم نہیں امام رح کے نزدیک مگر گواہ کرنے سے
البتہ حریم ثابت ہوگا وقالا لہ مسناۃ النہر یمشی علیہا ویلقی علیہا طینہ اور صاحبین رح نے کہا کہ صاحب نہر کے واسطے پشتہ کی ملکیت ہے اسکے آنے جانے کے واسطے اور نہر کی مٹی
ڈالنے کے واسطے یعنی اگر نہر مٹی سے پٹ جائے تو اسکے اندر سے مٹی نکال کر پشتہ پر ڈالی جائے وقدرہ محمد بقدر عرض النہر من کل جانب وہو ارفق ملتقی وقدرہ ابو یوسف
بنصف بطن النہر وعلیہ الفتوی قہستانی معزیا للکرمانی اور محمد رح نے پشتہ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی ہے ہر طرف سے اور یہی قول سہل ہو اور موافق تر ہے
کذا فی الملتقی اور ابو یوسف رح نے اسکی تقدیر بیان کی ہے بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیا للاختیار والحوض
علی ہذا الاختلاف اور قہستانی میں ہے اختیار سے منقول اور حوض کا حریم بھی اسی اختلاف پر ہے یعنی امام رح کے نزدیک حریم نہیں مگر باقامت شہود اور
صاحبین رح کے نزدیک حریم ہے محمد رح کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف رح کے نزدیک بقدر نصف بطن حوض وفیہ معزیا للکافی ولو کان النہر صغیرا
یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریم بالاتفاق اور قہستانی میں کافی سے منقول ہے اور اگر ایسی نہر صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اسکا حریم
بالاتفاق امام اور صاحبین رح کے ثابت ہے وفیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی نہر مملوک لمسناۃ فارغۃ بلا غرس لصاحب الارض لصاحب النہر فالمسناۃ عندہ
لصاحب الارض وعندہما لصاحب النہر اور قہستانی میں کرمانی سے منقول ہے کہ البتہ خلاف امام اور صاحبین رح کا اس نہر مملوک میں ہے جسکی پشتہ خالی ہو درخت وغیرہ سے
اسکے متصل اور برابر دوسرے شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اس صورت میں صاحبین رح کے نزدیک پشتہ صاحب نہر کی مملوک ہے اور امام رح کے نزدیک صاحب ارض
کی مملوک ہے اور اگر پشتہ فارغ نہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختوں وغیرہ سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختوں کا مالک پشتہ کا بھی مالک ہے کذا فی الطحاوی عن الدرر
عینی میں قاضی خان سے منقول ہے کہ اگر پشتہ زمین کی برابر نہو بلکہ اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہے اس واسطے کہ ظاہر ارتفاع اسکا نہر کی مٹی سے ہے وفیہ معزیا
للتصحیح ان لہ حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج الیہ لالقاء الطین ونحوہ انتہی قلت وممن نقل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار وشرح المجمع اور قہستانی میں تصحیح سے
منقول کہ قول صحیح یہ ہے کہ صاحب نہر کے واسطے حریم بالاتفاق ثابت ہے اسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی ما فی القہستانی میں کہتا ہوں
اور جن لوگوں نے اتفاق نقل کیا ہے انہیں سے شرنبلالی ہے ناقل عن الاختیار وشرح المجمع

فصل فی الشرب

یہ فصل ہے شرب کے مسائل میں ہو لغۃ نصیب الماء وشرعا نوبۃ الانتفاع بالماء سقیا للزراعۃ والدواب شرب بالکسر لغت میں عبارت
ہو پانی کے حصہ سے اور شرع میں عبارت ہے پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی باری سے زراعت سینچنے کے واسطے اور جانوروں کو پلانے کے لیے والشفۃ شرب بنی آدم
والبہائم بالشفاہ اور لب سے بنی آدم کا [illegible] ہے اور لب سے جانوروں کا پینا ہے اور ہم یہاں شرب بالضم مصدر ہے بمعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا دفع تشنگی
کے واسطے یا کھانا پکانے یا وضو یا کپڑے دھونے کے لیے اور مانند اسکے اور بہائم کے حق میں شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اسکے مناسب ہے کذا فی الطحاوی وکل [illegible] قہستانی

ہر پانی مین جو برتن یا مشک کے اندر بہر رکھا نہین گیا ہو پینے کا حق ثابت ہی اور جانورون کو پلانے کے واسطے جب کنواں یا حوض یا نہر یا نالہ ہو [illegible]
اور اپنے مقام مین یعنی دریا مین یا کنوئین مین اور جب کسی نے پانی گھڑے یا مشک یا حوض مین بہر رکھا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہوگیا تو وہ [illegible]
اور مستحق ہو گئے اور انکا مال ہو گیا اور اس مین اشارہ ہی کہ اگر کنوئین سے ڈول بہر اور کنوئین کے گرد سے شہود جدا نہین ہوا تو شفعین ہر کے [illegible]
اسکا اختیار ہی کہ اسکا مالک ... حوض ... اسکا اعتبار ہی [illegible] کذا فی الطحطاوی دکل حق ارضہ من بحر او نہر عظیم کدجلہ والفرات ونحوہا لان [illegible]
بالاحراز ولا احراز لان قہر الماء یمنع قہر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت ہی سمندر یا نہر عظیم سے چنانچہ دجلہ اور فرات کو فہ اور مانند انکے
اور جیحون و سیحون اور نیل مصر کا اور گنگا اور جمن ہند کے اسواسطے کہ آدمی کی ملک پانی مین احراز سے ثابت ہوتی ہی اور دریا اور نہر مین احراز نہین ہوتا کہ پانی کا غلبہ غیر پانی
کے غلبہ کو مانع ہوتا ہی وکل شق نہر لسقی ارضہ منہا او نصب الرحی ان لم یضر بالعامۃ لان الانتفاع بالمباح انما یجوز اذا لم یضر باحد کالانتفاع بالشمس
والقمر والہواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کھود لینا اپنی زمین سینچنے کے واسطے یا پنچکی قائم کرنے کے واسطے جائز ہی بشرطیکہ نہر کھودنے سے عام خلق کو ضرر نہ پہنچتا ہو
اسواسطے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اسی صورت مین جائز ہی جبکہ کسیکو ضرر نہ پہنچتا ہو جیسے آفتاب اور ماہتاب اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو جائز ہی اور اگر عام ضرر
خلق کو پہنچے جس صورت مین کہ پانی بہکر آوے اور ایک طرف کنارہ توڑ کر بہ جاوے اور اراضی غرق ہو جاوین تو اس صورت مین نہر کھودنا جائز نہین اور ہر ایک کو اسکا دفع
ضرر کو منع کرنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی وحق شرب الشفۃ للانسان لا السقی ودواب الناس ان خیف تخریب النہر لکثرتہا لا السقی لارضہ وشجرہ وزرعہ ونصب دولاب
او رحی فی نہر غیرہ وقناتہ وبئرہ الا باذنہ لان الحق الخاص ... انسان کے واسطے اور جانورون کو پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہو جانیکا خوف ہو
جانورون کی کثرت کے سبب اور نہ زمین اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دولاب یعنی چرخ اور رہٹ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئین مین جائز ہی مگر
اذن سے اسواسطے کہ حق اسی کا ہی تو انتفاع اسکے اذن پر موقوف ہوگا اور زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور کنوئین سے بلا اذن جائز نہین اور اگر بلا اذن سینچیگا تو اسپر تاوان نہین اور اگر چند بار بلا اذن سینچیگا تو حاکم اسکو قید یا حبس کریگا اگر مصلحت جانے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ ولہ السقی من
نہر او قنۃ فی دارہ ... الیہ ... وفی الاصح وقیل لا الا باذنہ اور اپنے گھر کے اندر کا درخت سینچنا بلا اجازت مالک کا سینچنا غیر کی نہر یا کنوئین کا
پانی اٹھا کر گھڑون اور برتنون سے بلا اذن درست ہی صحیح قول مین اور بعضون نے کہا کہ درست نہین مگر مالک کے اذن سے ہم ... فاینہا اور ... قول ثانی کو صحیح کہا ہی
دونون قول صحیح ہین کذا فی الطحطاوی والنہر فی ملک رجل ... لا ینتفع بہ الا باذن صاحب الملک ... اور جو پانی کسیکی ملک مین ہو
اور وہ [illegible] فائدہ لینا چاہیئے مگر اسکے مالک کے اذن سے ... و لو کانت البئر والحوض والنہر فی
ملک رجل فلہ ان یمنع مرید الشفۃ من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اور اگر کنواں یا حوض یا نہر کسی مرد کی ملک مین ہو اور کوئی شخص [illegible] پانی
پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو جائز ہی کہ اسکو اپنے مملوک مکان مین داخل نہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب اسکے پانی پاسکتا ہو بشرطیکہ متصل یا [illegible]
پاسے کا منع کرنا اسکو جائز ہوا کہ اسکو کچھ ضرر نہین دوسری جگہ سے پانی پاویگا کذا فی الطحطاوی فان لم یجد یقال لہ اما ان تعطیہ الشفۃ او تخرج الماء
الیہ او تترکہ یاخذ الماء بشرط ان لا یکسر ضفتہ ای جانب النہر ونحوہ لان لہ حق الشفۃ ... کا حق ثابت فی الابار ... الماء
سو اگر پانی کا طالب اسکے متصل پانی نپاوے تو کنوئین کا مالک اور مانند اسکے نہر وغیرہ کے مالک سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو پانی نکال دے یا [illegible]
تاکہ وہ خود پانی لیلے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اسکے حوض کا کنارہ اور گرد توڑ دے اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی جب پانی کا طالب [illegible] پانی نپاوے
تو اسکو پانی پینے کا حق ثابت ہی ... حدیث کی دلیل سے کہ سب مسلمان تین چیزون مین شریک ہین پانی اور گھاس اور آگ [illegible] شرکت
اباحت ہی نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہلے دخل کرے اور اسپر اپنا قبضہ کرلے بطریق احراز کے تو وہ اسکا مالک ہوگا

کی تملیک ہے جیسے ہبہ وغیرہ تملیکات کے درست ہے گھاس سے مراد وہ گھاس ہے جو خود رو ہو اور لوگ صاحب زمین اسکا مالک نہیں تو جو اسکو چھیل یا کاٹ لے وہ اسکا مالک ہے کہ اگر وہ خود رو ہو کسی آدمی کی زمین میں تو صاحب زمین اسکا مالک ہے اسکو کوئی نہیں لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے جو جنگل میں کسی آدمی نے جلائی ہو تو اس میں سب شریک ہیں تو اگر دوسرا آدمی آوے اور اسکا گرد چھکڑا بیٹھے یا اسکی روشنی میں کچھ سیا چاہے یا چراغ روشن کیا چاہے تو آگ جلانے والا اسکو منع نہیں کر سکتا اور اگر اپنے مملوک لکڑیوں میں آگ جلاوے تو اسکو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہے جلانے کی لکڑیاں لینا غیر کی ملک سے جائز نہیں جب تک اسکا اذن نہ لے اور غیر مملوک سے لینا درست ہے اور حطب کی نسبت کسی گاؤں یا جماعت کی طرف منسوب نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ آگ ہے اور لکڑیاں ... یہ والا فقطع ... کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ ... باندھی ہوں کذا فی الہدایہ و حکم الکلاء کحکم الماء فیقال للمالک اما ان تقطع و تدفع الیہ والا تترکہ لیاخذ قدر ما یرید زیلعی اور گھاس کا حکم پانی کے حکم کے مانند ہے تو مالک زمین سے کہا جاوے اگر وہ اپنی زمین میں آنے دے یا تو گھاس کاٹ کر طالب کو دے اور نہیں تو اسکا روکنا چھوڑ دے تو وہ جتنا اسکا جی چاہے کاٹ لے کذا فی الزیلعی ہم گھاس کاٹ کر دینا اسوقت ہے جبکہ قریب اسکے دوسری زمین میں مباح گھاس موجود نہ ہو کذا فی الجامع الکبیر یہ ولو منعہ الماء وہو یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح لاثر عمر رضی اللہ عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اسکو اس سے لڑنا درست ہے ہتھیار سے بدلیل اس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہوا ان کان محرزا فی الاوانی قاتلہ بغیر السلاح کالطعام عند المخمصۃ در اذا کان فضل عن حاجتہ لملکہ بالاحراز فصار نظیر الطعام وقیل فی البئر ونحوہا الاولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ ارتکب معصیۃ فکان کالتعزیر کافی اور اگر پانی محرز ہو برتنوں میں اور خوف ہلاکی کا ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اس سے بدون ہتھیار کے لڑے یعنی لاٹھی وغیرہ سے لڑے نہ تلوار سے جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کے وقت کذا فی الدرر لڑنا اس شخص سے ہے جبکہ پانی اسکی حاجت سے زیادہ ہو بسبب مالک ہو جانے اس شخص کے بھر رکھنے سے تو پانی طعام کے مانند ہو گیا اور بعضوں نے کہا کنوئیں وغیرہ کے پانی روکنے میں بہتر یہ ہے کہ بدون ہتھیار کے اس سے لڑے اسواسطے کہ مانع مرتکب ہوا گناہ کا تو لاٹھی سے لڑنا بمنزلہ تعزیر کے ہوا کافی یعنی مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہے ادب اور زجر کے واسطے وکری نہر او حفرہ غیر مملوکۃ من بیت المال فان لم یکن ثمۃ ای فی بیت المال شیء یجبر الناس علی کریہ ان امتنعوا منہ دفعا للضرر اور نہر غیر مملوک کا کھودنا بیت المال سلطان سے ہے سو اگر وہاں یعنی بیت المال میں کچھ مال نہو تو لوگوں سے زبردستی کرنا چاہیے اسکے کھدوانے پر اگر وہ انکار کرتے ہوں اس سے یہ زبردستی ہے دفع ضرر کے واسطے ہم یہ کہتے ہیں کہ عوام مال صرف نہ کرینگے مصالح پر اپنے اختیار سے لہذا سلطان کو انپر جبر کرنا درست ہوا جیسے لشکر اسلام کے سامان کے واسطے جبر درست ہے کذا فی الحموی وکری النہر المملوک الی اہلہ ویجبر من ابی منہم علی ذلک اور مملوک نہر کا کھودنا اور مرمت کرنا شرکا سے اسکے مالکوں پر ہے اور جو ان میں سے انکار کرے اسپر زبردستی کیجاوے وقیل فی الخاص لا یجبر او حقوق کی کرنا کہ نہر خاص میں جبر نہ کیا جاوے ہم نہر خاص وہ ہے جسمیں شفعہ واجب ہوا اور نہر عام وہ ہے جسمیں شفعہ واجب نہو اور اسکی تحدید میں اختلاف ہے بہتر قول اسمیں یہ ہے کہ اگر نہر کے شریک سو سے کم ہیں تو شرکت خاص ہے اسمیں استحقاق شفعہ ثابت ہے اور اگر شریک سو ہیں یا زیادہ تو شرکت عام ہے اسمیں ہر شریک کے واسطے شفعہ واجب نہیں بلکہ شفعہ ہمسایہ کے واسطے خاص ہے کذا فی العینی ورجعوا ان بامر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنے والے نے خرچ کرنے والے سے پھر لینگے یا نہیں تو اگر یہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہے تو رجوع درست ہے اور نہیں تو درست نہیں ومؤنۃ کری النہر المشترک علیہم من اعلاہ اور نہر مشترک کے کھودنے کا خرچ شریکوں پر ہے نہر کے اوپر کی جانب سے ہم بیان اسکا یوں ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہوں تو کھودنے کا خرچ ہر شخص پر دسواں حصہ ہو وہاں تک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اسوقت میں خرچ نہر کا باقی لوگوں پر رہیگا ہر شخص پر نواں حصہ فان جاوز ارض رجل منہم بریٔ من مؤنۃ الکری وقالا علیہم کریہ من اولہ الی آخرہ بالحصص کما یستوون فی استحقاق الشفعۃ اگر نہر بڑھ جاوے ایک شریک کی

زمین سے تو وہ بری ہوگیا کھودنے کے خرچ سے اور رہا نہر پر سوقہ کہا کہ شریکون پر کھودنے کا خرچ ہے اول نہر سے آخر تک بقدر حصہ
برابر ہی اور یہی ہم بہتر یون ہے کہ شرح کتابی الاستحقاق الشفعہ یعنی جیسے وہ برابر ہیں شفعہ کے استحقاق میں چنانچہ ظہیریہ میں ہی [illegible] شریکون کو
منع نہیں کر سکتے کذا فی الظہیریہ ولا کوئی [illegible] اور کھودنا اور جب نہر میں پانی پہنچ جاوے [illegible] کہ وہ نہر کے [illegible] کا [illegible]
زمین پر جبکہ پانی موجود ہو قسم دعوی الشرب بغیر ارض [illegible] اور پانی کی باری کا دعوی بدون زمین کے درست ہے [illegible]
کہ باری مرغوب فیہ اور [illegible] لائق ہی اور یہ کہ بدون زمین کے بیع [illegible] وصیت [illegible] کا [illegible] جاتی ہے اور پانی کی
باری کے تو فقط باری کا پانی [illegible] بدون ارض کے و اذا کان لرجل ارض [illegible] نہر وارا د رب الارض [illegible] فی [illegible]
ذلک [illegible] عالم الجواب اور جبکہ ایک مرد کی زمین ہو اور دوسرے شخص کی اس زمین میں نہر ہو اور زمین کا مالک چاہے کہ اسکی زمین میں نہر جاری [illegible]
اس روکنے کا اختیار نہیں اور چھوڑ دے [illegible] کو اسکے قائم حال پر [illegible] فی یدہ [illegible] کذا فی [illegible] الظہیریہ [illegible]
[illegible] فی ہذا النہر [illegible] اور اگر [illegible] دعوی [illegible] پانی [illegible] باری
اسکا باری ہونا زمانہ ماضی میں [illegible] اور ثابت کرنا گواہون سے لازم ہی کہ [illegible] اسکا پانی [illegible]
زمین پہنچنے کے واسطے [illegible] کا واقعی [illegible] دعوی [illegible] چنانچہ ظہیریہ [illegible] کذا فی [illegible]
فی نہر [illegible] وغیرہ فحکم الاختلاف [illegible] فی الشرب [illegible] پانی [illegible]
وعلی ہذا القیاس پرنالہ یا راہ یہ سب [illegible] مذکور [illegible] اختلاف [illegible] حکم پانی کی باری کے [illegible]
مراد پانی کے وہ فضلات ہیں جو وضو یا غسل یا منہ کا پانی نہر میں یا چھت پر گرتا ہو یعنی اگر قدیم سے دوسرے کی نہر [illegible]
پرنالہ یا راہ واقع ہو تو وہ اسکو منع نہیں کر سکتا اور اگر دعوی کے وقت اشیاء مذکورہ موجود نہون تو اسپر گواہون سے اپنا دعوی ثابت کرنا لازم ہوگا نہر [illegible]
[illegible] فی الشرب فہو بینہم علی قدر اراضیہم لان المقصود [illegible] مشترک ہو [illegible] جھگڑا کیا زیادتی اور کمی باری [illegible]
انکی اراضی کے ہوگی [illegible] کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہی یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہی باعتبار اراضی [illegible]
ہوگا بخلاف اختلافہم فی الطریق فانہم یستوون فی ملک رقبتہ بلا اعتبار سعۃ الدار [illegible] الاستطراق [illegible]
ملکیت میں سب شریک برابر ہیں بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گھر کے [illegible] کہ مقصود راہ آمد و رفت ہی اور وہ مختلف نہیں [illegible] کشادگی اور تنگی سے [illegible] الشرکاء فی النہر
الخاص ان ینہر [illegible] علیہ رحی الا رحی وضع فی ملکہ ولا [illegible] اور نہر کے شریکون میں کسیکو درست نہیں ہے کہ اس سے دوسری نہر جاری کرے یا پنچکی قائم
کرے مگر پنچکی قائم کرنا درست ہی جو خاص اسکی زمین میں واقع ہوا ور نہر اور پانی کو ضرر نکرے کذا فی الوقایہ پنچکی قائم کرنا اسواسطے درست ہوا کہ نہر کا کنارہ توڑنا ہی اور کنارہ
توڑنے سے پانی بیکار بہ جاتا ہی کسی کام میں نہیں آتا نہر کے عدم ضرر سے مراد یہ ہی کہ اسکا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہ ہی کہ اسکے جاری ہونے میں
خلل واقع نہو او دالیۃ کنا عورۃ او جسرا او قنطرۃ یا قائم کرے مشترک نہر پر ڈھیکلی چنانچہ دولاب یا قائم کرے چرخی [illegible] تو شریکون کو [illegible]
او یوسع فم النہر او یقسم بالایام و [illegible] انہ قد کانت القسمۃ بالکوی بکسر الکاف جمع کوۃ و بفتحہا النقب لان القدیم یترک [illegible]
نہر کا دہانہ کشادہ کرنے یا پانی کی قسمت دنون کے شمار سے کرے حالانکہ قدیمی قسمت کتی [illegible] سے کی تو یہ سب امور درست نہیں اسواسطے کہ قدیم چیز
اپنی قدامت پر چھوڑی جاتی ہی بسبب ظاہر ہونے حقیقت کے قدامت میں کوی بکسر کاف جمع ہی کوۃ بالفتح [illegible] اسکی [illegible] لیکن یہان
سوراخ کشتزار کے منافع آب کے واسطے کذا فی المغرب او یسوق نصیبہ الی ارض لہ اخری لیس لہا منہ [illegible]

پانی کا اپنی دوسری زمین کی طرف حالانکہ اس نہر مشترک سے اسکے واسطے باری مقرر نہیں ہو بلا رضا باہم شریکوں بالجمیع امور مذکورہ
جائز نہیں بدون رضامندی باقی شریکوں کے شامل ہے کیا عدم رضا سب اشیاء مذکورہ سے متعلق ہے لیکن نہر مشترک سے دوسری نہر کا لانا اور پنچکی اور
ڈھینکلی وغیرہ اسپر قائم کرنا اور دولابہ وسیع کرنا اور پانی کی قسمت جدید مقرر کرنا اور دوسری زمین میں پانی بدون رضامندی شریکوں کے لیجانا درست نہیں
ولهم نقضه بعد الاجازة ولورثتهم من بعدهم اور شریکوں کو اجازت کے بعد اسکا توڑ دینا یعنی اجازت دیکر پھر روک دینا درست ہے اور شریکوں کے بعد انکے وارثوں کو
بھی یہی اختیار حاصل ہے وليس لاحد ان يسد النهر بلا رضاهم وان لم يتضرر احد به وهو اتفاقي اور نہر کے اوپر جانب والے کو جائز نہیں نہر کا باندھنا
بدون رضامندی شریکوں کے اگرچہ اسکی زمین میں سیرابی نہ ہوتی ہو بدون نہر باندھنے کے ہم اور اگر شریک راضی ہو جاویں اسلئے کہ باندھنے پر بقدر
اپنے حصہ کے ہر شریک اپنی باری میں نہر باندھنے پر راضی ہو جاوے تو جائز ہے لیکن اگر تختوں وغیرہ سے روکنے سے پانی رک جاوے تو مٹی اور پتھر سے
باندھنا درست نہیں بدون رضامندی شریکوں کے اور اگر سب شریکوں کی اراضی کو پانی نہ پہونچتا ہو بدون نہر باندھنے کے تو اسفل سے باندھنا چاہئے
درجہ بدرجہ جیسا اسکے بدلیل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ اسفل نہر کے لوگ امیر ہیں اعلی نہر کے لوگوں پر تاکہ وہ سیراب ہو جاویں کذا فی العینی
والطحاوی کما یدل علیه [illegible] ان ینتفع فیه باتلاف دار اخری ساکنها غیر ساکن هذه الدار [illegible] بخلاف
ما اذا کان الساکن فی الدارین واحدا حیث لا یمنع لان المارة لا تزداد [illegible] اور جیسا کہ ایک راہ مشترک میں چند شخصوں میں سے ایک شریک نے جو ایک گھر ہے اس
دوسرے گھر کا دروازہ کھولدے جسکا رستہ دوسری راہ میں ہے [illegible] اس گھر کے رہنے والے کا [illegible] دروازہ اس راہ میں ہو بخلاف اس صورت کے کہ دونوں گھروں کا رہنے والا
ایک ہی شخص ہو وہاں دروازہ رکھنا اس راہ میں ممنوع نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں آمد و رفت کرنے والے زیادہ نہیں ہو جاتے ہیں اور پہلی صورت میں
زیادہ ہو جاتے ہیں اسلئے پہلی ناجائز ہوئی اور پچھلی جائز ویورث الشرب ویوصی بالانتفاع به اما الایصاء ببیعه فباطل اور میراث جاری ہوتی ہے
پانی کی باری میں اور وصیت کیجاتی ہے اس سے نفع لینے کی لیکن اسکے بیع کی وصیت باطل ہے ولا یباع الشرب ولا یوهب ولا یوجر ولا یتصدق
لانه لیس بمال متقوم فی ظاهر الروایة وعليه الفتوى کما [illegible] اور پانی کی باری بیچی نہیں جاتی اور اسکا ہبہ نہیں ہوتا اور نہ وہ اجارہ دیجاتی ہے اور نہ خیرات
دیجاتی ہے اسواسطے کہ باری مال متقوم نہیں ہے ظاہر الروایۃ میں اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ آگے آئیگا ولا یوصی به [illegible] اور وصیت نہیں
کیجاتی اسکی بیع اور ہبہ اور اجارہ کی ولا یصلح ان یکون بدل خلع وصلح عن دم عمد او مهر نکاح والاصح [illegible] هذه العقود لانها لا تبطل بالشروط الفاسدة
لان الشرب لا یملک بسبب ما [illegible] لو مات وعليه دين لم يبع الشرب بلا ارض اور باری کا پانی لیاقت نہیں رکھتا بدل خلع اور بدل صلح ہونے کے
عمد خون سے اور لیاقت نہیں رکھتا نکاح کے مہر ہونے کی اگرچہ یہ عقود مذکورہ صحیح ہو جاوینگے باری کے عوض [illegible] اسواسطے کہ عقود مذکورہ شروط
فاسدہ سے باطل نہیں ہو جاتی پانی بدل خلع اور مہر اسواسطے نہیں کہ پانی کی باری قابل تملیک کے نہیں کسی سبب تملیک سے یہاں تک کہ اگر ایک شخص
مر گیا اور اسپر دین ہو تو اسکے دین میں باری بدون زمین کے بیچی نہ جاویگی فلو لم یکن له ارض قیل یجمع الماء فی کل نوبة فی حوض فیباع الماء الی ان ینقضی
دینه وقیل ینظر الامام الی ارض لا شرب لها فیضم الیها فیبیعهما برضاء ربها فینظر لقیمة الارض بلا شرب ولقیمتها معه فیصرف تفاوت ما بینهما الی الدین
والمیت [illegible] فی الزیلعی تو اگر میت مدیون کی زمین نہ ہو فقط باری ہو تو بعضوں نے کہا کہ ہر باری کا پانی جمع کیا جاوے ایک حوض میں پھر وہ پانی ہر باری
میں بیچا کرے یہاں تک کہ دین ادا ہو جاوے اور بعضوں نے کہا کہ حاکم اس زمین کو دیکھے اور تلاش کرے جسکی باری نہیں ہے تو میت کی باری کو اس
زمین کے ساتھ ملا دے پھر زمین کو باری سمیت بیچ کرے مالک زمین کی رضامندی سے پھر دیکھے کہ زمین کی قیمت بدون باری کے کتنی ہے اور باری کے
ساتھ اسکی قیمت کتنی ہے پھر تفاوت کو میت کے دین میں صرف کرے اور پورا بیان اسکا زیلعی میں ہے یعنی اگر مثلاً زمین کی قیمت بدون باری کے

سو درم ہوا اور باری کے ساتھ ۱۲۵ درم تو ۲۵ درم میت کے دین میں صرف ہوں والمضمن من الماء ما لا ارضہ ما لو فرقت ار
لانہ متسبب غیر متعد و ہذا اذا سقاھا سقیا معتادا تتحملہ ارضہ عادۃ والا یضمن وعلیہ الفتوی اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین کو اسقدر پانی کہ اس سے
پڑوسی کی زمین نے اسکا پانی سوکھ لیا یا اسکی زمین غرق ہو گئی اسلیے کہ وہ متسبب غیر متعدی ہے اور متسبب پر تاوان اسوقت ہوتا ہے جبکہ تعدی
ثابت ہو اور یہ حکم یعنی عدم تاوان اسوقت ہے جبکہ اسنے عادت کے موافق سینچی ہو اور باعتبار عادت کے اسکی زمین اسقدر پانی کی متحمل ہو اور اگر عادت
سے زیادہ اسنے پانی بھر لیا ہو وے اور پڑوسی کی زمین ناقص ہو گئی ہو تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وفی الذخیرۃ ہذا اذا
فی نوبتہ مقدار حقہ واما اذا سقی فی غیر نوبتہ او زاد علی حقہ یضمن علی ما قال اسمعیل الزاہد قہستانی اور ذخیرہ میں ہے اور یہ حکم یعنی عدم تاوان اسوقت
ہے جبکہ اسنے اپنی باری میں اپنے حصہ کے موافق زمین کو سینچا ہو اور اگر باری کے سوا سینچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اسپر
تاوان لازم ہوگا بموجب قول اسمعیل زاہد کے کذا فی القہستانی ولا یضمن من سقی ارضہ او ذرعہ من شرب غیرہ بغیر اذنہ فی روایۃ الاصل
وعلیہ الفتوی شرح وہبانیۃ وابن الکمال عن الخلاصۃ لما مر انہ غیر متقوم اور تاوان نہیں ہے وہ شخص جسنے اپنی زمین یا زراعت کو دوسرے شخص کی باری میں
بدون اسکے اذن کے اصل کی روایت میں اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال میں ہے خلاصہ سے اسواسطے تاوان نہیں کہ مذکور ہو چکا ہے کہ باری کا
پانی مال متقوم نہیں ہے ولو تصدق بنحو الحسن لبقاء الماء الحرام فیہ بخلاف الطعام المغصوب فان الماء اذ اصیب بہ الطعام صار مستہلکا قہستانی
اور اگر اسکے پیدا ہو وے غلہ یا پھل کو خیرات کر دے تو خوب ہے بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اسمیں برخلاف مغصوب طعام کے کہ
جب پانی طعام کو پہونچا ہو گیا چاول اسکا ملنے سے تو چاول معدوم ہو گیا اور دوسری چیز ہو گیا یعنی خون اور گوشت ہو گیا کذا فی القہستانی فان تکرر ذلک
فلا ضمان لہ وللامام بالضرب والحبس ان رأی الامام ذلک فاسقہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ پھر اگر یہ شخص غیر کا پانی لینا چند بار دوبارہ کرے
شخص سے تو تاوان نہیں اور تعزیر ہے اسکو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اسکو مصلحت جانے کذا فی الخانیہ اور اسکا پورا بیان
شرح وہبانیہ میں ہے وقال وجوز بعض مشائخ بلخ بیع الشرب لتعامل اہل بلخ والقیاس یترک بالتعامل ونوقض بانہ تعامل اہل بلدۃ واحدۃ اور
وہبانیہ نے کہا اور بعض مشائخ بلخ نے پانی کی باری بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہو جاتا ہے رواج کے سبب سے
اور یہ تجویز توڑی گئی ہے اس طرح کہ یہ ایک شہر والوں کا رواج ہے یعنی اور ایک شہر والوں کے رواج سے قیاس متروک نہیں ہوتا وفی الفتاوی الخیریۃ
ذکرہ فی جواہر الفتاوی قال وبہ افتی الحکم لعبۃ سیدنا ومفتنا اور ناصحی نے فتوی دیا ہے اسکے تاوان کا یعنی جو شخص کا پانی بلا اذن لے یہ مذکور ہے جواہر الفتاوی
میں اور یہ کہا ہے کہ اسی کو بعض کا حکم نافذ ہو جاتا ہے لہذا اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم اسی فتوی میں ناصحی کے قول پر عدم ضمان کا معارض نہ ہوگا اور عدم ضمان کا
ہر جائز ہے یعنی ہر دو قسم کا حکم نافذ ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قاضی اپنے مذہب کے غیر معتمد قول پر حکم کرے کذا فی الطحطاوی وفی البحر انہ
دخل فی بیع الشرب الفاسد انہ یضمن بالاتفاق فلو سقی ارضہ بہ او بغیرہ ضمنہ وبہ جزم فی النقایۃ ہمارا فہم میں کہتا ہوں اور بحر میں اور اسکی شرح
میں بیع فاسد سے یہ مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہے متفق کرنے سے تو اگر اپنی زمین کو سینچی غیر کے پانی سے تو مالک کو تاوان دے اور اسی قول پر یقین کیا ہے
نقایہ میں بیان سوا اسکو سمجھے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب نقایہ نے اس مقام کے سوا اور مقام میں جمہور کے موافق یقین کیا ہے قال المصنف
علیہ الفتوی فیہ میں کہتا ہوں اور البتہ مذکور ہو چکا وہ قول جس پر فتوی ہے تو ظاہر یہ ہے کہ ہمارا مراد جمہور کا فتوی ہے عدم ضمان کا جو شرح وہبانیہ سے
مذکور ہو چکا نہ ناصحی کا فتوی کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ وسیاق نہر الفیض لیس بضامن وقضیہ بعض بالا ظہر اور وہبانیہ میں ہے اور سینچنے والا نہر کی
باری سے ضامن نہیں اور بعضوں نے اسپر تاوان لازم کیا ہے اور جو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہے وما جوز والاخذ الشراب الاذی ملکہ وجوز

...تھا سے اس مٹی کا لینا جو نہر کے جوانب پر ہو کچھ جائز نہیں کیا ہے بدون اذن مالک کے جو شامل ہے کہ سے لینے کو ... والقوارانہ
فاوق حریم نہیں پایا گیا تو پھر اور اگر لوگوں نے نہر کھودی اور اسکی مٹی باہر ڈالی تھا اگر نہر کے حریم کے اندر ڈالی تو مٹی کے ڈالنے کا حکم ہوگا
... اسکی یہ ہے کہ ایک قوم کی نہر ہو دوسرے شخص کی زمین میں اور ان لوگوں نے نہر کی مٹی اسکی زمین میں ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہو تو ... زمین
مٹی اٹھانے کا انسے مواخذہ نہیں کر سکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ انسے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہ دونوں مسئلے ...
کی دو صورتیں ہیں ... شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک حیث میں بیان کر دیا کذا فی ... واللہ تعالیٰ اعلم ... الکریم

کتاب الاشربۃ

یہ کتاب ہے اشربہ یعنی شرابوں کے احکام میں ... جو حرام ہے اسکی وجہ بیان ظاہر ہے اسلیے کہ ... اور نقل اشربہ ... آدمی
... اور اسی ... مشتاق ہو لیکن ... اسکی ... اتکی ... اوقات
... اور ... غالب ہوتی تھی تو اسکی ... ہے اسکے واسطے اصلاح ... کثرت ... اور یہ ... ہو تو ... غالب
ہو جاتی ہے شرب قلیل سے بھی اسلیے کہ ... صالح تھی کہ خمر بالکل قلیل یا کثیر اپنے حرام ہوا اور ابتدا ... ہوتی تھی تا فساد ... کو
معائنہ کر لیں پھر جب حرام ہوئی تو معلوم ہوگیا کہ ... حق ہے یہ چیز حرام ہونے کے لائق تھی کذا فی ... اور ... حرام تھا اور
خمر کا ... بھی پینا ... حرام ہوا انکی تعظیم ... کے واسطے تا ... میں واقع ہوں کیونکہ یہ ... با لخیر ... شراب الشرب الاکل ...
پس شرب ... اشربہ جمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب میں ... ہر چیز رقیق ... جو پی جاسکے خواہ پانی اور دودھ اور شربت اور عرق خواہ
حلال ہو یا حرام ... اور اصطلاح شرع ... ہو ... اور ... جو دیگ میں ڈال کر
بطور عرق کے کشید ہو اور نشا کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پھل کا خواہ ... انواع ... چار قسم کی شرابیں حرام ہیں یعنی خمر
اور طلا اور سکر اور نقیع زبیب چنانچہ تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ... اصول اشربہ چار چیزیں ہیں ایک تو ... یعنی پھل انگور اور کھجور اور منقیٰ یعنی انگور
... اور ... شیریں ... اور ... البان یعنی ... کا دودھ اور ... کا دودھ
سو انگور سے پانچ یا چھ شرابیں بنتی ہیں یعنی خمر اور باذق اور منصف اور مثلث اور پختہ ... اور نقیع ... اور کھجور سے ... شرابیں بنتی
... اور فضیخ اور نبیذ ... اور فواکہ اور شہد ... اگرچہ نام ... کئے ہیں ... نام ہوسے ... انگور کی
تفصیل یہ ہے کہ جب انگور کا عرق نچوڑ لیا تو اسکو عصیر کہتے ہیں جب تک وہ شیریں ہے پھر جب وہ جوش کھا کر جھاگ لایا اور گدلا ہو گیا اسکا نام خمر ہے اور جب کھٹا ہو گیا
تو وہ سرکہ ... اور اگر انگور کے عرق کو تھوڑا آگ پر پکایا کہ ... کم جلا پھر وہ جوش کھا کر جھاگ لایا تو اسکا نام بادہ ہے اور اگر یہاں تک پکایا کہ نصف باقی
رہا تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جل گیا تو اسکا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈالکر پتلا کیا پھر اسکو پکایا تو اسکا نام پختہ ہے اور اسکو
یعقوبی اور ابا یوسفی بھی کہتے ہیں اسلیے کہ ابو یوسف ... نے ہارون رشید کے واسطے اسکو ترتیب کیا تھا اور جمہوری بھی اسکو کہتے ہیں اور منقیٰ
نقیع اور نبیذ بناتے ہیں نقیع یہ کہ منقیٰ کو پانی میں ... یہاں تک کہ پانی شیریں ہو گیا اور نبیذ یہ کہ منقیٰ کا پانی تھوڑا پکایا گیا اور کھجور
سکر اور فضیخ اور نبیذ بناتے ہیں سکر کچا پانی ہے ... کا اور فضیخ کچا پانی ہے گدر کھجور کا اور نبیذ پختہ یا گدر کھجور کا پانی ہے جو تھوڑا سا پکایا گیا کذا فی
العینی و قاضی خان ما نصہ الاول الخمر و ہی النی من ماء العنب اذا غلی و اشتد و قذف بالزبد
ای الرغوۃ چار حرام ... شراب خمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جبکہ وہ جوش کھاوے اور ابلے اور تند ... اور جھاگ ڈالے

شارح نے کہا کہ ایک روایت اولیٰ میں یہ پانی بخار سے ہوا اور زبدہ بفتح زا و سکون با موحدہ عبارت ہے رغوہ سے اور رغوہ کو ہندی میں جھاگ کہتے ہیں

اور مراد جوش کا مال ہوا اس طرح پر کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جاوے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحاوی اور اشتداد سے مراد قوت اور گاڑھا ہونا ہے کہ جس سے

کہ پینے کی قوت حاصل ہو جاتی ہے اور ابوحنیفہ نے کہا اشتداد وغیرہ سے مراد ہے جو نشہ لائے کہ جو عقل کو فہم اور درک سے روکے اور بعضوں نے کہا

صلاحیت اسکا نشہ ہے کہ پینے کی لیاقت مراد ہو کذا فی عنایۃ البیان والمختار قول العامۃ اور صاحب الاحکام نے کہا فی الشرح

عن المراجعہ والی آخرہ اور صاحبین نے کہا کہ خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا شرط نہیں کیا بلکہ ان کے نزدیک صرف نشہ حاصل ہو جاتا ہے بدون

جھاگ ڈالنے کے اور یہی قول ہے جو بعضوں نے امام کا اور اسی قول کو بعضوں نے ترجیح دی ہے ان کے قول کا

اور آگے آویگا جو اس مطلب کا مفید ہے اور اکثر علما نے صاحبین کے قول کو لیا ہے

ہو جاتی ہے اور یہی مشہور ہے الایقاع عداوت اور نماز سے روکنے میں اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہے

یہ ہو کہ غلیان اشتداد کی ابتدا ہے اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنے سے ہے اس واسطے کہ جھاگ ڈالنے سے صاف ہو جاتا ہے

حلال میں وہ قطعی ہیں چنانچہ حلال اور تکفیر مستحل اور مانند اس کے اور احکام نہایت اور کمال پر ہو کذا فی الایضاح

کہ خمر کا اطلاق ہوتا ہے غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے ہے ابن اعرابی امام اہل اللغت نے کہا خمر اس واسطے نام ہوا کہ وہ چھوڑی گئی یہاں تک کہ متغیر ہو گئی اور اختمار اس سے

تغیر ریح ہے اور بعضوں نے کہا کہ خمر نام ہوا اس کی مخامرۃ یعنی عقل کو ڈھانپنے سے اور یہ قول اول اور ثانی کے موافق ہے

انکی نزدیک ہر مسکر خمر ہے اور دلیل انکی وہ احادیث ہیں جو اطلاق کی مفید ہیں چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر وکل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ

کی ہوا اس پر اہل لغت کا اتفاق ہے اور مسکرات کو بادہ اور مثلث وغیرہ کہتے ہیں تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہے

وغیرہ محمول ہو یا بیان حکم پر کذا فی الزیلعی اور مزید تفصیل اس کی کتب مطولہ میں ہے فی احکامہا العشرۃ

انتہا پھر مصنف نے خمر کے دس حکموں کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر باتفاق حرام ہے

بعضوں نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہیں اس واسطے کہ قلیل مسکر نہیں جو موجب فساد ہو اور یہ قول کفر ہے اس میں قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہے

اسلئے کہ قرآن میں خمر کو رجس فرمایا اور رجس نجس العین کو کہتے ہیں چنانچہ لحم خنزیر کو رجس فرمایا ہے

یکساں وقولہ تعالیٰ انما الخمر والمیسر الآیۃ عشرۃ دلائل علی حرمتہا سورۃ فی المجتبی وغیرہ اور انما الخمر والمیسر کی آیت میں دس دلیلیں خمر کے حرام ہونے پر

مجتبی وغیرہ میں مشہور ہیں ہم دلائل مذکورہ یہ ہیں کہ خمر کو قمار اور اصنام کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اس کو رجس یعنی نجس العین کہا

شمار کیا اور اجتناب کا حکم کیا اور اجتناب خمر پر فلاح کو معلق کیا اور شیطان ایقاع عداوت کا ارادہ کرتا ہے

اور روکتا ہے یاد خدا سے اور روکتا ہے نماز سے اور انتہوا بلیغ بصیغہ استفہام تہدید ہے کذا فی الحلبی وہی نجسۃ نجاسۃ غلیظۃ کالبول اور خمر نجس ہے نجاست غلیظہ ہے

پیشاب کے مانند اس واسطے کہ اس کی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہے اور کافر ہو جاتا ہے خمر کا حلال کہنے والا اس واسطے کہ وہ دلیل قطعی کا

منکر ہوا وسقط تقومہا فی حق المسلم الا انہا مال فی الاصح اور خمر کا مال متقوم ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہے

مسلمان کے حق میں اس واسطے نہیں کہ حق تعالیٰ نے اسکی اہانت کی نجس العین فرمایا اور متقوم ہونا عزت کا مشعر ہے اور خمر کی مالیت ہونے میں اختلاف ہے

اور صحیح تر قول یہی ہے کہ وہ مال ہے بسبب میلان طبائع کے اسکی طرف وحرم الانتفاع بہا ولو بسقی دواب او لطین او نظر للتلہی او فی دواء او دہن او طعام

اور غیر ذلک اور حرام ہے فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانوروں کا پلانا ہو یا اس سے مٹی کا تر کرنا دیوار بنانے کو یا اسکا دیکھنا تماشے کے واسطے

[illegible] باقی ہیں یا کچا رہ گیا ہو یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے الا بقدر الضرورۃ اور اولاد کو اسکا علاج جبکہ خمر کا
سے کرنا یا [illegible] کی ہے اور بقدر ضرورت کے پینا حرام نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پیا ہے تو اسپر حد ماری جاویگی کذا فی الجتبیٰ ولا یجوز بیعہا
مریضا مسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم اور جائز نہیں خمر کا بیچنا اسکے پینے کی دلیل سے مقرر ہے جیسے اسکا پینا حرام کیا ہے ویسے اسکا بیچنا بھی
حرام کیا ہے صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے شراب کی ایک مشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ لایا آپ نے فرمایا کہ تجھکو کیا معلوم نہیں
کہ اللہ تعالی نے اسکا پینا حرام کیا ہے پھر اس شخص نے دوسرے آدمی کے کان میں چپکے بات کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے کیا سرگوشی کی اسنے کہا کہ میں نے
اسکے بیچنے کا امر کیا ہے تب حضرت نے فرمایا کہ جسنے اسکا پینا حرام کیا ہے اسنے اسکا بیچنا حرام کیا ہے پس اس مرد نے مشک کا دہانہ کھول دیا تو جو اسمیں خمر تھی بہہ
جاتی رہی کذا فی العینی و نبیذ شراب ہے اور ان لوگوں پر جو اسکو پیتے ہیں حد ماری جاوے خمر کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہو جاوے اس سے ہم باوجود عدم سکر حد
لازم ہے اسواسطے کہ اسکی حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ ام الخبائث ہے جیسا کہ بعض حدیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب مرد
خمر کا پیالہ اپنے ہاتھوں پر رکھتا ہے تو اسپر آسمانوں اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں پھر اگر اسنے پی تو اسکی نماز چالیس رات مقبول نہیں ہوتی اور اگر
اسکو ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ بت پرست کی مانند ہے کذا فی المحیط اور ہم ان الفاظ کی وجہ سے شراب خمر یا ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے کو
حد ماری جاتی ہے جبکہ اسکو بیہوشی اور نشہ ہو فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ہمارے زمانے میں امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہے تو حد ماری جاویگی اسپر جو مست ہو
ان شرابوں کو پیکر جو حبوب اور شہد اور دودھ اور انجیر سے بنائی جاتی ہیں اسواسطے کہ فاسق لوگ انکے پینے پر اجتماع کرتے ہیں ہمارے زمانے میں اور لہو و لعب کا
قصد کرتے ہیں اور اسکے پینے سے مست ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انتہی ولا یؤثر فیہا الطبخ اور خمر میں آگ پر پکانا اسکے ازالہ حرمت میں اثر نہیں کرتا ہے
یعنی پکانے سے اسکی حرمت زائل نہیں ہوتی اسواسطے کہ پکانا تو شرع میں ثبوت حرمت کے منع کرنے کے واسطے ہے نہ اسواسطے کہ اسکی حرمت کو باطل کر دے مگر
کہ ثابت ہو جانے کے بعد یعنی خمر ہو جانے سے پہلے طبخ البتہ مؤثر ہے اور جبکہ خمر بنگئی تو اسکے بعد طبخ کچھ اثر نہیں کرتا کذا فی الطحاوی الا انہ لا یحد فیہا مالم یسکر منہ
لاختصاص الحد بالنی ذکرہ الزیلعی و ہو خلاف ما صححہ المصنف و ضعفہ ما فی القنیۃ والمجتبیٰ ثم نقل عن ابن وہبان انہ لا یلتفت لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفا للقواعد
الا مع ابن نقل عن غیرہ انتہی وفیہ کلام لابن الشحنہ مگر یہ کہ خمر مطبوخ کے پینے میں حد ماری نجاویگی جبتک اس سے مست نہو کا سبب مخصوص ہونے حد کے
پکی خمر کے ساتھ تو ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے اور فتوی کیا ہے اس قول کو مصنف رحمہ نے اپنی شرح میں اور ضعیف کہا ہے اس قول کو جو قنیہ اور مجتبیٰ میں ہے یعنی جب خمر
پکائی گئی اور اسکی تلخی دور ہو گئی تو حلال ہو جاتی ہے پھر مصنف رحمہ نے ابن وہبان سے یہ قول نقل کیا کہ التفات نکیا جائے اسکے قول کی طرف جو صاحب قنیہ نے
قواعد مذہب کے مخالف کہا ہے جبتک کہ مؤید کسی اور فقیہ کی نقل سے ثابت نہو انتہی اور اسمیں ابن الشحنہ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہے ہم
خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا نہ واقع ہونا ایک قول ہے اور دوسرا قول شمس الائمہ سرخسی رحمہ کا ہے کہ اسکے شارب پر حد واقع ہوگی تھوڑی پیئے یا بہت چنانچہ
فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے اور اسی طرح قاضی خان اور بدائع میں ہے ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہے جبکہ
اس سے اوصاف خمریت کے اپنی تلخی اور مستی کردینا زائل ہو جاسکے کیونکہ اسکی حقیقت بدل گئی جیسے سرکہ ہو جانے سے اسکی حقیقت بدل جاتی ہے
اور یہ جو صاحب مبسوط نے کہا ہے کہ طبخ سے خمر حلال نہیں ہو جاتی تو مراد اسکی یہ ہے کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہوں کیونکہ انقلاب اور استحالہ نہیں پایا گیا
جو منافی ہے ابا بست کا اور یہ جو کہا کہ طبخ کو اسکی حلت کے اثبات میں اثر نہیں مخالف قواعد کے نہیں اسلئے کہ مدار انقلاب پر ہے طبخ کی اسمیں کچھ خصوصیت نہیں کذا فی
الطحطاوی ولا یجوز بہا التداوی علی المعتمد قال المصنف قلت وہو باستقامت وافرد لہا رق فی البحر بما یہ اور جائز نہیں خمر سے دوا کرنا بنا بر قول معتمد کے ایسا
کہا ہے مصنف رحمہ نے شرح میں میں کہتا ہوں اگر چہ خمر سے حقنہ کیا جاوے اور پیشاب کے سوراخ میں ٹپکائی جاوے کذا فی النہایہ ہم ہر چند حقنہ وغیرہ میں احتمال

[illegible] نہیں کیونکہ جس [illegible] ہوتے ہیں یہ بھی درست نہیں کہ اسی طرح اسکا سرکہ اور ناسرکہ میں فرق کرنا جائز نہیں [illegible]
اور بالجملہ خمر کا سرکہ کرنا اگرچہ کوئی چیز ڈالکر ہو نمک وغیرہ کے ڈالکر سرکہ کرے جیسا کہ امام شافعی رح امام شافعی رح کے نزدیک اگر خمر [illegible] تو حلال ہے [illegible]
وغیرہ ڈالکر سرکہ بنانا درست نہیں [illegible] سرکہ ہو گئی تو جہاں تک سرکہ ہے وہاں تک پاک ہو گیا اور اسکے اوپر کی جانب [illegible]
نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ یہی قول [illegible] ہے کذا فی الطحطاوی والثانی [illegible]
ان ہذا السبب [illegible] اور دوسری قسم [illegible] ہو گیا یہاں تک کہ وہ تہائی سے کم رہ گیا [illegible]
اور مصنف رح نے اپنی شرح میں کہا کہ حق یہ ہے کہ اسکا نام بادہ ہے [illegible]
قاضی خان کے فتاوی میں [illegible] کی قید نہیں بلکہ یوں کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ بادہ ہے [illegible]
کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر تہائی جل جاوے گا تو جب تک شیرین ہے سب کے نزدیک حلال ہے [illegible]
جب تک شیرین ہے سب کے نزدیک حلال ہے [illegible]
و ہو الصواب کما جری علیہ صاحب المحیط [illegible]
رضی اللہ عنہ کا ہی [illegible] اور دوسرا قول یہ ہے کہ [illegible] انگور کا پانی پکایا جاوے یہاں تک کہ اسکی دو تہائی جل جاوے [illegible]
تہائی باقی رہے اور وہ مسکر ہو جاوے اور اسی مشروب کو طلا کہتے ہیں چنانچہ صاحب محیط وغیرہ [illegible]
صاحب محیط وغیرہ نے اس مثلث کو طلا کہا ہے اسکو حرام نہیں کہا [illegible]
رضی اللہ عنہم کے [illegible] خلاصہ یہ کہ طلا کی تفسیر اول [illegible] بادہ حرام ہے اور طلا کی تفسیر ثانی [illegible]
مثلث حرام نہیں الا القدر [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] بالطلاء [illegible] عمر رضی اللہ عنہ [illegible]
مثلث کا نام طلا رکھا گیا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے اس قول سے [illegible]
[illegible] اونٹ [illegible] طلا [illegible]
مشابہ تھا طلا سے لہذا اسکو فاروق اعظم رض نے فرمایا [illegible] الطلاء علی التفسیر الاول [illegible]
طلا کی بنا پر تفسیر اول [illegible] مصنف رح نے کہا ہے خمر کے مانند [illegible]
نجاست غلیظہ ہے اور تفسیر ثانی کے سوافق [illegible] حلال ہو [illegible]
[illegible] شراب [illegible]
اور یہی قوت [illegible] حلال ہے کذا فی الطحطاوی [illegible] والرابع نقیع الزبیب [illegible]
[illegible] نقیع زبیب [illegible]
[illegible] حرام ہے [illegible]
[illegible] نقیع زبیب حرام ہے جبکہ جوش کھاوے اور تیز ہو [illegible] اور اگر جوش نہ کھاوے [illegible] حرام نہیں
ھم امام رح کے نزدیک [illegible] حرام نہیں [illegible] امام رح کے نزدیک [illegible] حرام نہیں
[illegible] اور شدت [illegible] حاصل نہیں [illegible] اور اگر جھاگ ڈالا تو بالاتفاق حرام ہے [illegible]

تو اس کو جو کچھ بعد اس کے ہے حرام ہے کہ سبب فقط غلیان اور شدت کے حرمت ہوئی تو جھاگ کا اعتبار نہیں ہے بطریق اولیٰ حرمت ہوگی اور ظاہر کلام کیفیت
القدور اشارہ ہے کہ غلیان اور جھاگ ڈالنے کو حرمت میں دخل ہے اور کرخی نے مسائل الحنفیہ میں ذکر کیا اور باطن کا ظاہر کلام باقی اور متون کے مانند ہے پس
کہ سقط حرمت میں اور جو شدت اور غلیان فقط غلیان اور شدت و بعد کہ سیتے کی اور جھاگ ڈالنے کو ذکر نہیں کیا ایسا کہا ہے اور جو شارح نے جو بیان
کیا اس کے مانند کہا ہے جھاگ ڈالنا اس کی شدت سکر بیان سابق ہے اتفاق کیا یعنی کچا خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا ذکر کر چکا تھا پس
سکر کو ذکر نہیں کیا تا اس میں حرام جو اسم طلاء ہے کہ کہا مصنف نے کچھ قسم سے مثال اس کے کلام کی تائید نکلتی ہے اسی کا اسم سکر کی عبارت ہی گی
اور سکر فقط ان کے یہ ذکر کیا اور ظاہر تقریر سے مراد ہوگی اسکی کہ دونوں میں کیا ان خلاف ہو جوم ہیں حکم نجاست السکر والفقیع ونساد کالاسم
اشارہ خفیفہ وہو مختار السرخسی و نشار فی الہدایہ انہا غلیظۃ اور متون میں سکر و فقیعین اور فقیع کی نجاست کا جو بیان نہیں کیا اور اسکے کلام سے ایسا
ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کی نجاست خفیفہ ہے اور یہی قول شمس الائمہ سرخسی کا مختار ہے اور ہدایہ میں یہ اختیار کیا ہے کہ نجاست غلیظہ ہے و حرمتہا دون حرمۃ
الخمر فلا یکفر مستحلہا لان حرمتہا بالاجتہاد اور حرمت شراب ثلثہ یعنی بادہ اور سکر اور نقیع کی کمتر ہے خمر کی حرمت سے تو اسکا حلال جاننے والا کافر کہا جائیگا
اسواسطے کہ حرمت انکی اجتہاد کے سبب ہے اور حرمت خمر کی بدلیل قرآنی قطعی ہے ہم کہتے ہیں ہے کہ کفر کو انکار سے کہا ہے تو تکفیر سے اسواسطے کہ اول
نسبت الی الکفر میں خاص اور ثانی مشترک ہے اور خاص دلالت مراد میں اولیٰ ہے مشترک سے کذا فی المطحاوی والحلال منہا اربعۃ انواع الاول نبیذ التمر
والزبیب ان طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد اور اشربہ سے چار شربت حلال ہیں اول نبیذ تمر اور زبیب یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا
پانی ہے جبکہ تھوڑا سا پکایا جاوے یعنی یہاں تک کہ نضج حاصل ہو کذا فی الزاہدی تو اسکا پینا حلال ہے اگرچہ جوش کھا کر قوی ہو جاوے مصنف اس کے ساتھ قذف کا
ذکر نہیں کیا یہاں سابق پر اکتفا کر کے پینا نہ ہو میں ہے اور نفی کہا منتقی میں التمر کی حرمت میں احادیث وارد ہیں اور اسکی حلت میں بھی احادیث وارد ہیں
تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجیے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض دفع ہو جاوے وہذا اذا شرب منہ بلا لہو وطرب فلو شرب للہو فقلیلہ
وکثیرہ حرام اور یہ یعنی حلت نبیذ تمر اور زبیب کی اسوقت ہے جبکہ وہ پیا جاوے بغیر لہو اور طرب کے تو اگر لہو ولعب کے واسطے شرب ہوگا تو اسکا
قلیل اور کثیر سب حرام ہے ہم مختار یہ ہے کہ طرب سے وہ چیز مراد ہے جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہے درر میں کہا کہ یہ قید ان اشربہ کے ساتھ مخصوص
نہیں بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقوں کی وضع پر تو حرام ہے و مالم یسکر فلو شرب ما یغلب علی ظنہ انہ مسکر فہو حرام
اور یہ حلت اسوقت تک ہے جب تک وہ نشا نکرے تو اگر اسقدر پیئےگا جسقدر کے پینے سے اسکے نشا کرنے کا گمان غالب ہوگا تو وہ پینا حرام ہوگا
یعنی قدح اخیر جس نے نشا کر دیا وہ حرام ہے نہ سب و ہمہ بمنزلہ اس کے ہے کہ جسنے نو پیالے پیئے مگر کچھ سوا شربہ حلال ہے اور اسکو نشہ نہوا پھر دسوان پیالہ
پیا اسوجسے نشا کیا تو حرام دسوان پیالہ ہے نہ اگلے پیالے ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر مستی ہونے کی نیت سے پیا تو قدح اول ہی حرام ہے اور وہاں تک اٹھنا
حرام اور اسکی طرف چلنا حرام ہے کذا فی المحیط والثانی الخلیطان من الزبیب والتمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد بلا لہو اور دوسرا شربہ حلال سے
شربت ثانی خلیطین ہے یعنی خشک انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جبکہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھا کر شدت اسمیں حاصل ہو بلا لہو
بدون لہو ولعب کے اور حلت کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ رضہ سے مروی ہے کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلے اللہ علیہ والہ
واصحابہ وسلم کے واسطے برتن میں ڈالتے تھے اور پانی اسپر ڈالتے تھے سو جو علی الصباح تر کر رکھتے تھے حضرت صلعم اسکو شام کو پیتے تھے اور جو شام کو
بھگو رکھتے اسکو علی الصباح پیتے تھے اھ وہ جو احادیث میں خلیطین سے نہی وارد ہے وہ قحط کی حالت پر محمول ہے تاکہ دو نعمتوں کا اجتماع نہووے اور
حالانکہ پڑوسی محتاج ہے بلکہ ایک چیز پڑوسی کو دے اور ایک آپ استعمال کرے اور اباحت فراخ سالی میں تھی یہ توجیہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے ۲۶

كذا في الطحاوي والثالث شبيها لعسل والتين والبر والشعير والذرة حل سواء طبخ اولا بلا لهو وطرب اور شربہ حلال ہے شہد انجیر گیہوں جو
اور جوار کا نبیذ یعنی جیسا نہ ان چیزوں کا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہیں بدون لہو اور طرب کے والرابع المثلث العنبي وان اشتد وهو ما طبخ من ماء العنب
حتى يذهب ثلثاه ويبقى ثلثه اذا قصد به استمراء الطعام والتداوي والتقوي على طاعة الله ولو للهو لا يحل اجماعا اور چوتھا شربہ حلال ہے وہ مثلث
انگوری ہے اگرچہ اس میں شدت ہو حلال ہے اور مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس یہاں تک پکایا جاوے کہ اسکی دو تہائیاں جاتی رہیں اور ایک تہائی باقی رہے
یہ اسوقت حلال ہے جبکہ اسکے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالی کی طاعت پر قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو ولعب کے واسطے پیا ہو تو شیخین
اور محمد رح سب کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق شیخین رح کے نزدیک مثلث عنبی بشرط مذکور حلال ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک
حرام ہے ہمارے دلائل حلت شیخین رح کی ایک دلیل وہ روایت ہے جو نسائی میں شعبی سے مروی ہے کہ پہنچا وہ مکتوب جو امیر المؤمنین فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ نے ابو موسی اشعری کو لکھا تھا اسمیں یہ تھا کہ شام کا قافلہ میرے پاس ... شراب لایا مانند ... گاڑھا سیاہ رنگ ... ہم نے
کہ ہم اسکو کتنا پکایا گیا ہے سوال کیا انہوں نے خبر دی کہ دو تہائیاں جلا ڈالی گئی ہیں اسکی دو ثلث ... جاتے رہے اور ایک ثلث ... رہا
ملک کا ... اپنے لوگوں سے حکم کیا کہ اسکو پیا کریں اور دوسری روایت نسائی کی یوں ہے کہ ... تک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے
دو شیطان کے دو حصے ہیں اور تمہارا ایک حصہ ہے انتہی ... صحیح ہدایہ میں کہا کہ ابو حفص کبیر سے مثلث کا سوال ہوا تو جواب دیا کہ اسکا پینا حلال نہیں
سائل نے کہا کہ تم امام اعظم اور ابو یوسف رح کے خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ وہ بعض علماء کے واسطے حلال کہتے تھے اور ہمارے زمانہ میں لوگ لہو ولعب اور فسق کے واسطے
پیتے ہیں ابو یوسف رح امالی میں روایت ہے کہ اگر کشتی کے واسطے مثلث پیے تو قلیل اور کثیر سب حرام ہے اور ... کا پینا حرام ہے امام اعظم رح سے روایت ہے
کہ میں نبیذ تمر کو حرام نہیں کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اسواسطے کہ اکابر دین اسکو استعمال کرتے تھے اور میں اسکو نہیں پیتا ہوں باعتبار مروت کے انتہی وصح بیع
غير الخمر منها اور خمر کے سوا جو اشربہ مذکور ہو چکے انکی بیع صحیح ہے یعنی اشربہ ... منصف اور سکر اور نقیع زبیب کی بیع شیخین رح کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے
اسواسطے کہ معصیت لعينها قائم ہے کذا فی الطحاوی ومفاده صحة بيع الحشيشة والافيون قلت وقد سئل ابن نجيم عن بيع الحشيشة هل يجوز فكتب لا يجوز فيحمل ان مراده
بعدم الجواز عدم الحل قاله المصنف اور متن کے قول سے بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اسواسطے کہ دونوں غیر خمر ہیں میں کہتا ہوں
اور ابن نجیم سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہیں تو یہ محمول اسپر ہے کہ عدم جواز سے ابن نجیم کی مراد عدم حلت ہے ایسا کہا مصنف رح
نے شرح میں وضمن هذه الاشربة بالقيمة لا بالمثل لمنعنا عن تمليكه ... اور تاوان دیا جاویگا ان شرابوں کا بسبب تلف کر دینے
کے قیمت سے نہ مثل سے اسواسطے کہ ہم ممنوع ہیں اسکی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہے ہم جواز فعل تملیک سے صحت اور ثبوت
مراد ہے کذا فی الطحاوی بخلاف الصليب حيث تضمن قيمته صليبا لانه مال متقوم في حقه وقد امرنا بتركهم وما يدينون زیلعی بخلاف اتلاف صلیب کے یعنی
اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا صلیب تلف کر ڈالے تو اسکے مانند صلیب کی قیمت کا تاوان دیا جاویگا اسلیے کہ صلیب مال متقوم ہے ذمی کے حق میں اور ہم امور
دین انکے دین کے عدم تعرض پر کذا فی الزیلعی وحرمها محمد ای الاشربة المتخذة من العسل والتين ونحوهما قاله المصنف مطلقا قليلها وكثيرها وبه يفتي
ذكره الزيلعي وغيره اور حرام کہا ہے انکو محمد رح نے مصنف رح نے شرح میں کہا یعنی جو شراب ہیں کہ بنائی جاویں شہد اور انجیر اور انکے مانند سے وہ محمد رح
کے نزدیک مطلقا حرام ہیں خواہ قلیل ہوں خواہ کثیر اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے زیلعی وغیرہ نے ہم قہستانی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ جو شراب ...
نبیذ یعنی انکا جوزہ شہد وغیرہ مذکورہ شیخین رح کے نزدیک حلال ہے تو جو انکو پیکر مست ہوا اسپر حد نہیں اور اسکی طلاق واقع نہیں اور محمد رح کے نزدیک وہ
حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی میں ہے اور محمد رح کے قول پر فتوی ہے چنانچہ کفایہ وغیرہ میں ہے حموی نے کہا قول اصح اور مختار ہمارے زمانہ میں یہی ہے کہ ...

الز[illegible] اور مصنف رح نے شرح وہبانیہ وغیرہ سے نقل کیا کہ بھنگ اور تنباکو کے حلال ہونے کا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہی بلکہ نجم الدین زاہدی نے کہا کہ وہ شخص
[illegible] ہی اور مصنف رح نے جامع الفتاوی سے یہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح تمرتاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سے حلت اور حرمت
حشیش یعنی بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابوحنیفہ رح سے کچھ منقول نہیں اس واسطے کہ آپکے وقت میں اسکا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور سلف سے بھی
کچھ منقول نہیں غزالی کے زمانہ تک جو شاگرد ہیں امام شافعی رح کے اور اسی طرح مزنی شاگرد امام اعظم رح کے عراق اور عجم میں تھے وہ اسکی اباحت کے قائل تھے پھر جب
اسکی بلا عام ہوگئی اور یہ فتنہ عالم میں پھیلا اور سفاہت اور فساد پر غالب ہوگئی اسکے استعمال سے تو تمام علما ماوراء النہر نے مثل مزنی کے مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور
اسکے جلانے کا اور اسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اسماعیل شافعی رح اور حنفی رح دونوں مذہبوں کا اسکے حرام ہونے پر فتوی ہی یہان تک کہ اسکی حلت کے قائل کو
زندیق اور بدعتی کہا ہی اور حکم کیا ہی [illegible] بھنگ سے جس سے ہوا [illegible] تو اسکی طلاق واقع ہوگی زجراً اور تنبیہ کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی قلت ونقل شیخنا النجم
الغزی الشافعی فی شرحه علی منظومة [illegible] الملقبة بالکبائر والصغائر عن ابن حجر المکی انه صرح بتحریم جوزة الطیب باجماع الائمة الاربعة وانها مسکرة [illegible]
کہتا ہوں اور ہمارے استاذ نجم غزی شافعی رح نے بھی اپنی شرح میں جو آپکے باپ بدرالدین کی منظومہ پر ہی جو کبائر اور صغائر کے بیان میں ہی ابن حجر کی سے
یوں کہا ہی کہ اسنے تصریح کی ہی جائفل کے حرام ہونے پر بالاتفاق چاروں اماموں کے اور یہ کہ وہ نشا کرتا ہی ثم قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثه بدمشق
فی سنة خمسة عشر بعد الالف یدعی شاربه انه لا یسکر وان سلم له فانه مفتر وهو حرام لحدیث احمد عن ام سلمة قالت نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کل
مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناوله المرة والمرتین ومع نهی ولی الامر عنه حرم قطعا علی ان استعماله ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیه کبیرة
کسائر الصغائر انتہی بحرفہ پھر کہا ہمارے استاذ نجم شافعی رح نے کہ تنباکو جو نو پیدا چیز ہی اور اسکی پیدائش دمشق شام میں ایک ہزار پندرہ سال
ہجری میں ہوئی اسکا پینے والا یہ دعوے کرتا ہی کہ وہ نشہ نہیں کرتا اگر اسکے عدم سکر کو مان لیجیے تو البتہ وہ مفتر ہی یعنی اگرچہ عقل کو زائل نہیں کرتا مگر
حواس کو منکسر اور ضعیف کرتا ہی اور جو چیز مفتر ہی وہ حرام ہی بدلیل اس حدیث کے جو مسند احمد میں حضرت ام سلمہ رض سے مروی ہی کہ منع فرمایا رسول اللہ
صلعم نے ہر مسکر اور مفتر یعنی نشہ کرنیوالی اور سست کرنیوالی چیز سے کہا نجم مذکور نے کہ تنباکو کا ایک دو بار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہیں اور باوجود منع کردینے
سلطان وقت کے وہ یقینا حرام ہی علاوہ یہ کہ اسکا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہی ہان اسکو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہی جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہو جاتا ہی
انتہی کلام النجم الشافعی رح بلفظہ ہم ابوالسعود مفتی روم نے کہا کہ تنباکو کی حرمت علماء شافعیہ رح کے مخالف ہی [illegible] کہ شافعیہ رح نے تصریح کی ہی کہ اگر زوجہ حقہ پیتی ہو تو زوج پر اسکا
سامان کرنا واجب ہی انتہی اور بعض ثقات شافعیہ رح سے دریافت کیا سو انھوں نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہی سو قول ضعیف ہی اور مذہب صحیح یہ ہی
کہ تنباکو مکروہ تنزیہی ہی مگر بعارض اور حقہ اس وقت زوج پر واجب ہی جب زوجہ کو اسکی عادت ہو اور ترک اسکا ضرر کرے تو از قبیل افکہات ہوگا اور اگر
اسکا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو سب زوج پر لازم ہوگا انتہی کلام الشافعیہ اور یہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہ ہی کہ یہ امر مختلف ہی
باختلاف مستعملین کے یعنی ہر کسیکو مضر ہی اور کسیکو نافع کذا فی الطحطاوی وفی الاشباه فی قاعدة الاصل الاباحة او التوقف ویظهر اثره فیما اشکل حاله
کالحیوان المشکل امره والنبات المجهول سمیته انتهی قلت فیفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبه اور اشباہ میں اس قاعدہ
اندر کہ اصل اشیا میں اباحت ہی یا توقف اور ظاہر ہوتا ہی اثر اس قاعدے کا اس چیز میں جسکا حال معلوم نہیں چنانچہ وہ جانور جسکا حال معلوم نہیں یا
اور وہ گھاس جسکا زہر ہونا ثابت نہیں ہوتا انتہی کلام الاشباہ میں کہتا ہوں تو اس قاعدے سے پوچھا جاتا ہی حکم اس گھاس اور بوٹی کا
جو ہمارے زمانہ میں شائع اور پھیل گئی ہی جسکا نام تتن یعنی تنباکو ہی تو خبردار رہنا ہم یعنی جب اس قاعدہ سے کہ اصل اشیا میں اباحت ہی
تنباکو مباح ہی اور جب اس قاعدہ سے کہ اصل اشیا میں توقف ہی یعنی نہ اباحت ہی نہ حرمت بلا حکم شرع کے تو نہ مباح ہی نہ حرام وقد کرہ

[illegible]

مشتہا الطحاوی فی ہدیۃ الحاقا بالثوم والبصل بالاولی کذا فی ... اور البتہ شبہا کو کو بارے استنادعادی نے اپنے رسالہ ہدیۃ العمادی میں ...
حسن پیالہ کے ساتھ بلا تفریق اور الحاق کرکے اسکو شمار کرتے ہیں مفتی روم ابو السعود نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی ہے حسن پیالہ کے الحاق کی دلیل سے اور
کراہت تنزیہی سے جواز نکلتا ہے انتہی اس الحاق سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ حقہ پینا کراہت تحریمی ہے جیسے حسن پیالہ دہان کا کراہت تحریمی ہے اور قرآن خوانی کے
وقت اسکا استعمال صریحا بے ادبی ہے کذا فی الطحطاوی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے جواب استفتا میں بیان کیا ہے کہ جو لوگ اکل دخان حرام ہے تعلیما کہتے ہیں کہ
حرام کہتے ہیں سو یہ حدیث نہیں لیکن حقہ کشی کو تو ہنا امر لازم ہے اگر تو بدبو تا حقہ کش کے منہ سے دور کر کے ملائکہ کو اذیت کی تغییر و دیوان کا ... سے کہ شامہ
اہل دوزخ ہے ہر چند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن باجتماع اسکے کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے ... کا ... واللہ اعلم ...
الحنفیہ شارح الوہبانیہ فی الحظر ... وافتوا بتحریم الحشیش وحرقہا ... واهلها ... الخ
اور ان علماء میں سے جو بھنگ کی حرمت پر یقین کر چکے ہیں شارح وہبانیہ نے بیان کیا ہے اسکو کتاب الحظر میں اور اسکو نظم کیا ہے اور یوں کہا ہے اور علماء نے
فتوی دیا ہے بھنگ کے حرام ہونے اور اسکے جلا دینے اور بھنگ ... کی طلاق واقع ہونے پر ... اور ... کی وجہ سے اور شافعی ... نے بھنگ ...
تعزیر اور ... اور اسکے حلال کہنے والے کا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہے اور اسکو شیخ ... نے بیان کیا ہے واللہ اعلم و ... الکریم

کتاب الصید

یہ کتاب ہے صید یعنی شکار کے احکام میں علامہ قہستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان ممتنع متوحش ہے جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر حیلہ ... کی ...
یا نکل گیا اسلیے کہ ممتنع سے وہ مراد ہے کہ اپنے پاؤں یا پروں سے وہ بھاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اسواسطے کہ متوحش سے مراد ہے کہ ...
ذات مین اور وحشت اصلی کی قید سے وہ پالتو جانور نکل گیا جو وحشی ہو گیا اگرچہ شکار کرنے سے حلال نہیں بلکہ ذکوۃ ضروری سے حلال ہے اور اسی قید سے متوحش
اور ... صید میں چنانچہ پالتو ہرن جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر حیلہ ... مناسبت ان کا ... اور ... شاید کہ مناسبت صید کی کتاب الاشربہ سے
یہ ہے کہ دونوں چیزیں موجب سرور ہوتی ہیں سو مباح ... پندرہ شرطیں ... فی النہایۃ ... شکار کرنا مباح ہے پندرہ شرطوں سے جو مفصل
ذکور ہیں عنایہ میں اور ہم انکی تقریر بیان کرینگے اس کتاب کے اثنا مسائل میں ہم مختصر ... پانچ شرطیں ہیں شکار کرنے والے میں اسکا مسلم یا کتابی
چھوڑنا اسکا کلب یا باز کو ... شریک نہ ہونا اسکے چھوڑنے میں غیر مسلم یا کتابی کا ... تسمیہ ... چھوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر ... ہونا
اور یہ پانچ شرطیں کلب وغیرہ میں ہیں اسکا معلم ہونا یعنی تعلیم یافتہ ہونا ... اسکا ... غیر معلم کی ... شکار کا
زخم سے شکار کا نہ کھانا اور پانچ شرطیں شکار میں ہیں ایک یہ کہ اسکی خوراک ... ہو ... اور ... جنگل سے ہو شکار کا حشرات الارض سے نہ ہونا ... پانی ...
ہونا ہم قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پاؤں سے یا پروں سے ... مر جانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اسکے ذبح کرنے کے کذا فی ... الانہایۃ ... شرطیں
اسکے واسطے ہیں متعلق شکار کے واسطے منح الغفار میں ہے کہ شکار کا سبب ... شکاری کے ... حال ہے ... شکار کرنا کبھی حاجت کی وجہ سے ہوتا ہے
اور کبھی اظہار بہادری کے واسطے اور کبھی دل بہلانے کے واسطے اور غایۃ البیان میں ہے کہ شکار کرنا مباح ہے حلال جانوروں اور حرام میں حلال تو کھانے کے واسطے اور
حرام جانور کا شکار اور غرض کے واسطے یا اسکی کھال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کے واسطے منح الغفار میں ہے کہ شکار کرنا مشروع ہے قرآن سے قال اللہ تعالی
واذا حللتم فاصطادوا اور حرم علیکم صید البر ما دمتم حرما یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہ ہو تو شکار کرو اور حرام کر دیا گیا تمپر شکار کرنا خشکی میں جب تک تم محرم ہو
اور مشروع ہے حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو اسپر بسم اللہ کہہ پھر اگر اسنے شکار پکڑ رکھا
اور تونے اسکو زندہ پایا تو اسکو ذبح کر اور اگر تونے اسکو مقتول پایا اور حالانکہ کتے نے اسکو نہیں کھایا تو اسکو کھا اسواسطے کہ کتے کا پکڑنا ذبح ہے ... بخاری

ہین ہو اور اجماع امت اسکے شروع ہونے پر قائم ہو اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہو اسواسطے کہ یہ قسم ہو اکتساب کی اور اکتساب مباح ہو واصطیاد فی غیر
الا لمحرم فی غیر الحرم شکار کرنا مباح ہو مگر محرم کو غیر حرم مین مباح نہین ہو حلبی نے کہا یون کہنا بہتر تھا الا المحرم او فی الحرم یعنے شکار مباح ہو مگر محرم کو یا حرم مین
مباح نہین اسواسطے کہ یہ عبارت تینون شکارون کو شامل ہو شکار محرم کو حل یا حرم مین اور شکار حلال کو حرم مین اور لا شامل ہی کما ہو ظاہر یا شکار کرنا مباح ہو
مگر لہو لعب کے واسطے چنانچہ یہ ظاہر ہو اور حموی نے حاشیہ اشباہ مین کہا فی الاشباہ وقال المصنف ... والا فالتحقیق عندی اباحۃ اتخاذہ حرفۃ لانہ نوع من الاکتساب
وکل انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علی المذہب الصحیح کما فی البزازیہ وغیرہا یا شکار کرنا مباح ہو مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہین یہ عدم اباحت
بموجب اشباہ کے ہو مصنف رحمہ نے شرح مین کہا کہ مین نے عدم اباحت حرفہ مین زیادہ کی اشباہ کی تبعیت سے ورنہ میرے نزدیک شکار
کے پیشہ اختیار کرنے کی اباحت تحقیقی ہی اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہو اکتساب کی اور سب اقسام اباحت کے برابر ہین بموجب مذہب صحیح کے
چنانچہ بزازیہ وغیرہ مین ہو مصنف شاگرد ہو صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے اسکے قول ضعیف کو بھی اختیار کیا نصب شبکۃ
للصید یملک ماتعلق بہا بخلاف ما اذا نصبہا للجفاف فانہ لا یملک ماتعلق بہا ایک شخص نے شکار کے واسطے جال لگایا تو وہ مالک ہوگا
اس جانور کا جو اسمین پھنس گیا بخلاف اس صورت کے جبکہ جال لگایا اسکے خشک کرنے کے لیے تو وہ مالک نہوگا اسکا جو پھنس گیا اسمین تو اول صورت مین
دوسرا شخص شکار کو نہین لے سکتا اور دوسری صورت مین جو شخص اسکو پکڑے گا مالک ہوگا جال والا اس سے نہین لے سکتا وان وجد الفلوس
او غیرہا فلوسا او دنانیر مضروبۃ بضرب الاسلام لا یملکہ ویجب التعریف اور اگر پیسا یا کوڑی اور کسی شخص نے انگوٹھی یا اشرفی جسپر اسلام کا سکہ ہو پاوے تو اسکا
مالک نہوگا اور اسکی تعریف یعنے پھیروانا واجب ہو کہ جسکا ہو سو اسکو لے ... اور ... عرف مین اسکو کہتے ہین
جو زمین مین مالیت کی چیز تلاش کرتا پھرے کذا فی الطحطاوی اور جسپر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز ہین واللہ اعلم ان اسباب الملک ثلثۃ ناقل کبیع
وہبۃ وخلافۃ کارث واصالۃ وہو الاستیلاء حقیقۃ بوضع الید او حکما بالتہیئۃ کنصب شبکۃ لصید لا لجفاف علی المباح الخالی عن مالک
فلو استولی فی مفازۃ علی حطب غیرہ لم یملکہ ولم یحل للفلاس ما یجدہ بلا تعریف معلوم کرنا کہ ملک کے سبب تین ہین ایک سبب ناقل ہو یعنے ایک مالک سے
دوسرے مالک کی طرف ملکیت منقول ہو جاوے جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہو اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہو یعنی ایک کے مرنے کے بعد دوسرا
مالک ہوتا چنانچہ میراث اور تیسرا سبب ملک کا اصالت ہو یعنے استیلا اور قبضہ ہونا اس مباح چیز پر جو خالی ہو مالک سے خواہ حقیقۃ استیلا اور قدرت ہو
تصرف مین کر لینے سے یا حکما قدرت ہو اسکے تہیہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کے واسطے نہ جال خشک کرنے کے لیے تو اگر
ایک شخص مستولی ہو جنگل مین غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنے اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہین اور زمین کے تلاش کرنے والے کو حلال نہین وہ چیز
جو پاوے بدون تعریف کے وتمام التعریف فی المطولات اور شکار کی تعریف تمام بڑی بڑی کتابون مین ہو ہم تمام تعریف صید کی قہستانی سے
ترجمہ مین مذکور ہو چکی ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب تقدم فی الذبائح من کلب وباز ونحوہما بشرط قابلیۃ التعلیم بشرط کونہ لیس بنجس
العین اور حلال ہو شکار کرنا ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند انکے چنانچہ چیتا اور شکرا بشرط قابل ہونے تعلیم کے اور بشرط اسکے
نجس العین نہونے کے کتاب الذبائح مین نیشدار و چنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنے ہر نیشدار اور ہر چنگل والا مراد نہین اسلیے کہ اونٹ بھی نیش دار
ہوتا ہو اور کبوتر چنگل والا لیکن یہ شکار نہین کرتے نیش اور چنگل سے ثم فرع علی ما مہد من الاصل بقولہ فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتہما
التعلیم فانہما لا یعملان للغیر الاسد لعلو ہمتہ والدب لخساستہ والحق بعضہم بالدب الحداۃ لخساستہا پھر مصنف رح نے تفریع کی اصل مذکور پر
جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہین شکار کرنا ریچھ اور شیر سے اسواسطے کہ انہین تعلیم کی قابلیت نہین کیونکہ وہ دونون غیر کے لیے عمل

نہیں کرتے شیرا اپنی علو ہمت سے غیر کا کام نہیں کرتا اور ریچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسرے کا کام نہیں کرتا اور بعضوں نے
چیل کو بھی لاحق کیا ہے اُسکی خساست کی وجہ سے ہم اور بعضوں نے بھیڑیے کو بھی اُسکے ساتھ لاحق کیا و الخنزیر نجاستہ عینیہ علیہ فلا یجوز بالکلب
علی الاول نجاستہ عینیہ الا ان یقال ان النص ورد فیہ فیقتصر علیہ اور نہ سور سے شکار کرنا درست ہے اسکے نجس العین ہونے کے سبب سے اور بموجب اس
قاعدے کے کہ کتے سے بھی شکار جائز نہو اُن لوگوں کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہیں مگر یون جواب دیجیے کہ کتے کے جواز شکار مین نص وارد ہے
تو کتا مستثنی ہو اس قاعدے سے آگاہ رہنا چاہیے ضعیف قول القہستانی ان الکلب نجس العین عند بعضہم والخنزیر لیس نجس العین عند ابی حنیفۃ علے
ما فی التجرید وغیرہ فتامل اور اسی جواب سے قہستانی کا یہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین ہے بعضوں کے نزدیک اور سور نجس العین نہیں ابوحنیفہ کے
نزدیک چنانچہ تجرید وغیرہ مین ہے سو تامل کرے و شرط علمہما علم ذی ناب ومخلب یعنی دار اور چنگل والے کا شکار حلال ہے انکی تعلیم یافتگی کی شرط سے
و ذا بترک الاکل اما الشرب من الصید فلا یضر قہستانی و یاتی ثلثا فی الکلب ونحوہ و بالرجوع اذا دعو بنحو فی البازی ونحوہ اور یہ یعنی
انکی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ مین تین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ مین بلانے پر آنے سے یعنی جبکہ تو اسکو بلاوے اور شکار کا خون پی لینا تو
منافی تعلیم کا نہیں چنانچہ قہستانی مین ہے اور تین بار کا ذکر ہو گا ہم ابھی یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اسکی کھال اور گوشت اور ہڈی اور پر وغیرہ کچھ
نکھاوے تو اُسکا معلم ہونا ثابت ہوگا اسواسطے کہ کتے کی عادت غارتگری اور لیکر بھاگنا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے جب دونون نے اپنی عادت
چھوڑی تو تعلیم یافتگی ثابت ہوئی خواہ باز گوشت دیکھکر پلٹ آتا ہو یا بدون گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچھ کھا لیگا تو یہ اسکی تعلیم یافتگی کو ضرر
نہیں کرتا ہے کذا فی الطحاوی و شرط جرحہما فی ای موضع منہ علی الظاہر یعنی اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کتے اور باز کے کسی جگہ
مقام مین بموجب ظاہر الروایۃ کے اور اسی پر فتوے ہے یعنی فقط گلا دبانا کافی نہیں بلکہ خونریزی ضروری ہے زخم سے ثابت ہو جاتی ہے کہ نجس خون کا نکلنا
وعن الثانی یحل بلا جرح وبہ قال الشافعی اور ابو یوسف رح سے ایک روایت یہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدون زخم کے بھی اور یہی قول ہے امام شافعی رح کا و شرط
ارسال مسلم او کتابی اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چھوڑے شکار پر یعنی اگر کتا یا باز شکار کا پیچھا کرے بدون ارسال
کے اور اسکو پکڑ کے قتل کرے تو حلال نہوگا و شرط التسمیۃ عند الارسال ولو حکما فالشرط عدم ترکہا عمدا حتی علے حیوان ممتنع امر فادعن الامتناع
بقوائمہ او بجناحہ متوحش فالذی وقع فی الشبکۃ او سقط فی البیر او استانس لا تتحقق فیہ الحکم المذکور ولذا قال ماکول لان الکلام فی صید الماکول
وان حل صید غیرہ کما یجی او اعم حل الانتفاع بالجلد مثلا کما یاتی فتامل اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہے کتے یا باز کے چھوڑنے کے وقت جانور
ممتنع متوحش ماکول پر اگرچہ بسم اللہ کہنا حقیقۃ نہو بلکہ حکما تو شرط حلت عدم ترک تسمیہ عمدا ہے یعنی ترک تسمیہ نسیانا مضر نہیں ممتنع سے اسواسطے کہ جانور اپنے
بچانے پر قادر ہو اپنے پانون سے یا دونون پرون سے متوحش کی قید اسواسطے لگائی کہ جو جانور جال مین پھنسا یا کنوئین مین گر پڑا یا وحشی مانوس ہوگیا تو اسمین
حکم مذکور یعنی ارسال اور زخم سے اسکی حلت ثابت نہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسی واسطے مصنف رح نے شکار مین ماکول ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ
گفتگو بیان حلال شکار مین ہے اگرچہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اسواسطے کہ مثلا کھال سے فائدہ
حاصل کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آویگا سو تامل کرے و شرط ان لا یشرک الکلب المعلم کلب لا یحل صیدہ ککلب غیر معلم و کلب مجوسی او لم یرسل او لم یسم علیہ
اور شکار حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کلب معلم یعنی تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ وہ کتا شریک نہو گیا ہو جسکا شکار کرنا حلال نہیں جیسا کہ بدون سکھایا کتا اور مجوسی کا
کتا یا وہ کتا جو چھوڑا نگیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کے وقت عمدا بسم اللہ کہنا اسپر ترک ہوا تو ان دونون میں شکار حلال نہوگا و شرط ان لا
یطول وقفتہ بعد ارسالہ لیکون الاصطیاد مضافا الی الارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے یا باز نے چھوڑنے کے بعد شکار پکڑنے مین زیادہ وقفہ

... واسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب ہو اور چیتا مثل باز کے ہو جاوے اور تیسری بات کتے کی کما فی الفہد علی وجہ الحیلۃ الا الاستراحۃ
بر خلاف اُس صورت کے جبکہ کتا یا باز کسی بار ... اور چھپ گیا چیتے کی مانند ... اسی طرح چیتا ... رہتا ہو بطریق حیلہ کے گھات سے کہ بطریق استراحت و آرام کے
ہو یہ بہ نسبت ... کے ہو یعنی اگر وقفہ کرنا شکار کی گھات میں ضرر نہیں کرتا تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات میں رکا رہے بطریق استراحت کے
پھر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچھ مضائقہ نہیں شکار حلال ہے اور اگر ارسال کے بعد کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی
عن المحیط مختصرا وللفہد خصال حسنۃ ینبغی لکل عاقل ان یاخذ ... اور چیتے کی چند عادات بہتر ہیں ہر عاقل کو لائق ہے کہ ان کا اختیار کرے چنانچہ ...
شرح میں اُنکو مفصل بیان کیا ہے ہم ازانجملہ یہ ہے کہ چیتا راہ میں چھپ کر بیٹھا رہتا ہے یہاں تک کہ شکار پر قادر ہوتا ہے اسی طرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت ظاہر نہ کرے تاوقت
تاکہ ... بلا مشقت مطلب حاصل ہو اور ازانجملہ یہ ہے کہ اُسکو سکھانا رسے نہیں ہوتا بلکہ کتا اُسکے سامنے مارا جاتا ہے اور چیتا اُسکو دیکھکر سیکھ جاتا ہے اسی طرح
عاقل کو لائق ہے کہ غیر کا حال دیکھکر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ اور ازانجملہ یہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہیں کھاتا بلکہ اپنے مالک سے طلب کرتا ہے اسی طرح
عاقل کو لازم ہے کہ نہ کھاوے مگر حلال طیب اور ازانجملہ یہ ہے کہ تین بار یا پانچ بار شکار کے واسطے حملہ کرتا ہے اگر نہ پایا تو غصہ رہتا ہے کہتا ہے میں اپنی جان کیوں ہلاک کروں غیر کے واسطے
ایسا ہی عاقل کو مناسب ہے کذا فی الفتح عن ... رضی عن الصدوانی فان اکل منہ البازی اکل لان تعلیمہ لیس بترک الاکل پھر اگر شکاری باز نے کچھ کھایا تو باقی حلال ہے
کھایا جائیگا اسواسطے کہ اسکی تعلیم کھانا ترک کرنے سے نہیں بلکہ اسکی تعلیم تو بلانے سے ہے بعد ازان اکل الکلب ... لا یوکل مطلقا منہ اور اگر کتے اور یا چیتے نے شکار سے
کچھ کھایا تو باقی نہ کھایا جائیگا ہمارے مذہب میں ہر طرح خواہ اُسکو کھانے کی عادت ہو یا نہ ہو کما کلہ منہ لا یوکل لانہ ... الصید ... اکل الکلب منہ لیعد ترکہ الاکل ثلثا
مرات لانہ علامۃ الجہل جیسے اُسکا کھانا اُس سے یعنی جیسے وہ شکار کھایا نہیں جاتا جسمیں سے کتے نے کھایا تین بار کھانا چھوڑنے کے بعد یعنی تین بار اُسنے شکار
پکڑا اور نہ کھایا پھر چوتھی بار کھایا تو شکار اُسکا حلال نہیں اسواسطے کہ وہ علامت ہے اُسکی جہالت اور ترک تعلیم کی وکذا لایوکل ما صاد بعدہ حتی یتعلم ثانیا بترک الاکل
ثلثا اور اسیطرح وہ شکار بھی نہ کھایا جائیگا جو اُسنے شکار کیا بعد کھا جانے کے یہاں تک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جاتا تین بار کے چھوڑ دینے سے یعنی کھانے کے بعد جب تین بار
شکار کرے اور نہ کھاوے تب چوتھی بار شکار حلال ہوگا اور ما صاد قبلہ لو بقی فی ملکہ فان ما اکلہ من الصید لا تظہر فیہ الحرمۃ اتفاقا لفوت المحل وفیہ اشکال ذکرہ القہستانی
یا وہ بھی شکار حلال نہیں جو کتے نے کھانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک میں باقی رہا ہو اسلیے کہ جس شکار کو وہ تلف کر چکا یعنی مثلا کھا چکا تو اسمیں بالاتفاق
امام رح اور صاحبین رح کے حرمت ظاہر نہوگی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور اسمیں اشکال ہے جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے ہم خلاصہ مقام یہ ہے کہ شکار غیر موجود ہے
یا موجود اگر غیر موجود ہے تو اُسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اسمیں حرمت ظاہر نہیں بعدم بقا محل کے سبب سے اور اگر موجود ہے تو جنگل میں موجود ہے یا صیاد کے ملک میں موجود ہے
اگر جنگل میں ہے تو اُسمیں بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اُسکی ملک میں ہے تو اُسمیں اختلاف ہے سو امام رح کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین رح کے نزدیک حرام نہیں خواہ
مدت دراز ہو یا کوتاہ وبقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہم مُردہ لونڈی کے آزادی کا حکم کرتے ہیں دعوی وارث کے نزدیک انتہی حاصل
اشکال یہ ہے کہ انعدام علیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہیں ہے اور لائق یہ ہے کہ حکم بالحرمۃ کا ثمرہ ظاہر ہو جبکہ شکار بیچ ڈالا ہو تو مشتری بائع سے ثمن پھیر لیگا کیونکہ مبیع مردار تھا
اور اثر ظاہر ہوتا ہے تو یہ ہیں اسکے کھانے کے بعد اور اگر یہ کہیں کہ حکم وجود کا مقتضی ہے تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کھا جاوے تو چاہیے کہ حرمت ساقط ہو جاوے
محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحطاوی کذا قرر من صاحبہ فلکشف حینا فمرجع الیہ فارسلہ فصاد لم یوکل لانہ کہ ما صار بہ مسلما فیکون کالکلب اذا اکل
چنانچہ وہ چرغ جو بھاگ گیا یعنی اُڑ گیا اپنے مالک کے پاس سے سو چند مدت چھوٹا رہا پھر پلٹ آیا مالک کے پاس ہو اُسنے شکار پر چھوڑا اسواسطے شکار پکڑا تو وہ
کھایا نہ جاویگا اسلیے کہ چرغ نے وہ فعل چھوڑ دیا جس سے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تھا یعنی ترک اجابت کی تو وہ اُس کتے کے مانند جاہل ہو گیا جو شکار سے کھا لیتا ہے
ولو الصیاد الصید من الکلب قطع منہ بضعۃ والقاہا الیہ فاکلہا او خطف الکلب منہ واکلہ بالبقی کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ من غایۃ علمہ

اور اگر صیاد نے شکار چھین لیا کتے سے اور اسمین سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کتے کی طرف ڈالدیا سو اسنے اسکو کھا لیا یا کتا شکار چھین صیاد کے ہاتھ سے بھاگا اور کھا گیا
تو باقی شکار حلال کھایا جاویگا جیسے وہ شکار حلال ہے جسکا خون کتا پی گیا اسلئے کہ یہ حرکت اسکی نہایت علم اور دانائی کی دلالت کرتی ہے کیونکہ اسنے وہ چیز کھائی جو مالک کے لائق
نہیں تھی اور باقی رکھی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنی گوشت کذا فی البحر ولو نهش الصيد فقطع منه بضعة فاكلها ثم ادركه فقتله ولم ياكل منه لا يوكل لانه
حالة الاصطياد اور اگر کتے نے شکار کو دانتوں سے نوچا سو اسمین سے ٹکڑا کاٹا اور کھایا پھر شکار کو پکڑا اور قتل کیا اور نہ کھایا تو وہ حلال نہیں کھایا جاویگا کیونکہ شکار کرنے کی
حالت مین کھا جانے کے سبب سے معلوم ہوا کہ یہ شکار ہے کلب جاہل کا ولو القى ما نهشه وتبع الصيد فقتله ولم ياكل منه حتى اخذه صاحبه ثم اكل ما القى حل لانه
لو اكل من نفس الصيد لم يضره فكيف اور اگر کتے نے وہ ٹکڑا ڈالدیا جو نوچا تھا اور پیچھا کیا شکار کا سو اسکو قتل کیا اور اسمین سے نہ کھایا یہانتک کہ اس سے مالک نے شکار لیا
پھر کتے نے کھایا جو ڈالا تھا تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ اسنے کھایا ہے اپنے شکار کر چکنے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے کتا کھاتا تو بھی مضر نہ تھا پس جو ٹکڑا گر گیا
وادرك المرسل او الرامي الصيد حيا بحيوة فوق ما في المذبوح ذكاه وجوبا اور جب کہ کتے یا باز کا چھوڑنے والا یا تیر انداز شکار کو زندہ پاوے ایسی زندگی کے
ساتھ جو حیات مذبوح سے زیادہ ہو تو اسکو ذبح کرے واجب ہے اسلئے کہ اگر شکار کو مقتول ہونے سے پہلے پایا تو وہ حلال ہے بذکوۃ اضطراری کے سبب اور اگر زندہ پایا
تو حلال نہیں بدون ذبح کرنے کے اسواسطے کہ ذکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود قدرت کے کذا فی العالمگیری یہ نقل کیا اگر فوق ما في المذبوح حیات باقی نہین
اس طرح پر کہ شکار کا پیٹ پھٹ گیا اور آنتیں باہر نکل پڑیں پھر وہ مر گیا تو وہ حلال ہے اور بعضون نے کہا کہ یہ قول ہے صاحبین کا اور امام کے نزدیک حلال نہیں
اسواسطے کہ جب زندہ ملا تو بدون ذبح کے حلال نہوگا اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ کافی میں ہے و شرط حلها بالرمي التسمية الخ اور شکار کے حلال ہونے مین شرط
تیر سے بسم اللہ کہنا تیر لگانے کے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ اگر کوئی بھولے نسیان سے ترک کرے تسمیہ تو حرمت نہیں و شرط الجرح ليتحقق معنى الذكوة و شرط
زخم لگانا تیر سے تاکہ ذکوۃ کا مطلب یعنی تطہیر خون نکلنے سے ثابت ہو و شرط ان لا يقعد عن طلبه لو غاب الصيد متحاملا السهم فلو ادام في الطلب حل وان قعد
عن طلبه ثم اصابه ميتا لا يوكل لاحتمال موته بسبب آخر اور یہ شرط ہے کہ تیر انداز بیٹھ نہ رہے شکار کی تلاش سے اگر شکار غائب ہوگیا ہو اسکے تیر کو لئے ہوئے تو جب تک
تیر انداز اسکی طلب مین ہو وہ حلال ہو اور اگر اسکی تلاش اور طلب سے بیٹھ رہا پھر اسنے شکار کو مردہ پایا تو اسکا کھانا حلال نہیں اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت
دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کے سوا اسواسطے کہ موہومات مین موہوم متحقق کے مانند ہوتا ہے کذا فی الزيلعي و شرط في الخانية ... کلام
ہیں في الزيلعي وغیرہ اور فتاوی قاضی خان مین حلت شکار کی یہ شرط ذکور کی ہے کہ شکار چھپ نہ گیا ہو تیر انداز کی نظر سے اور اس شرط مین اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ
مین ذکر ہے ہم وہ شرط یہ ہے کہ جب شکار نظر سے غائب ہو شاید اور کسی سبب سے مر گیا ہو لہذا اعتراض زیلعی یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام مین اس
شرط کی طرف اشارہ کیا ہے اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اسپر اکثر کتب ہمارے مذہب کی ہیں اور مسلم اور احمد اور ابو داود اور نسائی مین روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن پھر تو نے اسکو پایا سو کھا جب تک وہ گندہ نہیں ہو گیا
یہ حدیث باعث غائب ہونے پر دلالت کرتی ہے تو حجت ہے اس شخص پر جو اسکا مانع ہے انتہی ملخصا کلام یہ ہے کہ عدم غیبوبت کی شرط کا راجح ہے کذا في الطحاوي فان ادركه الراكب
او المرسل حيا ذكاه وجوبا فان تركها حرم یہی ہے پھر اگر تیر انداز یا چھوڑنے والا کتے یا باز کا شکار زندہ پاوے تو واجب ہے کہ اسکو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کیا تو شکار
حرام ہوگا اور آگے اوسکا حکم یہ مسئلہ مکرر ہو گیا والحيوة المستقرة حيا تكون فوق ذكوة المذبوح بان يعيش يوما وهي الاكثر ... اور جو حیات کہ بیان ہے
یا شکار مین معتبر ہے وہ ذکوۃ مذبوح سے زائد ہے اس طرح کہ شکار ایک دن زندہ رہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اکثر یوم زندہ رہے کذا فی البحر اما مقدار ... الا
... كما في الملتقى فلا يعتبر ... اور حیات مذبوح کی مقدار یعنی جسقدر زندگی سے اسکا باقی رہنا متوہم ہو چنانچہ ملتقی مین ہے سو وہ زندگی بیان
معتبر نہیں یہانتک کہ اگر اسقدر حیات شکار مین ہو اور صیاد اسکو ذبح نہ کرے اور وہ پانی مین گر پڑے تو وہ حرام نہوگا ہم صدر الشہید نے ذکر کیا کہ یہ قول ...

امام رح اور صاحبین رح کے ہی اور بعضوں نے کہا کہ یہ صاحبین رح کے نزدیک ہی اور امام رح کے نزدیک حیات خفیہ میں بھی ذبح کرنا ضرور ہی متردیہ وغیرہا کے مانند کذا فی الجوہرۃ والمعتبر فی المتردیۃ واخواتہا کالنطیحۃ والموقوذۃ وما اکل السبع والمریضۃ مطلق الحیوۃ وان قلت کما اشرنا الیہ وعلیہ الفتوی وتقدم فی الذبائح اور متردیہ اور اسکے مانند جیسے نطیحہ اور موقوذہ اور جسکو درندہ نے کھایا اور بیمار میں مطلق حیات معتبر ہی اگرچہ زندگی نہایت کم ہو چنانچہ ہم نے اسکی طرف اشارہ کر دیا اور اسی قول پر فتوی ہی اور یہ مقدم مذکور ہو چکا کتاب الذبائح میں اھ متردیہ وہ جانور ہی جو اوپر سے گر پڑا اور نطیحہ وہ جسکو دوسرے جانور نے اپنے سینگ مارا اور موقوذہ وہ ہی جو لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہو گیا یعنی حیوانات مذکورہ بدون ذبح کے حلال نہیں اور اسیطرح شکار میں بھی حیات قلیلہ خفیفہ کے معتبر ہونے کا فتوی ہے چنانچہ شیخ نے کہا تو کہا نا شکار مذکور کا حلال نہیں بدون ذبح کے خواہ اسکی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا نہو کشتہ وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتوی ہی بدلیل اس آیت کے وما اکل السبع الا ما ذکیتم اور بدلیل حدیث عدی مذکور یعنی اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اسکو زندہ پاوے تو ذبح کر اسکو کذا فی الطحطاوی فان ترک التذکیۃ الذکاۃ مع القدرۃ علیہا فمات حرم یعنی اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنے کو ترک کیا باوجود قادر ہونے کے پھر وہ مرگیا تو حرام ہو گیا وکذا یحرم لو عجز عن التذکیۃ فی ظاہر الروایۃ وعن ابی حنیفۃ وابی یوسف یحل وہو قول الشافعی قال المصنف وفی متنی ومتن الوقایۃ اشارۃ الی حلہ والظاہر ما سمعتہ انتہی قلت وجہ الظاہر ان العجز عن التذکیۃ فی مثل ہذا لا یحل المحرم اور اسیطرح شکار حرام ہو گا ظاہر الروایۃ میں اگر صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اسطرح کہ اسکے پاس ذبح کا ہتھیار نہیں یا وقت تنگ ہی اور امام ابو یوسف رح سے غیر ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ در صورت عجز حلال ہی اور یہی قول ہی شافعی رح کا مصنف رح نے اپنی شرح میں کہا اور میرے متن میں اور وقایہ کے متن میں اشارہ اسکے حلال ہو جانے کی طرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور ظاہر الروایۃ کو تو سن چکا انتہی ما فی شرح المصنف میں کہتا ہوں اور ظاہر الروایۃ کی دلیل یہ ہی کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورت میں حرام کو حلال نہیں کر دیتا ہم برخلاف اس صورت کے کہ پانی اور کھانا حاصل کرنے سے عاجز ہو گا تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہو گا او ارسل مجوسی کلبہ فزجرہ مسلم فانزجر یا مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر سو مسلمان نے کہہ کے تیز کیا اور کہہ کر کا یا شور کر کے سو وہ تیز ہو گیا اور اسنے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہی ہم ہر چند زجر لغت میں بمعنی منع اور نہی کے ہی لیکن زجر سے یہان مراد ترغیب اور خوش دلانا ہی شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادت طلب ہی چنانچہ عینی شرح ہدایہ اور طحطاوی میں ہی معلوم کرنا چاہیے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہون تو ارسال معتبر ہو گا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک تسمیہ سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہی اور بالعکس اسکے حلال ہی یعنی اگر مسلمان نے کتے کو شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اسکو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنے کا کیا جاویگا اور شکار حلال ہو گا اور اگر ارسال موجود نہو اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہو گا پھر اگر زجر مسلم سے ہی تو حلال ہی اور اگر مجوسی سے ہی تو حرام ہی او قتلہ معراض بعرضہ وہو سہم لا ریش لہ لا باصابتہ بعرضہ یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ حرام ہی اور معراض وہ تیر ہی جسمین پر نہین اور معراض اسکو اسلیے کہتے ہین کہ وہ نشانہ پر لگتا ہی اپنی عرض کی طرف سے نہ طول کی طرف سے معراض یون ہوتا ہی تیر بدون پر کا دونون کنارے اسکے باریک اور درمیان میں موٹا وہ نشانہ پر عرض کی جانب سے لگتا ہی نہ تیزی کی طرف سے کذا فی القاموس ولو اصابہ بحدہ فاصابہ حل اور اگر معراض کے کنارے سے پہ حادث اور تیزی ہو پھر وہ شکار کو تیزی کی طرف سے لگے تو وہ حلال ہی او بندقۃ ثقیلۃ ذات حدۃ حرم لقتلہا بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو بھاری غلیلہ یا گولہ والے نے تو شکار حرام ہی بسبب اسکے قتل کرنے کے بوجھ سے اور گرانی سے نہ باڑھ اور تیزی سے ہم بندقہ بضم با موحدہ وسکون نون مدور مٹی ہی اس سے مارتے ہین اور اسکو جلاہق بھی کہتے ہین کذا فی المغرب ہندی میں اسکو غلولہ اور غلیلہ کہتے ہین جسکو غلیل سے چلاتے ہین ولو کانت خفیفۃ لہا حدۃ حل لقتلہا بالجرح ولو لم یجرحہ لا یوکل مطلقا وشرط فی الجرح الادماء وقیل لا کذا فی الملتقی وشامیہ فیما علقتہ علیہ اور اگر غلیلہ ہلکا نوکیلا ہو تو شکار حلال ہو گا اسلیے کہ اسوقت میں نوکیلا غلیلہ زخم سے قتل کرتا ہی اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نکیا تو اسکا کھانا مطلقا درست نہین خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم میں خون بہنا شرط ہی اور بعضون کے نزدیک شرط نہین کذا فی الملتقی اور اسکا پورا بیان فائدہ

انتہی کی بات کی تصحیح میں ہے اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ غلیلہ اور پتھر اور معراض اور لاٹھی اور اسکے مانند کا شکار حلال نہیں اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اسلیئے کہ ہتھیار مذکورہ
چیرتی پھاڑتی نہیں ہیں ہاں اگر انکو دراز نوک دار تیر کے مانند کرے اور اسکا پھینک مارنا ممکن ہو اور وہ چیرے پھاڑے یعنی حدت اور تیزی سے تو کھانا اسکا حلال ہوگا
اور اگر اندر زخم ہو گیا بسبب کوفت کے اور ظاہر میں نہ پھٹا تو حلال نہیں اسلیئے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہیں ہوتا انتہی خلاصہ یہ ہے کہ اگر قتل ثقل اور گرانی سے حاصل ہو
تو حلال نہیں اگرچہ خون نکلا ہو جیسا کہ درر میں اسکی طرف اشارہ ہے اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب انسے یہ استفتا ہوا کہ جو شخص چڑیوں کا
شکار کرتا ہے سیسے اور مٹی کی گولی سے آیا اسکا کھانا درست ہے یا نہیں تو جواب لکھا کہ اسکا کھانا حلال نہیں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ
اگر موت شکار کے زخم سے بالیقین حاصل ہوئی ہو تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہو تو بالیقین حرام ہے اور اگر شک ہے اسمیں کہ زخم سے موت
ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطاً حلال نہیں انتہی میں کہتا ہوں کہ سیسے کی گولی سے شکار میں فتویٰ دیا ہے کہ اسکا کھانا حلال نہیں اسواسطے کہ گولی تو اندفاع بقوت
کے سبب قتل کرتی ہے نہ اپنی حدت اور باڑھ کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی المجتبیٰ اور جس صید کو تیر لگا اور مظنون ہو کہ یہ پانی میں گرا ہے بسبب قتل ہوا تو حرام ہوگا اور اگر شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا
پانی میں اور مر گیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ورنہ الطیر الماء فوقع فیہ فان انغمس جرحہ فیہ حرم والا حل ملتقی اور اگر شکار آبی پرند ہو
پر تیر لگنے کے بعد پانی میں گر پڑی سو اگر اسکا زخم پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہوگی اور اگر پانی میں زخم نہیں ڈوبا تو حلال ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ پہلی
صورت میں احتمال ہے کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری میں احتمال نہیں ہے بسبب اسوقت ہے جبکہ ایسا زخم لگا ہو جسمیں زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ
زندگی کی امید نہ ہو تو شکار حلال ہے کہ وہاں احتمال مذکور منعدم ہے کذا فی العالمگیریہ او وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم فی المسائل کلہا لان
الاحتراز عن مثل ہذا ممکن یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت پر یا پہاڑ پر گری پھر وہاں سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہے ان سب مسائل میں اسواسطے کہ ایسی
صورتوں سے بچنا ممکن ہے ہم یعنے یہ ضرور نہیں کہ جب زخمی چڑیا گرے تو پانی یا چھت یا پہاڑ ہی پر گرے اور اسیطرح کا حکم ہے درخت یا دیوار یا لکڑی یا ہر ایک
پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر باقی رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتھر کے مانند پر گری تو حلال ہے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین
کے ہے کذا فی الحموی فان وقع علی الارض ابتداء اذ الاحتراز عنہ غیر ممکن یعنی پھر اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور مر گئی تو حلال ہے اسواسطے
کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں ہے یعنے زمین پر گرنے سے احتراز غیر ممکن ہے تو یہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مر گئی ہو تو ساقط الاعتبار ہے ورنہ شکار کے
باب کا انسداد ہوگا او ارسل مسلم کلبہ فزجرہ مجوسی فانزجر اذ الزجر دون الارسال والفعل یرفع بما ہو فوقہ مثلہ کنسخ الحدیث یا مسلمان نے
اپنا کتا شکار پر چھوڑا اسے مجوسی نے اسکو زجر کیا یعنے شور کر کے اسکو بھڑکایا اور تیز کر دیا سو وہ تیز ہو گیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ زجر کمتر ہے
ارسال سے اور فعل رفع ہو جاتا ہے اس فعل سے جو اس سے فوق ہو یا برابر اسکے ہو نہ کمتر اور ضعیف سے جیسے صحیح حدیث منسوخ ہوتی ہے صحیح یا صحیح سے نہ ضعیف سے
م زجر اسواسطے کمتر ہے ارسال سے کہ زجر مبنی ہے ارسال پر کہ اسکی تاکید ہے تو حلت اور حرمت میں ارسال معتبر ہوا نہ زجر او طلم یرسلہ احد فزجرہ مسلم
فانزجر اذ الزجر ارسال حکما یا کتے کو کسی نے نہیں چھوڑا پھر مسلمان نے اسکو شکار پر بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہو گیا اور شکار مارا تو حلال ہے اسواسطے
کہ زجر ارسال حکمی ہے یعنے بمنزلہ ارسال کے ہے درصورت عدم ارسال او اخذ غیر ما ارسل الیہ لان غرضہ اخذ کل صید یتمکن منہ لو ارسلہ علی صیود کثیرۃ بتسمیۃ
واحدۃ فقتل الکل اکل الکل یا کتے نے اور شکار مارا سوائے اسکے جسپر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اس شکار کا پکڑنا ہے
جسپر کتا قادر ہو سکے یہاں تک کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا بہت سے شکاروں پر ایکبار بسم اللہ کہکر سو اسنے سب شکاروں کو قتل کیا تو سب کا
کھانا حلال ہے یعنے خلاصہ یہ ہے کہ تعیین شکار کا اعتبار نہیں اکل فی الوجوہ المذکورۃ لما ذکرنا وجوہ مذکورہ میں سب شکار حلال اور ماکول ہے ان لا کل
جیسا ہمنے ذکر کیا ہم قولہ اکل جزاء ہے فان وقع اور اسکے معطوفات کی کہ صید رمی فقطع عضو منہ فانہ یوکل لا العضو خلافا للشافعی ولنا قولہ

ما بینا انسانھم تم والسلام ما ابین من الحی فہو میتۃ چنانچہ شکار تیر سے زخمی ہوا سو اُسکا کوئی عضو کاٹ لیا گیا تو شکار کا کھانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا بخلاف امام شافعی رح کیونکہ اُنکے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کھانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے ہم ابو داؤد اور ترمذی میں ابو واقد لیثی سے یون روایت ہے قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ یعنے جو چیز چوپائے جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحٰق بن راہویہ اور دارمی اور ابو یعلیٰ کی مسانید میں بھی یہ مضمون مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث میں زندہ مطلقًا مذکور ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکمًا سو جسوقت اُسکا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقۃً زندہ تھی کیونکہ حیات اُسمین قائم ہے اور اسیطرح حکمًا بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اُسکا اس زخم کے بعد متوہم ہے حدیث سے کہا قطع اس عضو کا مراد ہے جسکے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے چنانچہ ہاتھون پاؤن یا ران یا اقل نصف راس سے ولو قطعہ ولم یبنہ واحتمل التیام اکل العضو ایضا والا لاتقی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہین کر دیا اور اُسکا بدن سے التیام یعنے ملنا اور جڑ جانا محتمل ہو تو اس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر التیام اور اندمال اُسکا نہین ہو سکتا تو عضو مقطوع کا کھانا حلال نہین کذا فی الملتقی وان قطعہ الرامی اثلاثا والاکثر مع عجزہ او قطع نصف راسہ او اکثرہ او قدہ نصفین اکل کلہ لان فی ہذہ الصور لا یمکن حیاۃ فوق حیاۃ المذبوح تبینا والحدیث المذکور اور اگر تیر انداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اُسکا اکثر بدن اُسکی ڈھڈی اور دم کے ساتھ رہا یعنے ایک تہائی سر کی طرف رہی اور دو تہائیان دُم کی طرف باقی رہین یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفا نصف پھاڑا سر سے دُم تک تو تمام شکار کا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ ان صورتون میں اُسکی زندگی مذبوح کی زندگی سے زیادہ ممکن نہین تو حدیث مذکور اُسکو شامل نہ رہی ہم اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتون میں حیات حکمی بھی صادق نہین اسواسطے کہ اُسکی سلامتی اور بقا ایسے زخمون کے بعد متوہم نہین توفی الحال اُسکی ذکاۃ واقع ہو گئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا عینی نے کہا مراد قد سے شق طولانی ہے بخلاف ما لو کان الاکثر مع راسہ لامکان الحیاۃ المذکور بخلاف اس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اُسکے سر کے ساتھ رہا تو اُسکا اکثر ماکول ہے نہ اقل اسکان مذکور کے سبب سے یعنے اگر ایک تہائی دُم کی طرف کٹ رہی اور دو تہائیان سر کے ساتھ باقی رہین تو سر کی جانب حلال ہے نہ دُم کی طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المنح وحرم صید مجوسی ووثنی ومرتد ومحرم لانہم لیسوا من اہل الذکاۃ بخلاف کتابی لان ذکاۃ الاضطرار کذکاۃ الاختیار اور حرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندھنے والے کا اسلیے کہ اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہین رکھتے برخلاف اہل کتاب کے اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کے مانند ہے وان رمی صیدا فلم یثخنہ فرماہ آخر فقتلہ فہو للثانی وحل اور اگر شکار کو ایک شخص نے تیر مارا سو اُسکو زخم کاری نہین لگا پھر دوسرے شخص نے اُسکو تیر مارا تو اُسکو قتل کیا تو وہ شکار دوسرے شخص کا مملوک ہے اور حلال ہے یعنے اسواسطے کہ دوسرے نے اُسکو حیز امتناع سے خارج کر دیا وان اثخنہ الاول بان اخرجہ عن حیز الامتناع وفیہ من الحیوۃ ما یعیش فالصید للاول وحرم لقدرتہ علی ذکاۃ الاختیار فصار قتلا لہ فحرم اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا اسطرح پر کہ حیز امتناع سے اُسکو خارج کر دیا یعنے اب بھاگ نہین سکتا اور اُسمین اتنی حیات ہے جس سے جیتا رہے بعد اُسکے دوسرے نے اُسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے اور اُسکا کھانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکاۃ اختیاری پر تو دوسرا شخص اُسکا قاتل ہو گیا تو وہ حرام ٹھہرا امام زیلعی نے کہا جبکہ شخص اول نے اُسکو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہو گیا اور وہ اُسکے ذبح پر قادر ہو گیا تو اُسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اُسنے اُسکو ذبح نکیا اور دوسرا شخص اُسکا قاتل ٹھہر گیا اسوجہ سے وہ حرام ہو گیا اور جبکہ ترک ذبح مع القدرۃ سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اولیٰ حرمت ثابت ہو گی وضمن الثانی للاول قیمتہ کلہا وقت اتلافہ غیر ما نقصتہ جراحتہ اور دوسرا شخص پہلے شخص کو تاوان دے اُسکی پوری قیمت کا جو اُسکی قیمت

اسکے تلف کر ڈالنے کے وقت جو اُسکی نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے حاصل ہوا ہو وہ تاوان ہو کہ ثانی نے غیر کے مملوک شکار کو تلف کر دیا اسواسطے کہ پہلا
شخص زخم کاری لگانے سے اُسکا مالک ہو گیا تھا تو وقت اتلاف کے اُسپر قیمت لازم آویگی جراحت اول کا نقصان وضع کر کے توضیح اسکی یوں ہو کہ وہ شکار
دس درم کا تھا مثلاً شخص اول کے زخم سے دو درم کا نقصان ہو گیا پھر دوسرے نے تیر مارا تو آٹھ درم کا اور نقصان ہوا پھر شکار مر گیا تو دوسرا شخص آٹھ درم کا
تاوان دے کذا فی المنح وحل اصطیاد ما یوکل لحمہ وما لا یوکل لحمہ لمنفعۃ جلدہ او شعرہ او ریشہ او لدفع شرہ وکلہ مشروع لاطلاق النص اور حلال ہے
شکار کرنا اس جانور کا جسکا گوشت حلال ہو اور جسکا گوشت حلال نہیں ہے اُسکی کھال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اُسکی شر اور اذیت کے دفع کرنے کے
واسطے اور سب شکار ماکول اور غیر ماکول شرع میں درست ہے نص قرآنی کی اطلاق کی دلیل سے یعنی حق تعالی نے فرمایا واذا حللتم فاصطادوا یعنی جس وقت حج کا
احرام باندھے ہو تو شکار کرو اس آیت میں ماکول اور غیر ماکول کی قید نہیں اور لغت عرب میں ماکول اور غیر ماکول دونوں کو شکار کہتے ہیں وفی القنیۃ
یجوز ذبح الہرۃ والکلب لنفع ما ولا ولی ذبح الکلب اذا اخذ تحراثۃ الموشی [illegible] ہے کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا اسکی منفعت کے واسطے جائز ہے اور بہتر
یہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اسکو ذبح کر ڈالے [illegible] جبکہ بلی موذی ہو تو اسکو تلوار سے نہ کاٹے بلکہ اسکو ذبح کر ڈالے [illegible] ہے اور اگر کتا [illegible]
[illegible] ہو تو اسکا قتل جائز ہے اور اسکا مالک تاوان نہیں دیگا کذا فی الخلاصۃ [illegible] لحم غیر الماکول [illegible] جلدہ
[illegible] کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب [illegible] الطہارۃ پاک ہو جاتا ہے گوشت اور چربی غیر ماکول کا [illegible] سوا
پاک نہیں ہوتا اور بعضوں نے کہا کہ غیر ماکول کی کھال پاک ہو جاتی ہے نہ گوشت اسکا اور یہی قول اکثر کا ہے [illegible] صحیح ہے [illegible]
کتاب الصید میں منقول ہے اور یہ گذر گیا کتاب الطہارۃ میں [illegible] والاول [illegible] خانیہ [illegible] ہے اور بہتر یہ ہے کہ
ایسا ہی ہے کذا فی الخانیۃ [illegible] تعلیم البازی بالطیر الحی لتعذیبہ مکروہ ہے باز کو شکار سکھانا زندہ پرند [illegible]
ھو انسان او غیرہ من الاہلیات کفرس وشاۃ فرمی الیہ فاصاب صیدا لم یحل شکاری نے آدمی یا اسکے سوا آبادی کے جانور جیسے گھوڑے اور بکری
کی آہٹ سنی سو اسکی طرف تیر پھینکا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہیں ہے یہ مسئلہ کتب فقہ میں مختلف مذکور ہے ہدایہ میں شکار مذکور کو حلال کہا ہے [illegible]
اسکو قول مختار قرار دیا ہے [illegible] اسکو غیر ماکول کہا [illegible] کہ اُسنے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہیں کیا [illegible]
کی طرف تیر مارنا اصطیاد نہیں ہے اگرچہ تیر شکار کو لگ جاوے کذا فی الملتقی بخلاف ما اذا سمع حس سبع او خنزیر فرمی الیہ [illegible] فاذا ہو صید حلال
الاکل حل بخلاف [illegible] جبکہ [illegible] یا سور کی آہٹ سنے سو اسکی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر ناگہان وہ شکار ماکول اللحم نکلا تو وہ حلال ہے ولو علم انہ حس صید [illegible]
لم یحل [illegible] الجوہرۃ لانہ اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم اور اگر معلوم نہ ہو کہ آہٹ شکار کی یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہیں کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم جمع ہوں
تو محرم غالب ہوتا ہے احتیاط کی راہ سے رمی ظبیا فاصاب قرنہ او ظلفہ فمات ان ادماہ اکل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو [illegible] لگا
سینگ یا کھر کو سو وہ مر گیا اگر اُسکو خون آلودہ کر دیا تو وہ ماکول ہوگا زخم کے موجود ہو جانے سے اور اگر خون نہیں نکلا تو وہ ماکول نہیں والعبرۃ بحالۃ الرمی فی حل
الصید وحرمتہ [illegible] مسلم [illegible] باسلامہ [illegible] کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد ہو جانے سے جبکہ تیر لگا یا ہو
اسلام کی حالت میں اور شکار حلال نہیں تیر انداز کے اسلام لانے سے جبکہ اُسنے تیر لگایا ہو بت پرستی کی حالت میں [illegible]
چھوڑنے کے وقت اسلام شرط ہے تو اگر اُسنے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام میں پھر وہ مرتد ہو گیا تو شکار حلال ہے اور [illegible] حلال نہیں کذا فی العالمگیریۃ [illegible]
الجزاء بحلہ اذا رمی محرم [illegible] کتاب الہدایات اور بدلا دینا شکار کا واجب [illegible] حلال ہو [illegible] جبکہ اُسنے تیر مارا حالت احرام میں [illegible]
محرم ہو جانے سے یعنی اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پھر اُسنے احرام باندھا تو جزا واجب نہیں اور وہ شکار حلال ہے اور یہ مسئلہ آویگا [illegible]

فرع مسئلہ ملتقطہ شاع کا لو ان باز یا صقرا اخذ صید او قتلہ ولا یدری ارسلہ انسان او لا لا یوکل لوقوع الشک فی الارسال ولا اباحۃ بدونہ وان کان مرسلا فہو الی الغیر فلا یجوز تناولہ الا باذن صاحبہ یعنی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا پھر اسکو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اسکو کسی انسان نے چھوڑا ہو شکار پر یا نہیں تو اسکا کھانا درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور حلال نہ شکار کی اباحت نہیں بدون ارسال کے اور اگر باز آدمی نے چھوڑا بھی تو وہ غیر کا مال ہو تو بھی اسکا کھانا درست نہیں بدون مالک کے اذن کے کذا فی الزیلعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثۃ الفتوی وہی ان رجلا وجد شاۃ مذبوحۃ ببستان ہل یحل اکلہا ام لا ومقتضی ما ذکرناہ انہ لا یحل لوقوع الشک فی ان الذابح ممن تحل ذکوتہ ام لا وہل سمی اللہ تعالی علیہا ام لا میں کہتا ہوں البتہ ہمارے زمانہ میں ایک حادثہ فتوی طلب واقع ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بکری کو باغ میں ذبح پایا تو اسکا کھانا حلال ہے یا نہیں اور جو مسئلہ کہ ہم نے زیلعی سے ابھی ذکر کیا اسکا مقتضا یہ ہے کہ اس بکری کا کھانا حلال نہیں شک واقع ہونے سے اس میں کہ اسکا ذبح کرنے والا ان لوگوں میں ہے جنکا ذبح حلال ہے یا انہیں سے نہیں ہے اور اگر ہے تو اسنے ذبح کے وقت اللہ تعالی کا نام پاک لیا یا نہیں لیا لکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ قوم اصابوا بعیرا مذبوحا فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریبا من الماء ووقع فی قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک اباحۃ للناس لا باس بالاخذ والاکل لان الثابت بالدلالۃ کالثابت بالصریح انتہی فقد اباح اکلہا بالشرط المذکور فعلم ان العلم بکون الذابح اہلا للذکوۃ لیس بشرط قالہ المصنف لیکن خلاصہ میں ہے کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ میں اگر وہ پانی کے قریب نہو اور انکے دل میں یہ بات جم جاوے کہ اسکے مالک نے یہ کیا ہے لوگون پر مباح کرنے کے واسطے تو اسکے لینے اور کھانے میں مضائقہ نہیں اسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ اسکے مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہے انتہی ما فی الخلاصۃ تو صاحب خلاصہ نے اسکا کھانا بشرط مذکور مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا دریافت ہونا کہ ذابح اہل ہے ذکوۃ کا شرط نہیں ہے ایسا کہا ہے مصنف رح نے شرح میں اور یہ قول ہمارے اس کی عدم حلت کے قول پر پانی کے قریب کی قید اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو یہ محتمل ہے کہ پانی میں گرکے مرگیا اور دریائی جانور نے اسکو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اسکو باہر ڈال دیا اور بعضوں نے کہا کہ اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہووے یا نہ ہووے قلت قد یفرق بین حادثۃ الفتوی واللقطۃ بان الذابح فی الاول غیر المالک قطعا وفی الثانی یحتمل میں کہتا ہوں کہ حادثہ مذکورہ اور مسئلہ لقطہ میں یوں فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنیوالا اول میں غیر مالک ہے یقینا اور ثانی میں احتمال ہے کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ہم اس فرق سے کچھ حاصل نہیں کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو یہ تو معلوم نہیں کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں کذا فی الحلبی والطحطاوی وراجعت مجموعۃ الفقہ سرق شاۃ فذبحہا بتسمیۃ فوجد صاحبہا ہل توکل الاصح لا لکفرہ بتسمیۃ علی الحرام القطعی بلا تملک ولا اذن شرعی انتہی فلیحرر اور میں نے دیکھا فقیہ معتمد کے خط سے یہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چرائی پھر اسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پھر بکری کے مالک نے اسکو پایا تو اسکا کھانا حلال ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اسکا کھانا درست نہیں بسبب کافر ہو جانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت اور بلا اذن شرعی کے انتہی قولہ تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے ہم یہ صورت حادثہ فتوی طلب کے مغایر ہے کیونکہ یہاں ذابح اور تسمیہ معلوم ہے اور حرمت اور وجہ سے لازم آئی اور وہاں ذابح اور تسمیہ معلوم نہیں اور یہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہو گیا سو معتمد قول یہ ہے کہ مقدر سے کا فر نہیں ہوتا بلکہ جب اسکو حلال جانے گا تب کافر ہوگا اور تسمیہ علی الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہیں اور اسکا مؤید فقہا کا یہ قول کہ شاۃ غصب کی قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتبی میں ہے کہ جسنے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اسکی قیمت کا تاوان اسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہو گئی کیونکہ غصب سابق سے وہ مالک ہو گیا کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال وما مات لا تطعمہ کلبا فانہ خبیث حرام نفعہ متعذر اور وہبانیہ میں کہا اور جو جانور مرگیا وہ کتے کو نہ کھلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر بالنفع ہے ہم یعنی مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہیں لیکن کتے کو اسکی طرف لیجانا جائز ہے چنانچہ شرنبلالی میں ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقا حرمت پر دلالت کرتا ہے قنیہ کے مانند قنیہ میں یوں ہے کہ ہمارے علماء نے کہا کہ مردار سے نفع لینا کسی وجہ پر جائز نہیں اور کتے ان کو بھی نہ کھلاوے اور رعایہ کہ یہاں دو قول ہوں کذا فی الطحطاوی وتلک عشرون بواحدۃ آخرہ اور اجازت دیگئی تا یک نفشک کی اسکے پاس نے والے کو

ہم یعنی ارسال کے وقت اُسکی تملیک بوجہ اباحت مراد ہو تجنیس اور مزید میں ہے کہ ایک مرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے نے اُسکو لیا اور اُسکی درستی اور خبرگیری
کی پھر اُسکا مالک آیا سو اُسکی دو صورتیں ہیں اگر اُسنے چھوڑنے کے وقت یہ کہا کہ جو اسکو پکڑ لے یعنی اسکو اُسکا کر دیا یا یہ کہا تو پہلی صورت میں مالک اسکو نہیں لے سکتا
اسواسطے کہ اُسنے تملیک کو مباح کر دیا اور دوسری صورت میں اُسکو لینا جائز ہو عام اباحت کے سبب یہی قول ہمارا ہو شکار کے چھوڑ دینے میں کذا فی الطحطاوی مختصراً
واعتاقہ لبعض الائمۃ یعنی اور ایسا اعتاق کو لینے غلام کے چھوڑنے کو بعض علما انکار کرتے ہیں یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہیں کہتے ہیں شامی و ہبانیہ کہا
کہ لفظ لبعض اسپر دلالت کرتا ہو کہ اکثر علما اسکے مجوز ہیں حالانکہ ایسا منقول نہیں بلکہ ظاہر یہ ہو کہ مذہب یہی ہو کہ حرام ہو کذا فی الطحطاوی وان یاخذہ مع غیرہ باز
اخذہ اور اگر مالک نے صید پر جال کو چھوڑا جسکے ساتھ پایا تو مالک کو اُسکا لینا جائز ہو ہم یہ اُس صورت پر محمول ہو جبکہ مالک نے ارسال کے وقت یعنی واسطے مباح
کر دیا ہو چنانچہ تجنیس اور مزید سے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی کثیر ان المقدر چیسے لینا جائز ہو جیسا کا اُس انار کا جسکو چھلکا والے نے پھینک دیا ہو
جو ازیا ہی ہو شئی حقیر بے قیمت کا زمین سے اٹھا لینا شیخین رح کے نزدیک یا وصیت ہو لیکن بعد التقاط کے اُسکا اُسکو مالک ہو کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد ابی
ولی سما یاتیاس اواو حلال لایحل اصطیاده و حیاۃ اور با صید مثل لانہ الشعر داور ہبانیہ کی ہاتھیوں میں ہو وہ کون غیر محرم غیر حرم میں ہو جسکا شکار
کرنا حلال نہیں ان شکاروں کا حکم غیر اُسکے نے شکار نہیں کیا اور نہ اور وہ تنفر ہو وہ سے نہ ہو کہ ہم اسکا جواب شارح نے اُسکے قول سے دیا ہو اسپر
دخل دار رجل طلاق علیہ یا بہ ملک غلاایلا وغیرہ ولو بعد خروجہ یعنی مراد وہ شکار ہو جو ایک مرد کے گھر میں گھس گیا ہو عقیق اسپر اپنا دروازہ بند کر لیا یعنی
قصداً اس طرح سے بند کر لیا کہ اسکے پکڑنے پر قادر ہو گیا تو اب اُسکا کوئی مالک نہ ہوگا صاحب خانہ کے اگر چہ بعد اُسکے خروج کے ہم یعنی شکار گھر میں
گھسا پھر جب صاحب خانہ نے دیکھا تو دروازہ بند کر لیا اس طرح کہ وہ نکل نہیں سکتا اور صاحب خانہ اسکے پکڑ لینے پر قادر ہو بدون شکار کرنے کی تو صاحب خانہ
اسکا آخذ اور مالک ہو گیا اور اگر اُسنے دروازہ بند کر لیا اور حالانکہ شکار اُسکو معلوم نہیں تو اُسکا آخذ اور مالک نہ ہوگا تو اگر پہلی صورت میں شکار باہر نکل گیا اور غیر
صاحب خانہ نے اسکو پکڑ لیا تو وہ مالک نہ ہوگا اور دوسری صورت میں مالک ہوگا چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہو قولہ ما صیدت یعنی صید سے مراد صید
حقیقی ہو نہ صید حکمی اور غیر محرم سے غیر صاحب خانہ مراد ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الرہن

یہ کتاب ہو مسائل رہن یعنی گرو کرنے کے احکام میں مناسبتہا ان کلا من الرہن والصید سبب لتحصیل المال مناسبت کتاب الرہن کی کتاب الصید سے یہ ہو کہ
رہن اور شکار کرنا ہر ایک تحصیل مال کے سبب ہیں ہو لغۃ حبس الشئی وہ یعنی رہن لغت میں عبارت ہو حبس شئی سے یعنی چیز کو روک رکھنے اور بند کرنے سے خواہ وہ
چیز مال ہو یا غیر مال و شرعاً حبس شئی مالی ای جعل الشئی محبوسا لان الحابس ہو المرتہن اور اصطلاح شرع میں رہن عبارت ہو مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنی
چیز کو محبوس کر دینا اسواسطے کہ حبس کرنے والا مرتہن ہو نہ راہن ہم شارح نے حبس شئی کی تفسیر جعل الشئی محبوسا اسواسطے کی تا راہن حابس نہ ٹھہرے اسواسطے کہ حابس تو
مرتہن ہو نہ راہن بلکہ راہن تو شئی کا محبوس کرنے والا ہو تو التعریف میں حبس بمعنی اسواسطے معتبر ہوا کہ کلام ہو اُس رہن میں جو راہن کا فعل ہو نہ ارتہان میں جو مرتہن کا
فعل ہو مثلاً زید نے خالد سے سو درم لیے اور اپنا باغ اسکے پاس گرو رکھ دیا تو زید راہن ہو اور خالد مرتہن اور باغ مرہون بحق یمکن استیفاءہ ای اخذہ منہ کلا او بعضا
کان لیتہ للمرہون افضل من الدین رہن عبارت ہو حبس شئی سے بعوض اُس حق کے جسکا حاصل کرنا اور لینا شئی مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اُس سے
لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہوگا نہ کل کا ہم امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو نہیں ہو سکتی
چنانچہ بہت کذا فی الطحطاوی کالدین حقیقۃ او حکما الاستقصار لان العین لا یمکن استیفاءہ من الرہن الا اذا صار دینا حکما کما سیجئی چنانچہ دین کا حاصل کر لینا
مرہون سے حق مذکور سے دین اسواسطے مراد ہوا کہ عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہیں مگر جس وقت کہ عین دین حکمی ہو جاوے چنانچہ رہن حکمی کا بیان

جب ایک سال گذرا تو شارع نے اگر کہا المدین کاکانت استیفا کا کام ہو بقبض کا حق مقصود ہو دین میں تو دین کل حق ہو بعض امام استیفا یعنی وصول حق استیفا ممکن
نہیں کہ عین ہوں اور صورت مطالبہ ہو اسکا نکالنا اور حاصل ہونا دوسری شئی سے لیکن نہیں برخلاف دین کے کہ اسکا استیفا مرہون سے ممکن ہے اسکو سمجھو کذا فی شرح الوقایہ
حقیقۃ وہ دین واجب ظاہراً وباطناً او ظاہراً فقط لیکن جیسا اول وجہ ہرا با او خواہ دین حقیقۃ او دین حقیقی وہ ہو جو ذمہ پر ظاہراً اور باطناً دین
واجب ہو یا فقط ظاہر میں واجب ہو جیسے اس غلام کا ثمن ہو اور ظاہراً یا وہ کہ جو خریدا ہے ہو اہم تو بظاہر رہن صحیح ہو تو تاوان لازم آویگا بائع پر اسکے
ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درم ہو مثلاً تو بائع پر مشتری کو دس درم دینا لازم ہوگا محمد رح نے مبسوط اور جامع میں تصریح کی کہ مقبوض بحکم رہن
فاسد لازم الضمان ہے یہی قول مختار ہے کذا فی المحیط اور من الاختیار او حکما کالاعیان المضمونۃ بالمثل او القیمۃ یعنی خواہ دین حکما ہو چنانچہ وہ اعیان
جن کا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا اور مضمون بالمثل او القیمۃ کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہیں تاج الشریعۃ نے کہا کہ مضمون بنفسہ وہ ہے جسکے تلف
ہو جانے کے وقت مثل واجب ہو اگر اسکا مثل ہو یا قیمت واجب ہو اگر اسکا مثل نہ ہو چنانچہ مغصوب ہے اسلئے کہ اگر غاصب مغصوب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھدے
تو رہن صحیح ہے حالانکہ مغصوب بعینہ دین نہیں ہے اور چنانچہ مقبوض علی سوم الشراء اور مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر قبیلہ اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ
چنانچہ وہ بیع جو بائع کے پاس ہے تو اسکا تاوان لازم ہے بلکہ صورت تلف ہو جانے کے ثمن سے ہے نہ قیمت سے کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں کہا کہ مضمون
بنفسہ کی عوض رہن رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے اسلئے کہ اسکا مآل کار دین ہے انتہی فائدہ عین ہی رہن رکھنا بعوض ہر دین کے جائز ہے لیکن
بعوض اعیان کی اصطلاح ہے کہ رہن بعوض ان اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت او بضاعت ہیں سو جائز نہیں ہے اور اسیطرح رہن بعوض
مستاجرہ باطل ہے اور اسیطرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہیں چنانچہ بائع نے عین کو بیچا اور بعوض مبیع کوئی چیز رہن رکھدی مشتری کے پاس مثل تسلیم کے تو وہ باطل ہے
ہاں اگر اعیان مضمونہ بالقیمۃ سے رہن رکھنا مانند مغصوب کے بالاتفاق جائز ہے اور اسیطرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے خواہ وہ عین ہو یا دین انتہی مافی الخزانۃ
مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمون بنفسہ در حکم دین ہے تو رہن کی یہ تعریف صادق آئی کہ رہن نہیں ہوتا مگر دین میں خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی وینعقد بایجاب وقبول حالکونہ
غیر لازم وحینئذ فللراہن تسلیمہ والرجوع عنہ کما فی الہدایۃ اور رہن منعقد ہوتا ہے ایجاب وقبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اسوقت میں تو راہن کو تسلیم
مرہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ ہبہ میں جائز ہے ہم رہن غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ او صدقہ کے ولہذا راہن پر جبر نہیں رہن
رکھنے میں فاذا سلمہ وقبضہ المرتہن حال کونہ محرزا لا مشغولا کثمر علی شجر وزرع علی ارض لا بحق الراہن متمیزا لا مشاعا او حکما بان اتصل المرہون
بغیر المرہون خلقۃ کالشجر وحینئذ لزم پھر جب راہن نے مرہون تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اسپر قبضہ کر لیا اس حالت میں کہ مرہون مجتمع اور مقسوم ہے
نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پھل کے ممیز اور مقسوم ہو نہ مشاع اگرچہ شیوع حکمی ہو اسطرح کہ
مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مرہونہ سے او رہا آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا اور بعد تسلیم او قبض کے شرط مذکورہ
ہم جب عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدون درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز ہوا اور جب مرہون کا خالی ہونا حق راہن سے
شرط ہوا تو درخت کا رہن بدون پھل کے اور زمین کا بدون درخت کے اور گھر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز ہوا فافاد ان القبض شرط اللزوم کما فی الہبۃ وصحح فی الجوہرۃ
انہ شرط الجواز مصنف رح کا کلام مذکور اسکا مفید ہے کہ قبض مرہون کا عقد رہن کے لازم ہو جانے کی شرط ہے جیسے ہبہ میں قبض لزوم کی شرط ہے اور
جوہرہ میں اسکی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے ہم جبکہ قبض لزوم کی شرط ہو گئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح ہے بدون قبض کے مگر بدون قبض
کے لازم نہیں اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہیں بدون قبض کے والتخلیۃ بین الرہن والمرتہن قبض حکما علی الظاہر اور
تخلیہ کر دینا درمیان مرہون اور مرتہن کے درحکم قبض کے ہے ظاہر الروایۃ میں یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ میں تو اگر بعد تخلیہ مرتہن اسکو لے

یہ فنا ہو تو تاوان اسکا مرتہن پر لازم آویگا کذا فی الطحاوی عن ابی السعود و منجملہ یہ کہ راہن مرہون کو ایسے موضع میں رکھدے کہ مرتہن اسکے لینے پر قادر ہو یہ امام ابو
اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ منقول میں قبضہ ثابت نہیں ہوتا بدون نقل کے کذا فی شرح الوقایہ کالبیع فانہا فیہا ایضا قبض تخلیہ ہے رہن میں قبض ہے مانند بیع
کے سوا اسکے کہ تخلیہ بیع میں بھی قبض ہے وہو مضمون اذا ہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جب مرہون تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو مرتہن پر
اسکا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آویگا ہم یہ مراد نہیں کہ قیمت اور دین دونوں سے کم ضمان ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے جو کمتر ہو اسکا ضمان ہے
تو اگر دین اقل ہو قیمت مرہون سے تو اسقدر تاوان مرتہن پر ہے اور اگر قیمت اقل ہو تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایہ تلف ہو جانے کی قید اسلئے لگائی کہ اگر مرتہن
مرہون کو تعدی سے تلف کر ڈالے گا تو تمام مرہون کا تاوان اسپر لازم ہوگا چنانچہ محیط میں ہے اور اگر راہن کا اس شرط پر گرو رکھے کہ اگر ضائع ہو مرہون تو مرتہن بلا ضمان
ضائع ہو تو رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تو تاوان لازم ہوگا کیونکہ یہ تبدیل شرع ہے اور اگر بعض مرہون تلف ہو تو دین تقسیم کیا جائیگا اسکا اور موجود پر مثلا
اگر گھر ہزار پر رہن رکھا اور اسکی قیمت ہزار ہے پھر گھر ویران ہوگیا تو ہزار کی تقسیم ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم قبض سے عمارت کا حصہ ساقط ہوگا اور زمین کا
حصہ باقی رہیگا کذا فی الطحاوی وعند الشافعی ہو امانۃ و شافعی کے نزدیک مرہون امانت ہے تو تاوان لازم نہ آویگا والمعتبر قیمتہ یوم القبض لا یوم الہلاک
کالرہن فی الاشباہ لمخالفتہ المنقول کما حررہ المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہے جو اسکی قیمت یوم القبض ہو یا یوم الہلاک کی قیمت جیسا وہم ہو گا کما یا ہی فی الاشباہ
کے کیونکہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مصنف تمرتاشی نے شرح میں اسکی تحقیق بیان کی ہے المقبوض علی سوم الرہن اذا لم یبین المقدار اے مقدار ما یقبضہ
من الدین لیس بمضمون فی الاصح کذا فی القنیۃ والاشباہ جس مرہون پر قبضہ ہوا ابتدائی گفتگو سے رہن کے جبکہ مقدار اس دین کی مذکور نہ ہوئی ہو کہ راہن
طلب کرتا ہے تو اسکا تاوان لازم نہیں صحیح تر قول میں چنانچہ قنیہ اور اشباہ میں ہے یعنی راہن نے مرتہن سے کہا کہ یہ چیز میں نے تیرے پاس گرو رکھی کچھ قرض
مجھے دیگا اور مقدار قرض بیان نہ کی اور مرہون ہلاک ہوگیا تو اسپر تاوان نہیں اور اگر مقدار مذکور ہو چکی تو تاوان لازم ہوگا فان ہلک وتساویا قیمتہ
الدین صار مستوفیا دینہ حکما سو اگر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا اور اسکی قیمت دین کے برابر ہے تو مرتہن اپنا دین بحکم شرع پا چکا یعنی جتنا لینا تھا اتنا
تاوان دینا لازم آیا تو برابر سرابر ہوگیا گویا دین بھر پایا او زادت کان الفضل امانۃ فیضمن بالتعدی یا قیمت مرہون کے دین سے زیادہ ہو تو جسقدر زائد ہے وہ
امانت ہے تو اسکا تاوان تعدی سے لازم ہوگا یعنی جب امانت ٹھہری تو اسکے ہلاک ہونے سے ضمان نہیں مگر جبکہ مرتہن تعدی سے اسکو ہلاک کریگا او نقصت سقط
بقدرہ ورجع المرتہن بالفضل لان الاستیفاء بقدر المالیۃ یا قیمت مرہون کی کم ہے دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہوگا اور زائد کو مرتہن راہن سے
بھر لے اسواسطے کہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے ہوتا ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر دس درم دین ہے اور دس درم مرہون کی قیمت ہے تو ہلاک ہو جانے سے اس صورت میں
گویا مرتہن نے اپنا دین بھر پایا اور اگر پندرہ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن کے پاس امانت ہے اور اگر پانچ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن راہن سے بھر لیگا وضمن
المرتہن بدعوی الہلاک بلا برہان مطلقا سواء کان من اموال ظاہرۃ او باطنۃ وخصہ مالک بالباطنۃ اور تاوان دیگا مرتہن مرہون کے دعوی ہلاک سے
بدون شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو چنانچہ اراضی اور غلام وغیرہ خواہ اموال باطنہ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور اور امام مالک رح نے تاوان مخصوص
اموال باطنہ کیا ہے وله طلب دینہ من راہنہ وله حبسہ به ان کان الرہن فی یدہ لان الحبس جزاء المطل اور مرتہن کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا اسکے راہن سے
اور اسکو اختیار ہے راہن کے حبس کرنیکا دین کے سبب سے اسواسطے کہ حبس اور دین کی تاخیر کا بدلا ہے یعنی باوجود قبض مرہون کے دین کا تقاضا کرنا اور
راہن کو مہلت اداے دین کیواسطے محبوس کرنا مرتہن کو درست ہے وله حبس رہنہ بعد الفسخ للعقد حتی یقبض دینہ او یبرئہ لان الرہن لا یبطل بمجرد الفسخ
بل یبقی رہنا ما بقی القبض والدین فاذا فات احدہما لم یبق رہنا زیلعی و درر وغیرہما اور مرتہن کو جائز ہے محبوس رکھنا مرہون کا عقد رہن کے فسخ ہو جانیکے بعد
یہاں تک کہ وہ اپنا دین پاوے یا دین کو معاف کر دے اسواسطے کہ رہن باطل نہیں ہوتا مجرد فسخ عقد کے بلکہ رہن باقی رہتا ہے جب تک کہ قبضہ

اور دین سا بھی باقی رہیگا پھر جب دونوں میں سے ایک فوت ہوا یعنی قبضہ ہونا یا دین کو معاف کر دیا تو باقی رہن باقی نہ رہیگا کذا فی الزیلعی والدرر وغیرہا لا انتفاع
بہ مطلقا لا باستخدام ولا سکنی ولا لبس ولا اجارۃ ولا اعارۃ سواء کان من مرتہن او راہن الا باذن کل للآخر جائز نہیں منفعت حاصل کرنا مرہون سے
ہر طرح نہ غلام لونڈی کی خدمت لینے سے نہ مکان کی سکونت لینے سے نہ کپڑے کے پہننے سے اور نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہ انتفاع مرتہن سے
یا راہن کا سکو درست نہیں مگر باذن ہر ایک کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہے ہم کہتے ہیں کہ عدم
انتفاع مرتہن تو سب متون وغیرہ میں مذکور ہے لیکن عدم انتفاع راہن صحیح ہے مأخوذ ہے اور غایۃ البیان میں اقطع سے یہ منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن کو
استیفاء منافع رہن جائز نہیں مگر مرتہن کے اذن سے اور اسیطرح اسمیں تصرف کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وغیرہ وقیل لا یحل للمرتہن لانہ ربوا اور بعضوں نے کہا
کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز نہیں اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہ تو سود ہے ہم جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل ہے یہی تو ربوا ہے
اسی لیے بعض علماء اس بات کے قائل ہوئے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح میں اس قول کو دیانت اور تقوی پر محمول کیا ہے اور کتب معتبرہ
میں حلت انتفاع باذن راہن مذکور ہے اسکو حکم اور فتوی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقیل ان شرطہ کان ربوا والا لا اور بعضوں نے کہا کہ اگر عقد رہن میں استیفاء
منافع شرط کر لیا ہے تو ربا ہے اور اگر شرط نہیں تو ربا نہیں وفی الاشباہ والجواہر اباح الراہن للمرتہن اکل الثمار او سکنی الدار او لبن الشاۃ المرہونۃ فاکلہا لم یضمن
ولہ منعہ ثم افاد فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتہن الانتفاع بذلک وسیجئ آخر الرہن اور اشباہ اور جواہر میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو درختوں کا پھل کھانا اور گھر کا رہنا اور
رہن کی بکری کا دودھ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کھایا تو اسپر ان منافع کا تاوان نہیں اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا بھی جائز ہے پھر اشباہ میں فائدہ
بیان کیا کہ مرتہن کو یہ نفع لینا مکروہ ہے اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر میں آویگا ہم غالب حال لوگوں کا یہی ہے کہ رہن رکھنے سے انتفاع کا قصد رکھتے ہیں
اور اگر فائدہ متوقع نہو تو قرض نہ دیں تو یہ بمنزلہ شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے یہ تائید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی ماتت الشاۃ فی ید المرتہن
قسم الدین علی قیمۃ الشاۃ ولبنہا الذی شرب فحظ الشاۃ یسقط وحظ اللبن یاخذہ المرتہن بکری مر گئی مرتہن کے پاس یعنی وہ بکری جسکا دودھ
پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین قسمت کیا جائیگا بکری اور جس دودھ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودھ کا حصہ
مرتہن لیگا ہم ایک مرد نے بکری گرو رکھی اور مرتہن کو اسکا دودھ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور اسپر ضمان نہیں پھر اگر بکری اسکے بعد مر گئی تو دین کی قسمت ہوگی
بکری اور دودھ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ ساقط ہوگا دین سے اور دودھ کے حصہ کو مرتہن راہن سے پھر لیگا اسواسطے کہ مرتہن کا پینا راہن کے اذن سے بمنزلہ
راہن کے پینے کے ہے کذا فی الخانیہ طحطاوی نے یہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہے اسکی عبارت میں کچھ ساقط ہو گیا ہے فلو حصل الانتفاع بہ قبل اذنہ
صار متعدیا ولم یبطل الرہن بہ پھر اگر مرتہن نے مرہون سے فائدہ حاصل کیا قبل از اذن راہن کے تو وہ متعدی ہو گیا اور رہن باطل نہوگا اسکی اس تعدی سے
واذا طلب المرتہن دینہ امر باحضار رہنہ لئلا یصیر مستوفیا مرتین اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اسکو مرہون کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ دوبار
مستوفی نہ گنا جاوے ہم اسواسطے کہ رہن کا قبضہ استیفا کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام یہ استیفا جائز نہیں اسواسطے کہ اسمیں تکرار استیفا لازم آتا ہے اس
صورت میں جبکہ مرہون ہلاک ہو جاوے مرتہن کے پاس اور یہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان لہ حمل او عند العدل لانہ لم یأتمنہ شرح مجمع مگر اس صورت میں
احضار رہن ضرور نہیں جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کے واسطے باربرداری کی حاجت ہو یا مرہون کسی معتمد کے پاس رکھا ہو اسواسطے کہ راہن نے مرتہن کو معتمد نہ سمجھا
تب دوسرے کے پاس رکھا کذا فی شرح المجمع فان احضرہ سلم لہ کل دینہ اولا ثم سلم المرتہن رہنہ تحقیقا للتسویۃ پھر اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اسکا پورا دین
اسکو دیا جاویگا پہلے پھر مرتہن اسکے مرہون کو تسلیم کرے تاکہ تعیین حق میں برابری ثابت ہو جاوے ہم یعنی حق مرتہن دین میں متعین ہو جاوے جیسے راہن کا حق
مرہون میں متعین ہے یہ علت ہے اختیار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے استیفاء دین کے واسطے تو جب تک دین حاصل نہوگا مرتہن رفع

مرہون کا امور نہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد الرہن فکذا لک الحکم ان لم یکن للرہن مؤنۃ وان کان لہ حمل ومؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضرہ لان الواجب
علیہ التسلیم بمعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا عقد رہن کے غیر شہر میں تو اسی طرح احضار کا حکم ہوگا اگر مرہون کے لانے میں
باربرداری کی مشقت نہو اور اگر اسکے لانے میں مشقت ہو تو دین اسکو دیا جاویگا اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نکرے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون بمعنی تخلیہ واجب ہو نہ نقل کرنا مرہون کا
ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ونقل القہستانی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلا مع قیامہ لم یومر بہ انتہی ملخصاً اور قہستانی نے ذخیرہ سے یہ نقل کیا کہ اگر
مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اسپر حاضر کرنے کا حکم نہوگا انتہی قولہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگرچہ مرتہن عقد رہن کے شہر میں
ولکن للراہن ان یحلفہ باللہ ما ہلک لیکن راہن کو اختیار ہے کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہے تلف نہیں ہوا ہے یعنے درصورت عدم احضار
ہذا کلہ اذا ادعی الراہن ہلاکہ اما اذا لم یدع فلا فائدۃ فی احضارہ بحر وکذا الحکم عند کل نجم حل اور یہ سب مذکور اسوقت ہے جبکہ راہن مرہون کے تلف ہوجانے کا
دعوے کرتا ہو اور اگر ہلاکی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اس قسط کے نزدیک جسکی مدت
پہونچ گئی ہو یعنے اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت آوے اور مرتہن ہر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر نہوگا کذا شرح
ابن الشحنۃ وقال ص ولا فی مالم یحضر الرہن او کان بغیر مکان العقد والحمل عسیر ہ چنانچہ یہ دونون مذکور کو ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے تحریر کیا ہے اور
یون کہا ہے اور تمام دین کا دینا راہن کو لازم نہیں جب تک مرتہن مرہون کو حاضر نکرے یا کہ مرتہن ہو عقد رہن کے غیر شہر میں اور حالانکہ اسکی باربرداری میں
دشواری ہو یعنے درصورت عدم دشواری غیر شہر میں بھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہو کذا الحکم اول دونون دعوے بینہ بہلاکا وہذا
فی النہایۃ یذکرہ اسی طرح قسط کا حکم ہے کہ بدون احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہیں یا کہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہیں بدون دعوے ہلاک راہن کے
اور تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ میں مذکور ہے ہم یتنوع قول اشارہ ہے ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ میں یون ہے کہ جیسے استیفا سے کل دین کے
واسطے احضار مرہون ضرور ہے ویسے ہی استیفا ہر قسط کے واسطے احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہوجانے کے اور نہایہ اور زیادات میں ہے کہ اگر راہن
مدعی ہلاک ہو تو احضار ضرور ہے تا اسکی خاطر جمع ہوجاوے ورنہ احضار میں کچھ فائدہ نہیں کذا فی الطحاوی مختصراً ولا یکلف مرتہن قد طلب دینہ احضار
رہن قد وضع عند العدل بامر الراہن اور جس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اس مرہون کے حاضر کرنے کا جو اسنے رکھا ہو معتمد شخص کے
پاس راہن کے امر سے یعنے اسواسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتقاد نہیں کیا جب اسنے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار ثمن رہن باعہ المرتہن بامرہ
او بامر الراہن حتی یقبضہ لانہ لا ینبغی لک اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اس مرہون کے ثمن حاضر کرنے کا جسکو مرتہن نے بیچ ڈالا ہو راہن کے امر سے یہانتک کہ ثمن پر قبضہ
کرے عدم احضار ثمن کی وجہ اذن ہو راہن کا بیع کے واسطے وحینئذ فاذا قبضہ امر المرتہن بتکلیف احضارہ لقیام البدل مقام المبدل اور اسوقت میں جبکہ
مرتہن ثمن پر قبضہ کریگا تو ثمن حاضر کرنے کا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام مبدل کے ہم بدل ثمن ہے اور مبدل مرہون یعنی جیسے مرہون کا حاضر کرنا درصورت
طلب دین لازم ہے اسی طرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مرہون کا ولا یکلف مرتہن معہ رہنہ تمکین الراہن من بیعہ لیقضی دینہ
بثمنہ لان حکم الرہن الحبس الدائم حتی یقبض دینہ اور جس مرتہن کے ساتھ مرہون ہے وہ اسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تا وہ اپنا دین
اسکے ثمن سے ادا کرے اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہے تا قبض دین ولا یکلف من قضی بعض دینہ او ابرأ بعضہ تسلیم بعض رہنہ حتی یقبض البقیۃ
من الدین او یبرئہا اعتبارا بحبس المبیع اور جس مرتہن کا کچھ دین ادا کیا گیا یا اسنے کچھ دین معاف کر دیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہوگا جب تک کہ
قبضہ نکریگا اپنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کر دیا حبس مبیع کے قیاس پر ہم یعنے اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہیں تسلیم مبیع کا اسی طرح بعوض دین کے
قبض یا ابرا سے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہیں ویجب علی المرتہن ان یحفظہ بنفسہ وعیالہ کما فی الودیعۃ اور مرتہن پر یہ واجب ہے کہ مرہون کی

حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل و عیال سے جیسے ودیعت کی حفاظت واجب ہے وھم من فی عیالہ ... ولو نفقتہ اور اگر زوجہ مرہون کی
حفاظت میں دے تو اُسپر ضمان نہیں اگرچہ وہ زوجہ ہو یا بیٹا ہو کہ نفقہ میں نہیں کذا فی الحموی قہستانی ان حفظ بغیرہم کما مر فیہا اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے
اسکی حفاظت کرا دیگا جیسا کہ کتاب الودیعۃ میں گذر گیا اور ضمان سے غصب کا ضمان مراد ہے نہ رہن کا ضمان کذا فی الطحطاوی وضمن بایداعہ و اعارتہ و اجارتہ
واستخدامہ و لبسہ کل قیمتہ فیہ بفعلہ لکن لقیدہ اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اُسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور پہنانے
مرہون کی تمام قیمت کا اور دین ساقط ہو جاویگا بقدر اُسکے لینے اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن سے وکذا یضمن کل قیمتہ بجعل خاتم الرہن فی خنصرہ سوا و جعل
فصہ الی باطن کفہ اولا بہ یفتی برجندی الیسری کانت او الیمنی علی ما اختارہ القہستانی اور اسی طرح مرتہن تاوان دیگا پوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی بائیں یا داہنی
چھنگلی میں بنابر اُس قول کے جسکو رضی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگینے کو اپنی باطن کف میں کرے یا نہ کرے اسی کا فتوی ہے کذا فی البرجندی ھم ضمان
اسواسطے لازم آیا کہ یہ استعمال ہے نہ حفاظت لکن تقدم فی الحظر عن البرجندی انہا انما یشار الروافض وانہ یجب التحرز عنہ فتنبہ قلت ولکن جرت العادۃ فی زماننا
بلبسہا کذلک فینبغی لزوم الضمان قیاسا علے ما سیجئ الآن تامل لیکن ہمنے کتاب الحظر میں مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے کہ داہنی چھنگلی میں انگوٹھی
پہننا رافضیوں کی علامت ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو تدبر کا دھیان رہنا میں کہتا ہوں لیکن ہمارے زمانہ میں تو داہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی عادت
جاری ہوگئی ہے تو لازم ہونا ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیجئ پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے لا یجعلہ فی اصبع اخری لانہ لا الا ان کان
المرتہن امراۃ فتضمن لان النساء یلبسن کذلک فیکون استعمالا لا حفظا ابن الکمال معزیا للزیلعی ضمان لازم نہوگا سوا چھنگلی کے دوسری انگلی میں
پہننے سے مگر جس صورت میں مرتہن عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دیگی اسواسطے کہ عورتیں اسی طرح چھنگلی کے سوا اور انگلیوں میں
بھی پہنتی ہیں تو اُنکے حق میں یہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہ ذکر کیا ہے زیلعی کی طرف نسبت کرکے ھم یہ جو کہا کہ اور انگلی کے پہننے سے ضمان
لازم نہوگا تو مراد یہ ہے کہ ضمان غصب لازم نہوگا اور یہ نہیں کہ پہلا ضمان لازم نہوگا بلکہ اس صورت میں تلف ہو جانے سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اُسکا
ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی و مثلہ التقلد بسیفی الرہن لا الثلاثۃ فان الشجعان یتقلدون فی العادۃ بسیفین لا الثلاثۃ اور انگوٹھی کے مانند
دو تلواروں کا باندھنا ہے نہ تین تلواروں کا اسواسطے کہ بہادر عادتاً دو تلواریں باندھتے ہیں نہ تین تلواریں پس اگر رہن کی دو تلواریں باندھیں تو ضمان
لازم ہوگا کیونکہ یہ استعمال ہے اور اگر تین تلواریں باندھیں تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہ حفاظت ہے نہ استعمال وفی لبس خاتمہ او خاتم الرہن فوق آخر یرجع
الی العادۃ فان کان ممن یتجمل بلبس خاتمین ضمن والا کان حافظا فلا یضمن اور رہن کی انگوٹھی پہننے میں دوسری انگوٹھی پر عادت کی طرف رجوع
کیا جاویگا تو اگر مرتہن اُن لوگوں میں سے ہے جو تجمل اور آرائش کرتے ہیں دو انگوٹھیاں پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر اُن لوگوں میں نہیں تو محافظ ٹھہریگا
تو ضمان نہ دیگا ثم ان قضی بہا ای بالقیمۃ المذکورۃ من جنس الدین یلتقیان قصاصا بمجردہ ای بمجرد القضاء بالقیمۃ اذا کان الدین حالا و طالب
المرتہن الراہن بالفضل ان کان ثمۃ فضل پھر اگر مرتہن نے قیمت مذکور ادا کی دین کی جنس سے تو ادائے ضمان اور دین دونوں ملکر برابر
ہو جاوینگے بمجرد ادا کرنے قیمت کے جسوقت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن راہن سے زائد کا مطالبہ کریگا اگر وہاں دین زیادہ ہوگا قیمت سے ھم
اور وہ نا بیر دو جنس مختلف میں جیسا کہ مسعدان میں مصرح ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وان کان الدین موجلا فیضمن
المرتہن قیمتہ و تکون رہنا عندہ فاذا حل الاجل اخذہ بدینہ اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اسکی قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور
مرتہن کے پاس رہیگی پھر جب مدت دین کی آویگی تو مرتہن اُسکو لیگا اپنے دین کے بدلے وان قضی بالقیمۃ من خلاف جنسہ کان الضمان
رہنا عندہ الی قضاء دینہ لانہ بدل الرہن باخذ حکمہ اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان رہن رہیگا مرتہن کے پاس

اُسکے دین کے ادا ہونے تک اسواسطے کہ تاوان بدلا ہی مرہون کا تو بدل نے بدل کا حکم لیا محبوس رہنے میں و اجرۃ بیت حفظه وحافظه و مأوى الغنم
على المرتهن اور مرہون کی حفاظت کے گھر کا کرایہ اور اسکی نگہبانی کی اجرت اور بکریوں کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہے و اجرۃ راعیه لو حیوانا و نفقة الرہن
والخراج والعشر على الراهن اور مرہون کے چرانے والے کی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہون زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے والاصل
فيه ان كل ما يحتاج اليه لمصلحة الرہن بنفسه وتبقيته فعلى الراهن لانه ملكه وكل ما كان لحفظه فعلى المرتهن لان حبسه له اور قاعدہ کلیہ اس میں یہ ہے کہ جو چیز ذات مرہون اور
اسکے باقی رکھنے کی مصلحت کے واسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب ہے اسلیے کہ مرہون راہن کی ملک ہے اور جو چیز مرہون کی محافظت کے واسطے ہو
سو وہ مرتہن پر لازم ہے اسواسطے کہ اسکا محبوس رہنا اسکے حق کے واسطے ہے پس نفس مرہون کے محتاج الیہ جیسا کہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دودھ پلانے والی اور چرانے
والے کی اور چارہ اور باغ کی سینچائی وغیرہ ذلک میں اصلاح ... على الراهن كذا في القهستاني عن الذخيرة اور یہ جان رکھ کہ جو چیز مرتہن پر
لازم ہے راہن سے کچھ لازم نہوگا اگر مرتہن راہن پر شرط کرے کذا فی القہستانی عن الذخیرۃ جیسا کہ زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر
لازم ہے بشرطیکہ مرتہن کے پاس زخم لگا ہو ... راہن پر لازم نہونگے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واما ... جعل الآبق اور ...
كمداواة جرح الى ... فتنقسم على المضمون والامانة فالمضمون على المرتهن والامانة ... على الراهن لو قيمته اكثر من الدين اور
مرتہن کے پاس مرہون ... کا خرچ جیسا کہ غلام گریختہ کے لانے والے کا جعل ... اجرت جیسا کہ ... معالجہ ... مضمون اور
امانت پر ... اسقدر کا خرچ مرتہن پر ہے اور امانت کا خرچ راہن پر ہے بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو مثلاً دین سو درم ہو اور غلام مرہون کی
قیمت دو سو درم ہو تو سو درم کا ضمان مرتہن پر ہے اور زیادہ دین سے امانت ہے سو اگر غلام گریختہ کے پھیر لانے میں دس درم صرف ہوئے تو نصف مرتہن پر لازم ہونگے اور
نصف راہن پر والا فعلى المرتهن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہیں اپنی قیمت دین کے برابر ہے بالکل تو اسکا خرچ پھیر لانے کا مرتہن پر ہے نہ راہن پر وکذا معالجة
امراض وقروح وفداء جناية اور اسی طرح کا حکم ہے معالجہ امراض اور قروح اور فداء جنایت کا وکل ما وجب على احدهما فاداه الآخر كان متبرعا الا ان يامره
القاضي به ويجعله دينا على الآخر ... كما في الملتقط اور جو چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہے پھر وہ دوسرا
اسکو ادا کرے تو وہ متبرع ہوگا اسکا دعوے نہیں کر سکتا مگر یہ کہ قاضی اسکو اسکا حکم کرے اور اسکو دین ٹھہرا دے دوسرے پر تو اسوقت میں وہ دوسرے سے اپنا خرچ
پھیر لیگا اور مجرد امر قاضی کے بدون اس تصریح کے کہ اسکو دوسرے پر دین ٹھہرا دے رجوع نہیں کر سکتا چنانچہ ملتقط میں مصرح ہے وعن الامام لا يرجع وصاحبه حاضر
مطلقا خلافا للثاني وهي مسئلة الحجر زيلعي اور امام رح سے ایک روایت یوں ہے کہ خرچ کرنے والا رجوع نکریگا اگر اسکا ساتھی موجود ہو مطلقاً رجوع نہیں خواہ قاضی امر کرے
یا نکرے برخلاف ابو یوسف رح کے کہ انکے نزدیک امر اور بدون امر ہر طرح رجوع ہے اور یہ حجر کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم یعنی امام رح کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی
حجر نہیں کر سکتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہے فتاوی عالمگیری میں جو اختلاطی سے منقول ہے کہ قول اول پر فتوی ہے یعنی بامر قاضی کے
دوسرے سے اپنا خرچ پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی قال الراهن الرهن غير هذا وقال المرتهن بل هذا هو الذي رهنته عندي فالقول للمرتهن لانه القابض
راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہیں اور مرتہن نے کہا کہ یہی مرہون ہے جسکو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ قابض ہے اور قول
معتبر نہیں مگر قابض کا بخلاف ما لو ادعى المرتهن رده على الراهن بعد قبضه فان القول للراهن لانه المنكر برخلاف اس صورت کے کہ اگر مرتہن نے اسکے پھیر دینے کا
دعوی کیا اپنے قبضہ کرنے کے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے یعنی رد عارض مرہون کا وہ منکر ہے فان برهنا فالبرهان للراهن ايضا لانه بينة
لاثباته الزيادة پھر اگر راہن اور مرتہن گواہ گذرانیں تو بھی راہن ہی کے مقبول ہونگے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتہن کا ساقط ہو جاویگا وقبل قبضه فالقول
للمرتهن لانكاره دخوله في ضمانه اور اگر اختلاف ہو ایسا بقبض ہونے سے پہلے یعنی مرتہن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہو گیا راہن کے پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن ...

کرتا ہو یا کہ چیز سے قبضہ کر لینے سے باپ بلا قیمت ہو تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اسکے ضمان کا منکر ہو کذا فی الطحاوی عن البزازیۃ وان رہنہا فلہ ان لا یبالغ الضمان

بڑا ہو اور اگر دونوں نے چاہا دعویٰ کیا تو گواہ لائیں تو راہن کے گواہ مقبول ہونگے کیونکہ ثابت کرنا چاہتا ہے کذا فی البزازیۃ ویجوز لہ ان یسافر بالرہن اذا کان الطریق

آمنا کما فی الودیعۃ وان کان لہ حمل ومؤنۃ اور مرتہن کو جائز ہے مرہون کا سفر میں لیجانا جبکہ راہ بےخوف ہو جیسے ودیعت کو سفر میں لیجانا بشرطا من طریق

جائز ہو اگرچہ مرہون کے لیجانے کے واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو وکذا الانتقال عن البلد وکذا العدل الذی الرہن فی یدہ کما فی العمادیۃ مغولا

للعدۃ علی خلاف ما فی فتاوی القاضیین ولعل ما فی العمدۃ قول الامام وما فی الفتاوی قولہما کما یفیدہ کلام القنیۃ اور اسی طرح مرہون کو ایک شہر سے

دوسرے شہر میں لیجانا درست ہو اگرچہ بدنتا سفر ہو اور یہی حکم اس معتمد شخص کو سفر جائز ہو جسکے قبضہ میں مرہون ہو چنانچہ عمادیہ میں عمدہ سے منقول

برخلاف دو قاضیوں کے فتاویٰ یعنی قاضی خان و قاضی ظہیر الدین کے فتاویٰ کے اور شاید کہ جو روایت عمدہ میں ہو وہ امام رح کا قول ہو اور جو دونوں فتاویٰ

میں ہو وہ صاحبین رح کا قول ہو چنانچہ یہ مفہوم ہوتا ہو قنیہ کے کلام سے مترجم کہتا ہے شاید کہنے کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ فتاویٰ قاضی خان میں قول صاحبین رح کا صریحاً مذکور ہو

کذا فی الطحاوی فائدۃ فی الحدیث اذا عمی الرہن فہو بما فیہ قالوا معناہ اذا اشتبہت قیمتہ بعد ہلاکہ بان قال کل لا ادری کم کانت قیمتہ یضمن بما فیہ من الدین

کما ذکرہ المصنف اول الباب فائدہ حدیث میں ہو کہ جب رہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعوض اس دین کے ہو جسمیں وہ مرہون ہو شارح حدیث نے کہا مطلب

حدیث کا یہ ہو کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہو اسکے ہلاک ہوجانے کے بعد اس طرح پر کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسکی قیمت کتنی

تھی تو مرتہن تاوان دے اسقدر دین کا جسقدر میں وہ رہن تھا یعنی دین راہن سے ساقط ہوجاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہوجائے ایسا

ذکر کیا ہو مصنف رح نے شرح میں کتاب الرہن کے شروع میں علم یہ حدیث مسند اور مرسل دونوں طرح مروی ہو مسند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت

کی ہو اور مرسل کی ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں روایت کی ہو میں کہتا ہوں مرسل ابوداؤد صحیح ہو یہ قول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح الہدایہ

باب ما یجوز ارتہانہ وما لا یجوز

یہ باب ان مسائل میں ہو کہ کون چیز کا رہن رکھنا جائز ہو اور کسکا جائز نہیں لا یصح رہن مشاع لعدم کونہ ممیزا کما مر صحیح نہیں رہن رکھنا مشاع یعنی

غیر مقسوم کا اسکے ممتاز اور جدا نہونے کے سبب سے چنانچہ شروع میں گذر گیا مطلقا متاریا او طاریا من شریکہ او غیرہ یقسم اولا مشاع کا رہن مطلقا صحیح

نہیں خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہو گیا خواہ اپنے شریک سے اسکو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قیمت پذیر ہو یا نہو ثم الصحیح

انہ فاسد یضمن بالقبض وجوزہ الشافعی پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ مذہب صحیح یہ ہو کہ رہن مشاع کا باطل نہیں فاسد ہو مرتہن پر اسکا ضمان قبضہ کرنے سے لازم

ہوگا اور رہن مشاع کو امام شافعی رح نے جائز رکھا ہو علم انعقاد رہن کی شرط یہ ہو مال ہو اور اسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرائط جواز کی پائی گئی تو رہن

صحیح منعقد ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہاں رہن مال نہو چنانچہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اسکے مال مضمون نہو تو رہن منعقد نہوگا

اسی کا رہن باطل نام ہو وفی الاشباہ ما قبل البیع قبل الرہن الا فی اربعۃ المشاع والمشغول والمتصل بغیرہ والمعلق عتقہ بشرط قبل وجودہ فیصح بیعہا

لا رہنہا اور اشباہ میں ہو کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہو وہ رہن بھی قبول کرتی ہو یعنی جس چیز کی بیع صحیح ہو اسکا رہن رکھنا بھی صحیح ہو سوائے چار چیزوں کے

مشاع اور مشغول اور متصل بغیرہ اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہوا کسی شرط سے قبل اسکے وجود کے سوا غلام مدبر کے تو ان چاروں کی بیع تو جائز ہو رہن رکھنا

انکا جائز نہیں علم مشغول کو مطلق کہا الا انکا ایسا نہیں ہو کیونکہ مشغول بالک راہن مانع رہن ہو اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہو اور عتق معلق کی

صورت یہ ہو کہ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہو تو اسکی بیع تو درست ہو مگر رہن درست نہیں ہاں مگر مدبر مطلق کی

بیع بھی درست نہیں لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہو کذا فی الطحاوی وفیہا الحیلۃ فی جواز رہن المشاع ان یبیعہ النصف بالخیار ثم یرہنہ النصف

ف یعنی یہ نہیں جانتا کہ اسکی قیمت کتنی تھی

باب ما یجوز ارتہانہ وما لا یجوز

ثم يفسخ البيع قال المصنف وفيه نظر ولعله يتفرع على الضعيف في الشيوع الطاري اور اشباہ میں جواز رہن مشاع کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ نصف مشاع کی بیع
بشرط خیار کے کرے پھر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکھے پھر بائع شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کر ڈالے مصنف نے شرح میں کہا کہ اس میں
اعتراض ہے اور شاید کہ یہ حیلہ متفرع ہے شیوع طاری میں ضعیف قول پر قہستانی میں ابو یوسف رح کا ضعیف قول یوں مذکور ہے کہ شیوع طاری بقاء حکم رہن کا
مانع نہیں کذا فی الطحطاوی قلت بل ولا على الصحيح لانه بالخيار لا يخلو اما ان يبقى في ملكه او يعود لملكه وكل يكون رهن المشاع ابتداء كما بسطه في تنوير البصائر
تنبیہ میں کہتا ہوں بلکہ وہ بنا بر قول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ شرط خیار سے دو حال سے خالی نہیں کہ باقی رہیگا
اسکی ملک میں یا اسکی ملک کی طرف عود کریگا اور ہر حال میں مشاع کا رہن ابتداء سے ہوگا چنانچہ بشرح بیان کیا ہے اسکو تنویر البصائر میں تو خبردار رہنا
ہم شرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ والنظائر میں مذکور ہے کہ یہ حیلہ ہر متفرع ہے شیوع طاری پر ضعیف نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ کسی پر متفرع نہیں ہو سکتا
اس واسطے کہ جب بائع نے بیع کی اور شرط خیار کی تو گویا بیع بائع کی ملک سے باہر نہ گیا پھر جب اسکی ملک سے باہر گیا تو ... جب اسکا رہن کیا تو رہن مشاع
ابتداء سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین رح کے قول پر ظاہر ہے اس لئے کہ انکے نزدیک ملک مشتری میں داخل ہو گیا اور رہن کیا مشاع کا اپنے شریک کے
پاس لازم آیا اور وہ جائز نہیں اور امام رح کے قول پر اگرچہ مدت خیار میں ملک مشتری میں داخل نہیں ہوا لیکن بعد مدت کیا مشتری کی ملک میں داخل ہوگا یا بائع
کی ملک میں عود کریگا اور ہر حال میں رہن مشاع کا ابتداء سے ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی مترجم کہتا ہے قلت والحيلة الصحيحة ما في الحيل فيه الفقه اراد رهن نصف داره
مشاعا فيبيع نصفها من طالب الرهن ويقبض منه الثمن على ان المشتري بالخيار ثم يقبض الدار ثم ينقض البيع بحكم الخيار فيبقى في يده بمنزلة الرهن بالثمن
واعتمده ابن المصنف في زواهر الجواهر میں کہتا ہوں اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع میں وہ ہے جو ذخیرہ الحیل کے حیلوں میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے چاہا کہ اپنے گھر میں
نصف غیر مقسوم کے رہن رکھنے کا ارادہ کیا تو اسکے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اس سے ثمن اسکا لے اس شرط پر کہ مشتری کو خیار ہو اور مشتری کا
گھر پر قبضہ کرے پھر بیع کو توڑ دے بحکم خیار کے تو نصف گھر مشتری کے قبضہ میں باقی رہیگا بمنزلہ رہن بعوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح ابن مصنف رح نے زواہر
میں اعتماد کیا ہے اور اسیطرح حموی نے حاشیہ اشباہ میں اس حیلہ کو ثابت رکھا ہے انصاف میں ہے کہ اگر مشتری کے پاس تلف ہوگا تو اسکے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر عیب دار
ہو جاویگا تو اسکے حساب کے موافق ثمن گھٹ جاویگا وفيها الشيوع الثابت ضرورة لا يضر كما في الولوالجية ولو جاء بثوبين وقال خذ احدهما رهنا والآخر بضاعة
عندك فان نصف كل منهما يصير رهنا بالدين لان احدهما ليس باولى من الآخر فيشيع الرهن فيهما بالضرورة فلا يضر اور زواہر الجواہر میں ہے کہ جو شیوع ضرورۃ
کے سبب سے ثابت ہو وہ رہن کے واسطے مضر نہیں اسواسطے کہ ولوالجیہ میں ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور کہا کہ انمیں سے ایک کپڑا رہن رکھ اور دوسرا کپڑا
بضاعت رکھ اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹھہر جاویگا دین کی عوض اسواسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کے واسطے اولی اور مقدم نہیں
تو رہن شائع ہوگا دونوں کپڑوں میں عدم ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہیں کرتا ولا رهن ثمرة على نخل دونه ولا زرع
ارض او نخل اوبناء بدونها اور جائز نہیں رہن رکھنا اس پھل کا جو درخت پر ہو بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت کا بدون
زمین کے وكذا عكسها كرهن الشجر بلا الثمر والارض بلا النخل اور اسیطرح کا حکم ہے اسکے عکس میں چنانچہ رہن رکھنا درخت کا بدون پھل اور زمین کا رہن رکھنا
بدون درخت کے ہے اور اگر اخراج شجر کی تصریح نہ کی تو درخت بھی رہن میں بالتبع داخل ہوگا والاصل ان المرهون متى اتصل بغير المرهون خلقة لا يجوز لامتناع
قبض المرهون وحده درر اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جب مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے تو رہن جائز نہیں بسبب ممتنع ہونے
قبض مرہون کے فقط کذا في الدرر وعن الامام جواز رهن الارض بلا الشجر اور امام رح سے ایک روایت ہے کہ زمین کا رہن بدون درخت کے جائز ہو اور رهن الشجر
بمواضعها والدار بما فيها جائز مطلقا لانه متصل اتصال مجاورة اور اگر رہن کیا درختوں کو انکے مواضع کے ساتھ یا گھر رہن کیا اسکے ساتھ جو اسکے اندر ہے

تو جائز ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ قول ہے بالاتصال مجاورت اور قیاس ہے کہ جو فی القنیۃ رہن دارا لحیطان مشترکۃ بینہ وبین الجیران صح فی العرصۃ
ولا بغیر اتصال الصقف بالحیطان المشترکۃ الوہبتہا اور قنیہ میں ہے کہ اگر کسی گھر رہن رکھا اور دیواریں اسکی ایسی دیواریں مشترک ہیں فیما بین راہن اور ہمسایوں کے
تو رہن صحیح ہے صحن اور انگنائی میں اور چھت کا متصل ہونا مشترک دیواروں سے مضر رہن کا نہیں اسلیئے کہ وہ تابع ہے انتہیٰ اصل کلام قنیہ میں یوں ہے
ہے کہ رہن صحیح ہے صحن اور چھت اور راہن کی خاص دیواروں میں کذا فی البحر ولا رہن الحر والمدبر والمکاتب وام الولد والوقف اور جائز نہیں رہن
رکھنا آزاد کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف کا کما ذکرنا فی باب ما یجوز بیعہ ولا بالامانات کالودیعۃ والامانۃ
ہے جیسے کہ مصنف رحمہ اللہ نے وہ چیزیں ذکر کیں جنکا رہن رکھنا درست نہیں اب اُسکا ذکر شروع کیا جنکے بدلے رہن رکھنا درست نہیں تو مصنف رحمہ اللہ نے یوں کہا
اور رہن جائز نہیں بدلے امانتوں کے چنانچہ ودیعت اور امانت اور عاریت اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکھنا جائز نہیں اسلیئے کہ رہن کا
موجب یہ ہے استیفا ہو مرتہن کے واسطے رہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضروری ہوا کہ قبضہ مضمون واقع ہو اور استیفا دین کا حق ہوسکے اور امانتوں
کے قبضہ میں ضمان نہیں کہ رہن اسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرک خوف استحقاق المبیع فالرہن بہ باطل بخلاف الکفالۃ کما مر اور رہن بالدرک جائز
نہیں استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہے بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہے چنانچہ گذر گیا اور رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہیں کہ رہن تو
استیفا ہے اور استیفا نہیں ہوتا واجب ہونے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہے ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے یا ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اور رہن
بالدرک کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اسکا ثمن لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہ مبیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی ملک نکلے اور ثمن کے
بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکھ لے قبل از استحقاق کے تو یہ رہن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اسکا لازم نہ آویگا
درک حاصل ہو یا نہو بخلاف کفالت کے اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہے وجہ فرق یہ ہے کہ رہن ہوتا ہے استیفا کے واسطے اور استیفا نہیں ہے واجب سے پہلے اور اضافت استیفا
کی زمان مستقبل کی طرف جائز نہیں اور کفالت تو عبارت ہے التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا مضاف بمستقبل صحیح ہے ولا بعین مضمونۃ بغیرہا ای بغیر
مثل او قیمۃ مثل المبیع فی ید البائع فانہ مضمون بالثمن فاذا ہلک ذہب بالثمن اور رہن جائز نہیں عین مضمون بغیرہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان
مثل یا قیمت سے نہیں چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اسکا ضمان ثمن سے ہے پھر اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہوگیا تو ثمن جاتا رہا ہم بائع نے مشتری کے ہاتھ کوئی
چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس مبیع کے رہن رکھی تو یہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ رہن واجب ہے دین کے مقابلہ میں اور مبیع بائع کے
پاس دین نہیں بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہے اور یہ عین ضمان نہیں کذا فی الدرر ولا بالکفالۃ بالنفس اور رہن
جائز نہیں حاضر ضامنی کے بدلے یعنی کفیل کا اصیل پر مال نہیں ہے جسکے بدلے رہن جائز ہو اور اگر مال ضامن ہو اور اصیل اسکا پاس مال کے بدلے کچھ رہن رکھے تو یہ رہن
درست ہے کذا فی المنح ولا بالقود ای القصاص مطلقا فی نفس وما دونہا اور رہن جائز نہیں بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا عضو کا اسواسطے کہ استیفا قصاص
رہن سے متعذر ہے اور یہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ مرہون بعینہ قصاص مال نہیں تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو امانت کا مال ضائع ہوگا بخلاف الجنایۃ خطاء لامکان استیفاء
الارش من الرہن برخلاف جنایت خطا کے کہ اسکے بدلے رہن جائز ہے بسبب ممکن ہونے دیت کے مرہون سے لینے یہاں تو مال واجب ہے تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا
ولا بالشفعۃ اور رہن جائز نہیں بدلے شفعہ کے یعنی رہن لینا جائز نہیں مشتری سے جب تک تسلیم مبیع شفعہ کے سبب سے واجب ہے اسواسطے کہ مبیع کا مشتری پر ضمان
نہیں وباجرۃ النائحۃ والمغنیۃ اور رہن جائز نہیں نوحہ گر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اسکے مقابلہ میں کوئی چیز لازم الضمان نہیں کذا فی الدرر
وبالعبد الجانی او المدیون اور رہن جائز نہیں غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ مالک پر اسکا ضمان نہیں واذا لم یصح الرہن فی ہذہ الصور
فللراہن اخذہ فان ہلک عند المرتہن قبل الطلب ہلک بغیر شیء اذ لا حکم للباطل فبقی القبض باذن المالک صدر الشریعۃ وابن کمال اور جبکہ رہن

صحیح نہ دلان سب صورتون مین تو راہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہو پھر اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس راہن کے طلب کرنے سے پہلے تو مفت تلف
ہوگیا اسواسطے کہ رہن باطل ہے اسکے واسطے کچھ حکم ضمان کا نہین تو باقی رہا قبض مرتہن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ولا رہن خمر وارتہانہا
من مسلم او ذمی للمسلم اما لا یجوز للمسلم ان یرہن خمرا او یرتہنہا من مسلم او ذمی اور جائز نہین مسلمان کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان یا ذمی سے
یعنے مسلمان کو یہ جائز نہین کہ خمر کو رہن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے اسواسطے کہ ایفا اور استیفا حق مسلم مین متعذر ہے اسواسطے کہ مسلم
ممنوع ہے تملک اور تملیک خمر سے ولا یضمن لہا ای للمسلم مرتہنہا حال کونہ ذمیا اور مسلم راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہوکر تاوان نہ دیگا یعنے اگر ذمی کے پاس مسلمان
خمر کو رہن رکھے اور وہ تلف ہوجاوے تو ذمی پر تاوان اسکا لازم نہوگا اسواسطے کہ خمر مسلم کے حق مین مال ہی نہین ہے کہ تاوان واجب ہو وفی عکسہ الضمان
لتقومہا عندہم لا عندنا اور اسکے بالعکس مین ضمان ہے یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان کے پاس رہن رکھے اور وہ تلف ہوجاوے تو مسلمان پر تاوان دینا لازم
ہوگا اسواسطے کہ خمر یہودیون کے نزدیک مال متقوم ہے نہ ہمارے نزدیک وصح الرہن بعین مضمونۃ بنفسہا ای بالمثل او بالقیمۃ کالمغصوب وبدل الخلع
والمہر وبدل الصلح عن دم عمد اور صحیح ہے رہن عین مضمون بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اسکے مثل سے یا اسکی قیمت سے لازم ہوتا ہو جیسا کہ
غصب کی چیز اور بدل خلع اور مہر اور بدل صلح کا عمدا خون سے اسکی تفصیل کتاب الرہن کے شروع مین مذکور ہوچکی اعلم ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ
اصلا کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنہا تشبہ المضمونۃ کمبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسہا کالمغصوب ونحوہ وتمامہ فی الدرر دریافت کر کہ اعیان یعنے
اشیاء غیر دین تین قسم ہین ایک تو وہ عین ہے جو غیر مضمون ہے یعنے اصلا اسکا ضمان نہین جیسا کہ امانتین دوسری وہ عین غیر مضمون ہے لیکن وہ مضمون
کے مشابہ ہے جیسا کہ وہ مبیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے مشتری تیسری وہ عین جو مضمون بنفسہا ہے جیسا کہ مغصوب ہے اور مانند اسکے اور اسکا پورا بیان درر مین ہے
حاصل تفصیل اسکی درر مین یون ہے کہ اعیان تین قسم ہین ایک عین تو اصلا مضمون نہین یعنے اسکا تاوان نہین جیسا کہ امانات اسواسطے کہ ضمان عبارت ہے
رد مثل مالک سے یعنے جو چیز تلف ہوگئی ہے اسکی مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہو یا اسکی قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہو تو امانت اگر ہلاک ہوجاوے بدون
تعدی کے تو اسکے مقابلہ مین کچھ ضمان نہین یا امانت تعدی سے تلف ہو تو وہ امانت نہ رہی بلکہ غصب ہوگئی تو پھر یہ عین مضمون بنفسہا جیسا کہ مغصوب اور
مانند اسکے اور فقہا اسکو اعیان مضمونہ بنفسہا کہتے ہین اور مراد یہ رکھتے ہین کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل مالک
یا اسکی رد قیمت سے جیسا کہ معلوم ہوچکا اور شے مثلی یا قیمتی کی ہلاکت مین اسکا مثل یا قیمت متعین ہوگی تو وہ مضمون فی حد ذاتہا ٹھہری قطع نظر عوارض سے تیسری
وہ عین ہے جسکا ضمان نہین لیکن وہ مشابہ مضمون ہے جیسے مبیع بائع کے قبضہ مین اسواسطے کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اسکی مثل یا قیمت کا ضمان
نہین لیکن ثمن ساقط ہوجاویگا ذمہ سے مشتری کے اور ثمن مثل اور قیمت کے مغائر ہے تو پھر اس اعتبار سے اسکو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی ما فی الدرر
بالدین ولو موعودا بان رہن لیقرضہ کذا کالف مثلا فلو دفع الیہ البعض وامتنع لا یجبر اشباہ اور رہن صحیح ہے بمقابلہ دین موعود کے مسئلہ کہ راہن
کوئی چیز گرو رکھی تاکہ مرتہن اسکو قرض دے اسقدر جیسا کہ مثلا ہزار درہم پھر اگر مرتہن اسکو بعض دے یعنی مثلا نصف دے اور باقی نہ دے تو اسپر جبر
نہین کذا فی الاشباہ ہم دین موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیگا تو اسقدر پر مرہون محبوس ہوگا اور بقیہ دینا
اسپر لازم نہین اسلیے کہ وعدہ رہن کا حقیقت رہن سے قوی تر نہین حالانکہ عقد رہن کے ایسا تسلیم مرہون پر جبر نہین کذا فی الطحطاوی ثم اذا قبضہ وہلک ہذا الرہن
فی ید المرتہن کان مضمونا علیہ بما وعد من الدین فیسلم الالف للراہن جبرا اذا کان الدین مساویا للقیمۃ او اقل اما اذا کان اکثر فہو مضمون
بالقیمۃ پھر جبکہ یہ رہن مذکور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو اسپر تاوان لازم ہوگا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ مین مرتہن ہزار درہم راہن کو دیگا
زبردستی اسوقت مین جبکہ دین قیمت مرہون کے برابر ہوگا یا کمتر اور جبکہ قیمت سے زیادہ ہوگا تو وہ مضمون بالقیمۃ ہے یعنے مرتہن پر قیمت مرہون کا تاوان

لازم ہوگا نہ دین کا بہا ادا ہوگیا وقد الدین فان لم یہلک فی یدہ حتی تفرقا فعلیہ ان یرہنہ الا ان یتفاسخا سوم الرہن بان علیہ ان فہلک فی یدہ
ہلک بغیر شئ فلا یضمن ہے اور اگر اس نے فی الجزائیہ وغیرہ والاصح مضمون المقبوض علی سوم الرہن اذا لم یبین المقدار غیر مضمون فی الاصح
یعنی دین موعود میں ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہوتا ہے بشرطیکہ دین کی مقدار معین کر دیا ہو پھر اگر اس نے معین نہ کیا ہو تو اسکا ضمان
لازم نہ ہوگا قول اصح میں چنانچہ یہ گذر گیا اگر مرہون طالب رہن اس طرح کہ رہن رکھا اس شرط پر کہ راہن کو مرتہن
کچھ دین دے سو مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو ضمان اسمیں لازم ہوگا یا نہیں اسمیں خلاف ہے جو بزازیہ وغیرہ میں مذکور ہے
اور قول صحیح یہ ہے کہ تاوان لازم ہے اور مقدار بیان نہ کی ہو تو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں
وصح برأس مال السلم وثمن الصرف والمسلم فیہ اور صحیح ہے رہن سلم کی راس المال کے بدلے اور صرف کی ثمن اور مسلم فیہ کے بدلے کیونکہ
اس رہن کی صورت دین کی صورت میں داخل تھی لیکن اسواسطے علیحدہ ذکر کیا تا کہ مسائل آئندہ پر متفرع ہوں فان ہلک الرہن
فی المجلس تم الصرف والسلم وصار المرتہن مستوفیا حکما اتفاقا للائمۃ الثلثۃ پھر اگر مرہون تلف ہوگیا صرف اور سلم کی مجلس عقد میں تو صرف اور سلم کا عقد
تمام ہوگیا اور مرتہن پانے والا ٹھہر گیا حکما بر خلاف ائمہ ثلثہ کے یعنی مرتہن نے گویا راس المال اور ثمن صرف کا پایا اگر رہن راس المال کے برابر تھا
اور اگر زیادہ تھا تو فاضل اسکے پاس امانت ہے اور اگر کم تھا تو بقدر اسکے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے وان افترقا قبل نقدہ وہلاکہ بطلا
ای السلم والصرف اور اگر عاقدین مجلس عقد سے جدا ہوگئے نقد دینے راس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہوجانے سے پہلے تو سلم اور صرف
باطل ہوگئے ھ وجہ بطلان یہ ہے کہ راس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہاں قبضہ حقیقی اور حکمی دونوں فوت ہوگئے واما المسلم فیہ فیصح مطلقا اور مسلم فیہ تو
مطلقا صحیح ہے خواہ مرہون مجلس میں تلف ہوگیا یا بعد افتراق کے اسواسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس میں واجب نہیں فان ہلک الرہن تم العقد وصار عوضا
للمسلم فیہ پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا تو عقد سلم تمام ہوگیا اور وہ عوض ہوگیا مسلم فیہ کا ولو تفاسخا السلم وبالمسلم فیہ رہن فہو رہن برأس المال
استحسانا لانہ بدلہ فقام مقامہ اور اگر مرہون ہلاک نہوا لیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کردیا اور مسلم فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ از روئے استحسان کے
راس المال کے بدلے رہن ہوگا اسواسطے کہ راس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو راس المال بجائے مسلم فیہ کے قائم ہوگیا وان ہلک الرہن بعد الفسخ المذکور
ہلک بہ ای بالمسلم فیہ فیلزم رب السلم دفع المسلم فیہ لبقاء الرہن حکما الی ان یہلک اور اگر مرہون ہلاک ہوگیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے
ہلاک ہوا تو رب السلم کو مسلم فیہ کا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکما اسکے ہلاک ہونے تک ھ یعنی رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور راس المال کا
لینا واجب ہے اسواسطے کہ رہن مضمون ہے اسکے بدلے اور البتہ رہن کا حکم اسکی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی ہوگیا کذا فی المنح
وللاب ان یرہن بدین علیہ عبدا لطفلہ لان لہ ایداعہ فہذا اولی لانہ مضمون والودیعۃ امانۃ اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکھنا
بدلے اس دین کے جو باپ پر ثابت ہے اسواسطے کہ باپ کو اسکے غلام کا ودیعت رکھنا درست ہے تو رہن رکھنا بطریق اولی درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے
رہن کے مرتہن پر تاوان واجب ہوکر اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہوکر بلا تاوان والوصی کذلک اور وصی کو بھی اسی طرح صغیر کے غلام کو اپنے
دین کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے وقال ابو یوسف لا یملکان ذلک اور ابو یوسف رح نے کہا کہ باپ اور وصی اسکے مالک نہیں یعنی اسکے غلام کے رہن رکھنے کے
ثم اذا ہلک ضمنا قدر الدین للصغیر لا الفضل لانہ امانۃ پھر جبکہ غلام مرہون ہلاک ہوجائے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دے نہ زیادہ کا تاوان
اسواسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں وقال التمرتاشی یضمن الوصی القیمۃ لان للاب ان ینتفع بمال الصبی بخلاف الوصی لکن
جزم فی الذخیرۃ وغیرہا بالتسویۃ بینہما اور تمرتاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ باپ کو صغیر کے مال سے ۱۶۰

نفع حاصل کرنا درست ہو بخلاف وصی کے کہ اسکو درست نہیں لیکن ذخیرہ وغیرہ میں باپ اور وصی کے برابر ہونیکا یقین کیا ہو وله اى للاب رهن ماله
عند ولده الصغير بدين له اى للصغير عليه اى على الاب اور باپ کو جائز ہے اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بوسیلے اُس دین کے
جو صغیر کا دین باپ پر ہو ہم فرزند صغیر کا دین جیسے اسکی ماں کا مہر جو باپ کے ذمہ ہو ويحبسه لاجله اى لاجل الصغير بخلاف الوصى فانه لا يملك ذلك بحر جسے
اور باپ اس مرہون کو فرزند صغیر کے واسطے محبوس رکھے بخلاف وصی کے کہ وہ اسکا مالک نہیں ہے کذا فی البحر جیسے وكذا عكسه فللاب رهن متاع
طفله من نفسه لانه لوفور شفقته جعل شخصين وعبارتين كشراء مال طفله اور ایسا ہی حکم ہے اسکے بالعکس میں تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکھنا اپنی
ذات سے درست ہے اسواسطے کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص قائم مقام قرار دیا گیا اور اسکی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارت کے قرار دی گئی
چنانچہ باپ کو خرید کرنا اپنے طفل کا مال جائز ہے یعنی ایجاب باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ دو شخص کے ہوگا بخلاف الوصى لانه وكيل محض فلا يتولى
طرفى العقد فى رهن ولا بيع وتمامه فى الزيلعى بخلاف وصی کے اسواسطے کہ وہ وکیل محض ہے تو وہ مالک نہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا
میں نہ بیع میں اور اسکا پورا بیان زیلعی میں ہے حاصل یہ ہے کہ ایک شخص رہن اور بیع کے عقد میں ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا لیکن ہوتا ہے
باپ میں اسکی وفور شفقت کے سبب سے اور وکیل اور وصی باپ کے مانند نہیں کیونکہ انکی شفقت قاصر ہے تو حقیقت عدل ہوگا کذا فی الزیلعی ملخصا وصح بثمن
عبد او خل او ذكية ان ظهر العبد حرا والخل خمرا والذكية ميتة اور غلام اور سرکا اور ذبیحہ کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہے اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو
آزاد ہو اور سرکہ شراب اور ذبیحہ مردار ہو ہم فائدہ صحت رہن کا یہ ہے کہ صورت ہلاک مرہون میں ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتا تو وہ
امانت ہوگا کذا فی الطحطاوی وصح ببدل صلح عن انكار ان اقر بعد ذلك ان لا دين [illegible]
اور رہن صحیح ہے اس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اسکے کہ اسپر دین نہ تھا [illegible]
ظاہر میں صحت رہن اور کفیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے صلح کی انکار سے یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض
کوئی چیز رہن رکھدی پھر دونون نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع میں دین نہ تھا تو رہن کا ضمان لازم ہے [illegible]
میں وجوب دین صحت رہن کے واسطے کافی ہے حقیقةً واجب ہونا شرط نہیں کذا فی الدرر وصح رهن الحجرين والمكيل والموزون اور صحیح ہے رہن
رکھنا چاندی اور سونے اور کیلی اور وزنی چیز کا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ [illegible] کذا فی الدرر فان رهن المذکور بخلاف جنسه هلك بقيمته
وهو ظاهر یعنی اگر چاندی یا سونا یا کیلی یا وزنی کو رہن رکھا اسکی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعوض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہوگیا تو
کتب یا ثیاب کی قیمت کے ضامن ہوا اور یہ تو ظاہر ہے [illegible]
اشیاء مذکورہ رہن ہوئیں اپنے جنس کے [illegible] ہلاک ہوگئیں تو [illegible] قیمت میں بخلاف صاحبین کے
ہم در صورت اتحاد جنس دین اور مرہون کے امام رح کے نزدیک تاوان بالمثل ہے وزن یا کیل میں اور صاحبین کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہے وزن
یا کیل مثلاً بقدر دس درہم کے وزن چاندی رہن ہوئی [illegible] تو اگر چاندی کی قیمت دس درہم تھی تو دین ساقط ہوگیا
باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے اور اگر قیمت دس درہم سے کمتر ہو تو امام رح کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین رح کے نزدیک اسکی قیمت کا ضمان
واجب ہوا اسکے خلاف جنس سے کذا فی شرح ملا مسکین [illegible]
الزيد فالزائد امانة [illegible]
یعنی رہن ساقط ہوگیا اور اگر دین زیادہ مرہون سے [illegible]

تلف ہو گیا تو رہن ہے اسکا ضمان نہیں ہے کذا فی الدرر والصدر الشہید باع عبدا علی ان یرہن المشتری بالثمن شیئا بعینہ او یعطی کفیلا کان الکل
بعینہ صحیح غلام بیچا اس شرط سے کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھدے یا ثمن کے بدلے کسی کو ضامن دے تو بیع صحیح ہے اسی طرح اگر متعین رہن نہ ہو لیکن اگر
مجلس بیع میں تعیین بائع و مشتری متفق ہو گئے تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نہ کیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذا فی الطحاوی عن الزیلعی
ولا یجبر المشتری علی الوفاء لما مر انہ غیر لازم اور مشتری پر جبر نہیں کیا جائیگا کہ رہن پورا کرے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور
وعدہ رہن لازم الوفا نہیں اور وعدہ رہن کا رہن سے فرق نہیں حالانکہ رہن خود لازم نہیں تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہوگا وللبائع
فسخہ لفوات الوصف المرغوب اور صورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہو جانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تھا اس شرط
مذکور سے تو بدون اسکے راضی نہوگا پھر جب اسکی وفا تمام نہوئی تو اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے یا آنکہ رہن پر راضی ہو جاوے الا ان یدفع المشتری
الثمن حالا او یدفع قیمۃ الرہن المشروط رہنا لحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون مشروط کی قیمت کو رہن
رکھدے تو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا بسبب حاصل ہو جانے مقصود کے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ شرط میں تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اسکی غیر ہے
حاصل جواب یہ ہے کہ استیفا تو معنی پر ثابت ہے یعنی قیمت سے اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اسکی قیمت ہے نہ بعینہ صورت و ان قال المشتری
للبائع قد اعطاہ شیئا غیر مبیعہ امسک ہذا حتی اعطیک الثمن فہو رہن لتلفظہ بما یفید الرہن والعبرۃ للمعانی خلافا للثانی والثلثۃ اور
اگر مشتری نے سوا مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اس سے کہا کہ اسکو رکھ یہاں تک کہ میں تجکو ثمن دوں تو وہ رہن ہوگا بسبب تلفظ مشتری کے وہ لفظ
جو رہن کا فائدہ دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف رح اور ائمہ ثلثہ کے ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رہن کا لفظ اور اسکا مادہ
شرط نہیں ولو کان ذلک الشیء الذی قال لہ المشتری امسکہ ہو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لو بعد قبضہ لانہ حینئذ یصلح ان یکون رہنا بثمنہ اگرچہ وہ چیز
جسکو مشتری نے کہا کہ رکھ وہی مبیع ہو جسکو اسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہ کہا ہو اس واسطے
کہ اسوقت میں یعنی قبضہ کرنے کے بعد وہ اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے ہم یعنی جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اسکی ملکیت
معین ہو گئی یہاں تک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہوگا ولو قبلہ لا یکون رہنا لانہ محبوس بالثمن کما مر
اور اگر مبیع کے قبض کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکھ تا ادائے ثمن تو وہ رہن نہوگا اس واسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا ہم تو اگر بیع قبل
قبض کے تلف ہوگا تو بیع فسخ ہوگی اور ثمن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہوگا لیکن لو کان المبیع مما یفسد کاللحم وغاب المشتری وخاف البائع تلفہ
جاز بیعہ وشراؤہ وان باعہ بازید تصدق بہ الا ان فیہ شبہۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے بائع کے پاس رہن رکھا اس قسم
کی چیز ہو جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہو جیسا گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن میں دیر لگائی اور بائع ڈرا اسکے تلف ہو جانے سے
تو اسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اسکا خریدنا جائز ہے اور اگر اسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کر دے اس واسطے کہ اسمیں شبہ ہے غیر کے مال ہونے کا
یعنی مشتری کا ہم طحاوی نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہو یا نہو رہن رجل عینا عند رجلین بدین لکل منہما صح وکلہ
رہن من کل منہما ولو غیر شریکین اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردوں کے پاس رہن رکھی بدلے اس دین کے جو دونوں کا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز
بالکل دونوں شخصوں کے پاس مرہون ہے اگرچہ دونوں شریک نہوں ہم یہ نہیں ہے کہ اسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے
پاس اس واسطے کہ رہن مضاف ہے جمیع عین کی طرف بصفقۃ واحدۃ اور اسمیں شیوع نہیں اور موجب اسکا حبس بالدین ہے اور وہ متجزی نہیں تو وہ محبوس ٹھہرا
ہر شخص کا اور اسمیں کچھ منافات نہیں برخلاف اسکے کہ اگر ہبہ کرے دو شخصوں کو تو امام رح کے نزدیک درست نہیں ہے اس واسطے کہ ہبہ سے مقصود تملیک ہے

ادہن واحد میں ہر شخص کی ملک کا مالک تصور نہیں ہو سکتی کذا فی الدرر فان تہایا فکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق الآخر نہ لو ہلک لا یجزا ان مما
بحرالرائق کل حبس البعض فلو دفع لہ کلہ ضمن عندہ خلافا لہما واصلہ مسئلۃ الودیعۃ زیلعی پھر اگر دونوں مرتہنوں نے مرہون مذکور میں باری باندھ لی تو ہر مرتہن
اپنی باری میں شخص عادل کے مانند ہو دوسرے مرتہن کے حق میں یہ اس صورت میں ہے جبکہ مرہون اس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہیں کرتا جیسے گھوڑا یا غلام
اگر قسمت پذیر ہو جیسے نمک یا گیہوں تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم ہے اگر ایک نے دوسرے کو بالکل مرہون دیدیگا تو امام کے نزدیک اسپر تاوان
لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ثم دافع یضمن نصفہ لازم آویگا زیلعی میں ہے کہ جب شی قابل قسمت
ہو مرتہنوں کے پاس ودیعت رکھی سو ایک نے دوسرے کو بالکل دیدی تو دافع پر ضمان لازم آویگا خلافا لہما جیسا کہ ودیعت میں ولو ہلک ضمن کل حصتہ لتجزی الاستیفاء
اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصہ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفا دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا
مستوفی ہوگا اسواسطے کہ استیفا متجزی ہے کذا فی الدرر فان قضے دین احدہما فکلہ رہن للآخر لما مر ان کل العین رہن فی ید کل منہما بلا تفرق پھر اگر
راہن نے ایک مرتہن کا دین ادا کر دیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھ میں رہن ہے بلا تفریق
بلکہ ہر ایک کے پاس سو ان رہنہا رجلا رہنا واحدا بدین لہما صح ولکل الدین وہسکہ الی ان یستوفی کل الدین اذ لا شیوع اور اگر دو شخصوں نے ایک مرد کے پاس ایک
چیز رہن کی بعوض اس دین کے جو دونوں پر ہو تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس رکھیگا تمام دین کا مال وصول ہونے تک اسواسطے
اس صورت میں شیوع نہیں ہے ہم [illegible] کہ قبض رہن تمام مرہون میں بلا شیوع حاصل ہے کذا فی الدرر ولو رہن عبدین بالف لا یاخذ احدہما بقضاء حصتہ
بعد الکل الدین کالمبیع فی ید البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن کیے تو راہن ایک غلام کو اسکا حصہ ادا کر کے نہ لیگا بسبب [illegible]
ہونے دونوں غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالاً جیسے مبیع محبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادائی کل ثمن فان سمی لکل واحد منہما شیئا من الدین لہ
ان یقبض احدہما اذا ادی ما سمی لہ بخلاف البیع لتعدد العقد بتفصیل الثمن فی الرہن لا البیع ہو الاصح اور اگر راہن نے ہر غلام کے واسطے کچھ دین مقرر
کر دیا یعنی مثلاً یوں کہا کہ یہ غلام بعوض چارسو درم کے رہن رکھتا ہوں اور یہ دوسرا غلام بعوض چھ سو درم کے رکھتا ہوں تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے
جبکہ ادا کرے اسقدر دین جو اسکے واسطے معین کر دیا تھا برخلاف بیع کے بسبب متعدد ہو جانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن میں نہ بیع میں یہی قول صحیح ہے ہم وجہ
اسکی یہ ہے کہ عقد رہن کا قبول کرنا ایک غلام میں دوسرے عقد کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں برخلاف بیع کے اسواسطے کہ بیع میں امام کے نزدیک تفصیل ثمن سے تعدد
عقد کا نہیں ہوتا لہذا اگر ایک میں بیع قبول کرے نہ دوسرے میں تو بیع باطل ہوگی کل میں اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہے تفریق صفقہ سے کیونکہ عادت یہ جاری ہے کہ
انفس کو ردی کے ساتھ ملا کر بیچتے ہیں اور رہن میں ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہیں ہوتا اور یہی روایت اصح ہے اور اصل کی روایت میں اس مسئلہ
میں اور مسئلہ سابقہ میں کچھ فرق نہیں کذا فی المنح طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع میں ہوتا ہے نہ رہن
میں وبطل بینۃ کل منہما ای من رجلین علی رجل انہ رہن کل واحد منہم ہذا الشیء کعبد مثلا عندہ وقبضہ لاستحالۃ کون کلہ رہنا لہذا وکلہ رہنا لذلک فی
آن واحد ولا یمکن تنصیفہ للزوم الشیوع فتہاترتا وحینئذ فیہلک امانۃ اذ الباطل لا حکم لہ اور دو مرد [illegible] کے گواہ ایک مرد پر باطل ہیں اس مضمون پر [illegible]
کہ اس مرد نے اسکے پاس یہ چیز مثلاً غلام کو رہن رکھا اور اسنے اسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اسکے پاس رہن [illegible] بسبب غلام کا اسکے پاس رہن ہونا
ایک آن میں محال ہے اور اسکا نصفا نصف رہن ہونا ممکن نہیں بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونوں گواہیاں ساقط [illegible] اسوقت میں اگر مرہون
ہلاک ہوگا تو امانت ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل کے لیے کچھ حکم نہیں ہے تمام ہو یوں ہے کہ انہ کی ضمیر کا مرجع رجل ہے اور کل واحد اور رہنہ
کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راہن ہے اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہے [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible]

رہن کی ہو اور تصحیح کیا ہے شارح کے موافق الا ان الحق احق بالاتباع ... اذا ظلم ... ان ارخا کان صاحب التاریخ الاقدم اولی وکذا اذا کان الرہن فی
ید احدہما کان ذوالید اولی الا ان یثبت سبقہ یعنی ... شہادتین کا اس وقت ہے کہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی ہو اور دونوں نے اگر تاریخ بیان کی ہو
تو اگلی تاریخ والا اولیٰ تر ہے اور اسی طرح جبکہ مرہون ایک مدعی کے پاس ہو تو قابض زیادہ مستحق ہے الا اسکی سبقت کے قرینہ سے یعنی اسکا قادر ہو تو قابض
... ہو اسکے سبقت کی ... الرہن ... مثلا اذا تعالی ان الرہن ... ہما او لا ... فان الحکم واحد یعنی رہن کل
کا ایک ... کان ... النصف ... اور اگر مثلا غلام کا راہن
اور ... دونوں ... دونوں ... ایک ہی حکم ہے کذا فی الذخیرہ پھر مرتہن ...
... گواہی دی کہ ... غلام ... کے پاس رہن رکھا اور اسکا قبضہ ...
... کے سبب سے ...
... اور ... رہن ... مقصود ... رہن ...
... رہن کا ... راہن ... اسکو قبول رہن کرتا اور
کی موت کے بعد ... قبول کرتا ہے کذا فی ... [illegible]
... الاطلاق السراجیہ
... اسکے پاس ... رہن ... ہوگی ... تلف ہوگی ... ضمان رہن
لازم ہوگا ... ہلاک ... مرہون ... رہن ... راضی ہوگیا ہو کذا فی العمادیہ
اور اس کلام سے ... رہن ثابت ہوگا اور اگر راضی ہوا تو رہن نہیں غصب ہے ... کے استفسار پر
سراجیہ ... بیان کیا ہے ... مدیون ... رضامندی کے بغیر
رہن ... غصب ... راضی ہوگیا ... تلف ہوئی
رہن کے ... اور اگر راضی نہ ہوا تو ... عالمگیری ... جواہر الفتاوی ... المال
... المدیون رہنا ... مدیون کے مال کو مدیون
کی اجازت کے رہن ... مالک ... مدیون کا مال سے لینا اپنے دین کے وصول کرنے کو
درست ہے ... رہنا ... سراجیہ
مدیون نے دائن کو دو کپڑے دیے ... رہن رکھ ... دین کے ... دونوں کپڑے لیے ... نہیں
ایک کپڑا بھی رہن نہ ہوگا ... کپڑے کو پسند نہ کرے گا تو رہن ثابت نہ ہوگا فروع ... مسائل ...
شارح کے غصب الرہن ... المرتہن باذن الراہن رہن کا غصب کرنا ... تلف ہوجانے کے مانند ہے تاوان لازم ہونے میں
مگر جبکہ ... غصب کیا ... مرتہن مرہون کو اپنے استعمال میں لایا ہو راہن کی اجازت سے تو مرتہن پر ضمان لازم نہ ہوگا ...
رہن رکھا اور راہن نے مرتہن کو ... پہننے کی اجازت دی ... کی حالت میں تلف ہوگیا تو دین ساقط نہ ہوگا ... ضمان ... لازم ہوگا
اسلیے کہ رہن کا حکم ... جب اسکو استعمال میں لایا مالک کے اذن سے حکم باطل ہوگیا اور رہن باطل ہوگیا اور اگر ... کے بعد تو دین ساقط ہوگا کذا فی ...

عن ابی جعفر وامرہ بدفعہ للدلال فدفعہ فہلک لم یضمن راہن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو اسنے اسکو دیا پھر وہ تلف ہوگیا تو مرتہن پر ضمان
لازم نہوگا کما فی وضع الحمامی المصحف الرہن فی صندوق فوضع علیہ قصعۃ ماء ولاشرب فانصب الماء علی المصحف فہلک ضمن ضمان الرہن لا الزیادۃ ایک حمامی نے مرہونہ
مصحف کو اپنے صندوق میں رکھا اور اسپر پانی پینے کا کٹورا رکھدیا سو پانی ٹپکا پڑا اسمصحف پر سو وہ بہیگ کے تلف ہوگیا تو حمامی رہن کا تاوان دیگا نہ زیادہ کا
یعنی دین اتنے کا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اسکا تاوان لازم نہوگا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہے اور امانت پر تاوان نہیں
المودع لا یضمن شیئا فقبضہ اور امانت دار پر کچھ تاوان نہیں جبتک تعدی نہ کرے کذا فی القنیۃ الاجل فی الرہن یفسدہ مدت مقرر رہن کی مفسد ہے کیونکہ
رہن کا حکم حبس دائمی ہے تا حصول دین تو صورت مذکورہ میں تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ رہن فاسد ہے جیسے صحیح کے مانند ہے لزوم ضمان میں بر خلاف رہن
باطل کے کذا فی الطحطاوی سلطہ علی بیعہ مات المرتہن بیعہ بلا حضرۃ راہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کردیا اور راہن مر گیا تو مرتہن کو اسکی بیع
اختیار ہے بدون حاضر ہونے راہن کے وارث کے لم تو وارث نقض بیع نہیں کرسکتا اسلیئے کہ مرتہن کا حق اس سے متعلق ہوگیا ہے اور وہ باطل نہیں
ہوسکتا راہن کے مر جانے سے کذا فی الطحطاوی غاب الراہن غیبۃ منقطعۃ فرفع المرتہن امرہ القاضی لیبیعہ ویستوفی الدین یجوز دیانۃ والا علم لرواۃ
القاضی دارہ جاز کذا فی فتاوی قاری ہدایہ النہر راہن غائب ہوگیا ایسی غیبت منقطعہ کے ساتھ مرتہن نے اسکی نالش کی قاضی سے تا رہن کی
بیع کرے اپنے دین کے لیے سے تو لائق نہیں ہے کہ جائز ہو دیانت اگر راہن مرگیا اور اسکا کوئی وارث معلوم نہیں سو قاضی نے اسکا گھر
بیچ ڈالا تو جائز ہے ایسا مذکور ہے نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات میں وفی الذخیرۃ لیس للمرتہن بیع ثمرۃ الرہن وان خاف فسادہا
لان لہ ولایۃ الحبس لا البیع ویمکن رفعہ الی القاضی حتی لو کان فی موضع لا یمکنہ الرفع للقاضی او کان الدین حالا یفسد قبل ان یبیع جاز له البیع
اور ذخیرہ میں ہے کہ مرتہن کو جائز نہیں مرہون کا پھل بیچنا اگرچہ اسکے تلف ہو جانیکا خوف ہو اسواسطے کہ مرتہن کو صرف مرہون کا اختیار
ہے نہ بیع کا اور ممکن ہے اسکا مرافعہ کرنا قاضی کی طرف سے تو اگر ایسے مکان میں ہو کہ اسکو قاضی کی طرف مرافعہ کرنا ممکن نہو یا وہ پھل
ایسا نازک ہو کہ سڑ جاتا ہو مرافعہ کرنے سے پہلے تو مرتہن کو اسکا بیچنا جائز ہے واللہ اعلم

باب الرہن یوضع علی ید عدل

یہ باب ہے اس رہن کے احکام میں جو رکھا جاوے عدل یعنی معتمد کے ہاتھ میں اور جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہو چکے تو اب انکے نائب کے احکام شروع
ہوتے ہیں یعنی عدل کے اور عدل سے یہاں مراد وہ شخص ہے جسکے پاس مرہون رکھا جاوے راہن اور مرتہن دونوں راضی ہو گئے اور اسکی بیع پر راضی ہو گئے مدت کے
آنے پر اور وہ راہن کا وکیل ہے مرہون کی بیع میں لیکن وہ توکیل مفرد کے مخالف ہے چند مسائل میں چنانچہ بعض مسائل مذکور ہونگے اسی باب میں
اللہ فی زعم الراہن والمرتہن نائب کا نام عادل اسواسطے رکھا گیا کہ اسکی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان میں ثابت ہے اذا وضعا الرہن علی ید عدل
صح ویتم بقبضہ جیسے کہ راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتھ میں رکھ دیا تو رہن صحیح ہے اور رہن تمام اور لازم ہوگا اس شخص کے قبضہ کرنے سے
ولا یاخذہ احدہما منہ اور نہ لیگا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنی اسواسطے کہ دونوں کے حق مرہون سے متعلق ہیں راہن کا حق ہی حفظ
اور امانت میں اور مرتہن کا حق ہے استیفاء دین میں تو ایک شخص دوسرے کے ابطال حق کا مالک نہوگا فوجب الدفع الی احدہما لتعلق حقہما بہ اور معتمد
تاوان دیگا اگر مرہون راہن یا مرتہن کو دیگا اسلیئے کہ دونوں کا حق اس سے متعلق ہے یعنی اسواسطے کہ شخص معتمد راہن کا امانت دار ہے عین کے
حق میں اور مرتہن کا امانت دار ہے مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اجنبی کے دینے سے کذا فی
الدرر فلو دفعہ فتلف ضمن القیمۃ بتعدیہ واخذ منہ قیمتہ وجعلہا عندہ او عند غیرہ ولیس للعدل جعلہا رہنا فی یدہ لئلا یصیر قاضیا ومقتضیا پھر اگر

مودع نے مرہون ایک کو بیچنے یا راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ انکے پاس تلف ہوگیا تو مودع تاوان دے اپنی قیمت کی جسکے سبب سے اور راہن اور مرتہن [illegible] مرہون
کی قیمت باہم اور اس قیمت کو رہن رکھدیں اسی مودع کے پاس یا انکے سوا دوسرے شخص کے پاس یا دونوں اسکو اس قیمت کا رہن کر لینا اپنے پاس جائز ہے [illegible] اور
لینے والا اور قیمت کا تقاضا کرنے والا نہو جائیگا اسلئے کہ قیمت مرہون کی معتمد پر واجب ہوئی تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنے والا اور تقاضا کرنے والا
ایک ہوگیا اور حالانکہ دونوں میں تضاد ہے کذا فی الفتح و یرجع العدل الرجع مبسوط فی الطلاقات اور معتمد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے [illegible]
زیلعی میں ہے کہ جب مرہون کی قیمت سپرد ہو کی معتمد اول کے پاس یا غیر کے پاس پھر راہن نے دین ادا کیا سو اگر معتمد نے قیمت کا تاوان دیا ہو بوجہ اسکے کہ اس نے مرہون
راہن کو دیا تھا تو قیمت مرتہن کو واسطے سلامتی کے اسکو ملے جسکے پاس ہے اور اگر معتمد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہو بوجہ اسکے کہ اس نے مرہون مرتہن کو دیا تھا تو راہن
قیمت کو لیگا [illegible] کو مرتہن سے قیمت لینا جائز ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ اگر معتمد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت یا [illegible] کے دیا ہو
اسکے پاس تلف ہو گیا ہو تو اسکا رجوع درست نہیں اور اگر مرتہن نے اسکو خود تلف کر ڈالا ہو تو معتمد مرتہن سے پھر لیگا اور اسی طرح رجوع درست ہے اگر معتمد نے مرہون دیکر قیمت
مرتہن سے یوں کہا ہو کہ اسکو بدلے اپنے حق کے یا حبس کر اسکو لیکر اپنے حق کی کذا فی الطحاوی مختصرا واذا ہلک ہلک من ضمان المرتہن اور جبکہ مرہون
ہلاک ہوگیا معتمد کے پاس تو مرتہن کے ضمان سے تلف ہوگا یعنی مرتہن پر تاوان اسکا لازم ہوگا فان وکل الراہن المرتہن او وکل العدل و غیرہما ببیعہ
حلول الاجل صح توکیلہ لان الوکیل اہل لذلک ای للبیع عند التوکیل پھر اگر راہن مرتہن کو یا معتمد کو یا انکے سوا دوسرے شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے
دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ وکیل کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل بیع کرنے کی لیاقت رکھتا ہو وکیل کرنے کے وقت یعنی عاقل بالغ ہو والا یکن اہلا لہ
عند التوکیل لا تصح الوکالۃ حتی فلو وکل صبیا صغیرا لا یعقل فباعہ بعد بلوغہ لم یصح خلافا لہما اور اگر وکیل اسکی لیاقت نہ رکھتا ہو وکیل کے
وقت تو وکالت صحیح نہو گی اور اسوقت میں تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر بے تمیز کو وکیل کیا اور اس نے اپنے بالغ ہونے کے بعد بیع کی تو بیع
صحیح نہو گی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک بیع صحیح ہے فان شرطت الوکالۃ فی عقد الرہن لم ینعزل بعزلہ ولا بموت
الراہن ولا المرتہن للزومہا بلزوم العقد فہی تخالف الوکالۃ المفردۃ من وجوہ احدہا ہذا پھر اگر وکالت مشروط ہو کی عقد رہن میں تو وکیل معزول
نہوگا راہن کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہوجانے وکالت کے عقد رہن کے لزوم کے سبب سے
رہن کی وکالت مخالف ہو وکالت مفردہ سے چند وجہ سے انہیں سے ایک وجہ یہ ہے کہ موکل کی موت سے وکیل معزول نہیں ہوتا اور وکالت مفردہ میں معزول
ہوجاتا ہے اور مفردہ وکالت کی یہ صورت ہے کہ راہن کہے کہ میں نے یہ شے تیرے پاس رہن رکھا اسکے بعد کہے کہ فلانا شخص مدت آنے پر وکیل ہو اسکے بیع کرنے کا کذا فی الحموی
والثانی ان الوکیل ہہنا یجبر علی البیع عند الامتناع اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وکیل یہاں یعنی بیع رہن کی وکالت میں جبر کیا جائیگا بیع پر امتناع کے
نزدیک اور وجہ جبر یہ ہے تا مرتہن کو ضرر نہو اور کیفیت جبر کی یہ ہے کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکھے اگر اسپر بھی وہ اصرار کرے تو حاکم اسکو بیچ ڈالے کذا فی الدرر و کذا
لو شرطت بعد الرہن فی الاصح زیلعی علی خلاف ظاہر الروایۃ [illegible] صححہا قاضی خان وغیرہ علی ما نقلہ القہستانی وغیرہ فتنبہ بخلاف المفردۃ اور
اسی طرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہے اور وکالت مشروط ہو گئی ہو وے بعد رہن کے صحیح تر قول میں کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ
قاضی خان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہے چنانچہ قہستانی وغیرہ نے اسکو نقل کیا ہے تو خبردار رہو برخلاف وکالت مفردہ کے ہم عالمگیری میں ہے
کہ اگر معتمد بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے ہو گی ہو تو ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے اور اسی قول کو بعض مشائخ نے لیا ہے کہ
جبر کیا جائے گا چنانچہ وجیز میں ہے اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی میں ہے والثالث انہ یملک بیع الولد والارش اور تیسری وجہ یہ ہے
کہ وکیل مذکور مرہون کے بچے اور دیت کے بیع کا مالک ہے ہم بیع دیت کی یہ صورت ہے کہ غلام مرہون کو کسی نے قتل کیا خطا کی راہ سے تو اسکی دیت لینا

احتباس ہی تو وکیل کو بیع احتباس کا اختیار ہو والرابع اذا باع بخلاف جنس الدین کان ان یصرفہ الی جنسہ ای الدین بخلاف الوکالۃ المفردۃ اور چوتھی یہ
ہے کہ جب وکیل نے مرہون کو بیچا جنس دین کے برخلاف تو اسکو جنس دین کی طرف پھیرنا درست ہے برخلاف وکالت مفردہ کے کہ وہ صرف کا مالک نہیں والخامس
اذا کان عبدا وقتلہ عبد خطأ فدفع بالجنایۃ کان لہ بیعہ بخلاف المفردۃ متعلق بالجمیع اور پانچوین وجہ یہ ہے کہ جب مرہون غلام ہوا اور اسکو دوسرا غلام
از راہ خطا قتل کر ڈالے سو غلام قاتل قتل کے بدلے دیا گیا تو وکیل کو اسکی بیع کا اختیار ہے برخلاف وکالت مفردہ کے یہ مخالفت کا قول پانچون صورتون سے متعلق ہے
والسادس فی غیبۃ ورثتہ ای ورثۃ الراہن کما کان لہ حال حیاتہ البیع بغیر حضرتہ ای حضرۃ الراہن اور وکیل مذکور کو مرہون کا بیچنا راہن کے وارثون کے
غیبت میں بھی جائز ہے جیسے اسکو اسکی بیع کا اختیار تھا راہن کی زندگی میں بغیر موجود ہونے راہن کے وتبطل الوکالۃ بموت الوکیل مطلقا اور وکالت باطل
ہو جاتی ہے وکیل کی موت سے ہر طرح سے خواہ وکیل مرتہن ہو یا منفرد یا غیر ان کا اسواسطے کہ وکالت میں [illegible] جاری نہیں اور موکل وکیل کی رائے پر راضی ہوا تھا اسکی
غیر کی رائے پر وعن الثانی ان وصیہ یخلفہ لکنہ خلاف جواب الاصل اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ وکیل کا وصی وکیل کا خلیفہ ہو اور مذکورہ بالا روایت
اصل یعنی امام محمد کے مبسوط کے جواب کے مخالف ہے کذا فی الطحاوی ولو اوصی الی آخر [illegible] والصحیح الاول [illegible] اور وکیل مذکور نے
اگر وصیت کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہیں مگر جبکہ وکیل کا وصیت کرنا وکالت میں شرط ہو گیا ہو تو درست ہے [illegible] اسکی یہ ہے کہ [illegible]
نہیں ہوا کہ راہن نے تجھکو بیع مرہون کا وکیل کیا اور جو تو نہیں کر سکے تو [illegible] اسکی اجازت دی کذا فی الطحاوی ولا یبیعہ الراہن والمرتہن الا برضاء الآخر
اور مالک نہیں راہن اور مرتہن مرہون کی بیع کا بدون رضامندی دوسرے کے یعنی راہن بدون رضا مرتہن یا مرتہن بدون رضا راہن بیع نہیں کر سکتا اسواسطے کہ مرہون
دونون کا حق متعلق ہے تو ایک دوسرے کے حق کو بدون اسکے اذن کے باطل نہیں کر سکتا فان حل الاجل وغاب الراہن اجبر الوکیل [illegible] کا ہوا لحکم فی الوکیل بالخصومۃ
اذا غاب موکلہ او ابا فانہ یجبر علیہا بالاتفاق [illegible] البیع فان لج بعد ذلک باع القاضی دفعا للضرر پھر اگر دین کی مدت آ پہنچی اور راہن غائب ہو تو وکیل پر جبر
کیا جاویگا اسکی بیع کا جیسا کہ یہی حکم ہے خصومت کے وکیل میں جبکہ اسکا موکل غائب ہو یا وکیل خصومت سے انکار کرتا ہو تو اس پر خصومت یا بیع مرہون کے واسطے
جبر کیا جاویگا اس طرح کہ قاضی اسکو قید رکھے چند روز پھر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اسکو بیچ ڈالے دفع ضرر کے واسطے کذا فی الطحاوی [illegible]
کی در المختار کے [illegible] وان باع العدل فالثمن رہن کالمبیع [illegible] اور اگر معتمد نے مرہون بیچ ڈالا تو اسکا ثمن رہن ہوگا بمنزلہ بیع کے
تو ثمن تلف ہو گا مبیع کے تلف ہونے کے مانند یعنی مرتہن کا مال تلف ہوگا [illegible] باقی پر معتمد رہن کے [illegible] ثمن قائم مقام ہے بیع مرہون کے فان کان فی
ثمنہ [illegible] فاستحق الرہن وضمن فان کان الرہن بیع [illegible] المشتری [illegible] ضمن الراہن [illegible] پھر اگر معتمد نے مرہون
بیچا اور اسکا ثمن بیع کے بعد مرتہن کو دیا پھر مرہون غیر راہن کی ملک ٹھہرا اور اسکا تاوان دیا گیا سو اگر بیع [illegible] مشتری سے [illegible] مالک کو تو اختیار ہوجائیگا
راہن سے تاوان لے اسواسطے کہ وہ غاصب ہے جسنے پرایا مال رہن رکھا بلا اذن مالک کے وحینئذ صح البیع والقبض [illegible] اور اسوقت میں بیع معتمد کی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر
معتمد کے ہاتھ سے صحیح ہو گیا اسببا کہ جب راہن کے ذمہ تاوان دینے سے [illegible] او ضمن المستحق العدل القیمۃ [illegible] البیع ثم ہو ای العدل بالخیار ان شاء ضمن الراہن وصح [illegible] یا چاہے
مالک مستحق معتمد سے تاوان لے اسببا کہ اسکی تعدی کے بیچنے اور تسلیم ثمن کرنے سے پھر معتمد تاوان لیگا راہن سے مرہون کی قیمت کا اور اسوقت میں بیع مرہون صحیح ہوگی
اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر بھی صحیح ٹھہریگا او ضمن المرتہن ثمنہ الذی اداہ الیہ یا معتمد چاہے مرتہن سے تاوان لے اس ثمن کا جو معتمد نے اسکو ادا کیا یعنی اسواسطے
کہ استحقاق سے ظاہر ہو گیا کہ مرتہن نے ناحق ثمن پایا کذا فی الدرر وہو ای الثمن لہ ای للعدل لانہ بدل ملکہ اور وہ یعنی ثمن مذکور معتمد کا ملک ہے اسواسطے کہ وہ اسکی ملک کا
بدلا ہے کہ جب معتمد نے مرہون بیچا کا تاوان دیا تو مرہون اسکی ملک ہو گیا اور ثمن اسکا بدلا ہے تو ثمن معتمد کا ملک ہو گیا کذا فی الدرر ویرجع المرتہن علی
الراہن بدینہ ضرورۃ بطلان قبضہ اور مرتہن راہن سے اپنا دین پھر لے بغیر درست بطلان قبضہ ثمن یعنی جب معتمد نے مرتہن سے ثمن کا تاوان لیا

و مرتہن کا قبضہ نہیں ... باطل ہو گیا ... اور راہن ... یہ کہا کہ ان کان الرہن قائما فانی ... و مستوفی ... اور اگر

رہن ہلاک ہو گیا ... تو ... اپنا ... مال ... یا ... رجوع ... [illegible]

اور مشتری ... [illegible] ... کہ حق ... ہو گا ... رجوع ہوا ... علی الراہن ... [illegible]

... راہن ... اسکی ... [illegible] ... جیسا ہو گئی کذا فی الدر

... [illegible] ... اور جب ... راہن سے ادا ... ادا کر دیا تو قبضہ مرتہن کا ... [illegible]

... [illegible] ... مرتہن سے اسکا ... [illegible]

... [illegible] ... کذا فی الدر ... [illegible]

... [illegible] ... اسکا ... ہو گیا ... کذا فی الدر ... [illegible]

... الراہن ... [illegible]

... [illegible] ... مرتہن ... [illegible]

... [illegible] ... راہن کا ... ہوا

... [illegible] ... الرہن عند المرتہن فاستحق الرہن ... [illegible]

... [illegible] ... مرتہن ... راہن کا ... راہن سے اسکی قیمت کا تاوان لیا ... مرتہن ...

... [illegible] ... کذا فی الدر ... علی الراہن بالقیمۃ

التی ضمنہا ... [illegible] ... اسکی قیمت کا تاوان لیا ... مرتہن ... قیمت اور اپنا دین ...

... [illegible] ... مرتہن ... [illegible]

... [illegible] ... قبضہ مرتہن کا باطل ہو گیا ... کذا فی الدر ... [illegible]

فرع ... شارح کافی ... الرہن ... علی الدین ... [illegible] ... مرتہن کے پاس

تو جتنا دین ہے ساقط ہو گیا اور ... [illegible] ... واللہ اعلم

باب التصرف فی الرہن

واجبایہ علیہ وجنایتہ علی الرہن - یہ باب ہے مرہون میں تصرف کرنے کا اور مرہون پر جنایت کرنے کا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف

بیع الراہن رہنہ علی اجازۃ المرتہن او قضاء دینہ راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو موقوف رہے گا مرتہن کی اجازت پر یا اسکا دین ادا کرنے پر موقوف ہو گا یعنی جب

راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرتہن کے تو بسبب تعلق ہونے حق مرتہن کے بیع نافذ نہیں موقوف ہے تو اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اسکا دین

ادا کر دیا تو بیع نافذ ہو جاوے گی ... [illegible] ... فی صورۃ الاجازۃ ... اگر اجازت یا ادا سے دین پایا گیا تو بیع موقوف نافذ اور

کامل ہو گی اور اسکا ثمن رہن ہو گیا اجازت کی صورت میں ... اور ... دین کی حاجت نہیں وان لم یجز المرتہن البیع وفسخ بیعہ لم ینفسخ

... [illegible] ... اگر مرتہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور راہن نے بیع کو فسخ کر دیا تو بیع فسخ نہ ہو گی ... فسخ کرنے سے ... صحیح تر قول میں ... موقوفا

... المشتری بالخیار ان شاء صبر الی ان یفک الراہن الرہن او رفع الامر الی القاضی لیفسخ البیع ... [illegible]

راہن کی عدم اجازت مرتہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے صبر کرے کہ رہن سے چھوٹ جائے یا [illegible]
بیع کو فسخ کرے اور [illegible] مشتری کو [illegible] معلوم تھا [illegible] الراہن [illegible]
[illegible] البیع فالثانی موقوف ایضاً علی اجازتہ [illegible] اور اگر [illegible]
[illegible] دوسری بیع [illegible] مرتہن کی اجازت [illegible] بیع کے [illegible]
[illegible]
[illegible] البیع الاول
[illegible]
[illegible]
[illegible] بیع اول جائز ہوگی [illegible] مرتہن [illegible]
[illegible] غلام رہن [illegible]
[illegible] بیع ثانی [illegible] اجازت [illegible]
[illegible] بیع اول [illegible] مرتہن [illegible]
[illegible] اجارہ [illegible] مرتہن کا [illegible]
حق مرتہن کا اسقاط ہے [illegible] بیع نافذ ہوگی [illegible] البیع الاول اور
[illegible] اس کو بیچا [illegible] بیع اول [illegible] بیع ثانی بھی
موقوف [illegible] بیع ثانی [illegible] مرتہن [illegible]
[illegible] راہن کا
آزاد کرنا اور مدبر کرنا [illegible] غلام کو آزاد کر دے یا اس کو مدبر کرے [illegible]
[illegible] مرتہن [illegible] الراہن [illegible] مرتہن کا دین [illegible]
[illegible] راہن سے [illegible] اگر مرتہن کا دین
[illegible] غلام آزاد کی قیمت راہن سے [illegible]
[illegible] مرتہن اپنا حق لے [illegible] غلام کی قیمت [illegible]
[illegible] الراہن [illegible] غلام [illegible]
ادا کر [illegible] دین [illegible] قیمت [illegible]
[illegible]
وام الولد [illegible]
[illegible]

تلف کر دیا تو اسکا حکم بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ الدار الا ان غلام مرہون کو آزاد کر دے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے یعنی اگر مرہون اسکے مانند ہی تو اگر دین حال ہو
تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین مؤجل ہو تو اسکی قیمت لے اور اپنے پاس رہن رکھے مدت کے آنے تک کذا فی الدرر والرہن الذی اتلفہ اجنبی
او عبد الرہن فالمرتہن خصمہ یضمنہ المتلف قیمتہ یوم ہلک فتکون القیمۃ رہنا عندہ کا اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنی غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن
تلف کرنے والے سے اسکی قیمت کا تاوان لے جو قیمت کہ تلف ہونے کے دن اسکی تھی سو قیمت اسکی رہن رہیگی مرتہن کے پاس جیسا کہ گذر گیا واعتبار
علی المرتہن فقیمتہ یوم القبض لانہ مضمون بالقبض السابق زیلعی اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اسکا تاوان ہے یعنی یوم القبض
کی قیمت معتبر ہوگی اسلئے کہ مرہون کا ضمان مرتہن پر قبض سابق سے لازم آتا ہے کذا فی الزیلعی وباعارتہ ای المرتہن الراہن یخرج من
ضمانہ اور عاریت دینا مرتہن کا راہن کو نکالنا ہے مرتہن کو اسکے تاوان سے یعنی اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے
دیا تو مرتہن پر سے ضمان رہن ساقط ہو گیا اور اسکو عاریت کہنا مجازی ہے یعنی لفظ عاریت یہاں مجازاً استعارہ ہوا اسواسطے کہ حقیقت عاریت تملیک
منافع ہے اور تملیک یہاں نہیں ہوتی کیونکہ مالک اور حال یہ کہ مرتہن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اس سے کیونکر ممکن ہوگی فلو ہلک الرہن فی ید الراہن ہلک
مجانا لفوات القبض ثم ان کان الراہن اخذہ بغیر رضی المرتہن صح ضمان الکفیل تاتارخانیہ سو اگر
مرہون راہن کے ہاتھ میں تلف ہوگا تو مفت تلف ہوگا یعنی دین مرتہن کا قائم رہیگا کچھ ساقط نہ ہوگا کیونکہ قبض جو سبب ضمان ہے مرتفع ہو گیا یہانتک کہ اگر
راہن نے مرتہن کو مرہون مستعار کے سبب کچھ ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہ ہوگا بسبب خارج ہو جانے مرہون کے رہن سے ہاں اگر راہن نے مرہون کو
لیا ہو بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون مرتہن کو دلادے کذا فی الطحطاوی
فان عاد قبضہ عاد ضمانہ سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کریگا تو اسکا ضمان بھی مرتہن پر پھر ثابت ہوگا وللمرتہن استردادہ منہ الی یدہ لا
مرتہن کو جائز ہے پھیر لانا مرہون مستعار کا راہن کے پاس سے اپنے قبضہ کی طرف سے فلو مات الراہن قبل الرد الی المرتہن قبل الاسترداد فالمرتہن احق بہ
من سائر الغرماء لبقاء حکم الرہن پھر اگر راہن مر گیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتہن زیادہ مستحق ہے مرہون کا راہن کے باقی قرضخواہوں سے
بسبب باقی رہنے حکم رہن کے یعنی حکم رہن کا اسوقت باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ولو اعارہ او اودعہ احدہما اجنبیا باذن الآخر سقط ضمانہ
اور اگر راہن یا مرتہن نے مرہون کو عاریت دیا یا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان اسکا ساقط ہو گیا اسواسطے کہ ضمان بوجہ قبض کے تھا سو باقی نہ رہا
ولکل منہما ان یعیدہ رہنا کما کان اور راہن اور مرتہن میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ پھر رہن کو قائم کرے جیسا کہ سابق رہن تھا اسواسطے کہ
بقاء عقد کے سبب دونوں کا حق رہن ثابت ہے بخلاف الاجارۃ والبیع والہبۃ والرہن من المرتہن او من اجنبی اذا باشرہا احدہما
باذن الآخر حیث یخرج عن الرہن ثم لا یعود الا بعقد مبتدا لانہا عقود لازمۃ برخلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جبکہ عقود مذکورہ
صادر ہوں راہن سے مرتہن کے واسطے یا اجنبی کے واسطے بشرطیکہ راہن یا مرتہن ان عقود کا مباشر ہوا ہو دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکل جاتا ہے رہن سے
عقود مذکورہ کے بعد پھر مرہون عود نہیں کرتا رہن کی طرف مگر بعقد جدید اسواسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں ھم یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل
ہو گیا اسواسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہیں ہوتا مگر بعد انتقاض رہن کے اور اسیطرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکھا یا مرتہن نے اجارہ
دیا اجنبی کو اور راہن نے اسکو جائز رکھا تو رہن باطل ہو جاویگا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طحطاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن میں نظر ہے زیلعی نے کہا
اسکو ذکر نہیں کیا بخلاف العاریۃ وبخلاف بیع المرتہن من الراہن لعدم لزومہا برخلاف عاریت مرہون کے اور برخلاف بیع مرتہن کے راہن سے
انکے عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع مرتہن سے حق لازم متعلق نہیں ہوا اور رہن باطل ہو جائے فلو مات الراہن قبل ردہ

ثانیاً فالمرتہن اسوۃ للغرماء اور یہ بات باقی رہی کہ اگر راہن مر گیا دوسری بار رہن رکھنے سے پہلے تو مرتہن برابر ہے باقی قرضخواہوں کے یعنی مرتہن اجارہ دیا
راہن نے مرتہن کو یا اجنبی کو اور نقض اجارہ کرکے دوسری بار اسکو مرتہن کے پاس رہن نہیں رکھا اور راہن مر گیا تو مرتہن احق بالمرہون نہیں بلکہ
اور قرضخواہوں کے برابر ہے اسواسطے کہ اجارہ وغیرہ سے رہن سابق باقی نہ رہا باطل ہو گیا ولو اذن الراہن المرتہن فی استعمالہ او اعارتہ للعمل فہلک
الرہن قبل ان یشرع فی العمل او بعد الفراغ منہ ہلک بالدین لبقاء عقد الرہن اور اگر راہن اذن دے مرتہن کو مرہون کے استعمال کا
یا اسکے عاریت دینے کا کسی کام کے واسطے پھر مرہون تلف ہو عمل کے شروع ہونے سے پہلے یا بعد فارغ ہونے کے عمل سے تو تلف ہوگا دین کے عوض
یعنی دین مرتہن کا ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے مطلب یہ ہے کہ راہن مرتہن کو استعمال کا اذن دے یا دوسرے کو مرتہن کے کام کے لیے مرتہن
راہن سے عاریت مانگے اور وہ اسکو عاریت دے تو اگر قبل استعمال یا بعد استعمال کے تلف ہوگا تو مرتہن پر دین ساقط ہوگا کذا فی الدرر ولو ہلک فی حال العمل
ہلک بالامانۃ لثبوت ید العاریۃ ... اور اگر رہن تلف ہوا عمل اور استعمال کی حالت میں تو امانت ہوکر تلف ہوا ...
ثابت ہونے قبضہ عاریت کے ... فی وقت ... الخ
فی وقت العمل وقال الراہن فی غیرہ فالقول للمرتہن لانہ منکر والبینۃ للراہن لانہا اثبات ... فلا یسقط الدین ...
اور اگر راہن اور مرتہن نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہونے کے وقت میں ... اور راہن کہتا ہے ...
ہو تو مرتہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے ضمان کا اور شہادت راہن کی مقبول ہوگی اسواسطے کہ راہن ... زوال ...
راہن کی ... بدون گواہی کے کذا فی البزازیۃ وفیہا اذن المرتہن فی لبس ثوب الرہن یوماً فجاء بہ متخرقاً فقال
تخرق فی اللبس فی ذلک الیوم وقال الراہن ما لبستہ فیہ ولا تخرق فیہ فالقول للراہن وان اقر الراہن باللبس فیہ لکن قال تخرق قبل اللبس او بعدہ
فالقول للمرتہن فی قدر ما کان ... من الضمان اور بزازیہ میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو اذن دیا مرہون کپڑے کے پہننے کا ایک دن سو مرتہن وہ کپڑا لایا اور
بولا کہ وہ پھٹ گیا تھا اسی دن کے پہننے میں اور راہن نے کہا کہ تو نے اس دن نہیں پہنا اور نہ اس دن میں پھٹا تو راہن کا قول معتبر ہے اور اگر راہن نے اس
دن کے پہننے کا اقرار کیا ولیکن یہ کہا کہ کپڑا پھٹ گیا تھا اسکے پہننے سے پہلے یا بعد پہننے کے تو مرتہن کا قول مقبول ہے ... جب راہن نے
پہننے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہو جانے پر دونوں کا اتفاق ہوا تو درصورت تلف ہونے ... کی قیمت ... ضمان ... کذا فی المحیط ...

فروع مسائل متفرقہ شائع کے رہن الاب من مال طفلہ شیئاً بدین علی نفسہ جاز فلو ہلک قیمتہ اکثر من الدین فہلک ضمن الاب قدر الدین دون الزیادۃ
بخلاف الوصی فانہ یضمن قیمتہ والفرق ان للاب ان ینتفع بمال الصغیر عند الحاجۃ ولا کذلک الوصی باپ نے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز ... قرض کے
بدلے باپ کی ذات پر ہو رہن رکھی تو جائز ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ تھی دین سے اور وہ تلف ہوا تو باپ تاوان دیگا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان نہ دیگا
برخلاف وصی کے کہ وہ اسکی پوری قیمت کا تاوان دیگا اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل کرنا صغیر کے مال سے حاجت کے وقت اور وصی
ایسا نہیں کہ اسکو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو ولو ادرک الابن ومات الاب لیس للابن اخذہ قبل قضاء الدین ویرجع الابن فی مال الاب ان کان
رہنہ لنفسہ لانہ مضطر لحیاء الرہن اور اگر صغیر بالغ ہو گیا اور باپ مر گیا تو فرزند کو مرہون کا لینا بدون ادا کرنے دین کے جائز نہیں اور فرزند باپ کے
مال سے ادا کرے اگر اسکے باپ نے فرزند کا مال اپنی ذات کے واسطے رہن رکھا ہو رجوع اسواسطے درست ہے کہ فرزند مضطر ہے مرہون کی حاجت ... کے
مانند یعنی فرزند اپنے مال کے خلاص کرنے میں مضطر ہو تو وہ متبرع نہ ٹھہریگا کہ رجوع نہ درست ہو جیسے معیر رہن کو راہن پر رجوع کرنا درست ہے جبکہ اپنے مال کی
تخلیص کے واسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی المحیط ... رہن شیئاً ثم اقر بالرہن لغیرہ لا یصدق فی حق المرتہن ویؤمر بقضاء الدین وردہ الی المقر لہ اور اگر راہن نے

ہو گی پھر رہن کسی کی ہو اقرار کیا کہ یہ چیز غیر مرتہن کے پاس رہن تھی تو مرتہن کے حق میں اسکی تصدیق نہ ہو گی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جاویگا اور اسی چیز کے پھیر دینے کا
مقر لہ کی طرف سے امر ہو گا وہ رہن وغیرہ فاسد ہو جائیگا اور اگر ایک نے دوسرے سے کوئی چیز رہن کی لیا ہو [illegible] رہن رکھنا جائز رکھا تو یہ وصیت ہو [illegible] الرہن
علی تعیین الرہن اور [illegible] راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہیں مرتہن کے گواہ راہن سے یعنی مرہون کے تلف ہونے کے بعد اختلاف ہوا اسکی قیمت میں
راہن کہتا ہے کہ اسکی قیمت [illegible] سو درہم تھی اور مرتہن کہتا ہے کہ وہ درہم قیمت تھی اور دونوں نے گواہ گذرانے تو راہن کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ وہ زیادہ
ثابت کرتے ہیں [illegible] رہن [illegible] اور [illegible] اپنے مرہون کی [illegible] چنانچہ مرہون کا
[illegible] داخل ہے [illegible] اور غلام کا [illegible] رہن میں داخل ہوگا [illegible] عالمگیری میں [illegible] سے منقول ہے کہ نزدیک رہن کی قسم [illegible] کی قسم تو
رہن میں داخل نہیں یعنی [illegible] جزو کا [illegible] چنانچہ کسب [illegible] اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اسکے اور ایک قسم رہن میں داخل
یعنی مرہون سے متولد ہو جیسا بچہ اور پھل اور اون اور دودھ یا بدلا ہو کسی جزو کا جیسا [illegible] کا عوض ہوا اور رہن میں داخل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اصل کے
ساتھ زوائد بھی محبوس رہینگے مرتہن کے پاس لیکن انکے تلف ہو جانے میں تاوان نہیں تو انکے تلف ہو جانے سے راہن سے کچھ دین ساقط نہ ہوگا
کذا فی الطحاوی [illegible] فاسد کا حکم فی ضمانہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہے [illegible] ضمان میں [illegible] اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر [illegible]
رہن رکھا یا مثلاً غلام رہن رکھا [illegible] اور [illegible] کو خرچ کر ڈالا پھر [illegible] رہن کو توڑا راہن نے فساد کی وجہ سے تو مرتہن کو حبس مرہون کا استحقاق
دین وصول ہونے تک ہوا اور اگر مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کے مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح ملخصاً فصل استعارۃ الشی لیرہنہ
غیر رہن کا بیان [illegible] اور اطلاق [illegible] جو عاریت لیا کسی چیز کا تاکہ مستعیر اسکو رہن رکھ لے تو مستعیر رہن رکھے عاریت کی چیز جسقدر کو چاہے اور
جس طرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو [illegible] قید مقدار و جنس و مرتہن و بلد تقیید [illegible] فان
خالف ما قیدہ بہ المعیر ضمن المعیر المستعیر او المرتہن [illegible] اور اگر معیر نے رہن میں مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی یا شہر کی قید لگائی
یعنی یوں کہا کہ اسقدر دین پر رہن رکھنا یا فلانی جنس کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر میں رہن رکھنا تو رہن اسی قید کے ساتھ مقید ہوگا اور
[illegible] تو اگر مستعیر معیر کی قید لگانے سے خلاف کریگا تو معیر تاوان لیگا مستعیر سے یا اسکے مرتہن سے دونوں کی تعدی اور زیادتی کے سبب [illegible] معیر کی
تعدی تو صریح ہے مخالفت کرنے سے اور مرتہن کی تعدی یہ ہے کہ اسنے پرائی چیز پر قبضہ کیا بدون اسکے اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہوا اور مرتہن غاصب کا غاصب
ٹھہرا الا اذا خالف الی خیر [illegible] الاکثر [illegible] بالاقل [illegible] مخالفۃ الی خیر مگر جبکہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک کام میں اسطرح
کہ معیر نے مستعیر کے لیے مستعار کی قیمت سے اکثر دین کر دیا اور مستعیر نے اسکو اس سے کمتر پر رہن رکھا تو مستعیر پر تاوان لازم نہ ہوگا کیونکہ اسنے بہتری کی مخالفت کی
یعنی اس مخالفت میں مالک کا فائدہ ہے نہ نقصان جو تاوان لازم آوے فان ضمن المعیر المستعیر تم عقد الرہن لتملکہ بالضمان پھر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو
رہن کا عقد کامل ہو گیا بسبب مالک ہو جانے مستعیر کے مستعار کا تاوان دیکر وان ضمن المرتہن یرجع بما ضمن وبالدین علی الراہن کما فی الاتفاق اور اگر معیر تاوان لیگا
مرتہن سے تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان [illegible] تاوان دیا چنانچہ [illegible] یعنی [illegible] مرتہن نے مرہون کے تلف ہونے کے بعد تاوان
دیا تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان پھیر لیگا چنانچہ مذکور ہو چکا فان وافق وہلک عند المرتہن صار المرتہن مستوفیا لدینہ پھر اگر مستعیر معیر کے موافق چلا یعنی
مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکھا اور مستعار تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانے والا ٹھہر گیا بشرطیکہ قیمت اسکی دین کے برابر ہو یا زیادہ
اور اگر قیمت دین سے کم ہو گی تو باقی کو راہن سے لیگا کذا فی الطحاوی ووجب مثلہ ای مثل الدین للمعیر علی المستعیر وہو الراہن لقضاء دینہ [illegible]
کے برابر معیر کے واسطے مستعیر یعنی راہن پر دینا واجب ہوگا بسبب ادا ہونے دین راہن کے مرہون کے سبب سے لان کان کلہ مضمونا والا کان

کالمضمون فان ضمن قدر المضمون ومن الباقی امانۃ وجہ یہ ہے کہ بقدر دین اس میں مضمون ہے اور اگر تمام دین مضمون ہوا اور اگر تمام دین کا ضمان ہوا ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے
ضمان دیگا اور باقی امانت ہے وکذا لو تعیب فیہ بسبب من الدین بحسابہ ویجب مثلہ للمعیر اور اسی طرح اگر مستعار رہن کے پاس عیبدار ہو گیا تو بقدر دین عیب کے
دین جاتا رہیگا اور اسی کے مانند معیر کے واسطے مستعیر پر واجب ہوگا ولو افتکہ ای الرہن المعیر اجبر المرتہن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراہن لانہ
غیر متبرع لتخلیص ملکہ فیجبر بخلاف الاجنبی بالادائی ان ساوی الدین القیمۃ وان الدین ازید فالزائد تبرع وان اقل فلا جبر در [illegible] الزیلعی وغیرہ واقرہ
المصنف فلذا لم یصرح علیہ فی متنہ مع کمال متابعتہ للدرر فتنبہ اور اگر معیر نے فکاک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اسکے قبول کرنے پر جبر کیا جائیگا پھر معیر
جو دین ادا کیا وہ راہن سے پھیر لیگا اسواسطے کہ معیر متبرع نہیں ہے کیونکہ وہ مضطر ہے اپنے ملک کی تخلیص کے سبب سے بخلاف اجنبی کے کہ وہ [illegible]
دین میں متبرع ہوتی ہے معیر اس شرط سے ہے کہ دین برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہو تو اسکی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہوگا [illegible]
رجوع نہوگا اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو مرتہن پر جبر نہیں کہ تسلیم مرہون کا کذا فی الدرر لیکن اوضح [illegible] نے تبرع ہو [illegible] زیلعی وغیرہ نے اشکال
کیا ہے اور مصنف نے اس اشکال کو ثابت رکھا ہے اور اپنی شرح میں اقرار کیا ہے مصنف نے اسکو [illegible] ہے مصنف نے تصریح نہیں کی [illegible]
ذکر نہیں کیا باوجود کمال متابعت درر کے اسکو تالی کی [illegible] باوجود کہ مصنف اپنے متن میں درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال [illegible]
اسکا متن کے اندر داخل نہیں کیا تم سمجھو زیلعی کا اشکال زیلعی نے بیان کیا ہے کہ یہ مشکل ہے اسواسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہیں ہو سکتی ہے جب تک ادا
نہ تو معیر مضطر ٹھہرا اور یہ اسواسطے ہے کہ غرض معیر تخلیص سے یہی ہے کہ اس سے منتفع ہوا اور یہ حاصل نہیں ہو سکتا بدون ادا کے تمام دین کے اسواسطے کہ [illegible]
اختیار ہے حبس مرہون کا تا ادا کے کل دین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی سے حموی [illegible] قدوری سے مصنف نے اشکال مذکور کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے [illegible]
من شاء فلیرجع الیہ ولو ہلک الرہن المستعار مع الراہن قبل رہنہ او بعد فکہ فلم یضمن وان استعملہ او لا [illegible] قبل الا ادای [illegible]
ثم عاد الی الوفاق فلا یضمن خلافا للشافعی اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہو گیا راہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فک رہن کے تو راہن پر تاوان
نہیں اگرچہ قبل اسکے استعمال سے اسکے خود مستعمل ہو یا اس پر سواری کی ہو اور یا مانند اسکے اور استعمال کیا ہو اسلئے کہ راہن امین ہے جیسے مالک کی مخالفت کی
اسکی پھر موافقت کی تو اس موافقت کے بعد مخالفہ سے اسپر ضمان لازم نہوگا بخلاف امام شافعی رحمہ کے لکن فی الشرنبلالیۃ عن العمادیۃ المستعیر اذا خالف ثم عاد الی
الوفاق لا یبرأ عن الضمان علی ما علیہ الفتوی شرنبلالیہ میں عمادیہ سے منقول ہے کہ مستعار یا مستعیر جبکہ وہ مالک کی مخالفت کرے پھر
موافقت کرے تو ضمان سے بری الذمہ نہوگا بموجب اس قول کے جسپر فتوی ہے انتہی ما فی الشرنبلالیۃ اقول وخلفا فالقول للراہن لانہ ینکر الایفاء
بالہلاک یا یہ مسئلہ کہ اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کے وقت میں تو مستعیر راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے ایفاء کا
منکر ہے یعنی وجوب ضمان کا منکر ہے علم صورت اختلاف یہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون مستعار تلف ہو گیا مرتہن کے پاس اور مستعیر کہتا ہے بلکہ معیر کے پاس قبل رہن یا بعد
فک رہن تلف ہوا کذا فی الطحطاوی تو مطلب یہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا دعوی یہ ہے کہ معیر پر ضمان واجب نہیں ولو اختلفا فی قدر ما
امر بالرہن فالقول للمعیر بیانہ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس مقدار دین میں جس قدر پر رہن رکھنے کا معیر نے امر کیا تھا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الہدایۃ
یعنی مقدار دین میں اختلاف ہوا معیر اکثر دین کا مدعی ہے تا مستعیر پر تلف ہو جانے کے وقت ضمان زائد لازم آوے اور مستعیر قلیل دین کا دعوی کرتا ہے
اختلفا فی الدین والقیمۃ بعد الہلاک فالقول للمرتہن فی قدر الدین وقیمۃ الرہن شرح تکملہ اور اگر راہن اور مرتہن نے مقدار دین اور قیمت مرہون میں اختلاف
کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون میں معتبر ہے کذا فی شرح التکملہ ولو مات مستعیر مفلسا بقی الرہن
علی حالہ فلا یباع الا برضی المعیر لانہ ملکہ اور اگر رہن کا مستعیر مفلس مدیون ہو کر مر گیا تو مرہون رہن کا باقی ہے اپنی حالت سابقہ پر مرتہن کے پاس [illegible]

مرہون جاتا رہیگا بغیر اسکی رضامندی کے اسواسطے کہ مرہون مستعیر کا مملوک ہو گیا اور اگر مستعیر نے بیچا الی المرتہن البیع بغیر رضاہ ان کان بہ وفاء بالدین فلہ ان یفسخ والا فلا ابطاع الا بالاجازۃ اور اگر مستعیر نے بیع مرہون کا ارادہ کیا اور مرتہن نا مانے تو وہ بیچا جاویگا بدون اسکی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین مرتہن کا ادا ہو جاتا ہے اور اگر دین ادا نہو تو اسکی بیع نہوگی بلا رضامندی مرتہن کے۔ ومات المستعیر مفلسا وعلیہ دین اخر الراہن بقضاء دین نفسہ ویرد الرہن لیصل کل ذی حق حقہ اور اگر مستعیر مرجاوے مفلس ہوکر اور اسپر دین ہو تو راہن پر امر کیا جاوے اپنے ذاتی دین کے ادا کرنیکا اور مرہون مستعار کو پھیر دیا جاوے تاکہ ہر حقدار اپنے حق کو پہنچے وان عجز لفقرہ فالرہن علی حالہ کما لو کان المستعیر حیا اور اگر راہن تنگدستی سے عاجز ہوا اپنے دین کے ادا کرنے سے تو بھی حکم وہی ہے کہ رہن بحالہ باقی رہیگا جیسا کہ مستعیر زندہ ہوتا اور ورثہ کو بھی رہن قائم رہیگا وللورثۃ اخذہ ای الرہن بعد قضاء دین المستعیر اور ورثہ مستعیر کو اختیار ہے کہ وہ مرہون کا لینا درست ہو بعد ادا کرنے دین مرتہن کے کہ مستعیر کے ورثہ مرتہن کا دین ادا کر کے مرہون پر قبضہ کریں فان طلب غرماء المستعیر من ورثتہ بیعہ فان وفا الثمن بالدین بیع والا فلا یباع الا برضی المرتہن کما مر اگر مستعیر کے قرضخواہوں نے ورثہ سے مرہون مستعار کی بیع طلب کر لی تو اگر مرہون کی قیمت سے دین ادا ہو جاتا ہے تو وہ بیچا جاوے اور اگر دین ادا نہو تو نہ بیچا جاوے مگر مرتہن کی رضامندی سے چنانچہ اوپر گذر گیا اور یہی حکم ہے جبکہ مستعیر زندہ ہو اور اگر دین مرتہن سے فاضل ہو کہ قرضخواہوں کو کفایت نکرے تو بدون انکی رضامندی کے بیع درست نہیں اور اگر کفایت کرے تو بیع جائز ہو جاوے انکی رضامندی کے سبب پہنچ جانے انکے حق کے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر مستعیر یا مستعیر مرجاوے کذا فی الطحطاوی والحکم ان جنایۃ الراہن علی الرہن کلا او بعضا مضمونۃ اور معلوم کر جنایت راہن کی مرہون کے کل پر یا بعض پر مضمون ہے یعنی تاوان اسکا راہن پر واجب ہوگا یعنی اگر راہن مرہون غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو تلف کرڈالے تو راہن پر ضمان واجب ہوگا اسلیے کہ حق مرتہن کا لازم محترم ہے اور مالیت سے اسکی ملک متعلق ہے لہذا مالک یعنی ٹھہرایا گیا ضمان کے حق میں یعنی جنایۃ المرتہن علیہ جنایت مرتہن کی مرہون پر واجب الضمان ہے یعنی اگر مرتہن مرہون کو قتل کریگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا لیسقط من دینہ ای دین المرتہن بقدرہا ای الجنایۃ لانہ اتلف ملک غیرہ فلزمہ ضمانہ واذا لزمہ وقد حل الدین سقط بقدرہ ولزمہ الباقی بالاتلاف لا بالرہن اور مرتہن کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ مرتہن نے غیر کی ملک کو تلف کیا تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور جبکہ ضمان لازم ہوا اور دین معجل نہیں ہو تو دین ساقط ہوگا بقدر اسکے اور باقی مرتہن پر لازم ہوگا مرہون کے تلف کرڈالنے کے سبب سے نہ رہن کے سبب یہ حکم مرتہن کو باقی لازم ہوا اسواسطے کہ جو قیمت مرہون کی قدر دین سے زائد ہو وہ امانت ہے اور مرتہن پر اسکا ضمان تلف کرڈالنے سے لازم ہوا نہ عقد رہن کے سبب سے تو وہ بمنزلہ ودیعت کے ہے جبکہ مودع اسکو تلف کرے اور اسپر ضمان لازم آوے کذا فی الدرر وہذا لو الدین من جنس الضمان والا فیسقط ویستوفی والجنایۃ علی المرتہن اور یہ یعنی سقوط دین بقدر جنایت اسوقت ہے جبکہ دین ضمان کی جنس سے یعنی دراہم اور دنانیر ہو اور اگر اسکی جنس سے نہو چنانچہ کیل ہو تو دین سے کچھ ساقط نہوگا اور جنایت مرتہن پر قائم رہیگی والمرتہن ان یستوفی دینہ اور مرتہن کو درست ہے کہ اپنا دین پورا لیکر لیکن واضح رہے کہ یہ قید نصف جنبہ قہستانی و برجندی لیکن اگر مرتہن نے غلام مرہون کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی تو مرتہن کا نصف دین ساقط ہوگا کذا فی القہستانی والبرجندی اور یہ اسصورت میں ہے جبکہ غلام کی قیمت دین کے برابر ہو اسواسطے کہ آنکھ کی مقدار نصف دیت ہے اور غلام کی دیت اسکی قیمت ہے اور اگر مرہون ماند ہو تو اسکی آنکھ پھوڑنے سے ربع دین ساقط ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو سقوط نصف دین کی وجہ ظاہر نہیں ہوتی تو اس مسئلہ کی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وجنایۃ الرہن علیہما ای الراہن والمرتہن وعلی مالہما ہدر ای باطل اور جنایت مرہون راہن اور مرتہن پر اور ان دونوں کے مال پر ہدر ہے یعنی باطل ہے یعنی جنایت کے بدلے کوئی چیز واجب نہیں اذ اکانت الجنایۃ غیر موجبۃ للقصاص فی النفس دون الاطراف اولا قود فی الاطراف بین العبد والحر قیمتہ جنایت غلام مرہون کی باطل ہے جبکہ جنایت قصاص فی النفس کی موجب نہو سوا اطراف کے اسواسطے کہ غلام اور آزاد کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اطراف میں قصاص نہیں ہے یعنی غلام کا قتل باطل ہے اور اطراف میں تو قصاص ہی نہیں ہے تو ان کا

موجبۃ للقصاص فھی معتبرۃ فیقتص منہ ویبطل الدین کذا فی الخانیۃ وعبارۃ القہستانی وشرح المجمع یبطل الرہن اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قاتل غلام
غلام سے قصاص لیا جاویگا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخانیۃ اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہ ہے کہ رہن باطل ہو جاویگا ہم بطلان دین کی وجہ یہ ہے کہ
جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفاء دین باقی نہ رہا اور ظاہر البطلان دین اور بطلان رہن میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی کتاب جنایۃ الرہن علی
ابن الراہن او علی ابن المرتہن فانہا معتبرۃ فی الصحیح حتی یدفع بہا او یفدی وان کانت علی المال یباع کما لو جنی علی الاجنبی اذ ہو اجنبی عنہما وان ولا
رلیعی جیسے جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرتہن کے فرزند پر اسلئے کہ وہ معتبر ہی قول صحیح میں تو مرہون دیا جاویگا بسبب جنایت کے یا اسکا
فدیہ دیا جاوے اور اگر جنایت مرہون کے مال پر ہو تو وہ بیچا جاویگا اور مال کر دیا جاویگا چنانچہ شخص اجنبی پر اسکی جنایت معتبر ہوتی ہے اسلئے کہ
راہن اور مرتہن پر جنایت اسواسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے یا ان املاک متباین ہیں کذا فی الزیلعی ولو رہن عبدا یساوی الفا بالف
مؤجل فرجعت قیمتہ الی مائۃ فقتلہ رجل وغرم مائۃ وحل فالمرتہن یقبضہا عن الالف قضاء بحقہ ولا یرجع علی الراہن بشیء لکونہ بالقتل
والاصل ان نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فاذا کان الدین باقیا وید المرتہن ید استیفاء فیصیر مستوفیا الکل من الاول
اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کی بہا ہو ہزار درم مؤجل پر رہن رکھا پھر اسکی قیمت پلٹ کر سو درم کی ہو گئی پھر اسکو ایک مرد نے قتل کیا اور سو درم کا
تاوان دیا اور دین مرتہن کی مدت آپہونچی تو مرتہن سو درم پر قبضہ کرے اپنے ادائے حق کے سبب لیکن ادا سے بعض حق سے اور راہن سے کچھ نہ لیگا
جیسے غلام مرہون کی موت بلاقتل میں راہن پر کوئی چیز لازم نہیں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب نہیں بخلاف نقصان
عین کے پھر جبکہ دین باقی رہا اور قبض مرتہن کا قبضہ استیفا ہو تو وہ تمام دین کا پانیوالا ٹھہرا ابتدا سے رہن سے ولو باعہ امر الراہن المذکور بمائۃ باعطائہ
قبض المائۃ قضاء بحقہ ورجع بتسعمائۃ لانہ لما کان الدین باقیا وقد اذن ببیعہ بمائۃ کان الباقی فی ذمتہ کانہ استرد وباعہ بنفسہ اور اگر مرتہن
نے غلام مذکور بیچا سو درم سے راہن کے امر سے تو مرتہن قبضہ کریگا سو درم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سو درم راہن سے پھیر لیگا اسواسطے کہ جب دین
باقی رہا اور البتہ راہن نے اسکو سو درم کے ساتھ بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نو سو درم راہن کے ذمہ پر لازم رہے گویا اذن مذکور سے راہن نے مرہون
پھیر لیا مرتہن سے اور اسکو بذات خود بیچا الا ولو قتلہ عبد قیمتہ مائۃ فدفع بہ افتکہ الراہن وجوبا بکل الدین وہو الاتقی لقیام الثانی مقام الاول لحما
ودما وقال محمد ان شاء افتکہ بکل دینہ او ترکہ علے المرتہن بدینہ وہو المختار کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب لکن عامۃ المتون والشروح علے الاول اور
اگر ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اس غلام نے قتل کیا جسکی قیمت سو درم ہے پھر قاتل غلام مقتول کے بدلے دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام کو
تمام دین یعنی ہزار درم دیکر رہن سے چھڑا دے بسبب قائم ہو جانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون میں یعنی آدمی ہونے میں دونوں برابر
ہیں اور محمد نے کہا راہن اگر چاہے اسکا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دیکر یا اسکو مرتہن کے پاس چھوڑے اسکے دین کے بدلے اور یہی قول مختار کا
مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر فقہ کے متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہیں فان جنی الراہن الرہن فی الرہن علے
فداہ المرتہن لانہ ملکہ ولو برجع علے الراہن بشیء پھر اگر غلام مرہون نے از راہ خطا کسی کو قتل کیا تو مرتہن اسکا فدیہ دے اسواسطے کہ مرہون اسکی ملک ہوا اور
مرتہن فدیہ دیکر راہن سے کچھ نہ لیگا شارح نے کہا مصنف کو فاء تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ یہ مسئلہ مسائل سابقہ سے متفرع نہیں ہم قلیل تامل سے
ظاہر ہو تو اگر شارح یوں کہتا ان الجنایۃ حصلت فی ضمانہ تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرتہن کے ضمان میں اسواسطے کہ ضمان جنایۃ کا دین پر ہے
اور غلام مرہون کا بالکل اسکے ضمان میں ہوا اور اسکا دین رقبہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدرر ولا یملک ان یدفعہ الی ولی الجنایۃ لانہ لا یملک التملیک اور
مرتہن مالک نہیں غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک یا وارث کو اسواسطے کہ مرتہن تملیک مرہون کا مالک نہیں فان ابی المرتہن من الفداء دفعہ الراہن

ان شاء او فداه او سقط الدين بكل حال ولو اقل من قيمة الدين او مساويا ولو اكثر سقط قدر قيمة العبد فقط والا سقط الباقي من الدين پھر اگر مرتہن نے
فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن دے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اسکا فدیہ دے اور دین مرتہن دونوں صورتوں میں اپنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اگر دین کمتر ہو غلام
کی قیمت سے یا برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو فقط بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہوگا ولو استهلك مالا يستغرق رقبته فداه المرتهن فان
ابى باعه الراهن او فداه اور اگر غلام کل مرہون تلف کرے اسقدر کو جو اسکی قیمت سے کمتر ہے تو مرتہن مرہون کا فدیہ دے پھر اگر وہ فدیہ نہ دے تو راہن اسکو بیچڈالے
یا اسکا فدیہ دے سو اگر مرتہن فدیہ دیگا تو رہن اور اسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور درصورت انکار مرتہن اگر راہن اسکو بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہے ہم اسکا
دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اسکی تفصیل حموی اور عالمگیری میں ہے ولو قتل ولد الرهن انسانا او استهلك مالا
دفع من الرهن او فداه ولم يبق رهنا مع امه اور اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اسکو دیدے اور وہ رہن
خارج ہوگیا یا راہن اسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا اپنی ماں کے ساتھ واما جنايته فهدر كانه هلك بآفة سماوية تمامه في الخانية اور
جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنے اگر جانور جانور کو مارڈالے یا مال کو تلف کرے تو اسکا ضمان نہیں اور اسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت آسمانی سے
وہ تلف ہوگیا اور اسکا پورا بیان فتاوی قاضیخان میں ہے مات الراهن باع وصيه رهنه باذن مرتهنه وقضى دينه لقيامه مقامه راہن مر گیا تو
اسکا وصی اسکے مرہون کو بیچ کرے اسکے مرتہن کے اذن سے اور اسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم يكن له وصي
نصب القاضي له وصيا وامره ببيعه لان نظره عام پھر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اسکو بیع مرہون اور ادا دین
راہن کا امر کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصوب ہے اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر نظر رکھے جبکہ وہ عاجز ہوں اپنے کام میں وهذا لو ورثته صغارا
فلو كبارا خلفوا الميت في المال فكان عليهم تخليصه جوهرة اور یہ یعنی بیع وصی کی اسوقت ہے جبکہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہوں سو اگر وہ بالغ جوان ہوں تو وہ
میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو اسپر چھڑانا مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوہرۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے رهن الوصي بعض التركة لدين على الميت عند غريم
من غرمائه توقف على رضى البقية ولهم رده فان قضى دينهم قبل الرد نفذ ولو لم يكن له غريم اخر جاز وبيع في دينه وصی نے بعض متروکہ رہن رکھا اس دین
کے لیے جو میت پر ہے ایک دائن کے پاس تو بجلا اور دین والوں کے تو رہن موقوف رہیگا باقیوں کی رضامندی پر اور انکو رہن کا پھیرڈالنا درست ہے
پھر اگر وصی نے باقی لوگوں کا دین ادا کر دیا پھیرنے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہو جاویگا اور اگر صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون
بیچا جاویگا ادا دین کے واسطے وفي معين المفتي للمصنف لا يبطل الرهن بموت الراهن ولا بموت المرتهن ولا بموتهما ويبقى الرهن رهنا عند الورثة اور مصنف
کی کتاب معین المفتی میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہوجاتا راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونوں کے مرجانے سے اور مرہون
رہن رہتا ہے وارثوں کے پاس اسواسطے کہ وارث راہن کے قائم ہیں اور اگر وارث نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی الطحاوی

فصل في مسائل متفرقة یہ فصل ہے کتاب الرہن کے مسائل متفرقہ میں رهن عصيرا قيمته عشرة بعشرة فتخمر ثم تخلل وهو يساوي العشرة
فهو رهن بعشرة كما كان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس درم ہے رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور وہ سرکہ دس درم کے برابر ہے تو وہ دس
درم پر مرہون ہے جیسا کہ خمر ہونے سے پہلے رہن تھا اسلئے کہ رہن باطل ہوجاتا اسواسطے کہ خمر ہوجانے سے مال متقوم نرہا لیکن باطل نہوا سرکہ
ہوجانے کی صلاحیت سے ولہذا اگر شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہوجاوے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سرکہ ہوجانے کے احتمال سے پھر جب سرکہ ہوگیا تو عارض زائل
ہوگیا ثابت ہونے سے پہلے تو گویا اسکا وجود ہی نتھا کذا فی الدرر والحموی ثم المعتبر فيه الزيادة والنقصان القدر لا القيمة على ما افاده ابن الكمال پھر اس میں
یعنے اس شیرہ میں جو خمر ہوگیا پھر سرکہ بنگیا اسکی زیادتی اور نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ہے ہم کمی بیشی میں مقدار کا اعتبار

ہوا اور قیمت کا اسواسطے کہ عیب اور نقص مقدار رہتا ہے کیونکہ دونوں کمی ہیں یا فرقی اور کمی وزن میں قیمت کا نقصان کچھ بھی ساقط دین کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی
من الزیلعی علیہ الفتوی فان انتقص تقوم من ہو خلاف جنسہ وسقط بقدرہ والا فلا اور بنا بر اعتبار کمی بیشی مقدار کے اگر شیرہ کی مقدار سے کچھ کم ہوگا تو دین بقدر اسکے ساقط ہوگا
اور اگر کم نہوگا تو دین بھی ساقط نہوگا ولو رہن شاة قیمتہا عشرة بعشرة فہذا قید لا بد منہ لانہ لو کان قیمتہا اکثر من الدین کان الجلد ایضاً بعضہ امانة
بحسابہ فتنبہ فماتت بلا ذبح فدبغ جلدہا بالاقیمة لہ فلو لہ قیمة ثبتت للمرتہن حق حبسہ بلا زیادة دباغہ وہل یبطل الرہن تولان ہوا الجلد یساوی درہما
فہو رہن بہ اور اگر وہ بکری جسکی قیمت دس درہم ہو دس درہم پر رہن رکھی پھر وہ بدون ذبح کئے کے مرگئی سو اسکی کھال کی بے قیمت چیز سے جیسے مٹی یا
آفتاب کی دھوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کھال ایک درہم کی ہو تو وہ ایک درہم پر رہن ٹھہریگی شارح نے کہا کہ یہ قید یعنی بکری کی قیمت دس درہم ہونا ضرور ہے اسواسطے
کہ اگر اسکی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھ کھال بھی مرتہن کے پاس امانت ٹھہریگی اسکے حساب کے موافق سو خبردار رہنا چاہئے مثلاً اگر دین دس درہم ہو اور
قیمت بکری کی ۲۰ درہم ہو اور کھال ایک درہم کی ہو تو کھال آدھے درہم پر رہن ہوگی انتہی پھر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہوگی تو جسقدر دباغت سے اسکی قیمت زیادہ
ہوجاوے اسقدر کے حبس میں مرتہن کا اختیار ہے اور اس صورت میں رہن باطل ہوگا یا نہیں اسمیں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک رہن باطل ہوگا اور بعضوں کے نزدیک
بحالہ رہیگا بلا ذبح کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکری ذبح ہو کر مرتی تو پوری کل مضمون ہوگی کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا ماتت الشاة المبیعة قبل القبض فدبغ جلدہا
حیث لا یعود البیع لما رہ علی المشہور والفرق ان الرہن یتقرر بالہلاک والبیع قبل القبض ینفسخ بہ بخلاف اس صورت کے کہ اگر بکری قبضہ مشتری سے پہلے مر گئی
پھر اسکی کھال کی دباغت ہوئی تو یہاں جو بیع ہو کا بقدر کھال کے بنا بر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع میں یہ ہے کہ رہن ثابت ہوتا ہے ہلاک ہونے سے اور
بیع قبل قبض کے فسخ ہوجاتی ہے یعنی بیع کے تلف ہوجانے سے ولو ابق عبد الرہن وجعل العبد بالدین ثم عاد یعود الدین والرہن خلافاً لزفر اور اگر مرہون
غلام بھاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام مذکور دین کے بدلے ٹھہرایا گیا بعد اسکے غلام پھر آیا تو دین اور رہن پھر ثابت ہوگیا برخلاف زفر کے نماء الرہن کالولد
والثمر واللبن والصوف والوبر والارباح ونحو ذلک للراہن لتولدہ من ملکہ اور مرہون کی بڑھوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے پیدا ہو جیسے بچہ
اور پھل اور دودھ اور اون اور روئیں اور نفع اور مانند اسکے وہ راہن کی ملک ہے بسبب اسکے پیدا ہونے کے راہن کی ملک چیز سے وہو رہن مع الاصل
تبعاً لہ اور وہ اصل مرہون کے ساتھ رہن ہے اپنی اصل کے تابع ہوکر بخلاف ما ہو بدل عن المنفعة کالکسب والاجرة وکذا الہبة والصدقة فانہا غیر داخلة
فی الرہن وتکون للراہن الاصل ان کل ما یتولد من عین الرہن یسری الیہ حکم الرہن وما لا فلا مجمع الفتاوی برخلاف اس بڑھوتی کے جو منفعت مرہون کا
بدلا ہے جیسے کمائی اور مزدوری اور اسیطرح ہبہ اور صدقہ اسواسطے کہ وہ رہن میں داخل نہیں اور وہ راہن کا مال ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے
تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہے اور جو ذات مرہون سے پیدا نہو تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت نہیں کرتا واذا ہلک النماء ہلک بلا شیء لانہ لم یدخل تحت العقد
مقصوداً اور جبکہ زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہوجاوے مرتہن کے پاس تو رائگان تلف ہوگی یعنی مرتہن پر اسکا تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ وہ عقد رہن کے تحت
بالقصد داخل نہیں بلکہ بالتبع داخل ہے واذا اتلف النماء الراہن ای دیکھ ایا ہاں اکل بالاذن فانہ لا یسقط شیء من الدین کما لو اذن الراہن للمرتہن بالاکل
الاکل فانہ یقسم الدین علی قیمتہا قہستانی کما ذکرہ بقولہ اور جبکہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقةً باقی نہو بلکہ حکماً باقی رہے اس طرح پر کہ کھایا جاوے
راہن کے اذن سے اسواسطے کہ حصہ مالک کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا لہٰذا مرتہن اسکو پھر لیگا راہن سے چنانچہ جب اصل مرہون تلف ہوجاوے
کھا جانے کے بعد تو دین قسمت کیا جائیگا دونوں یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی القہستانی چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے قول آئندہ
میں ذکر کیا ہے معلوم ہو کہ اگر راہن نے مرتہن کو زوائد رہن کے کھانے کا اذن دیا سو اسنے کھا لیا تو اسپر ضمان نہیں ہے
اور اسکا دین کچھ ساقط نہوگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو دین مقسوم ہوگا زیادت اور اصل پر بقدر اصل کے پہنچیگا وہ ساقط ہوگا

اور جتنا زیادت کا گوشت کو پہونچیگا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف زیادت کا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہن نے اسکو تلف کیا

کذا فی الطحطاوی عن الہدایۃ بہلاک الاصل فذلک حصتہ من الدین لانہ صار مقصودا بالفکاک والتبع یقابلہ شیئ اذا کان مقصودا یعنے جبکہ زیادت متولدہ

باقی رہے بعد ہلاک ہوجانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکورہ خلاص کیجائیگی بقدر اسکے حصہ کے دین سے اسواسطے کہ زیادت مقصود ہوگئی خلاص کے

سبب سے اور تابع کے مقابل چیز ہوجاتی ہے جبکہ تابع مقصود ہوجاوے وحینئذ یقسم الدین علے قیمتہ یوم الفکاک وقیمۃ الاصل یوم القبض ویسقط

من الدین حصۃ الاصل وفکت النماء بحصتہ کما لو کان الدین عشرۃ وقیمۃ الاصل یوم القبض عشرۃ وقیمۃ النماء یوم الفکاک خمسۃ فثلثا العشرۃ حصۃ الاصل

فیسقط وثلث العشرۃ حصۃ النماء فیفک بہ اور اسوقت یہ دین قسمت کیا جائیگا زیادت متولدہ کی قیمت پر خلاص رہن کے دن اور اصل کی قیمت پر

قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کیجائیگی بقدر اسکے حصہ سے چنانچہ اگر دین دس درم ہو اور اصل مرہون کی

قیمت قبض کے دن دس درم تھی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درم تھی تو دس کی دو تہائیاں یعنی چھ کسر سے زائد اصل کا حصہ ہے سو ساقط

ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کسر سے زائد حصہ ہے زیادت کا تو تین درم سے زیادہ مذکورہ کا فکاک رہن کیا جائیگا ولو اذن الراہن للمرتہن فی

اکل الزوائد ای اکل زوائد الرہن بان قال لہ مہما زاد فکلہ فاکلہا ظاہرہ یعم اکل ثمنہا وبہ افتی المصنف قال الا ان یوجد نقل مخصص فیخص حقیقۃ الاکل

فیتبع فلا ضمان علیہ ولا یسقط شیئ من الدین علے المرتہن لانہ اتلفہ باذن المالک اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو زوائد مرہون کے کھانے میں اسطرح کہ راہن نے

مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنے درخت کا پھل یا حیوان کا دودھ تو اسکو کھا سو مرتہن نے اسکو کھایا تو مرتہن پر اسکا تاوان نہیں اسواسطے کہ اسنے مالک کے

اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل ہے یعنے خواہ پھل یا دودھ کھاوے یا اسکو بیچکر اسکا ثمن کھاوے اور اسیکا فتوی دیا ہے

مصنف نے اپنی شرح میں مصنف نے کہا مگر یہ کتب فقہ میں کوئی نقل مخصص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کر دے تو اسکا اتباع کیا جائیگا یعنے تو در صورت

وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا والاطلاق یجوز تعلیقہ بالشرط والخطر بخلاف التملیک اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے برخلاف تملیک کے

ھم یعنے جب راہن نے مرتہن کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہ اباحت ہے تملیک نہیں ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہ قول معلق کہ جو چیز

مرہون سے زیادہ پیدا ہو یعنے پھل یا دودھ اسکو تو کھا درست اور جائز ہے ولا یسقط شیئ من الدین اور ساقط نہوگا مرتہن کے دین سے کچھ اباحت اکل سے قال

فی الجواہر رجل رہن دارا واباح السکنی للمرتہن فوقع بسکناہ خلل وخرب البعض لا یسقط شیئ من الدین لانہ لما اباح لہ السکنی اخذ حکم العاریۃ حتے لو اراد منعہ

کان لہ ذلک جواہر اخلاطی میں کہا کہ ایک مرد نے گھر رہن رکھا اور مرتہن کو اسکے اندر رہنا مباح کر دیا سو اسکے رہنے سے خلل پڑ گیا اور کچھ مکان

ویران ہوگیا تو مرتہن کا دین کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کر دیا تو مرہون نے عاریت کا حکم لیا یہانتک کہ اگر راہن مرتہن

کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اسکا اختیار ہے ھم ہمین اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن درست ہے یا نہیں سو بعضے فقہا اسکو

مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ وہ سود ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہین چنانچہ زیلعی اور جواہر اور قنیہ اور خانیہ میں اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ میں

کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وفی المضمرات ولو رہن شاۃ فقال لہ الراہن کل ولدہا واشرب لبنہا فلا ضمان علیہ وکذا لو اذن لہ فی

ثمرۃ البستان فصار اکلہ کاکل الراہن ثم نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن لہ الراہن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم

من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتامل اور مضمرات میں ہے اور اگر بکری گرو رکھی سو مرتہن سے راہن نے

کہا کہ اس بکری کا بچہ کھا اور اسکا دودھ پی تو مرتہن پر تاوان نہیں اور اسیطرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پھلون میں اذن دیا تو مرتہن کا کھانا

راہن کے کھانے کے بدلے ہوا اسکے بعد صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا رہن سے مکروہ ہے اگرچہ اسکو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہو

مصنف نے شرح میں کہا اور اسی کراہت پر محمول ہے جو محمد بن اسلم سے منقول ہے کہ مرتہن کو یہ حلال نہیں اگرچہ انتفاع باذن راہن ہے کیونکہ یہ بیاج ہی میں گنا ہوا ہے
اور تعلیل اسکی اسکے مفید ہے کہ مقرر کراہت تحریمی ہے سو تأمل کرو وان ترک الراہن الرہن بل بقی عند المرتہن علے حالہ حتی ہلک الرہن فی ید المرتہن
قسم الدین علے قیمۃ النماء ای الزیادۃ التی اکلہا المرتہن وعلی قیمۃ الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب الزیادۃ اخذہ المرتہن
من الراہن کما فی الہدایۃ والکافی والخانیۃ وغیرہا اور اگر راہن نے مرہون کو چھوڑا یا بلکہ مرہون بحال سابق مرتہن کے پاس باقی رہا یہاں تک کہ مرہون
ہلاک ہوگیا مرتہن کے ہاتھ میں تو دین بانٹا جاویگا اُس زیادت کی قیمت پر جسکو مرتہن کھا گیا اور اصل مرہون کی قیمت پر سو جسقدر اصل مرہون کو پہنچیگا وہ ساقط
ہوگا اور جسقدر دین زیادت کو پہنچیگا اُسکو مرتہن راہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا میں مذکور ہے ہم اخذ مرتہن کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن کا کھانا مثلاً
راہن کے اذن سے راہن کے کھانے کے برابر ہے تو جیسے راہن کے استعمال سے مقدار دین منہدم نہیں ہوتا ایسے ہی مرتہن کے استعمال سے ساقط نہوا کذا فی الخانیہ
فی الجواہر الاصل ان الاتلاف باذن الراہن کالاتلاف الراہن بنفسہ لتسلیطہ اور جواہر میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے خود
تلف کرنے کے برابر ہے بسبب مسلط کردینے راہن کے وفیہا اباح للمرتہن لینتفع بالمرتہن ان یوجرہ قال لا فان فعل واجرہ ومضت المدۃ فالاجرۃ للراہن ثم لا
ان اجرہ بلا اذنہ وان باذنہ فللمالک وبطل الرہن اور اسی کتاب میں ہے کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کردیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہے
یا نہیں جواب دیا کہ درست نہیں ہے پھر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ میں دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہوگئی تو اسکی اجرت مرتہن کی ہوگی یا راہن
کی جواب دیا کہ اجرت مرتہن کی ہے اگر اسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اسکے اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہے اور اس صورت میں رہن
باطل ہوگا وفیہا رہن کرما وسلمہ الی المرتہن ثم دفعہ للراہن لیسقیہ ویقوم بمصالحہ لا یبطل الرہن اور اسی کتاب میں ہے کہ باغ رہن رکھا اور مرتہن کو تسلیم کیا پھر
مرتہن نے راہن کو باغ دیا تا اسکو سینچے اور اُسکے امور ضروریہ کی خبرگیری کیا کرے تو رہن باطل نہوگا رہن کرما واباح ثمرہ ثم باع الکرم فقبض المرتہن والثمن ان
ثمرہ حصل بعد البیع فللمشتری وان قبلہ فللراہن ان قضے دین المرتہن والا یکون رہنا وتحصیل البیع رجوعا عن الاباحۃ فانہا تقبل الرجوع کما مر باغ رہن رکھا
اور اسکا پھل مباح کردیا مرتہن کو پھر راہن نے باغ بیچڈالا سو مرتہن نے اسکے ثمن پر قبضہ کیا اگر اُسکا پھل بیع کے بعد حاصل ہوا تو مشتری کا پھل ہے اور
اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا تو راہن کا ہے بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کردیا ہو اور اگر دین ادا نہیں کیا تو پھل رہن رہیگا یعنے ثمن مقبوض کے
ساتھ اور بیع رجوع عن الاباحۃ ٹھہرائی جاویگی اسواسطے کہ اباحت قابل ہے رجوع کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے برخلاف اس صورت کے کہ مرتہن پھل کھا گیا ہو
کہ اُسنے مباح کو کھایا اور راہن رجوع کا مالک نہیں کہا جانے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن المنح وفیہا زرع المرتہن ارض الرہن ان ابیح لہ الانتفاع لا یجب
شیٔ وان لم یبح لزمہ نقصان الارض ضمان الماء لو من قناۃ مملوکۃ فلیحفظ اور اسی کتاب میں ہے کہ مرتہن نے رہن کی زمین میں زراعت کی اگر اسکے لیے
انتفاع مباح ہے تو کوئی چیز واجب نہیں اور اگر انتفاع مباح نہیں تو مرتہن پر زمین کا نقصان اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بشرطیکہ پانی مملوک کاریز کا ہو
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے زرعہا الراہن او غرسہا باذن المرتہن ینبغی ان تبقے رہنا ولا یبطل الرہن فتنبہ زمین مرہون میں راہن نے زراعت کی یا درخت
لگایا مرتہن کے اذن سے تو لائق یون ہے کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور رہن باطل نہو جاوے تو خبردار رہنا ہم رہن باطل نہیں مگر وہ حکم ضمان
باطل ہے یعنے اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ استحق الرہن لیس للمرتہن طلب غیرہ
مکانہ مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہیں کہ بجاے اُسکے اور چیز کو طلب کرے رہن رکھنے کے واسطے استحق بعضہ ان شائعا
بطل الرہن فیما بقی وان مفرزا بقی فیما بقی وحبس بکل الدین لکن ہلاکہ بحصتہ بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر مقسوم ہو تو باقی
میں بھی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہے تو باقی میں رہن باقی رہیگا اور بعوض تمام دین کے وہ محبوس رہیگا لیکن اُسکا تلف ہونا بالقدر

اُسکے حصے سے کم ہوگا اجرۃ دار وغیرہ ثم رہنہا منہ صح وبطلت الاجارۃ اپنا گھر کسی شخص کو اجارہ دیا پھر اسکو اسی مستاجر کے پاس رہن رکھا تو رہن صحیح ہے اور
اجارہ باطل ہوگا ولو ارتہن ثم اجرہ من راہنہ فالاجارۃ باطلۃ اور اگر رہن رکھا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے ابق الرہن سقط الدین
کلہ فان عاد سقط بحساب نقصانہ الا بای عیب حدث فیہ مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہوگیا اسکے ہلاک ہو جانے کے مانند اور
اسکے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہوگیا بقدر اسکے نقصان کے اسلیے کہ بھاگنا عیب ہے جو اسمین اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزیادۃ الضمنیۃ ذکر الزیادۃ
القصدیۃ فقال پھر جبکہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو اسنے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزیادۃ فی الرہن تصح اور زیادہ
کر دینا مرہون مین صحیح ہے مثلاً دس درہم کا کپڑا دس درہم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونون کپڑے دس درہم پر رہن ہو گئے
وتعتبر قیمتہا یوم القبض ایضا اور زیادت کی بھی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے وفی الدین لا تصح خلافا للثانی
اور دین مین زیادہ کرنا صحیح نہین ہے بخلاف ابو یوسف رحمہ کے اور زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس درہم پر گرو رکھا پھر پانچ درہم مرتہن سے لیکر
وہی کپڑا پندرہ درہم پر رہن رکھدیا تو یہ صحیح نہین لیکن زیادت دین کی دین سے قطع نظر رہن سے صحیح ہے اسواسطے کہ استدانت بلا رہن ثابت ہے کہ دین اول کے
ادا کرنے سے پہلے بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحطاوی والاصل ان الالتحاق باصل العقد انما یتصور اذا کانت الزیادۃ فی معقود بہ او علیہ والزیادۃ فی الدین
لیست منہما اور قاعدہ کلیہ زیادت کا یہ ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کر دینا اسی وقت متصور ہوتا ہے جبکہ زیادتی معقود بہ مین مثلاً ثمن مین یا معقود علیہ مثلاً
مبیع مین ہو اور دین مین زیادہ کر دینا دونون قسم سے نہین ہے ہم دین کا معقود بہ نہونا تو ظاہر ہے اور اسکا معقود علیہ نہونا اسوجہ سے ہے کہ دین کا وجوب تھا
عقد رہن سے پہلے ولہذا دین باقی رہتا ہے بعد فسخ رہن کے بھی کذا فی الطحطاوی فان رہن تبع المتن والشرح بالفاء مع انہ نبہ فی شرحہ علی انہ انما
عطفہا بالواو لا بالفاء لیفید انہا مسئلۃ مستقلۃ لا تفریع للاولی فتنبہ عبدا بالف فدفع عبدا آخر رہنا مکان الاول وقیمۃ کل من العبدین
الف فالاول رہن حتی یردہ الی الراہن والمرتہن فی الآخر امین حتی یجعلہ مکان الاول بان یرد الاول الی الراہن فحینئذ یصیر الثانی
مضمونا اور اگر ایک غلام ہزار پر رہن رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا بجاے اول غلام کے اور حالانکہ دونون غلامون کی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام
رہن ہے جب تک کہ مرتہن راہن کو دوسرا غلام پھیر دے اور مرتہن دوسرے غلام کے قبض مین امین ہے ضمین نہین یہان تک کہ دوسرے کو بجاے
اول کے کرے اس طرح پر کہ اول غلام راہن کو پھیر دے تو اسوقت مین دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن اور شرح کے نسخے
مسدد ربط مین باوجودیکہ مصنف نے اپنی شرح مین آگاہ کر دیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسواسطے عطف بواو کیا نہ عطف بفا تا ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل جداگانہ ہے مسئلہ اولی پر
متفرع نہین سو آگاہ ہو وابرأ المرتہن الراہن عن الدین او وہبہ منہ ثم ہلک الرہن فی ید المرتہن ہلک بغیر شیء استحسانا لسقوط الدین الا اذا منعہ
من صاحبہ فیصیر غاصبا لمنعہ مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اسکو دین ہبہ کر دیا پھر مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہوگیا تو مفت ہلاک ہوا از روے
استحسان کے بسبب ساقط ہو جانے دین کے مگر جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ غاصب ہو جائیگا اپنے روکنے سے یعنی اگر اب تلف ہوگا تو مرتہن کو
تمام قیمت لازم آویگی ہم در صورت ابرا اور ہبہ کے اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہے دین کے سبب سے پھر جب دین باقی نرہا تو ضمان بھی ساقط ہوگیا
ولو قبض المرتہن دینہ کلہ او بعضہ من راہنہ او غیرہ کمتطوع او شری المرتہن بالدین عینا او صالح عنہ علی عین وبمعنی شیء لانہ استیفاء او احال الراہن
مرتہنہ بدینہ علی آخر ثم ہلک رہنہ معہ ای فی ید المرتہن ہلک بالدین اور اگر مرتہن نے اپنا تمام دین یا بعض دین راہن سے یا اسکے غیر سے مثلاً کسی احسان کرنے والے
سے قبض کیا یا مرتہن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خریدی یا راہن کے ساتھ کسی شی پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح مذکور استیفا دین ہے یا اسقاط
یا راہن نے مرتہن کا حوالہ اپنے مدیون پر کیا پھر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا ہم وجہ فرق ابرا اور استیفا مین یہ ہے کہ ابرا سے اصل دین

ساقط ہو جاتا ہے اور دوسرا استیفاء نقض نہیں ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قضاء دیون بامثالہا ہوتا ہے لا بانفسہا پھر جب مرہون تلف ہو گیا تو استیفاء اول
یعنی استیفاء القبض مرہون ثابت ہو گیا اور استیفاء ثانی یعنی استیفاء حقیقی منقوض ہو گیا کذا فی الہدایۃ والزیلعی والدرر ملخصا وردّ ما قبض الی من ادی فی صورۃ ایفاء
راہن اوتطوع او شراء او صلح اور مرتہن پھیر دے وہ مال جو اسنے لیا اسکو جسنے ادا کیا راہن یا محسن کے دینے کی صورت میں یا خرید یا صلح کی صورت میں
یعنی اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتہن اسکو پھیر دے یا کسی محسن نے دیا ہو تو اسکو پھیر دے اسی طرح خرید یا صلح میں پھیر دینا واجب ہے تاکہ استیفاء مکرر نہ ہو جائے
وبطلت الحوالۃ وہلاک الرہن بالدین لانہ فی معنی الابراء بطریق الاداء ہدایۃ اور حوالہ باطل ہو گیا یعنی مرتہن اب محتال علیہ سے مطالبہ نہیں کرسکتا اور باوجود
بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوا اسواسطے کہ عقد حوالہ در معنی ابراء بطریق اداء کے ہے کذا فی الہدایۃ ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ عقد حوالہ
میں دین تو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل ہو گیا تو اب کون وجہ سے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ بمعنی ابراء کے
ہو تو لائق یوں تھا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا خلاصہ جواب یہ ہے کہ حوالہ اگرچہ ابراء ہو لیکن بطریق اداء کے نہ بطریق اسقاط کے تو گویا حوالہ سے راہن
گویا مرتہن کا دین خود ادا کردیا کذا فی الطحطاوی والعینی انتہا وستفاد عدم بطلان الصلح وان الدین لیس باکثر من قیمۃ الرہن والافینبغی ان لا یبطل الحوالۃ
فی قدر الزیادۃ قہستانی اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہے اور یہ کہ دین مرتہن کا قیمت مرہون سے زیادہ نہیں ہے اور اگر دین
مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لائق یوں ہے کہ حوالہ باطل نہ ہو زیادت کی مقدار میں کذا فی القہستانی وکذا لو کما یہلک الرہن بالدین فی الصورۃ المذکورۃ یہلک
ایضا لو تصادقا ان لا دین علیہ ثم ہلک الرہن بالدین لتوہم وجوب الدین بتصادقہما علی قیامہ فتکون المطالبۃ باقیۃ بخلاف الابراء فانہ یسقط
الدین اصلا اور اسی طرح یعنی جیسے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہے استیفاء کی صورت مذکورہ میں اسی طرح مرہون تلف ہوتا ہے بمقابلہ دین اسطرح سے بھی کہ
اگر راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہیں ہے پھر مرہون تلف ہو گیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور شائبہ کے
سبب سے بسبب تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنی بعد اتفاق نفی دین جائز ہے کہ دونوں یاد کریں اور قیام دین پر اتفاق کریں تو مطالبہ دین کا باقی رہیگا
برخلاف ابراء کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہے یعنی اسمیں وجوب دین کا توہم بھی باقی نہیں رہتا ہم تصادق نفی دین کی صورت میں توہم وجوب باقی رہتا ہے
اور ضمان مرہون توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہے برخلاف ابراء کہ اسمیں توہم وجوب بھی متصور نہیں کذا فی الہدایۃ وشرحہا کل حکم عرف فی الرہن الصحیح
فہو الحکم فی الرہن الفاسد کما فی العمادیۃ جو حکم کہ رہن صحیح میں معروف اور معلوم ہے سو وہی حکم رہن فاسد میں ثابت ہے کذا فی العمادیۃ قال وذکر الکرخی
ان المقبوض بحکم الرہن الفاسد یتعلق بہ الضمان عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اس سے تاوان متعلق ہے
اور طحطاوی نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ تاوان اس سے اصلا متعلق نہیں واللہ اعلم وفیہا ایضا وفی کل موضع کان الرہن مالا
والمقابل بہ مضمونا الا انہ فقد بعض شرائط الجواز کرہن المشاع ینعقد الرہن لوجود شرط الانعقاد ولکن بصفۃ الفساد کالفاسد
من البیوع اور یہ بھی عمادیہ میں ہے کہ اور جس مکان میں مرہون مال ہو اور اسکا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہ کہ شرائط الجواز سے بعضی شرط مفقود ہو
مثل مشاع کا رہن تو عقد رہن کا منعقد ہو گا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صفت پر ہو گا بیع فاسد کے مانند وفی کل موضع لم
یکن الرہن کذلک یکن مالا ولم یکن المقابل بہ مضمونا لا ینعقد الرہن اصلا اور جس مقام میں مرہون ایسا نہو یعنی مال نہو جیسا کہ خون یا مردار
یا آزاد ہو اور اسکا مقابل بھی مال مضمون نہو جیسا کہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہو گا ہم اسکو رہن باطل کہتے ہیں وحینئذ فاذا ہلک
ہلک بغیر شیء بخلاف الفاسد فانہ یہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور اسوقت میں یعنی جب رہن منعقد اصلا نہوا باطل ٹھہرا تو جبکہ مرہون مرتہن
کے پاس تلف ہو گا تو رائگان تلف ہو گا مرتہن پر تاوان لازم نہ آویگا برخلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد میں جبکہ مرہون تلف ہو گا

مرتہن کے پاس زیادہ مال یعنی قیمت سے اور دین سے تلف ہو گا یعنے قیمت مرہون کی اگر کمتر ہو دین سے تو مرتہن پر قیمت کا تاوان لازم ہو گا اور اگر دین کمتر ہو قیمت سے
تو دین لازم ہو گا من مات ورثاء فالرہن احق بہ کما فی الرہن الصحیح اور رہن فاسد کا حکم یہ ہے راہن مر گیا اور اسکے چند قرض دینے والے ہیں تو مرتہن زیادہ تر
مقدار ہو مرہون کا جیسے رہن صحیح میں مرتہن احق ہو۔ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا رہن الرہن باطل کما حررناہ فی العاریۃ معزیا للوہبانیۃ ایک مرہون کا
بلا اذن راہن دوسری بار رہن رکھنا باطل ہے چنانچہ ہم نے اسکی کتاب العاریۃ میں تحریر کی ہے وہبانیہ سے منقول کر کے ہم رہن کا راہن باطل ہے خواہ راہن رہن
کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھیگا تو باطل نہو گا کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا قال ۞ وای رہین لا یرام انفکاکہ بوجہ ولو مات
بالموت شطرا اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں کہا ہے اور کون مرہون ہے جسکا انفکاک ممکن نہیں یعنی اسکا خلاص ہونا ممکن نہیں اور کون قاتل ہے جسکا مقتول
اگر مر جائے تو موت سے اسکی دیت نصف ہو جاتی ہے۔ سوال اول کا جواب یہ ہے کہ مرہون عدیم الانفکاک نفس ہے حق تعالے نے فرمایا کل نفس بما کسبت
رہینۃ یعنے ہر جان اپنے اعمال کے سبب مرہون ہے خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مراد ختنہ کرنیوالا ہے جسنے صغیر کا حشفہ قطع
کر ڈالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مر گیا تو اسپر نصف دیت واجب ہے اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتاب الجنایات

یہ کتاب ہے جنایات کے مسائل میں مناسبتہا ان الرہن لصیانۃ المال وحکم الجنایۃ لصیانۃ الانفس والمال وسیلۃ للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات
کی کتاب الرہن سے یہ ہے کہ رہن مشروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنے قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث مشروع ہوا جانوں
محفوظ رہنے کے لیے اور مال وسیلہ ہے جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اسواسطے کہ وسیلہ مقدم ہے ذی الوسیلہ پر ہم مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم
رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہے تا نفوس محفوظ رہیں اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اسکی خوبیاں وہ ہیں جو حدود کی خوبیاں ہیں اور
سبب بھی اسکا وہی ہے جو حدود کا سبب ہے اور جنایت کی شرط یہ ہے کہ محل جاندار ہو کذا فی الطحطاوی ثم الجنایۃ لغۃ اسم لما یکتسب من الشر یعنی دریافت کرنا چاہیے
کہ جنایت لغت عرب میں برے کام کرنیکا نام ہے ہم جنایت مصدر ہے جمع اسکی جنایات ہے ہر چند مصدر کی جمع نہیں آتی لیکن یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول ہے لہذا
جمع لانا اسکا درست ہوا وشرعا اسم لفعل محرم حل بمال اونفس وخص الفقہاء الغصب والسرقۃ بما حل بمال والجنایۃ بما حل بنفس واطراف اور شرع میں جنایت اس
فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہیں لیکن فقیہوں نے اپنی اصطلاح
میں غصب اور سرقہ خاص کر لیا ہے اس فعل حرام کے ساتھ جو مال میں واقع ہو اور جنایت خاص کر لی ہے اس فعل ممنوع کے ساتھ جو جان اور اطراف یعنے ہاتھ پاؤں
ناک کان آنکھ میں واقع ہو ہم جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہیں اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہیں قتل عبارت ہے اس فعل سے جو عبد کی طرف
مضاف ہو اور زندگی اسکے سبب سے زائل ہو جائے اور زوال حیات بلا فعل عبد مسمی بموت ہے کذا فی الزیلعی والتسمی القتل الذی یتعلق بہ الاحکام الآتیۃ من قود
ودیۃ وکفارۃ واثم وحرمان ارث خمسۃ والا فانواعہ کثیرۃ کرجم وصلب وقتل حربی وہ قتل جس سے احکام آئندہ یعنے قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ
اور حرمان ارث متعلق ہے پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہیں چنانچہ سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا
ہم یعنے حصر قتل کا اقسام خمسہ میں باعتبار تعلق احکام آئندہ کے ہے تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں اقسام خمسہ یہ ہیں قتل عمد شبہ عمد خطا
جاری مجرائے خطا قتل بالسبب الاول عمد وہو ان یتعمد ضربہ ای ضرب الآدمی فی ای موضع من جسدہ بآلۃ تفرق الاجزاء کسلاح ومثقل من حدید
جوہرہ ومحدد من خشب وزجاج وحجر وابرۃ فی مقتل ہرہان ولیطۃ وقرنار عطف علی محدد لانہا تشق الجلد وقتل اکل الزکوۃ سے تو صفت فی اللہ
فاحرقت العروق اکل یعنے ان سال بہا الدم والا لا کما فی الکفایۃ قسم اول قتل عمد وہ ہے کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جائے کسی مقام میں اسکے بدن

اسواسطے اُس ہتھیار کے جو اُسکے اجزا بدن کو پھاڑ ڈالے چنانچہ آلات جنگ اور بھاری وزنی چیز لوہے کی کذا فی الجوہرہ یا قصداً ضرب ہو بسبب نوک دار یا دھار والی چیز کے چنانچہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتھر اور سوئی محل قتل میں کذا فی البرہان اور چنانچہ بانس یا نرکل کا تیر چھیلا ہوا یا قصداً قتل ہو آگ سے اسواسطے کہ آگ بھی کھال کو پھاڑ دیتی ہے اور ذبح کا عمل کرتی ہے تو اگر آگ کو محل ذبح میں رکھے سو وہ رگون کو جلا دے تو ذبیحہ ماکول ہوگا یعنے اگر آگ کے جلانے سے خون بہے اور اگر خون نہ بہیگا تو کھانا اُسکا درست نہین کذا فی الاختیار ملخصاً اور تعریف قتل عمد یہ ہے کہ عمد وہ ہے جسمین بالقصد ضرب سلاح سے ہو یا جاری مجرائے سلاح سے تفریق اجزا مین کذا فی الکنز الدقائق شرح طحطاوی مین کہا قتل عمد وہ ہے جسمین قصداً قتل ہو لوہے سے چنانچہ چھری اور تلوار سے یا جو چیز لوہے کے مانند ہو خواہ اُسمین حدت ہو کہ پھاڑ دے یا حدت نہو لیکن پھاڑ ڈالے جیسے عمود آہنی اور ترازو کے آہنی بانٹ یا قتل ہو … یا سوئی کو … لوہے کا نام اُسپر قائم ہو خواہ غالباً اُس سے ہلاکی ہو یا نہو اسواسطے کہ … چنانچہ لا قود الا بالسیف وفی روایۃ لا قود الا بالسلاح وفی روایۃ لا قود الا بالحدید … اور اسی طرح جو چیز لوہے کی نوع سے ہو چنانچہ پیتل اور رانگا اور چاندی اور سونا اور تانبا خواہ قتل پھاڑ کے ہو خواہ کچل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہین اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہین تو نہین چنانچہ اگر … جلا دے اور اسی طرح جس چیز مین حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے … لکڑی تو پھر مین تلوار کے مانند عمل کرتی ہے تو قتل عمد ہے انتہی فتاوی قاضیخان مین ہے کہ … نہین اور طحطاوی کی روایت عن الامام یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہین انتہی … گولی سے قتل کرنے مین … قصاص واجب ہے اسواسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحطاوی کی روایت سے بھی … ثابت ہے کیونکہ گولی زخمی کر دیتی ہے اور سوئی سے قتل مین دو قول ہین ایک قصاص کا جو برہان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی سے قتل … نہین … کذا فی الطحطاوی مختصراً اور فتاوی قاضیخان مین اسمین عدم قصاص … واللہ اعلم … دہیانہ مین ہے کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہوتا ہے اُس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہین تو قصاص نہین انتہی وفی البرہان … روایتان ظاہرہما انہا عمد اور برہان مین ہے اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہو جیسے ترازو کا بانٹ اُسمین دو روایتین ہین دونون مین ظاہر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے … (اسماء التنور ملقی القود وان لم یکن فیہ نار) اور مجتبی مین ہے کہ تنور کا گرم کرنا قصاص کے واسطے کافی ہے اگرچہ اُسمین آگ موجود نہو … مین ہے کہ ایک شخص نے تنور گرم کیا اور کسی انسان کو اُسمین گرا دیا یا ایسی جلتی آگ مین ڈالدیا کہ اُس سے نکل نہین سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بمنزلہ سلاح کے … خواہ وہ شخص اُسی دن مرجا یا صاحب فراش رہے مرنے تک اور اگر چلتا پھرتا رہیگا اور پھر مریگا تو قاتل پر قصاص نہین وفی معین المفتی للمصنف الابرۃ اذا اصابت المقتل ففیہ القود والا فلا فلیحفظ اور معین المفتی مصنف کی کتاب مین ہے کہ سوئی جب محل قتل مین لگجاوے تو اُسمین قصاص ہے اور نہین تو قصاص نہین ہے … تو اسکو یاد رکھنا چاہئے وقالا والثانی ضربہ قصداً بالا تطیقہ البنیۃ … اور صاحبین … نے کہا کہ مقتول کو قصداً مارنا اُس چیز سے جسکی ضرب اٹھانے کی بدن انسانی کو طاقت نہین چنانچہ بڑا لکڑ اقتل عمد ہے امام کے نزدیک یہ قتل عمد نہین بلکہ شبہ عمد ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا وموجبہ الاثم فان حرمتہ اشد من حرمۃ اجراء کلمۃ الکفر بجوازہ للمکرہ بخلاف القتل اور قتل عمد کا موجب گناہ ہے اسواسطے کہ اُسکا حرام ہونا سخت تر ہے کلمہ کفر کے بولنے سے اسواسطے کہ کلمہ کفر بولنا مکرہ کو درست ہے اور قتل کرنا مکرہ کو بھی درست نہین ہے حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ تعالی ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم الآیہ یعنی فرمایا حق تعالی نے کہ جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اسکا بدلا دوزخ ہے … کافی ہے اور احادیث … ترمذی …

مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی میں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل آسمان و اہل زمین مومن کے خون میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو منہ کے بل آگ میں ڈال دے اور نسائی میں بیٹھا مرفوع ہے کہ ہر گناہ میں مغفرت کی امید ہو مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے اور ابن ماجہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدھی بات سے اعانت کریگا تو وہ خدا سے ملیگا اور اسکی دونوں آنکھوں کے مابین لکھا ہوگا کہ اللہ عز وجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اما ذنبا اللہ وسائر المسلمین میں قتل النفس بغیر حق آئیں وموجبہ الاثم وعینا اور موجب قتل عمد کا یعنی قصاص ہے بالزوم امام شافعیؒ کے نزدیک قتل عمد میں قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث مقتول کو قصاص اور خونبہا لینے میں مختار ہے اور ہماری دلیل یہ آیت ہے (کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ) یعنی تم پر قصاص لکھا گیا مقتولین میں اور جو خدا نے ہم پر عائد کیا وہ فرض ہے اور اس آیت میں قتل عمد مراد ہے اسواسطے کہ قتل خطا میں دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (ومن قتل مومنا خطأ الآیۃ) اور بدلیل حدیث عبد اللہ بن عباسؓ کے جو مسند ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول کا معاف کر دے علما نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے پس جب خبر واحد مجمل قرآن کی بیان ہو سکتی ہے چنانچہ بمقدار مسح سر یا مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق اولے مجمل قرآن کا بیان ہے گی خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص میں قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہیں لیکن حدیث مشہور سے اسکی تخصیص واقع ہو گئی تو اطلاق آیت کا باقی نہ رہا بمنزلہ مجمل کے ہو گئی تو حدیث مذکور کاشف اجمال ہو گئی واللہ اعلم فلا یصیر مالا الا بالتراضی فیصح صلحا ولو بمثل الدیۃ او اکثر ابن کمال عن الحقائق جب قتل عمد میں قصاص متعین ٹھہرا تو وہ مال نہ ہو جاویگا مگر باہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگرچہ صلح قصاص کا دیت کے برابر ہو یا زیادہ ہو چنانچہ ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے اور اولیاء مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت یا دیت کا جنس سے ہو یا غیر جنس ہو حال ہو یا مؤجل کذا فی الجوہرۃ لا الکفارۃ لانہا کبیرۃ محضۃ وفی الکفارۃ معنی العبادۃ فلا تناط بہا موجب اسکا قصاص ہے نہ کفارہ اسلئے کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خالص ہے اور کفارہ میں عبادت کے معنی ہیں تو عمد پر مدار کفارہ نہ ہوگا قلت لکن فی الخانیۃ لو قتل مملوکہ او ولدہ المملوک لغیرہ عمدا کان علیہ الکفارۃ میں کہتا ہوں لیکن خانیہ میں ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کے اس فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہے عمدا قتل کرے تو اسپر کفارہ واجب ہے

والثانی شبہ عمد وہو ان یتعمد ضربہ بغیر ما ذکر ای بما لا یفرق الاجزاء او نحو حجر وعصا کبیرین عندہ خلافا لغیرہ اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنی مشابہ عمد کے وہ یہ ہے کہ مقتول کے مارنے کا قصد کیا جاوے سوائے اس چیز کے جو قتل عمد میں مذکور ہو چکا یعنی اس چیز سے جو تفریق اجزاء بدن نہ کرے اگرچہ پتھر اور عصا بڑا لکڑا ہو یہ امام کے نزدیک ہے بر خلاف غیر امام کے یعنی صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ عمد میں داخل ہے ہم شبہ عمد وہ ہے جس میں قصد ضرب ہو اس چیز سے جو سلاح نہیں اور نہ قائم مقام سلاح کے خواہ اس سے غالبا ہلاک ہو جیسا کہ سنگ عظیم اور عصا کبیر اور … یا بالکل غالبا نہ ہو جیسا کہ عصائے صغیر اسکو شبہ عمد اسلئے کہا کہ یہ فعلا مشابہ عمد کے ہے کیونکہ اس میں معنی عمد کے ہیں اس اعتبار سے کہ فاعل نے مارنے کا قصد کیا اور اس میں خطا کے بھی معنی ہیں اس اعتبار سے کہ قاتل کا قصد قتل ثابت نہیں ہوتا اس نظر سے کہ اسنے آلہ تادیب کو استعمال کیا نہ آلہ قتل کو اور عاقل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اسکے آلہ خاص سے تو یہ فعلا مشابہ عمد ہوگی کذا فی العینی وموجبہ الاثم والکفارۃ ودیۃ مغلظۃ علی العاقلۃ … اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات میں آویگی ہم شبہ عمد میں قتل کا گناہ ہے … اور کفارہ ہے اسواسطے کہ وہ خطا ہے تا ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ عبارت ہے سو اونٹ کے دینے سے جنمیں ۲۵ یکسالہ ہوں اور ۲۵ دوسالہ اور ۲۵ سہ سالہ اور ۲۵ چار سالہ لا القود لشبہہ بالخطأ نظرا الی الآلۃ الا ان یتکرر منہ فللامام قتلہ سیاسۃ اختیار نہ قصاص یعنی شبہ عمد میں قصاص واجب نہیں بسبب اسکے خطا ہونے کے قتل خطا سے بنظر آلہ قتل کے مگر یہ کہ قاتل سے شبہ عمد کا قتل چند بار واقع ہو تو حاکم مسلمین کو اسکا قتل کی راہ سیاست جائز ہے کذا فی الاختیار وہو ای شبہ العمد فیما دون النفس من الاطراف عمد موجب للقصاص فلیس فیما دون النفس شبہ عمد اور شبہ عمد جان کے سوا

آدمی کے اطراف میں عمد ہو تو قصاص کا موجب تو جان کے سوا کسی میں شبہ عمد نہیں بلکہ عمد ہی ہے یعنی ما دون النفس باعتبار آلہ کے متعلق ہوتا ہے اور ما دون النفس میں تلف نہیں تو مثلاً
عصا کہ قتل نفس کا آلہ نہیں اور ہاتھ یا پاؤں کے توڑنے کا البتہ آلہ ہے تو عصا وغیرہ سے اگر ہاتھ یا پاؤں تلف ہوگا تو اسمیں کفارہ اور دیت نہیں بلکہ قصاص
واجب ہے یعنی فاعل کا بھی ہاتھ یا پاؤں توڑا جاویگا والثالث خطاء وہو نوعان لانہ اما خطأ فی ظن الفاعل کان یرمی شخصا ظنہ صیدا او حربیا او مرتدا فاذا
ہو مسلم اور تیسری قسم قتل خطا ہے اور اسکی دو قسمیں ہیں اسواسطے کہ یا خطا اور چوک پڑگئی فاعل کے گمان میں چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک شخص کو شکار یا کافر
حربی یا مرتد جانکر وہ نکلا مسلمان نکلا او خطأ فی نفس الفعل کان یرمی غرضا او صیدا فاصاب آدمیا او رمی غرضا فاصابہ ثم رجع عنہ
او تجاوز عنہ الی ما وراءہ فاصاب رجلا او قصد رجلا فاصاب غیرہ او اراد یدہ رجل فاصاب عنق غیرہ ولو عنقہ فعمد قطعا او اراد رجلا فاصاب حائطا ثم رجع
السہم فاصاب الرجل فہو خطأ لانہ اخطأ فی اصابۃ المحاذاۃ و [illegible] سبب آخر و الحکم فیہما واحد [illegible] ابن کمال [illegible] یا خطا واقع ہو نفس فعل
میں چنانچہ تیر مارا نشانہ یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اسپر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے گزر کر پڑا گیا کسی مرد کو جا لگا یا قصد کیا
نے ایک مرد کے مارنے کا قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایک مرد کے ہاتھ پیا سینے کا سو اسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا
اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگیگا تو وہ قتل عمد ہو بیشک یا ارادہ کیا ایک مرد کا سو تیر دیوار میں لگا پھر دیوار سے پلٹا دوسرے مرد کو لگ گیا
تو یہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اسواسطے کہ تیر اندازی دیوار کے لگانے میں چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہ دوسرا سبب ہوا اور حکم صفات
اور منسوب ہوتا ہے پہلے سبب کی طرف چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہے مجتبی سے قال وکذا لو سقط من یدہ خشبۃ او لبنۃ فقتل رجلا یتحقق
الخطاء فی الفعل ولا قصد فیہ فکلام صدر الشریعۃ فیہ ما فیہ ابن کمال نے کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ یا چھوٹی پٹری سو اسکے صدمہ
سے کوئی مرد قتل ہوجاوے تو اس صورت میں خطا فی الفعل ثابت ہوا ور حالانکہ فاعل کا اسمیں مطلقاً قصد نہیں ہے تو صدر الشریعۃ کے کلام
میں وہ خلل ہے جو اسمیں ہو ہم صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا کہ خطا فی الفعل یہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا سو اس سے دوسرا فعل ہوا ہو جاوے
چنانچہ نشانہ کو مارے سو خطا کرے اور شخص کے لگجاوے انتہی حاصل کلام اس کلام میں قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطا فی الفعل میں لازم نہیں چنانچہ
لکڑی اور اینٹ کے چھوٹنے پٹرے کی صورت مذکورہ میں خطا فی الفعل ثابت ہوا اور اسمیں مطلقاً قصد نہیں لیکن عنقریب آویگا کہ یہ جاری مجریٰ خطا کی صورت ہو
نہ خطا فی الفعل کی کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الوہبانیۃ ومقاصد شخص ان اصاب خلافہ فقتل خطا ہو و انکل فیہ مستقرا وہبانیہ میں ہے اور قصد
کرنے والا ایک شخص کا اگر اسکا تیر خلاف اسکے دوسرے شخص کے لگجاوے تو قتل خطا ہے اور اسمیں قاتل کا قتل از روے قصاص کے مستقر کر
وقاصد شخص حالۃ النوم ان یمت وقبض ان الحی والامنہ تہدر اور قصد کرنے والا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم میں اگر وہ مرجاوے تو قاتل سے
قصاص لیا جاوے اگر اسکا خون سائل باقی رہے یعنی کہ مقتول خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ والرابع ما جری
مجراہ مجری الخطاء کنائم انقلب علی رجل فقتلہ لانہ معذور کالمخطئ اور چوتھی قسم وہ قتل ہے جو جاری مجرے خطا کے ہے یعنی خطا نہیں بمنزلہ خطا کے ہے جیسے
سونے والا منقلب ہو یا کسی مرد پر سو اسکو قتل کرے اسواسطے کہ سونے والا معذور ہے خطا کرنے والے کے برابر ہے صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی شخص بلند چبوترہ سے یا بلند
تخت یا چھت کے کنارہ سے پر سوتا ہی سو کروٹ بدلنے میں اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مرگیا کہ گرنا تو نائم معذور ہو خاطی کے مانند تو یہ قتل خطا نہیں بلکہ بمنزلہ خطا کے
طحطاوی میں عالمگیری عن المحیط سے منقول ہو جاری مجرے خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مرگیا یا اسکے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی
اور دوسرا آدمی اسکے صدمہ سے مرگیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچلکر مار ڈالا اور زیلعی میں ہے کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہوا سلئے
کہ حقیقت میں خطا نہیں اسواسطے کہ نائم کا کچھ قصد ہی نہیں کہ وہ اپنے مقصود کا مخطی ٹھہرے تو یہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا گیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب انتہی ما فی الطحطاوی
ما بعدہ الا ہو ۱۳۱

تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعۃ کی طرف صحیح خطا ہے وجوب ہے اسکا موجب ہوا القسم الثالث مثل فی ہو الخطاء وما جری مجراہ الکفارۃ والدیۃ علی العاقلۃ والاثم دون
اثم القتل اذ الکفارۃ لا تؤذن بالاثم لترکہ العزیمۃ اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور مثل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہے اور دیت قاتل کے مددگاروں پر اور گناہ
کمتر گناہ قتل سے اسواسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے شدت گناہ کی اسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے ہم اس صورت میں قتل کا گناہ نہیں بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے کیونکہ
کہ ایسی بے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہو گیا اسواسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہیں مگر بشرط عدم ایذا کے پس جب دوسرے کو اذیت ہوئی تو اسنے احتیاط ترک کی
لہذا وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطے کہ کفارہ یعنی پوشیدہ کرنے والا اور پوشش نہیں بدون گناہ کے کذا فی الزیلعی والخامس قتل بسبب
کحافر بئر وواضع حجر فی غیر ملکہ بغیر اذن من السلطان ابن کمال اور پانچویں قسم قتل بسبب ہے جیسے کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا غیر کی ملک میں بلا اذن
حاکم کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحاوی کہ تم غیر ملک میں اور شارع وہ لوگوں کی آمد و رفت کی راہ ہو یا کچھ حرج ہے تو اگر اپنے ملک میں کنواں کھودے یا پتھر رکھیگا تو اسکی طرف تعدی
ثابت ہوگی او دیت اور کفارہ بھی ہوگا کذا فی الطحاوی وکذا واضع خشبۃ علی قارعۃ الطریق ونحو ذلک الا اذا مشی علی البئر ونحوہ لعلمہ بالحفر ونحوہ درر اور اسیطرح
قاتل بسبب ہے رکھنے والا لکڑی کا شارع عام میں اور مانند اسکے جو تلف ہو جانے کا سبب ہوتا ہے جیسا اینٹوں کا ڈھیر کر دینا راہ میں مگر جبکہ کوئی شخص کنوئیں وغیرہ
چلا کھودنا وغیرہ جان بوجھکر کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ جان بوجھکر چلنا اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے کذا فی الجوہرۃ وموجبہ الدیۃ علی العاقلۃ اور قتل بسبب کا موجب
دیت ہے قاتل کے مددگاروں پر ہم کنواں کھودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور کھودنے والا متعدی ہوا اسمیں تو بمنزلہ واقع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی
صیانت النفوس کے واسطے لا الکفارۃ ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ درر اس قتل کا موجب کفارہ نہیں اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک میں کنواں کھودنے
اور پتھر وغیرہ رکھنے کا البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدرر وکل ذلک یوجب حرمان الارث الا الخامس کذا فی مکلفا ابن کمال اور قتل کی جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کے
موجب ہیں یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اسکی میراث قاتل نہ پاویگا بشرطیکہ قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا
تو میراث سے محروم نہ ہوگا جیسا کہ سید شریف کی شرح سراجیہ میں مصرح ہے الا ہذا ای القتل بسبب لعدم القتل جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کے موجب ہیں سوا اسکی اس
قسم کے یعنی قتل بسبب میں قاتل میراث مقتول سے محروم نہ ہوگا اسکے عدم قتل کے سبب سے ہم یعنی قتل بسبب میں بوجہ مباشرت قتل نہیں جو موجب حرمان ہو اسواسطے کہ مباشرت
عبارت ہے اتصال فعل قاتل کی مقتول کے ساتھ سو یہاں موجود نہیں بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشرت کے ساتھ خلاف اصل اسکو اسواسطے
ملحق کیا ہے تاکہ خون اکارت نہ جاوے کذا فی الحموی والحقہ الشافعی بالخطاء فی احکامہ اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتھ ملحق کیا ہے اسکے جمیع احکام میں

فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبہ یہ فصل ہے اس قتل کے بیان میں جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہیں یجب القود ای القصاص
بقتل کل محقون الدم بالنظر الی القاتل ابدا عمدا قولہ وقتل القاتل اجنبی علی التابید عمدا واجب ہے قود یعنی قصاص ہر محقون الدم دائمی کے عمدا قتل سے
شارح نے کہا محقون الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اسکے قاتل کے خون اسکا محفوظ ہے کذا فی الدرر اور اسکا مطلب اسی فصل میں آتا ہے اس قول کے پاس لو قتل القاتل اجنبی
ہوگا ہم یعنی جو مقتول کہ تقتل القاتل وانما محقون الدم ہے یعنی اسکی خونریزی قاتل کو کبھی مباح نہیں تو اسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب
ہے محقون الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا جیسے زانی محصن اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستامن سے احتراز ہوا یعنی اسکا خون تاقیام دار الاسلام محفوظ ہے
نہ ہمیشہ قود بالتحریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس میں قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا کہ قصاص یہ ہے کہ فاعل کے
ساتھ وہ فعل کیا جاوے جو اسنے مفعول کے ساتھ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اس صورت میں تفسیر قود کی قصاص کے ساتھ تفسیر الاعم
وہو المسلم والذمی اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی دائمی محقون الدم مسلمان اور ذمی ہیں سو جو انکو عمدا قتل کریگا وہ انکے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر
مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عمدا قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہیں حالانکہ تعریف مذکور میں وہ داخل ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ عوارض ہے تو قواعد کلیہ میں

سوال دھکا دینے والا اور گرانے والا یعنی ایسا ہوا کہ دوسرا کو دھکا دے کر کنوئیں میں ڈال دیا ۱۲

فصل

داخل نہوگا اسواسطے کہ قصاص تو یہان واجب تھا اصل مین پھر منقلب بمال ہو گیا اسواسطے کہ ابوت شبہ ہے قصاص کے ٹل جانے کا اور اسی طرح عبد وقف کے قتل عمد مین
قصاص واجب نہین بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی الطحطاوی (لا) المستامن والحربی یعنی مستامن اور حربی یعنی انکے قتل عمد سے قصاص
واجب نہین مستامن تو اسوجہ سے کہ اسکا دم دائما محفوظ نہین اور حربی تو مطلقا مباح الدم ہے بشرطیکہ ان دونون کا قاتل مسلمان ہو (و) الحاصل انہ لیس بصبی و مجنون عمد مقتول ...
کے قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اسکا عاقل اور بالغ ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ صغیر اور مجنون کے واسطے عمد نہین فی البزازیۃ حکم علیہ بالقود
ثم جن قبل دفعہ للولی انقلب دیۃ یعنی اگر قاتل پر حکم حاکم ہو گیا قصاص کا پھر وہ دیوانہ ہو گیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت
ہو جاویگا یعنی پہلے قاتل عاقل تھا پھر دیوانہ ہو گیا تو قصاص ساقط ہو گا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہوگا کذا فی المنح (قتل
من یجن و یفیق فی افاقتہ قتل) یعنی اس قاتل نے جو کبھی دیوانہ ہو جاتا ہے اور کبھی اسکو افاقہ ہو جاتا ہے تو حالت افاقہ مین مار ڈالا جاویگا (فان جن بعدہ
ان مطبقا سقط وان غیر مطبق قتل) پھر اگر مجنون ہو گیا اسکے بعد اگر جنون مطبق یعنی دائمی ہے تو قصاص ساقط ہو گیا لیکن بطریق استحسان دیت اسکے
مال مین واجب ہوگی کذا فی العالمگیریۃ اور اگر جنون دائمی نہین تو قتل ہوگا (قتل عبد ... والا) ... و قال ابو یوسف یقتل ... غلام نے اپنے مولی کو
قتل کیا تو اسمین کچھ روایت نہین امام اور صاحبین سے اور ابو جعفر هندوانی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاویگا (قتل عبد الوقف عمدا لا قود فیہ) ...
وقف کے غلام کو قتل کیا تو اسمین قصاص نہین یعنی بلکہ ... وقف تو قاتل سے اسکی قیمت لیجاویگی اور دوسرا غلام وقف کے واسطے خرید کیا جاویگا
(قتل ختنہ عمدا و بنتہ فی نکاحہ سقط القود) قاتل نے اپنے داماد کو عمدا قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی بیٹی مقتول کے نکاح مین ہے تو قصاص ساقط ہوگا اسواسطے کہ
بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باپ پر قصاص نہین ہے کہ اگر مقتول کے اولاد ہو اور ان مین قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہو کر دیت
واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی و بشرط انتفاء الشبہۃ کولاد او ملک اور اسم کقولہ الحقیقۃ ... اور قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور
مقتول مین قصاص ٹلجانے کا شبہ نہو چنانچہ ولادت یا مالک ہونا یا کوئی امر مورث ولادت اور ملک سے عام ہے چنانچہ مقتول کا بیٹا قاتل ہے کہ اسکو
قتل کر سو قاتل نے اسکو قتل کر ڈالا چنانچہ شبہ مذکورہ کی تفصیل آگے آویگی (فیقتل الحر بالحر و بالعبد غیر الوقف کما مر خلافا للشافعی) تو قتل کیا جاتا ہے آزاد
بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے سوا غلام وقف کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ عبد وقف کے مقتول ہونے مین قصاص واجب نہین بلکہ اسکی قیمت
دینا قاتل پر واجب ہے بر خلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ انکے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہوگا بلکہ قاتل پر اسکی
قیمت کا تاوان لازم ہوگا امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید مین (الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی) فرمایا ہے یعنی آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے
اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہ مقابلہ اسکا مقتضی ہے کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاوے اسواسطے کہ بناء قصاص مساوات پر ہے اور
حالانکہ غلام اور آزاد مین برابری نہین اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا ہے (الا طلاق قولہ تعالی النفس بالنفس فانہ ناسخ لقولہ تعالی الحر بالحر الآیۃ
کما رواہ السیوطی فی الدر المنثور عن النحاس عن ابن عباس) اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنی جان بدلے جان کے اسمین آزاد اور
غلام کی قید نہین تو یہ آیت الحر بالحر کی آیت کی ناسخ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور مین اسکو نحاس سے اور ابن عباس سے نقل کیا ہے اور نیز
دلائل حنفیہ کے عموم ہے اس آیت کا (کتب علیکم القصاص فی القتلی) یعنی مقتولین مین تم پر قصاص کرنا مفروض ہے مقتول عام ہے آزاد ہو یا غلام اور نیز قولہ تعالی
(ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا) لیکن اگر آزاد نے اپنے ذاتی غلام کو قتل کر ڈالا تو قصاص ساقط ہے اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی الکنز ... بالذکر
فلا ینفی ما عداہ کیف ولو دل لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قائل بہ ... کہ الحر بالحر والعبد بالعبد کو خاص کر کے ذکر کیا ہے تو تخصیص بالذکر
ماسوائے مذکور کے نفی نہین کرتی ہے یعنی اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہین ہوتی ہے کیونکہ حالانکہ اگر تخصیص ماعدا کی نفی پر دلالت

کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ مرد بعوض عورت کے مارا جاتا اور حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں ہم اور تخصیص بالذکر کا فائدہ ان لوگون کا رد تھا جنکا مذہب ہو جو مقتول کے
بدلے غیر قاتل کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اسواسطے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ عرب کے دو گروہ مین اگر قتل ہوجاتا اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر دعوے
فضیلت رکھتا تو یعنی فضیلت یون کہتا کہ ہم راضی نہونگے جب تک کہ عورت کے بدلے انکا مرد نہ مارین اور اپنے غلام کے بدلے انکا آزاد نہ مارین حق تعالیٰ نے
انکے رد مین یہ آیت اتاری کہ آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے کذا فی العینی اور مساوات بین القاتل والمقتول کا جواب یہ ہے
کہ قصاص مین عصمت یعنی عدم اباحت دم کی مساوات لازم ہو اور عصمت متحقق ہوتی ہے دین اور قیام دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام مین آزاد اور
غلام دونون برابر ہین قیل ولا یقتل حر بالعبد ورد بہ قولہ بالا دلیے کہا گیا ہو مذہب شافعی کی استشکال مین کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ
آزاد بدلے غلام کے مارا جاتا اور یہ اشکال رد کیا گیا ہے لیکن داخل ہونے سے بطریق اولیٰ کے شارح کی اس عبارت مین کچھ تقریر اور تحقیق نہین شارح نے
عبارت منح الغفار کے نقل کرنیکا ارادہ کیا سو اسکا قلم بیچ مین چل گیا یون کہتا حق تھا قیل ولا العبد بالحر اور یہ عطف ہے ان لا یقتل الذکر بالانثی پر کذا فی الطحطاوی
مختصر العینی یہ جو بعض شارحین نے امام شافعی رحمہ کے مذہب پر اشکال کیا ہے کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ غلام کے بدلے آزاد کے مارا جاتا
بدلیل قولہ تعالیٰ والعبد بالعبد سو معترض کا کلام مندفع ہوا اسوجہ سے کہ جب غلام بدلے غلام کے مارا گیا تو آزاد کے بدلے بطریق اولیٰ مقتول ہوگا اور یہ تفصیل
اسکی منح الغفار کی عبارت مین ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر منقول ہے ولابی الفتح البستی لطیفة ۵ فخذوا بدمی ہذا الغزال فانہ ٭ رمانی بسہمی مقلتیہ علی عمد
ولا تقتلوہ اننی انا عبدہ ٭ وفی مذہب النعمان لا یقتل الحر بالعبد ٭ اور صاحب مقام ابو الفتح بستی شافعی مذہب نے لطیفہ نظم کے کہا ہو کہ پکڑو میرے خون کے
بدلے اس غزال کو کہ اسنے اپنے دونون گوشۂ چشم کے دو تیرون سے مجھکو قتل کیا ہے ولیکن اسکو قتل نہ کیجیو اسواسطے کہ مین اسکا غلام ہون اور مین نے
کبھی نہین دیکھا کہ آزاد مارا جاوے بدلے غلام کے ہم طحطاوی نے کہا قول فخذوا بدمی اور لا تقتلوہ مین منافات ہے اسواسطے کہ اخذ بالدم قتل کا مقتضی ہے اور
دیت پر حمل کرنا صحیح نہین ہوسکتا کہ غلام کی دیت آسکے مالک پر واجب نہین ہوتی اجاب بعض الحنفیة ردا علیہ ۵ خذوا بدمی من رام قتلی بلحظہ ٭ ولم یخش
بطش اللہ ربی قاتل العمد ٭ وقودوا بہ جبرا وان کنت عبدہ ٭ لیعلم ان الحر یقتل بالعبد ٭ سو اس نظم کا کسی حنفی نے جواب دیا ہے بطریق رد کے کہ پکڑو
میرے خون کے بدلے اسکو جسنے میرے قتل کا اپنے گوشۂ چشم کی دید سے ارادہ کیا یعنی ارادہ کیا اور مار بھی ڈالا اور وہ شخص نہ ڈرا خدا کی پکڑ سے جو
ہو قاتل عمد مین اور قصاص لو اس سے زبردستی اگرچہ مین اسکا غلام ہون تا معلوم ہو جاوے کہ آزاد مارا جاتا ہے بدلے غلام کے ہم طحطاوی کہا اس نظم
مین خلل یہ ہے کہ آزاد اپنے غلام مملوک کے قتل سے مارا نہین جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر محمول کیجیے تو وان کنت عبدہ کے مناسب نہین والمسلم بالذمی
خلافا لہ اور قتل کیا جاتا ہے مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض یہ خلاف شافعی کے ہم امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا یقتل مومن بکافر
رواہ البخاری اور یہی مضمون سنن ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ مین بھی ہے اور ہماری دلیل وہ ہے جو سنن دارقطنی مین عبد الرحمن بن البیلمانی عن ابن عمر سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد کے بدلے قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من وفی ذمتہ یعنی مین ذمہ کے پورا کرنیوالون مین زیادہ کریم ہون ہر چند دارقطنی نے ابن
البیلمانی کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن حبان نے اسکو ثقات تابعین مین ذکر کیا ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی مین بھی مذکور ہے اور حدیث لا یقتل مومن بکافر مین کافر حربی
مراد ہے توفیقا بین الروایتین کذا فی العینی زیلعی نے علی مرتضیٰ رض سے نقل کیا کہ ذمیون نے جزیہ اسواسطے دیا تا انکے خون ہمارے خون کے مانند ہون اور انکا مال ہمارے مال کے برابر ہو
لا بمستامن بل ہو بمثلہ قیاسا للمساواة لا استحسانا لقیام المبیح ہدایہ ومجتبی ودرر وغیرہا نہ قتل کیا جاوے مسلمان اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اسواسطے کہ مستامن کا
خون علی التابید معصوم نہین بلکہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اسکے برابر ہو قتل کیا جاتا ہے قیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے نہ استحسان کی راہ سے بسبب قائم
ہونے مبیح کے کذا فی الہدایہ والمجتبی والدرر وغیرہا اور اباحت خون کی وجہ کفر ہے جو سبب باعث ہے حرب کا اسواسطے کہ مستامن رجوع دار الحرب کا قصد رکھتا ہے قولہ المصنف

یعنی ان یعول علی الاستحسان لتصریحهم بالعمل بالاول مسائل مضبوطة لیست هذه منها وقد اقتصر ملا خسرو فی متنه علی القیاس انتهی یعنی فتنبه المصنف رحمہ اللہ
تعالی لقلت ولیحفظه عادة المتون حتی الملتقی مصنف نے شرح میں کہا اور سزاوار یہی ہے کہ استحسان پر اعتماد کیا جاوے بسبب تصریح کرنے علما کے
استحسان پر عمل کرنے کا اگرچہ مسائل مضبوطہ میں کہ یہ مسئلہ انہیں سے نہیں ہے اور البتہ ملا خسرو نے اپنے متن یعنی درر میں قیاس پر اقتصار کیا ہے
انتہی کلام المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہو گیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بقیاس کی تائید کرتے ہیں اکثر متون فقہ کے ملتقی الابحر کا وقتل
العاقل بالمجنون والبالغ بالصبی والصحیح بالاعمی والزمن وناقص الاطراف والرجل بالمرأة بالاجماع اور قتل کیا جاتا ہے ہوشیار بدلے
دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور لنجھے المرض اور ناقص الاطراف یعنی لولے لنگڑے کے بدلے اور مرد بدلے عورت
کے بالاتفاق ہم تو اگر تندرست مرد ایسے مرد کو قتل کرے جسکے دونوں ہاتھ پانوں اور دونوں کان اور ناک کٹی ہو اور خصیے قطع ہیں اور آنکھیں اسکی پھوٹی ہیں تو
قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہے بدلیل عمومات اور اسواسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم میں مساوی ہیں اور معتبر یہی ہے کہ مساوات ہو نہ اور اسکا [illegible]
قصاص کا باپ بیٹا ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی الفرع باصله وان علا الا عکسه فلا قال المالکی [illegible] یعنی مقتول ہوگی اگرچہ
دور کی ہو نہ برعکس اسکے یعنی قتل بدلے فرع کے مقتول نہ ہوگی برخلاف امام مالک کے کہ قصاص صورت میں جبکہ باپ اپنے فرزند کو ذبح کرے گلا کاٹ کر
ہم یعنی اگر والد اپنے ولد کو قصداً قتل کرے تو امام مالک کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھری [illegible] قتل کرے تو قصاص نہیں
اور امام مالک یہی ہوکہ انہوں نے کہا کہ والد بدلے ولد کے کسی حالت میں قتول نہیں ہوتا [illegible] مالکی [illegible] بیٹے کا
کذا فی العینی تو ظاہر قصاص والد کی روایت امام مالک سے [illegible] قصاص [illegible] واللہ اعلم [illegible]
علا اطلاقا ولو ناقصا من قبل الام فی المسائل وان علوا [illegible] علیه الصلوة والسلام لا یقاد الوالد بولده یعنی اصول کا قصاص نہ لیا جاوے گا بدلے فروع کے
یعنی جان میں نہ اطراف میں اگرچہ اصول دور کی ہوں مطلقاً اور اگرچہ اصول عورتیں ہوں ماں کی جانب سے اور اگرچہ فروع بعید ہوں بدلیل قول نبی علیہ الصلوة والسلام کے
قصاص نہیں لیا جاتا باپ کا اسکے بیٹے کے بدلے یعنی اور ملحق نانا اصول کا قصاص نہیں تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پڑدادا پڑدادی پوتے کو یا ماں یا
بیٹے کو یا نانی نواسے نانی کو یا پرنانی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہ ہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی یا پرنانی کو قتل عمداً کریگا
تو اسپر قصاص جاری ہوگا عینی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولده ترمذی اور ابن ماجہ میں عمر خطاب سے مروی ہے [illegible] معلل بالجزئیة فیتناول من علا منهم اسباب
فی حیاته فلا یکون [illegible] فناهم اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہے جس جزئیت کی علت ثابت ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو یہ وصف تولید کا ہو
والیہ کو بھی متعدی ہے [illegible] کہ اصول سبب ہیں فرع کے زندہ کرنے میں تو فرع انکے مٹانے کا سبب ہوگا ہم واسطے اولاد کو جائز نہیں اپنے باپ کو قتل کرنا اگر اسکو دیکھے
کفار میں باپ سے یا اسکو زانی محصن دیکھے یا مرتد پاوے کذا فی الهدایه وعندنا تجب الدیة فی مال الاب فی ثلث سنین لان هذا عمد والعاقلة لا تعقل العمد وقال الشافعی
تجب حالة کبدل الصلح زیلعی جوہرہ وتجب فی العاقل اور جبکہ اصول پر قصاص واجب نہ ہوا تو باپ وغیرہ پر اصول کے مال میں دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر
اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مددگاروں پر دیت عمد کی واجب نہیں ہوتی امام شافعی نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہے بدل صلح کے مانند چنانچہ زیلعی اور جوہرہ میں ہے
اور اسکی تفصیل آگے کتاب المعاقل میں آویگی ہم اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کریں تو دیت مددگاروں پر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی الدر الکافی
وفی الملتقی ولا قصاص علی شریک الاب او المولی او المخطئ او الصبی او المجنون وکل من لا یجب القصاص بقتله لما تقرر من عدم تجزی القصاص فلا یقتل الا عامد
عندنا خلافا للشافعی برہان اور ملتقی میں ہے اور قصاص نہیں باپ یا مالک یا مخطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل پر اور جسکا قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں
اسکے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہو اسکے فرزند کے قتل میں یا مالک کا شریک ہو اسکے غلام کے قتل میں مالک شریک ہوا تو قاتل مخطی کا

تو شریک پر بھی قصاص واجب نہیں ہوگا اور شریک مثل باپ کے مانند ہے اسواسطے کہ قصاص کی عدم قسمت بذریعہ دلایل ثابت ہو چکی ہے تو قاتل عامد بھی مقتول ہوگا

ہم عنقریب بیان کرینگے اور یہ برخلاف امام شافعی کے ہے کذا فی البرہان ولا بسبب قتل عبد الولد او عبد نفسہ و مدبرہ و مکاتبہ و عبد ولدہ ہذا داخل تحت قولہم ومن ملک قصاصا

علی ابیہ قتل الخ یعنی اور نہ قتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر اور اپنے مکاتب غلام اور اپنے فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت داخل ہے

فقہا کے اس قول کے تحت میں اور جو فرزند قصاص کا مالک ہو اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے پس کہا جائیگا کہ بعد آدمیگا اسم مالک پر قصاص اسواسطے کہ

غلام اسکا مال ہے اور انسان اپنے مال کی کوئی تلف کرے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے لیکن حاکم مالک کو تعزیر دے اور جوہرہ میں ہے کہ سعدی پر کفارہ

واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کو قتل کرنے پر کذا فی الطحاوی ولا بالعبد یملک بعضہ لان القصاص لا یتجزیٰ اور نہ قتل ہوگا شریک عبد

مشترک کے بدلے اسواسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہیں ہے اور کل قصاص کا مستحق نہیں ہے اسلیے کہ سبب قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے عینی نے کہا

شرح ہدایہ میں کہ قاتل جو مستحق شریک کو ہو ایک حصہ کا وہ بھی وبالعبد بالرہن حتی یجتمع العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین

قصاص نہیں ہے یعنی جب تک راہن اور مرتہن دونوں موجود نہ ہونگے تو غلام مرہون کے قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا اسواسطے کہ مرتہن مالک نہیں جو قصاص کا

مالک ہو اور اگر راہن تنہا قصاص لیوے پس مستقل ہو تو مرتہن کا حق باطل ہو جاتا ہے لہذا دونوں کا قصاص میں اجتماع ضروری ہے تاکہ حق مرتہن اسکی رضامندی سے ساقط ہو جائے

وقال محمد رحمہ اللہ لا قود وان اجتمعا جوہرہ و علیہ مشی فی الدرر معزیا للکافی کذا فی المنح اور محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہیں اگرچہ راہن و مرتہن

دونوں موجود ہوں کذا فی الجوہرۃ اور محمد رحمہ کے قول پر معمول درر میں ہے اور درر میں کافی سے منقول ہے کذا فی المنح ہم یعنی جو کافی سے درر میں مذکور ہے کہ باوجود

اجتماع عاقدین کے عبد مرہون کا قصاص نہیں ہے سو محمد کا مذہب ہے اور قول ابو حنیفہ کا وہی ہے کہ جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لیکر مرتہن کے پاس رہن رہیگی

کذا فی الطحاوی لکن فی الشرنبلالیہ عن الظہیریۃ انہ اقرب الی الفقہ لکن شرنبلالیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے یعنی لو اختلفا فلما الفقہ تکون رہنا

مکانہ یا قی رہی یہ صورت کہ اگر راہن اور مرتہن نے قصاص اور قیمت لینے میں اختلاف کیا تو دونوں کے واسطے قیمت دلائی جائیگی اور وہ قیمت بجاے عبد مرہون مقتول

رہن رہیگی ولو قتل عبد الاجارۃ فالقود للموجر اور اگر اجارہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل فی ید البائع قبل القبض

فان اجاز المشتری البیع فالقود لہ وان ردہ فللبائع القود و قیل القیمۃ جوہرہ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جائے قبض مشتری بیع کو جائز کرے تو

قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کرے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول ضعیف ابو یوسف کا یہ ہے کہ بائع قصاص نہ لے اسکی قیمت لے کذا فی الجوہرہ

ولا بمکاتب وکذا ابنہ و عبدہ شرنبلالیہ قتل عمدا لاحاجۃ لتقیید العمد لانہ شرط فی کل قود عن وفاء و وارث و سید وان اجتمعا لاختلاف الصحابۃ فی موتہ

حرا او رقیقا فاشتبہ الولی فانقطع القود اور قصاص واجب نہیں ہے اس مکاتب کے جو عمدا مقتول ہوا وفا بدل کتابت کے اور وارث اور مولے کو چھوڑ کر

اگرچہ وارث اور مولے ساتھ ہی موجود ہوں اسواسطے کہ صحابہ کرام مختلف ہوئے اسکی موت میں آزاد ہو کر یا غلام ہو کر تو اسکے ولی میں اس اختلاف کے

سبب سے شبہ پڑا تو قصاص منقطع ہو گیا اور ولی کے عدم تعین سے اور اسی طرح قصاص نہیں مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشرنبلالیہ

شارح نے کہا قتل عمد کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ ہر قصاص میں یہ شرط ہے ہم علی مرتضیٰ اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب مذکور آزاد

مرا اور زید بن ثابت کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو ولی قصاص کا وارث ہے اور اگر غلام مرا تو مولیٰ ولی ہے پس جب اس اختلاف سے اشتباہ واقع ہوا

ولی میں تو قصاص منقطع ہو گیا فان لم یدع وارثا غیر سیدہ سوا ترک وفاء او لا او ترک وارثا ولا وفاء اقاد سیدہ لتعینہ پھر اگر مکاتب مقتول

کوئی اپنا وارث نہ چھوڑا سواے اپنے مولے کے خواہ وفاء بدل کتابت کو اسنے چھوڑا یا نہ چھوڑا یا وارث کو چھوڑا اگر وفاء بدل کتابت موجود نہیں تو اسکا مولے

قصاص لیگا اسبب متعین ہونے مولے کے ولی ہونے میں وفی الاولی الاصح خلاف محمد لاختلاف مکاتب کی چار صورتوں میں پہلی صورت میں خلاف ہے محمد کا اور پہلی صورت یہ ہے کہ

مکاتب بدل کتابت اور وارث اور بیٹے کو چھوڑ جائے دوسری صورت یہ ہے کہ مکاتب کا کوئی وارث مولی کے سوا نہین ہو اور بدل کتابت موجود نہین چھوڑ
ہو سوا مولے کے کوئی وارث نہین اور بدل کتابت موجود نہین چوتھی صورت یہ ہے کہ مکاتب کا وارث ہے مگر بدل کتابت موجود نہین جامع صغیر نے کہا اشارہ کو یون
کیا سوا اسکے (وفی ثانیتہ الصدر الاربع خلاف محمد رح) یعنی صور اربع مین سے دوسری صورت مین خلاف ہے محمد رح کا چنانچہ ہدایہ مین ہے یعنی جب مولے کے سوا کوئی
وارث نہو اور بدل کتابت موجود ہو تو محمد رح کے نزدیک آزادی مین قصاص نہین ہے [illegible]
[illegible] ہو جاتا ہے دو قصاص جبکہ بیٹا وارث ہو [illegible] اگر اصول سے قتل عمد واقع ہوا اور مقتول کا وارث
[illegible] کہ فرع اپنی اصل [illegible] قصاص [illegible] توظاہر ہے بیٹا
[illegible] قصاص کی [illegible] غلام کو قتل کرے [illegible]
[illegible] (فیما اذا قتل [illegible] ولا وارث له غیر [illegible]) [illegible]
[illegible] (لابی حنیفة) [illegible] اور مسئلہ مذکورہ کی صورت یہ ہے کہ [illegible]
[illegible] کو قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہین سوا [illegible] قاتل کی [illegible] وارث [illegible]
[illegible] وارث ہو گا [illegible] قصاص کا [illegible] باپ پر تو قصاص ساقط ہو جاویگا [illegible]
[illegible] مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے [illegible] قصاص کا ثبوت قاتل کے [illegible]
[illegible] کے نزدیک اگرچہ دونون صورتون مین سقوط قصاص کا حکم یکسان ہے [illegible]
مقتول قرار پاتا ہے اور باقی مسئلہ بحال باقی ہے [illegible] (عفا المجروح او الوارث قبل الموت صح استحسانا لانعقاد السبب) [illegible] اگر کسی شخص نے زخمی یا اسکے
وارث نے معاف کر دیے موت زخمی کی موت سے پہلے تو صحیح ہے باعتبار استحسان کے بسبب منعقد ہونے سبب قصاص کے زخمی اور اسکے وارث دونون کے [illegible]
[illegible] عفو مجروح صحیح نہوتا اسواسطے کہ قصاص یعنی بدلا لینا ابتدا سے وارثون کے واسطے ثابت ہے [illegible] کہ اگر ابتدا سے ثابت ہوتا تو موت کے بعد [illegible]
[illegible] معاف کر دیا لیکن استحسان مین عفو مجروح صحیح ہے اسلیے کہ حق تو مجروح کا ہے اور وارث قائم مقام اسکا ہے [illegible] قصاص مین [illegible]
(من النہر مختصر الا تقو وبقتل مسلم مسلما ظنه مشرکا بین الصفین [illegible] موجبه [illegible] القاتل علیه کفارة ودیة لا قصاص)
نہین مسلمان کو قتل کرنے سے دیکھو مسلمان کو مشرک جانکر مسلمانون اور کافرون کی دو صفون کے اندر اسواسطے قصاص نہین ہے [illegible]
قتل خطا کی ہے [illegible] اسکو دوسری بار اسواسطے ذکر کیا تاکہ اسکا موجب بیان کرے اس قول سے یا کہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہے یعنی قاتل کے
مددگارون پر دیت ہے (قالوا هذا اذا اختلطوا فان فی صف المشرکین لا یجب شی لسقوط عصمته قال علیه الصلوة والسلام من کثر سواد قوم فهو منهم قلت فاذا کان
[illegible] لم تکن [illegible] قال الزاہدی [illegible] الا قدر [illegible] اذا [illegible])
[illegible] واللہ اعلم علما نے کہا کہ یعنی مسئلہ مذکورہ مین کفارہ اور دیت واجب ہونا اسوقت ہے جبکہ مسلمان اور کفار لڑتے لڑتے
مل گئے ہون تو اگر مسلمان مشرکون کی صف مین ہو تو اسکے مقتول ہو جانے سے قاتل پر کچھ واجب نہین یعنی نہ کفارہ نہ دیت نہ قصاص کی عصمت
[illegible] کے سبب سے یعنی اسکا خون معصوم نرہا مباح ہو گیا رسول علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھاوے وہ شخص اسی
قوم مین داخل ہے مین کہتا ہون جبکہ جماعت کفار کا بڑھانے والا کافرون مین داخل ہے اگرچہ اسکا ہم شکل اور ہم لباس نہو تو کون حال ہوگا اس مسلمان کا
جو کافرون کا سا لباس پہنتا ہے [illegible] زاہدی نے [illegible] شرح مین کہا تو اگر [illegible] کو قتل کرنا مباح ہے چنانچہ

سانپ ہو تو اسکے قتل پر شفقت ہی لائق ہے پھر جبکہ یہ ظاہر ہو کہ وہ سانپ حقیقت میں جن تھا تو شرعاً قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں ہے واللہ اعلم ولا یقاد الا بالسیف
وان قتله بغیره خلافاً للشافعی اور قصاص نہ لیا جائیگا مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی چیز یا ہتھیار سے قتل کیا ہو بخلاف امام شافعی کے یعنی
انکے نزدیک اُسی طرح قتل کرنا قاتل کا ضرور ہے جس طرح اُسنے مقتول کو مارا ہے یہ حدیث صحیح ہے ابن ماجہ میں بلفظ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لا قود الا بالسیف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی مرتضیٰ رضی سے حدیث مرفوع مروی ہے لا قود فی النفس وغیرہا الا بحدیدۃ یعنی قتل نفس وغیرہ میں
قصاص نہیں مگر لوہے سے کذا فی العینی علی الہدایۃ وفی الدر عن الکافی المراد بالسیف السلاح قلت وبه صرح فی حج المضمرات حیث قال تخصیص السیف باسم القود لا یمنع الحاق
غیره به الا ترى انا الحقنا الرمح والخنجر بالسیف فی قوله علیہ الصلوۃ والسلام لا قود الا بالسیف فما فی السراجیۃ من له قود قاد بالسیف فلو القاه فی بئر او قتله بحجر او بغیر
آخر عزر وکان مستوفیاً محمل علی ان مراده بالسیف السلاح واللہ اعلم اور درر میں کافی سے ہے کہ تلوار سے لوہے کا ہتھیار مراد ہے میں کہتا ہوں
اسی کی تصریح کی ہے مضمرات کی کتاب الحج میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہے کہ جو قصاص
لینے کا مالک ہو وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو کنوئیں میں ڈالیگا یا اسکو پتھر سے قتل کریگا یا اور کسی طرح سے ہلاک کریگا تو وہ شخص تعزیر دیا جائیگا
اور وہ شخص اُس قتل نامشروع سے قصاص کا پانے والا ہو گیا انتہی کلام السراجیہ تو محمول ہے اسپر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہے واللہ اعلم ولاب
المعتوه القود وتلفیا الصلح ولو ... مالک الصلح بالاولی لا العفو مجاناً لانه ابطال حق المعتوه وقتل ابن المعتوه لانه ابطال حق المعتوه لا ... اور فرزند ناقص العقل یعنی مدہوش
کے قطع ید اور اسکے قرابت دار کے قتل کے بدلے اسکے باپ کو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہے تشفی صدر اور تسکین دل کے واسطے اور جبکہ اسکا باپ
قصاص کا مالک ہو تو صلح کا بھی بطریق اولی مالک ہوگا نہ معاف کر دینے کا یعنی اسکو قطع اور قتل میں مفت معاف کر دینے کا اختیار نہیں ہے اسواسطے کہ مفت معاف
کر دینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کر دینا ہے اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں ہے معتوه وہ ہے جو بیوقوف ناقص العقل ہو دنگ ہو بیہودہ ہو اُسکی گفتگو بلا سند
بھیلا اور بیہودہ ہو قتل بیٹے میں اسکے قرابت دار سے مراد اُسکا اخیافی بھائی اور اسکی ماں اور بیٹا ہے باپ کو قصاص کا اسواسطے اختیار ہوا کہ صاحب حق تو مدہوش ہے لہذا
اسکا باپ اسکا قائم مقام ہوا اسلیے کہ شفقت کے سبب سے اسکی تشفی خاطر فرزند کی تشفی قرار دیگئی کذا فی الطحطاوی وتقید صلحه بقدر الدیة او اکثر منه وان
وقع باقل منه لم یصح الصلح وتجب الدیة کاملة لانه انظر للمعتوه اور مشروط ہے باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اُس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے کم پر صلح واقع ہوگی
تو صحیح نہوگی اور پوری دیت واجب ہوگی اسلیے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہے مدہوش کے حق میں والقاضی کالاب فی جمیع ما ذکرنا فی الاصح لکن لیس للاولی له للحاکم
قتله والصلح لا العفو لانه ضرر للعامة اور قاضی باپ کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ کے اندر قول صحیح تر میں مانند اس شخص کے کہ مارا گیا اور اسکا کوئی وارث نہیں تو
حاکم کو اسکے قاتل کے قتل کرنے کا اور مال پر صلح کرنے کا اختیار ہے نہ مفت معاف کر دینے کا اسواسطے کہ مفت معاف کر دینے میں لاوارث ہونا عام خلق کا ضرر ہے اور وصی
کالاب یصالح عن النفس فقط بقدر الدیة ولا القود فی الاطراف لکنه انما لانه یسلک بها مسلک الاموال اور وصی مدہوش کے حق میں اسکے بھائی کے
برابر ہے کہ فقط صلح کر سکتا ہے اسکے قرابت دار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدہوش کے اطراف میں قصاص لینا بدلیل استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اطراف
انسانی میں اموال کا طریقہ سلوک ہے والصبی کالمعتوه فیما ذکر اور طفل نابالغ معتوه کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ میں یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اسکے
قرابت دار کو قتل کرے تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہے معاف کر دینے میں اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں
کر سکتا اور نہ عفو کا انکو اختیار ہے مگر فقط صلح میں انکو اختیار ہے وللکبار القود قبل کبر الصغار خلافاً لهما والاصل ان کل ما لا یتجزی اذا وجد سببه کاملاً ثبت
لکل علی الکمال کولایة انکاح وامان اور مقتول کے عاقل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہے صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے برخلاف صاحبین کے
یعنی انکے نزدیک قصاص نہوگا جبتک صغیر وارث جوان نہوں اور عدم تجزی کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جبکہ اسکا کامل سبب پایا جاتا تو وہ چیز ہر ایک

۱۲

واسطے ولی و عبد کا ولایت ثابت ہوتی ہے جیسے نکاح کر دینا اور کافر کے پناہ دینے کی ولایت ہے اور شئ عدم قسمت ہے چنانچہ قصاص اور نکاح اور امان کا جیسا کامل سبب پایا جانا چاہیے
ازانجملہ سبب کامل ہو قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہو کافر کی امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفائے قصاص میں اختیار ہوگا اور لہذا ابن ملجم لعین علی رضی اللہ عنہ کے مارا گیا
اور حضرت علی کی اولاد صغار تھی انکے بالغ ہونے کا انتظار نہوا تھا اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہوگیا اور سبب کامل کی قید سے مسلم اسیر دار الحرب نکل گیا
اسواسطے کہ اسکا امان دینا صحیح نہیں کذا فی الطحاوی الا اذا کان الکبیر اجنبیا عن الصغیر فلا یملک القود حتی یبلغ الصغیر اجماعا کذا فی الزیلعی فلیحفظ اگر جبکہ مقتول کا
ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق امام رح و صاحبین رح کے کذا فی الزیلعی تو اس صورت خاص کو یاد رکھنا چاہیے
ہم ابو السعود نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحاوی نے کہا لیکن ہمیں خلل ہے کہ وہ کبھی مراد ہو یہاں جو وارث ہو مقتول کا
تو تبدیل اسکی یوں بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہو اور جد اور ستہ خود جدہ ثانیہ کے ساتھ ولو قتل القاتل اجنبی وجب القصاص علیہ فی قتل العمد لانہ
معصوم الدم بالنظر الی القاتل کا امر اور اگر قاتل کو اس شخص نے قتل کیا جو اجنبی ہو مقتول سے یعنی اسکا وارث نہیں ہو تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد میں قصاص
واجب ہو اسواسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہے بنظر اپنے قاتل کے چنانچہ اس فصل کے اول میں گذر گیا یعنی ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہے مقتول کے وارث کو لیکن
بالنسبہ اجنبی شخص کے اسکا خون مباح نہیں لہذا اجنبی قاتل اسکا بدلے مارا جاویگا والدیۃ علی عاقلتہ لو القاتل فی الخطاء اور دیت قاتل اول کی قاتل ثانی کے
مددگاروں پر واجب ہو قتل خطا میں ولو قال لی قتلت قاتل ابی والقتل الاجنبی کنت امرتہ بقتلہ ولا بینۃ لہ علی مقالتہ لا یصدق ویقتل الاجنبی اور
اگر مقتول کے وارث نے قتل اجنبی کے بعد کہا میں نے اس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا امر کیا تھا اور اسکے اس قول پر گواہ نہیں تو وارث کے کلام کی
تصدیق نہوگی اور قاتل اجنبی قتل کیا جاویگا علم نیز ازیں ہے کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرانا بذات خود یا غیر سے امر کرکے قتل کروانا جائز ہے تو استیفاء قصاص
دو صورت ہوگا اور قاتل مامور پر ضمان لازم نہوگا اس صورت میں جبکہ امر وارث کا ظاہر ہو سو اگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنے کا دعوے کیا
اور وارث نے اسکی تصدیق کی تو امر ثابت نہوگا بدون شہادت کے اور بدون شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا بخلاف اس کے جو سیر کبیر میں ہے رجل [illegible] فیہا
شخص فقال رب الدار کنت امرتہ بالحفر صدق یعنی لانہ یملکہ استیناف الحال فیصدق بخلاف الاول لانہ لا یملک استیناف القتل بالقتل کما ہو القاعدۃ یعنی بخلاف
اس شخص کے جسنے کنواں کھودا دوسرے مرد کے گھر میں سو آدمی اس میں گر کے مرگیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کھودنے والے کو کھودنے کا امر کیا تھا تو
صاحب خانہ کی تصدیق ہوگی بدون شہادت کے اسواسطے کہ صاحب خانہ فی الحال ابتداء حفر کا بالفعل مالک ہے یعنی بالفعل اپنے گھر میں کنواں کھدوا سکتا ہے
وہ دعوے کے سبب سے لہذا اسکے کلام کی تصدیق ہوگی بخلاف امر اول صورت کے یعنی ولی مقتول کے اس کلام میں کہ میں نے قتل کا حکم دیا تھا اسواسطے کہ وہاں ابتداء امر بالقتل فی الحال
مقدور نہیں بسبب فوت ہو جانے محل کے قتل کے سبب سے چنانچہ یہی قاعدہ ہے تصدیق اور عدم تصدیق کا اور قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کی حکایت کرے مثلاً یوں
اظہار کرے کہ میں نے زوجہ مطلقہ سے رجعت کرلی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور ابتداء رجعت کا مالک ہو بایں طور کہ ہنوز عدت طلاق کی باقی ہو تو اسکی تصدیق بلا شہادت ہوگی
اور اگر ابتداء رجعت کا فی الحال مالک نہیں ہے مثلاً رجعت کا دعوے کیا بعد عدت کے تو اسکی تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحاوی وظاہرہ ان حق الولی یسقط
ان مات القاتل حتف انفہ وظاہر متن باب العلول فوت محل اسپر دلالت کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہوگیا جیسے اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جبکہ قاتل اپنے
فرش پر اپنی موت مرجائے بدون قتل کرنے کے ولو استوفاہ بعض الاولیاء لم یضمن شیئا اور اگر ورثہ مقتول میں سے کسی وارث نے قصاص لیا تو اسپر کچھ ضمان لازم
نہوگا یعنی نہ قاتل کے واسطے اور نہ باقی وارثوں کے واسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی وفی الدر والمجتبی دم بین اثنین فعفا احدہما وقتلہ الآخر علم
ان عفو بعضہم یسقط القصاص او لا فلا والدیۃ فی مالہ بخلاف ممسک رجل لیقتل عمداً فقتل ولی القتیل الممسک فعلیہ القود لانہ مما لا یشکل علی الناس [illegible]
اور مجتبی میں ہے کہ خون ہے دو وارثوں میں سو ایک وارث نے قصاص عفو کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل جانتا ہے کہ بعض ورثہ کا

معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر اسکو معلوم نہیں تو اسپر قصاص نہیں اور اسکے مال میں دیت
واجب ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے کو زخمی کیا اور وہ مر گیا یا اسنے مقتول کے وارث نے ... قتل کیا تو وارث قاتل پر
قصاص واجب ہوگا استحساناً کیونکہ اس صورت میں شبہہ کی نہیں ہے جسکا پوچھنا لوگوں پر مشکل ہو ہم برخلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ سے باقی وارثوں کا حق ساقط ہونا
مشکل غیر صحیح ہے لہذا اسمیں ... سقوط قصاص ہے اور نہیں تو دیت ہے اور اسکی صورت میں فقط قصاص ہے نہ دیت شرح ... انما ادعات المجروح فاقام
اولیاء المقتول بینة انه مات بسبب الجرح واقام الضارب بینة انه برئ من الجراحة ومات بعد مدة فبینة ولی المقتول اولی کذا فی معین الحکام
معزیا للعادی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مر گیا تو مقتول کے وارثوں نے گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مر گیا اور ضارب نے گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ
چنگا ہو گیا تھا زخم سے اور مدت کے بعد مرا تو وارث مقتول کے گواہ اولی بالقبول ہیں کذا فی معین الحکام عن العادی اقام اولیاء المقتول البینة علی انه
جرحه زید وقتله واقام زید البینة علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینة زید اولی کذا فی المشتمل معزیا لجمع الفتاوی سے وارث
مقتول نے اسپر گواہ قائم کیے کہ مقتول مذکور کو زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ قائم کیے ہیں کہ مقتول نے خود کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہیں کیا اور مجھکو مارا
تو زید کے گواہ اولی بالقبول ہیں کذا فی المشتمل عن جمع الفتاوی ہم استثناء کہ زید کے گواہ ... ہیں کہ قول پر قائم ہیں نفی پر قال المجروح لم یجرحنی فلان ثم مات
المجروح لیس لبعض ورثته الدعوی علی الجارح بهذا السبب مطلقا وقیل ان الجرح معروفا عند القاضی والناس قبلت بینته مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے
زخمی نہیں کیا پھر زخمی مر گیا تو اسکے وارثوں کو زخم لگانے والے پر اس سبب سے دعوی نہیں پہونچتا مطلقاً خواہ اسکا زخم معلوم ہو یا نہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر زخم قاضی
یا لوگوں کے نزدیک معلوم ہو تو دعوی وارثوں کا مقبول ہے کذا فی القنیة وفی الدرر عن المسعودیة لو عفا المجروح او الاولیاء بعد الجرح قبل الموت جاز العفو استحسانا
اور درر میں مسعودیہ سے منقول ہے کہ اگر مجروح یا اسکے وارثوں نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو باول استحسان کے معاف کرنا جائز ہے ہم یہ مسئلہ اس
فصل میں مکرر ہو گیا ادر فی الوهبانیة جریح قال قتلنی فلان ومات فبرهن وارثه علی آخر انه قتله لم تسمع لانه حق المورث وقد اکذبهم اور وهبانیہ میں ہے
کہ زخمی نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے قتل کیا اور وہ مر گیا سو اسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسموع نہونگے اسواسطے کہ حق
مورث کا اور مورث تو گواہوں کو یا وارثوں کو یا دونوں کو جھٹلا گیا ولو قال جرحنی فلان ومات فبرهن ابنه علی آخر انه جرحه خطاء قبلت لقیامها علی
حرمانه الارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مر گیا سو اسکے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے از راہ خطا اسکو زخمی کیا تھا
تو یہ گواہی مقبول ہوگی کیونکہ قائم ہونے اس گواہی کے اسکی میراث سے محروم ہونے پر ... ماتت ان دفعه البیت ... بلا علم العلیم بوفاته
لا قصاص ولا دیة لکنه یحبس ویعزر ایک نے دوسرے کو زہر پلایا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو اگر اسنے اسکی طرف کر دیا تھا کہ اسنے خود کھا لیا اور وہ زہر کو نہ جانتا تھا
سو مر گیا تو زہر دینے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ محبوس ہوگا اور اسکو تعزیر دیجاویگی ولو اوجره اسم اجبارا اجب الدیة علی عاقلته اور اگر زہر اسکے
حلق میں زبردستی ڈال دیا اور وہ مر گیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے برادری کاروں پر وان دفعه له فی شربة فشربه فمات منه فکالاول لانه شربه باختیاره
الا ان الدفع خدعه فلا یلزم الا التعزیر والاستغفار وهبانیه اور اگر اسکو زہر شربت کے اندر ملا کر دیا سو اسنے پیا اور مر گیا اسکے پینے سے سو اسکا حکم اول صورت کے مانند
یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے کہ اول اور ثالث دونوں صورتوں میں مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا نہ جبر سے مگر یہ کہ اسطرح دینا دغا اور فریب ہے تو کچھ لازم نہیں
مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیه وان قتله بمر ... ... اور اگر
مقتول کو قتل کیا ہے اور ... تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اسکو ... کی بار ... لگی یا اسکی ... لگی اور اسنے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات کے قصاص
لیا جاویگا جیسا کہ مصنف نے مجتبی سے نقل کیا ہے شارح نے کہا کہ مر ... ہتھیار ہے جس سے ... کا کام کیا جاتا ہے یعنی ... اور غیرہ ہم اور اگر ... کے دستہ چوبی سے

قتل کرے تو قاتل پر دیت ہو نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کہ بیدالہ یا پتھر تو تلوار کے مانند ہو جیسا بیان ہو چکا ہے صاحبین رح کے نزدیک اور کوڑے کے مانند ہے امام رح کے نزدیک کذا فی الظہیریہ
عن الاتقانی والا صح ان ما فعلہ بنظیرہ ولم یجرح لا یقتص فی روایۃ الطحاوی وظاہر الروایۃ انہ یقتص بلا جرح فی حدید ونحاس وذہب ونحوہا وعزاہ فی الدرر
لقاضی خان لکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لوجوب القود وعلیہ جری ابن الکمال اور اگر بھاوڑہ باڑہ کی طرف سے
اسکے نہیں لگایا بلکہ اسکو اسکی پیٹھ کی طرف سے قتل کیا اور اسکے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاویگا طحاوی کی روایت میں امام رح سے اور ظاہر الروایۃ
امام رح سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے لوہے اور تانبے اور سونے اور مانند انکے جو لوہے کا ہم جنس ہو اور اس قول کو درر میں قاضی خان کی
طرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے شرح تنویر میں خلاصہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جراحت کا اعتبار کرنا اصح تر قول ہے امام رح کے نزدیک وجوب قصاص کے واسطے اور اسی طرف
ابن کمال بھی چلا ہے وفی المجتبی ضرب ابیہ فی عمدہ فخرق السیف الغمد وقتلہ فلا قود وفیہ عند ابی حنیفۃ اور مجتبی میں ہے کہ اس تلوار سے مارا جو اپنے میان کے اندر ہے
سو تلوار نے میان کو پھاڑ ڈالا اور اسکو قتل کیا تو اس میں قصاص نہیں ہے قاتل پر امام رح کے نزدیک لیکن قاتل پر دیت ہے جیسی نے لواتبی سے نقل کیا کہ قصاص
اس واسطے نہیں کہ قاتل نے زخم کرنے والے ہتھیار سے اسکو نہیں مارا کذا فی التحفۃ والتخریج خلافا لہما والشافعی جیسے گلا دبا کر مارنے اور ڈبو دینے میں قصاص نہیں ہے
بخلاف صاحبین اور شافعی کے کیونکہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہو جس سے غالبا نہیں مرتا اور نجات ممکن ہو تیر کر نکل جانے سے غالبا
اور وہ مر گیا تو یہ شبہ عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اس طرح کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے اور وجہ یہ کہ اسکے ہاتھ پاؤں بندھے نہیں ہیں اور وہ خوب تیراک ہو تو یہ بھی شبہ
عمد ہے اور اگر اس طرح پانی بکثرت ہو کہ نجات ممکن نہو تو امام رح کے قول پر یہ قتل شبہ عمد ہے اور قصاص نہیں ہے اور صاحبین رح کے قول پر یہ محض عمد ہے اور قصاص واجب ہے
کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط ولو ادخلہ بیتا او حبسہ فیہ حتی مات جوعا لم یقتل ولا تجب الدیۃ اور اگر ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں سو وہ اس میں گرسنگی سے مر گیا تو قاتل
کچھ تاوان لازم نہیں اور صاحبین رح نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضی خان میں محمد رح سے منقول ہے کہ اسپر عقاب بھی کرنا چاہیے ولو دفنہ حیا فمات عن محمد یقاد بہ
بخلاف قتلہ بموالاۃ ضرب السوط کما سیجیء اور اگر ایک شخص کو زندہ دفن کر دیا سو وہ مر گیا محمد رح سے روایت ہے کہ اس سے قصاص لینا چاہیے برخلاف قتل کرنے کے متواتر
کے علی الاتصال کوڑا مار کر سے چنانچہ یہ مسئلہ عنقریب آویگا ظہیریہ میں ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ قاتل کے برادروں پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ وفیہ لو اعتاد الخنق قتل
سیاسۃ ولا تقبل توبتہ لو بعد مسکہ کالساحر اور مجتبی میں ہے کہ اگر گلا دبا کر مارنے کی کسی کو عادت ہو تو اسکو قتل کرنا چاہیے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور
اسکی توبہ مقبول نہیں اگر گرفتاری کے بعد وہ توبہ کرے جیسے جادوگر کی توبہ گرفتار ہونے کے بعد قبول نہیں ہم معلوم ہوا کہ ٹھگوں کا قتل کرنا حاکم کو از راہ سیاست کے
درست ہے کیونکہ انکو پھانسی دے کر مارنے کی عادت ہے یہی انکا پیشہ ہے وفیہ قمط رجلا وطرحہ قدام اسد او سبع فقتلہ فلا قود فیہ ولا دیۃ ولکن یعزر ویحبس الی ان یموت
زاد فی البزازیۃ وعن الامام علیہ الدیۃ اور مجتبی میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسکو شیر یا درندے جانور کے آگے ڈال دیا سو اسنے اسکو قتل کیا تو نہیں قصاص ہے
اور دیت نہیں اور باندھنے والے کو تعزیر دینا ہے اور وہ یہاں تک محبوس رہے کہ مر جاوے یعنی اسکو دائم الحبس کرنا چاہیے اور بزازیہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے اور امام رح سے
ایک روایت یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہے ہم اسی طرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا اور آدمی کو اسنے قتل کیا
خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہوگا تو جابر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو قمط صبیا والقاہ
فی الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلتہ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پاؤں باندھکر دھوپ یا سردی میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو قاتل کے برادروں پر دیت ہے
اور جوان مرد صغیر کے مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریۃ وفی الخانیۃ قمط رجلا والقاہ فی البحر فرسب وغرق کما القاہ فعلی عاقلتہ الدیۃ عند ابی حنیفۃ ولو سبح
ساعۃ ثم غرق فلا دیۃ لانہ غرق بعجزہ وفی الاول غرق بطرحہ فی الماء اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسکو دریا میں ڈال دیا سو وہ تہ نشین
ہو گیا اور ڈوب گیا بمجرد ڈالنے کے تو باندھنے والے اور ڈالنے والے کے برادروں پر دیت ہے امام رح کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تیرا پھر ڈوب گیا تو دیت نہیں

اسواسطے کہ وہ خود با اپنی عاجزی سے اور اول صورت میں اسکے پانی میں گر دینے سے مرا وقطع عنقه وبقي من الحلقوم قليلا وفيه الروح فقتله آخر
فلا قود فيه عليه لانه في حكم الميت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرے میں سے کچھ باقی رہگیا اور اسمین روح ہو سو دوسرے آدمی نے اسکو قتل کیا
تو اس صورت میں قاتل ثانی پر قصاص نہیں اسواسطے کہ وہ مقتول در حکم میت کے ہے ہم تو اگر مقتول مذکور کا بیٹا باپ کی اس حالت نیم جانی میں مرگیا تو مقتول کا
پوتا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخيرة ولو قتله وهو في حالة النزع قتل به الا اذا كان يعلم انه لا يعيش
كذا في الخانية اور اگر ایک نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع میں تھا تو قاتل اسکے بدلے قتل ہوگا مگر جبکہ یہ معلوم ہوجاوے کہ وہ شخص زندہ نہ رہیگا
اس حالت نزع سے قصاص نہیں قاتل پر کذا فی الخانیہ ہم خلاصہ میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع میں ہو تو قاتل قتل کیا جاویگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نہ رہیگا
کذا فی العالمگیریہ تو معلوم ہوا کہ یہاں دو قول نقل طحطاوی نے کیا کہ میں نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی درصورت عدم توقع زندگی کے بھی
قتل ہوگا لیکن مترجم نے جو خانیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا واللہ اعلم اغلب کہ خلاف نسخ باعث ہوا اس اختلاف کا وفي البزازية شق بطنه وابانه بعده
وقطع آخر عنقه ان توهم بقاء حياته قتل قاطع العنق والا قتل الشاق وعزر القاطع اور بزازیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ اوپر سے پھاڑا
اور دوسرے نے اسکی گردن کاٹی اگر اسکا زندہ باقی رہنا متوہم ہو پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جاوے اور اگر اسکی زندگی خیال میں نہ آوے
تو پیٹ پھاڑنے والا قتل کیا جاوے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاوے ہم قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمداً ہوا اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ
پھاڑنے والے پر ثلث دیت ہے اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی درصورت عمد کے ہے اور خطا میں
دیت واجب ہے کما فی عالمگیریہ ومن جرح رجلا عمدا فصار ذا فراش ومات يقتص الا اذا وجد بالقطيعة تخلل البرء والبرء اور جسنے ایک مرد کو عمداً زخمی کیا
سو زخمی صاحب فراش ہوگیا یعنی بستر پر سے چنگا ہو کر نہ اٹھا اور مرگیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جائے جو زخم کو قطع کرے
جیسے زخمی کی گردن کا کاٹنا اور زخم سے چنگا ہو جانا یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب جارح پر قصاص نہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی افاقہ پاکر چلنے پھرنے لگا
مرگیا تو جارح پر قصاص نہوگا وقدمنا انه لو عفا المجروح او الاولياء قبل موته صح استحسانا اور اس سے پہلے ہمنے یہ ذکر کیا کہ اگر مجروح نے یا اسکے وارثوں نے
مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کردیا تو یہ عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہے وان مات شخص بفعل نفسه وزيد واسد وحية ضمن زيد ثلث الدية في ماله ان كان القتل
عمدا والا فعلى عاقلته اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دیگا تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا
قتل عمداً ہوا اور اگر عمداً نہو تو اسکے برادروں پر دیت ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اسکے سر میں زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے
بھی اسکو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیریہ عن الكافي لان فعل الاسد والحية جنس واحد لانه هدر في الدارين وفعل زيد معتبر في الدارين وفعل نفسه هدر في الدنيا
لا العقبى حتى ياثم بالاجماع فصارت ثلثة اجناس زید پر ثلث دیت اسواسطے واجب ہوئی کہ شیر اور سانپ کا فعل ایک جنس ہے اسواسطے کہ وہ باطل ہے اسپر کوئی چیز
واجب نہیں دنیا اور آخرت میں اور زید کا فعل دونوں جہان میں معتبر ہے اور اسکی ذات کا فعل باطل ہے دنیا میں نہ آخرت میں یہانتک کہ وہ گنہگار ہوگا بالاتفاق تو
جنایت تین جنس ہوگئی یعنی پھر جب تین فعل سے دو فعل غیر معتبر ہوے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب ہوئی ومفاده ان يعتبر في المقتول التكليف
ليصير فعله جنسا آخر غير فعل الاسد والحية وان لا يزيد على الثلث لو تعدد قاتله لان فعل الكل جنس واحد ابن کمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہے
کہ مقتول میں تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہو تاکہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اسواسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اسکا بھی
فعل باطل ٹھہریگا دارین میں شیر اور سانپ کے مانند تو اس صورت میں زید پر نصف دیت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اور یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ثلث سے زیادتی نہوگی اگرچہ مقتول
مذکور کے قاتل چند آدمی ہوں اسلیے کہ سب بنی آدم کا فعل جنس واحد ہے یعنی باطل نہیں دارین میں معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال وبحث فيه من شرح سيدنا على المسكين

یعنی فی الحال کما نص علیہ ابن الکمال حیث غیر عبارۃ الوقایۃ فقال ویجب دفع من شہر سیفا علی المسلمین ولو بقتلہ ان لم یمکن دفع ضررہ الا بہ صرح
فی الکفایۃ ای لانہ من باب دفع الصائل صرح بہ القہستانی وغیرہ و بالی نا بولہ اور جسنے تلوار مسلمانوں سے نکالی مسلمانوں پر اسکا قتل واجب ہے یعنی فی الحال
یا تو نفذ اسکا قتل واجب ہے چنانچہ ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے کیونکہ اُسنے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدل ڈالی ہے سو یون کہا ہے کہ واجب ہے دفع کرنا
اُس شخص کا جسنے تلوار نکالی مسلمین پر اگرچہ دفع اسکا اُسکے مار ڈالنے سے ہو اگر اسکا دفع ممکن نہو بدون قتل کے تصریح کی ہے اس قید کی کفایہ شرح ہدایہ مین
یعنی اسواسطے کہ دفع شاہر دفع صائل کی قسم سے ہے یعنی حملہ کرنے والے کی دفع کے مانند ہے تصریح کی ہے اسکی قہستانی وغیرہ نے اور آگے آویگا وہ کلام جو اسکی تائید کریگا
مر ابن کمال کے کلام سے قتل فی الحال بطریق اشارہ کے نکلتا ہے تصریح اسکی نہین ہے سواسطے کہ دفع مین توقف نہین تو شارح کو یون کہنا بہتر تھا کما اشار الیہ ابن الکمال کذا فی
الطحطاوی ولا شیء بقتلہ بخلاف جمل الصائل اور تلوار نکالنے والے کے قتل مین کچھ نہین ہے اسکے قاتل پر نہ قصاص نہ دیت نہ تعزیر بخلاف جمل صائل کے قتل کے یعنی اگر اونٹ کسی
پر حملہ کرے اور وہ اسکو مار ڈالے تو ہر چند اسکے قتل مین گناہ نہین لیکن اسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا ولا یقتل من شہر سلاحا علی رجل لیلا او نہارا
فی مصر او غیرہ او شہر علیہ عصا لیلا فی مصر او نہارا فی غیرہ فقتلہ المشہور علیہ اور کچھ نہین اسکے مار ڈالنے سے جسنے ہتھیار نکالا اور اٹھایا آدمی
مرد پر رات مین یا دن مین خواہ شہر کے اندر ہو یا سوا اسکے جنگل مین یا اسپر لاٹھی اٹھائی رات کو شہر مین یا لاٹھی اٹھائی دن کو شہر سوا جنگل وغیرہ مین سو اسکو مار ڈالا اُسنے جسپر
ہتھیار یا لاٹھی اٹھائی ہم نے [illegible] کیا سالانہ سکے ہوا کہ دوران جماعت مسلمین تلوار کھینچنے والا درمیان ایک [illegible] ہتھیار کھینچنے والے کے قتل مین کچھ نہین خواہ رات ہو یا دن
یا غیر شہر اسواسطے کہ ہتھیار بدن پر نہین ٹھہرتا اندر گھس جاتا ہے اور لاٹھی اٹھانے والے کے قتل مین رات کو شہر مین یا دن کو جنگل مین کچھ نہین اسواسطے کہ اگر چہ لاٹھی بدن مین
گھس نہین جاتی لیکن شہر مین رات کو اور جنگل مین دن کو مظلوم کی فریاد رسی اور مدد نہین ہو سکتی ہان اگر دن کو شہر مین لاٹھی اٹھانے والے کو قتل کریگا تو اسکے بدلے قاتل مارا جاویگا
اسواسطے کہ لاٹھی بدن مین نہین گھستی اور شہر مین دن کو فریاد رسی اور مددگاری منقطع نہین کذا فی صدر الشریعۃ والطحطاوی ملتقطا وان شہر المجنون علی غیرہ سلاحا فقتلہ
المشہور علیہ عمدا تجب الدیۃ فی مالہ اور اگر مجنون نے غیر شخص پر ہتھیار کھینچا سو اس شخص نے مجنون کو عمدا مار ڈالا تو قاتل کے مال مین دیت واجب ہے یعنی قصاص نہین
وکذا الصبی والدابۃ وقال الشافعی لا ضمان فی الکل لانہ لدفع الشر اور مجنون کے مانند صغیر اور جانور حملہ کرنیوالا ہے اور شافعی نے کہا کہ ضمان نہین
سب صورتون مین یعنی مجنون شاہر اور صغیر شاہر اور حیوان حملہ کنندہ کے قتل مین اسواسطے کہ یہ قتل دفع شر کے واسطے ہے ہم اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مجنون اور صغیر اور حیوان کا فعل
معصیت بحرمت نہین تو بغاوت نہ ثابت ہوئی تو اُنکے خون کی عصمت ساقط نہوگی خیار صحیح کے نہونے کے سبب سے لہذا اگر مجنون یا صغیر کسی کو قتل کرے تو قصاص نہین
یا جانور کسی کا کچھ نقصان کرے تو اسپر تاوان نہین پھر جب انکا خون معصوم ہوا مباح نہ ٹھہرا تو قصاص واجب ہوتا لیکن قصاص واجب نہوا وجود مبیح کے سبب سے یعنی دفع
شر نے انکا خون مباح کر دیا پھر جب قصاص دفع شر کی علت سے ساقط ہوا تو خونبہا واجب ہوا کذا فی الزیلعی ولو ضربہ الشاہر فانصرف وکف عنہ علی وجہ لا یرید
ضربہ ثانیا فقتلہ الآخر ای المشہور علیہ وغیرہ کذا اتبعہ ابن الکمال تبعا للکافی والکفایۃ قتل القاتل لانہ بالانصراف عادت عصمتہ قلت فتحرر انہ مادام شاہرا السیف لہ
ضربہ الا فلا فلیحفظ اور اگر ایک شخص کو تلوار کھینچنے والے نے مارا پھر ہٹا اور اوسے باز رہا اس طرح پر کہ دوسری بار مارنے کا ارادہ نہین رکھتا سو دوسرے نے
اُسکو مار ڈالا یعنی جسپر تلوار کھینچی تھی اُسنے مارا یا اُسکے سوا اور شخص نے قتل کیا اسی طرح کی تعمیم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہوکر تو اُسکا قاتل قتل کیا جاویگا
اسواسطے کہ تلوار کھینچنے والے کے خون کی عصمت پھر ثابت ہوگئی پلٹ جانے کے سبب سے مین کہتا ہون تو یہ امر منقح ہوگیا کہ جب تک وہ برہنہ تلوار کھینچے رہیگا تو اُسکو مار
ڈالنا درست ہے اور نہین تو مارنا درست نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تحریر اور تنقیح ظاہر نہین اسواسطے کہ گاہے انسان برہنہ شمشیر [illegible]
لگا جاتا ہے اور عود کا ارادہ نہین رکھتا یعنی تو مطلقا برہنگی شمشیر کی اباحت ضرب کی دلیل نہین ہو سکتی ومن دخل علیہ غیرہ لیلا فاخرج السرقۃ من بیتہ فتبعہ
رب البیت فقتلہ فلا شیء علیہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام قاتل دون مالک اور جو ایک شخص کے گھر مین غیر شخص رات کو داخل ہو سو چوری کا مال اُسکے گھر سے نکالے

اور صاحب خانہ اسکا پیچھا کرے اور اسکو مار ڈالے تو اسپر کچھ نہیں نہ قصاص نہ دیت نہ گناہ بدلیل حدیث رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ مقاتلہ کر اپنے مال کے پاس
مسلم و نسائی میں مخارق سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے اور میرا مال چھین لیا چاہے فرمایا
کہ نام خدا اسکی تذکیر کر یعنی خدا کے غضب سے اسکو ڈرا اسنے کہا اگر وہ خوف نہ کرے فرمایا اپنے آس پاس کے مسلمانوں سے مدد مانگ اسنے کہا سو اگر میرے گرد
کوئی مسلمان نہو فرمایا کہ حاکم سے داد مانگ وہ بولا اگر حاکم مجھ سے دور ہو فرمایا کہ قاتل دون مالک (یعنی اپنے مال کے آس پاس مقاتلہ کر یہانتک کہ تو شہید آخرت
ہو یا تو اپنا مال بچا لے کذا فی التبیین ویکون القتل لا اذا ترا قصد اخذ ماله ولم تمکن من دفعه الا بالقتل مہدر الشرنبلالیۃ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اسکو قتل کرے مال لینے
پہلے جبکہ وہ اسکے مال کے لینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اسکے ہٹانے پر بدون مار ڈالنے کے قدرت نہو کذا فی المصدر اثم فی الصغری وقصد ماله ان عشرة او اکثر وان
اقل قاتله ولا یقتله اور فتاوی صغری میں ہے کہ اگر سارق اس کے لینے کا قصد کرے اگر مال دس درم یا زیادہ ہو تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اس سے مقاتلہ کرے
لیکن اسکو قتل نکرے [illegible] لیکن شرح الفائق میں آخر باب قطع طریق میں بیان ہے کہ انسان کو اپنے مال پر قتال کرنا درست ہے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہو اور اسکو قتل کرے
[illegible] قتل دون ماله فهو شہید یعنی جو اپنے مال کے بچانے میں مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی الحلبی [illegible] قول امام [illegible]
نعم والا فان المقتول معروفا بالسرقة والشتم [illegible] استحسانا والدية فی ماله لورثة المقتول [illegible] اور قاتل کا یہ قول کیا مقبول ہوگا کہ اسنے اس کا بیرہ کیا تھا یعنی
پھر کیا چوری سے وہ باز نہ ہوا اگر یہ قول گواہی سے ثابت ہو تو ہان قبول ہوگا اور اگر شہادت نہیں تو اگر مقتول چور اور بدکاری میں مشہور ہو تو قاتل سے از راہ استحسان
قصاص لیا جاویگا اور دیت قاتل کے مال میں مقتول کے وارثوں کے واسطے لازم ہوگی کذا فی البزازیۃ ہذا اذا لم یعلم انه [illegible] مالہ وان علم ذلک فقتله
مع ذلک وجب علیه القصاص [illegible] یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص جبھی لازم ہوتا ہے جبکہ صاحب مال کو یہ علم نہو کہ اگر وہ اسپر شور کریگا اور للکاریگا تو
سارق اسکے مال کو ڈال دیگا اور اگر یہ جانتا ہے کہ للکارنے سے مال کو چھوڑ دیگا پھر باوجود اسکے اسکو قتل کریگا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اسکے ناحق قتل کرنے
سبب سے کالمغصوب منه اذا قتل الغاصب فانه یجب القود لقدرته علی دفعه بالاستغاثة بالمسلمین والقاضی منصوب [illegible] کی مانند یعنی جسکا مال چھینا گیا جبکہ وہ
غاصب کو قتل کریگا تو اسپر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ اسکے دفع پر قادر ہے مسلمانوں اور حاکم سے فریاد کرکے اور اگر مسلمان نہیں اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہو
چنانچہ اس زمانے میں ہی تو ظاہر قتل غاصب جائز ہے عموم حدیث مذکور کی دلیل سے کذا فی الخلاصة [illegible] الی الحرم [illegible] قتل فیه خلافا للشافعی وله
[illegible] لکن یمنع عنه الطعام والشراب حتی یخرج [illegible] یعنی جس کا خون مباح ہو مثلا [illegible]
مرتد اور قاتل نے پناہ پکڑی حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نکیا جاویگا اور نہ وہان سے گرفتار کرکے نکالا جاویگا واسطے اسکے کہ کھانا پینا روکا جاویگا یہان تک
کہ وہ گھبرا جاوے کیونکہ بیاس کی مار سے آپ نکلیگا حرم سے تو اس وقت حرم سے باہر قتل کیا جاویگا بخلاف امام شافعی کے یعنی انکے نزدیک حرم کے اندر قتل اسکا جائز ہے
واما فیما دون النفس فیقتص منه فی الحرم اجماعا اور جان کے سوا اطراف میں تو قصاص لیا جاویگا اس سے حرم کے اندر بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ اطراف میں تو مال کا طریقہ سلوک کیا ہے
ولو انشاء القتل فی الحرم قتل فیه اجماعا اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی السراجیۃ ولو قتل فی البیت لا یقتل
ذکرہ المصنف فی الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اسکے اندر قتل نکیا جاویگا مصنف نے کتاب الحج کی شرح میں مذکور کیا ہے قال اقتلنی فقتله بسیف
فلا قصاص وتجب الدية فی الاصح لان الاباحة لا تجری فی النفس وسقط القود لشبهة الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو قتل کر سو اسنے اسکو تلوار
سے قتل کیا تو قصاص نہیں اور دیت واجب ہے قاتل کے مال میں یہی قول صحیح ہے اسواسطے کہ اباحت جان میں جاری نہیں ہوتی اور قصاص ساقط ہوگیا اذن مقتول کے شبہہ
سے [illegible] حقیقت میں اذن مقتول کا صحیح نہیں لیکن شبہہ اباحت کا پیدا ہوگیا اور قصاص میں شبہہ حکم حقیقت کے ہے وکذا لو قال اقتل اخی [illegible] استحسانا کما فی الزیلعی
من الکفایۃ اور اسیطرح قصاص نہیں اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بھائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بدلیل استحسان کے چنانچہ زیلعی میں ہے کفایہ سے نقل کرکے

بشرطیکہ قاتل مقتول ہی کے خون کا وارث ہو وقیدہ بعض الدراقیات لو انہ صغیر القصص اور بزازیہ میں ہے واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا جاویگا
یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہے تو قاتل پر قصاص ہے قہوی نے کہا اور یہی حکم ہے برادر صغیر میں انتہا میں ہے کہ یہ محمول ہے قیاس
کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو دیت ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ بعتک دمی بالف فقتلہ یقتص اور خانیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو کہا
کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک ہزار کو بیچا سو اس نے اسکو قتل کیا تو قصاص لیا جاویگا اس واسطے کہ یہ باطل ہے اور قتل کا اذن نہیں ہے تو یہ قول قہستانی کے قول
کے مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص وفی اقتل ابی علیہ دیۃ لابنہ اور اس قول میں کہ قتل کر میرے باپ کو دیت واجب ہے قاتل پر مقتول کے فرزند کیواسطے
وفی اقطع یدہ فقطع یدہ یقتص اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سو اس نے اسکا ہاتھ کاٹا قصاص لیا جاویگا قاطع سے وفی شج ابنی فشجہ لاشئ علیہ
فان مات فعلیہ الدیۃ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اس نے اسکا سر پھوڑا تو اس پر کچھ نہیں پھر اگر وہ مر گیا اس سبب سے تو اس پر خونبہا ہے
وقیل لا تجب الدیۃ ایضا وصححہ رکن الاسلام کما فی العمادیۃ واستظہرہ الطرسوسی لکن ردہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہ ہے کہ اپنی ذات کے
اذن قتل پر دیت بھی قصاص کے مانند واجب نہیں اور اس قول کو رکن الاسلام نے صحیح کہا ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے اور طرسوسی نے بھی اسی کی
تائید کی ہے لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہے ہم شرح وہبانیہ میں ہے کہ لائق یہ ہے کہ قول اول یعنی سقوط قصاص اور وجوب دیت صحیح ہو اس واسطے کہ
عصمت دم موجود ہے اور قصاص گو ساقط ہو گیا ہے شبہہ اذن سے اور شبہہ وجوب مال کا مانع نہیں ہے ولو قال اقتل عبدی او اقطع یدہ ففعل فلا ضمان
علیہ اجماعا چنانچہ اگر مولی نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اسکا ہاتھ کاٹ سو اس نے اسکو قتل کیا اور اسکا ہاتھ کاٹا تو اس پر تاوان نہیں بالاتفاق ہم اس واسطے کہ غلام مال
کی جنس ہے اور مال میں اباحت جاری ہے لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار ہیں کذا فی الحموی کقولہ اقطع یدی او رجلی وان سری لنفسہ لان الاطراف
کالاموال فصح الامر چنانچہ اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا ہاتھ یا میرا پاؤں کاٹ ڈال اگرچہ قطع اسکی جان تک پہنچ جاوے اور وہ مر جاوے اس واسطے کہ اطراف
اموال کے مانند ہیں تو امر کرنا انمیں صحیح ہوگا مسرایت الی النفس اور موت نہ بزازیہ میں ہے ومنح انتہا میں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجیے تو مثل قہستانی کے اسمیں بھی
خلاف مذکور جاری ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قال اقطعہ علی ان تعطینی ہذا الثوب او ہذہ الدراہم فقطع یجب ارش الید لا القود وبطل الصلح بزازیہ اور اگر کہا کہ
ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجھکو یہ کپڑا یا درہم دے سو اس نے قطع کیا تو ہاتھ کا خونبہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطائے ثوب یا دراہم باطل ہوگی کذا
فی البزازیہ فروع مسائل متفرقہ شارح کے ہبۃ القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانہ لا یجری فیہ التملیک قصاص کا ہبہ کرنا اور شخص کو سوائے قاتل کے جائز نہیں اس واسطے کہ
اسمیں تملیک جاری نہیں ہے اور سوائے قاتل کو بھی ہبۃ قصاص بدلیل مذکور جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو الولی عن القاتل افضل من الصلح والصلح افضل
من القصاص وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل اور بہتر ہے مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہے قصاص سے ہم عفو وارث سے قاتل کے برات ہو جاتی ہے دنیا
میں دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے برات نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ وحاشیۃ ابی السعود وکذا عفو المجروح اور یہی حکم ہے عفو مجروح کا یعنی عفو
بہتر ہے صلح سے اور صلح بہتر ہے بدلا لینے سے لا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسہ للقود وہبانیہ صحیح نہیں توبہ قاتل جبتک اپنی جان کو قصاص کیواسطے تسلیم نکرے کذا فی الاشباہ
ہم یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جبتک قصاص کیواسطے اپنی جان حاضر نکرے اور یہ بھی شرط صحت توبہ کی ہے کہ مقتول کے وارثوں کو
خبر دے کہ یہ قصور مجھی سے ہوا ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ غیرہ الامام شرط استیفاء القصاص کالحدود عند الاصولیین وفرق الفقہاء اشباہ امام یعنی حاکم مسلمین
شرط استیفاء قصاص ہے یعنی خون کے بدلا لینے میں حدود کے مانند امام کا ہونا شرط ہے علماء اصول کے نزدیک اور فقیہوں نے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہے کذا فی الاشباہ
یعنی فقہا کے نزدیک استیفاء حدود کے لیے امام شرط ہے قصاص کے لیے شرط نہیں ہے کہ اگر کوئی مقتول ہوا عمدا اور اسکا ایک ہی وارث ہے تو اسکو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہے
قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو سوا اسکے قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور اسکی گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جاوے اور اگر قتل نوع کر چکا تو تعزیر دیا جاویگی

اُسپر تاوان نہیں اور کسی طرح قتل کرے مستوفی قصاص ہوگا کذا فی الدر المنتقی وفیہا فی قاعدۃ الحدود تندرئ بالشبہات القصاص کالحدود والا فی سبع یجوز القضاء بالقود والقصاص
دون الحدود اور اشباہ میں الحدود تندرئ بالشبہات کے قاعدہ میں یہ ہے کہ حدود کی مانند قصاص ہے مگر سات صورتوں میں پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی نسبت پر
قصاص میں درست ہے نہ حدود میں ہم یہ قول اسپر مبنی ہے کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سوائے حدود کے لیکن یہ فتوی اسپر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی نسبت پر
یعنے بدون شہادت کے مطلقاً جائز نہیں کذا فی الحموی شرح الاشباہ القصاص یورث والحد لا قصاص میں میراث جاری ہے اور حد میں نہیں ہم دوسرا قول یہ
ہے کہ قصاص بھی موروث نہیں کذا فی الحموی یصح عفو القصاص لا الحد قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا ہم یہ بعد مرافعہ کے محمول ہے اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا
عفو کرنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ ابی السعود التقادم لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحدود سوی حد القذف مدت کا گذر جانا قتل میں شہادت کا مانع نہیں برخلاف حدود کے
حد قذف کے سوا وثبت باشارۃ الاخرس وکتابتہ بخلاف الحدود اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے کے اشارہ سے اور اُسکے لکھنے سے برخلاف حد کے ہم صورت
اُسکی یہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اُسنے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا یعنی میں نے اسکو تلوار سے مارا ہے تو اسطرح قصاص ثابت ہوگا اور حد
ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی تجوز الشفاعۃ فی القصاص لا الحد سفارش کرنا عفو قصاص میں جائز ہے نہ حد میں السابعۃ لا بد فی القصاص من الدعوی
بخلاف الحد سوی حد القذف انتہی ساتوین صورت یہ ہے کہ قصاص میں دعوی ضرور ہے نہ حد میں مگر حد قذف میں البتہ دعوی ضرور ہے انتہی ما فی الاشباہ
وفی القنیۃ نظر فی باب دار رجل ففقأ الرجل عینہ لا یضمن ان لم یمکنہ تنحیتہ من غیر فقئہا وان امکنہ ضمن اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گھر
میں جھانکتا دروازہ کے اندر سے سو اس مرد نے اسکی آنکہ پھوڑ دی تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں اگر جھانکنے والے کا ہٹانا بدون آنکہ پھوڑنے کے ممکن نہو اور اگر
بدون اسکے وہ ہٹ سکتا ہو تو تاوان اُسپر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکہ پھوڑنے والے پر دونوں صورتوں میں تاوان
نہیں ہم ابو ہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک مرد جھانکے بدون تیرے اذن کے سو تو اُسکی آنکہ پھوڑ دے ڈھیلے سے
مارکر تو کچھ گناہ نہیں اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ آنکہ میں پوری دیت ہے اور یہ عام ہے ناظر خانہ اور غیر ناظر کو اور اسلیئے کہ اگر کوئی بابِ مفتوح سے اندر کرے یا گھر میں گُسکر
کچھ دیکھ لے تو بھی موجب قطع یمین نہیں اور حدیث ابو ہریرہ مبالغہ فی الزجر پر محمول ہے اور اگر حدیث مذکور کو اس ناظر پر محمول کیجیے کہ کسی طرح نظر سے باز نرہے بدون آنکہ
پھوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہوجاے لیکن مسئلہ آیندہ کے منافی ہے کہ وہ مطلق ہے اُسمیں کچھ تفصیل نہیں واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو ادخل راسہ
فرماہ بحجر ففقأہا لا یضمن اجماعاً انما الخلاف فیمن نظر من خارج اور اگر ایک شخص نے اپنا سر اندر کر دیا سو صاحب خانہ نے اُسکو پتھر سے مارا سو اُسکی آنکہ کو پھوڑ
دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر عن کنز الروس باتفاق حنفی اور شافعی کے اختلاف حنفی اور شافعی تو فقط اسصورت میں ہے جبکہ گھر سے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم

باب القود فیما دون النفس

یہ باب ہے ماسوائے جان کے قصاص میں یعنی اطراف انسانی کے بدلا لینے میں ہم قصاص ما دون النفس ثابت ہے کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالی والجروح قصاص
حدیث میں ثابت ہے کہ ایک عورت نے جاریہ انصار کا دانت توڑا تھا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی وہو فی کل ما یمکن فیہ رعایۃ حفظ المماثلۃ
اور وہ یعنی قصاص ما دون النفس ہر ایک ایسے مقام میں جاری ہے جہان حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہے یعنی جہان برابری عضو ظالم اور مظلوم کے نقصان کی ہوسکے وہان بدلا لینا جاری ہے
اور جہان حفظ مماثلت متصور نہیں وہان قصاص نہیں وہان دیت ہے یا کچھ اور چنانچہ معلوم ہوگا ہم پھر جب رعایت مماثلت کی بدلا لینے میں لازم ہوئی تو داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے بدلے کاٹا
جاویگا اور نہ بایان بجاے داہنے کے اور نہ تندرست ہاتھ لنجے ہاتھ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتھ مرد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتھ عورت کے ہاتھ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتھ غلام کے
ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ دوسرے غلام کے ہاتھ کے بدلے اسواسطے کہ غلام کے ہاتھ میں نصف قیمت واجب ہے اور قیمت غلامون
کی مختلف ہوتی ہے اور قصاص نہیں بال میں اور سر کی کھال میں اور رخسار اور پشت اور شکم اور دونوں کے گوشت میں قصاص نہیں اور نہ طمانچہ وغیرہ مارنے میں اور قاطع کے اعضا کا

باب القود فیما دون النفس

قصاص نہوگا الا بالمثل تو انگوٹھا بدلے انگوٹھے کے قطع ہوگا اور سبابہ بدلے سبابہ کے اور وسطیٰ بدلے وسطیٰ کے اور خنصر بدلے خنصر کے اور بنصر بدلے بنصر کے اور اسیطرح دانتوں میں برابری کا واجب ہونا تو پیش کو تو ڑا
جاسے بدلے پیش کے اور داڑھ بدلے داڑھ کے و کذا ہذا القیاس مساوات اعضا واجب ہی انکے منافع اور مرافق کے تفاوت کے سبب سے کذا فی الطحاوی ملخصا و حینئذ
فیقاد قاطع الید من المفصل اور جبکہ رعایت مماثلت ضرور ہوئی تو قصاص لیا جاویگا ہاتھ کاٹنے والے کا جوڑ سے یعنی جسنے دوسرے کا ہاتھ عمداً کاٹ کہنی
کے جوڑ سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہیں سے کاٹا جاویگا فلو انقطع من نصف ساعد او ساق او من قصبۃ انف لم یقتص لامتناع حفظ المماثلۃ وہی الاصل فی جریان
القصاص سو اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کے آدھے بانسے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاویگا بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور یہی برابری
تو اصل ہی قصاص کے جاری کرنے میں تمام مبسوط میں ہی کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اسمیں قصاص ہی اسی موضع میں اور جو قطع کہ جوڑ سے نہو بلکہ ہڈی توڑ کے ہو تو اسمیں ہمارے
نزدیک قصاص نہیں انتہی یعنی واسطے اسکے کہ شاید قاطع کی ہڈی زیادہ کٹجاوے یا اسمیں زیادہ خلل ہوجاوے تو برابری نہ رہی کذا فی الطحاوی یعنی اور قصاص عمداً میں برابری
ہی دان کاٹنے میں ہی وہ اگر ہو سواء کبیرا المقطوع قصاص میں ہی یعنی ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے بسبب اتحاد منفعت کے یعنی ہاتھ
میں چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہیں جراحت راس کے سوا کیونکہ دونوں عضو منفعت میں یکساں ہیں کذا فی الزیلعی و کذا الحکم فی الرجل و المارن و الاذن
اور اسیطرح کا حکم ہی پاؤں میں اور ناک کے نرم بانسے میں اور کان میں ہی مارن نرم گوشت دار ہی ناک میں جیسے کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع میں قصاص ہی اور بعض کے
قطع میں قصاص نہیں اسیطرح اگر پاؤں اور کان جوڑ سے قطع ہو تو قصاص ہی اور نہیں تو قصاص نہیں عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہی کہ نوک ناک کی قطع میں حکومت
عدل ہی قول صحیح میں و کذا عین ضربت فزال ضوءہا وہی قائمۃ غیر منخسفۃ فیجعل علی وجہہ قطن رطب و تقابل بالمرآۃ المحماۃ اور اسیطرح قصاص لیا جاویگا
اس آنکھ کا جسپر چوٹ لگی ہی اسکی روشنی زائل ہوگئی اور ڈھیلا آنکھ قائم ہی بیٹھ نہیں گئی تو قصاص لینے کی صورت یہ ہی کہ ضارب کے منہ پر بھیگی روئی ڈالی جاسے اور
اسکے آنکھ کے مقابل میں گرم کیا آئینہ رکھا جاسے یہ حکم خلافت عثمانی میں علی مرتضیٰ کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام ہوا عبد الرزاق کے مصنف میں حکم بن عتیبہ سے
روایت ہی کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو آنکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ آئے اور فرمایا کہ اسکی آنکھ پر روئی رکھی جاسے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اسکی بینائی منقطع ہوگئی اور آنکھ قائم رہی
کذا فی العینی و لو قلعت لا قصاص لتعذر المماثلۃ اور اگر آنکھ خانہ چشم سے نکالیجاسے تو اسکا قصاص نہیں بسبب متعذر ہونے مساوات کے فی المجتبیٰ فقار امنی و لیسیر
الفاقی ذاہبۃ فقص و ترک علی او المجتبیٰ میں ہی کہ داہنی آنکھ پھوڑی اور پھوڑنے والی کی بائیں آنکھ پھوٹی ہی موجود نہیں تو اس سے بدلا لیا جاویگا اور وہ اندھا
چھوڑا جاویگا و عن الثانی لا قود فی عین الاحول اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ بھینگے کی آنکھ پھوڑنے میں قصاص نہیں مجتبیٰ میں ہی کہ اگر احول کی آنکھ میں خلل
مضر بصارت نہو تو قصاص ہی اور اگر مضر ہو تو حکومت عدل ہی اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقاً قصاص نہیں انتہی تو ظاہر قول اول معتمد ہی اور قول ثانی ضعیف
تو شارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب نہ تھا کذا فی الطحاوی و کذا ہو ایضاً فی کل شجۃ یراعی ان یتحقق فیہا المماثلۃ کموضحۃ اور اسیطرح قصاص کا حکم
ہی ہر ایک اس زخم سر میں بھی جسمیں مماثلت اور مساوات کی رعایت ہوسکتی ہی چنانچہ جراحت موضحہ میں کہ موضحہ وہ جراحت ہی جسمیں سر یا چہرے کی کھال اور گوشت
قطع ہوکر ہڈی کھلجاسے چنانچہ مزید تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی و لا قود فی عظم الا السن ان تفاوتا طولاً و کبراً اور قصاص نہیں ہڈی توڑنے میں
سواے دانت کے یعنی دانت میں قصاص ہی اگرچہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت طول اور ضخامت میں متفاوت ہوں بدلیل گزشتہ یعنی اتحاد منفعت ہم اور
یہ حدیث جو ہدایہ میں مذکور ہی کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہیں غریب ہی لیکن ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن عباس اور شعبی اور حسن بصری سے مروی ہی کہ
لیس فی العظام قصاص یعنی ہڈیوں میں قصاص نہیں اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثنا عظام سے کتاب مذکور میں مروی ہی کذا فی العینی
فتقلع ان قلعت و قیل یبرد الی اللحم موضع اصل السن و یسقط ما سواہ لتعذر المماثلۃ اذ ربما تفسد لہاتہ و بہ اخذ صاحب الکافی قال

قال المصنف وفی المجتبی وبہ یفتی تو ظالم کا دانت اگر مظلوم کا دانت اکھاڑ لیا ہو اور بعضون نے کہا کہ دانت ریتا جاوے سوراخ گوشت تک
یعنی دانت کی جڑ کی مقام تک اور سوا اس کے گوشت کے جسقدر دانت باقی رہے اسکا قصاص لیا جاتا ہے تو مماثلت کے سبب اسلیے کہ دانت کا اکھاڑنا
مین کبھی یا اکثر کو افساد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے شرح مین ایسا کہا ہے اور مجتبی مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے بعض علما
نے کہا کہ بخلاف زیلعی اسیطرح لفظ اہانہ ہے اور مصنف اور شارح اسکا تابع ہو گیا اور حق یہ ہے کہ لفظ اثابۃ ہے یعنی بجائے باے ہوز ثا مثلثہ ہے لشاع مع ابن کمال
یعنی مسوڑھون دانت اکھاڑ ڈالنے کی قصاص مین اکھاڑنا نہ چاہیے بلکہ دانت کا ریتنا سوہن سے چاہیے اسواسطے کہ اکھاڑنے سے مسوڑھون مین اکثر خلل
واقع ہو جاتا ہے کیا بہتر ہوا ان بیانات مین کس طرح جیسے دانت ریتا جاتا ہے یہانتک کہ کاسر اور کسر دونون کے دانت برابر ہو جاوین اگر کسو کا دانت توڑا گیا
ہو تو ریتنا اسوقت ہے جبکہ دانت برابر ٹوٹا ہو ورنہ قصاص نہین ہو جیسا ہے کذا فی الطحاوی عن الظہیریہ وفی المجتبی ولو قلع سن رجل فلم ینبت قیس فی قول ابو یوسف
المصنفۃ لا البالغ اور مجتبی مین ہے کہ قصاص کے واسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاوے پھر اگر دانت نہ اوے تو قصاص لیا جاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ
صغیر کے دانت کیواسطے مدت مقرر کیجاتی ہے نہ بالغ کیواسطے ہم کہتے ہین جب دانت کچھ توڑا گیا تو ایک سال تک انتظار کرنا چاہیے پھر جب سال پورا ہو جاوے اور دانت نہ نکلا
تو اسپر قصاص ہے ورنہ اس سے دیت کا اور ظاہر یہ ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے جینے تک ہونے تک انتظار رچاہیے اور ایک سال کا انتظار ضرور نہین کہ
مجرد کی روایت مین اور صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اگنا نادر ہے کذا فی الطحاوی فلو مات الصبی فی الحول بری پھر اگر صغیر سال کی مدت مین مر گیا
تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو یوسف فیہ حکومۃ عدل اور ابو یوسف نے کہا کہ اسمین حکومت عدل ہے وکذا الخلاف اذا اجل فی تحریکہ فلم یسقط فعند ابی
یوسف یجب حکومۃ عدل الالم ای اجرۃ القالع والطبیب انتہی مختصرا اسیطرح دانت اکھاڑنے کے مانند خلاف ہے جبکہ مدت مقرر کیجاوے دانت کی تحریک مین پھر مدت کے
اندر متحرک دانت ساقط نہوا تو ابو یوسف کے نزدیک درد کا عوض یعنی دانت اکھاڑنے اور طبیب علاج کی اجرت دینا ضارب پر واجب ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے
ہم مجتبی مین ہے کہ جنبے سبب سے دانت متحرک ہو گیا تو ایک سال انتظار کرنا چاہیے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط نہوا تو ضارب پر کچھ نہین اور اگر سال کے اندر اسکی
ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمداً تھی تو قصاص واجب ہے اور اگر خطا کی راہ سے تھی تو دیت واجب ہے کذا فی الطحاوی اور اس مسئلہ مین ابو یوسف کا وہ قول ہے جو
شارح نے مذکور کیا ولو خذ الثنیۃ بالثنیۃ والناب بالناب ولا یوخذ الاعلی بالاسفل ولا الاسفل بالاعلی مجتبی والحاصل انہ لا یوخذ عضو الا بمثلہ اور قصاص
لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور نیش کا نیش کے بدلے اور بدلا نہین لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے اور نہ نیچے کا اوپر کے سے
کذا فی المجتبی اور خلاصہ مقام یہ ہے کہ عضو کا بدلا نہین لیا جاتا مگر اسکی مثل درمانند سے ولا قود عندنا فی طرف رجل وامرأۃ وطرفی حر وعبد وطرفی عبدین لتعذر
المماثلۃ بدلیل اختلاف دیتہم وقیمتہم والاطراف کالاموال اور قصاص نہین ہے ہم حنفیون کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف مین اور آزاد اور غلام کے اطراف مین
اور دو غلامون کے اطراف مین بسبب متعذر ہونے مساوات کے انکی دیت اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہین یعنی جب اطراف انسانی
بمنزلہ مال کے ہوے تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت کی دیت مین اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلامون کی قیمت مین تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر
ٹھہرا قلت ہذا ہو المشہور لکن فی الواقعات لو قطعت امرأۃ ید رجل کان لہ القود لان الناقص یستوفی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر وعبد ولا بین عبدین [illegible]
القہستانی والبرجندی مین کہتا ہون یہ یعنی مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلامون کے اطراف مین قصاص کا نہونا یہی مذہب مشہور ہے لیکن واقعات مین ہے
کہ اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اسواسطے کہ استیفا ناقص کا کامل کی عوض ہو سکتا ہے جب کہ صاحب حق ناقص پر اکتفا کرے اور راضی
ہو جاوے تو اسیطرح کچھ فرق نہین آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلامون کے اندر یعنے جبکہ آزاد غلام سے بدلا لینے پر اور عبد اعلی کا مالک عبد
ادنی سے بدلا لینے پر راضی ہو جاوے اور اس قول کو قہستانی اور برجندی نے ثابت رکھا ہے ہم شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول مشہور [illegible]

(وقول) وطرف المسلم والکافر سیان لتساویہما فی الارش اور اطراف مسلم اور کافر کی برابر ہیں خونبہا کی مساوات کے سبب سے ہم کافر سے ذمی مراد ہے
ذمی اور مستامن کذا فی الطحطاوی وقال الشافعی کل من یقتل بہ یقطع بہ ومن لا فلا اور امام شافعی نے کہا کہ جو شخص قتل کیا جاتا ہے جسکے بدلے اسکا عضو
بھی قطع کیا جاتا ہے اسکے بدلے اور جو قتل نہیں ہوتا اسکا عضو بھی قطع نہیں ہوتا یعنی انکے نزدیک مسلم کا قتل نہیں ذمی کے بدلے تو اسکے عضو کا بھی قطع نہیں اسکے
عضو کے بدلے (ولا قطع ید من نصف ساعد) اور قصاص نہیں ہاتھ کے کاٹنے میں نصف ساعد سے بدلیل گذشتہ یعنی رعایت مساوات نہیں ہو سکتی کمی بیشی کے
احتمال سے (ولا کالقصاص) بعبارت ہو ثابت اور مساوات سے (ولا فی جائفۃ) عیث اور قصاص نہیں ہے جائفہ میں جو جیسا کہ وہ کام جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ تک
پہنچا ہو سینہ کی طرف سے یا پیٹ کی طرف سے تو گردن اور حلق اور ہاتھ اور پاؤں میں جائفہ نہیں ہوتا لیکن فوطوں اور مقعد میں جائفہ ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی
(برئ الجرح) وان سرت فان جاز فان سرایۃ توجب القصاص (الا تقتل البرء او السرایۃ) ابن کمال پھر اگر زخم جائفہ جو ہے اسو اسکا اثر ساری ہو گیا یعنی زخم کے صدمہ سے زخمی مر گیا تو
جان سے قصاص لیا جاویگا اور اگر نہ مرا تو حکومت ہے ... کذا ابن کمال ولسان (وذکر) ولو من اصلہا ای فی شرح وہبانیہ واقرہ المصنف الا
ان یقطع ... قلت ... قاضی خان ... القصاص ... قول الامام ... قال ابو حنیفۃ ان قطع ذکرہ من اصلہ او من الحشفۃ فقطع ... اذ لہ حد
معلوم واقرہ فی الشرنبلالیہ ... اور قصاص نہیں ہے زبان اور ... قطع ... اگر ... دونوں ... قطع ہو گئے ... فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ
اور اسی کو ثابت رکھا ہے ... قطع ... کی ... ہو ... لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص کا
حکم کیا ہے اور ... اسکو امام ... کا قول قرار دیا ہے اور شرنبلالی کی عبارت ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر ذکر جڑ سے قطع ہوا یا حشفہ سے تو قاطع سے قصاص
لیا جاویگا اسواسطے کہ قطع کی حد معلوم ہے اور نہیں ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ ذکر کے
قطع میں حشفہ سے قصاص ہے اور اگر اسکو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہیں ہے اور قطع زبان میں قصاص نہیں ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ قطع ذکر میں قصاص
ہونا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضی خان میں ابو یوسف کا قول مذکور ہے نہ امام کا اور عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے اور ذکر کے قطع میں قصاص نہیں ہے
اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل میں امام محمد کی جسمیں مذکور ہے کہ اسمیں قصاص نہیں اور ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ اسمیں قصاص ہے یہی ظاہر الروایۃ
الروایۃ ہے انتہی واللہ اعلم الا ان تقطع کل الحشفۃ فیقتص وفی بعضہا الا اگر یہ کہ بالکل ساری قطع ہو جاوے تو اسکا قصاص لیا جاویگا اور اگر تمام نہیں بلکہ بعض قطع ہو
تو قصاص نہیں ہم اسواسطے کہ کل حشفہ کی مقاطع معلوم ہے بعض کی ویجیء والقطع بعض اللسان اور قطع بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا ویجب القصاص
فی الشفۃ ان استقصاہا بالقطع لامکان المماثلۃ والا یستقصہا لا قتص جوہرہ اور قصاص واجب ہے ہونٹھ میں اگر قاطع نے قطع کے سبب سے
لب کو نہایت تک پہنچا دیا یعنی جڑ سے کاٹا کچھ باقی نہ رکھا تو قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہ سے ہے اور اگر لب کو جڑ سے نہیں کاٹا تو قصاص نہ لیا جاویگا
کذا فی المجتبی والجوہرۃ قصاص نہ ہوگا عدم مماثلت کے احتمال سے وفی لسان اخرس وصبی لا یتکلم حکومۃ عدل اور گونگے اور صغیر غیر متکلم کے قطع زبان میں
حکومت عدل ہے ہم حکومت عدل کی تفسیر کتاب الدیات میں معلوم ہوگی کہ یعنی یہ اور عیب کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو جتنا ردو بدل قیمتوں میں تفاوت ہو
وہ دیت میں حکومت عدل ہے وان کان القاطع اشل او ناقص الاطراف او کان راس الشاج اکبر من المشجوج خیر المجنی علیہ بین القود واخذ
الارش وعلی ہذا اذ ان ان یا الاطراف التی تفاوتا اذا کان طرف الضارب والقاطع معیبا یخیر المجنی علیہ بین اخذ المعیب والارش کاملا اور اگر
قاطع شل یا ناقص الاطراف ہو یا سر زخمی کرنے والے کا سر بڑا ہو اسکے سر سے جسکے سر کو اسنے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص لینے اور دیت کے
لینے میں وعلی ہذا القیاس والتفاوت اور باقی ان اطراف میں جنکا قصاص لینا واجب ہے جبکہ عضو ضارب اور قاطع کا عیبدار ہو تو مضروب اور
مقطوع عیب دار عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے میں مختار ہے چاہے بدلے میں عضو عیب دار کٹوا دے چاہے پورا خونبہا لے ہم افتیا اسواسطے دیا گیا کہ

ان صورتوں میں ایسا ہے کہا کہ حق متعذر ہے حموی نے ولوالجی سے نقل کیا کہ اسوقت ہے جبکہ قاطع قطع کے وقت لیتا ہوا اور اگر قطع کے وقت اسکا ہاتھ صحیح سالم ہو اور بعد قطع کے لیا ہو جاوے تو مقطوع قصاص سے دیت پاویگا اسواسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھ میں ثابت تھا سو ساقط ہو گیا بقدر رہا کہ ہو جاوے محل کے کذا فی الحموی

قال برہان الدین ہذا لو الشلاء ینتفع بہا فلو لم ینتفع بہا فلو لم یکن محلا للقود فلہ دیۃ کاملۃ بلا اخیار وعلیہ الفتوی شیخ برہان الدین نے کہا یا خیار اس شرط سے ہے کہ شیخ ہاتھ سے نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہیں تو مقطوع کے واسطے پوری دیت متعین ہے بلا اختیار قصاص اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی وفیہ لا لقطع الصحیحۃ بالشلاء اور مجتبی میں ہے کہ صحیح ہاتھ شیخ ہاتھ کے بدلے قطع ہوگا ویسقط القود بموت القاتل لفوات المحل اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مر جانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نہ رہا وبعفو الاولیاء اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ورثہ مقتول کے معاف کر دینے سے وبصلحہم علی مال ولو قلیلا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارثوں کے صلح کر لینے سے مال پر اگرچہ مال کم ہو اسواسطے کہ صلح استعاضت ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے انمیں عوض کی کچھ تعیین نہیں کذا فی الحموی یعنی بقدر جس پر تراضی طرفین ہو دیت کی قدر یا کم و بیش ویجب حالا عند الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دینا واجب ہوگا عدم تعیین مدت کی صورت میں وبصلح احدہم وعفوہ ولمن بقی من الورثۃ حصتہ من الدیۃ فی ثلث سنین علی القاتل ہو الصحیح وقیل فی مالہ فاتہ ملتقی اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے اور معاف کر دینے سے اور جو وارث باقی رہا جسنے صلح اور عفو کچھ نہیں کیا وہ اپنا حصہ پاویگا دیت سے تین سال کی مدت میں اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے بقول صحیح اور بعضوں نے کہا کہ قاتل کے مال میں پر دیت ہے کذا فی الملتقی امر الحر القاتل وسید العبد القاتل رجلا بالصلح عن دمہما علی الف فالف علی الحر والسید الامرین نصفان لانہ مقابل بالقود الواجب علیہما سو تیہ فبدلہ کذلک آزاد قاتل اور غلام قاتل کے مولے نے ایک مرد کو ہزار درم پر صلح کرنے کا اس خون کے بدلے جنمیں آزاد اور غلام دونوں شریک تھے امر کیا سو مرد مامور نے دونوں کے خون مشترک سے صلح کی سو ہزار درم دونوں امر کرنے والوں یعنی آزاد اور مولے پر آدھوں آدھ ہیں یعنی پانسو آزاد پر اور پانسو مولے پر ہونگے اسلیے کہ ہزار درم قصاص کے عوض مقابل ہیں اور قصاص دونوں پر برابر ہے تو قصاص کا بدلا بھی اسی طرح بیان کر دیگے برابر ہوگا ویقتل جمع بمفرد ان جرح کل واحد جرحا مہلکا لان زہوق الروح یتحقق بالمشارکۃ لانہ غیر متجز بخلاف الاطراف کما سیجی اور قتل کیا جاوے جماعت بدلے ایک مقتول کے اگر جماعت میں سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اسلیے کہ روح مقتول کا نکلنا ثابت ہوتا ہے مشارکت سے اور یہ قول ہے جو خروج روح اقسمت پذیر نہیں یعنی تو ایسی چیز کے اشتراک میں ہر واحد مستقل پورا قاتل ٹھہریگا کذا فی الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ الامتنا اور قصاص کا نیا نچہ عنقریب آتا ہے ہم دلیل نقلی قتل جماعت کی موطا کی یہ حدیث ہے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پانچ یا سات مردوں کو قتل کیا اور ایک بچہ کا اور کے بیچ اور فرمایا کہ اگر اہل صنعا اسکے قتل پر اتفاق کرتے اور مدد کرتے تو میں انکو قتل کرتا صنعا شہر ہے یمن کا کذا فی العینی شرح الہدایہ قصاص جاری ہوگا عمد و عبد ولو فی عبد بین متعدد ساتھ ہی مارین اور اگر ضرب علی التعاقب ہوا اور مقتول مر جاوے اور معلوم ہو کہ کسکا زخم کاری تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا ہوسکتا آزاد اور غلام کے اطراف میں پر واقف ہونا متعذر ہے اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہو جاوے اور پیچھے نہیں مگر موت سے پہلے تو اسپر قصاص واجب ہوگا جسکا مال کے ہیں یعنی جب اطراف الثانی کذا فی الطحطاوی والا لا کما فی تصحیح العلامۃ قاسم اور اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہو تو سب پر قصاص نہیں چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح میں ہے کہ قیمت میں تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر ہے مہلک ہو یا بعض کا مہلک ہو نہ باقی کا تو جسکا مہلک ہوگا اسپر قصاص ہے اور باقی لوگوں پر تعزیر کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی انما یقتلون اذا وقع بین حرہ وعبد بلا بین عبد بین القرہ الروح ناما اذا کان لو انثا ہرۃ او سفر بن او معینین بامساک واحد فلا قود علیہم اور مجتبے میں ہے کہ جماعت کے لوگ تو اسی حدی مذہب مشہور ہے لیکن واقعات میں ہے جبکہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جاوے جو روح نکالنے کی لیاقت اور صلاحیت رکھتا ہو جبکہ اہل جماعت تماشائی ہوں یا قاتل کو ورغلاتے یا تو قصص پر اکتفا کرے دو زیدوا حقی مددگار ہوں ایک شخص کو گرفتار کر سکے تو ان لوگوں پر قصاص نہیں اور یہ اسپر خوب سا ہے کذا فی الطحطاوی والا وصلے الا در عبد اعلی کما لاکب عبد

دیا کہ قول اول مشہور ہے مقید ہے ۱۲

الامام عمدا فانہ لا یقتل قودا بل یجب الدیۃ وجنون مسقط القود وقستانی اور بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ جمع کو معروف بلام تعریف کے لاتا اسواسطے کہ اگر ایک شخص
اولیاء قتل کرے کہ ایمین سے ایک باپ یا بیٹا ہے مقتول کا یا کوئی آئین دیوانہ ہی تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی القہستانی ھم یعنے اگر امام عمدا جاری ہوتا تو
ابرار عامہ ہوتا الا بالعفو وقتل فرد بجمع اکتفا بہا للباقین خلافا للشافعی ان حضر ولیہم اور قتل کیا جاتا ہی ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت
مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب اکتفا بیت کرنے قصاص فرد کے باقیون کے واسطے برخلاف شافعی کے ہم امام شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول
مقتول کے واسطے قتل ہوگا اور باقیون کے واسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات انکے فیما بین قسمت ہونگی اور ہمارے
نزدیک ایک قصاص سب کی طرف سے کافی ہی اسواسطے کہ وارث قاتل کا قاتل ہی بوصف کمال از روے قصاص کے اور اسلیے کہ قتل اخراج روح کے واسطے
عالی ہی اور اخراج روح قسمت پذیر نہین تو ہر وارث کی طرف مضاف ہو اعلی وجہ الکمال کذا فی العینی فان حضر ولی واحد قتل لہ وسقط حق البقیۃ کموت القاتل
لفوات المحل کا امر پس اگر ایک وارث حاضر ہوا تو قاتل اسکے واسطے قتل ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک باقی وارثون کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط
ہوتا ہی قصاص قاتل کے مرجانے سے بسبب فوت ہوجانے محل قصاص کے جیسا کہ گذرگیا قطع رجلان ید رجل او رجلہ او قلعا سنہ
باب مادون النفس جو مرد و شخصون یا زیادہ نے ایک مرد کا ہاتھ یا پاؤن کاٹا یا دونون نے اسکا دانت اکھاڑا اور بازندا کے اور کوئی جنایت عمل
میں کیسوا کذا فی الجوہرہ بان اخذا سکینا فامرا ہا علی یدہ حتی انقطعت فلا قصاص علی واحد منہما لانعدام المماثلۃ بانہ یا یوں
طرح پر کاٹا کہ دونون شخصون نے چھری کو پکڑا سو اسکو چلایا اُس مرد کے ہاتھ یا پاؤن پر یہان تک کہ بدن سے جدا ہوگیا تو ہمارے نزدیک قصاص
نہین کسی پر ان دونون سے یا جماعت مین سے بسبب نہونے مماثلت اور مساوات کے کہ ہم ایسے کہ ہر واحد قاطع ہی بعض کا کیونکہ قطع دونون کی قوت وعمل سے حاصل
ہوا اور محل اپنی اتصالیت پذیر ہے تو ہر واحد کی طرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہوئی دو ہاتھ کے قطع مین اور ایک ہاتھ کے قطع مین بخلاف
نفس واحد اسواسطے کہ قتل نفس ہر واحد کی طرف عالی وجہ الکمال مضاف ہی زہوق روح کی عدم قسمت پذیری کے سبب سے کذا فی الہدایہ وشروحہا لان
الاطراف المساواۃ فی المنفعۃ والقیمۃ بخلاف النفس فان الشرط فیہا المساواۃ فی العصمۃ فقط اور کسی پر قصاص نہین اسلیے کہ اطراف کے قصاص مین اسواسطے
کہ اطراف کے قصاص مین مساوات شرط ہی منفعت اور قیمت مین اور وہ یہان حاصل نہین برخلاف قصاص نفس کے کیونکہ نفس کے قصاص مین فقط عصمت میں مساوات
شرط ہی کذا فی الدرر یعنی النفس واحدۃ والنفس عصمۃ سب مین برابر ہین لہذا ایک جان کے بدلے بہت جانون کا قصاص ہوتا ہی وضمنا الدیۃ ونصفا علی
کل منہما بالسویۃ اور دونون قاطع یا سب تاوان مین ہاتھ کی دیت کا تاوان دین اپنے شمار کے برابر وان قطع واحد یمینی رجلین فلہما قطع یمینہ
ودیۃ یدہ بینہما ان حضرا معا اور اگر ایک مرد نے دو مردون کے داہنے ہاتھ کاٹے تو دونون کو اسکا داہنا ہاتھ کاٹنا جائز ہی اور ایک ہاتھ کا خونبہا لینا آپس مین آدھون آدھ
بشرطیکہ دونون شخص ساتھی حاضر ہون وان حضر احدہما وقطع لہ فللاخر علیہ ای علی القاطع نصف الدیۃ لما مران الاطراف کالاموال اور اگر
ان دونون مین سے ایک مرد حاضر ہوا اور اسکے بدلے اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کے واسطے قاطع پر نصف دیت ہی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ
اطراف نفوس کے مانند نہین ہی ہم دیت سے جان کی دیت مراد ہی یعنی ہزار دینار جسکا نصف پانچ سو دینار ہی کذا فی الطحطاوی ولو قضی بالقصاص
بینہما لاحدہما قبل استیفاء الدیۃ فللاخر العفو وعند محمد لہ الارش اگر دونون شخصون کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا سو ایک شخص
نے معاف کردیا دیت کے حاصل ہونے سے پہلے تو دوسرے شخص کو قصاص لینے کا اختیار ہی اور محمد کے نزدیک قصاص نہین خونبہا لینے کا اختیار
عبد اقر بقتل عمد خلافا لزفر اور قصاص لیا جاویگا اس غلام سے جسنے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے کہ انکے نزدیک اقرار غلام سے قصاص
وجوب قصاص کی وجہ یہ ہی کہ ایسی صورت مین غلام غیر متہم ہی اسواسطے کہ اسمین اسکا ضرر ہی تو لوا قر بخلاف الخطا لانہ اقرار علی مولاہ بل یکون

رقبتہ الی ان یعتق کما نقلہ المصنف عن الجوہرہ اور اگر غلام نے قتل خطا یا مال کا اقرار کیا تو اسکا اقرار اسکے مالک پر نافذ نہوگا بلکہ اسکی گردن پر رہیگا
آزاد ہو نے تک یعنی آزاد ہونے کے بعد اسپر دیت دینا لازم ہوگا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہی قال وظاہر کلام الزیلعی ان اقرارہ
بالخطاء اصلاً یعنی لا فی حقہ ولا فی حق سیدہ ونحوہ فی احکام العبید من الاشباہ معللا بانہ موجب الدفع او الفداء واستشکلہ المصنف کما او
زیلعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہی کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہی یعنے نہ غلام کے حق مین صحیح ہی نہ اسکے مالک کے حق مین اور اسی کے مانند
اشباہ کے احکام عبید مین مذکور ہی زیلعی نے ابطال اقرار ثابت کیا ہی یون تعلیل بیان کرکے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہی یا فدیہ دینا انتہی قول المصنف
سو اسمین تامل کہہ شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہ تعلیل زیلعی کی جانب سے ہی نہ اشباہ کی طرف سے اسواسطے کہ اشباہ مین تعلیل ہی مذکور
نہین زیلعی کی پوری تقریر یون ہی کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہی اسواسطے کہ موجب اسکا یا دفع ہی یا فدیہ مالک پر اور غلام پر کچھ واجب نہین تو اقرار مذکور
صحیح نہوگا خواہ غلام محجور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اسواسطے کہ یہ اقرار باب تجارت سے نہین تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی لکن علل القہستانی بانہ اقرار
بالدیۃ علی العاقلۃ انتہی فتدبر اذ قد اجمع العلماء علی العمل بمقتضی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تعقل العواقل عبدا ولا عمدا ولا صلحا ولا اعترافا کے لو
اقر الحر بالقتل خطاء لم یکن اقرارہ اقرارا علی العاقلۃ ای الا ان یصدقوہ وکذا اقر را القہستانی فی المعاقل فافہم لیکن قہستانی شارح نقایہ نے
اسکی تعلیل یون بیان کی ہی کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلہ کا اقرار ہی سو اس کلام مین تدبیر اور غور کرکہ منظور فیہ ہی اسلیے کہ علما نے اجماع کیا ہی
اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرنے کا کہ عمد اقتل و دیت غلام کے قتل نہین ہوتی اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہان تک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہ اقرار عاقلہ یعنی
مددگارون پر نہ ہوگا یعنی اسصورت مین مددگارون پر دیت ہی جبکہ وہ اقرار کی تصدیق کرین اور اسی مضمون کی تقریر کی ہی قہستانی نے کتاب المعاقل مین تو خبر دار
رہیو ہم طحطاوی نے شارح کے اس اعتراض کا جواب دیا ہی جسکو اسکے دریافت کا شوق ہو وہ عبارت طحطاوی کو جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہی ملاحظہ کرے
رمی رجلا عمدا فنفذ السہم الی حر فقتلہما یقتص للاول لانہ عمد وللثانی الدیۃ علی عاقلتہ لانہ خطاء ایک مرد کے عمدا تیر مارا سو اسکے بدن سے پار ہوکر
دوسرے شخص کے جا لگا سو دونون مر گئے تو پہلے مرد کے واسطے قصاص لیا جاویگا اسلیے کہ وہ قتل عمد ہوا اور دوسرے مرد کے واسطے دیت واجب ہوگی قاتل
کے برادرون پر اسلیے کہ وہ قتل خطا ہوا ہم ہر چند یہ فعل واحد ہی لیکن تعدد اثر سے متعدد ہو گیا کذا فی الزیلعی وقعت حیۃ علیہ فدفعہا عن نفسہ فسقطت علی آخر
فدفعہا عن نفسہ فوقعت علی ثالث فلسعتہ ای الثالث فہلک فعلی من الدیۃ سئل ابو حنیفۃ رحمہ اللہ علیہ بحضرۃ جماعۃ فقال لا یضمن الاول لان
الحیۃ لم تضر الثانی وکذالک لا یضمن الثانی والثالث لو کثروا واما الاخیر فان لسعتہ مع سقوطہا فورا من غیر مہلۃ فعلی الدافع الدیۃ لورثۃ
الہالک والا بان سقطت فورا لا یضمن دافعہا علیہ ایضا فاستحسنوہ جمیعا وہذہ من مناقبہ رضی اللہ عنہ صیرفیہ ومجمع الفتاوی سانپ گر پڑا ایک شخص پر
سو اسنے اپنے اوپر سے ہٹا کر پھینکا سو دوسرے شخص پر جا پڑا پھر دوسرے شخص نے اسکو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا سو تیسرے کو
اسنے کاٹا تو وہ مر گیا تو کون شخص پر خونبہا واجب ہوگا اسطرح سوال ہوا تھا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جماعت علما مجتہدین کے روبرو سو امام نے
فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ سانپ نے دوسرے شخص کو ضرر نہین پہنچایا اور اسیطرح دوسرا تیسرا شخص ضمان نہ دیگا اگر تین آدمیون
زیادہ لوگ ہون رہا اخیر شخص سو اسکا یہ حال ہی کہ اگر اسکو سانپ نے گرنے کے ساتھ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر خونبہا جانیوالے
وارثون کیواسطے واجب ہی اور اگر سانپ نے فورا نہین کاٹا بلکہ کچھ ٹھہر کے کاٹا تو ہٹانے والے پر بھی ضمان دیت کا لازم نہین آویگا پھر سب علمون نے ٹھیک جواب دینے کا
اقرار کیا اور یہ مسئلہ بھی منجملہ مناقب امام کے ہی رضی اللہ عنہ کذا فی الصیرفیہ ومجمع الفتاوی ہم فورا کاٹنے سے واقع سبب ٹھہرا موت کا لہذا اسپر خونبہا واجب ہوا اور اگر مہلت
کاٹا تو دافع سبب نہ ہا قال المصنف وبہذا التفصیل اجبت فی حادثۃ الفتوی وہی ان کلبا عقورا وقع علی آخر فالقاہ علی الثانی والثانی علی الثالث

واللہ اعلم [illegible] شرح [illegible] ہے اور قود کے بیان سے جواب دیا تھا اس صورت میں جو فتوی طلب ہوا تھا وہ یہ ہے کہ سنگ گرندہ ایک شخص پر گر پڑا
اور اس نے دوسرے شخص پر ڈالا [illegible] اور اس نے [illegible] دیت لازم ہوگی اگر اسکے فوراً کاٹنے سے مرگیا اور اگر ٹھہر کر کاٹنے سے کاٹا
تو اسپر کچھ نہیں [illegible] مسائل [illegible] الطریق [illegible] الا اذا [illegible] ایک شخص نے سانپ یا بچھو راہ میں
ڈالا سو اسنے ایک آدمی کو کاٹا [illegible] وہ مرگیا تو ڈالنے والے پر دیت لازم ہوگی [illegible] سانپ ڈالنے کی جگہ سے [illegible] پھر اسنے کاٹا تو اسپر کچھ ضمان لازم نہو گا
[illegible] سانپ کا [illegible] سے جواب [illegible] کہ اگر فوراً کاٹیگا تو ضمان ہوگا اور اگر ڈالنے کے بعد ایک ساعت ٹھہر کر کاٹیگا تو ضمان نہیں وضع سیفا فی الطریق
فعثر بہ انسان ومات [illegible] ایک شخص نے تلوار ڈالدی راہ میں سو ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور
مرگیا اور تلوار ٹوٹ گئی [illegible] تلوار کے مالک پر ہے اور تلوار کی قیمت [illegible] لطور [illegible] فانہ [illegible]
[illegible] الا [illegible] الی [illegible] سو اسنے دوسرے کے
[illegible] مرگیا [illegible] مقتول [illegible] لوگوں کو اسکی [illegible] تو قاتل کے مالک پر ضمان
لازم ہوگا [illegible]
واعلم انہ اذا اشترک قاتل [illegible] علیہ القود [illegible] شارک الاب فی قتل ابنہ [illegible] قتل زوجتہ [illegible]
[illegible] وعاقل [illegible] مجنون [illegible] فلا قود [illegible] لا [illegible] القصاص [illegible]
اگر جب [illegible] قاتل [illegible] شخص کے ساتھ جسپر قصاص واجب نہیں [illegible] باپ کا اسکے فرزند کے قتل کرنے میں اور
بیگانہ شریک ہو گیا [illegible] زوج کا [illegible] قاتل عامد [illegible] کے ساتھ اور عاقل
مجنون کے ساتھ اور قاتل بالغ [illegible] کے ساتھ اور [illegible] ان دونوں میں سے ایک پر قصاص نہیں [illegible]
کسی پر قصاص نہیں [illegible] پہلی صورت میں [illegible] باپ سے قصاص ساقط ہوا [illegible] سے بھی ساقط ہوگیا اور دوسری صورت میں زوج سے اور
قصاص ساقط ہوا [illegible] فرزند [illegible] باپ سے قصاص [illegible] واجب ہوا تو [illegible] شریک [illegible] واجب ہوا
[illegible] شرکت میں باپ یا زوج کے ساتھ دیت واجب ہوگی دونوں کے خاص مال میں [illegible] دونوں قاتل عامد ہیں [illegible]
[illegible] نصف دیت [illegible] عاقل پر نصف دیت ہے اور باقی مجنون کے برادروں پر اور بالغ پر نصف
ہے اور باقی [illegible] پر اور [illegible] نصف دیت ہے اور باقی دیت ساقط ہے [illegible] رجلا مع امرأتہ او جاریتہ
فقتلہ حل لہ ذلک [illegible] ہذا ساقط من [illegible] الشرح [illegible] الوہبانیۃ [illegible] باب التعزیر [illegible] جیسے کہ
میں سو ایک مرد کو دیکھا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھ [illegible] تو اسکو قتل کرنا حلال ہے اور اسپر قصاص نہیں [illegible] کہا یہ مسئلہ [illegible]
سے ساقط اور مصنف کی شرح [illegible] شرح وہبانیہ اور [illegible] تحقیق بیان کی ہے تعزیر کے باب میں [illegible] قتل میں [illegible]
[illegible] اسواسطے کہ [illegible] بیان کی ہے کہ قتل [illegible] باب [illegible] نہی عن المنکر کے باب سے ہے اور اسی طرح بزازی نے مطلق
[illegible] کہا کہ [illegible] قتل ہے چنانچہ قاضی خان نے اسکو [illegible] بیان کیا ہے تو شادی صغری کا اطلاق [illegible] کے نہیں ہوا
اسواسطے کہ زنا موجب قتل نہیں [illegible] اور [illegible] یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اسکو قتل کرنا حلال
[illegible] آدمی [illegible] زنا کرتے [illegible] قتل کیا [illegible]

شور کرنے سے زائل نہ ہوگا اور زنا سے باز نہ رہے کذا فی الحاوی فروع مسائل متفرقہ شارح کہ صبی محجور قال له رجل اصعد الشجرۃ فانفض ثمارہا فصعد فوقع فمات فدیتہ
علی عاقلۃ الامر صغیر یا بڑون سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اسنے اسکے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اسکو پانون سے کچلا سو وہ مر گیا
تو اسکا خونبہا امر کرنے والے کے بڑا درون پر ہوگا وکذا لو اعطی صبیا عصی او سلاحا او امرہ بحمل شیٔ او کسر حطب ونحو ذلک بلا اذن ولیہ فمات اور اسی طرح
اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اسکو کسی چیز کے اوٹھانے کا امر کیا یا لکڑی چیرنے کا اور مانند اسکے اور کوئی امر کیا بلا اذن اسکے ولی کے سو وہ لڑکا مر گیا تو دیت
واجب ہوگی جو لینے لاٹھی یا ہتھیار دیا تھا منے کے واسطے اور اسی سبب سے کہ نہ کہا سو اسکے سبب سے وہ مر گیا اس طرح کہ اسکے ہاتھ سے گر کے عضو پر چھوٹ گیا
اور یہ مراد نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اسواسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو یا غیر کو ہلاک کریگا تو دافع پر ضمان نہیں کذا فی الملتقی وعن الثانی انہ
والخلاصۃ ولو اعطاہ السلاح ولم یقل امسکہ فقولان اور اگر اسکو ہتھیار دیا اور یہ نہ کہا کہ اسکو پکڑے رہ تو اسمین دو قول ہین یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب
اور قول مختار یہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ صبی علی حائط صاح به رجل فوقع فمات ان صاح به فقال لا تقع فوقع لا یضمن ولو قال
قع فوقع ضمن یعنی قیل لا یضمن مطلقا جبکہ طفل صغیر ہو دیوار پر ایک مرد نے اسپر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مر گیا اگر یون شور کر کے کہا اس سے کہ خبردار
نہ گرنا سو وہ گر پڑا تو اسپر خونبہا نہیں اور اگر یون چلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خونبہا لازم ہوگا اسی قول پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ مطلق ضمان نہیں کذا فی الخانیۃ

فصل فی الفعلین

فصل فی الفعلین فصل ہے دو فعل کے مسائل مین مثلا قطع ید اور قتل خواہ ایک شخص سے دونون فعل ہون یا دو شخصون سے قطع ید رجل ثم قتلہ اخذ
بالامرین اسے بالقطع والقتل ولو کانا عمدین او کانا خطائین او کانا مختلفین ای احدہما عمدا والاخر خطا تخلل بینہما برء اولا ہاتھ کاٹا ایک مرد کا پھر اسکو
مار ڈالا تو دونون امر یعنے قطع اور قتل دونون فعل مین پکڑا جاویگا یعنی دونون فعل کا بدلا اس سے لیا جاویگا اگرچہ دونون فعل عمد ہون یا دونون خطا
ہون یا دونون مختلف ہون یعنی ایک فعل عمد ہوا اور دوسرا خطا خواہ دونون فعل مین صحت واقع ہوگئی ہو یا نہ واقع ہوئی فیؤخذ بالامرین فی الکل بالاتفاق
الا فی خطائین لم یتخلل بینہما برء فانہما یتداخلان فتجب فیہما دیۃ واحدۃ وان تخلل برء ولم یتداخلا کما علمت تو فاعل ماخوذ ہوگا سب صورتون مذکورہ
مین بدون تداخل کے مگر ان دو خطاؤن مین جنکے درمیان صحت واقع نہین ہوئی اسواسطے کہ وہ دونون فعل خطا کے متداخل ہونگے یعنی ایک فعل دوسرے مین
داخل ہو جاویگا باعتبار اتحاد جزا کے تو دونون مین ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان مین صحت واقع نہ ہوئی تو دونون متداخل نہونگے جیسا کہ
تو معلوم کر چکا ہے متن کے عموم سے فالحاصل ان القطع اما عمد او خطا والقتل کذلک صارا ربعۃ ثم اما ان یکون بینہما برء اولا صارت ثمانیۃ وقد علم حکم کل منہا توضیح حاصل
یہ ہے کہ قطع یا عمد ہے یا خطا ہے اور قتل بھی اسی طرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہ چار قسمین ہوگئین پھر دونون کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہوئی تو آٹھ
قسمین ہوگئین اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہوگیا ہے تو اگر قطع اور قتل دونون عمد ہون اور قطع کے بعد صحت ہوگئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاویگا
پھر قتل کا اور اگر صحت مابین مین حاصل نہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ
قطع تو جزاء قطع قتل کی جزا مین داخل ہوگئی اور اگر قطع اور قتل دونون خطا ہون تو اگر درمیان مین صحت ہوگئی ہو تو قطع اور قتل دونون کی دیت واجب
ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان مین صحت نہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہے اور قتل
خطا ہے خواہ درمیان مین صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو
یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا کذا فی شرح الوقایۃ لکن ضرب رجلا مائۃ سوط فبرأ من تسعین ولم یبق اثرہا ای اثر الجراحۃ
ومات من عشرۃ ففیہ دیۃ واحدۃ لانہ لما برأ من تسعین لم تبق معتبرۃ الا فی حق التعزیر مانند اس شخص کے جسکو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے
اور انکی جراحت کا اثر کچھ باقی نرہا اور وہ مر گیا دس کوڑے کے صدمہ سے تو اسمین ایک ہی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ جب وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے تو انکا مارنا

معتبر باقی نرہا مگر تعزیر سکے حق میں البتہ معتبر ہو وکذا کل جراحۃ اندملت ولم یبق لہا اثر عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف فی مثلہ حکومۃ عدل وعن محمد یجب اجرۃ
الطبیب وثمن الادویۃ در رو صدر الشریعۃ وہدایہ وغیرہا اور اسی طرح ہر جراحت کہ ایسا وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اسکا نشان باقی نرہا ہو امام ابوحنیفہ رح
کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک اسکے مانند میں حکومت عدل ہی اور محمد رح سے روایت ہی کہ طبیب کی اجرت اور دوائیون کا ثمن واجب ہوگا
چنانچہ درر اور صدر الشریعۃ اور ہدایہ وغیرہا مین ہی وتجب حکومۃ عدل مع دیۃ النفس فی ما نبہ سواء حجۃ وبقی اثرہا بالاجماع لبقاء الاثر ووجوب الارش
باعتبار الاثر ہدایہ وغیرہا اور حکومت عدل دیت نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہوگی ان سر کے بالون مین جنہون نے زخمی کر دیا اور اسکا نشان باقی رہگیا یہ حکم اثر کے
باقی رہنے کے سبب سے ہی اور ہر عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہی چنانچہ ہدایہ وغیرہا مین ہی مثلاً کسی نے کسی کو زخم لگایا سو گیا
لیکن اسکا نشان باقی رہا پھر دوسرے نے مارا سے وہ مر گیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی بالاتفاق امام اور صاحبین کے واسطے کہ دیت
اور دیت نفس کی واجب ہوتی ہی اور ہاتھ کی سے اور پاؤن کی پیدا ہوئی ہو نشان کے باقی رہنے سے وفی جواہر الفتاوی رجل جرح رجلا فعجز المجروح
عن الکسب یجب علی الجارح النفقۃ والمداواۃ اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا تو زخمی کمائی سے عاجز ہو گیا تو زخم
لگانے والے پر اسکا نان ونفقہ اور علاج کرنا واجب ہی یعنی تا بقا سے زخم کذا فی الطحاوی وفیہا رجل جاء بعوان الی رجل فضربہ العوان فعجز عن الکسب
فمداواتہ المضروب ونفقتہ علی الذی جاء بالعوان انتہی قال المصنف والظاہر انہ مفرع علی قول محمد رحمہ اللہ قلت وقدمنا عن المجتبی عن ابی یوسف
نحوہ وتمامہ فی الشرح اور اسی جواہر الفتاوی مین ہی کہ ایک مرد ظالم کے ظلم سپاہی کو لایا ایک مرد کے پاس پھر اس ظالم نے اسکو مارا سو وہ عاجز ہو گیا
اپنے کسب اور کام سے تو مضروب کی دوا علاج اور کھانا پینا اسپر واجب ہی جو ظالم کو لایا انتہی یعنی جواہر الفتاوی مصنف نے کہا اور ظاہر یہ قول محمد رحمہ اللہ
کے قول پر متفرع ہی مین کہتا ہون اور مانند اسکے ہم مقدم ذکر کر چکے ابو یوسف سے بسبب مجتبی اور اسکے تمام کی فصل مین اسکو ہم تحقیق بیان کرینگے باب القود
فیما دون النفس کے شروع مین شارح نے مجتبی سے نقل کیا ہی کہ ابو یوسف کے نزدیک ایسا تحریک وزان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہوگی ومن
قطع ای عمدا وخطاء بدلیل ما یاتی وصرح فی البرہان کما فی الشرنبلالیۃ لکن فی القہستانی عن شرح الطحاوی ان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطاء ومن مال الجانی
فی العمد فقد اخطأ اولی وکذا او شج او جرح فعفا عن قطعہ او شجہ او جراحتہ فمات منہ ضمن قاطعہ الدیۃ تمت پھر کا ہاتھ یا پاؤن کا ٹا گیا ہو
تو اسنے اس قطع یا سر کھلنے یا جراحت کو معاف کر دیا پھر بہ بات کرنے والا قطع وغیرہ کے صدمے سے مر گیا تو اسکا قطع کرنے والا اپنے مال مین سے
دیت کا ضامن ہو شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہی خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اس مسئلہ کی تفصیل کے جو اسکے بعد آویگا اور اسی اطلاق کرنے کی تصریح
کی ہی برہان مین چنانچہ شرنبلالیہ مین لیکن قہستانی مین شرح الطحاوی سے یون منقول ہی کہ قطع خطا مین قاطع کی برادری پر دیت ہی نہ قاطع پر اور جسکے کیا ان
کی قاطع پر دیت ہی خطا مین ہوا تھا سے قرر دلالی اور اسی طرح کا حکم ہو اگر اسکا سر کھلا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافا لہما قلنا انہ عفا عن القطع وہو غیر القتل بر خلاف صاحبین
کے یعنی انکے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہی ہم امام کی طرف سے جواب دیتے ہین کہتے ہین کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہی اور قطع کا معاف کرنا
قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہین ہوتا او علمہ ماعفا عن الجنایۃ او عن القطع وما یحدث منہ فہو عفو عن النفس فلا یضمن شیئا اور اگر عفو کر دیا جنایت سے
یا قطع سے اور اس درد سے جو پیدا ہو قطع سے تو وہ معافی ہی نفس سے تو قاطع کچھ ضمان نہ دیگا اس واسطے کہ جنایت کا اسم جنس ہی شامل ہی قتل کو اور اس زخم کو جو
موت تک سرایت کرے یا نکرے اور اس درد کو جو قطع اور جراحت کے بعد حادث ہو صریح ہی عفو نفس تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحاوی وغیرہ
فالخطاء یعتبر من ثلث مال فان حرج من الثلث فیہا والا فالی الی مقدار ثلث الدیۃ کما فی شرح الطحاوی اور اسوقت مین یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب سے ضمان لازم نہو
تو اگر جنایت از راہ خطا ہی تو مقتول کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خونبہا اسکے تہائی کل سے ملا فہو المقصود اور اگر اسکے ثلث مال مین دیت کی گنجائش نہوگی تو

عاقلہ یعنی قاتل کے برادروں پر دیت کی دو تہائیاں واجب ہونگی کذا فی شرح الطحاوی اھ یعنی اگر جنایت خطا ہو اور اسنے جنایت کو عفو کر دی ہو تو یہ دیت کی معافی ہے
تو مقتول کے ثلث مال سے اسکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دیت مال ہے اور مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا
لہذا ثلث مال سے صحیح ہوگی بخلاف قتل عمد کے اسواسطے کہ موجب اسکا قصاص ہے اور قصاص مال نہیں ہے تو اس سے وارثوں کا حق متعلق نہیں ہے تو عفو
عن القصاص تمام مال سے صحیح ہے کذا فی شرح الوقایۃ فمن ظن انہا علی القاطع فقد اخطأ خطأ سوءً یعنی جسنے یہ گمان کیا ہے کہ دیت مقتول کی قاطع پر ہے سو وہ بالیقین
چوک گیا ومفادہ ان عفوہ یصح لا تقییدہ من الثلث ذکرہ القہستانی او اعتبار ثلث مال سے مستفاد ہوتا ہے کہ تندرست آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر نہ ہوگا ایسا ذکر کیا ہے
قہستانی شارح نقایہ نے اھ اسواسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض میں ہوتا ہے سو اگر وہ صحیح ہو اس طرح کہ ہاتھ اسکا از راہ خطا قطع ہوگیا اور وہ شخص
بے بچھونا پڑے صحیح سالم کے مانند چلتا پھرتا رہا اسنے قطع کو عفو کر دیا پھر وہ مرگیا اسکے صدمہ سے دفعتاً تو یہ عفو کل مال میں نافذ ہوگا نہ ثلث میں کذا فی البحر اقول وینبغی
من کل المال حق الورثۃ بالدیۃ لا بالقود لانہ لیس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اسواسطے کہ مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہے
نہ قصاص سے اسواسطے کہ قصاص مال نہیں ہے ... مثل القطع کما وخلافا او سر کا زخم قطع کے مانند ہے حکم میں اور امام ہے اور صاحبین کے خلاف میں
قطعت امراۃ ید رجل عمداً ای او خطاء لما یاتی فلو اطلق کما سبق وکالملتقی وغیرہ کان اولی فتأمل ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا عمداً یعنی یا از راہ خطا
ہاتھ کاٹا یہ اطلاق اس تفصیل کی دلیل سے ہے جو بعد اسکے مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکھتا عمد کی قید نہ لگاتا جیسے مسئلہ سابق میں قطع کو مطلق رکھا تھا اور
جس طرح ملتقی وغیرہ میں مطلق مذکور ہے تو بہتر ہوتا سو اسکو تامل کر یعنی اگر مطلق لکھتا تو تفصیل ہے ... کذا فی الطحاوی فنکحہا المقطوع یدہ علی یدہ ثم مات
فلم یمت من السرایۃ فمہرہا الارش ولو عمداً اجماعاً سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اسنے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کے
دیت کے بدلے نکاح کیا پھر وہ مرگیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خونبہا ہوتا یعنی پانچ ہزار درم اگرچہ قطع عمداً ہو بالاتفاق امام اور
صاحبین کے بسبب عند ابی حنیفۃ مہر مثلہا والدیۃ فی مالہا ان تعمدت امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور ہاتھ کی دیت عورت
کے مال میں واجب ہے اگر اسنے عمداً ہاتھ کاٹا ہو چونکہ قصاص فی الطرف پر نکاح ہوا تھا اور وہ مال نہ تھا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری
تھی کیونکہ مرد اور عورت کے اطراف میں قصاص نہیں ہوتا پھر جبکہ مرد قطع کے صدمہ سے مرگیا تو ظاہر ہوگیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نہ تھی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت
لازم آئی نہ اسکے مددگاروں پر اسواسطے کہ عمد میں فاعل پر ضمان ہوتا ہے نہ اسکے مددگاروں پر وتقع المقاصۃ بین المہر والدیۃ ان تساویا والا ترادا الفضل اور مہر اور دیت
برابر سرابر ہو جاوینگے اگر دونوں مساوی ہوں اور اگر کم و بیش ہوں تو عورت اور مرد زیادہ کو پھیر دینگے یعنی جب مرد پر مہر اور عورت پر اسکی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر
اور دیت مقدار میں برابر ہیں تو باہم مجرا ہو گئے جتنا دینا تھا اتنا لینا معاملہ برابر ہوگیا اور اگر مہر زیادہ ہے تو عورت مرد کے وارثوں سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور
اگر دیت زیادہ ہے تو مرد کے وارث عورت سے اتنا مطالبہ کریں وعلی عاقلتہا ان اخطأت فی قطع یدہ اور عورت کے مددگاروں پر دیت واجب ہے اگر عورت نے
از راہ خطا اسکا ہاتھ کاٹا ہو ولا تقاصص لان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطاء بخلاف العمد فان الدیۃ علیہا والمہر علی الزوج فیتقاصان اور خطا میں مہر اور دیت
باہم مجرا نہونگی اسواسطے کہ دیت تو مددگاروں پر واجب ہوتی ہے خطا میں برخلاف عمد کے اسواسطے کہ عمد میں عورت پر دیت واجب ہے اور زوج پر مہر تو دونوں
باہم مجرا ہوکر برابر سرابر ہو جاوینگے قلت وقال صاحب الدرر ینبغی ان تقع المقاصۃ فی الخطا ایضاً لانہا علیہا دون العاقلۃ علی القول المختار ان الدیۃ لکنہ
لیس علی اطلاقہ بل فی العجم ولعل اطلاقہ لاحالۃ لمحلہ فلیحفظ میں کہتا ہوں اور صاحب درر نے کہا لائق یوں ہے کہ خطا میں بھی مہر اور دیت برابر سرابر ہو جاوینگی
اسواسطے کہ دیت خطا میں عورت پر ہے نہ مددگاروں پر بموجب اس قول کے جو باب دیت میں مختار اور پسندیدہ ہے لیکن یہ قول مختار مطلق نہیں ہے بلکہ عجم کے
گروہ میں منحصر ہے یعنی اسواسطے کہ عجم میں تناصر کا مضمون نہیں جو دیت مددگاروں پر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہے تو اسکے محل پر

تناصر ایک دوسرے کی مدد کرنا ۱۲

ہو اگیا ہی یعنے اخلاق یا قتل ہاتھ کے ... [illegible] ... وان نکحہا علی الید وما یحدث منہا او علی الجنایۃ ثم مات منہ وجب لہا فی العمد

مہر المثل ولا شی علیہا لان ... [illegible] ... عورت سے نکاح کیا قطع ید پر اور اس قتل پر جو پیدا ہو قطع ید سے یا نکاح کیا جنایت

پر ... [illegible] ... عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہیں مرد کے واسطے بسبب راضی ہو جانے مرد کے سقط قصاص

سے ... [illegible] ... قصاص ... کی بیا نہیں کہ اتفاق قصاص اصل سے ساقط ہو گیا ولو خطاء رفع عن العاقلۃ مہر مثلہا والباقی

وصیۃ ... [illegible] ... اور اگر قطع ید ہو خطا ... تو عورت کے مددگاروں سے اسکا مہر مثل ... ہو گیا اور باقی دیت وصیت ہے مددگاروں کے واسطے ... [illegible]

... [illegible] ... اور اگر مہر مثل دیت کے برابر ہو اور مقتول کا کچھ مال نہیں ... دیت کے تو مددگاروں پر کچھ واجب نہیں ... [illegible]

... [illegible] ... مال ... اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہو تو زیادتی ... اور واجب نہیں ہوتا کہ عورت کو مہر مثل ... راضی ہو گئی اور اگر

مہر مثل دیت سے ... [illegible] ... مددگاروں ... کذا فی شرح الوقایۃ فان خرج من الثلث سقط

والا سقط ثلث المال ... اگر ... تہائی مال ... مددگاروں پر ساقط ہو گیا ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا ... جو مہر مثل سے زیادہ ہو

تو اسکو نظر کرنا چاہئے کہ مقتول ... تہائی مال ... مددگاروں پر ساقط ہو گیا کیونکہ وہ وصیت ہے ... [illegible]

... [illegible] ... مددگار ... مقتول سے ... تہائی ... مددگاروں پر ساقط ہوگا اور زیادتی کا ادا کرنا مقتول کے وارثوں

کے واسطے مددگاروں پر واجب ہوگا ... وصیت ... تہائی مال ... کذا فی المنح والظاہر ... ید ... [illegible]

قبل الثانی قتل الثانی ... ابی یوسف ... [illegible] ... کذا فی الکمال ... قول ابی یوسف

قال المصنف ... اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا ... بدلا لیا گیا ... مقطوع اول مر گیا ... تو قاطع ثانی قتل کیا جائیگا ...

بسبب سرایت قطع کے اور ابو یوسف ... روایت ... کہ قتل کا قصاص نہیں ... قطع اول ... قاطع ... قطع ید ... [illegible]

کر دیا ... قطع سے ... ابن کمال کا ... اشکال ... قول ابو یوسف ... شرح ... اشکال مذکور ... کہ اگر قطع ید کو

مقطوع عفو کر دے پھر مر جاوے تو قاطع پر دیت ہی ... قصاص ... کافی ہے کیونکہ وہ ... معتبر کی اور یہاں

معتبر نہ کی الطحاوی نے کہا کہ یہ اشکال متون اور شروح کے ... نہیں ... روایت ... [illegible] ... علی ما قالہ المقدسی

خلافا لہما فانہ ... [illegible] ... الحاکم ... والحجام ... والفصاد ... السلامۃ ... فی الارباء ولو

وہ شخص مر گیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اسکی دیت ... مددگاروں پر ... صاحبین ... کے نزدیک دیت ... [illegible]

یعنی دیت کا واجب ہونا ... مقطوع ... خود ... قصاص ... حاکم ... حاکم اور ... ولا ... [illegible]

فصد ... والا ... [illegible] ... فعل ... السلامۃ ... والاصل ان الواجب لا یتقید بوصف

السلامۃ والمباح یتقید بہا ... [illegible] ... فعل واجب ... وصف سلامت ... فعل مباح ... سلامت ...

مقید ہوتا ہے ... چونکہ حاکم پر قصاص لینا اور حجام ... فعل کرنا واجب ہے ... [illegible]

مباح ... فعل مباح ... باپ ... [illegible] ... فرزند کو ادب ... کے واسطے

یا ان کا یا وصی کا مارنا ... [illegible] ... الاول ... الاب ... [illegible] ... واجب

اور قسم اول سے یعنے منجملہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا ... [illegible] ... واسطے مارنا ...

رہنے کے ساتھ مشروط ہے اسواسطے کہ تادیب مباح ہے اور تعلیم کے واسطے مارنا باپ اور وصی اور معلم کا مشروط بسلامت نہیں اسواسطے کہ تعلیم دین کی واجب ہے
ومحله فی الضرب المعتاد واما غیره فموجب للضمان فی الکل وتمامه فی الاشباه اور عدم ضمان کا محل یہ ضرب ہے جو عادت کے موافق اور عادت کے سوا مارنا تو ضمان کا
موجب ہے سب صورتوں میں اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے ہم پہلے اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہو یا اپنا کیسا اور کوئی ضرب یا اور نحو کے سوا ہیں ضمان
نہیں ہے لڑکا جو بعینہ آلات تناسل پر ضرب واقع ہوا در بغیر تکلف ہے جیسے تو ضمان واجب ہے اسکے نزدیک اس کا خلاف اگرچہ ایک ہی کوڑا یا چھڑی مارے
کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود عن شیخه البکری ولو قطع ولی القتیل ید القاتل ثم عفا عن القتل ضمن القاطع دیة الید لانه استوفی غیر حقه لکن
القیاس للشبهة وقالا لاشیء علیه اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اسکے جنایت قتل کو معاف کردیا تو قطع کرنے والا قاتل کے ہاتھ کا خون بہا
دے اسواسطے کہ وارث نے اپنے حق کا غیر حاصل کرلیا یعنی اسکا حق تو قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلہ نہ لیا جاویگا شبہہ کے سبب سے اور صاحبین
نے کہا کہ وارث پر کچھ لازم نہیں نہ قصاص نہ دیت ولا ضمان فی الصبی اذا مات من ضرب ابیه او وصیه تادیبا او المعلم باذن الاب والوصی لان التادیب
یحصل بالزجر والتعریک وقالا لا یضمن لو معتادا واما غیر المعتاد ففیه الضمان اتفاقا اور جنبیہ کا ضمان نہیں ہے جو مرجاوے اپنے باپ یا وصی کے مارنے سے
تادیب کیواسطے انہیں دونوں پر اکیلے باپ اور وصی پر اسواسطے کہ ادب سکھانا تو جھڑکنے اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہے اور صاحبین نے کہا کہ ضمان
نہیں ہے اگر ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب غیر معتاد میں تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے وکذا المعلم صبیا او عبدا الغیر باذن ابیه ومولاه
لف ونشر مرتب فالضمان علی المعلم اجماعا یعنی معلم کے بارے میں بچہ یا غلام کو بدون اذن اسکے باپ اور مالک کے ضمان ہے معلم پر در صورت
عدم اذن بالاتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے شارح نے کہا قوله ابیه ومولاه میں لف ونشر مرتب ہے وان الضرب باذنهما لا ضمان علی المعلم اجماعا
قیل هذا رجوع من ابی حنیفة الی قولهما اور اگر مارا باپ اور مالک کے اذن سے ہو تو معلم پر بالاتفاق امام اور صاحبین کے ضمان نہیں بعضوں نے کہا کہ یعنی
امام کا یہ قول کہ معلم پر ضمان نہیں باپ کے اذن سے رجوع کرنا ہے امام ابوحنیفہ کا صاحبین کے قول کی طرف اور کفایة المجیب میں مذکور ہے کہ اصح یہ ہے کہ امام
نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے لیکن اسمیں خلل یہ ہے کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب تادیب میں ہے اور یہاں ذکر ہے ضرب تعلیم کا اور تعلیم جو ہے
وہ مقید بسلامت نہیں اور یہاں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا لا یضمن زوج امرأة ضربها تادیبا لان تادیبها للولی کذا اقره المصنف فی شرح المجمع للعینی
وانت خبیر بما فی الاشباه وغیرها کما قدمناه والسیاح ضمان اور ایسا ہی شوہر جس نے اپنی جورو کو مارا تادیب کیواسطے سو وہ مرگئی اسواسطے کہ اسکی تادیب ولی کا حق ہے مصنف
نے یہ قول منسوب کیا ہے عینی کی شرح مجمع کی طرف اور تو خبردار ہے اور یہی قول اشباہ وغیرہ میں بھی مذکور ہے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کرچکے ہیں وفی دیات المجتبی الزوج
والوصی کالاب تفصیلا وخلافا فعلیهم الدیة والکفارة وقیل رجع الامام الی قولهما وتمامه فیها اور مجتبی کے باب الدیات میں ہے کہ شوہر اور وصی باپ کے مانند ہیں تفصیل
اور خلاف امام اور صاحبین میں تو امام کے نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ امام نے رجوع کیا ہے صاحبین کے قول کی
طرف اور اسکا پورا بیان مجتبی میں ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے ضرب امرأة فافضاها فان کانت تستمسک بولها ففیه ثلث الدیة والا فکل الدیة کسی نے
ایک عورت کو مارا اسکے صدمہ سے اسکے بول اور پاخانہ کا مسلک ایک ہوگیا تو اگر اسکا پیشاب تھم سکتا ہو تو تہائی
دیت ہے اور اگر نہ تھم سکتا ہو تو پوری دیت ہے ولو افضی زوجته البالغة فلا شیء علیه وان کان فعلیه المهر والارش الا ان تفضا ولا العقر
کذا فی الحاوی القدسی اور اگر ایک مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اسکا مسلک بول اور پاخانہ کا ایک کردیا ہوگیا تو اگر عورت کی رضامندی سے
اسکا زنا ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونوں پر حد واجب ہے اور اگر عورت پر زبردستی کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہے اور خون بہا
پیشاب کا کذا فی الحاوی القدسی قلع الحجام لحما من عینه فعلیه الدیة اشباه حجام نے ایک شخص کی آنکھ سے گوشت کی

مستحق کا ولی اور وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تھا سواے اسکے کہ اسکی اذن ہو گی تو حجام پر [illegible] کی نصف دیت ہے کذا فی الاشباہ وفی القنیۃ سئل نجم الدین عن صبیۃ سقطت من
سطح فانتفخ راسہا فقال کثیر من الجراحین ان شققتم راسہا تموت وقال واحد منہم ان لم تشقوہ الیوم تموت وانا اشقہ وابرئہا فشقہ فماتت بعد یوم او
یومین هل یضمن فتأمل ملیا ثم قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارج الرسم قیل له فلو قال ان ماتت فانا ضامن هل
یضمن قال لا انتھی قلت [illegible] لم یشترط الضمان لان الشرط [illegible] علی الامین باطل [illegible] انتھی اور قنیہ میں ہے کہ نجم الدین سے سوال ہوا
کہ [illegible] سے لڑکی [illegible] سر ورم کر گیا تو بہت سے جراحوں نے کہا کہ اگر اسکا سر چیرو گے تو وہ مر جاویگی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اسکو
نہ چیرو گے آج تو وہ مر جاویگی اور میں سر کو چیر دونگا اور اسکو اچھا کر دونگا [illegible] اسکا سر چیرا تو وہ مر گئی ایک دن یا دو دن بعد کیا [illegible] ضامن ہوگا یا نہیں [illegible]
[illegible] دیر تک تامل کیا [illegible] کہ نہیں جبکہ چیرنا اذن سے ہوا اور چیرنا عادت کے موافق ہوا اور [illegible] رسم اور عادت سے [illegible] نجم الدین [illegible] کہ اگر
لڑکی مر جاوے تو میں ضامن ہوں [illegible] ضامن ہوگا یا نہیں [illegible] فرمایا نہیں [illegible]
[illegible]

باب الشہادۃ فی القتل

و اعتبار حالۃ القتل [illegible] یہ باب ہے قتل کی گواہی اور حالت قتل کے [illegible] القود [illegible] الورثۃ [illegible] بطریق الخلافۃ [illegible]
[illegible] الورثۃ [illegible] وارثوں کے واسطے ثابت ہوتا ہے [illegible] بطریق خلافت کے [illegible]
[illegible] قصاص کا [illegible] قاتل ہو [illegible]
امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثوں کے واسطے ابتداءً ہوتا ہے بطریق خلافت کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے [illegible]
[illegible] مورث [illegible] وارث [illegible] خلافت [illegible] مراد یہاں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے
شخص کا قائم مقام ہو [illegible] قتل [illegible] مقتول [illegible] قاتل [illegible]
کرنے سے عاجز ہو [illegible] وارث اسکے قائم مقام ہو گئے [illegible] مقتول قتل کا مالک ہوا [illegible] وارثوں کی طرف انتقال کیا کذا فی شرح الوقایۃ
خلاصہ یہ ہے کہ خلافت حقیقی یہاں مراد نہیں اسواسطے کہ [illegible] قصاص کیواسطے [illegible] خلافت مجازی مراد ہے [illegible] وراثت [illegible]
[illegible] کا یہ قول [illegible] ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے [illegible] بطریق وراثت کے
[illegible] اور جو [illegible] اسکے وارث کیواسطے [illegible] قصاص [illegible] الا بطریق الارث [illegible]
صاحبین کے [illegible] ثبوت قصاص کا وارثوں کو بطریق ارث کے ہے [illegible] اس صورت میں [illegible] قصاص [illegible]
فلا یصیر احدہم ای احد الورثۃ خصما عن البقیۃ فی استیفاء القصاص [illegible] اور امام اور صاحبین کے [illegible]
یعنی جب وارثوں کو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہ ہو تو ایک وارث مخاصم نہ ٹھہرایا جائیگا باقی وارثوں کی طرف سے [illegible] قصاص میں بخلاف صاحبین کے
والاصل ان کل ما یملکہ الورثۃ بطریق الوراثۃ فاحدہم خصم عن الباقین وقائم مقام الکل فی الخصومۃ وما یملکہ الورثۃ لا بطریق الوراثۃ لا یصیر احدہم خصما عن الباقین [illegible] قاعدہ کلیہ یہ ہے
کہ جس چیز کے وارث مالک ہیں بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور تمام وارثوں کے قائم مقام ہو [illegible]
کے وارث مالک ہوتے ہیں نہ بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم نہیں ہوتا باقی وارثوں کی جانب سے اور [illegible] قائم مقام نہیں [illegible]
معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے مشترک کسی چیز کا دعوی کیا اور گواہ لایا تو سب وارثوں کا حق ثابت ہو گیا تو باقی وارثوں کو تجدید دعوی کی اور گواہ لانے کی حاجت نہیں

اور اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے متروکہ مین سے دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو وہ دعوی سب وارثون پر ثابت ہو گیا ہر شخص پر دعوی کرنے کی مدعی کو
حاجت نہین ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام حجۃ بقتل ابیہ عمدا مع غیبۃ اخیہ یرید القود لا یقید اجماعا حتی یحضر الغائب لکنہ یحبس لانہ صار متہما ثم مصنف نے قاعدہ مذکورہ
پر تفریع کی بقول خود کہ اگر ایک بھائی نے گواہ قائم کیے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بھائی کی غیبت مین قصاص لینے کے واسطے تو حاکم قصاص نہ لے بالاتفاق
غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس رکھا جاویگا اسواسطے کہ وہ متہم ہو گیا امام کے نزدیک اسواسطے قصاص نہوگا کہ ایک وارث باقی وارثون کا قائم مقام
نہین ہو سکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہین فان حضر الغائب فلیعدہا ثانیا لیقتلا القاتل وقالا لا یعید پھر اگر غائب بھائی
حاضر ہوا تو اعادہ حجت کرے دوسری بار تا دونون بھائی قاتل کو قتل کرین اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نکرے یعنی اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک ورثہ بطریق میراث
کے ہے نہ بطریق خلافت کے وفی القتل الخطاء والدین لا احتیاج الی اعادۃ البینۃ بالاجماع لما مر اور دعوی قتل خطا اور دین مین اعادہ شہادت کی حاجت نہین ہے بالاتفاق
بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مالی ہے اور مال مین ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہے تو ایک وارث باقی وارثون کے قائم مقام ہوگا فلو برہن القاتل
علی عفو الغائب فالحاضر خصم لانقلابہ مالا وسقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب کے عفو کر دینے پر تو وارث حاضر خصم ٹھہریگا اسواسطے کہ قصاص منقلب
بمال ہو گیا اور قصاص ساقط ہو گیا امام حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اسپر حق کا دعوی کیا یعنی درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص مین سے ساقط ہو گیا اور
قصاص منقلب بمال ہو گیا اور یہ ممکن نہین مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کی طرف سے مخاصم ٹھہرا پھر جب اسپر حکم ہو گیا تو غائب پر بھی حکم ہو گیا پھر اگر
غائب آوے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہون یا مر گئے ہون تو نصف دیت اسکا حق ہوگا کذا فی الطحاوی وکذا لو قتل عبدہما عمدا او خطاء والحال ان
السیدین احدہما غائب فہو علی التفصیل السابق اور اسی طرح اگر دو مالکون کے ایک غلام کو عمدا یا خطا قتل کیا اور حالانکہ دونون مالکون مین سے ایک غائب ہے
تو اسکا حکم بموجب تفصیل سابق کے ہے یعنے اگر مالک حاضر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول نہوگی بدون اعادہ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاویگا کہ مالک غائب نے
عفو کر دیا ہے تو مالک حاضر خصم ٹھہریگا اور قصاص ساقط ہو جاویگا ولو اخبر ولیا فہو ولعفو اخیہما ای الثالث فہو ای اخبارہما عفو لا قصاص منہما علیہما اور اگر قصاص
کے دو وارثون نے اپنے تیسرے بھائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو انکا خبر دینا عفو قصاص ہے انکی دونون کی طرف سے انکے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم
اسواسطے کہ ایک وارث کے بھی عفو کرنے سے قصاص قائم نہین رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہین وہی رباعیۃ فالاول ان صدقہما ای المخبرین القاتل والاخ
الشریک فلا شئی لای للشریک علا تصدیقہ ولہما ثلثا الدیۃ اور اس مسئلہ کی چار صورتین ہین سو ایک صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بھائی نے دونون مخبر
وارثون کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت مین سے کچھ حصہ نہین اُسکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونون مخبر بھائیون کے واسطے دیت کی دو تہائیان
ہین ہم اسواسطے کہ دونون کا حصہ مال ہو گیا اخبار عفو سے والثانی ان کذبا ہما فلا شئی للمخبرین وللاخ ثلث الدیۃ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور
تیسرے بھائی نے دونون کی تکذیب کی تو دونون مخبر بھائیون کا کچھ حصہ نہین اور تیسرے بھائی کی تہائی دیت ہے والثالث ان صدقہما القاتل وحدہ فلکل منہم
ثلثہا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونون بھائیون کی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بھائی نے تکذیب کی تو تینون بھائیون کے واسطے تہائی دیت ہے و
الرابع ان صدقہما الاخ فقط فلہ ثلثہا لان اقرارہ ارتد بتکذیب القاتل ایاہ فوجب ثلث الدیۃ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونون بھائیون کی فقط تیسرے
بھائی نے تصدیق کی یعنے اور قاتل نے انکی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت کی ہے اسواسطے کہ اقرار اسکا مردود ہو گیا قاتل کی تکذیب سے یعنی جب قاتل نے
تیسرے مصدق بھائی کی تکذیب کی تو اسکا عفو کرنا ثابت نہوا لہذا ثلث دیت اسکے واسطے واجب ہوئی ہم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ جب تیسرے
بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو اسکا حق قاتل پر تیرا معاف کر دینے کے سبب سے پھر ثلث دیت کیون اسکے واسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اسکا اقرار قاتل کی
تکذیب سے ثابت نہ ہوا اسواسطے مستحق ثلث کا ہوا ولکنہ یصرف ذلک الی المخبرین استحسانا وہو الاصح زیلعی لانہ صار مقرا لہما بما اقر لہ القاتل لیکن ثلث مذکور مخبرون کی طرف پھیرا جاویگا

استحسان کی وجہ سے اور یہی قول اصح ہے کذا فی الایضاح اسواسطے کہ تیسرا بھائی دونون مخبر بھائیون کے واسطے اس مال کا مقر ہوگیا جسکا قاتل نے اقرار کیا ہم یہ بیان ہی وجہ
استحسان کا یعنی جب قاتل نے مخبرین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کے واسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اسواسطے کہ قاتل کے گمان مین جب قصاص ساقط ہوگیا مخبرین کے دعوے
عفو سے تو تیسرے بھائی کا حصہ منقلب بمال ہوگیا پھر جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہ گمان کیا کہ مخبرین کا حصہ منقلب بمال ہوگیا تو اسکا مقر ٹھہرا جسکا
قاتل منکر ہو کذا فی الشرح الوقایہ طحاوی نے کہا نظیر اسکا وہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ میرے اوپر خالد کے سو درم ہین پھر خالد نے کہا کہ وہ درم میرے نہین ہین
بلکہ محمود کے ہین تو یہ مال محمود کے واسطے ثابت ہوگا اسیطرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کے واسطے اقرار کیا وہ دونون مخبر بھائیون کا ٹھہریگا و ان
شہد الشہود انہ ضربہ فلم یزل صاحب فراش حتی مات فعلیہ القصاص لان الثابت بالبینۃ کالثابت معاینۃ ولا یحتاج الشاہد ان یقول انہ مات
من جراحتہ ہدایہ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اسکو زخمی کرنے والی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مرگیا تو زخم لگانے والے
سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہو وہ ایسا ہے مانند ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہو تو اسکی حاجت نہین شاہد کو کہ یون کہے کہ مقتول مرگیا اسکے
زخم سے کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ حکم منصرف ہوتا ہے سبب کی طرف جبتک کہ ہم کو معلوم نہ ہو کہ یہ موت کسی اور سبب سے ہے و ان اختلف شاہدا قتل فی الزمان او فی المکان او فی الالۃ او قال احدہما
قتلہ بعصا و قال الآخر لم ادر بای شیء قتلہ او شہد احدہما علی معاینۃ القتل و الآخر علی اقرار القاتل به بطلت لان القتل لا یتکرر
اور اگر قتل کے دونون گواہون نے اختلاف کیا زمان قتل یا مکان قتل مین یا قتل کے ہتھیار مین مختلف ہون یا ایک شاہد کہے کہ اسکو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ مین نہین جانتا
ہون کہ کس ہتھیار سے مارا یا ایک شاہد معاینہ قتل کی گواہی دے اور دوسرا شاہد قتل قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہ شہادت باطل ہے اسواسطے کہ قتل دوبار نہین ہوسکتا مع قود
ان صورتون مین قاتل پر دیت واجب نہ ہوگی اسواسطے کہ قتل عمد کی دیت مددگارون پر نہین ہوتی و کذا ابطل الشہادۃ لو کمل النصاب فی کل واحد منہما لتیقن الکاذب
بلا ریب احد الفریقین ولا اولویۃ اور اسی طرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شہادتین کی ہر واحد مین پوری ہو اسواسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب
ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق کے واسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہین کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود و لو کمل احد الفریقین دون الآخر قبل الکامل منہما لعدم
المعارض اور اگر ایک فریق مین نصاب شہادت کی پوری ہوگئی نہ دوسری فریق مین تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب یعنی اگر مثلاً زمان قتل مین اختلاف ہوا اور ایک طرف
دو شاہد ہین اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہدون کی گواہی مقبول ہوگی و لو شہدا بالقتل وقالا جہلنا الالۃ تجب الدیۃ فی مالہ فی ثلث سنین لانہ
استحسانا حملا علی الادنی وہو الدیۃ ولکانت فی مالہ لان الاصل فی الفعل العمد اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کسی کے قتل کی اور انہون نے کہا کہ ہمکو قتل کا ہتھیار
معلوم نہین تو قاتل کے مال مین دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کذا فی الشرنبلالیہ بدلیل استحسان کمتر پر محمول کرنے کے سبب سے اور موجبات قتل مین کمتر تو دیت ہی ہے اور یہ
قاتل کے مال مین واجب ہوگی اسواسطے کہ فعل مین فاعل کا عمدا کرنا اصل ہے نہ خطا اور قیاس یہان یہ تھا کہ شہادت مقبول نہو تی بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے مجہول ہونے سے
لیکن بدلیل استحسان اور تامو جب قتل پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت غفلت پر محمول نہ ہوا بلکہ اسپر محمول کیا باعتبار حسن ظن کے کہ انہون نے عقوبت ٹلجانے پر جو شرعاً
مستحب ہے کوشش کی و ان اقر کل واحد منہما ای من الرجلین انہ قتلہ وقال الولی قتلتماہ جمیعا لہ قتلہما علا باقرارہما اور اگر دو مردون مین سے ہر مرد نے
یہ اقرار کیا کہ مین نے اسکو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونون نے اسکو قتل کیا ہے تو وارث کو دونون کا قتل کرنا جائز ہے انکے اقرار پر عمل کرنے کے سبب سے
و لو کان مکان الاقرار و المسئلۃ بحالہا شہادۃ لغت الشہادتان لان التکذیب تفسیق و فسق الشاہد یبطل شہادتہ اما فسق المقر لا یبطل الاقرار
اور اگر مسئلہ سابقہ مین بجاے اقرار کے شہادت ہو تو دونون گواہیان لغو ہو جاوینگی اسواسطے کہ باہم گواہون کی تکذیب فاسق کہنا ہے گواہون کا اور گواہ کا فاسق
ہونا اسکی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن مقر کا فسق اسکے اقرار کو باطل نہین کرتا یعنی اسواسطے مسئلہ سابقہ مین اقرار لغو نہ ٹھہرا و لو قال الولی فی صورۃ الاقرار لاحدہما
صدقت لیس لہ ان یقتل واحدا منہما لان تصدیقہ بالانفراد کل بقتلہ وحدہ اقرار بان الآخر لم یقتلہ بحالۃ فی قولہ قتلتماہ لانہ دعوی

القتل بلا تصدیق فیقتلہما باقرارہما زیلعی اور اگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ میں کہا کہ تم دونوں نے قتل کیا ہے تو وارث کو دونوں مقروں میں سے ایک
مقر کا بھی قتل کرنا جائز نہیں ہے اس واسطے کہ وارث کی تصدیق ہر مقر کے تنہا قتل کرنے کی اقرار ہی اسکا کہ دوسرے نے اسکا قتل نہیں کیا یعنی تو درحقیقت دونوں کا مکذب ٹھہرا
بخلاف اُس قول کے جو وارث نے کہا تھا کہ تم دونوں نے اسکو قتل کیا ہی اس واسطے کہ وہ قول قتل کا دعوی ہی بدون تصدیق کے تو صورت مذکورہ میں وارث دونوں کو قتل کریگا
انکے اقرار کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو اقر رجل بانہ قتلہ وقامت البینۃ علی اٰخر انہ قتلہ وقال الولی قتلتماہ کلاکما کان لہ ای للولی قتل المقر دون
المشہود علیہ لان فیہ تکذیبا لبعض موجبہ کما مر اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا کہ میں نے مقتول کو مارا ہی اور گواہ قائم ہوئے اس پر کہ دوسرے شخص نے اسکو
قتل کیا ہی اور وارث نے کہا کہ مقر اور مشہود علیہ دونوں نے اسکو قتل کیا ہی تو وارث کو مقر کا قتل کرنا جائز ہی نہ مشہود علیہ کا اس واسطے کہ اس میں بعض موجب مشہود بہ کی
تکذیب ہی چنانچہ عنقریب گذر گیا ہم موجب مشہود بہ انفراد ہی یعنی شہادت اس پر قائم ہوئی ہی کہ بجز مقر دوسرے شخص نے اسکو تنہا قتل کیا ہی اور وارث قتل بالاشتراک کا
قائل ہی تو تکذیب شاہدوں کی ہوئی انفراد میں اور تکذیب تفسیق ہی شاہدوں کی اور تفسیق مبطل شہادت ہی ولو قال الولی للاول المقر صدقت انت قتلتہ
وحدک کان لہ قتلہ لتصادقہما علی وجوب القتل علیہ وحدہ اور اگر وارث نے دو اقرار کرنے والوں میں سے ایک اقرار کرنے والے سے کہا کہ تو نے سچ کہا تو ہی نے
اسکو تنہا قتل کیا ہی تو وارث کو اس مقر کا قتل کرنا جائز ہی اس واسطے کہ فقط اسی مقر کو ہی قتل واجب ہونے پر وارث اور مقر دونوں نے اتفاق کیا ہی باہم تصادق
کما لو قال ذلک لاحد المشہود علیہما کان لہ قتلہ لعدم تکذیبہ شہود علیہ وانما کذب الاٰخرین چنانچہ اگر ولی نے اسی طرح دو میں سے ایک مشہود علیہ
سے کہا تو وارث کو اس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہی اس واسطے کہ اسنے مشہود علیہ کے گواہوں کی تکذیب نہیں کی اسنے تو دو گواہوں کی تکذیب کی وکذا الحکم اتحادا
فی کل ما ذکرہ الزیلعی اور اسی طرح یعنی قتل عمد کے مانند قتل خطا کا حکم ہی ہر ایک امر مذکور میں ایسا ذکر کیا ہی زیلعی نے لیکن عمد میں قتل واجب ہوتا اور
خطا میں دیت واجب ہوگی شہدا علی رجل بقتلہ خطاء وحکم بالدیۃ علی العاقلۃ فجاء المشہود بقتلہ حیا ضمن العاقلۃ الولی لقبضہ الدیۃ بلا حق او الشہود
ورجعوا ای الشہود علیہ علی الولی لتملکہم المضمون الذی ضمنوہ اور دو گواہوں نے ایک مرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے
مددگاروں پر حکم ہوگیا پھر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دی گئی تھی زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لیں اسواسطے
کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہوں سے تاوان لیں اور گواہ وارث سے پھیر لیں اس واسطے کہ گواہ اسکے مالک ہوگئے جسکا تاوان دیا یعنی اس مال مضمون کے جو وارث کے پاس
یعنی ہی والشہادۃ علی القتل العمد فی ہذا الحکم کالخطاء فاذا جاء حیا تخیر الورثۃ بین تضمین الولی الدیۃ او الشہود الا فی الرجوع فلا رجوع للشہود علی
الولی لانہم ادعوا القود وہو لیس بمال وقالا یرجعون کالخطاء اور اس حکم میں قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کے مانند ہی پھر جبکہ مقتول مفروض
زندہ آویگا تو قتل عمد کے مشہود علیہ کے وارث مختار ہیں کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لیں یا گواہوں سے تاوان لیں مگر رجوع میں عمد اور خطا
برابر نہیں تو مقتول مفروض کے وارث سے گواہوں کو دیت کا پھیر لینا جائز نہیں اسلیے کہ گواہوں نے وارث کے لیے قصاص لینا واجب کر دیا تھا اور وہ کچھ
قصاص مال نہیں اور صاحبین نے کہا کہ گواہ وارث سے دیت پھیر لینگے قتل خطا کے مانند مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا قصاص اسواسطے کہ
حاکم کے حکم سے شبہہ واقع ہوگیا اور شبہہ قصاص کا مسقط ہی کذا فی الطحاوی ولو شہدا علی اقرارہ ای اقرار القاتل بالخطاء او العمد ثم جاء حیا او شہدا علی
شہادۃ غیرہما فی الخطاء وقضی بالدیۃ علی العاقلۃ ثم جاء حیا لم یضمنا اذ لم یظہر کذبہما فی شہادتہما وضمن الولی الدیۃ فی الصورتین لما قلنا
اذ ظہر انہ اخذہا منہم بغیر حق اور اگر دو گواہوں نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا یا گواہوں نے اور شاہدوں
کی شہادت پر گواہی دی قتل خطا میں اور قاتل کے مددگاروں پر دیت دینے کا حاکم نے حکم دیا یعنی قتل خطا میں اور قصاص کا حکم دیا قتل عمد میں کذا فی الطحاوی پھر وہ شخص
زندہ آیا تو گواہوں پر تاوان نہیں اس واسطے کہ گواہی میں انکا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونوں صورتوں میں قاتل کے مددگاروں کو دیت

ضمان فیہ ہے اسواسطے کہ شکار ہوگیا اسکے زندہ ہونے سے کہ اسکے وارث نے مددگارون سے ناحق خونبہا لیا والمعتبر حالۃ الرمی فی حق الحل والضمان لا الوصول
اور حلال ہونے اور ضمان کی لازم ہونے مین تیراندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی حالت ہم اسواسطے کہ لزوم ضمان فعل کے سبب سے ہوتا ہے یعنی تیر مارنا سوا کہ تیر کا مارنا
ہی تو نقصان کے وقت قصد سے مین ہے نہ تیر کا لگنا کیونکہ تیر چھوٹ جانے کے بعد آدمی کا اصلا اختیار باقی نہین رہتا تو تیرانداز قاتل ٹھہریگا تیراندازی کی حالت فقط کذا فی الطحطاوی
فتجب الدیۃ فی مالہ … بتقدیر المرمی الیہ قبل الوصول وقالا لا شی علیہ اور جبکہ تیراندازی کی حالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہوگی
تیرانداز کے مال مین اور قصاص ساقط ہوگا بسبب شبہہ کے اس شخص کے مرتد ہو جانے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ یہ تیرانداز پر دیت اور قصاص
کچھ لازم نہین ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلا کسی نے خالد کی طرف تیر پھینکا اور تیراندازی کے وقت خالد مسلمان تھا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہوگیا تو امام کے نزدیک
تیرانداز پر اسکی دیت واجب ہوا اسواسطے کہ تیراندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیراندازی کے حال مین وہ مسلمان معصوم الدم تھا اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ تلف واقع ہوا
اس حال مین جبکہ … سے کچھ لازم نہین آتا … الی … بالاجماع اور دیت … ہوگی اسکے مسلمان ہو جانے سے
باتفاق امام اور صاحبین … کی طرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہوگیا تو کچھ دیت واجب نہین ہے اسواسطے کہ تیراندازی کی حالت کا اعتبار
ہے اور … قبل الاصابۃ اور قیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہو جانے سے جبکہ تیر مارنے … الی
وصول کے ہم یعنی تیر مارنے کے وقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہوگیا تیر کے لگنے سے پہلے تو تیرانداز پر غلام کی قیمت دینا واجب ہوگی نہ خونبہا آزاد کا اسواسطے کہ حالت
تیراندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانے کا … والجزاء علی محرم … فحل الاعلی حلال رماہ فاحرم فوصل … واجب ہوا اس محرم پر جسنے
حالت احرام مین شکار کی طرف تیر پھینکا تھا پھر اسنے احرام ترک کیا … اور اسی طرح محرم پر بدلا واجب ہے جسنے شکار کو تیر مارا پھر اسنے احرام باندھا پھر
شکار کو تیر لگا ولا تضمن من رمی مقضیا علیہ برجم فرجع شاہد فوصل اور اس شخص پر ضمان لازم نہین جسنے اس شخص کو تیر مارا جسکے سنگسار کرنے کا
قاضی کا حکم ہوگیا تھا اسکی زناکاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اسکے بعد اسکو تیر لگا ہم ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اسواسطے کہ چار گواہون مین سے
ایک کا بھی رجوع کرنا … کذا فی الطحطاوی وحل صید رماہ مسلم فتمجس فوصل اور حلال ہو وہ شکار جسکو مسلمان نے تیر سے مارا پھر مسلمان مجوسی ہوگیا
پھر اسکے تیر شکار کو لگا لا العکس بان رماہ مجوسی فاسلم فوصل لان المعتبر حالۃ الرمی حلال نہین وہ شکار جسکی طرف مجوسی نے تیر پھینکا پھر مجوسی مسلمان ہوگیا
پھر اسکے تیر شکار کو لگا … اسواسطے کہ تو معلوم کرچکا ہے کہ تیراندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی ہم یہ دلیل ہے تمام مسائل سابقہ کی اخیر یہ مسائل حیرت انگیز ہین طحطاوی
… قطع الحشفۃ باذن ابیہ … کون ختنہ کرنیوالا ہے کہ اگر … کردہ مر جاوے تو
… دیت … اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے … ختنہ کرنیوالا جسنے … قطع کر ڈالی اسکے باپ کی اجازت
… ختنہ کرنے کی اجازت دی … قطع کر ڈالی … الانسان … تجب نصف الدیۃ وبقطع راسہ
عشرہا … فقط ففیہ الغرۃ کون آدمی ہے جسکے کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اسکے سر کاٹنے سے دیت کا بیسوان حصہ
تو جواب دے کہ پیٹ کا وہ بچہ جسکا فقط سر نکلا سو اسکو قطع کیا تو اسمین غرہ ہے یعنی پانسو درہم دیت … اور نصف دیت پانسو دینار
ہے اور اسکا بیسوان … درہم … قطع کرنے مین نصف دیت اسوقت ہے جبکہ بچہ قطع کے بعد مردہ نکلے نہ زندہ کذا فی الطحطاوی …
وثلاثۃ اشیاء … الانسان … اور تین چیزین ہین جنکے تلف کرنے سے پوری دیت اور … پانچ مین … واجب ہین تو جواب …
… کذا فی الاشباہ ہم اسکا بیان کتاب الدیات مین مفصل آویگا واللہ اعلم …

کتاب الدیات

یہ کتاب ہی اقسام دیت کے مسائل مین الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ہو بدل النفس لا اسم للمفعول بالمصدر لانہ من المنقولات الشرعیۃ دیت یعنی خونبہا
اصطلاح شرع مین اُس مال کا نام ہی جو جان کا بدلا ہی اور یہ نہین ہی کہ دیت مصدر ہی بمعنی مفعول ہو اسلئے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہی یعنی اطلاق دیت کا مال
پر حقیقت عرفی ہی فقہا کے نزدیک ہم لغت مین دیت مصدر ہی مانند عدت کے وزن اور تعلیل مین عینی نے کہا کہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہی اور مال کے عوض کا نام قیمت
ہی والارش اسم للواجب فیما دون النفس ارش اس مال کا نام ہی جو سوا جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو اور گاہے نفس کو بھی ارش بولتے ہین لیکن استعمال اکثری یہی ہی جو شارح
نے بیان کی دیۃ شبہ العمد مائۃ من الابل اربعًا من بنت مخاض وبنت لبون وحقۃ الی جذعۃ یا دخال الغایۃ اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیان ہین چار
قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیان اور ۲۵ پوری دو سالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چار سالہ وہی الدیۃ المغلظۃ لا غیر اور یہی دیت مغلظہ ہی سوا
اسکے ہم یعنی اسکے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہین شرنبلالیہ مین ہی کہ اگر اونٹون کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نہ رہتا والدیۃ
فی الخطا اخماسًا منہا ومن ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ ہین پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے ہم یعنی ۲۰ اونٹنیان یکسالہ
اور ۲۰ دو سالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چار سالہ اور ۲۰ اونٹ نر پورے یکسال کے او الف دینار من الذہب او عشرۃ الاف درہم من الورق یا
دیت قتل خطا کی ہزار دینار ہین سونے کے یا دس ہزار درہم ہین چاندی کے ہم قاتل کو اختیار ہی خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درہم لیکن شبہ عمد مین اختیار نہین
وقال الشافعی رح اثنا عشر الفا اور امام شافعی رح نے کہا کہ بارہ ہزار درہم دیت ہی وقالا منہا ومن البقر مائتا بقرۃ ومن الغنم الفا شاۃ ومن الحلل مائتا حلۃ کل حلۃ
ثوبان ازار ورداء ہو المختار اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہی اور بھیڑ و بکری سے دو ہزار
بکریان اور اور رخت پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے مین دو کپڑے تہبند اور چادر یہی قول مختار ہی جوڑے کے اندازے مین اور بعضون نے کہا
کہ ہمارے زمانے مین جوڑا قمیص اور سراویل ہی یعنی کرتا اور پاجامہ برہان مین ہی کہ قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ درہم ہین اور اسی قدر ہر جوڑے کی قیمت ہی اور
ہر بکری کی قیمت ۵ درہم ہی وکفارتہما ای الخطاء وشبہ العمد عتق قن مومن فان عجز عنہ صام شہرین ولاء ولا اطعام فیہما اذ لم یرد بہ النص والمقادیر
توقیفیۃ اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہی پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے در پے روزہ رکھے
اور ان دونون کے کفارہ مین ۶۰ مساکین کا کھانا دینا جائز نہین اسواسطے کہ نص قرآنی اسمین وارد نہین ہی اور مقدرات مذکورہ توقیفی ہین یعنی نص شارع
اندازہ ثابت ہوتا ہی اسمین قیاس مجتہد کو مطلقًا دخل نہین وصح اعتاق رضیع احد ابویہ لانہ مسلم تبعًا لا الجنین اور صحیح ہی آزاد کرنا اُس غلام شیر خوار کا
جسکا باپ یا ماں مسلمان ہی اسواسطے کہ وہ مسلمان ہی باپ یا ماں کا ساتھ دیکر نہ بچہ شکمی یعنی بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ مین صحیح نہین ودیۃ المراۃ علی
النصف من دیۃ الرجل فی دیۃ النفس وما دونہا روی ذلک عن علی رضی اللہ عنہ موقوفًا ومرفوعًا اور عورت کی دیت نصف نصف ہی مرد کی
دیت سے جان کی دیت مین بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت مین بھی یہ مروی ہی علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی ہم روایت موقوف سنن
بیہقی مین ہی عن ابراہیم النخعی عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ قال عقل المراۃ علی النصف من عقل الرجل فی النفس فیما دونہا اور روایت مرفوع بھی بیہقی مین ہی
عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ المراۃ علی النصف من دیۃ الرجل کذا فی شرح الہدایۃ للعینی والذمی والمستامن والمسلم فی الدیۃ
سواء خلافا للشافعی وصحح فی الجوہرۃ انہ لا دیۃ فی المستامن واقرہ فی الشرنبلالیۃ لکن بالتسویۃ جزم فی الاختیار وتحفۃ الزیلعی اور کافر مطیع الاسلام
اور مستامن یعنی جو کافر حربی دار الاسلام مین آوے پناہ لیکر اور مسلمان دیت مین برابر ہین برخلاف شافعی کے اور جوہرہ مین اسکی تصحیح کی ہی کہ مستامن پر دیت
نہین ہی اور شرنبلالیہ مین اسکو ثابت رکھا ہی لیکن اختیار مین ذمی اور مستامن اور مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہی اور اسی قول کو صحیح کہا ہی زیلعی نے فی النفس
خبر المبتدا وہو قولہ الاتی الدیۃ اور جان مین یعنی جان کے قتل خطا مین دیت ہی شارح نے کہا کہ فی النفس اور اسی طرح اسکی جمیع معطوفات خبر ہین آگلی مبتدا کی

فائدہ کلیہ در بیان اعضا

یعنی دیت کی و الالف و مارنہ وارنبتہ وقیل فی ارنبتہ حکومۃ عدل علی الصحیح اور ناک میں اور ناک کے نرم نتھنوں میں اور ناک کی نوک قطع کر ڈالنے میں پوری
دیت ہے اور بعضوں نے کہا کہ سرینی کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے بنا بر قول صحیح کے والذکر والحشفۃ اور آلہ تناسل اور سر ذکر کے قطع کر ڈالنے
میں پوری دیت واجب ہے جس طرح قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت میں حدیث ثابت ہے اور باقی اعضا کا انہیں پر قیاس ہے مبسوط میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان
کے اعضا میں سے اگر عضو مفرد ہے تو اسمیں کامل دیت ہے اور اگر دو عضو ہیں تو دونوں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں نصف دیت ہے اور اگر چار عضو ہیں تو
چاروں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں چوتھائی دیت ہے اور اگر آدمی میں دس عضو ہیں چنانچہ ہاتھ کی دس انگلیاں تو سبکے قطع میں پوری دیت ہے
اور ایک کے قطع سے دسواں حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی العینی والعقل والشم والذوق والسمع والبصر واللسان ان منع النطق وفی لسان الاخرس
حکومۃ عدل جوہرہ وہذا ساقط من نسخ الشرح فتنبہ اور زائل العقل اور سونگھنے اور چکھنے اور دیکھنے میں اور قطع زبان میں دیت ہے بشرطیکہ قطع زبان بولنے
کا مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی شرط سے اشارہ کر دیا کہ گونگے کی زبان قطع کر ڈالنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی الجوہرۃ اور یہ
عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے تو آگاہ رہو ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اعضا کی جنس منفعت علی وجہ الکمال فوت ہو جائے یا آدمی کا حسن و جمال علی وجہ الکمال
زائل ہو جائے تو پوری دیت واجب ہوتی ہے منفعت اور جمال میں کمال کی قید اسلئے لگائی کہ عضو ناقص کے فوت ہونے میں جیسا کہ گونگے کی قطع زبان میں پوری دیت
واجب نہیں اسلئے کہ جنس منفعت اور جمال علی وجہ الکمال فوت نہیں ہوا اور اسیطرح خصی اور نامرد کے قطع آلہ تناسل میں اور شل ہاتھ اور لنگڑے پاؤں کے قطع میں
اور چشم کور اور دندان سیاہ میں نہ قصاص واجب ہے نہ دیت عمدا نہ خطا میں بلکہ اسمیں حکومت عدل ہے ابن ابی شیبہ کے مصنف میں روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے
مرد کے سر میں پتھر مارا زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں تو اسکا سمع اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا تو وہ عورت کے ساتھ قربت نہیں کر سکتا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے
چار دیتوں کا حکم کیا کذا فی العینی او منع اداء اکثر الحروف والا قسمت الدیۃ علی عدد حروف الہجاء الثمانیۃ والعشرین او حروف اللسان الستۃ عشر
تصحیحان فما اصاب الفائت یلزمہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ وغیرہا یا پوری دیت قطع زبان میں اسوقت ہے جبکہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنے کا مانع ہو
اور اگر بعض حروف ادا ہوتے ہوں اور بعض ادا نہ ہوتے ہوں تو دیت کی قسمت ہو گی ابجد کے ۲۸ حروف کے شمار پر یا فقط زبان کے سولہ حروف پر دیت مقسوم ہو گی
اسمیں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے سو جسقدر کہ دیت فوت ہو جانیوالے حروف کو پہونچیگی اسیقدر جانی کو لازم ہو گی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ وغیرہ میں مذکور ہے
ہم منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہے قول اصح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو تو نصف دیت واجب ہے اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو
ثلث یا ربع دیت واجب ہے اور اصل اسمیں یہ ہے کہ علی مرتضی کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کی قدری زبان کاٹ ڈالی تھی سو اس سے حروف پڑھائے گئے جو حرف اس سے
نہ نکل سکے اسکے دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر اور زبان کے خاص سولہ حرف یہ ہیں ت ث ج د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن ی کذا فی الطحطاوی واللحیۃ
حلقت فلم تنبت اور اس داڑھی میں جو مونڈی گئی پھر اسکے بال نہ جمے پوری دیت ہے ہم اسوقت کہ ازالہ ریش سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہے اور عورت
کی داڑھی مونڈنے میں کچھ دیت نہیں اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد ہے ویؤجل سنۃ فان مات فیہا بری اور وجوب دیت میں سال بھر کی مدت مقرر ہوتی ہے پھر اگر وہ شخص سال
بھر میں مر گیا تو مونڈنے والا داڑھی کا بری الذمہ ہو گیا دیت کے دینے سے وفی نصفہا نصف الدیۃ وفیما دونہ حکومۃ عدل کشارب ولحیۃ عبد فی الصحیح اور آدھی داڑھی مونڈنے
میں آدھی دیت ہے اور آدھی سے کم مونڈنے میں حکومت عدل ہے جیسے موچھ میں اور غلام کی داڑھی مونڈنے میں حکومت عدل واجب ہے قول صحیح میں ولا شیء فی لحیۃ کوسج
علی ذقنہ شعرات معدودۃ ولو علی خدہ ایضا ولکنہ غیر متصل فحکومۃ عدل ولو متصلا ففیہ کل الدیۃ اور کچھ لازم نہیں اس کوسے کی داڑھی مونڈنے میں جسکی
ٹھڈی پر گنتی کے چند بال ہیں اور اگر اسکے رخساروں پر بھی بال ہوں ولیکن متصل نہوں تو اسمیں حکومت عدل ہے اور اگر رخسار اور ذقن کے بال متصل ہوں تو پوری
دیت واجب ہے وشعر الراس کذلک ای اذا حلق ولم ینبت کذا روی عن علی رضی اللہ عنہ وعند الشافعی فیہا حکومۃ عدل اور سر کے بالوں کا یہی حکم ہے یعنی جبکہ

سر کے بال پر وہ زبردستی سے کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر نہ جمیں تو پوری دیت واجب ہے یہ حکم مروی ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے نزدیک اسمیں حکومت عدل ہے واعلم انہ لا قصاص فی الشعر مطلقاً ولو مات قبل تمام السنۃ ولم ینبت فلا شئ علیہ للشعر صدر وساعد وساق اور معلوم کر کہ بالون میں مطلقاً قصاص نہیں اگرچہ جنایت عمداً ہوا اور اگر وہ شخص مر گیا سال پورے ہونے سے پہلے اور بال نہ جمیں تو جانی پر کچھ لازم نہیں ہے سوا اسے تعزیر کے کذا فی الطحطاوی جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے میں قصاص نہیں وفی العینین وفی الشفتین وفی الحاجبین وفی الرجلین وفی الاذنین وفی الانثیین اسکے الخصیتین وفی ثدیی المرأۃ وحلمتہما والالیتین اذا استاصلہما والا فحکومۃ عدل اور دونوں آنکھوں اور دونوں ہونٹھوں اور دونوں بھوؤں اور دونوں پاؤں اور دونوں کانوں اور دونوں فوطوں اور عورتوں کی دونوں چھاتیوں اور چھاتیوں کی دونوں گھنڈیوں میں اور دونوں چوتڑوں میں پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ چوتڑوں کو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اسمیں حکومت عدل واجب ہے وکذا فرج المرأۃ من الجانبین الدیۃ وفی ثدی الرجل حکومۃ عدل اور اسی طرح عورت کی شرمگاہ دونوں جانب سے قطع کرنے میں پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے میں حکومت عدل ہے قطع شرمگاہ عورت میں بشرطیکہ استیصال شرمگاہ کہ ہڈی تک پہونچے اور نہیں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفی کل واحد من ہذہ الاشیاء التی ذکرنا نصف الدیۃ اور ان دوہری چیزوں میں سے ایک چیز کے قطع میں نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک ہونٹھ یا ایک بھوں یا ایک پاؤں یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک چوتڑ کے کاٹنے میں نصف دیت ہے وفی اشفار العینین الاربعۃ جمع شفرۃ بضم الشین وقد تفتح والہدب الدیۃ اذا قلعہا ولم تنبت اور آنکھ کے چاروں پلکوں میں کے بالوں میں پوری دیت ہے بشرطیکہ پلکوں کے بال جڑ سے اکھڑیں اور پھر نہ جمیں شارح نے کہا اشفار جمع ہے شفرہ کی بضم شین اور فتحہ بھی اسکا جائز ہے شفرہ عبارت ہے پلک سے یا پلک کے بالوں سے ہم اطلاق شفرہ کا پلک پر حقیقت ہے اور پلک کے بالوں پر مجاز ہے اور دونوں میں سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہے اسلئے کہ پلکوں اور انکے بالوں میں پوری دیت ہے کیونکہ دونوں میں آنکھ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہے وفی احدہا ربعہا اور ایک پلک میں چوتھائی دیت واجب ہے ہم ہر آنکھ میں دو پلک ہیں ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونوں آنکھوں میں چار پلک ہیں ولو قطع الجفون باشفارہا فدیۃ واحدۃ لانہا کشیٔ واحد اور اگر قطع ہوں پلکیں انکے بالوں کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اسواسطے کہ پلک اور انکے بال ایک چیز کے مانند ہیں ہم شارح کو یوں کہنا واضح تر تھا الجفون باشفارہا کذا فی الطحطاوی وفی جفن لا شعر علیہ حکومۃ عدل لکن المعتمد ان فی کل دیۃ کاملۃ جفنا او شعرا اور جس پلک میں جیسے بال نہیں حکومت عدل ہے لیکن معتمد قول یہ ہے کہ ہر ایک میں پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اسکے بال ہم طحطاوی نے کہا غایۃ البیان میں یوں ہے کہ جس پلک میں بال نہیں اسمیں حکومت عدل مجھکو معلوم نہیں کہ سوا اے شارح کے قول معتمد مذکور کو کسی نے بیان کیا ہے اور ایک نسخہ میں بجائے شعرہ کے شفرۃ بالفاء ہے وفی کل اصبع من اصابع الیدین والرجلین عشرہا اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی سو دینار یا ہزار درہم یا دس اونٹ ہم ابوداؤد اور نسائی میں ابوموسیٰ اشعری رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگلیاں برابر ہیں ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں کذا فی العینی وما فیہا مفاصل ففی احدہا ثلث دیۃ الاصبع ونصفہا ای نصف دیۃ الاصبع لو فیہا مفصلان کالابہام اور جس انگلی میں مفاصل اور جوڑ تین ہیں تو ایک مفصل کے قطع میں انگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور انگلی کی نصف دیت ہے اگر انگلی میں دو جوڑ ہیں چنانچہ انگوٹھے میں وفی کل سن یعنی من الرجل اذ دیۃ سن المرأۃ نصف دیۃ الرجل جوہرۃ خمس من الابل او خمسون دینارا او خمسمائۃ درہم اور ہر دانت میں پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد ہے اسواسطے کہ عورت کے دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہے لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر دیۃ لو حرا ونصف عشر قیمتہ لو عبدا دیت مذکور ثابت ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں یعنی اگر آزاد ہے تو اسکی دیت کے دسویں کا

نصف یعنی دیت کا بیسوان حصہ اور اگر غلام ہو تو اسکی قیمت کا بیسوان حصہ ہم دیت اسوقت ہو جبکہ جنایت خطا سے ہو اور اگر عمداً ہو تو اسمین قصاص ہو اور سب
دانت برابر ہین بدلیل اس حدیث مرفوع کے جو بزار نے ابن عباس سے روایت ہو کہ سب دانت برابر ہین کذا فی العینی فان قلت تزید
دیۃ الاسنان کلہا علے دیۃ النفس ثلثۃ اخماسہا قلت نعم ولا باس فیہ لانہ ثابت بالنص علے خلاف القیاس کما فی الغایۃ وغیرہا وفی العنایۃ
ولیس فی البدن ما یجب فیہ اکثر من قدر الدیۃ سوی الاسنان پھر اگر تو کہے کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ٹھہری تو سب دانتون کی دیت
زیادہ ہوتی ہے جان کی دیت سے تین خمس حصے دیت کے مین کہتا ہون کہ ہان زیادہ ہوتی ہے اور اسمین کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ وہ ثابت ہے نص حدیث
سے برخلاف قیاس کے چنانچہ غایۃ البیان وغیرہ مین مذکور ہے اور عنایہ مین ہے اور بدن مین وہ عضو نہین ہے جسکے فوت کر ڈالنے سے دیت نفس سے زیادہ
ہو سوا دانتون کے ہم آدمی کے ۳۲ دانت ہوتے ہین ۲۰ اضراس یعنی داڑھین اور چار انیاب یعنی نیش اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار
ضواحک یعنی وہ دانت کہ ہنسی کے وقت نظر آتے ہین پھر جب ایک دانت مین دیت کا نصف عشر یعنی بیسوان حصہ واجب ہوا تو سب دانتون مین پوری
دیت اور دیت کے تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درہم کذا فی الطحاوی یا ایک سو ساٹھ اونٹ وقد تولد ہنا اذا قلعت اسنانہ ستا وثلثین
ذکرہ القہستانی قلت وحینئذ فالواجب دیۃ وخمسا دیۃ ولو ثمانیۃ وعشرین فدیۃ ونصف او ثلثۃ اثنان اواربعۃ اخماس اور کا ہے ہوتے ہین چار نواجد یعنی دندان خرد جنکو
بعض اہل ہند عقل داڑھ کہتے ہین تو اس حساب سے ۳۶ دانت ہوتے ہین یہ ذکر کیا ہے قہستانی نے مین کہتا ہون اور اسوقت مین کہ سب دانتون مین
ایک دیت واجب ہوا اور دو خمس دیت کے اور کہو سے کے سوا ایک دیت اور نصف دیت ہے یا تین خمس یا چار خمس دیت کے واجب ہین ہم مغربین ہے کو بیچ
لینے کو وسط ہر سب ہے کہ ذقن پر بال ہون نہ رخسار ون پر اور آدمی نے کہا کو بیچ وہ ہے جسکے دانت کم ہون اور یہی منقول ہے امام ابوحنیفہ سے قہستانی مین ہے کہ کو بیچ
کے دانت ۲۸ ہوتے ہین اور یہی شاخت ہو اسکی تو کوسے کے دانتون کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا ظاہر ہے قہستانی مین ہے کہ اگر ۳۲ دانت اکھاڑ
جاوین تو ایک دیت اور تین خمس واجب ہین یعنی سولہ ہزار درہم اور اگر ۳۰ دانت اکھاڑے جاوین تو دیت اور نصف دیت ہے یعنی پندرہ ہزار درہم اور اگر ۲۸ دانت
اکھاڑے جاوین تو دیت اور چار خمس واجب ہین یعنی اٹھارہ ہزار درہم کذا فی الطحاوی وعلمت ان المرأۃ علی النصف فتبصر اور چند بار تو معلوم کر چکا ہے کہ عورت
کی دیت مرد کی نصف ہے تو غور کر اور دیکھ وتجب دیۃ کاملۃ فی کل عضو ذہب نفعہ بضرب ضارب کید شلت وعین ذہب ضوؤہا وصلب انقطع
ماؤہ اور دیت کامل واجب ہے ہر ایک اس عضو مین جسکی منفعت جاتی رہی کسی مارنے والے کے مارنے سے چنانچہ ضرب سے ہاتھ شل ہو گیا یعنی خشک اور بیکار ہو گیا اور
آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور پیٹھ پر ضرب سے پیٹھ کی منی منقطع ہو گئی وکذا لو سلس بولہ اوذہب ولدہ اولبن ثدیہا وقیۃ فالاشبہ علیہ ولو بقی اثر الضرب فحکومۃ
عدل اور اسی طرح پوری دیت واجب ہے اگر ضرب سے پیشاب اسکا جاری ہو گیا بند نہین ہوتا یا اسکو کبڑا کر دیا اور اگر ضرب کے بعد کبڑا زائل ہو گیا تو جانی پر
کچھ نہین اور کبڑا جاتے رہنے کے بعد ضرب کا نشان باقی رہا تو اسمین حکومت عدل ہے وتجب حکومۃ عدل باتلاف عضو ذہب نفعہ ان لم یکن فیہ
جمال کالید الشلاء اور حکومت عدل واجب ہے اس عضو کے تلف کر ڈالنے مین جسکی منفعت فوت ہو چکی تھی ضرب ضارب سے پہلے بشرطیکہ اس
عضو مین جمال اور خوشنمائی نہو چنانچہ سوکھا ہاتھ یعنی نہ اسمین منفعت ہے نہ خوشنمائی تو اسکے قطع مین دیت نہین حکومت عدل ہے وارشہ کاملا ان کان فیہ
جمال کالاذن الشاخصۃ ہو الا ذن الشاخصۃ یا عضو مذکور کی پوری دیت واجب ہے اگر عضو مفقود النفع کے مین جمال اور خوشنمائی ہو چنانچہ گوش تنقی
یعنی اونچا کان قطع کرنے مین ہم طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر کا شخوص ہے شاخصہ سے ماخوذ اور صاحب قاموس نے شخوص یعنی طرش مذکور نہین کیا انتہے
مین کہتا ہون وباللہ التوفیق کہ شاید شارح نے یون کہا ہوگا وہو الاطرش یعنی درحالیکہ اونچے کان والا بہرا ہو سماعت نہین رکھتا اطرش بروزن احمق
گران گوش لغت مین ثابت ہے عجب نہین کہ سہو کاتب سے اطرش کا الف ورواو حالیہ کتابت مین رہ گیا ہو والا ہو الطرش کا محصل مفہوم نہین ہے کیونکہ طرش یعنے گرانی گوش شخوص

یعنی ارتفاع کی لقب نہیں ہو سکتی واللہ اعلم وسیجی یا لاز الصقنہ فاتم فی اواخر ہذا الفصل اور اس فصل یعنی فصل شجاج کے اخیر میں یہ مسئلہ آویگا کہ اگر عضو کو چیکا یا پھر گوشت جم گیا۔

فصل فی الشجاج

یہ فصل ہے شجاج کے مسائل میں شجاج جمع ہے شجہ کی وتختص الشجۃ بہا یکون بالوجہ والراس لغۃ اور لغت میں شجہ مخصوص ہے اس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہے ذقن تک اور تحت ذقن موضع شجہ نہیں اور داڑھی ہا سے نزدیک چہرہ میں داخل ہے کذا فی العالمگیریہ جو ثانی کہا حکم خاص شجہ پر مرتب ہے اور جراحت یعنی مطلق جراحت طرح شجہ نہیں اسواسطے کہ وجہ اور راس اکثر مکشوف رہتے ہیں تو اُنکے زخم میں نہایت عیب اور بدنمائی ہو وما یکون لغیرہما فجراحۃ ای تسمی جراحۃ وفیہا حکومۃ عدل علیٰ وسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہے وہ سمی بجراحت ہے اور اُسمیں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی المجتبی والمسکین وہی اے الشجاج عشرۃ اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دس نام ہیں الحارصۃ بمہملات وہی التی تحرص الجلد ای تخدشہ پہلے زخم کا نام حارصہ ہے بحاء مہملہ و راء مہملہ و صاد مہملہ اور حارصہ وہ زخم ہے جسمیں کھال مخدوش ہو جاوے یعنی چھل جاوے ہندی میں اُسکو کھرونچا کہتے ہیں والدامعۃ بمہملات التی تظہر الدم کالدمع ولا تسیلہ اور دوسرا زخم دامعہ ہے بدال مہملہ وعین مہملہ دامعہ وہ زخم ہے جسمیں آنسو کے مانند خون نمودار ہو جاوے اور خون کو نہ بہاوے والدامیۃ التی تسیلہ اور تیسرا زخم دامیہ ہے جو خون کو بہاوے والباضعۃ التی تبضع الجلد ای تقطعہ اور باضعہ وہ زخم ہے جو کھال کو قطع کر دے والمتلاحمۃ التی تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تصل الی السمحاق ای جلدۃ رقیقۃ بین اللحم وعظم الراس اور سمحاق وہ زخم ہے جو سمحاق تک پہونچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے والموضحۃ التی توضح العظم ای تظہرہ اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دے یعنے جسمیں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھلجاوے والہاشمۃ التی تہشم العظم ای تکسرہ اور ہاشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے والمنقلۃ التی تنقلہ بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کر دے اسکے توڑنے کے بعد یعنے ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کی طرف کر دے کذا فی العینی والآمۃ التی تصل الی ام الدماغ وہی الجلدۃ التی فیہا الدماغ اور دسوان شجہ زخم آمہ ہے جو ام الدماغ تک پہونچ جاوے ام الدماغ اُس کھال کا نام ہے جسکے اندر دماغ ہے یعنے بھیجا وبعدہا الدامغۃ بغین معجمۃ وہی التی تخرج الدماغ ولم یذکرہا محمد للموت بعدہا عادۃ فتکون قتلا لا شجا فحکم بالاستقرار بحسب الآثار لانہا لا تزید علے العشرۃ اور جراحت آمہ کے بعد گیارھوین جراحت دامغہ ہے بغین معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہے جو بھیجے کو نکالدے اور دامغہ کو محمدؒ نے مذکور نہیں کیا اسواسطے کہ اُسکے بعد تو موت ہے باعتبار غالب عادت کے تو دامغہ قتل ٹھہری نہ جراحت تو تفحص آثار سے یہ معلوم ہو گیا کہ شجاج دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتے ویجب فی الموضحۃ نصف عشر الدیۃ ای لو غیر اصلع والا ففیہا حکومۃ عدل لان جلدہ انقص زینۃ من غیرہ قہستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضحہ میں دیت کا بیسوان حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درم واجب ہے بشرطیکہ مجروح اصلع نہو یعنی اُسکے سر کے بال پیری سے نہ جھڑ گئے ہوں اور نہیں تو اُسمیں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے اسواسطے کہ اصلع کی کھال غیر اصلع سے کمتر ہے آرائش میں کذا فی القہستانی عن الذخیرۃ وفی الہاشمۃ عشرہا وفی المنقلۃ عشر ونصف عشر اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسوان حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا دسوان حصہ اور بیسوان حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہیں وفی الآمۃ والجائفۃ ثلثہا اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہے ہم جائفہ کی تفسیر میں اختلاف ہے زیلعی میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ جائفہ نہیں ہے تا حلق کے اوپر انتہی ابرجح وہاج میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر تک پہونچے پیٹ کی طرف سے یا پیٹھ یا سینہ کی طرف سے یا گردن کی جانب سے اس موضع تک پہونچے جہانتک پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو اسکے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہیں ہے اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں اور ران اور منہ اور سر میں اور اگر زخم فوطوں اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پہونچ جاوے تو وہ بھی جائفہ ہے کذا فی الطحطاوی فان نفذت الجائفۃ فثلثاہا لانہا اذا نفذت

لہ اور ایک نسخہ میں جلدہ کے بجائے عظم ہے یعنی جو دماغ کو گھیرے ہے ۱۲

حارصہ جائفتین فیجب فی کل ثلثہا پھر اگر جائفہ نافذ ہوگیا یعنے پیٹ کا زخم پیٹھ کی طرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیاں واجب ہیں اسواسطے کہ جب جائفہ دار پار ہوگیا تو دو جائفہ ہوگئے ایک پیٹ کی جانب سے دوسرا پیٹھ کی طرف سے تو ہر جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہوگی **وفی الحارصۃ والدامعۃ والدامیۃ والباضعۃ والمتلاحمۃ والسمحاق حکومۃ عدل اذ لیس فیہا ارش مقدر من جہۃ السمع ولا یمکن اہدارہا فوجب فیہا حکومۃ عدل** اور حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اسواسطے کہ ان زخموں میں کچھ دیت مقرر نہیں ہے من جہۃ السمع یعنے شارع کی جانب سے اور انکا رائیگان چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے تو انمیں حکومت عدل واجب ہوئی ہم مصنف عبد الرزاق میں ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ما دون موضحہ میں حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی **وہی ای حکومۃ العدل ان ینظر کم مقدار ہذہ الشجۃ من الموضحۃ فیجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیۃ قالہ الکرخی وصححہ شیخ الاسلام** اور وہ یعنی حکومت عدل یہ ہے کہ نظر اور تامل کیا جاے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اسکی دیت کے بیسواں حصہ سے واجب ہوگا یہ قول ہے کرخی کا اور تصحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے ہم چونکہ موضحہ کی دیت شرعا اقل ثابت ہے شجاج سے لہذا اسکو منصوص علیہ ٹھہرایا پھر گی مقدار کی توضیح یہ ہے کہ مثلا باضعہ کو تامل کیا کہ موضحہ سے کسقدر ہے تو اگر اسکی مقدار ثلث ہے موضحہ سے تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع تو ربع دیت واجب ہوگی وعلی ہذا القیاس وجہ تصحیح قول کرخی کی یہ ہے کہ اس رجوع ہے منصوص علیہ کی طرف کذا فی العینی **وقیل قال الطحاوی یقوم المشجوج عبدا بلا ہذا الاثر ثم معہ فقدر التفاوت بین القیمتین یؤخذ من الدیۃ وفی العبد من القیمۃ فان نقص الحر عشر قیمتہ اخذ عشر دیتہ وکذا فی النصف والثلث** اور حکومت عدل کی تفسیر میں دوسرا قول طحاوی کا یہ ہے کہ مجروح الراس کو غلام قرار دیکر بدون اس زخم کے اسکی قیمت مقرر کی جاے پھر اس زخم کے ساتھ اسکی قیمت معین کی جاے پھر جسقدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اسی قدر آزاد میں اسکی دیت سے لیا جاے اور غلام میں قیمت سے تو اگر قیمت سے دسواں حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسواں لیا جاوے اور اسی طرح نصف اور ثلث میں یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہوگئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہے **وہو ای ہذا التفاوت ہی ای حکومۃ العدل بہ یفتی کما فی الوقایۃ والنقایۃ والملتقی والدرر والخانیۃ وغیرہا وجزم بہ فی المجمع** وہ یعنی تفاوت بین القیمتین یہی حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتوی ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا میں ہے اور مجمع میں اسی قول پر یقین کیا ہے ہم اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلثہ کا اور اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجتہاد سے کذا فی العینی **وفی الخلاصۃ انما یستقیم قول الکرخی لو الجنایۃ فی وجہ وراس فیفتی بہ ولو فی غیرہما او تعسر علی المفتی یفتی بقول الطحاوی مطلقا لانہ الیسر انتہی ونحوہ فی الجوہرۃ بزیادۃ** اور خلاصہ میں ہے کہ کرخی کا قول تو خاص اسی صورت میں مستقیم ہے جبکہ جنایت چہرہ اور سر میں ہو تو اسوقت میں کرخی کے قول پہ فتوی ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہ زخم ہو یا مفتی پر مشکل پڑے موضحہ پر قیاس کرنا کرخی کے قول پہ تو اب طحاوی کے قول پہ فتوی دے مطلقا اگرچہ جراحت چہرہ اور سر میں ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتہی ما فی الخلاصۃ اور اسی کے مانند جوہرہ میں ہے زیادت بیان کے ساتھ **وقیل تفسیر الحکومۃ ہو ما یحتاج الیہ من النفقۃ واجرۃ الطبیب والادویۃ الی ان یبرأ** اور بعضوں نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جسکی حاجت پڑے منجملہ خوراک اور اجرۃ جراح اور قیمت ادویہ کے زخمی کے صحیح ہو جانے تک ہم طحاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہیں ہے **ولا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحۃ عمدا** اور قصاص نہیں جمیع شجاج میں مگر موضحہ عمدا میں ہم شجاج ما فوق موضحہ یعنی ہاشمہ اور منقلہ اور آمہ میں بالاتفاق قصاص نہیں اور مادون موضحہ یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق کے قصاص میں اختلاف ہے جو عنقریب مذکور ہوگا **وما لا قود فیہ یستوی العمد والخطاء فیہ** اور جن شجاج میں قصاص نہیں انمیں عمدا اور خطا دونوں برابر ہیں یعنے تو وہاں عمد میں وہ واجب ہے جو خطا میں واجب ہے کذا

فی الطحاوی عن المحیط لکن ظاہر المذہب وجوب القصاص فیما قبل الموضحۃ ایضا ذکرہ محمد فی الاصل وہو الاصح درر ومجتبیٰ وابن الکمال وغیرہا لامکان
بھی طحاوی مین محیط سے نقل کیا ہی لیکن ظاہر مذہب وجوب قصاص ہی ان شجاج مین بھی جو موضحہ سے پہلے مذکور
المساواۃ بان یسبر غورہا بمسبار ثم تتخذ حدیدۃ بقدرہ فیقطع لیکن
ہین یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق ہین یہ ذکر کیا ہی محمد بن حسنؒ نے اصل یعنی مبسوط مین اور یہی قول یعنی وجوب
قصاص ماقبل موضحہ کا صحیح ہی کذا فی الدرر والمجتبیٰ وابن الکمال وغیرہا اسواسطے کہ شجاج مذکورہ مین برابری کرنا ممکن ہی اسطرح پر کہ زخمونکا عمق اور گہراؤ
امتحان کیا جاسے آلہ امتحان سے مثلاً سلائی وغیرہ سے پھر آہنی چھری بنائے بقدر اسکے پھر اُتنا قطع کیا جاسے ہم کافی مین ہی کہ یہی قول صحیح ہی بدلیل ظاہر قرآن و
الجروح قصاص یعنی زخمون مین قصاص ہی اور اعتبار مساوات کا ممکن ہی کذا فی العینی واستثنی فی الشرنبلالیۃ السمحاق فلا قود اتفاقا کما لا قود فیما بعد الموضحۃ کالہاشمۃ
والمنقلۃ بالاجماع وعزاہ للجوہرۃ فلیحفظ اور شرنبلالیہ مین سمحاق کو مستثنیٰ کیا ہی تو سمحاق مین بالاتفاق قصاص نہین جیسے مابعد موضحہ چنانچہ ہاشمہ اور منقلہ
مین بالاجماع قصاص نہین اور شرنبلالی نے یہ قول جوہرہ کی طرف نسبت کیا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم قال فی المجتبیٰ ولا قود فی جلدۃ الراس و
البدن ولحم الخد والبطن والظہر پھر کہا ہی مجتبیٰ مین کہ اور قصاص نہین سر اور بدن کی کھال مین اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت مین ہم شاید کہ تحویل
نعیر ظاہر الروایۃ ہی یا جلدۃ الراس سے فقط سمحاق مراد ہی عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہی کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن مین واقع ہین انمین حکومۃ
عدل ہی جبکہ ہڈی لگ جاسے یا ٹوٹ جاسے بشرط بقاء اثر اور اگر جراحت کا اثر باقی نہین رہا تو شیخین کے نزدیک انمین کچھ نہین اور محمدؒ کے نزدیک تاحد حکومۃ عدل
صحت قیمت مصارف کی لازم ہی کذا فی الطحاوی ولا فی اللطمۃ والوکزۃ والوجاءۃ اور نہ قصاص ہی طمانچہ مارنے اور مکی مارنے اور ضرب بالیہ مین ہم عدم قصاص کو عدم تعزیر لازم
نہین وفی سلخ جلد الوجہ کمال الدیۃ اور چہرہ کی کھال اُکھاڑنے مین پوری دیت ہی وفی کل اصابع الید الواحدۃ نصف دیۃ ولو مع الکف لانہ
تبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب انگلیون کے قطع مین نصف دیت ہی اگرچہ پانچون انگلیان ہتھیلی کے ساتھ کٹ گئی ہون اسواسطے کہ ہتھیلی انگلیون کے تابع ہی
ہم نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچہزار درم ہی ومع نصف ساعد نصف دیۃ للکف وحکومۃ عدل لنصف الساعد وکذا الساق اور ایک ہاتھ
کے قطع اصابع مین نصف ساعد کے ساتھ نصف دیت واجب ہی ہتھیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب ہی نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہی
پنڈلی کا یعنی اگر پاؤن کی انگلیان آدھی پنڈلی کے ساتھ قطع ہون تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہی اور پنڈلی کے سبب سے حکومت عدل ہی وفی
قطع کف وفیہا اصبع او اصبعان عشرہا او خمسہا لف ونشر مرتب اور اس ہتھیلی کے قطع مین جسمین ایک انگلی یا دو انگلیان ہین دسوان حصہ دیت کا
یا پانچوان حصہ دیت کا واجب ہی شارح نے کہا یہ لف ونشر مرتب ہی یعنی ایک انگلی مین دسوان حصہ ہی اور دو انگلیون مین پانچوان حصہ ولا شی فی
الکف عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کما لو کان فی الکف ثلث اصابع فانہ لاشی فی الکف بالاجماع اذ للاکثر حکم الکل اور کچھ واجب نہین قطع
کف مین امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف مین تین انگلیان ہون تو قطع کف مین کچھ واجب نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے
کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہی ہم یعنی جسطرح کف مین کچھ واجب نہین جبکہ پانچون انگلیان قطع ہون تو اسی طرح تین انگلیون کے قطع ہونے سے کف کا بدلا
کچھ نہین ہی اور یہ مراد نہین کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھ کی پوری دیت واجب ہی اسواسطے کہ متن مین مذکور ہو چکا کہ ہر انگلی مین دسوان حصہ دیت کا واجب ہی
کذا فی الطحطاوی وفی جواہر الفتاوی ضرب ید رجل وبری الا انہ لا تصل یدہ الی قفاہ فبقدر النقصان یوخذ من جملۃ الدیۃ ان نقص الثلثان
فثلثا الدیۃ وہکذا واقرہ المصنف اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو مارا اور وہ چنگا ہو گیا مگر یہ کہ اُسکا ہاتھ گردن کے نیچے
نہین پہونچتا تو بقدر نقصان حصول کے پوری دیت سے لیا جاویگا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور اسی طرح ثلث اور ربع اور
نصف کو قیاس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہی رد نہین کیا ہی ولو قطع مفصلا من الاصبع ففی الباقی او قطع الاصابع فشل

الکف لزم دیۃ المقطوع فقط وسقط القصاص فافہم وان خالف الدرر کذا ذکرہ الشرنبلالیۃ و بحث فیہا اور اگر انگلی کی ایک پور مفصل سے کاٹی سو باقی انگلی خشک ہوگئی یا انگلیاں قطع کیں سو ہتھیلی خشک ہوگئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اُسکو سمجھ لے اگرچہ قول درر کے مخالف ہے ایسا بیان کیا ہے شرنبلالی نے اور آگے متن میں آویگا حکم نہایہ میں شرح طحطاوی سے اجماعی مسئلہ یوں مذکور ہے کہ جو عضو شل ہوگیا اُسکی دیت واجب ہے اگر وہ انگلی ہے تو انگلی کی دیت ہے اور اگر کف ہے تو کف کی دیت ہے اور زیلعی میں ہے کہ جب تمام انگلی بیکار ہوگئی تو تمام کی دیت واجب ہے اور اگر لائق انتفاع ہے تو مقطوع کی دیت اور باقی میں حکومت عدل بالاجماع ہے اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاصبع الزائدۃ وعین الصبی وذکرہ ولسانہ ان لم یعلم صحتہ بنظر فی العین وحرکۃ فی الذکر وکلام فی اللسان حکومۃ عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی میں اور چھوکرے کی آنکھ اور آلہ تناسل اور اُسکی زبان میں حکومت عدل ہے اگر صحت و سلامتی اُسکی معلوم نہو آنکھ میں نظر کرنے سے اور آلہ تناسل میں جنبش کرنے سے اور زبان میں گویائی سے ہم زائد انگلی میں خوشنمائی نہیں جو دیت واجب ہو اور آنکھ وغیرہ سے منافع مقصود ہیں پھر جبکہ وہ منافع معلوم نہیں تو شک سے پوری دیت واجب نہیں کی حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصحۃ فکبالغ فی خطاء او عمد اذا ثبت ببینۃ او باقرار الجانی وان انکر وقال لا اعرف صحتہ فحکومۃ العدل جوہرۃ پھر اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اب وہ جوان کے مانند ہے خطا یا عمد میں جبکہ گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہوا کہ میں اُسکی صحت کو نہیں جانتا ہوں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الجوہرہ ودخل ارش موضحۃ اذہبت عقلہ او شعر راسہ فی الدیۃ لدخول الجزء فی الکل کمن قطع اصبعا فشلت الید اور اُس موضحہ کی دیت جسکے صدمہ سے عقل اُسکی یا اُسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت میں داخل ہو جاویگی بسبب داخل ہونے جزء کے کل میں مانند اُس شخص کے جسنے انگلی دوسرے کی قطع کی سو اُسکا ہاتھ خشک ہوگیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت میں داخل ہو جاویگی ہم عقل کے فوت ہو جانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہے اس واسطے کہ انتفاع بدون عقل کے متصور نہیں تو گویا وہ مردہ ہوگیا کذا فی النہر وان ذہب سمعہ او بصرہ او نطقہ لا تدخل لانہا کاعضاء مختلفۃ بخلاف العقل لعود نفعہ للکل اور اگر جراحت موضحہ سے اُسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضحہ کی دیت پوری دیت میں داخل نہوگی اس واسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضاء مختلفہ کے مانند ہیں برخلاف عقل کے اس واسطے کہ عقل کا نفع سب اعضاء کی طرف رجوع کرتا ہے ہم جب سمع اور بصر اور گویائی کی منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کے مانند ہوگئے تو ایک دوسرے میں داخل نہوگا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا واجب ہوگی ولا قود ان ذہبت عینا بل الدیۃ فیہما خلافا لہما اور قصاص نہیں اگر موضحہ سے دونوں آنکھیں جاتی رہیں بلکہ دونوں میں یعنی موضحہ اور آنکھوں میں دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک موضحہ میں قصاص اور آنکھوں میں دیت ہے ولا القطع اصبع شل جارہ خلافا لہما اور قصاص نہیں اس انگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری انگلی خشک ہوگئی بلکہ دونوں عضو کی دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک اول میں قصاص ہے اور دوسری میں دیت ہے کذا فی الطحطاوی ولا اصبع قطع منصلہا الاعلی فشل ما بقی من الاصابع بل دیۃ المفصل والحکومۃ فیما بقی اور قصاص واجب نہیں اس انگلی میں جسکا مفصل اعلی کاٹا گیا ہو باقی انگلیاں خشک ہوگئیں بلکہ مفصل کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہے ہم یہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے کہا تھا کہ متن میں آویگا ولا قود بکسر نصف سن اسود او اصفر او احمر باقیہا بعد کسر بل کل دیۃ السن اذا فات منفعۃ المضغ والا فلو ما یری حالۃ التکلم فالدیۃ ایضا والا فحکومۃ عدل زیلعی فقول الدرر والا فلا شیٔ فیہ فیہ ما فیہ اور قصاص نہیں نصف دانت توڑنے میں جسکا نصف باقی توڑنے کے بعد سیاہ یا زرد یا سُرخ ہوگیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کی منفعت فوت ہو جاسے اور اگر چبانا فوت نہوگا تو اس صورت میں اگر ٹوٹا دانت نظر آتا ہو بولنے کے وقت تو بھی دیت ہے اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہے کذا فی الزیلعی تو درر کے یوں کہنے میں کہ اگر چبانا فوت نہیں ہے تو اسمیں کچھ واجب نہیں اعتراض اور خلل ہے ہم خلل یہ ہے کہ اسمیں نفی مطلق مذکور ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے

بلکہ باوجود عدم فوت منفعت اگر نظر آتا ہو تو دیت ہی بدنمائی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہو گا صرح بہ الزیلعی ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی محلین متباینین حقیقۃ فارش احدہما لا یمنع قود الاخر و متی وقعت علی محل واتلفت شیئین فارش احدہما یمنع القود پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب جنایت واقع ہو دو مکان میں جو فی الحقیقت جدا گانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پانون تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہیں ہے اور جبکہ جنایت ایک مکان میں واقع ہو اور دو چیزون کو تلف کردے چنانچہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جائے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہے ہم زیلعی میں ہے کہ امام کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہو گا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہون اور صاحبینؒ کے نزدیک دو عضو میں باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہے تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحطاوی ثم یجب الارش علی من اقاد سنہ لبعض حول ثم نبتت بعد ذلک لتبین الخطا حینئذ وسقط القود للشبہۃ اور دیت واجب ہے اس شخص پر جسنے اپنے دانت کا قصاص لیا سال گذرنے کے ہی پھر بعد اسکے اسکا دانت جم نکلا دیت واجب ہے بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے استیفائے قصاص میں اسوقت اور قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہے شبہ کے سبب سے لینے شبہہ وجوب قصاص سے دانت جمنے سے پہلے وفی الملتقی والبنا فی یستانی فی اقتصاص العین والموضحۃ حولا وکذا لو ضرب سنہ فتحرک لکن فی الخلاصۃ الکبیر الذی لا یرجی نباتہ لا یوجل بہ یفتی قلت وقد یوفق بالنقلہ المصنف وغیرہ عن النہایۃ الصحیح تاجیل البالغ لیبرا الاسنۃ لان نباتہ نادر اور ملتقی میں ہے کہ انتظار کرے آنکھ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسیطرح انتظار کرنا چاہیے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ ہلگیا لیکن خلاصہ میں ہے کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اسمین تاجیل اور انتظار نہیں اسی قول پر فتوی ہے اور گاہے توفیق بین القولین کی جاتی ہے اس قول سے جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ تاجیل بالغ کی اسکے چنگے ہو جانے کے واسطے ہے نہ تاجیل ایکسال کی اسواسطے کہ دانت کا جمنا بالغ مین نادر الوقوع ہے ہم وجہ توفیق یہ ہے کہ عدم تاجیل سال پر خلاصہ کا کلام محمول ہے اور جو تاجیل کا قائل ہے تو مراد اس سے تاجیل للصحت ہے لیکن بقیہ بلفظ صحیح اسکے مفید ہے کہ سال کی تاجیل مین خلاف ہے عالمگیریہ میں ہے کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیے ایکسال انتظار نکرنا چاہیے مگر محمد کی روایت میں اور صحیح پہلا قول ہے انتہی اور ندرت ثابت کی تعلیل اسکی مفید ہے کہ موضحہ میں اور متحرک دانت میں ایکسال کی مدت مسلم ہے کذا فی الطحطاوی او قلعہا فردت ای ردہا صاحبہا الی مکانہا ونبت علیہا اللحم لعدم عود العروق کما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اکھاڑا سو دانت والے نے دانت کے مکان پر پھر اسکو رکھ دیا اور اسپر گوشت جم گیا تو دانت کی دیت واجب ہے اسواسطے کہ رگین عود نہیں کرتین جسطرح پہلے تھیں وفی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت الی حالتہا الاولی فی المنفعۃ والجمال لاشیٔ علیہ کما لو نبتت اور نہایہ میں ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے منفعت اور جمال میں تو جانے پر کچھ واجب نہیں جیسے اس صورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اٹھے وکذا الاذن اذا الصقہا فالتحمت یجب الارش لانہا لا تعود الی ما کانت علیہ درر اور اسی طرح کان جبکہ اسکو قطع کے بعد چپکا یا یعنے ٹانکے وغیرہ سے گوشت سے جمگیا دیت واجب ہے اسواسطے کہ پھر ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تھا کذا فی الدرر الا ان قلعت السن فنبتت اخری مکانہا فانہ یسقط الارش عندہ کسن الصغیر خلافا لہما مگر یہ کہ دانت اکھاڑا گیا پھر وہاں دوسرا دانت جم اٹھا تو امامؒ کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہے برخلاف صاحبینؒ ہم صاحبینؒ کے نزدیک بالغ کے دانت اکھاڑنے اور پھر جمنے میں پوری دیت ہے اسواسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جم اٹھنا یہ نعمت جدیدہ حق تعالی کی طرف سے ہے ولو نبتت معوجۃ فحکومۃ عدل اور اگر دانت ٹیڑھا جما تو اسمین حکومت عدل ہے ولو نبتت الی النصف فعلیہ نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جما تو اسپر نصف دیت واجب ہے ولا شیٔ فی ظفر نبت کما کان اور اس ناخن میں کچھ دیت نہیں جو جم اٹھا جس طرح کہ پہلے تھا اور اگر قطع کے بعد ناخن دوجا تو اسمین حکومت عدل ہے ۹۱ لعلہ کہ شرع میں اسکی دیت معین ثابت نہیں کذا فی الطحطاوی عن الاختیار والتحم شجۃ والتحم جرح حاصل ذلک بضرب ولم یبق لہ اثر فانہ لاشیٔ فیہ یا سر کا زخم ضرب کرکے چنگا ہو گیا

یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑے وغیرہ کی ضرب سے چنگا ہو گیا اور اُسکا نشان باقی نہ رہا تو اسمین کچھ دیت نہین ہم اسواسطے کہ موجب دیت کا بدنمائی اور
زوال نفع ہی سو چنگے ہونے اور نشان مٹجانے سے زائل ہو گیا اور فقط درد کسی شی کا موجب نہین جیسے ضرب دردناک غیر فاحش مین اور دشنام مولم مین کچھ دیت نہین
ان التعزیر مین حاکم کو اختیار ہی وقال ابو یوسف علیہ ارش الالم وہی حکومۃ عدل وقال محمد قدر ما لحقہ من النفقۃ الی ان یبرأ من اجرۃ الطبیب وثمن الدواء
اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہی یعنے حکومت عدل ہی اور محمد نے کہا جسقدر زخمی کو خرچ لاحق ہوا ہی صحت ہونے تک طبیب کی اُجرت اور دوا
کے ثمن سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفی شرح الطحاوی فسر قول ابی یوسف ارش الالم باجرۃ الطبیب والمداواۃ فعلیہ لاخلاف بینہما قالہ المصنف وغیرہ
قلت وقدمنا نحوہ عن المجتبے اذا کرہنا ننبہ لہ اور مجتبے مین اور طحاوی کی شرح مین ہی ابو یوسف کے قول یعنے خونبہائے درد کی تفسیر اُجرت طبیب
اور دوا سے واقع ہوئی ہی تو موجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد کے قول مین مخالفت باقی نہ رہی ایسا کہا ہی مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور البتہ
اسکو ہم پہلے ذکر کر چکے ہین مجتبے سے تاکہ اسپر متنبہ رہو اس مسئلہ کی شرح مین ابو یوسف سے دو روایتین مذکور کی ہین سو خبردار رہو ہم دو روایتون
ایک روایت محمد کے موافق ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجاے پھر اسکی قیمت اس درد کے ساتھ کیجاے شارح نے بلفظ تنبیہ
اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہو سکتی ہی کذا فی الطحاوی ولا یقاد بجرح الا بعد برئہ خلافا للشافعی
اور قصاص نہین لیا جاتا زخم کا اگر اسکے چنگا ہو جانے کے بعد برخلاف شافعی کے ہم مسند احمد اور دارقطنی مین حدیث مروی ہی کہ آنحضرت علیہ
الصلوۃ والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جبتک زخمی چنگا ہو جاے اور دلیل عقلی یہ ہی کہ جراحات مین انجام انکا معتبر ہی شاید کہ زخم کی شدت سے
زخمی مر جاے تو اب جراحت قتل ہوگی تو زخم ہونا بدون صحت کے نہین معلوم ہو سکتا کذا فی المنح وعمد الصبی والمجنون والمعتوہ خطاء بخلاف السکران
والمغمے علیہ اور صغیر اور مجنون اور بدفہم اور بیہوش کا عمد خطا ہی برخلاف مست اور غشی والے کے کہ انکا عمد خطا نہین ہی وعلی عاقلتہ الدیۃ ان
بلغت نصف العشر فاکثر ولم یکن من العجم والا ففی مالہ درر اور صغیر یا مجنون کے عمد مین اُسکے مددگارون پر دیت ہی اگر دیت بیسوین حصہ
تک پہونچے یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنے عربی ہو اور اگر بیسوین حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ عجم کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال مین
دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا کفارۃ ولا حرمان ارث خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد مین نہ کفارہ ہی نہ میراث مقتول سے محروم
ہونا برخلاف شافعی کے ہم کفارہ اسواسطے نہین کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہین اور حرمان میراث عقوبت ہی اور صغیر اور مجنون لائق عقوبت کے
نہین ولو جن بعد القتل قتل وقیل لا درمختار ولیا علقتہ علے الملتقے اور اگر قاتل دیوانہ ہو گیا بعد قتل کے تو وہ قصاص مین قتل کیا جاویگا اور بعضون نے کہا
کہ قتل نہوگا اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقے کی شرح مین ہی جیسے ضرب سن صبی فانتزعہا ینتظر بلوغ الصبی المضروب ان بلغ ولم تنبت فعلے
عاقلتہ الدیۃ ولو من العجم ففی مالہ درر وتحقیقہ فی المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر مارا سو اسکو اُکھاڑا تو انتظار کرنا چاہیے صغیر مضروب کے
بالغ ہونے تک پھر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اُسکے مددگارون پر دیت ہی اور اگر صغیر ضارب عجم کا رہنے والا ہی تو خود اُسکے مال مین دیت ہی اور ہم
مجنون کے دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب المعاقل مین مہمۃ فائدہ ضروریہ حکومۃ العدل لا تتحملہا العاقلۃ مطلقا علے الصحیح کما فی تنویر البصائر معزیا للتتارخانیۃ
حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جاے کے مددگار متحمل نہین ہوتے بنا بر قول صحیح کے ہر طرح یعنے خواہ حکومت عدل موضحہ کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ
تنویر البصائر مین ہی منسوب بفتاوی تاتارخانیہ

فصل فی الجنین

فصل فے الجنین یہ فصل ہی بچہ کے مسائل مین جنین اُس بچہ کا نام ہی جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ مین ہی ضرب بطن امرأۃ حرۃ حامل فخرج
الامۃ والبہیمۃ وستجیے ما قلت بل للاشارۃ حریۃ الجنین دون امہ کان علقت من سیدہا او من المغرور بہ الغرۃ علے العاقلۃ درر عن الزیلعی فالجب

من المصنف کیف لم یذکرہ ایک مرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا شارح نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہوگیا اور دونون کا حکم
آگے آویگا مین کہتا ہون بلکہ بچہ کا بھی آزاد ہونا شرط ہو نہ اُسکی مان کا چنانچہ وہ لونڈی جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا مغرور سے وہ حاملہ ہوئی تو اُسکے بچہ مرجانے مین غرہ
یعنی دیت ہو قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدرر عن الزیلعی تو مصنف سے تعجب ہو کہ اُسنے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجود یکہ مصنف صاحب درر کی اکثر متابعت کرتا
ہو یہان اُسکے مخالف بیان کیون کیا مضربکم مثال ہو نہ قید تو یہی حکم ہو ضرب پشت کا شرح تنویر مین ہو کہ ضرب جنین کی شرط ہو کذا فی الطحطاوی ولو کانت المرأۃ کتابیۃ او
مجوسیۃ او زوجۃ فالقت جنینا میتا حرا وجب علی العاقلۃ غرۃ غرۃ الشہر اولہ ہذہ اول مقادیر الدیات اگرچہ عورت مضروبۃ البطن اہل کتاب سے ہو یا مجوسی
یا قاتل کی زوجہ ہو سو صدمہ ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہو شارح نے کہا غرہ شہر عبارت ہو اول شہر سے اور یہ
دیت جسکا غرہ نام ہو اول مقادیر دیات سے ہو صاحب شارح نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی غرہ بضم غین معجمہ وتشدید را عبارت ہو عمدہ مال سے چنانچہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی
کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط مین ہو کہ بدل جنین کا غرہ نام رکھا اسواسطے کہ اُسمین غلام کا دینا واجب ہو اور غلام کو غرہ کہتے ہین اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کی موافق
مذکور ہو کذا فی العینی نصف عشر الدیۃ ای دیۃ الرجل لو الجنین ذکرا او عشر دیۃ المرأۃ لو انثی وکل منہما خمسمائۃ درہم غرہ عبارت ہو دیت کے بیسوین حصہ سے یعنی مرد کی
دیت کا بیسوان حصہ اگر جنین مرد ہو اور عورت کی دیت کا دسوان حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونون پانسو درم ہین ہم مرد کی دیت دس ہزار درم ہو تو اُسکا بیسوان حصہ
پانسو درم ہو اور عورت کی دیت پانچ ہزار درم ہو تو اُسکا بھی دسوان حصہ پانسو درم ہوا فی سنۃ وقال الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ وقال مالک فی مالہ لنا فعلہ
صلے اللہ علیہ وسلم جنین مردہ مین غرہ یعنی پانسو درم واجب ہین قاتل کے عاقلہ پر ایک سال کے اندر اور امام شافعی نے کہا تین سال کے اندر دیت کے مانند واجب ہین اور
امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال مین واجب ہو اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو معجم طبرانی مین حدیث طویل سے مروی ہو غرہ عبد وامۃ او خمسمائۃ او
صحیحین مین ابی ہریرہ سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی عورت کے جنین مین غرہ عبد یا امۃ کا حکم کیا لیکن اُسمین ۵۰۰ کا ذکر نہین اور محمد بن حسن کے مؤطا مین سعید بن
مسیب سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جنین مین جو اپنی مان کے پیٹ مین مقتول ہوا غرہ عبد یا ولیدہ کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ مین جابر سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے جنین مین عاقلہ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی فان القتہ حیا فمات فدیۃ کاملۃ پھر اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مرگیا تو پوری دیت واجب ہو ضارب پر
لونڈی ۱۲
وان القتہ میتا فماتت الام فدیۃ فی الام وغرۃ فی الجنین لما قرران الفعل یتعدد بتعدد اثرہ اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر مان اُسکی مرگئی تو مان مین دیت
واجب ہو اور بچہ مین غرہ اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہو کہ فعل متعدد ہوجاتا ہو اپنے اثر کے تعدد سے ہم چنانچہ ایک شخص نے تیر مارا سو اُس سے پار ہو کر دوسرے کو قتل کیا
تو تیر انداز پر دو دیتین واجب ہین اگر دونون فعل ازراہ خطا ہین اور اگر اول عمد ہو تو قصاص اور دیت واجب ہو کذا فی الطحطاوی وصرح بالذخیرۃ تتعدد الغرۃ تو جنین
فاکثر انتہی قلت وظاہرہ تتعدد الدیۃ لم ارہ فلیراجع اور ذخیرہ مین تعدد غرہ کی تصریح کی ہو کہ اگر دو بچہ مردہ ہو کر ساقط ہون یا زیادہ انتہی ما فی الذخیرۃ مین
کہتا ہون اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہو اور مین نے اُسکو مصرح نہین دیکھا تو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے ہم جوہرہ مین ہو کہ اگر حاملہ دو جنین
گرادے تو دو غرہ واجب ہین اور اگر ایک زندہ نکلکر مرجاوے اور دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہو ضارب پر اور اگر مان مرگئی پھر دونو بچے مردہ ہوئے تو فقط مان
کی دیت واجب ہو اور اگر مان کے مرنے کے بعد دو جنین نکلے پھر مرگئے تو تین دیتین واجب ہین کذا فی الطحطاوی وان ماتت فالقتہ میتا فدیۃ فقط وقال الشافعی
غرۃ ودیۃ اور اگر مان مرگئی اور اُسنے مردہ بچہ گرایا تو فقط مان کی دیت ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت مان کی واجب ہو ہم امام اعظم کی دلیل یہ ہو
کہ ظاہر ان کا مرنا موت جنین کا سبب ہو کیونکہ اُسکا جینا اُسکے جینے سے ہو اور اُسکا دم لینا اُسکے دم لینے سے تو جنین کی موت اُسکی مان کی موت سے ثابت ہوئی ہو اور
یہ احتمال بھی ہو کہ صدمہ ضرب سے جنین مرا ہو تو شک سے ضمان ثابت نہین ہوتا وان القتہ حیا بعد ما ماتت یجب علیہ دیتان کما اذا القتہ حیا وماتا اور اگر حاملہ عورت
نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانے کے بعد تو ضارب پر دو دیتین واجب ہین چنانچہ اُس صورت مین دو دیتین واجب ہین جبکہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونون

[illegible]

مرگئے تو مایجب فیہ من غرۃ او دیۃ یورث عنہ ویرث منہا امتہ اور جنین میں جو چیز از قسم غرہ یا دیت کے واجب ہو وہ موروث ہو یعنی جنین کے وارث اسکو لیکر میراث کے بانٹینگے اور اُسکی ماں اُسکی میراث پاویگی ولایرث ضاربہ منہا فلو ضرب بطن امراتہ فالقت ابنہ میتا فعلی عاقلۃ الاب غرۃ ولایرث منہا لانہ قاتل اور جنین کا مارنے والا غرہ جنین کی میراث نپاویگا تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا سو ضارب کا بیٹا اُسکے پیٹ سے گر پڑا مردہ تو باپ کی عاقلہ پر غرہ ہو اور باپ اُسکا غرہ سے میراث نپاویگا اسواسطے کہ وہ قاتل ہو یعنی قاتل ہو ناحق بطریق مباشرت کے اور قاتل کے واسطے بلا شبہ مقتول کی میراث نہین ہے وفی جنین الامۃ الرقیق الذکر نصف عشر قیمتہ لو حیا وعشر قیمتہ لو انثیٰ لما تقرر ان دیۃ الرقیق قیمتہ اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر مین اُسکی قیمت کا بیسوان حصہ واجب ہو اگر وہ زندہ پیدا ہوا ور قیمت کا دسوان حصہ واجب ہو اگر جنین مونث ہو اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہو کہ مملوک کی دیت اُسکی قیمت ہو تعیین قیمت جنین کا طریقہ یہ ہو کہ بعد انفصال جنین مرد کے کہ اسکے رنگ اور صورت کے موافق تامل کرے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اُسکی اس مکان مین اتنی قیمت ہوتی اسی حساب سے بیسوان یا دسوان حصہ واجب ہوگا کذا فی العینی یہان سوال ہوتا ہو کہ لازم آتا ہو کہ جو واجب ہو مونث مین وہ زیادہ تر ہو مذکر واجب سے اسواسطے کہ ذہم اکثر ہو نصف عشر سے اسکا جواب شارح نے اپنے اگلے قول مین دیا ولا یلزم زیادۃ الانثیٰ لزیادۃ قیمۃ الذکر غالبا اور لازم نہین آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زائد ہونے قیمت مذکر کے غالبًا یعنی اسواسطے کہ عادت مین غلام کی قیمت زیادہ ہوتی ہو لونڈی سے مثلًا اگر لونڈی کی قیمت ہزار درم ہو تو اُسکے ہمصورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہو تو اسکا بیسوان حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسوین حصہ سے کم نہوگا کذا فی صدر الشریعۃ وفیہ اشارۃ الی انہ اذا لم یکن الوقوف علی کونہ ذکرا او انثیٰ فلا شئ علیہ اور مذکر اور مونث کی دیت کے تفاوت مین اشارہ ہو اسطرف کہ جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمین شارح تابع ہوگیا ہو قہستانی کا اور قہستانی مین یون مذکور ہو کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہو تو متیقن پر عمل کرنا چاہیئے خنثیٰ مشکل کے مانند انتہی یعنی عینی وغیرہ سے منقول ہو کہ جب جنین کی ذکورت اور انوثت معلوم نہو تو متیقن یا خود وہ ہو خنثیٰ مشکل کے مانند چنانچہ کسی نے خنثیٰ مشکل کو از راہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہو اسیطرح یہان یقینی امر پر عمل کرنا چاہیئے انتہی کلامہ والقی بلا راس لا انما یجب القیمۃ اذا تم فیہ الروح والنفخ من غیر راس ذخیرہ چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدون سر کے تو اسمین کچھ واجب نہین اسواسطے کہ قیمت تو اسی صورت مین واجب ہوتی ہو جبکہ جنین مین روح پھونکی گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدون سر کے نہین کذا فی الذخیرۃ فی مال الضارب للامۃ حالا جنین مملوک مین اُسکی قیمت کا بیسوان حصہ یا دسوان حصہ اُس شخص کے مال مین واجب ہو فی الحال جسنے لونڈی کو مارا ہو ضارب کے مال کے واسطے واجب ہوا کہ عاقلہ پر دیت مملوک کی واجب نہین اور اُس مال کا مالک لونڈی کا مالک ہو نہ لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القتہ حیا وقد نقصتہا الولادۃ فعلیہ قیمۃ الجنین لا نقصانہا لو القیمۃ وفا رہ والا فعلیہ اتمام ذلک جتبیٰ اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کردیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہو نہ لونڈی کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہوسکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہوگا تو ضارب پر اُسکا پورا کردینا واجب ہوگا کذا فی المجتبیٰ مثلًا لونڈی کی قیمت سو درم تھی اور بعد ولادت کے ۵۰ درم کی قیمت ہو گئی تو اگر جنین کی قیمت ۵۰ درم ہو یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہین اور اگر جنین کی قیمت ۲۵ درم ہو تو ضارب پر ۲۵ درم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہونگے وقال ابو یوسف فیہ نقصانہا کالبہیمۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کے جنین مین لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہو جیسے جانور کے نقصان مین جانور کا نقصان معتبر ہو نہ بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعی فیہ عشر قیمۃ الام صدر الشریعۃ ولا یخفیٰ انہا للمولیٰ اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین مین اُسکی ماں کی قیمت کا دسوان حصہ واجب ہو کذا فی صدر الشریعۃ اور یہ تو مخفی نہین ہو کہ قیمت تو مالک جاریہ کی ہو فان حررہ ای الجنین سیدہ بعد ضربہ ضرب بطن الامۃ فالقتہ حیا فمات ففیہ قیمتہ حیا للمولیٰ لا دیتہ وان مات بعد العتق لان المعتبر حالۃ الضرب پھر اگر جنین کو اُسکے مالک نے آزاد کردیا بعد ضرب شکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرادیا پھر وہ مرگیا تو اسمین بچہ زندہ کی قیمت مالک کے واسطے ہو نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مرگیا ہو اسواسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہو یعنی قتل اسکا ضرب سابق سے ہو اور وقوع ضرب حالت رق مین ہوا تھا

کذا فی صدر الشریعۃ وعند الثلثۃ تجب فیہ وھو روایۃ عنا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دیت جنین کی واجب ہے نہ قیمت اور یہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ
فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولا کفارۃ فی الجنین عندنا وجوبا بل ندبا زیلعی ان وقع میتا اور کفارہ واجب
نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی ملفی وجوب اسواسطے ہے کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس کاملہ میں تو اسکے غیر تک
متعدی نہو گا وجہ استحباب یہ ہے کہ ضارب مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی الہدایۃ وشروحھا وان خرج حیا فمات
ففیہ الکفارۃ کذا صرح بہ فی الحاوی القدسی وھو مفہوم من کلامھم لتصریحھم بوجوب الدیۃ حینئذ فتجب الکفارۃ فیہ مما لا یخفی فلیحفظ اور اگر بچہ زندہ پیٹ سے نکلا پھر
مر گیا اسمیں ضارب پر کفارہ ہے اسی طرح تصریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنی زندہ کرنے میں کفارہ مفہوم ہوتا ہے فقہا کے کلام سے اسلیے کہ فقہا نے درصورت زندگی
جنین اور پھر اسکے مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اسمیں چنانچہ یہ امر مخفی نہیں تو اس قاعدہ کو یاد
رکھنا چاہیے یعنی اسواسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح نہیں وما استبان بعض خلقہ کظفر وشعر کتام فیما ذکر من الاحکام کعدۃ ونفاس کما مر فی بابہ اور جس جنین
کا کچھ جسم ظاہر اور پیدا ہوا چنانچہ ناخن اور بال وہ پورے بدن والے جنین کے مانند ہے ان احکام میں جو مذکور ہو چکے اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں
چنانچہ اپنے باب میں گذر گیا وضمن الغرۃ عاقلۃ امرأۃ حرۃ فی سنۃ واحدۃ وان لم یکن لھا عاقلۃ ففی مالھا فی سنۃ ایضا صدر الشریعۃ ولم تاثم ما لم یستبن
بعض خلقہ ومر فی الحظر نظما اسقطتہ میتا عمدا بدواء او فعل کضربھا بطنھا بلا اذن زوجھا اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقط کر دیا عمدا بدون اذن
اپنے شوہر کے کسی دوا یا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مارنے کے تو عورت کی عاقلہ پر غرہ کا ضمان واجب ہے ایک سال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ
نہو تو خود عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہے سال کے اندر کما فی صدر الشریعۃ اور عورت گنہگار نہوگی اسقاط سے جب تک جنین کا بعض بدن ظاہر نہیں ہوا
اور یہ مسئلہ کتاب الحظر میں نظم مذکور ہو چکا مگر شارح کو یون کہنا مناسب تھا کہ اسقاط سے عورت گنہگار ہوگی اسواسطے کہ یہاں کلام ہے وجوب غرہ میں اور وہ ثابت
نہیں ہوتا مگر جبکہ بعض اعضا بدن ظاہر ہوں پھر شارح یون کہتا اور اگر بعض اعضا بدن ظاہر نہوئے ہوں تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الطحطاوی فان اذن
او لم تتعمد لا غرۃ لعدم التعدی پھر اگر عورت کو اسکے شوہر نے اسقاط کا اذن دیا یا عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہو گیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں بعدم
تعدی کے سبب سے یعنی دونوں صورت میں عورت کا کچھ قصور نہیں ھم زیلعی اور صاحب کافی نے درصورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہے لیکن شرنبلالی نے
کہا کہ یہ قول ضعیف پر مبنی ہے نہ قول صحیح پر اسواسطے کہ نفوس میں اباحت جاری نہیں وتمامہ فی حاشیۃ الطحطاوی ولو امرت امرأۃ ففعلت لا تضمن المامورۃ اور اگر
زوجہ نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا اسوقت نے گرا یا تو عورت مامورہ پر ضمان نہیں وام الولد اذا فعلتہ بنفسھا حتی اسقطتہ فلا شیء علیھا لاستحالۃ ان یکون
علی مملوکہ مالم یستحق فحینئذ تجب للمولی الغرۃ لانہ مغرور وام ولد جبکہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اسپر کچھ واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے
مالک پر یعنی غرہ جنین کا دین ام ولد پر نہیں ہو سکتا جبکہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہو پھر جبکہ وہ غیر مولے کی ملک ثابت ہو گی تو مولے کے واسطے غرہ
ثابت ہے اسواسطے کہ وہ مغرور ہے یعنی فریب خوردہ ہے کہ غیر کے ملک میں تصرف کیا اپنے ملک جانکر خرید وغیرہ کے سبب سے ام ولد مغرور کی صورت یہ ہے کہ
لونڈی خریدی کی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہو گئی پھر لونڈی نے پیٹ گرا یا دوا سے یا ضرب سے پھر لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کے
واسطے جاریہ اور اسکے عقر کا حکم کرے اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لے اور مستحق سے کہا جائے کہ تیری لونڈی نے اپنے ولد کو قتل کیا اور وہ آزاد تھا کیونکہ
وہ مغرور کا ولد ہے اور جنین آزاد میں غرہ واجب ہے تو یا لونڈی اسکو دے یا غرہ جنین کا کذا فی العالمگیریۃ مختصرا وفی الواقعات شربت دواء لتسقطہ عمدا
فان القتہ حیا فمات فعلیھا الدیۃ والکفارۃ وان میتا فالغرۃ ولا ترث فی الحالین اور واقعات میں ہے کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عمدا گرا دے پھر اگر بچہ گرایا
زندہ بعد اسکے وہ مر گیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہے اور اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہے اور عورت دونوں حالت میں وارث جنین کی نہوگی وتجب

فی جنین البہیمۃ ما نقصت الام ان نقصت وان لم تنتقص الام لا یجب شئی یعنی اگر چوپایہ اور جانور کے بچہ گرا دینے میں ان کا نقصان واجب ہے اگر ولادت سے اسکی قیمت ناقص ہو گئی ہو اور اگر ان میں نقصان نہیں ہوا تو اسمیں کچھ بچہ کی عوض واجب نہیں کذا فی سراجیہ فرع مسئلہ شتی شارح کا فی البزازیۃ ضرب بطن مرأۃ باشتہ فقطع البطن ووقع احد الولدین حیا مجروحا بالسیف والاخر میتا وجبۃ الام بالسیف ماتت ایضا اقتص لاجل الزوجۃ لانہ عمد وعلی عاقلتہ دیۃ الولد الحی اذا مات وغرۃ الولد المیت لانہ لما ضرب ولم یعلم بالولدین فی بطنہا کان الضرب خطا یہ بزازیہ میں ہے ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری سو تلوار نے اسکا پیٹ کوکاٹا اور اسکے پیٹ سے دو بچوں میں سے ایک بچہ زندہ تلوار سے زخمی ہو کر پڑا اور دوسرا مردہ گر پڑا اور اسپر تلوار کا زخم نمودار ہے اور عورت بھی مر گئی تو مرد سے قصاص لیا جاویگا زوجہ کے سبب سے اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مرد کے عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہے جبکہ وہ مر گیا ہو اور ولد میت کا بھی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ جب مرد نے تلوار ماری اور وہ اسکے پیٹ کے دو بچوں کو نہ جانتا تھا تو یہ ضرب ازراہ خطا کے ٹھہری اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے یہ فقہا نے بیان کیا

باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق وغیرہ

یہ باب ہے ان مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کچھ احداث کرے اور بنا دے لما ذکر القتل مباشرۃ شرع فیہ تسببا فقال جو یہ مصنف قتل بطریق مباشرۃ کو ذکر کر چکا تو اب شروع کیا اس قتل میں جو بطریق تسبب کے ہے سو لفظ انما قدم قول کیا مقدم قتل بطریق مباشرت کے اسکو کہ قاتل مقتول پر بلا واسطہ الہ قتل کو استعمال کرے اور قتل بالسبب یہ کہ اپنا بنا دی اسکے سبب کر کوئی مرگیا اخرج الی طریق العامۃ کنیفا ہو بیت الخلاء او میزابا او جرصنا کبرج وجذع وممر علو وحوض طاقۃ ونحوہا عینی او دکانا جاز احداثہ ان لم یضر بالعامۃ ولم یمنع منہ فان ضر لم یحل کما سیجیٔ شارع عام میں پاخانہ اور سنڈاس یا پرنالہ نکالا یا جرصن بنایا جیسے برج اور شہتیر اور چھجا اور حوض طاق کا مانند یا دکان اسکے اور جو اینکے حکم میں ہیں کذا فی العینی یا دوکان باہر نکالی تو اشیاء مذکورہ سے ہر چیز کا بنانا درست ہے اگر لوگوں کو اس احداث سے ضرر نہو اور کوئی منع بھی نکرے پھر اگر ضرر ہوگا تو اشیاء مذکورہ کا بنانا حلال نہیں جیسا کہ آگے آویگا اور جرصن بضم جیم وسکون را وصاد کو کہا ہے اور تحقیق نون یہ عربی لفظ نہیں لیکن مستعمل ہے اور اسکی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا برج ہے اور بعضوں نے کہا چھجا وغیرہ وکلام شارح نے اکثر اقوال کو جمع کر کے اشارہ کیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلاف نہیں مگر تفسیر میں کذا فی الطحطاوی ولکل احد من اہل الخصوص ولو ذمیا منعہ ابتداء ومطالبتہ بنقضہ ورفعہ بعدہ ای بعد البناء سواء کان فیہ ضرر اولا وقیل انما ینقض بخصومتہ اذا لم یکن لہ مثل ذلک والا کان تعنتا زیلعی اور ہر اہل خصومت سے اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو اسکا روک دینا ابتداء سے اور اسکے توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرنا بنچکنے کے بعد جائز ہے خواہ اسمیں ضرر ہو یا نہو اور صفار کا قول ہے کہ خصومت سے توڑنا بن چکنے کے بعد اسوقت ہے جبکہ مانع نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہیں تو روکنا ناحق عناد ہے کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اس مسئلہ میں تین مواضع میں کلام ہے اول یہ امر کہ احداث میں ثانی خصومت منع احداث میں اور رفع بعد الاحداث میں اور ثالث ضمان میں احداث کا حال تو یہ ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والونکو ضرر دینا ہو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے جب تک کوئی منع نکرے اور خصومت کا حال یہ ہے کہ امام کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کا اور بعد احداث کے تڑوا ڈالنے کا اگر کسیکو ضرر نہو وسے بشرطیکہ اسنے بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسف نے کہا کہ ابتداء میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد تڑوانیکا اختیار نہیں اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر نہوتا ہو تو نہ منع کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد اور ذمی ہے اسواسطے کہ شارع عام میں انکو چلنے کا اور اپنے جانوروں کے چلانے کا اختیار ہے تو خصومت کا بھی اختیار ہوگا برخلاف غلاموں اور طفلاں کے کہ وہ اہل خصومت سے نہیں کذا فی الطحطاوی ہذا کلہ اذا بنی لنفسہ بغیر اذن الامام یہ تمام مذکور اسوقت ہے جبکہ شارع عام میں اپنی ذات کے واسطے بنایا ہو بدون حکم سلطان کے ہم سو اگر حکم سلطانی ہو گیا ہو تو اب کسی کو منازعت کرنا جائز نہیں لیکن سلطان کو مناسب نہیں حکم دینا اگر لوگوں کو ضرر ہوتا ہو تنگی راہ سے اور باوجود اسکے سلطان کو مصلحت معلوم ہوا اور حکم دے تو جائز ہے جیسا کہ حموی میں ہے مسکین اور قہستانی میں بیان ہے کہ درصورت ضرر کے احداث جائز نہیں بلا خلاف خواہ سلطان حکم کرے یا نہ کرے کذا فی الطحطاوی زاد الصفار ولم یکن للطالب مثلہ صفار نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مطالبہ کرنے والے کا ویسا مکان نہو تب خصومت درست ہے ہم یہی قول ضعیف ہے جو مذکور ہو چکا تو اعادہ کی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی

وان بنی للمسلمین مسجد ونحوہ اوبنی باذن الامام لاینقض اور جبکہ شارع عام میں نفع مسلمین کے واسطے مکان بنایا گیا جیسا کہ مسجد اور مانند اسکے یا بحکم امام بنایا گیا تو وہ توڑا نجایگا اور ظاہر فقہا کے کلام سے صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کا بنانا راہ میں اس صورت میں کہ مضر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقض کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہو تو منع اور رفع اسپر بھی وارد ہوگا کما لا یخفی اور اسپر دلیل انکا قول ہے کہ جو کسیکو ضرر کرے اسکا احداث جائز نہیں اور جو جائز نہیں وہ قائم رکھا جاویگا اگرچہ امام کے اذن سے ہو یا نفع مسلمین کے واسطے بنا ہو کذا فی الطحطاوی ولو کان یضر بالعامۃ لایجوز احداثہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لاضرر ولاضرار فی الاسلام اور اگر کثر خلق کو ضرر کرتا ہو تو احداث اور اسکا بنانا جائز نہیں بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لاضرر ولاضرار فی الاسلام یعنی ضرر پہونچانا اور ضرر کا بدلا دینا اسلام کا طریقہ نہیں ہے یہ حدیث جابر سے طبرانی میں اور عبادہ بن صامت سے ابن ماجہ میں اور ابن عباس سے ابن ماجہ میں اور ابو سعید خدری سے مستدرک حاکم میں اور ابو ہریرہ سے دار قطنی میں اور عائشہ صدیقہ سے دار قطنی میں مروی ہے باختلاف بعض الفاظ ابن اثیر نے کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پہونچاوے یعنی اسکی حق تلفی نہ کرے اور ضرر کی جزا دے اسکو ضرر پہونچا کر اور بعضوں نے کہا کہ ضرر وہ ہے کہ دوسرے کو ضرر ہو اور تجھکو اسمین نفع ہو اور ضرار وہ ہے کہ دوسرے کو تو مضرت پہونچاوے اور تجھکو اسمین کچھ نفع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ ضرر ایکطرف سے ہے اور ضرار دونوں طرف سے ہے اور بعضوں نے کہا ضرر اور ضرار متحد المعنے ہیں غرض تکرار سے تاکید ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اور عنایہ میں اکمل نے کہا لاضرر لیبتدا به ولاضرار جزاء یعنی بدلا لینے میں اپنے مقدار حق سے تعدی نکرنا چاہیے اسواسطے کہ ضرار بمعنی مضارہ ہے یعنی تو اسکو ضرر پہونچاوے جسنے تجکو ضرر پہونچایا واللہ اعلم والقعود فی الطریق لبیع وشراء یجوز ان لم یضر باحد والا لا علی ہذا التفصیل السابق اور راہ میں بیٹھنا بیچنے اور خرید کرنے کے واسطے جائز ہے اگر کسیکو ضرر نہوتا ہو اور نہیں تو جائز نہیں بموجب اسی تفصیل سابق کے ہم قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ میں درخت لگانے کا وہذا فی النافذ وفی غیر النافذ لایجوز ان یتصرف باحداث مطلقا اضرّبہم اولا الا باذنہم لانہ کالملک الخاص بہم اور یہ حکم احداث کا شارع عام نافذ کا تھا جو دوسری طرف سے بند نہیں ہے اور کوچہ غیر نافذہ میں تو کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقا جائز نہیں خواہ اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نکرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے کہ کوچہ غیر نافذہ انکی ملک خاص کے مانند ہے ہم شارح اس تعبیر میں صاحب درر کا تابع ہوگیا اور ہدایہ میں مصرح ہے کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے ثم الاصل فیما جہل حالہ ان یجعل حدیثا فی الطریق العامۃ وقدیما فی الطریق الخاصۃ برجندی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ اس احداث میں جسکا قدیم اور جدید ہونا معلوم نہیں یہ ہے کہ اگر شارع عام میں ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ میں ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی ہم تو اگر احداث جدید ہے تو امام کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسیکو توڑنا درست نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی فان مات احد من الناس بسقوطہا علیہ فدیتہ علی عاقلتہ ای عاقلۃ المخرج لتسببہ پھر اگر کوئی آدمی شیاء مذکورہ کے اسپر ساقط ہونے سے مرگیا تو اسکا خونبہا مکان نکالنے والے کے عاقلہ پر واجب ہے بسبب انکی سبب سازی کے یعنے مسبب ہلاکت بانی مکان ہے لہذا اسکے مددگاروں پر دیت لازم ہوئی کما تدی العاقلۃ لو حفر بئرا فی الطریق او وضع حجرا او ترابا او طینا ملتقی فتلف بہ الانسان لانہ سبب جیسے عاقلہ پر دیت دینا لازم ہوتا ہے اگر کنواں کھودا راہ میں یا پتھر رکھا یا خاک یا مٹی راہ میں ڈھیر کی کذا فی الملتقی سو اسکے سبب سے کوئی آدمی مرگیا اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہے ہلاکت کا فان تلف بہ ای بواحد من المذکورات بہیمۃ ضمن فی مالہ ان لم یاذن بہ الامام پھر اگر ایک کسی چیز سے اشیاء مذکورہ میں سے یعنے بیت الخلا یا میزاب یا برج وغیرہ یا دوکان یا راہ کے کنوئیں یا پتھر سے کوئی جانور تلف ہوگیا تو محدث کے مال میں تاوان لازم ہوگا اگر امام نے اسکا اذن نہ دیا ہو وجہ تاوان تعدی ہے محدث کی اور عاقلہ پر اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ عاقلہ پر نفس کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ میں کیونکہ وہ نائب ہے خلق اللہ کا تو اسکا فعل ایسا ہے جیسے مالک کا فعل اپنے ملک میں چنانچہ قہستانی میں ہے اور اذن سلطان کے مانند ارباب محلہ کا اذن ہے غیر نافذہ کوچہ میں تو عدم اذن امام راجع ہے اول کلام تک یعنے فان مات احد تک کذا فی الطحطاوی فان اذن الامام فی ذلک او مات واقع فی بئر طریق جوعا او عطشا او غما لا ضمان

[حاشیہ:] سلہ ابن نجیم نے فتاویٰ میں باب الصلح سے پہلے اور یہ مسئلہ اسی طرح ہے مترجم اول سے نقل کیا ہے ۱۲

پہنچی خطأ فالصمد پھر اگر بادشاہ نے انہین یعنی کنوین وغیرہ کے احداث مین اذن دیا اور کوئی شخص گر گیا یا راہ کے کنوین کا گر پڑنے والا بھوک یا پیاس یا غم سے مر گیا تو ادا
نہین اسی قول پر فتوی ہے بخلاف محمد کے کہ انکے نزدیک سب صورتون مین ضمان ہے ہم غم سے بیان یہ مراد وہم کا رکنا ہے کنوین کی ہول سے ان اشیاء مین ضمان اسواسطے
ہوا کہ کنوین کا گرنے والا جوع یا عطش یا غم سے مرگیا نہ وقوع سے اور ضمان اسوقت واجب ہوتا ہے جبکہ وقوع کے سبب سے مرجاے کذا فی الزیلعی ولو سقط المیزاب
فاصاب ما کان فی الداخل رجلا فقتله فلا ضمان اصلا لکونه فی ملکه فلم یکن متعدیا اور اگر پرنالہ ساقط ہوا وہ پرنالہ کا وہ سرا جو دیوار مین داخل تھا کسی مرد
کے لگا سو اسکو قتل کیا تو اصلا ضمان نہین اسواسطے کہ پرنالہ کی طرف داخل تو صاحب خانہ کے ملک مین ہے تو مالک ظالم نکلی تعدی نہ ہوئی وان ما کان
اصابه الخارج او وسطه بزازیة فالضمان علی واضعه لتعدیه اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا اسکا درمیان کسی کے لگا کذا فی البزازیہ تو پرنالہ لگانے والے پہ
ضمان واجب ہے اسکی تعدی کے سبب سے ہم تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا مین اسنے پرنالہ نصب کیا کذا فی الزیلعی اور لہذا پرنالہ لگانے نہ تعزیر ورنہ بھی نہین اسواسطے
کہ دیوار مین خصمی پرنالہ ہو سکتا ہے کذا فی الہدایہ طحطاوی نے کہا کہ ضمان اسی صورت مین ہے جبکہ سلطان یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانے کا اذن نہ دیا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور تعدی کی تعلیل
بھی اسپر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضع کی عاقلہ پر اور اسی طرح مسائل آئندہ مین انتہی ولو مستاجرا او مستعیرا او غاصبا فضمان واضع پر ہے اگرچہ واضع مستاجر
یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع لبقاء فعله وهو الموجب للضمان بخلاف الحائط المائل کما بسطه الزیلعی اور ضمان باطل نہین ہوجاتا اس مکان کی بیع
کے سبب باقی رہنے واضع کے فعل کے اور وہ یعنے فعل واضع ضمان کا موجب ہے بخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے هم خلاصہ کذا فی زیلعی یہ ہے
کہ بائع پر ضمان اسواسطے ہے کہ فعل اسکا منسوخ نہین ہو گیا اسکی ملک زائل ہونے سے بخلاف دیوار مائل جبکہ اسکو بیچا اشہاد کے بعد پھر بائع کے ... اگر گر پڑی اور کوئی مر گیا
تو نہ بائع پر ضمان ہے نہ مشتری پر اسلیے کہ مشتری پر اشہاد نہین ہوا حالانکہ وہ شرط ہے اور بائع کے حق مین اشہاد اول باطل ہو گیا عدم ملک سے کذا فی الطحطاوی ولو
اصابه الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضعه النصف وهدر النصف وان لم یعلم ای طرف منهما اصابه ضمن النصف استحسانا زیلعی
اور اگر کسی مرد کو پرنالہ کی دونون طرفین داخلی اور خارجی پڑین اور وہ ہلاک ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو کہ دونون طرفون کا اسپر گرنا معلوم ہو تو پرنالہ لگانے والے پر نصف دیت واجب
ہے اور نصف دیت باطل اور رائگان ہے اور اگر معلوم نہین کہ دونون طرفون سے کون طرف اسپر گری تو واضع پر نصف دیت کا ضمان بدلیل استحسان کے واجب ہے کذا فی الزیلعی
هم قیاس یہ تھا کہ بصورت عدم علم کچھ واجب نہ ہوتا کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہے اور اگر داخلی سے ہے تو ضمان نہین شک سے وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال مین
پورا ضمان ہو سکتا ہے اور دوسرے حال مین کچھ بھی نہین ہوتا تو نصف ضمان لازم ہو گا کذا فی الطحطاوی ومن نحی حجرا وضعه آخر فعطب به رجل ضمن لان
فعل الاول نسخ بفعل الثانی اور جسنے کنارے پر کر دیا اس پتھر کو جو دوسرے شخص نے راہ مین رکھا تھا پھر اس پتھر سے کوئی مرد ٹھوکر کھاکے مر گیا تو کنارے پر کرنیوالا
ضمان دیگا اسواسطے کہ اول شخص کا فعل یعنے راہ مین رکھنے والے کا منسوخ ہو گیا دوسرے شخص کے فعل سے یعنے تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹھہرا نہ اول
حمل علی راسه او ظهره شیئا فی الطریق فسقط منه علی آخر او دخل بحصیر او قندیل او حصاة فی مسجد غیره ای جعل فیه حصیرا او بواریه ابن کمال او جلس فیه لا
للصلوة ولو بقران او تعلیم فعطب به احد کالاعمی ضمن خلافا لهما اس شخص کے مانند جسنے اپنے سر یا پیٹھ پر کوئی چیز لادی راہ مین سو اسمین سے کچھ
دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قندیل یا پتھری غیر کی مسجد مین لیگیا یعنے مسجد مین پتھریون یا چٹائیون کا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سواے نماز اور فعل کے
واسطے مسجد مین بیٹھا اگرچہ قرآن یا تعلیم کے واسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اسکے سبب سے تلف ہو گیا چنانچہ اندھا چٹائی مین الجھکر یا پتھریون مین ٹھوکر کھاکر مر گیا
تو حامل یا داخل یا جالس پر ضمان لازم ہو گا بخلاف صاحبین کے لا ضمن من سقط منه رداء لبسه علیه ضمان لازم نہو گا اس شخص پر جسپر سے وہ چادر گر پڑی
جسکو وہ اوڑھے تھا اور اسکے سبب سے کوئی تلف ہو گیا هم حامل اور لابس مین فرق یہ ہے کہ حامل شے اسکی محافظت کا قصد رکھتا ہے تو تقیید بالسلامة مین اسپر
کچھ حرج نہین اور لابس ملبوس کی حفاظت کا قصد نہین رکھتا تو تقیید بالسلامة مین اسپر حرج ہے کذا فی الطحطاوی وادخل بدون الاستثناء المذکور

فی مسجد حیہ ای محلتہ لان تدبیر المسجد لاہلہ دون غیرہم ففعل الغیر مباح فیتقید بالسلامۃ باشیاء مذکورہ یعنے چٹائی یا قندیل یا پتھر یان اپنے محلہ کی مسجد میں
لگایا اور کوئی شخص اُسکے سبب سے ہلاک ہوگیا تو اسپر ضمان نہیں اسواسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے انکے سوا اور لوگون پر تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو وہ بقید سلامت
ہوگا ہم کہتے ہیں ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل محلہ دونون کا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے
بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی وجلس فیہ للصلوۃ ای لاجل الصلوۃ ان الجالس للصلوۃ فی مسجد حیہ او غیرہ لا یضمن و لغیر الصلوۃ
یضمن مطلقا ... فی الشرح بلا تیہ معزیا للزیلعی وغیرہ قولہا وقد حققتہ فی شرح الملتقی یا بیٹھا مسجد میں نماز کے انتظار کے واسطے
اور کوئی شخص اسپر گرکے تلف ہوگیا تو جالس پر ضمان نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کے واسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد میں بیٹھا تو اسپر ضمان نہیں
اور نماز کے سوا اور فعل کے واسطے بیٹھا تو اسپر ضمان ہے مطلقا خواہ اپنی مسجد میں ہو یا غیر محلہ کی مسجد میں ہو بخلاف صاحبین کے یعنے انکے نزدیک جالس مسجد پر ضمان نہیں خواہ
نماز کے واسطے ہو اس میں ہو یا نہو اور شرح الہدایہ میں صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کی طرف نسبت کرکے اور ہمنے اسکو تحقیق بیان کیا ہے شرح ملتقی مین ہم زیلعی مین ہے حلوانی
سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اسلیے کہ جلوس نماز کی ضرورت
سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی مین ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وفی قہستانی او استاجر رجلا لیحفر
او لیحفر لہ فی فنائہ حانوتا او دارۃ فتلف بہ شیء ان قبل فراغہ فعلی الاجیر وان بعدہ فعلی الآمر کما لو کان فی غیر فنائہ ولم یعلم بہ الاجیر فان علمہ فعلیہ
کما لو امرہ بالبناء فی وسط الطریق لفساد الامر اور ملتقی مین ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بنا دے یا اسکے واسطے کنوان کھود دے اُسکی دوکان یا مکان
کے پیش دروازے مین سو اسکے سبب سے کوئی چیز تلف ہوگئی اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اُسکا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی
تو امر کرنے والے پر ہے چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش در مین ہو اور مزدور اسکو نجانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پھر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اُسنے تعمیر کے واسطے
امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنے راہ مملوک مستاجر کی نتھی تو اسکا امر کرنا باطل تھا پھر جب باوجود اسکے مزدور نے
تعمیر پر اجرت لی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر ولو قال الآمر ہو فنائی ولیس لی فیہ حق الحفر فعلی الاجیر قیاسا ای لعلمہ بفساد الامر فما امرہ وعلی
المستاجر استحسانا انتہی قلت وقدمہ ہو وغیرہ القیاس ہنا وظاہرہ ترجیحہ سیما علی ادب روایۃ صاحب الملتقی من تقدیم الاقوی فتامل
اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہ میرا پیش دروازہ ہے اور اسمین مجکو کنوان کھودنے کا حق نہیں ہے یعنے پھر باوجود اسکے مزدور نے وہان کھودا اور کوئی چیز تلف
ہوگئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنے اسواسطے کہ مزدور کو امر مستاجر کا فساد معلوم ہوگیا تو مستاجر نے اُسکو فریب نہین دیا اپنی حقیقت ظاہر کرکے اور مستاجر
پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہے کلام الملتقی مین کہتا ہون اور البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے یہان قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور تقدیم اُسکی ترجیح
پر دلالت کرتی ہے خصوصا صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اسکو تامل کرو ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ مستاجر نے کھودنے کا امر ظاہر اپنے پاس
مین کیا اسواسطے کہ پیش در مین آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیان رکھنا اور گھوڑا باندھنا وغیر ذلک من التصرفات درست ہے تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان مستاجر پر ہوگا
نہ مزدور پر ومن حفر بالوعۃ فی طریق بامر السلطان او فی ملکہ او وضع خشبۃ فیہا ای الطریق او قنطرۃ بلا اذن الامام وکذا کل ما فعل فی
طریق العامۃ فتعمد رجل المرور علیہا لم یضمن لان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب اور جسنے چاہ آب ریز کھودا راہ مین سلطان
کے حکم سے یا اپنی ملک مین کھودا یا لکڑی رکھا راہ مین یا پل بنایا بدون اذن سلطان کے اور اسی طرح کا حکم ہر ایک اُس چیز مین جو شارع عام مین بنائی گئی پھر کسی مرد نے
قصدا اُسپر گذر کیا اور وہ تلف ہوگیا تو حافر اور واضع اور بانی پر ضمان نہیں اسواسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشر کی طرف اولی ہے مسبب کی طرف سے تمام تعلیل ہوگئی علی
دونون کی زیلعی نے کہا کہ چاہ آب ریز باذن امام کھودنا یا اپنی ملک مین کھودنا تعدی نہین ہے اور وضع خشبہ و قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اسپر عمدا چلنا نسبت کے الاضع کا

قاطع ہوا اسواسطے کہ واضع متسبب ہوا اور چلنے والا مباشر ہو کذا فی الطحطاوی وبہذا تبین ان المتسبب انما یضمن فی حفر البئر ووضع الحجر اذا لم یتعمد الواقع المرور کذا فی المجتبے اور اس کلام یعنے عدم ضمان بتعمد سے ظاہر یہ ہوگیا کہ متسبب پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوتا ہو کہ کنوان کھودنے اور پتھر راہ میں رکھنے سے جبکہ اسکا گرنے والا بالقصد اسپر مرور نکرے کذا فی المجتبے وفیہ حفر فی طریق مکۃ وغیرہا من الفیافی فلم یضمن بخلاف الامصار قلت وبہذا عرف ان المراد بالطریق فی الکتب الطریق فی الامصار دون الفیافی والصحاری لانہ لا یمکن العدول عنہ فی الامصار غالبا دون الفیافی والصحاری اور مجتبی میں ہو کہ مکہ معظمہ یا اسکے سوا میدانون کی راہ میں کنوان کھودا اور اسمین گرکے کوئی تلف ہوگیا تو کھودنے والے پر ضمان نہین بر خلاف شہرون کے میں کہتا ہون اور اس مسئلہ سے معلوم ہوگیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ میں شہرون کی راہ ہے نہ بیابان اور جنگلون کی اسواسطے کہ شہرون میں راہ معین سے ہٹکر چلنا اکثر ممکن نہین ہوتا نہ میدانون کی راہ میں ولو استاجر رجل اربعۃ

یحفرو له بئرا فوقعت البئر علیہم جمیعا من حفرہم فمات احدہم فعلی کل واحد من الثلثۃ الباقیۃ ربع الدیۃ ویسقط ربعہا لان البئر وقعت علیہم

بفعلہم فقد مات من جنایتہ وجنایۃ اصحابہ فیلغو ما قابل فعلہ فانہ وضمن ما زاد وفی الجوہرۃ وہذا اذا کان البئر فی الطریق فلو فی ملک المستاجر فینبغی ان یجب

لان الفعل مباح فما یحدث منہ غیر مضمون انتہی اور اگر ایک مرد نے چار شخصون کو مزدوری پر لگایا اپنا کنوان کھودنے کو سو کنوان ان سب پر پھٹ کر گر پڑا انکے کھودنے کے سبب سے سو انہین سے ایک شخص مرگیا تو باقی تین شخصون میں سے ہر شخص پر چوتھائی دیت واجب ہوا اور چوتھائی دیت ساقط ہوئی اسواسطے کہ کنوان انپر انکے فعل کے سبب سے تو مرنے والا مرگیا اپنی جنایت اور اپنے ساتھیون کی جنایت سے تو اسقدر دیت ساقط ہوگئی جو اسکے فعل کے مقابلہ واقع ہوگی کذا فی الخانیۃ وغیرہا جوہرہ میں اتنا زیادہ ذکر کیا ہو اور یہ حکم اس شرط پر ہو جبکہ کنوان راہ میں ہو سو اگر مستاجر کی ملک میں ہوگا تو لائق یون ہو کہ کچھ دیت واجب نہوا اسواسطے کہ وہ فعل مباح ہے سو جو حادث ہوگا اسکا ضمان نہین انتہی ما فی الجوہرۃ قلت ویوخذ منہ جواب حادثۃ ہی ان رجلا لہ کرم وارضہ تارۃ تکون مملوکۃ وعلیہا الخراج کارض بیت المال وتارۃ تکون للوقف وتارۃ فی یدہ مدۃ طویلۃ یودی خراجہا ویملک الانتفاع بہا فحفر بئرا فیہا ضمیرہ دفیہ مستاجر بہذا الرجل جماعۃ یحفرون لہ بئرا لیغرس فیہا اشجار العنب وغیرہ فسقطت علی احدہم الی الورثۃ مطالبتہ بدیۃ قال المصنف والحکم فیہا وشبہہا عدم وجوب شئ علی المستاجر ولا علی الاجیر کما یفیدہ کلام الجوہرۃ ومحل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقیدا الاتحاد الحکم والحادثۃ واللہ اعلم میں کہتا ہون اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہو وہ حادثہ یہ ہو کہ ایک مرد کے درخت انگور ہین اور انگور کی زمین کا ہے مملوک ہوتی ہو اور اسپر خراج ہو جیسے بیت المال کی اراضی اور کبھی زمین وقف کی ہوتی ہو اور گاہے صاحب انگور کے قبضہ میں مدت دراز رہتی ہو کہ وہ اسکا خراج دیا کرتا ہو اور اس زمین سے نفع لینے کا مالک ہوتا ہو درخت وغیرہ لگاکر سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنوان کھودنے کے واسطے تاکہ اس زمین میں انگور وغیرہ کے درخت جماوے سو کنوان پھٹ پڑا ایک مزدور پر تو اسکے وارثون کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ جائز ہو یا نہین مصنف نے شرح میں کہا اس حادثہ اور اسکے مانند میں عدم وجوب ضمان کا حکم ہو مستاجر پر اور اسی طرح اور مزدور پر کچھ واجب نہین چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہو اور فتاوی کا اطلاق مقید پر محمول ہو یعنے یہ جو کتب فتاوی میں مذکور ہو بلا قید کہ جو کھودنے میں تلف ہوا اسکا ضمان ہو سو مراد حفر فی الطریق ہو نہ حفر فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم ہم یہ جو کہا کہ زمین کا ہے مملوک ہو اور گاہے وقف اور گاہے تصرف مستاجر میں ہو مدت طویل سو مراد اس سے یہ ہو کہ وہ زمین خالی نہین اشیاء مذکورہ سے اور یہ مراد نہین کہ ایک زمین گاہے مملوک ہو اور گاہے وقف اور جواب استفتا میں خلل ہو کہ حادثہ انگور متفرع ہو صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز پر اور فقہائے دین سے منصوص نہین تو حکم متحد نہین ہو سکتا اور حادثہ بھی مختلف ہو کیونکہ حفر فی الملک فی الطریق کی مغائر ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ہا دہ شارح کے لو استاجر رب الدار الفعلۃ لاخراج جناح او ظلۃ فوقع فقتل انسانا ان قبل فراغہم من عملہا فالضمان علیہم لانہ حینئذ لم یکن مسلما لرب الدار اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چھجا یا چھتا نکالنے کے واسطے سو چھجا یا چھتا گر پڑا سو تنہ کسی آدمی کو قتل کیا انکے فراغت عمل سے پہلے تو ضمان کاریگرون پر

ہو وہ صاحب خانہ پر اسواسطے کہ اسوقت مین یعنے قبل از فراغ صاحب خانہ کے واسطے وہ مسلم نہین ہوا تضمین لو کرش الماء بحیث یزلق واستوعب الطریق
اور ضمان دیگا اگر پانی کثرت سے چھڑکا اس طرح پر کہ اس سے آدمی رپٹ جاتا ہو اور چھڑکا تمام راہ مین ہو اور اگر چھڑکا تھوڑا ہو یا تمام راہ مین چھڑکا نہین ہو
تو ضمان نہین فلو رش فناء حانوت باذن صاحبہ فالضمان علی الآمر استحسانا وتمامہ فی الملتقی اور اگر پانی چھڑکا دکان کے سامنے صاحب دکان کے اذن سے تو امر
کرنے والے پر ضمان ہو استحسان کی راہ سے اور پورا اسکا بیان ملتقی مین ہو

فصل فی الحائط المائل

یہ فصل ہو دیوار مائل یعنے جھکی دیوار کے مسائل مین مال حائط الی طریق العامۃ ضمن ربہ ای صاحبہ ما تلف بہ من نفس انسان او حیوان او مال جھک گئی دیوار شارع عام کی طرف تو دیوار کا مالک یعنے اسکا صاحب ضمان دیگا اس چیز کا جو تلف ہوگئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز مالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کر کے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک مراد نہین بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہو جسکو تصرف اور تفریغ کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اسکا دادا یا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح بیان کریگا ان طلب من ربہ حقیقۃ او حکما کالواقف والقیم ولو حائط المسجد فیضمن عاقلۃ الواقف ضمان تلف لازم ہوگا بشرطیکہ دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃ مالک ہو یا حکما مالک ہو چنانچہ وقف کرنے والا اور ناظر وقف کا اگرچہ دیوار مائل مسجد کی ہو تو عاقلہ واقف پر ضمان لازم آویگا وکالقیم الوصی والراہن والمکاتب والعبد التاجر اور ناظر وقف کے مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور سوداگر غلام ہو ہم ولی سے مراد صغیر کا ولی ہو جیسے اسکا باپ اور دادا راہن کا ذکر اسواسطے کیا کہ مرتہن مالک حصے ہون کا نہین کہ اس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہو اور وہ قادر ہو ہم دیوار پر فک رہن کے بعد پھر دیوار بنا کر مرتہن کے قبض مین کر دے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہوگی حال کتابت مین تو اگر وہ چیز انسان ہو تو جو اسکی قیمت اور دیت مقتول مین اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہو تو اسکی ادائے قیمت مین سعی مکاتب پر واجب ہوگی اور اگر عبد تاجر کی دیوار سے مال تلف ہوگا تو اسکی گردن سے متعلق ہو اور اگر جان ہو تو اسکے مالک کی عاقلہ پر دیت ہو کذا فی الطحطاوی وکذا احد الشرکاء ولو الورثۃ استحسانا اور اسی طرح ناظر وقف کے مانند شریکون مین سے ایک شریک ہو اگرچہ اشخاص مذکورین ہون انکے وارث ہون باعتبار استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہو کہ احد الشرکاء قادر ہو اسپر کہ باقی شریکون سے مطالبہ کرے تا وہ مجتمع ہو کر دیوار کو ڈھا دین تو ایک شریک بقدر اپنے حصہ کے ضمان دیگا اور قیاس یہ تھا کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہوتا کیونکہ وہ ہدم دیوار کا مالک نہین نعم فی الظہیریۃ لو مات ربہ عن ابن فقط وعلیہ دین مستغرق صح الاشہاد علی الابن وان لم یملک الدار برجندی وغیرہ ہان ظہیریہ مین ہو کہ اگر دیوار کا مالک مرگیا فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق متروکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہو اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہین کذا فی البرجندی وغیرہ ہم تو اگر اشہاد کے بعد انسان تلف ہوگا تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنح بمقتضیہ مکلف مسلم او ذمی یعنے من اہل الطلب فیشترط فی الصبی والعبد اذن ولیہ ومولاہ بالخصوصیۃ زیلعی حر او مکاتب ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اسکے توڑنے اور ڈھا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل ہو طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب مین اسکے ولی کا اور غلام کی طلب مین اسکے مالک کا اذن خصوصیت کے واسطے شرط ہو کذا فی الزیلعی وان لم یشہد وجوب ضمان مین طلب نقض شرط ہو اگرچہ اسپر اشہاد واقع نہوا ہو ہم تو وجوب ضمان مین طلب شرط ہو نہ اشہاد اور اشہاد جو کتب فقہ مین مذکور ہو تو اسواسطے ہو کہ اگر مالک دیوار یا اسکے مددگار طلب ہدم کا انکار کرین تو اسکے اثبات پر قدرت حاصل رہے تو اشہاد باب احتیاط سے ہو چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہو نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اس ہر ایک لفظ سے صحیح ہو جس سے طلب نقض مفہوم ہو چنانچہ یون کہنا کہ تیری دیوار خطرناک ہو یا مائل ہو سو اسکو گرا دے تا ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف نہ کرے یا یون کہے کہ دیوار کو گروا دے کہ وہ جھک رہی ہو اور اشہاد کی صورت یہ ہو کہ طلب مذکور شاہدون کے سامنے ہو یا یون کہے کہ اس مرد سے دیوار ڈھانے کو کہہ چکے ہین اور اگر مالک دیوار سے یون کہے کہ تجکو دیوار کا ڈھانا مناسب ہو تو یہ طلب نہین ہو اور نہ اشہاد بلکہ مشورہ ہو کذا فی الزیلعی ولا یصح الطلب قبل المیل لعدم التعدی اور طلب نقض صحیح نہین دیوار کے جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے

والحائط انما لم ینقض وہو یملک نقضہ فی مدة یقدر علی نقضہ فیہا صاحب دیوار مائل پر ضمان واجب ہے طلب کے بعد اس حالت مین کہ اُسنے دیوار کو نہ گرایا اور حالانکہ
وہ اسکے گرانیکا مالک ہے اسقدر مدت مین جتنی مین اُسکے ڈہانے پر قادر ہے یعنے طلب کے بعد فوراً بلامہلت ضمان واجب نہین تو اگر طلب پر اشہاد ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی
مالک نے اتنی فرصت نہ پائی کہ گرانے پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اُسپر لازم نہوگا بعلت عدم قدرت علی النقض لان دفع الضرر العام واجب یعنی دیوار پر اسواسطے ضمان
تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے ہم اگر ضمان واجب نہو تو تفریغ ممتنع ہو تو راہ بند ہو جاے گرنے کے خوف سے تو راہ بند ہو جانے سے خلق اللہ کا ضرر ہے اور ضرر عام
کا دفع کرنا واجب ہے اور یہ امر اکثری ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کے واسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہو اور جیسا چنانچہ ہلاک
جان کے خوف سے اس ہاتھ کا کاٹنا جو سڑا جاتا ہو کذا فی الطحطاوی ثم ما تلف بہ من النفوس فعلی العاقلة وما من الاموال فعلیہ لان العاقلة لا تعقل المال پھر معلوم کرنا چاہیے
کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگئی تو اسکی دیت صاحب دیوار کے مددگارون پر ہے اور جو مال تلف ہووے تو اسکا ضمان صاحب دیوار پر ہے اسواسطے کہ
مددگار تلف مال کا ضمان نہین دیتے ولا ضمان الا بالاشہاد وشرطہ ثلثة اشیاء علی التقدم علیہ وعلی الہلاک بالسقوط علیہ وعلی کون الجدار مالکا لہ ای من وقت
الاشہاد الی وقت السقوط ولذا قال اور ضمان نہین مگر تین چیزوں پر گواہ لانے سے ایک اسپر کہ صاحب دیوار کی طرف طلب ہدم مقدم ہو چکی دوسرے اسپر کہ ہلاکت
ہوئی اسپر گر پڑنے کے سبب سے تیسرے اسپر کہ دیوار اسکی ملک ہے یعنے اشہاد کے وقت سے سقوط کے وقت تک اسکی ملک مین باقی ہے لہذا مصنف نے قول
آیندہ کو ذکر کیا ولو تقدم الی من لا یملک نقضہ ممن یسکنہا باجارة او اعارة او الی المرتہن او الی المودع لا یعتد بہ لعدم قدرتہم علی التصرف
اور اگر طلب ہدم اس شخص سے متقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہین ان لوگون مین سے جو گھر مین رہتا ہے اجارہ یا عاریت کے سبب سے یا مرتہن یا امانت دار کی طرف طلب
ہوئی تو اس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہین انکی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنے وہ لوگ ہدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہین ہین فلو سقط بعد التقدم
من ذکرنا فتلف شیئا فلا ضمان اصلا لا علی ساکن ولا مالک اور اس صورت مین اگر دیوار ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار نے
ساقط ہو کر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہین نہ گھر کے رہنے والے پر نہ مالک پر ہم ساکن پر اسواسطے ضمان نہین کہ وہ مالک نہین اور مالک پر اسواسطے نہین کہ اسپر اشہاد
وطلب کما لو خرج الحائط عن ملکہ ببیع او نحوہ کہبة حادث بعد الاشہاد وکذا لو جن مطبقا او ارتد ولحق وحکم بلحاقہ ثم عاد وافاق خانیہ چنانچہ اس
صورت مین ضمان نہین کہ دیوار خارج ہوگئی اسکی ملک سے بیع کے سبب یا غیر بیع کے سبب سے چنانچہ ہبہ کرنے کے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی
اور اسی طرح ضمان نہین اگر مالک دیوار کا مجنون ہوگیا مجنون مطبق یا مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جا ملا اور اسکے لحاق کا حکم ہوگیا پھر وہ دار الاسلام مین آگیا یا مجنون
ہوشیار ہوگیا کذا فی الخانیہ ہم ظاہر اسبہ مین تسلیم ضرور ہے بطلان اشہاد کے واسطے اسواسطے ہبہ کا کچھ حکم نہین قبل تسلیم کے تو یہ جو شارح اگلے قول مین کہیگا لزوال
ولایتہ بالبیع ونحوہ وغیرہ ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی بعد الاشہاد ولو قبل القبض لزوال ولایتہ بالبیع ونحوہ وان عاد ملکہ بعدہ حاوی وخانیہ خروج ملک
بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہین آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہو جانے اسکی ولایت کے بیع اور اسکے مانند سے اگرچہ ملک
بائع کی پھر عود کرے بعد اسکے کذا فی الحاوی والخانیہ ہم ضمان واجب ہوتا ہے ترک ہدم سے پھر جب بیع کی تو قادر نہ رہا ہدم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک ہوگا تو بھی
ضمان لازم نہوگا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب سے بخلاف نحو الجناح لبقاء فعلہ کما مر بخلاف مانند جناح کے بسبب باقی رہنے فعل بائع کے چنانچہ فصل سابق
مین زیلعی سے مذکور ہو چکا ہم اشراع جناح عبارت ہے اخراج جذوع دیوار سے یعنے دیوار سے ہفیان راہ کی طرف باہر نکالنا اور اسپر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعة
اہل ہند اسکو چھجا اور برآمدہ کہتے ہین اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر راہ کی طرف اخراج جناح کیا یا مانند اسکے کچھ بنایا پھر اسکو بیچا پھر وہ
ساقط ہو کر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اسواسطے کہ نفس وضع جنایت ہے تو زوال ملک اس حال کو نہین بدلتا اور دیوار میں تا خود
جنایت نہین بلکہ ترک ہدم دیوار مائل جنایت ہے سو بیع کے بعد ہدم پر قدرت نہین وان مال الی دار انسان من مالک او ساکن باجارة او بغیرہا والاضافة

لاولی ملا بستہ قہستانی فالطلب الیہ لان الحق لہ اور اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا رہنے والا ہو کرایہ وغیرہ سے تو اُسی آدمی کو طلب ہدم کا اختیار ہے اسواسطے کہ خاص حق اُسی کا ہے قہستانی نے کہا اور انسان کی اضافت کثیر التعلق اور ارتباط کی وجہ سے ہے یعنے تو مالک اور کرایہ دار دونون کو صاحب خانہ کہنا صحیح ٹھہرا فیصح تاجیلہ وابراؤہ منہا ای من الجنایۃ تو صاحب خانہ کی تاجیل اور جنایت سے ابرا کرنا صحیح ہے یعنے اگر ایک شخص کے گھر کی طرف دیوار مائل ہے اور اُسنے مالک دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت مین گرا کر بنالینا یا کہا تجھپر ضمان تلف نہین تو یہ جائز ہے پھر اگر اس مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم نہوگا کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی وان مال الی الطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقض لایبرا لانہ حق العامۃ وتصرف القاضی فی حق العامۃ نافذ فیما ینفعہم لا فیما یضرہم ذخیرہ بخلاف تاجیل من بالدار اور اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کی طرف سو اُسکو قاضی نے مہلت دی مدت معین تک یا اُسنے مہلت دی جسنے ہدم دیوار کی طلب کی تھی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہوگا ضمان تلف سے اسواسطے کہ شارع عام مین سب کا حق ہے اور قاضی کا تصرف حق عام مین نافذ ہے اسمین جو انکو نفع کرے نہ اسمین جو انکو ضرر کرے کذا فی الذخیرہ برخلاف تاجیل صاحب خانہ کہ وہ اُسی کا خاص حق ہے ولو مال بعضہ للطریق وبعضہ

مہلت دینا ۱۲

للدار فای طلب صح الطلب لانہ اذا صح الاشہاد فی البعض صح فی الکل برجندی اور اگر بعض دیوار راہ کی طرف مائل ہوئی اور بعض کسی کے گھر کی طرف تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اسواسطے کہ جب بعض مین اشہاد صحیح ہوا تو کل مین صحیح ہوگا کذا فی البرجندی ہم کہتے ہین کہ دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد صحیح ہوگا اسقدر دیوار مین جو اُنکی ملک کی طرف مائل ہے اور اسقدر مین بھی جو راہ کی طرف مائل ہے اسواسطے کہ اہل خانہ بھی منجملہ عامہ کے ہے اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ کا غیر ہے تو اسقدر دیوار مین اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کی طرف مائل ہے اور جب بعض دیوار مین صحیح ہوا تو کل مین بھی صحیح ہوگا کذا فی الحاشیۃ طحطاوی نے کہا تو اس سے معلوم ہوگیا جو شارح کے کلام مین ہے یعنے اجمال مخل فان بنی مائلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی اشراع الجناح ونحوہ کمیزاب لتعدیہ پھر اگر دیوار مائل بنائی شروع سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے مین چنانچہ میزاب مین ضمان لازم ہے بلا طلب بسبب اُسکی تعدی کے مائل بنانے سے

حائط بین خمسۃ اشہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقلتہ خمس الدیۃ ای خمس ما تلف بہ من مال او نفس لتمکنہ من اصلاحہ بمرافعتہ للحاکم ایک دیوار مائل پانچ شریکون مین مشترک ہے ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی ایک مرد پر تو صاحب دیوار کے مددگارون پر پانچوان حصہ دیت کا لازم ہوگا یعنے جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اُسکے پانچوین حصہ کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہے اُسکی حاکم سے نالش کرکے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنے ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہین تو اُسپر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہین لیکن اُسکی اصلاح پر قادر ہے حاکم سے اطلاع کرکے اسواسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہے جس طرح سے کہ ہو ہدم پر منحصر نہین دار بین ثلثۃ حفر احدہم فیہا بئرا او بنی حائطا فعطب بہ رجل ضمن ثلثی الدیۃ لتعدیہ فی الثلثین وقد حصل التلف بعلۃ واحدۃ فیعتبر بالحصۃ ایک گھر تین شخصون مین مشترک ہے ایک نے اسمین کنوان کھودا یا دیوار بنائی سو اُسکے صدمہ سے ایک مرد مرگیا تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائیون کا ضمان دیگا بسبب اُسکی تعدی کے دو تہائیون مین یعنے دو شریکون کے حصون مین اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا جیسے موت کی علت واحد ثقل مہلک ہے تو اُسکی قسمت ہوگی مالکون پر بقدر ملک کے کذا فی الہدایۃ وشرحہا للعینی وقالا نصفہا لان التلف بقسمین معتبر وہدر اور صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکون کے اور تین شریکون کے مسئلہ مین دیت نصف نصف ہے اسلیے کہ تلف دو قسم ہے ایک قسم معتبر ہے اور دوسری رائگان ہے جس شریک پر اشہاد ہوا تو اُسکے حصہ مین تلف معتبر ہے اور جس شریک پر اشہاد نہین ہوا تو اُسکے حصہ مین تلف باطل اور رائگان ہے اور کنوان کھودنے مین باعتبار اپنے ملک کے حافر متعدی نہین ہے اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہے تو دو قسمین ہوگئین تو نصفا نصف الضمان ہوگیا کذا فی الزیلعی یعنے عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگان الاشہاد علی الحائط اشہاد علی النقض بالکسر ای النقض من الجدار دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہے یعنے ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہے دونون کے ضمان تلف مین شارح نے کہا کہ

نقض کسر نون و سکون قاف ساخت ہوا اس اینٹ اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہو وجنایۃ فلو وقع الحائط علی الطریق بعد الاشہاد فعثر انسان بنقضہ مات ضمن لان النقض ملکہ فتفریغہ علیہ اور اسوقت مین اگر دیوار گر پڑی راہ پر اشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اسپر ٹھوکر کھاکے گرا سو مرگیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت لازم ہوگا اسواسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہے تو راہ کو اس سے فارغ کرنا اور صاف کرنا اسی پر واجب ہے وان عثر رجل بقتیل مات بسقوطہا ای الحائط لا یضمنہ لان تفریغہ للاولیاء لا الیہ اور اگر ایک مرد نے ٹھوکر کھائی اس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مرگیا تھا تو مالک دیوار پر ٹھوکر کھانے والے کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول کی لاش سے مقتول کے وارثون پر ہے نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حیث یضمن بہ القتیل الثانی ایضا لبقاء جنایتہ فیلزمہ تفریغ الطریق عن القتیل ایضا یؤیدہ انہ لو باع الحائط والنقض برئ ولو باع الجناح لا بر خلاف برآمدہ گرنے کے کہ وہان مالک اسکا قتیل ثانی کا بھی ضمان دیگا بسبب باقی رہنے اسکی جنایت اور تعدی کے تو اسپر راہ کا فارغ کرنا مقتول سے بھی لازم ہوگا مؤید اسکا وہ مسئلہ ہے کہ اگر دیوار یا منقوض کو مالک نے بیچ کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہوگیا اور اگر برآمدہ بیچا تو ضمان تلف سے بری الذمہ نہوگا کذا فی الزیلعی ولا یصح الاشہاد قبل ان یہی الحائط لانعدام التعدی ابتداء وانتہاء اور صحیح نہین گواہ کرنا دیوار کے جھکنے اور پھٹنے سے پہلے بسبب نہونے تعدی کے باعتبار ابتدا اور انتہا کے وتقبل فیہ شہادۃ رجل وامرأتین لانہا شہادۃ علی التقدم لا علی القتل اور اشہاد مین ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی مقبول ہے کیونکہ یہ تقدم پر گواہی ہے نہ قتل پر فروع مسائل ملحقہ شارح کے حائط بعضہ صحیح وبعضہ واہ فاشہد علیہ فسقط کلہ وقتل انسانا ضمنہ الا ان یکون الحائط طویلا فیضمن ما اصاب الواہی فقط لانہ بمنزلۃ حائطین فالاشہاد یصح فی الواہی لا فی الآخر ایک دیوار ہے کہ کچھ درست ہے اور کچھ مائل ہے اور شکستہ سو اسپر اشہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو لگنے تلف کیا تو مالک دیوار کا ضمان اسکا دیگا مگر یہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت دیوار ضعیف کے ضمان دیگا اسواسطے کہ اسوقت مین طول کے سبب سے ایک دیوار بمنزلہ دو دیوارون کے ہے تو اشہاد ضعیف دیوار مین صحیح ہوگا نہ درست دیوار مین حائطان احدہما مائل والآخر صحیح فاشہد علی المائل فسقط الصحیح فاتلف شیئا کان ہدرا خانیہ دو دیوارین ہین ایک مائل ہے اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اُسنے کچھ تلف کردیا تو وہ باطل اور رائگان ہے کچھ اسکا ضمان نہین کذا فی الخانیۃ مسجد مال حائطہ فالاشہاد علی من بناہ والدیۃ علی عاقلۃ من بناہ ایک مسجد ہے جسکی دیوار مائل ہے تو گواہ کرنا اسکے بنانیوالے پر چاہیے اور اسکے سقوط کا خونبہا اسکے بنانے والے کے مددگارون پر حائط الوقف علی المساکین علی عاقلۃ الواقف اور جو دیوار کہ مساکین پر وقف ہے تو اسکے سقوط کی دیت واقف کے مددگارون پر ہے یہ اسوقت ہے جبکہ اشہاد متولی وقف پر ہوا ہو اور اگر مساکین پر اشہاد ہوگا تو ضمان نہین کذا فی العالمگیریۃ وحائط العبد التاجر علی عاقلۃ مولاہ ولو مستغرقا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اسکے مالک کے مددگارون پر ہے اگرچہ قرضہ غلام مستغرق ہو یہ استحسان کی دلیل سے قال ولی القتیل اذا جاء غد فقد عفوت عن القصاص لا یصح لانہ تعلیق قال علیہ مسئلۃ الاصل جاریۃ قتلت رجلا عمدا فزنی بہا ولی القتیل قبل ان یقتص لا یحد لانہا صارت مملوکۃ والجنایۃ مقتول کے وارث نے کہا کہ جب کل آویگی تو مین قصاص کو معاف کرونگا تو یہ عفو صحیح نہین اسواسطے کہ یہ تملیک ہے یعنے گویا اُسنے یون کہا کہ جب کل آویگی تو مین اس خون کو جسکے بہانے کا شارع نے مجکو اختیار دیا تیری ملک مین کردونگا اور چونکہ تملیک کی تعلیق صحیح نہین تملیک قصاص پر مسئلہ اصل کا یعنے مبسوط کا دلالت کرتا ہے اور وہ یہ مسئلہ ہے کہ ایک لونڈی نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا سو مقتول کے وارث نے اُس سے زنا کیا قصاص لینے سے پہلے تو زانی پر حد زنا واقع نہوگی اسواسطے کہ وہ لونڈی زانی کی مملوک ہوگئی کذا فی او الجنایۃ اُس قتل کا موجب اصلی قصاص ہے تو وارث مقتول کا جاریہ کے خون کا مالک ہوگیا قصاص کی راہ سے اور جو اپنی مملوکہ سے وطی کرے اُسپر حد نہین

باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا

یہ باب ہے جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے احکام مین الاصل ان المرور فی طریق المسلمین مباح بشرط السلامۃ فیما یمکن الاحتراز

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ میں چلنا مباح ہے بشرط سلامت رہنے کے اس امر میں جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہے ہم امر ممکن الاحتراز کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سلامت علی الاطلاق شرط ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جاوے اور احتراز جانور کے روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وہ چلنے کی ضرورات سے نہیں انہیں سلامت مشروط ہوئی برخلاف دم ہلانے اور ٹانگ لگانے کے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں جانور کے سوار کو تو وہ مشروط بھی نہیں **فیضمن الراکب فی طریق العامۃ ما وطئت دابتہ وما اصابت بیدہا او رجلہا او راسہا او کدمت بفمہا او خبطت بیدہا او صدمت** ضامن ہے شارع عام میں سوار اس چیز کا جسکو اسکے جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا سر سے یا کاٹا اپنے منہ سے یا مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے **فلو حدثت المذکورات فی السیر فی ملکہ لم یضمن بہا الا فی الوطی وہو راکبہا لانہ مباشرۃ بثقلہ فیحرم المیراث** تو اگر امور مذکورہ اپنی زمین مملوک کے چلنے میں حادث اور پیدا ہوں تو جانور کا مالک ضمان نہ دیگا مگر کچلنے میں ضمان لازم ہوگا جبکہ مالک اسپر سوار ہو اسواسطے کہ کچلوانا قتل مقتول کی مباشرت ہے اپنے بوجھ کے سبب سے تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا ہم ہرچند مقتول جانور کے بوجھ سے کچل کر تلف ہوتا ہے لیکن اسکا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اسکا چلنا سوار کی طرف منسوب اور مضاف ہے چنانچہ بولتے ہیں کہ سوار فرسنگ بھر چلا اور حالانکہ وہ زمین پر جالس ہے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا اسواسطے کہ مباشرت مالک وغیر مالک میں برابر ہے کذا فی العینی **ولو حدثت فی ملک غیرہ باذنہ فہو کملکہ فلا یضمن کما اذا لم یکن صاحبہا معہا** قہستانی اور اگر غیر کے ملک میں اسکی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہوں تو غیر کی ملک بمنزلہ اسکی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہوگا یعنے مگر کچلنے میں البتہ ضمان لازم ہوگا چنانچہ جبکہ جانور کا مالک اسکے ساتھ نہو یعنے راہ میں اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہوگا کذا فی القہستانی **والا یکن باذنہ ضمن ما تلف مطلقا لتعدیہ** اور اگر غیر کی ملک میں جانور کا ادخال نہو مالک کے اذن سے تو مالک پر ضمان لازم آویگا اسکے تلف کرنے کا اسکی تعدی کے سبب سے مطلقا خواہ جانور کے ساتھ مالک ہو یا نہو خواہ تلف کچلنے سے ہو یا اور طرح زیلعی میں ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک میں داخل ہوا اور جانور کا مالک اسکے ساتھ نہیں ہے تو کچھ ضمان نہیں اور اگر جانور کے مالک نے اسکو داخل کیا تو سب صورتوں میں ضمان اسپر لازم ہوگا تعدی کے سبب کذا فی الطحطاوی **ولا یضمن الراکب ما نفحت برجلہا او ذنبہا سائرۃ خلافا للشافعی** ضمان نہ دیگا سوار چلتے ہوئے جانور کے پاؤں یا دم کے مارنے کا برخلاف شافعی کے ہم اسواسطے کہ چلنے کی حالت میں اس سے احتراز ممکن نہیں تو اگر سوار جانور کو کھڑا کریگا راہ میں اور ضرب مذکور واقع ہوگی تو ضمان لازم آویگا اسلیے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہے اگرچہ ضرب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی الدرر **او عطب انسان بما راثت او بالت سائرۃ او واقفۃ لاجل ذلک لان بعض الدواب لا یفعلہ الا واقفا** یا کوئی آدمی تلف ہو گیا جانور کے لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ میں تو ضمان نہیں خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھہر گیا ہو لید پیشاب کے واسطے اسلیے کہ بعضے جانور لید پیشاب نہیں کرتے ہیں بدون کھڑے ہوئے **فلو اوقفہا لغیرہ فبالت ضمن لتعدیہ بایقافہ** پھر اگر اسنے جانور کو لید پیشاب کے سوا اور کام کے واسطے ٹھہرایا اور اسنے پیشاب کیا یعنے اور اس سے کچھ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آویگا اسکے ٹھہرانے کی تعدی کے سبب سے یعنے راہ اسواسطے موضوع نہیں کہ جانور اسمیں آخر کے واسطے ٹھہرایا جاوے تو ٹھہرانا تعدی ٹھہرا **الا فی موضع اذن الامام بایقافہا فلا یضمن ومنہ سوق الدواب واما باب المسجد فکالطریق الا اذا اعد الامام لہا موضعا** مگر راہ کے اس مکان میں کھڑے کرنے میں ضمان نہیں جہاں سلطان نے جانور کھڑے کرنے کا حکم دیا ہو اور انجملہ نخاس ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان میں مگر جبکہ سلطان نے جانوروں کے کھڑے کرنے کے واسطے کوئی مکان وہاں مقرر کر دیا ہو **فکذا ان اصابت بیدہا او رجلہا حصاۃ او نواۃ او اثارت غبارا او حجرا صغیرا ففقا عینا او افسد ثوبا لم یضمن لعدم امکان الاحتراز عنہ ولو الحجر کبیرا ضمن لامکانہ** پھر اگر جانور نے اپنا ہاتھ یا پاؤں مارکے کنکری یا کھجور کی گٹھلی اچھالی یا چھوٹا پتھر یا غبار اڑایا سو اسنے آنکھ پھوڑ دی یا کپڑا بگاڑا تو سوار پر ضمان نہیں اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر پتھر بڑا ہے تو ضمان دیگا بسبب امکان احتراز کے **وضمن السائق والقائد ما ضمنہ الراکب وصحح فی الدرر انہ مطرد ومنعکس** اور ضامن ہوتا ہے جانور کا کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اس چیز کا جسکا سوار ضامن ہوتا ہے اور درر میں تصحیح کی ہے کہ قول مطرد

ملہ بلکہ نسخوں میں بجائے جیسا ہم قائل ہیں اور لفظ بمعنے یعنی ہیں ۱۲

اور جس کسی نے کہا ہم اطراد عبارت ہونا بات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت ہونفی کے تلازم سے خلاصہ یہ ہو کہ جہاں راکب پر ضمان آتا ہو وہاں کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر بھی ضمان آتا ہو اور جس صورت میں راکب پر ضمان نہیں وہاں ان پر بھی ضمان نہیں اور اس قول صحیح کے مقابل مختصر قدوری کا قول ہو کہ سائق ضامن ہو جانور کے ہاتھ اور پاؤں کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہو نہ پاؤں کے روندنے کا والراکب علیہ الکفارۃ فی الوطی کما مر اور سوار پر کفارہ واجب ہو کچلنے میں چنانچہ گذر گیا امام طحاوی نے کہا کہ اسباب میں تو کفارہ مذکور نہیں ہو چکا لا علیہما ای لا علی سائق وقائد اذ دونوں پر یعنی کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر کفارہ نہیں ہم سائق اور قائد سبب ہیں اور راکب مباشر ہو اور کفارہ مباشرت کا حکم ہو نہ تسبیب کا اور اسی طرح کچلنے سے راکب کے حق میں حرمان میراث اور وصیت متعلق ہونا سابق اور قائد کے حق میں کذا فی المنح ولو کان سائق وراکب لم یضمن السائق فی الصحیح خلافا لما جزم به الزیلعی وغیرہ لان الاضافۃ

الی المباشر اولی من المتسبب کما مر ایضا اذا کان سبب الاتلاف بالانفراد اما اذا کان بما الاستقل سبب باتلاف بالانفراد فیشترکان کما لو نخس الدابۃ باذن راکبہا فلیحفظ اور اگر ایک جانور کا ایک کھینچنے والا ہو اور دوسرا اس پر سوار ہو یعنی اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان آویگا بلکہ سوار پر ضمان لازم ہوگا بنا بر قول صحیح کے برخلاف اس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اسپر یقین کیا ہو اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کی طرف متقدم ہو نسبت سبب کی اضافت کے چنانچہ گذر چکا یعنی اور یہ بات مباشر کی تقدیم سے اس وقت ہو جبکہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے میں اکیلا کام نہ آتا ہو چنانچہ یہاں ہو یعنی کھینچنے میں لیکن اس سبب میں جو تلف کرنے میں تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونوں ضمان میں شریک ہونگے چنانچہ یہاں سکا جانور کو چبھونے کے مسئلہ میں آویگا اسکے راکب کی اذن سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم راکب کہا دوسرے سے کہ لکڑی سے جانور کو کوچ اور وہ کو چبھنے سے بھاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونوں پر ضمان لازم آویگا یہ

کر فقط کہ چیا انلاف میں کفایت کرتا ہو وضمن عاقلۃ کل فارس اوراجل دیۃ الاخر ان اصطدما وماتا منہ فوقعا علی القفار لو کان حرین لیبا من القہم ولا عامدین ولا وقعا علی وجوہہما اور ضمان دیں گے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونوں باہم ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہوں اس صدمہ سے دونوں چت گر پڑے ہوں بشرطیکہ دونوں آزاد ہوں بھی نہوں اور ٹکر لگانے کے قاصد نہوں اور نہ دونوں منھ کے بل پٹ گرے ہوں ہم وجہ ضمان یہ ہو کہ ہر واحد کی موت دوسرے کی طرف منسوب ہو لیکن ضمان علی الاطلاق نہیں بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہو اسواسطے کہ اختیار میں ہو کہ اگر دوسرے نے سفر کیا جانور پر پیچھے دوسرا پیچھے سے آیا اور اسنے ٹکر کھائی سو پچھلا تلف ہو گیا تو آگے والے پر ضمان نہیں اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہو اور یہی حکم ہو دو کشتیوں کے ٹکر کھانے کا کذا فی الطحطاوی ولو کانا عبدین او وقعا علی الوجہ ای کا ل بیدر دہما فی العمد والخطا شرنبلالیہ وغیرہا اور اگر دونوں سوار یا پیدل غلام ہوں یا ٹکر کھا کر پٹ گرے منھ کے بل کذا صرح ابن کمال تو انکا خون رائگاں ہو عمدا اور خطا میں کذا فی الشرنبلالیۃ وغیرہا ولو کانا من العجم فالدیۃ فی مالہم کما مر اور اگر دونوں عجمی ہوں یعنی عرب نہوں تو دیت انکے مال میں ہو نہ عاقلہ پر چنانچہ پیشتر مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہیں ولو کانا عامدین فعلی کل نصف الدیۃ اور اگر دونوں نے عمدا ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہوں تو ہر شخص پر نصف دیت ہو ہم اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کفایہ میں ہو کہ نصف دیت عمدین میں ہر واحد کی عاقلہ پر واجب ہو اور خطا میں پوری دیت ہو کذا فی الدرر ولو وقع احدہما علی وجہہ ہدر دمہ فقط اور اگر ایک شخص منھ کے بل پٹ گرا تو فقط اسکا خون رائگاں ہو یعنی اسکا خون رائگاں نہیں جو چت گرا ولو احدہما حرا والاخر عبدا فعلی عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطاء ونصفہا فی العمد اور اگر دونوں میں سے ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہو خطا میں اور نصف قیمت ہو عمد میں ہم یہ مسئلہ مذہب مشہور اور حدیث ماثور کے خلاف ہو کیونکہ عاقلہ پر بیری کی دیت اور غلام کی دیت واجب نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی کما لو تجاذب رجلان حبلا فانقطع الحبل فسقطا وماتا علی القفا ہدر دمہما بموت کل بقوۃ نفسہ چنانچہ اگر دو مردوں نے باہم ایک رسی کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونوں گر پڑے اور مر گئے چت گر کے تو انکا خون باطل اور رائگاں ہو اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقعا علی الوجہ وجب دیۃ کل واحد منہما علی عاقلۃ الاخر لموتہ بقوۃ صاحبہ اگر دونو

گرے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرجانے ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعاکسا فوقع احدہما علی القفا والآخر
علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ وہدر دم من وقع علی القفا لموتہ بقوۃ نفسہ پھر اگر دونوں متعاکس گرے کہ
ایک شخص چت گرا اور دوسرا منہ کے بل تو منہ کے بل گرنے والے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اسکے مرنے کے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رائگان ہوا اسکا
خون جو چت گرا بسبب اسکے مرنے کے اپنی ذات کے زور سے ولو قطع انسان الحبل بینہما فوقع کل منہما علی القفا فماتا فدیتہما علی عاقلۃ القاطع لتسبیبہ
بالقطع اور اگر ایک انسان نے وہ رسی کاٹ دی جسکو دونوں شخص کھینچتے تھے سو دونوں شخص چت گر پڑے اور دونوں مرگئے تو دونوں کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہے کیونکہ کاٹنے والا
قطع کرنے سے دونوں کی موت کا سبب ٹھہرا وعلی سائق دابۃ وقع اداتہا ای آلتہا کسرج ونحوہ علی رجل فمات وقائد قطار بالکسر قطار الابل وطی بعیر
منہ رجلا الدیۃ اور اسی طرح کھینچنے والے چوپائے پر جسکا سامان جیسے زین وغیرہ اور مانند اسکے کوئی اور چیز گر پڑی ایک مرد پر سو وہ مرگیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی قطار کے
ہانکنے والے پر جنمیں سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مرگیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار بکسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وان کان معہ سائق ضمنا لاستوائہما
فی التسبب لکن ضمان النفس علی العاقلۃ وضمان المال فی مالہ ہذا لو السائق من جانب من الابل فلو توسطہا واخذ بزمام واحد ضمن ما خلفہ وضمنا ما امامہ
ولو راکب وسطہا ینبغی فقط ان لم یاخذ بزمام ما خلفہ اور اگر اونٹ کی قطار ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کچل کے مرجائیگا تو دونوں
پر ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ موت کے سبب انگیزی میں قائد اور سائق دونوں برابر ہیں لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان خود انکے مال میں ہے یہ اس صورت میں
ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹوں کی ایک جانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے والا قطار کے بیچ میں ہو اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنی اسواسطے
کہ جب قطار سے زمام منقطع ہوئی تو قائد مقدم خلف سائق کا قائد نہ رہا اور سائق اور قائد ضمان دینگے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہے وہ فقط آگے
اونٹ کا ضمان دیگا جبتک کہ پچھلی قطار کی نکیل نہ پکڑی ہو ہم زیلعی میں ہے کہ ایک مرد ایک اونٹ پر سوار رہے درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکتا نہ ہو تو اگلے اونٹوں کی
جنایت کا ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ وہ انکا ہانکنے والا نہیں ہے اور اسی طرح پچھلے اونٹوں کا ضمان اسپر نہیں کیونکہ وہ انکا کھینچنے والا نہیں لیکن اگر پچھلے اونٹوں کی نکیل
پکڑے ہوگا تو ضمان اسپر لازم ہوگا اور جس اونٹ پر وہ سوار ہے اسکی جنایت کا ضمان اسپر لازم ہوگا اور کچلنے کے سوا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کچلنے کا
ضمان خاص سوار پر ہے اسواسطے کہ وہ مباشر ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اختصار سے موہم ہوگئی فان قتل بعیر ربط علی قطار بسائر بلا علم قائدہ
رجلا منعول قتل ضمن عاقلۃ القائد الدیۃ رجعوا بہا علی عاقلۃ الرابط لانہ دیۃ لا ضمان کما توہمہ صدر الشریعۃ پھر اگر اس اونٹ نے مرد کو قتل کیا جو باندھا
گیا تھا چلتی قطار پر اسکے کھینچنے والے کے بدون علم کے تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والے کی عاقلہ سے دیت کو
پھیر لیگی اسلیے کہ اسکو دیت دینے میں نقصان پہنچا جیسا کہ صدر الشریعۃ نے وہم کیا ہے صدر الشریعۃ نے کہا لائق یوں ہے کہ باندھنے والے کے مال میں دیت لازم ہو اسواسطے
کہ اسنے انکو نقصان مال میں ڈالا عاقلہ قائد پر دیت اسواسطے لازم ہوئی کہ اسکو ممکن تھا کہ قطار میں شتر باندھنے سے روکتا پھر جب اسنے حفاظت ترک کی تو متعدی ٹھہرا تقصیر سے اور دیت
اسکی عاقلہ پر دیت آئی ہے اور رجوع کی وجہ یہ ہے کہ رابط نے اسکو اس بلا میں ڈالا فلو ربط والقطار واقف ضمنہا عاقلۃ القائد بلا رجوع لقودہ بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا اور حالانکہ
قطار کھڑی ہو تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیگی بدون رجوع کے یعنی عاقلہ رابط سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا اسکو جائز نہ ہوگا بسبب کھینچنے قائد کے بدون اذن رابط کے ہے
برخلاف چلتی قطار کے کہ اسمیں اذن کھینچنے کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بہیمۃ وکلبا اتفق وکان خلفہا سائقا فاصابت فی فورہا ضمن لانہ الحامل لہا
وان لم یمش خلفہا فلا داست فی فورہا فانی حکما وان تراخی انقطع السوق فالمراد بالسوق المشی خلفہا والمراد بالبہیمۃ الکلب زیلعی اور جسنے جانور یا کتا
چھوڑا کذا فی الملتقی اور چھوڑنے والا اسکے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اسپر ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ وہی جانور کا حامل و باعث ہے اور اگر
جانور کے پیچھے نہ جاتا ہو تو جبتک کہ جانور اپنے فور میں ہے یعنی چھوڑنے کے بعد نہیں ٹھہرا تو وہ شخص سائق ہے حکما اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہو گیا

تو ہانکنے سے یہاں مراد جانور کے پیچھے ہونا ہی اور جانور سے مراد کتا ہی کذا فی الزیلعی ثم در المنتقی میں ابو یوسف سے روایت ہی کہ جانور اور کتے کا چھوڑنے والا ضامن ہی
ہر حال میں پیچھے اُسنے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتوی ہی چنانچہ قہستانی نے بیان کیا ہی فتاوی عالمگیری میں ہی کہ مشائخ نے ابو یوسف کا قول لیا ہی فقیہ ابو اللیث
نے کہا یہی قول مختار ہی اور اگر گدھا چھوڑا سو کسی کے کھیت میں گیا اور اُسکو فاسد کیا اگر اُسنے چھوڑا اُسکو اور ہانکا یا کھیت کی طرف اسطرح پر کہ وہ اُسکے پیچھے تھا تو اُسپر ضمان ہی
اور اگر وہ اُسکے پیچھے نہیں تھا لیکن گدھا فی الفور کھیت میں جا پڑا اور دہنے بائیں نہیں جھکا جس طرف اُسنے چھوڑا تھا اسی طرف گیا سو کھیت کو اُسنے خراب کیا تو بھی ضمان اُسپر لازم ہوگا
اور اگر داہنے بائیں گیا پھر کھیت میں جا پڑا تو اگر وہاں کئی راہیں ہونگی تو وہ ضامن نہیں اور ایک ہی راہ ہی تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر اُسنے چھوڑا سو وہ ساعت بھر ٹھہر گیا
پھر کھیت کی طرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والے پر ضمان نہیں ہو ملتقطہ اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہوگئی اور چونکہ حکم کتے پر خاص نہیں تو اس قول کو کہ جانور سے
مراد ہی خاص کرنا مناسب تھا کذا فی الطحطاوی مختصرا وان ارسل طیرا ساقہ اولا او دابۃ او کلبا ولم یکن سائقا لہا او انفلتت دابۃ بنفسہا فاصابت
مالا او آدمیا نہارا او لیلا لا ضمان فی الکل لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام العجماء جبار ای المنفلتۃ ہدر اور اگر پرندہ چھوڑا خواہ اُسکو ہانکا ہو
یا نہ ہانکا ہو یا چوپایا یا کتا چھوڑا اور حالانکہ اُسکو نہیں ہانکا یا جانور بذات خود چھوٹ بھاگا سو مال یا آدمی کو اُسنے تلف کیا رات میں یا دن میں تو ضمان نہیں
کسی صورت میں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جانور کا زخم باطل ہی یعنی جانور گریختہ کا فعل رائگان ہی اُسپر ضمان نہیں ہی ابو داؤد اور ابن ماجہ
سے یوں مروی ہی کہ العجماء جرحہا جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رائگان ہی اسپر ضمان نہیں امام محمد نے کہا کہ جانور سے مراد گریختہ جانور ہی تو اُسکا فعل باطل ہی نہ وہ کہ جانور کے
چھوٹنے کے واسطے کہ افساد جس کا فورا ہو سو وہ رائگان نہیں اور امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن میں ضمان نہیں رات میں
ضمان ہی کما فی العینی کما لو جمحت الدابۃ بہ ای بالراکب ولو سکران ولم یقدر الراکب علی ردہا فانہ لا یضمن کالمنفلتۃ لانہ حینئذ لیس بمسیر لہا
فلا یضاف سیرہا الیہ حتی لو اتلفت انسانا فدمہ ہدر عمادیۃ چنانچہ اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار قادر نہ ہو اُسکے
پھیرنے پر لازم ہوگا خون نہ ہوگا جیسے جانور کے مانند اسواسطے کہ اسوقت میں سوار اُسکا چلانے والا نہیں ہی تو جانور کا چلانا سرکشی کی حالت میں سوار کی طرف منسوب
نہوگا تو اگر اسحالت میں جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اسکا خون باطل ہی اُسکا کچھ ضمان نہیں کذا فی العمادیۃ ومن ضرب دابۃ علیہا راکب او نخسہا بعود بلا اذن
الراکب فنفحت او ضربت بیدہا شخصا آخر غیر الطاعن او نفرت وصدمتہ وقتلتہ ضمن ہو ای الناخس لا الراکب اور جسنے اس جانور کو مارا جسپر کوئی
سوار ہی یا لکڑی جانور کو چبھویا بدون اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پاؤں یا ہاتھ سے کوچنے والے کے سوا اور شخص کو مارا یا جانور بھڑکا سو اُسنے اُسکو کچلا اور قتل کیا تو کوچنے والا
ضمان دیگا نہ سوار کیونکہ وہ سائق اور قائد ہی صدم ضمان میں کوچنے کو اسواسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھے اور جانور کسی کو تلف کرے تو ہاتھ رکھنے والے
پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والمنیۃ وقال ابو یوسف یضمنان نصفین کما لو کان موقفا دابۃ علی الطریق لتعدیہ فی الایقاف ایضا اور ابو یوسف نے
کہا کہ کوچنے والا اور سوار دونوں نصف نصف دیت کا ضمان دیں چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ میں کھڑا کیا ہو تو دونوں پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ سوار کی بھی
تعدی ثابت ہی راہ میں کھڑا کرنے سے جیسے کوچنے والے کی تعدی ہی ولو کان باذنہ فوطئت احدا فی فورہا فقتلتہ فعلیہما اور جیسے اگر کوچا سوار کے اذن سے ہو اور جانور کسیکو
کچلے کوچنے کے ساتھ ہی تو مقتول کا خون دونوں شخصوں پر ہی جسم دونوں پر خون اُسوقت ہوگا جبکہ جانور اپنے مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہیں تو فقط طاعن پر ہوگا نہ راکب پر
کذا فی الطحطاوی عینی ولو نفحت الناخس فدمہ ہدر اور اگر کوچنے والے کو جانور نے تلف کیا تو اُسکا خون رائگان ہی ولو القت الراکب فقتلتہ فدیتہ علی عاقلۃ
الناخس ثم الناخس ان لو الوطی فور النخس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر النخس درر وبزازیہ اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اُسکو
قتل کیا تو اُسکا خون کوچنے کے عاقلہ پر ہی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کوچنے والے پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کوچنے کے فی الفور ہوا اور نہیں تو
سوار پر ضمان لازم ہوگا کیونکہ انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدرر والبزازیہ وضمن فی فقئ عین دجاجۃ او شاۃ قصاب او غیرہا ما نقصہا لانہا للحم

اور مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گائے کی آنکھ پھوڑنے میں بقدر اسکے نقصان کے ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ تو گوشت کیواسطے ہو یعنے قصاب کی بکری سے
گوشت مقصود ہوتا ہو تو بقدر نقصان کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہو کہ تندرست بکری کی قیمت کیجاوے اور آنکھ پھوٹے کی قیمت کا فرق کیجاوے جسقدر
تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اتنا ضمان لازم ہوگا اور یہی حکم ہو کبوتر اور کتے اور بلی کی آنکھ پھوڑنے کا کذا فی الطحطاوی وسنذکر انہ ینبغی ہہنا ان یشار ترکہا
علی الفاقیٔ وضمنہ قیمتہا او امسکہا وضمنہ النقصان زیلعی اور مرغی اور قصاب کی بکری کی دونوں آنکھ پھوڑنے میں اُسکے مالک کو اختیار ہو چاہے پھوڑنے والے
چھوڑ دے یعنے اسکو دے اور اسکی قیمت کا تاوان اس سے لے یا اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی وفی عین بقرۃ جزار وجزور ہ ای
فائدۃ الاضافۃ عدم اعتبار الاعدد اللحم فی الحکم الاتے ابن کمال وحمار وبغل وفرس ربع القیمۃ اور اونٹ حلال کرنے والے کی گائے بیل
اونٹ کی آنکھ پھوڑنے میں اور گدھے اور خچر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے میں چوتھائی قیمت کا ضمان ہو شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہو کہ گوشت کے لیے ہونا
نہیں ہو وجوب ربع قیمت کے حکم میں کذا ذکرہ ابن کمال ہم شتر کش کی گائے بیل اور اونٹ میں اسواسطے یہ مسئلہ موضوع ہوا تا کوئی یہ وہم نکرے کہ جو
گوشت کے واسطے مقصود ہین تو اسکا حکم بکری کے مانند ہو بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کے واسطے ہو یا سواری کے واسطے انکی آنکھ میں چوتھائی قیمت اسی طرح
غیر ماکول اللحم جیسا خچر اور گدھے میں چوتھائی قیمت ہو کذا فی المنح عن شروح الہدایۃ لان اقامۃ العمل بہا انما یکون باربع اعین عینا ہا وعینا مستعملہا
فصارت کانہا ذوات اعین اربعۃ وقال الشافعی رضی اللہ عنہ کالشاۃ ای الفرق بالمقیس یعنے اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ میں چوتھائی قیمت اسواسطے
ہوئی کہ انسے کام لینا تو چار آنکھوں سے ہوتا ہو دو آنکھیں جانور کی اور دو آنکھیں کام لینے والے کی یعنے مزارع یا سوار کی تو گویا ان جانوروں کی چار آنکھیں ہو گئیں
اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انکا حکم بکری کے مانند ہو یعنے بقدر نقصان ضمان لازم ہو اور فرق بکری اور ان جانوروں میں وہ جو ہم پہلے
ذکر کر چکے یعنے بکری تو گوشت کے واسطے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری کے واسطے ہین تو حکم میں کیونکر برابر ہونگے لکن یرد علیہ انہ اوجب
فی عینہ حمار مثلا ان یضمن نصف قیمتہ ولیس کذلک کما مر فالاولے التمسک بما روے علیہ الصلوۃ والسلام قضی فی عین الدابۃ ربع القیمۃ لیکن
چار آنکھوں کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہو کہ اگر مثلا گدھے کی دونوں آنکھوں کو پھوڑے تو نصف قیمت کا ضمان دے اور حالانکہ حکم نہیں چنانچہ
زیلعی سے عنقریب مذکور ہو چکا کہ دونوں آنکھیں پھوڑنے میں مالک مختار ہو چاہے سب قیمت لے اور چاہے اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو اولے
کرنا اس حدیث سے بہتر ہو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو کہ جانور کی آنکھ میں چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا معجم طبرانی میں زید بن ثابت سے
مروی ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ میں اسکی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سے یہی حکم مروی ہو کذا فی العینی شرح الہدایہ والتقیید بالعین لانہ لو قطع اذنہا او ذنبہا یضمن نقصانہا وکذا لسان الثور والحمار جمیع القیمۃ کما لو قطع
اخذ سے قوائمہا فانہ یضمن قیمتہا وعلیہ الفتوی لانہ لو غیر ماکول وان ماکولا خیر کما مر فی العینین لکن فی العیون ان امسکہ لا یضمن شیئا عند ابی حنیفۃ
وعلیہ الفتوی وسمرجا کقطعہا اور آنکھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹیگا تو اسکے نقصان کا ضمان دیگا اور ارح بیل اور گدھے کی
زبان کاٹنے میں ضمان ہو نقصان کا اور قول ضعیف یہ ہو کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا جیسا کہ اگر ایک پانون کاٹا جانور کا تو اسکی پوری قیمت
کا ضمان دیگا اور اسی قول پر فتوی ہو یعنے اگر جانور ماکول اللحم نہوا اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہو چنانچہ اسکا حال دونوں آنکھوں کے
پھوڑ ڈالنے میں مذکور ہو چکا لیکن عیون میں یون مذکور ہو کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پانون کٹے جانور کو اپنے پاس رکھ لیگا تو اُسکا کچھ ضمان
نہ دیگا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوے ہو اور جانور کا لنگڑا ہو جانا پانون کٹ جانے کے مانند ہو یعنے ماکول اور غیر کے لنگڑا کر دینے میں کل قیمت
لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وفروع مسائل لطیفہ شارح کے نقل الصنف عن الدرر لہ کلب یاکل عنب الکرم فاشہد علیہ فلم یحفظہ حتی اکل العنب

لم یضمن واما یضمن فیما اشهد علیه فیما یتلف مثله من بنی آدم کالحائط المائل وقطع الثوب وعقر کلب عقور فیضمن اذا لم یحفظه انتهی قال المصنف ویمکن
حمل المتن علی قول الزیلعی وان المتلف الکلب فلا ضمان علی صاحبه الضمان ان کان تقدم الیه قبل الاتلاف والا فلا کالحائط المائل علی الادمی انتهی
ملخص التوفیق مصنف نے شرح میں درر سے یہ نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہے کہ انگور بیل کے درختوں سے انگور کھا جاتا ہے سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک پر لوگوں کو گواہ
کیا اسکے کھانے میں سو کتے کے مالک نے کتے کی حفاظت نہ کی یہاں تک کہ وہ اشہاد کے بعد بھی انگور کھا گیا تو اسپر ضمان لازم نہ ہوگا ضمان تو اسی صورت خاص میں لازم ہوتا ہے جبکہ
اشہاد وہ ہوا اس امر میں جس میں بنی آدم کے تلف ہو جانے کا خوف ہو چنانچہ دیوار مائل اور بیل کے سینگ مارنے اور گزندہ کتے کے کاٹنے میں تو مالک ضمان دیگا جبکہ اسکی حفاظت
نکریگا انتہی قول الدرر مصنف نے کہا اور ممکن ہے حمل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر زیلعی کے اس قول میں اور کتا تلف کرے تو اسکے مالک پر ضمان ہے اگر اسکو اسپر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے
سے پہلے اور نہیں تو ضمان نہیں ہے جو دیوار مائل کے مانند تو اس حمل کرنے سے درر اور زیلعی دونوں کے قولوں میں اتفاق حاصل ہوگا میں کہتا ہوں یعنی اطلاق زیلعی کا آدمی پر محمول ہو تو اب
اختلاف باقی نہ رہا دونوں قولوں میں طحطاوی نے کہا قوله علی الادمی متعلق ہے قول حمل المتن سے قلت وقد وقع الاستفتاء عمن له نحل یضعه فی بستانه فیخرج
فیاکل عنب الناس وثمرهم هل یضمن رب النحل ما اتلفه النحل من العنب ونحوه ام لا وهل یامره بتحویله عنهم لمکان اخر ام لا وجوابه ان لا یضمن شیئا مطلقا
شهدوا علیه ام لا اخذا من مسئلة الکلب بل اولى وکذا ذکره المصنف فی معینه لکن رایت فی فتاوی بعضهم انه افتی بالضمان فی مسئلة النحل فراجعه عند الفتوی
میں کہتا ہوں البتہ واقع ہوا تھا استفتا اس شخص کے حال سے جسکے تصرف میں شہد کی مکھیاں ہیں وہ انکو اپنے باغ میں رکھتا ہے سو مکھیاں وہاں سے نکلتی ہیں اور میووں کے
انگور اور انکے میوے کھا جاتی ہیں کیا مکھیوں کے مالک پر مکھیوں کے انگور وغیرہ تلف کرنے کا ضمان لازم ہوگا یا نہیں اور انکے پاس سے دوسرے مکان کی طرف مکھیوں کے اٹھا لیجانے کا
حکم ہوگا یا نہیں جواب استفتا یہ کہ مکھیوں کے مالک پر مطلقا کچھ ضمان لازم نہ ہوگا خواہ لوگوں نے اسپر اشہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ جواب ماخوذ ہے کتے کے مسئلے سے بلکہ یہ جواب مسئلہ
کلب کے جواب سے اولی ہے یعنی اسواسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنی ممکن ہے اور مکھیوں کی خوراک اسطرح ممکن نہیں اور اسی طرح کا جواب مصنف نے معین المفتی میں ذکر کیا ہے لیکن میں نے
بعض کے فتاوے میں دیکھا ہے کہ اسنے مکھیوں کے مسئلے میں وجوب ضمان کا فتوی دیا ہے تو اسکی طرف مراجعت کیجیو فتوی دینے کے وقت ہم کہتے ہیں ظاہر مسئلہ الکلب جو عبارت
درر میں مذکور ہے وجود نص کے سبب سے کذا فی الطحطاوی واما تحویله من ملکه فلا یؤمر به لکن علی ما هو ظاهر المذهب واما جواب المشائخ فینبغی ان یؤمر بتحویله
اذا کان الضرر بینا علی ما علیه الفتوی اور مکھیوں کا اٹھانا اسکے ملک سے سو مالک کو تو اسکا حکم نہ ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے اور مشائخ کا جواب تو یہ ہے کہ
لائق یوں ہے کہ اسکے اٹھانے کا حکم کیا جاوے جبکہ لوگوں کا صریح ضرر ہوتا ہو بنا بر قول مفتی بہ کے وفی الصیرفیة حمار یاکل حنطة انسان فلم یمنعه حتی اکل الصحیح
ضمانه اور صیرفیہ میں ہے کہ گدھا کسی آدمی کے گیہوں کھاتا ہے سو گدہے والے نے اسکو نہ روکا یہاں تک کہ وہ کھا گیا تو قول صحیح یہ ہے کہ اسپر ضمان ہے ادخل غنما
او ثورا او فرسا او حمارا فی زرع او کرم ان سائقا ضمن ما اتلف والا لا وقیل یضمن فی تمامه فی البزازیة کسی آدمی نے بھیڑ یا بکری یا بیل یا گھوڑا یا گدھا داخل کر دیا
کھیت یا انگورستان میں اگر اسنے داخل کیا ہے ہانک کے تو جو اسنے تلف کر دیا اسکا ضمان دیگا اور اگر ہانکا نہیں ہے تو ضمان نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ
ہر صورت ضمان دیگا اور پورا اسکا بیان بزازیہ میں ہے فائدہ اپنے باغ یا کھیت میں ایک مرد کا جانور پایا اور اسنے کچھ خراب کر دیا سو اسکو باندھ رکھا
باغ یا کھیت کے مالک نے سو وہ مر گیا سو اسپر جانور کی قیمت کا دینا لازم ہوگا چنانچہ محیط میں ہے ایک شخص نے جانور کسی کے گھر میں کر دیا بدون
اسکے اذن کے سو صاحب خانہ نے اسکو نکال دیا اور وہ تلف ہو گیا سو اسپر تاوان نہیں اور اگر کپڑا کسی کے گھر میں رکھدیا بدون اذن کے اور صاحب خانہ
نے اسکو پھینک دیا اور وہ تلف ہو گیا مالک کی غیبت میں تو قیمت ثوب کا اسپر ضمان لازم ہوگا چنانچہ ذخیرے میں ہے جسنے پنجرے کی کھڑکی کھول دی
سو چڑیا اڑ گئی یا اصطبل کا دروازہ کھول دیا سو جانور نکل گیا اور گم ہو گیا تو کھولنے والے پر ضمان نہیں اور محمد کے نزدیک ضمان ہے چنانچہ کافی میں ہے

الکل من العالمگیریة

باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

یہ باب ہے مملوک یعنے لونڈی غلام کی جنایت مین اور مملوک پر جنایت کرنے کے احکام مین اعلم ان جنایات المملوک لاتوجب الا دفعا واحدا لو محلا معلوم کرکہ مملوک کی جنایات موجب نہین ہوتی مگر ایک بار دے ڈالنے کی اگر مملوک دینے کا محل ہو یعنے اگر ایک غلام کی جنایات کثیرہ ہون اشخاص متعدد مین تو سب مقتولونکے وارثون کو وہ غلام دیاجائیگا دفعۃ واحدۃ تو سب وارث بقدر جنایات کے اسمین اپنا اپنا حصہ کرلینگے بشرطیکہ غلام دینے کا محل ہو یعنے جبکہ اسکے واسطے حریت کے اسباب منعقد نہوگئے ہون چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت کذا فی المطحطاوی والا فقیمۃ واحدۃ اور اگر مملوک محل دفع نرہا ہو یعنے حریت کے اسباب ثلثہ مذکورہ سے کوئی سبب منعقد ہوگیا تو ایک قیمت مولی کو دینا ہوگی تو سب وارث بقدر اپنے حصون کے اسکو بانٹ لینگے ولو فدی القن ثم جنی فکالاول ثم وثم اور اگر لونڈی غلام کا فدیہ دیا یعنے اسکے قتل کرنیکے بدلے مال دیا پھر اسنے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی مثلا کسی کو قتل کیا تو وہ اول بار کے مانند ہے پھر تیسری جنایت پھر چوتھی جنایت یعنی الی غیر النہایۃ اسی طرح کا حکم ہے یعنے جب فدیہ دینے کے بعد دوسری تیسری بار پھر جنایت کریگا تو مولی اول بار کے مانند دفع اور فدیہ دینے مین مختار رہیگا اسواسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہوگیا فدیہ دینے سے تو گویا اسنے جنایت ہی نہین کی اور دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتدا سے جنایت ہے بخلاف المدبر والمکاتب فانہ لاتجب الا قیمۃ واحدۃ وسنجیء برخلاف مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے کہ انکی جنایات مین سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہین اور اس اجمال کی تفصیل آگے واضح ہوگی جنی عبد خطاء والتقیید بالخطاء ہہنا انما یفید فی النفس لا فیما دون النفس واما فیما دونہا فلا یفید لاستواء خطاۂ وعمدہ فیما دونہا ثم انما یثبت الخطاء بالبینۃ او اقرار مولاہ وعلم القاضی لاباقرارہ اصلا بدائع قلت لکن قولہ وعلم القاضی علی غیر المفتی بہ فانہ لایعمل بعلم القاضی فی زماننا شرنبلالیہ عن الاشباہ وتقدم دفعہ مولاہ ان شاء فیملکہ ولیہا او ان شاء فداہ بارشہا حالا مملوک نے ازراہ خطا جنایت کی یعنے کسیکو قتل کیا تو اسکا مالک اگر چاہے بدلے جنایت قتل کے مملوک کو دیدے تو جنایت کا ولی یعنے مقتول کا وارث مالک ہوجائیگا مملوک کا اور اگر مالک چاہے فی الحال فدیہ دے اسکی دیت کا شارح نے کہا خطا کی قید یہان لگانا فقط جنایت نفس مین مفید ہے اسواسطے کہ مملوک کے قتل عمد مین قصاص لیا جاتا ہے اور جان کے سوا اطراف کی جنایت مین تو خطا کی تقیید مفید نہین ہے اسلیے کہ ما دون نفس مین مملوک کی خطا اور عمد برابر ہین پھر خطا تو ثابت نہین ہوتی مگر گواہون سے اور اسکے مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کے اقرار سے اصلا کذا فی البدائع مین کہتا ہون لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہ قول مفتی بہ نہین ہے اسلیے کہ قاضی کے علم پر ہمارے زمانے مین عمل جائز نہین چنانچہ شرنبلالیہ مین منقول ہے اشباہ سے اور یہ تو پہلے مذکور ہوچکا ہے فی الحال دینا دفع اور فدیہ دونون سے متعلق ہے دفع مین تو وجہ یہ ہے کہ اعیان مین تاجیل جائز نہین اور فدیہ کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدل ہے عین یعنے مملوک کا تو اعیان کے مانند ہوا عدم تاجیل مین لکن الواجب الاصلی ہو الدفع علی الصحیح ولذا سقط الواجب بموتہ بخلاف الموت الحر کما ذکرہ المصنف وغیرہ لیکن جنایت مملوک مین واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ بر قول صحیح ولہذا واجب ساقط ہوجاتا ہے مملوک کے مرجانے سے برخلاف آزاد قاتل کے موت کے کہ وہان واجب ساقط نہین ہوتا چنانچہ مصنف وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے ہم عبد قاتل کی موت سے واجب سواسطے ساقط ہوجاتا ہے کہ محل باقی نرہا اور اگر آزاد قاتل مر گیا یعنے قتل خطا مین تو واجب ساقط نہوگا اسکی عاقلہ پر واجب ہوگا کذا فی الدرر لکن فی الشرنبلالیہ عن السراج والجوہرۃ عن البزدوی ان الصحیح ہو الفداء حتی لو اختارہ ولم یقدر علیہ اداہ متی وجد ولا یبرأ بہلاک العبد لیکن شرنبلالیہ مین سراج سے اور جوہرہ مین بزدوی سے یون ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ واجب اصلی جنایت مملوک مین فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہو اسکے ادا کرنے پر تو جب پاوے اسکو ادا کرے اور مولی بری الذمہ نہوگا غلام قاتل کے مرجانے سے وعلل الزیلعی وغیرہ بانہ اختار الاصل حقہم فبطل حقہم فی العبد عند ابی حنیفۃ رح انتہی ومفادہ ان الاصل عندہ الفداء لا الدفع اور زیلعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یون بیان کی ہے کہ مولے نے ورثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثون کا حق باطل ہوگیا غلام مین ابوحنیفہ رح کے نزدیک انتہی ملخص الزیلعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک فدیہ اصل ہے نہ دفع وافاد شارح المجمع فی تعلیل الامام ان الواجب احدہما وانہ متی اختار احدہما تعین اور شارح مجمع یعنے ابن ملک نے امام رح کی تعلیل مین بیان کیا ہے کہ جنایت عبد مین

دفع اور فدیہ میں سے ایک چیز واجب ہو اور جبکہ مولےٰ نے دفع یا فدیہ کوئی اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہو جاتی ہے لکنہ قدم ان الدفع ہو الاصل وانہ لیس فی لفظ الکتاب دلالۃ علیہ لیکن شارح مصنف نے پہلے اسکو بیان کیا ہے کہ واجب اصلی دفع ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ کتاب کی عبارت میں واجب اصلی پر دلالت نہیں ہے ہم محیط میں ہے کہ امام محمد نے اصل یعنی مبسوط میں کہا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کی کرے تو اسکے مولی کو اختیار ہے چاہے غلام دے چاہے فدیہ ہمارا یہی مذہب ہے مگر یہ کہ جب واجب اصلی دفع ہوا تو اس نص سے غلام مرتفع ہو گیا اور فدیہ اختیار کرنیکے بعد غلام کی موت سے اسواسطے فدیہ باطل نہ ہو گیا کہ تعیین کا اختیار مولی کو ہے سو اُسنے فدیہ ہی کو اختیار کیا تو یہ عارضی امر کے سبب سے ہے یعنی اختیار کر لینے سے اور زیلعی کا کلام تعلیل میں مضطرب ہے واللہ اعلم بالصواب کذا فی الطحطاوی فان فداہ فجنی بعدہ فہی کالاولی حکما سو اگر مولے نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیا پھر بعد اسکے غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کے مانند ہے حکم میں یعنی مولے دفع اور فدیہ میں یہاں بھی مختار ہے فان جنی جنایتین دفعہ بہما الی ولیہما او فداہ بارشہما پھر اگر غلام نے دو جنایتیں کیں تو ان جنایتوں میں مولی غلام کو انکے وارثوں کو دیدے یا دونوں کی دیت کا فدیہ دیدے وان وہبہ المولی او باعہ او اعتقہ او دبرہ او استولدہا غیر عالم بہا بالجنایۃ ضمن الاقل من قیمتہ والاقل من الارش وان علم بہا غرم الارش فقط اجماعا اور اگر مولے نے غلام کسی کو ہبہ کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا آزاد کیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا جنایت کی ناواقفی میں تو مولے ضمان دے قیمت اور دیت میں سے کمتر چیز کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت دیدے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے اور اگر جنایت کو جانکر ہبہ یا بیع کی تو فقط دیت کا ضامن ہے بالاتفاق کبیعہ عالما بہا یعنی جیسے غلام کی بیع سے دیت واجب ہوتی ہے جنایت جانکر ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا کیونکہ وان علم بہا غرم الارش میں داخل ہے وکتعلیق عتقہ بقتل زید او رمیہ او شجہ ففعل العبد ذلک کما یصیر فارا بقولہ ان مرضت فانت طالق ثلثا اور جیسے دیت واجب ہوتی ہے تعلیق عتق غلام میں قتل زید کے ساتھ یا اسکے تیر مارنے یا اسکے سر پھوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج فار ہو جاتا ہے اس تعلیق سے کہ اگر میں بیمار ہوں تو تو مطلقہ ہے تین بار سے تو عورت وارث ہوگی زوج کی ہم اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہے سو اُسنے زید کو قتل کیا یا مولے نے کہا اگر تو زید کے تیر مارے تو تو آزاد ہے سو اُسنے تیر مارا یا کہا اگر تو اسکے سر کو زخمی کرے تو تو آزاد ہے سو اُسنے زخم لگایا تو مولے پر دیت کا ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ اُسنے فدیہ اختیار کیا کیونکہ اسکو آزاد کیا وجود جنایت کی تقدیر پر کذا فی الدرر وان قطع عبد ید حر عمدا و دفع الیہ فاعتقہ فمات من السرایۃ فالعبد صلح بہا ای بالجنایۃ لان عتقہ دلیل تصحیح الصلح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمدا کاٹا اور غلام اسکو دیا گیا سو اُسنے آزاد کر دیا پھر آزاد مر گیا زخم کی سرایت سے تو غلام صلح ٹھہر گیا جنایت کی اسواسطے کہ اسکا آزاد کرنا تصحیح صلح کی دلیل ہے ہم اسواسطے کہ اعتاق پر اقدام کرنا تصحیح صلح کے قصد پر دلالت کرتا ہے اور اس صلح کی صحت نہیں بدون اسکے کہ جنایت سے اور جو اس سے حادث ہو صلح قرار دیجاوے پھر جب اُسنے آزاد کر دیا تو صلح در ضمن اعتاق صحیح ہو گئی ابتداء سے وان لم یعتقہ رد علی سیدہ فیقتل او یعفی لبطلان الصلح اور اگر مقطوع الید نے غلام مذکور کو آزاد نکیا اور حالانکہ قطع کے سبب سے وہ مر گیا تو غلام اسکے مالک کو پھیر دیا جاویگا سو وہ قتل ہوگا قصاص میں یا معاف کر دیا جاوے بسبب باطل ہو جانے صلح کے فان جنی ماذون لہ مدیون خطاء فاعتقہ سیدہ بلا علم بہا غرم لرب الدین الاقل من قیمتہ ومن دینہ وغرم لولیہا الاقل منہما ای القیمۃ ومن الارش اور اگر غلام ماذون مدیون نے از راہ خطا جنایت کی سو اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا نادانستگی جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان دے قیمت اور دین سے کمتر کا یعنی اگر قیمت غلام کی دین سے کم ہے تو قیمت کا ضمان اور اگر دین کم ہے تو دین کا تاوان دے اور جنایت کے وارث کو ضمان دے قیمت و دیت سے کمتر کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے ولو اتلفہ ای العبد الجانی اجنبی فقیمتہ واحدۃ لمولاہ لا غیر اور اگر غلام جانی کو اجنبی شخص نے تلف کر ڈالا تو اسپر ایک قیمت واجب ہے غلام کے مالک کے واسطے نہ سوائے اسکے ہم یعنی صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر نہوگا اسواسطے کہ حق فریقین کا متعلق ہے ملک رقبہ سے پھر جب مولے قیمت پاویگا تو اسکو صاحب دین لیگا

اسواسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہے اور صاحب دین مقدم ہے مالک یعنی وارث مقتول پر کذا فی الزیلعی فان جنی لدت اما و ونہ مدیونۃ بیعت مع ولدہا فی الدین ان ثابت الولادۃ بعد لحوق الدین فلو ولدت ثم لحقہا الدین لم یتعلق حق الغرماء بالولد بخلاف اکسابہا ہے پھر اگر ماذون مدیون لونڈی جنی تو اپنے بچہ کے ساتھ بیچی جاویگی دین میں بشرطیکہ ولادت ہوئی ہو دین کے لاحق ہونے کے بعد سو اگر وہ جنی پھر دین اسکو لاحق ہوا تو دین والون کا حق لونڈی کے بچے سے متعلق نہ ہوگا برخلاف اسکی کمائیون کے یعنے کمائی مین الحاق متعلق ہے نہ اسکے ولد مین ہم یہ مسئلہ اس باب مین مقصود بالذکر نہین ہے کیونکہ اسمین جنایت مذکور نہین بلکہ بالتبع مذکور ہوا ہے تاکہ اسمین اور مسئلہ آیندہ مین فرق ظاہر ہو جاوے فان جنت فولدت لم یدفع الولد لہا ای لولی الجنایۃ لتعلقہ بذمتہا اوصیہ لا ذمتہا بخلاف الدین پھر اگر ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پھر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ موجب جنایت مولے کے ذمہ پر ہے نہ لونڈی کے ذمہ پر برخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے نہ مولے پر عبد لرجل زعم رجل ان سیدہ حررہ فقتل العبد المعتق ولیا ای قریبا لزاعم خطاء فلا شئ للحر علیہ لانہ بزعمہ عتقہ اقرانہ لا یستحق العبد بل الدیۃ لکنہ لا یصدق علی العاقلۃ الا بحجۃ ایک مرد کا ایسا غلام ہے جسکو دوسرا مرد کہتا ہے کہ اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا ہے سو اس غلام آزاد نے آزادی ظاہر کرنے والے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اس غلام پر کچھ لازم نہین حر زاعم کے واسطے اسلیے کہ اسکی آزادی کے کہنے سے اسنے اسکا اقرار کیا کہ وہ غلام کا مستحق نہین ہے بلکہ دیت کا مستحق ہے الا اسکی تصدیق نہ ہوگی عاقلہ پر مگر حجت شرعی سے ہم عاقلہ سے یہان مراد غلام کا مولے ہے فان قال معتق رقہ معروف لرجل قتلت اخاک یخاطب مولاہ الذی اعتقہ خطاء قبل عتقی فقال الاخ الذی ہو المولے لا بل بعدہ صدق الاول لانہ منکر للضمان پھر اگر اس معتق نے جسکا مملوک ہونا ایک مرد کا مشہور ہے یہ کہا اپنے اس مولے سے جسنے اسکو آزاد کیا ہے کہ مین نے تیرے بھائی کو از راہ خطا قتل کیا تھا اپنے آزاد ہونے سے پہلے سو مولے نے جو مقتول کا بھائی ہے کہا یون نہین ہے بلکہ تو نے آزاد ہونے کے بعد قتل کیا ہے تو اول شخص یعنے غلام مذکور کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ لزوم ضمان کا منکر ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح مصنف اور درر کا تابع ہوا ہے اس مسئلہ کی تقریر مین حالانکہ یہ صحیح نہین ہے بلکہ تصویر غیر مولے صحیح ہے چنانچہ اور کتابون مین مصرح ہے وان قال لہا قطعت یدک وانت امتی وقالت ہی لا بل فعلتہ بعد العتق فالقول لہا لانہ اقر بسبب الضمان ثم ادعی ما یبرئہ فلا یکون القول لہ اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا جبکہ تو میری لونڈی تھی اور اسنے کہا نہین بلکہ تو نے ہاتھ کاٹا تھا آزاد کرنے کے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مولے نے ضمان کے سبب یعنے قطع کا اقرار کیا پھر اس چیز کا دعوے کیا جو ضمان سے بری الذمہ اسکو کرے تو اسکا قول معتبر نہوگا وکذا القول لہا فی کل ما اخذہ المولی منہا من المال لما ذکرنا استحسانا اور اسی طرح لونڈی کا قول معتبر ہے ہر ایک اس چیز مین جو مولی نے لونڈی سے مال لیا اس دلیل سے جسکو ہمنے ذکر کیا بطریق استحسان کے الا الجماع والغلۃ فالقول لہ لاسنادہ لحالۃ معہودۃ منافیۃ للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین لونڈی کا قول معتبر نہوگا تو اسمین میان کا قول مقبول ہوگا بسبب اسکے منسوب ہونے کے اس حالت مقرری کی طرف جو تاوان کے منافی ہے ہم اسواسطے کہ اپنی لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ مدیون ہو مال کا موجب نہین اور اسی طرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہین اگرچہ لونڈی قرضدار ہو کذا فی الزیلعی عبد محجور او صبی امر صبیا بقتل رجل فقتلہ فدیتہ علی عاقلۃ القاتل لان عمد الصبی خطاء غلام محجور یا صغیر بچے نے دوسرے صغیر کو ایک مرد کے قتل کرنے کا امر کیا سو اسنے اسکو مار ڈالا تو مقتول کا خونبہا قاتل کے مددگارون پر ہے اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کے برابر ہے حکم مین ورجعوا علی العبد بعد عتقہ وقیل لا لا علی الصبی الآمر ابدا لقصور اہلیتہ اور صغیر قاتل کے مددگار غلام آمر سے دیت پھر لین اسکے آزاد ہونے کے بعد اور قول ضعیف مین رجوع نہین غلام آزاد پر لیکن صغیر آمر پر بھی کبھی رجوع نہین یعنے بالغ ہونے کے بعد بھی قصور اہلیت کے سبب سے وان کان مامور العبد عبدا فقتلہ دفع السید القاتل او فداہ فی الخطاء اور اگر غلام کا مامور بھی غلام ہو آمر کے مانند تو مالک غلام قاتل کو وارثون مقتول کے حوالہ کرے یا غلام کا فدیہ دے قتل خطا مین لا رجوع لہ علی الآمر فی الحال ویرجع بعد عتق العبد بالاقل من الفداء وقیمۃ العبد لانہ مختار فی دفع الزیادۃ لا مضطر او قاتل مامور کا مالک آمر پر رجوع کرنا جائز نہین بالفعل او رغلام آزاد ہونے کے بعد فدیہ اور قیمت غلام مین جو کمتر ہو بالاستحقاق

اسواسطے کہ مالک بنفع زیادت میں مختار ہو یعنی مجبور نہیں یعنے غلام قاتل کے مالک کو اختیار تھا غلام کے دینے اور فدیہ دینے میں سو جبکہ اُسنے فدیہ زائد از قیمت اختیار کیا تو زائد کا تاوان لازم نہوگا وکذا الحکم فی العمد ان کان العبد القاتل صغیرا لان عمدہ خطأ اور اسی طرح قتل عمد کا حکم ہے اگر قاتل غلام صغیر ہو اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد خطا کے مانند ہے حکم میں فان کبیرا اقتص منہ اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اُس سے قصاص لیا جائے عبد حفر بئرا فاعتقہ مولاہ ثم وقع فیھا انسان او اکثر فھلک فلا شیء علیہ لان جنایۃ العبد لا توجب علیہ شیئا غلام نے کنوان کھودا سو مالک نے اُسکو آزاد کیا پھر اُسمین ایک آدمی یا ایک آدمی گر پڑا سو مر گیا تو اُسپر کچھ لازم نہیں اسلیے کہ غلام کی جنایت اُسپر کچھ واجب نہین کردیتی ہم اور عدم عتق مین بھی یہی حکم ہے ویجب علی المولی قیمۃ واحدۃ دیتا لو وقع الفا زیلعی اور کنوان کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا اگرچہ ہزار آدمی کنوین مین گر کے مر گئے ہون کذا فی الزیلعی فان قتل عبد عمدا رجلین حرین لکل منہما ولیان فعفا احد ولیی کل منہما دفع السید نصفہ الی الحریین الذین لم یعفوا او فداہ بدیۃ کاملۃ لانہ بذلک العفو سقط القود وانقلب مالا وھو دیتان وقد سقط وبقی نصیب العافیین وسبقی دیۃ نصیب الساکتین او یدفع نصفہ لھما پھر اگر ایک غلام نے اُن دو آزاد مردون کو عمدا قتل کیا کہ ہر ایک مقتول کے دو دو وارث ہین سو دونون گروہون مین سے ایک ایک وارث نے قصاص عفو کیا تو مالک نصف غلام اُن دو وارثون آزاد کو دے جنھون نے معاف نہین کیا یا غلام کا فدیہ پوری دیت دیکر اسواسطے کہ اس معافی سے قصاص ساقط ہو کر منقلب بمال ہو گیا اور مال تو دو دیتین ہین اور معاف کرنے والون کے حصے کی دیت تو ساقط ہو گئی اور سکوت کرنے والے دو وارثون کے حصون کی دیت باقی رہگئی یا مالک چاہے نصف غلام دونون وارثون کو دے فان قتل العبد احدھما عمدا والآخر خطأ وعفا احد ولیی العمد فدی بدیۃ لولی الخطأ و بنصفھا لاحد ولی العبد الذی لم یعف پھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا اور دوسرے کو خطا قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثون مین سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا تو مالک پوری دیت کا فدیہ دے قتل خطا کے دو وارثون کو اور نصف دیت فدیہ دے قتل عمد کے اس ایک وارث کو جسنے عفو نہین کیا او دفع الیھما قسم اثلاثا عولا عندہ وارباعا منازعۃ عندھما یا مالک غلام دے قتل خطا کے دو وارثون کو اور تین تہائی بانٹ دے بطریق عول ہے امام کے نزدیک اور چار حصے کرلیا بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک وجہ اسکی یہ ہے کہ خطا کے وارثون کا حق پوری دیت دس ہزار درہم مین ہے اور عمد کے وارثون کا حق اصل مین گردن مین ہے جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہو گیا یعنے پانچ ہزار درہم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دس ہزار خطا کے وارثون کو دے اور پانچ ہزار عمد کے ایک وارث کو جسنے معاف نہین کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہائی کرے دو تہائیان خطا کے وارثون کو دے اور ایک تہائی قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اسواسطے کہ انکا حق دیت مین بھی اسی طرح ہے یہ مذہب ہے امام کا اور صاحبین کے نزدیک چار حصے ہونگے بطریق منازعت کے تین چوتھائیان خطا کے وارثون کو اور ایک چوتھائی اُسکو جسنے عفو نہین کیا اسلیے کہ نصف غلام خطا کے وارثون کے واسطے مسلم ہے بلا منازعت اور نصف باقی مین منازعت واقع ہوئی دونون فریق کی تو اُسکو نصفا نصف کر دیا کذا فی الزیلعی فان قتل عبدھما قریبھما وعفا احدھما بطل کلہ وقالا یدفع الذی عفا نصف نصیبہ للآخر او یفدیہ بربع الدیۃ وقیل محمد مع الامام ووجھہ انقلب بالعفو مالا والمولی لا یستوجب علی عبدہ دینا فالاختلاف فیہ الورثۃ پھر اگر دو شخصون کے غلام نے مالکون کے قرابت دار کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام قصاص باطل ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اُسکا فدیہ دے چوتھائی دیت دیکر اور بعضون نے کہا کہ محمد امام کے ساتھ ہین اس مسئلے مین امام کی دلیل یہ ہے کہ قصاص عفو سے منقلب بمال ہو گیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہین ہوتا تو اُسکے وارث اُس مین انکے خلیفہ ہونگے ہم طحطاوی نے کہا ماکہ قصہ دونون مذہبوجوہ مین تخ سوریثہ اور وارث کا بیان کیا ذکرہ

فصل فی الجنایۃ علی العبد یہ فصل ہے اس جنایت کے بیان مین جو عبد پر واقع ہو عبد سے مراد غلام کہ ہے تو غلام اور لونڈی دونون کو شامل ہے

دیۃ العبد قیمتہ فان بلغت ہی دیۃ الحر وبلغت قیمۃ الامۃ دیۃ الحرۃ نقص من کل دیۃ عبد وامۃ عشرۃ دراہم اظہارا لانحطاط رتبۃ الرقیق عن الحر وتعیین العشرۃ باثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ دیت مملوک کی اسکی قیمت ہے تو اگر غلام کی دیت آزاد مرد کی دیت کے برابر پہنچ جاوے یعنے قیمت غلام کی دس ہزار درہم ہو اور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کے برابر ہو پہنچے تو غلام اور لونڈی کی دیت دس درہم گھٹا لیے جاوینگے تاکہ رتبہ مملوک کا انحطاط رتبہ آزاد سے ظاہر ہو اور دس درہم کا تعین کیا گیا باثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کیونکہ انسے ثابت ہے وعنہ من الامۃ خمسۃ اور امام سے دوسری روایت یہ ہے کہ لونڈی کی دیت پانچ درہم کم کیے جاوینگے لکون حینئذ علی العاقلۃ فی ثلث سنین خلافا لابی یوسف اور اسوقت میں دیت غلام کی قاتل کے مددگاروں پر واجب ہوگی تین برس کی مدت میں خلاف ابو یوسف کے یعنے انکے نزدیک نقصان دس درہم کا معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الغصب تجب القیمۃ بالغۃ ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے غصب میں اسکی قیمت غاصب پر واجب ہے بالاتفاق جہانتک اسکی قیمت ہو پہنچے یعنے اگرچہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو وما قدر من دیۃ الحر قدر من قیمتہ وحینئذ ففی یدہ نصف قیمتہ بالغۃ ما بلغت فی الصحیح درر وقیل لا یزاد علی خمسۃ آلاف الا خمسۃ وجزم بہ فی الملتقی اور جو مقرر ہے اعضاء حر کی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اسوقت میں مملوک کے ہاتھ میں اسکی نصف قیمت ہے قول صحیح میں جسقدر کہ اسکی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پانچ درہم کم پانچ ہزار درہم سے زیادہ نہوگی اور اسی قول پر یقین کیا ہے ملتقی الابحر میں ہم یہی قول اختیار اکثر کتب میں چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور مجمع البحرین اور اختیار اور فتاوی ولوالجی اور ملتقی اور مجتبی میں کذا فی الطحطاوی وتجب حکومۃ عدل فی لحیتہ فی الصحیح وقیل کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی ڈاڑھی میں بقول صحیح اور قول ضعیف میں تمام قیمت واجب ہے ہم یہ اس صورت میں حکم ہے جبکہ ڈاڑھی مونڈنے کے بعد نہ جمے

قطع ید عبد فحررہ سیدہ فسری فمات منہ ولہ للعبد ورثۃ غیرہ غیر المولی لا یقتص لاشتباہ من لہ الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اسکے مالک نے اسکو آزاد کردیا تو زخم سرایت کر گیا تو وہ اس زخم سے مرگیا اور اس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہیں مولی کے سوا تو قاطع سے قصاص نہ لیا جاویگا صاحب حق کے اشتباہ کی وجہ سے ہم یعنے اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجیے تو فقط وارث مستحق ہیں یا مالک بھی تو جہالت مستحق مانع قصاص ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحطاوی والا یکن لہ غیر المولی اقتص منہ خلافا لمحمد اور اگر اسکا کوئی وارث نہیں سوائے مولی کے تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا برخلاف مذہب محمد کے قال لعبدیہ احدکما حر فشجا فبین المولی العتق فی احدہما بعد الشج فارشہما للسید لان البیان کالانشاء مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک غلام تم دونوں میں سے آزاد ہے پھر دونوں کے سر زخمی ہوئے پھر مالک نے زخم سر کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کردی یعنے یوں کہا کہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا تھا تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اسواسطے کہ بیان کرنا انشا کے برابر ہے یعنے گویا زخم کے بعد اب اسنے آزاد کیا ولو قتلا فدیۃ حر وقیمۃ عبد لو القاتل واحدا معا وقیمتہما سواء او اگر دونوں غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونوں کو ساتھ ہی قتل کیا ہو اور دونوں کی قیمت برابر ہو ہم وجہ فرق یہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان وہاں انشا ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہیں تو یہاں بیان انشا نہوگا محض بیان اظہار ٹھہریگا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا وان قتل کلا واحد معا او علی التعاقب ولم یدر الاول فقیمۃ العبدین زیلعی اور اگر دونوں غلاموں کو دو شخصوں نے ساتھ ہی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہیں تو قاتلوں پر دو غلاموں کی قیمت واجب ہوگی کذا فی الزیلعی ہم قولہ وان قتل کلا واحد معا مخالف مقصود ہے ترجمہ اسکا یہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھ ہی قتل کیا اور یہ پہلی صورت ہے جو مذکور ہو چکی طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا وان قتلہما شخصان معا لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا خلافا لعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اسکے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی

فقأ رجل عینی عبد غیر مولاہ انشاء دفع مولاہ عبدہ المفقوء للفاقئ واخذ منہ قیمتہ کاملۃ او امسکہ ولا یاخذ منہ النقصان وقالا لہ اخذ النقصان وقال الشافعی ضمنہ القیمۃ وامسک الجثۃ العمیاء ایک مرد نے غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا آنکھ پھوٹا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو دے اور اس سے پوری قیمت لے یا چاہے اسکو اپنے پاس رکھے

اور اس سے نقصان ہوئے اور صاحبین نے کہا مالک کو نقصان لینا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا اگر چھوڑنے والے سے غلام کی قیمت کا ضمان لے اور غلام کا اندھا ومقطوع اپنے
پاس رکھے ولو جنی مدبر او ام ولد ضمن السید الاقل من القیمۃ ومن الارش لقیامہ قیمتہا مقامہا اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان دے
کمتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنی اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اسلیے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم
مقام ہے انکے ہم مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ باب سابق میں مذکور ہوتا اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد قاتل ہو یا مقتول فان دفع القیمۃ بقضاء فجنی المدبر او ام ولد جنایۃ
اخری یشارک الثانی الاول اذ لیس فی جنایاتہ کلہا الا قیمۃ واحدۃ ولا شئ علی المولی لانہ مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت
دی قاضی کے حکم سے پھر مدبر یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اسواسطے کہ مدبر
کی تمام جنایات میں سوا ایک قیمت کے اور کچھ واجب نہیں اور مالک پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنی بحکم قاضی
ولو دفع القیمۃ للولی الاول بغیر قضاء اتبع السید بحصتہ من القیمۃ ورجع بہا علی الاول لانہ قبضہ بغیر حق لان المولی لا یجب علیہ الا قیمۃ واحدۃ اور اگر
مالک نے پہلی جنایت کے وارث کو قیمت دی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کرے مالک کا قیمت لینے کے واسطے بقدر اپنے حصے کے اور مالک
پھیرے مقتول اول کے وارث سے اسلیے کہ وارث اول نے تمام قیمت ناحق قبضہ کیا اسواسطے کہ مالک پر تو سوا ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں او اتبع ولی الجنایۃ
الاولی یا وارث ثانی وارث اول کا پیچھا کرے یعنی نصف قیمت اس سے بانٹ لے اسواسطے کہ اسنے اسکا حق ناحق لیا وقالا لاشئ علی المولی اور صاحبین
نے کہا قیمت بلا قضا دینے میں مالک پر کچھ لازم نہیں وان اعتق المولی المدبر وقد جنی جنایات لم تلزمہ ای المولی الا قیمۃ واحدۃ علم بالجنایۃ
قبل العتق اولا لان حق الولی لم یتعلق بالعبد فلم یکن مفوتا بالاعتاق اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اس سے جنایات متعددہ
ہو چکی ہیں تو مولے پر سوائے ایک قیمت کے کچھ لازم نہ ہوگا خواہ مالک کو قبل از عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اسواسطے کہ وارث کا حق غلام
کی ذات سے متعلق نہیں تو مالک آزاد کرنے سے اسکے حق کا ضایع کرنے والا نہ ٹھہرا وام الولد کالمدبر فیما مر اور ام ولد مدبر کے مانند ہے حکم مذکور میں
یعنی مسئلہ اعتاق میں اقر المدبر او ام الولد بجنایۃ توجب المال لم یجز اقرارہ لانہ اقرار علی المولی بخلاف ما اذا اقر بالقتل عمدا فانہ
یصح اقرارہ علی نفسہ فیقتل بہ اور اگر مدبر یا ام ولد نے اس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہو تو اسکا اقرار جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اقرار ہے
مولے کے ضرر پر بخلاف اسکے کہ اپنے قتل عمد کا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب مارا جاویگا ولو جنی المدبر خطاء فمات اسقط
قیمتہ عن مولاہ اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا کے پھر وہ مرگیا تو اسکی قیمت اسکے مالک سے ساقط ہو گی وکذا لو قتل المدبر مولاہ خطاء سعی فی قیمتہ اور اگر
مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت میں یعنی محنت مزدوری کر کے اپنی قیمت مالک کے وارث کو دے ولو عمدا قتلہ الوارث او استسعاہ
فی قیمتہ ثم قتلہ درر اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمداً قتل کیا تو وارث اسکو قتل کر ڈالے یا وارث چاہے اس سے محنت مزدوری کرا دے اسکی قیمت
حاصل کرنے میں پھر حصول قیمت کے بعد اسکو قتل کرے کذا فی الدرر

فصل فی غصب القن وغیرہ

یہ فصل ہے مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر مملوک سے مدبر اور صبی مراد ہے قطع ید عبدہ فغصبہ
رجل وسری فمات منہ ضمن الغاصب قیمتہ اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اسکو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم نے سرایت کی سو وہ اسی
زخم سے مرگیا تو غاصب تاوان دے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا وان قطع یدہ وہو فی ید غاصب فمات منہ بری الغاصب لصیرورتہ متلفا فیصیر مستردا
اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہے سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہوگیا قیمت دینے کے تاوان سے
بسبب ہو جانے مالک کے تلف کرنے والا تو مالک پھیر لینے والا ٹھہر جاویگا غصب عبد محجور مثلہ فمات فی یدہ ضمن لان المحجور مواخذ بافعالہ

الا باقی والدا الا بعتقہ غلام مجور یا ذون نے اپنے مانند دوسرے کا غلام مجور یا ماذون غصب کیا سو وہ اُسکے قبضہ مین مرگیا سو وہ ماذون دیگا اُسکی قیمت کا اسواسطے
کہ مجور یا ماذون اپنے افعال مین ماخوذ ہو اپنے اقوال مین مگر آزاد ہونے کے بعد اقوال مین بھی ماخوذ ہوگا مدبر جنی عند غاصبہ فرد فقتل ثم جنی عند سیدہ ضمن سیدہ
قیمتہ لہما نصفین مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے اُسکو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت
کی تو مالک اُسکی قیمت کا تاوان دیگا دونون مقتولون کے وارثون کو نصفا نصف یعنے نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو دیگا اور نصف باقی دوسرے کے
وارث کو ورجع المولی بنصف قیمتہ علی الغاصب ودفعہ ای دفع المولی نصف قیمتہ الی ولی الجنایۃ الاولی لان حقہ لم یجب الا والمزاحم قائم اور مالک پھیر
لیگا نصف قیمت پھر سے غاصب سے اور پھیر وہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دیگا اسلئے کہ اسکا حق واجب ہوا تھا مگر اس حال مین کہ مزاحم موجود تھا ہم
کہتا ہوں یہی سہ کہا عینی نے زیلعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یون نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت مین تھا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزاحم
اور منازع اسکا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جبکہ غلام کا بدلا مالک کے ہاتھ مین آیا فارغ از حق غیر سے تو وارث اول اُسکو لیگا
تاکہ اُسکا حق پورا ہو جاوے انتہی تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین خلل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تھا لان حقہ وجب حین لا مزاحم یعنے مقتول
اول کے وارث کا حق اُسوقت واجب ہوا تھا جبکہ اُسکا کوئی مزاحم نہ تھا ثم رجع المولی علی الغاصب الا انہ اخذ منہ بسبب کان عند الغاصب کہ پھر
دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے پھیر لیگا اسواسطے کہ مولی سے جو لیا گیا اس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس تھا اور لعکسہ ای لو جنی عند مولاہ ثم عند غاصبہ
لا یرجع المولی علی الغاصب ثانیا لان الجنایۃ الاولی کانت فی یدہ مالکہ اور مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنے مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اپنے
غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ پھیر لیگا اسواسطے کہ پہلی جنایت اسکے مالک کے پاس واقع ہوئی نہ غاصب کے پاس والقن فیہ
الفصلین کالمدبر غیر ان المولی یدفع العبد نفسہ وثمہ ای فی المدبر القیمۃ لما مر اور غلام خالص دونون صورتون مین یعنے خواہ غاصب کے پاس جنایت
واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کے مانند ہے سوائے اس بات کے کہ مالک یہان خود غلام کو دیگا اور وہان یعنے جنایت مدبر مین قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا
مدبر جنی عند غاصبہ فرد فغصبہ ثانیا فجنی عندہ کان علی سیدہ قیمتہ لہما ورجع بقیمتہ علی الغاصب لکونہما عندہ ودفع المولی نصفہا
ای القیمۃ المأخوذۃ ثانیا الی ولی الجنایۃ الاولی ورجع المولی بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اُسنے مالک کو
پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اُسنے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو اُسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونون مقتولون کے واسطے واجب ہوگی اور
مالک قیمت پھیر لے غاصب سے اسلئے کہ دونون جنایتین غاصب کے پاس واقع ہوئین اور مولی نصف قیمت ماخوذہ جنایت اول کے وارث کو دوسری بار
دیگا اور وہی نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے پھیر لے وام الولد فی کلہا کالمدبر اور ام ولد ان سب صورتون مین مدبر کے مانند ہے غصب صبیا حرا
لا یعبر عن نفسہ والمراد بغصبہ الذہاب بہ بلا اذن ولیہ فمات بالحمی ونحوہا ایک مرد نے صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہین کر سکتا
غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ مین مرگیا ناگہان یا تپ کے سبب سے تو مر رہتا وان نہین غصب سے مراد صغیر کا لیجانا ہے بدون اجازت اسکے ولی کے
لم یضمن غصب کے معنی مجازی یہان مراد ہین اسلئے کہ آزاد مین غصب ثابت نہین ہوتا ضمان اسواسطے ثابت نہوا کہ موت ناگہانی اور تپ تو ہر مقام مین ممکن ہے
مختلف باختلاف الاماکن نہین ہر وان مات بصاعقۃ او نہش حیۃ فدیتہ علی عاقلۃ الغاصب استحسانا لتسببہ بنقلہ لمکان الصواعق والحیات
حتی لو نقلہ لموضع یغلب فیہ الحمی والامراض ضمن فتجب فیہ الدیۃ علی العاقلۃ لکونہ قتلا تسبیبا ہدایۃ وغیرہا اگر صغیر مذکور مرگیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ
کے کاٹنے سے تو اُسکی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اسواسطے کہ غاصب ہلاک کا سبب ہوا ہے بجلیون یا سانپون کے مکان کی طرف نقل کرنیکا تو اگر غاصب صغیر کو
اُس مکان مین لے گیا جہان اکثر تپ اور امراض لاحق ہوتے ہین تو ضمان لازم ہوگا تو اسمین بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل تسبب کا موجب ہونے سے کذا فی الہدایہ

وغیر ہا فانت و بقی او تقل الحر الکبیر وہذا الا ان یکون قید یا ان مقیدا ولم یکن التحرز عنہ ضمن وان لم یمنعہ من حفظ نفسہ لا لانہ بتقصیرہ فحکم صغیر و کبیر

مقید عنت سا یہ مین کہتا ہون باقی رہگئی ایک صورت کہ اگر آزاد بالغ کو کوئی شخص ان مکانات کی طرف لیگیا زبردستی اگر مقید کر کے اسطرح لیگیا کہ اسکو بچنا اس سے

ممکن نہین تو قاتل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اسکو مانع نہوا اپنی ذات کی حفاظت سے تو ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم کبیر کے

مانند مقید ہونیکی حالت مذکورہ ہو کذا فی العنایہ ولو غصب صبیا فغاب عن یدہ فحبس الغاصب حتی یجئ بہ او یعلم موتہ خانیہ کما لو خدع امرأۃ رجل حتی وقعت

الفرقۃ بینہما فانہ یحبس حتی یردہا او تموت خلاصہ اور اگر غیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہوگیا اسکے پاس سے تو غاصب محبوس رہیگا یہانتک کہ اسکو لے آوے یا اسکی

موت معلوم ہوجاوے کذا فی الخانیہ جیسے اگر ایک مرد کی عورت کو فریب سے لیگیا یہانتک کہ زوجین مین جدائی پڑگئی اسطرح کہ زوج کو معلوم نہین کہ زوجہ کہان ہے تو

وہ شخص محبوس رہیگا یہانتک کہ اسکو پھیر لاوے یا عورت مرجاوے یعنی اسکی موت معلوم ہوجاوے کذا فی الخلاصۃ امر ختانا ان یختن صبیا ففعل الختان فلک

فقطع حشفتہ ومات الصبی من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم یمت فعلی عاقلتہ کلہا وقد تقدمت فی باب ضمان

الاجیر وفی معایات الہدایہ ومن قال الذی ان مات تجب فما تجب علیہ اذا مات بالموت اسے طرز ختنہ کرنیوالے کو حکم کیا تاکہ صغیر کا ختنہ کرے سو اسنے ختنہ کیا

تو اسکی ساری کا حشفہ کٹ ڈالی اور لڑکا مرگیا اس سے تو ختنہ کرنیوالے کی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر وہ نہ مرا تو اسکی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ مسئلہ ضمان اجیر کے

باب مین سابق مذکور ہوچکا اور ہدایہ کی پہیلیان مین یہ مسئلہ یون مذکور ہے کہ وہ کون جانی ہے اگر اسکا مجنی مرے تو اسپر وہ واجب ہے جبکہ مرے نصف اسکا واجب ہے

موت سے یعنی اگر مرے تو پوری دیت واجب ہوا اور مرے تو نصف واجب ہے وہ کون جنایت کرنیوالا ہے جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے کہ جس نے کل حشفہ کاٹا

علی ما یدو قال لاسکہا ای افشقۃ الصبیہ ولم یکن منہ اسمیر فمات کان علی عاقلتہ من حملہ ای دیتہ الصبی کان الصبی ممن یکب مثلہ او لا یکب

وتمامہ فی الولوالجیہ انسان امر صبیا بہ کہ جانور کو پکڑ کر روکے پھر وہ کسی طرح گر پڑا اور جانور کو ہانکا پھر وہ مرگیا

عاقلہ پر صبی کی دیت ہے خواہ اتنی عمر کا لڑکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہوتا ہو اور اسکا پورا بیان خانیہ مین ہے کہ صبی اودع عبدا فقتلہ ای قتل الصبی العبد ودع

ضمن عاقلۃ الصبی قیمتہ یا نابالغ لڑکے کے پاس غلام ودیعت رکھا گیا اسنے اسکو قتل کیا یعنی صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو صبی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا

ضامن ہوگا فان اودع طعاما فاکلہ الولی او صبیا ماذونا لہ فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لانہ سلطہ علیہ وقال ابو یوسف والشافعی یضمن اور اگر صغیر کے

پاس کھانا ودیعت رکھا گیا وہ وہ لڑکا ولی کے اذن سے اذون یا ماذون فی التجارۃ بھی نہین ہے سو صغیر نے کھانا کھالیا تو اسپر ضمان نہین اسواسطے کہ مالک طعام نے صغیر کو طعام

پر مسلط کردیا اور ابو یوسف اور شافعی نے کہا کہ ضمان دیگا وکذا لو اودع عبد محجورا مالا فاستہلکہ فضمنہ بعد عتقہ وعند ابی یوسف والشافعی فی الحال اور اسی طرح اگر غلام محجور کے پاس

مال ودیعت رکھا گیا سو اسنے اسکو تلف کیا تو اسکا تاوان دیگا آزاد ہونے کے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال تاوان دیگا وکذا الخلاف لو اعیرا و اقترضا

اور اسی طرح اختلاف ہے اگر صغیر اور غلام محجور کو عاریت دی گئی یا قرض دیا گیا ہو یعنی صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا بطور قرض کے بغیر ولی کی اذن کے لیا تو اذون پر ضمان نہین ہے

ہونے کے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونے کے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ضمان ہے کذا فی الکافی ولو کان ماذونا او ماذونا ضمن بالاجماع اور اگر عاریت

یا قرض اذن سے ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو تو بالاتفاق ضمان لازم ہوگا کما لو استہلک الصبی مال الغیر بلا ودیعۃ ضمنہ فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدون ودیعت کے تلف کیا تو

اسکا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا فی الحال قلت وہذا کلہ لو الصبی عاقلا والا فلا یضمن بالاجماع وتمامہ فی العنایۃ والشرح بہذا الیہ عن التسہیل ومسکین علی خلاف ما فی

الملتقی والہدایہ والزیلعی فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ حکم مذکور اسی صورت مین ہے جبکہ صغیر عاقل و تمیزدار ہو اور اگر عاقل نہو تو اسپر بالاجماع ضمان نہین ہے بالاتفاق اور اسکی پوری تفصیل عنایہ و شرح میں ہے

شلبی اور مسکین سے منقول ہے بخلاف ملتقی اور ہدایہ اور زیلعی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو معلوم ہوا کہ وجوب ضمان کے واسطے اشتراط عقل صغیر اور عدم اشتراط

اہل مذہب کے دو طریقے ہین

باب القسامۃ

یہ باب ہے قسامہ کے مسائل میں قسامہ بالفتح میں اختلاف ہے اہل لغت کا بعضوں نے کہا مصدر ہے مانند قسم کے اور بعضوں نے کہا اسم ہے مصدر کا کذا فی الطحطاوی یعنی
یعنی القسم وہو الیمین مطلقا قسامہ لغت عرب میں بمعنی قسم کے ہے اور وہ یمین اور حلف ہے مطلقا یعنی خواہ ایک ہی قسم کھائے یا زیادہ و شرعا الیمین باللہ تعالی بسبب
مخصوص عدد مخصوص علی شخص مخصوص کی وجہ مخصوص سے بیان فی بیانہ اور قسامہ اصطلاح شرع میں قسم ہے اللہ تعالی کی سبب مخصوص کے ایسی عدد مخصوص کی بابت مخصوص
شخص پر بوجہ مخصوص جسکا بیان آگے آتا ہے [illegible] قسامہ کا اعتبار قسمون کا ہے یعنی پچاس قسمیں ہیں اور قسامہ کا سبب [illegible] قتیل کا پایا جانا ہے محلہ وغیرہ میں
معلوم نہیں ہے اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مدعی عاقل بالغ آزاد ہو اور قسم کھانے والا بھی عاقل بالغ آزاد ہو اور غلام پر قسامہ نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ میت پر قتل کا اثر موجود ہو اور کسی کا معلوم نہ ہو کہ کون [illegible]
اسکو نہیں قتل کیا اور نہیں اسکے قاتل کو جانتا ہوں [illegible] قسامہ کا حکم یہ ہے کہ [illegible] اور شرعی ثابت ہے [illegible] اجماع سے کذا فی الطحطاوی [illegible]
شرح ہدایہ میں ہے کہ قسامہ کی خوبی اور اسکی مشروعیت میں حکمت یہ ہے کہ خونریزی کو لوگ [illegible] اور خون ضائع ہونے سے [illegible] قتل [illegible]
[illegible] پائی جائے میت محلہ وغیرہ میں [illegible] اور [illegible]
ای جانب کان او لغیرہ [illegible] آزاد مرد [illegible] زخم ہو یا مارنے کا نشان ہو یا خون کا بہنا ہو اسکے کان یا آنکھ سے [illegible] پایا گیا [illegible]
کسی عضو سے [illegible] پایا گیا یا نصف جسم سر کے ساتھ [illegible] یا مجنون ہو کذا فی الشرح [illegible]
مقتول پایا جائے [illegible] اور قیمت اسکی واجب ہے [illegible] آزاد کی دیت [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible]
فی البدن [illegible] قتل [illegible] القسامۃ [illegible]
تمام بدن کے [illegible] کسی پایا جائے [illegible] قتل کے ساتھ [illegible] قسامہ [illegible]
[illegible] ایک شخص [illegible] قسم کھانے کی نوبت پہنچی [illegible]
کان ملوث [illegible] سقط القسامۃ اور دیت [illegible] قاتل [illegible] اگر قاتل معلوم ہو [illegible] والقتل [illegible]
[illegible] اور [illegible] اس میت کا وارث قتل کا دعوی کرے [illegible] محلے والوں پر [illegible]
پچاس مرد قسم کھاوین [illegible] الولی باللہ ما قتلناہ ولا علمنا لہ قاتلا [illegible] پچاس [illegible] وارث مقتول
کا اختیار کرے [illegible] خدا کی کہ ہم نے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ ہم اسکے قاتل کو جانتے ہیں [illegible] قسم کھائے کہ [illegible] اسکو قتل نہیں کیا اور نہیں اسکے قاتل کو جانتا ہوں
[illegible] ایک ہی شخص نے اسکو قتل کیا ہو [illegible] نہیں [illegible]
اگر [illegible] قاتل [illegible] وقال الشافعی ان کان ثمہ لوث [illegible] اہل المحلۃ [illegible]
یقضی بالدیۃ علی المدعی علیہ وقضی مالک بالقود ولو الدعوی بالعمد [illegible] اور امام شافعی نے کہا کہ اگر وہاں لوث ہو یعنی [illegible] اور اشتباہ ہو تو [illegible]
سے پچاس بار قسم لی جائے کہ اہل محلہ نے اسکو قتل کیا ہے پھر دیت کا حکم کیا جاوے مدعا علیہ پر اور امام مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا دعوی ہو اور لوث کہتے ہیں قتل کی علامت کو
شخص پر پائی جاوے یا ظاہر حال مدعی کی صداقت کا شاہد ہو یعنی اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت رکھتے ہوں یا [illegible] گواہی دیتے ہوں کہ [illegible]
[illegible] اسکو قتل کیا ہے اور ہماری دلیل [illegible] روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکھا کہ یہ مقتول تمہارے [illegible] پایا گیا سو تمہاری [illegible] کیا صورت
ہو سو یہود نے لکھا کہ ایسا واقعہ بنی اسرائیل میں واقع ہوا تھا سو خدا نے موسی علیہ السلام پر حکم اتارا تھا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اسی حکم کو دریافت کرو تو رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو لکھا کہ خدا نے مجھکو بتایا کہ تم میں سے پچاس مرد کو اختیار کروں سو وہ خدا کی قسم کھا دیں کہ ہم نے اسکو قتل نہیں کیا ہے [illegible]

اور ہم اسکے قاتل کو جانتے ہیں پھر قسم اسکا خون بہا اور کردو تو یہود دیت سے انکار کیا کہ ہم لوگ ان میں نامونس یعنی وحی ربانی کا حکم کیا کذا فی الدرر عن الزیلعی محشی نے شرح
بیان کیا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ترمذی کی کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بخاری اور مسلم میں متفرق حدیثوں سے
ہو کر مسلم میں تو یوں ہے ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ مدعی علیہ کا قسم ہوا اور مدعی
کا وظیفہ قسم نہیں ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہوگئی انتہی ثم قضی علی اہلہا بالدیۃ لا مطلقا بل ان وقعت الدعوی بقتل عمد
وان وقعت الدعوی بقتل خطاء فتدی ای فیقضی بالدیۃ علی عواقلہم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرۃ والخانیۃ ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان فی
ظاہر الروایۃ القسامۃ علی اہل المحلۃ والدیۃ علی عواقلہم ای فی ثلاث سنین وکذا قیمۃ القن توخذ فی ثلاث سنین شرنبلالیۃ پھر اہل محلہ
کی قسم کے بعد انپر دیت کا حکم کیا جائے لیکن نہ ہر طرح کے دعوے میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوے واقع ہوا ہو تو انپر دیت کا حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوی
واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عواقل پر یعنی مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ
ظاہر الروایۃ میں اہل محلہ پر قسامہ ہے اور انکے مددگاروں پر دیت ہے یعنی تین سال کے اندر اور اسی طرح غلام مقتول کی قیمت تین سال میں ادا ہوگی کذا فی الشرنبلالیۃ وان
لم یتم العدد کرر الحلف علیہم لیتم خمسین یمینا اور اگر اہل محلہ میں پچاس مرد کا شمار پورا نہ ہوا تو مکرر قسم لیجاوے تاکہ پچاس قسمیں پوری ہوجاوین
وان تم العدد واراد الولی تکرارہ لا اور اگر پچاس کا شمار پورا ہوگیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نہ لیجاویگی ومن نکل منہم حبس حتی
یحلف علی الوجہ المذکور ہہنا ہذا فی دعوی القتل العمد اما فی الخطاء فیقضی بالدیۃ علی عاقلتہم ولا یحبسون ابن کمال معزیا للخانیۃ اور جو شخص ان میں سے
قسم نہ کھاوے تو قید کیا جاوے یہاں تک کہ قسم کھاوے اسطرح پر جو یہاں مذکور ہوچکی یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوی میں اور قتل خطا میں تو انکے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا
اور وہ محبوس نہونگے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہے ولو اقر علی نفسہ او عبدہ قبل اقرارہ ولو علی غیرہ فصدقہ الولی سقط التحلیف عن اہل المحلۃ
اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اسکا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اسکی تصدیق کی تو اہل محلہ
سے قسم لینا ساقط ہوگیا ولا قسامۃ علی صبی ومجنون وامرأۃ وعبد اور قسامہ نہیں صغیر اور دیوانے اور عورت اور غلام پر اسواسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے
لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہے مددگاروں پر ولا قسامۃ ولا دیۃ فی میت لا اثر بہ لانہ لیس بقتیل اذ القتیل عرفا من
فاتت الحیوۃ بسبب مباشرۃ الحی وانہ مات حتف انفہ والغرامۃ تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اس میت میں جس میں قتل اور ضرب کا کچھ نشان نہیں اسلیے
کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہے جسکی زندگی فوت ہوگئی ہو زندہ کے کرتب سے اور وہ میت تو اپنی موت مرگیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے بندہ کے فعل کے
او یسیل دم من فمہ او انفہ او دبرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منہا عادۃ بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناک
یا مقعد یا ذکر سے تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ خون نکلتا ہے ان مکانات سے عادت میں بدون فعل انسان کے بخلاف کان اور آنکھ کے او نصفہ ای ولا
قسامۃ فی نصفہ مشقوق طولا او اقل منہ ای من نصفہ ولو معہ الراس لما مر یا اسکے نصف میں یعنی قسامہ نہیں میت کے اس نصف بدن میں جو طول میں پھاڑا گیا یا
نصف سے کمتر میں قسامہ نہیں اگرچہ اقل بدن کے ساتھ سر بھی ہو بدلیل گذشتہ ہم یعنی مذکور ہوچکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں او وجد علی رقبتہ ای المیت حیۃ
ملتویۃ لان الظاہر انہ مات بہا بزازیۃ یا میت کی گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہے تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مرگیا ہے کذا فی البزازیۃ
وتامہ شانہ ککبیر ای وجد سقط تام الخلقۃ بہ اثر الضرب وجبت القسامۃ والدیۃ وفی الظہیریۃ ما یخالفہ اور جسکی پیدائش پوری ہوچکی وہ بڑے آدمی کے برابر ہے یعنی
پیٹ سے گرا پایا گیا جسمین ضرب کی نشانی موجود ہے تو قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیریہ میں اسکے مخالف ہے یعنی اسمین قسامہ اور دیت نہیں فان ادعی الولی علی واحد من غیرہم
کان ابراءً منہم لاہل المحلۃ وسقطت القسامۃ عنہم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ اسکی طرف سے ابراء ہے محلے والوں کے واسطے

اور قسامہ اُنکا اور دیت ساقط ہو گیا فان ادعی الولی علی معین منہم لا تسقط وقیل تسقط اور اگر وارث نے محلے والوں میں سے ایک شخص پر قتل کا دعویٰ کیا
تو اُنسے قسامہ ساقط نہیں ہوتا اور قول ضعیف میں ساقط ہو جاتا ہے ھ قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی قتیل علی دابۃ
معہا سائق او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ دون اہل المحلۃ لانہ فی یدہ فصار کما فی دارہ ایک مقتول ہے اس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا
یا سوار ہے تو اُسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگاروں پر ہے نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول اُسکے قبضہ اور تصرف میں ہے تو گویا اُسکے گھر میں ہے ولو اجتمع فیہا
سائق وقائد وراکب فالدیۃ علیہم جمیعا وان لم تکن ملکا لہم علی ما بیدہم وقیل القسامۃ والدیۃ علی المالک الخ کالدار وقیل لا ان
علی السائق الا اذا کان یسوقہا مختفیا وبہ جزم فی الجوہرۃ اور اگر جانور میں سائق اور قائد اور راکب تینوں جمع ہوں تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ
جانور اُنکا مملوک نہ ہو بنا بر اُنکے قبضہ و تصرف کے اور بعضوں نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کہ مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے اور بعضوں نے
کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہیں مگر جبکہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جوہرہ میں وان لم یکن معہا احد فالدیۃ والقسامۃ علی اہل
المحلۃ التی فیہا القتیل علی الدابۃ اور اگر جانور کے ساتھ کوئی نہ ہو تو دیت اور قسامہ اُن محلے والوں پر ہے جنکے محلہ میں مقتول جانور پر پایا گیا وان مرت دابۃ
علیہا قتیل بین قریتین او قبیلتین فعلی اقربہما لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین بان یذرع فوجد الی احدہما
اقرب بشبر فقضی علیہم بالقسامۃ ولو استویا فعلیہما وقید الدابۃ اتفاقی قہستانی اور اگر ایک جانور گذرا جسپر مقتول ہے دو گاؤں میں یا دو قوم کے
درمیان تو جو اُنمیں نزدیک تر ہوگا اُسپر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت نے اُس مقتول میں جو دو گاؤں
کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونوں کی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک گاؤں کی طرف بالشت بھر نزدیک ٹھہرا تو اُنہیں لوگوں پر قسامہ کا حکم ہوا
اور اگر دونوں گاؤں برابر ہوں بلا کم و کاست تو دونوں پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہے شرط نہیں ہے کذا فی القہستانی ھ قرب کا اعتبار اُسوقت
ہے جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ بزازیہ میں یوں مصرح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گاؤں کی زمین میں لیکن وہ متصل ہے دوسرے
گاؤں کے گھروں سے تو اگر زمین مالک ہے تو مالک پر قسامہ ہے اور نہیں تو نزدیک تر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا وہاں اعتبار ہے جہاں
زمین کسی کی مملوک نہیں کذا فی الطحطاوی عن المنح بشرط سماع الصوت ھ ہکذا عبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر وغیرہا منہ وعبارۃ البرجندی نقلا عن
الکافی لیسمعوا صوتہ لان حینئذ یلحقہ الغوث فینسبون الی التقصیر فی النصرۃ نزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ اُنکی آواز سن پڑتی ہو
اسی طرح کی عبارت ہے زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یوں ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یوں منقول ہے
کہ اہل قریہ اُسکی آواز سنتے ہوں اسواسطے کہ سماعت آواز کی وقت فریادرسی لاحق ہو سکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری میں منسوب بہ تقصیر ہونگے ھ طحطاوی نے
کہا کہ دونوں عبارتوں کا مآل ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہونچتی ہوگی تو غالبا مقتول کی آواز بھی گاؤں تک پہونچے گی و الا بان کان
فی موقع لا یسمع منہ الصوت لا تلزمہم نصرتہ فلا ینسبون الی التقصیر فلا یجعلون قاتلین تقدیرا اور نہیں تو نہیں یعنے اگر مقتول ایسے مکان میں ہو کہ
اُسکی آواز نہیں سنائی ہو تو اہل قریہ کو اُسکی مددگاری لازم نہیں تو وہ منسوب بہ تقصیر نہ ہونگے تو وہ تقدیرا قاتل بھی نہ ٹھہرائے جائینگے ھ یعنے قسامہ اور
دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہے کہ جب مقتول کی اُنہوں نے مدد نہ کی تو گویا وہی اُسکے قاتل ٹھہرے لہذا اُنپر دیت لازم ہوئی پھر جب وہ ایسے بعید مکان میں مقتول ہوا
کہ اُسکی آواز گاؤں تک نہیں پہنچ سکتی تو وہ علیہم نصرت میں معذور ہیں تو اُنکی تقصیر ثابت نہ ہوئی تو خونبہا بھی اُنپر لازم نہ آیا ویراعی حال المکان الذی وجد فیہ القتیل
فان کان مملوکا تجب القسامۃ علی الملاک والدیۃ علی عاقلتہم وکذا لو موقوفا علی ارباب معلومین لان العبرۃ للملک والولایۃ کما افادہ المصنف مستندا
للولوالجیۃ والبزازیۃ قلت وسیجیٔ التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لا ملک فیہ لاحد ولا ید ومراعاۃ

اس مکان کے حال کی جس میں مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامہ واجب ہوگا اسکے مالکوں پر اور دیت واجب ہوگی انکے مددگاروں پر اسی طرح اگر وہ مکان معین لوگوں پر وقف ہوگا تو مستحقوں پر قسامہ ہے اور دیت انکے مددگاروں پر ہے اسلیے کہ ملک اور ولایت یعنی تصرف کا اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں وہ وجیہ اور بزازیہ سے نقل کیا ہے میں کہتا ہوں اور عنقریب اسکی تصحیح آویگی متون میں اور درر وغیرہ کی پیروی سے تو اسوقت میں قرب مکان کا کچھ اعتبار نہیں مگر جبکہ یہ مقتول اس مکان مباح میں پایا جاوے جسمیں کسی کی ملک نہ قبض اور تصرف ہو محیط سرخسی میں ہے کہ جب مقتول بیابان میں ملا تو اگر وہ کسی کا مملوک ہے تو قسامہ اور دیت مالک اور اسکی قوم پر ہے اور اگر کسی کی ملک نہیں تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی ہو کسی شہر سے تو اہل شہر پر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سنی پڑتی ہو تو اگر اس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو لکڑی یا گھاس سے تو دیت اسکی بیت المال سے دیجاوے اور اگر اہل اسلام کو وہاں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا تو اسکا خون رائیگان ہے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر بیابان میں مقتول پایا جاوے اور اسکی قرب میں آبادی نہو کذا فی المحیط اور ہی عن العالمگیریۃ والاولی علی ذی الملک والید اور اگر مکان مملوک یا وقف ہے تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے والمراد بالولایۃ والید المخصوص وہو لجماعۃ معینین فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا دیۃ علی احد بل ا لخ اور ولایت اور قبض سے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں ولایت اور قبض خاص مراد ہے اگرچہ قبض جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اس مکان کے مقتول کا کسی پر قسامہ ہے نہ دیت کذا فی فتح الباری لکن ینبغی وجوبہا فی بیت المال فتامل لیکن وجوب دیت کا بیت المال میں عنقریب آویگا سو تامل کرو مم طحطاوی سے کہا کہ اگر بیابان کی نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہیں والمراد بالید ایضا الید المتحققۃ والا فالاراضی التی لہا مالک اخذ بالید وال الملک فینبغی ان یکون القتیل فیہا ہدرا لانہ لیس علی المالک وحدہ قسامۃ من الکرمانی ظاہر اور یہی ہے کہ قبض اور تصرف سے حقدار کا قبض مراد ہے اور جن زمینوں کے مالک ہیں پر حاکم نے زبردستی انکو چھین لیا ہو تو لائق یہ ہے کہ انکے اندر مقتول کا خون رائیگان ہو اسواسطے کہ اس پر دیت نہیں ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مذہب کی روایت سے وان مباحا لکن فی ایدی المسلمین تجب الدیۃ فی بیت المال لما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ الصوت تجب علیہم الغوث کذا فی الولوالجیۃ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمان کے قبضہ میں ہو تو دیت واجب ہے بیت المال میں اسوجہ سے جو ہمنے ذکر کیا ہے کہ جب وہ اسطرح پر ہو کہ وہاں سے آواز سنی جاتی ہو تو فریاد رسی واجب ہوگی کذا فی الولوالجیۃ ہم محیط سرخسی سے نقل کر چکے ہیں کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہاں سے آواز مسموع نہ ہوتی ہو تو شارح کی یہ تعلیل بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی وفیہا ولو وجد قتیل فی ارض رجل الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض منہا ای من اہل القریۃ فہی علیہ ای علی رب الارض لا علی اہلہا ای القریۃ لان العبرۃ للملک والولایۃ انتہی قلت فہذا صریح فی ان القرب انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوکۃ ولا موقوفۃ لان تدبیر ولا ربابہا ای مستحقی اور ولوالجیہ میں ہے اور اگر مقتول پایا جاوے ایک مرد کی اس زمین میں جو ایک گاؤں کی طرف متصل ہے اور یہ مالک زمین اس گاؤں کا رہنے والا نہیں ہے تو دیت اسکی مالک زمین پر ہے نہ اہل قریہ پر اسواسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہی ما فی الولوالجیۃ میں کہتا ہوں تو یہ روایت صریح ہے اسمین کہ قرب مکان اسی صورت میں معتبر ہے جبکہ مقتول پایا جاوے زمین مباح میں نہ مملوک اور موقوف میں اسواسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوفہ کی اسکے لوگوں پر ہے اور عنقریب یہ مسئلہ متن میں آویگا تو آگاہ رہنا وان وجد فی دار انسان فعلیہ القسامۃ ولو بعاقلتہ حضور او غیبۃ فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف رحمہ اللہ اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گھر میں تو اسپر قسامہ ہے اور اگر اسکے مددگار موجود ہیں تو وہ بھی قسامہ میں داخل ہونگے برخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی والدیۃ علی عاقلتہ ان ثبت انہا لہ بالحجۃ کما سیجیء وکان لہ عاقلۃ والا فعلیہ اور دیت اس آدمی کے مددگاروں پر ہے اگر ثابت ہو حجت سے کہ وہ گھر اسکے ہیں اور وہ شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر اسکے مددگار نہیں ہیں تو اسی آدمی پر دیت واجب ہے ہم حجت سے مراد گواہ ہیں یا مددگاروں کا اقرار ہے کذا فی الدیۃ والقسامۃ علی اہل المحلۃ الذین خطہم الامام اول الفتح ولو بقی منہم واحد اور قسامہ اہل خطہ پر ہے اور وہ ہیں جنکو امام نے ابتدا میں بالتخصیص ملک کا حصہ دیا

فتح اسلام مین اگرچہ انمین سے ایک ہی شخص باقی رہا ہو م خطہ بالکسر عبارت ہی مکان محدود سے اہل خطہ سے مراد املاک قدیمہ ہیں کہ لوگ انہین جو مالک ہوئے زمین کے جبکہ امام نے
شہر فتح کیا اور انکو غازیون مین بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھ دیا تاکہ انکے حصے جدے جدے ہو جاوین کذا فی العینی دون السکان والمشترین وقال ابو یوسف ہم
نہ وہان کے رہنے والے اور خریدارون پر اور ابو یوسف نے کہا کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور قسامہ مین شریک ہین فان باع کلہم فعلی المشترین بالاجماع
پھر اگر وہان کے سب مالکون نے مکانات بیچ لیے تو دیت اور قسامہ خریدارون پر واجب ہی باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد فی دار بین قوم لبعضہم اکثر
علی عدد الرؤس کالشفعۃ اور اگر مقتول پایا گیا اس گھر مین جو مشترک ہی درمیان ایک قوم کے بعضون کا حصہ زیادہ ہی تو قسامہ اور دیت آدمیون کے شمار پر
ہی شفعہ کے مانند ہم مثلا ایک شخص کا حصہ آدھا ہی اور دوسرے کا دسوان اور تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت انکے عاقلہ پر تین تہائی برابر ہی اسواسطے کہ تقلیل اور
تکثیر کا مالک حفظ اور تدبیر مین برابر ہی کذا فی الطحطاوی وان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیہا قتیل فعلی عاقلۃ البائع اور اگر گھر بیچ ڈالا گیا اور ہنوز
مشتری کے قبضے مین نہین آیا کہ اسمین مقتول پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کے عاقلہ پر ہی وفی البیع بخیار علی عاقلۃ ذی الید فان لہما اور بیع شرط
خیار مین صاحب قبضہ کی عاقلہ پر دیت اور قسامہ ہی بخلاف صاحبین کے ہم خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونون کا ولا تعقل عاقلۃ حتی یشہد الشہود انہا
اے الدار لہ فیہا القتیل لذی الید وہو ہو القتیل کما سیجیء اور عاقلہ یعنے مددگارون پر دیت دینا لازم نہوگا جبتک شاہد گواہی نہ دین اسکی کہ جس گھر مین مقتول
ہی وہ قابض وارث صرف شخص کا ہی اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا یعنے اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اسکی عاقلہ پر دیت لازم نہوگی جبتک گواہون
سے ذی الید کی ملک نہ ثابت ہوگی ولا یکفی مجرد الید حتی لو کان بہ لم تعقلہ عاقلتہ وان نفسہ درر اور عاقلہ پر وجوب دیت کے واسطے فقط قبضہ ذی الید شاہدون
کے کفایت نکریگا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبضہ ہی سے ہوگا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت نہ دیگا اور قابض مقتول کی دیت دیگا کذا فی الدرر لما
بانہ لا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہی یہ علت بیان کرکے کہ کچھ دیت کا واجب کرنا وارثون پر وارثون کے واسطے
ممکن نہین ہم مقتول کا گھر تا دور قتل کی حالت مین وارثون کا ملک ہوگیا اور وارثون کے مددگار اسکے متحمل ہوتے ہین جو وارثون پر واجب ہوتا ہی تا وارثون پر
تخفیف ہو تو اگر مددگارون پر دیت واجب ہو اور وارثون کو ملی تو گویا وارثون کا ضرر ہوا وارثون کے نفع کے واسطے اور یہ ممکن نہین صاحب درر نے
یہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہی اور امام کا یہ مذہب ہی کہ وارثون کے عاقلہ پر دیت واجب ہی چنانچہ شارح امام کی طرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور یہ مسئلہ
متن اور شرح مین آیندہ بھی مذکور ہوگا ثم الورثۃ یخلفونہ فیکون الایجاب علی الورثۃ للمیت لا للورثۃ کذا قیل پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے
ہین تو ایجاب دیت کا وارثون پر ہوتا ہی میت کے نفع کے واسطے نہ وارثون کے نفع کے واسطے چنانچہ بعضون نے یہ بیان کیا ہی تعلیل مذکور کے جواب مین قلت
وقد یقال لما کان ہو لا یدی لنفسہ فغیرہ بالاولی لقوۃ الشبہۃ قائل مین کہتا ہون جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہین دیتا ہی تو صاحب خانہ کے
سوا اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہوگی عدم وجوب کے شبہہ قوی ہونے سے سو اسکو تامل کر وان وجد فی الفلک فالقسامۃ والدیۃ علی
من فیہا من الرکاب والملاحین لانہا فی ایدیہم کالدابۃ اور اگر مقتول پایا گیا ناو مین تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگون پر ہی جو ناو کے اندر
سوار ہین اور ملاحون پر بالاتفاق اسواسطے کہ کشتی انکے قبضے مین جانور کے مانند ہی وجوب دیت مین مالک اور غیر مالک اور ناو کے کھینچنے والے سب
برابر ہین وکذا العجلۃ حکمہا کالفلک اور اسی طرح گاڑی کا حکم کشتی کے مانند ہی یعنے اسکے مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سوارون پر ہی وفی
مسجد محلۃ وشارعہا الخاص باہلہا کما افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وقد حققہ ملا خسرو واقرہ المصنف علی اہلہا اور اگر مقتول پایا گیا
محلہ کی مسجد مین اور محلہ کے کوچہ مین تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہی جسمین فقط اہل محلہ آتے جاتے ہون چنانچہ
ابن کمال نے بدائع سے اسکی سند بیان کی ہی اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر مین مذکور کی ہی اور مصنف نے اسی کو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی

ہم ملاخسرو کا بیان ابن کمال کے موافق نہین ہی کیونکہ شارع سمجھا ہی اسواسطے کہ ملاخسرو نے شارع یعنے راہ کی دو قسمین بیان کین اسطرح کہ راہ دو قسم ہی ایک تو شارع
محلہ جسمین اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہون اور گاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہون اور دوسرا شارع عام جسمین جمیع طوائف برابر ہون جیسے بازارون کی
راہین اور خارج شہر کی راہین انتہے تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہین قرار دیا ہی ابن کمال کے انتہے طحاوی نے کہا تو تحقیق یہ ہی کہ متن مین شارع محلہ کہنا احتراز
ہی شارع عام سے یعنے شارع محلہ مین اہل محلہ پر دیت ہی اور شارع عام مین بیت المال پر دیت ہی مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہو گئی جسمین مسافر نماز
پڑھتے ہون تو وہان قسامة اور دیت مسجد کے بنانے والے پر ہی اور اگر بانی معلوم نہو تو متصل گھر کے مالک کے عاقلہ پر ہی کذا فی الطحطاوی وسوق مملوک
علی الملاک وعند ابی یوسف ؒ علی السکان ملتقے اور اگر مقتول پایا گیا مملوک بازار مین تو اُسکے مالکون پر قسامة ودیت ہی اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والون
پر واجب ہی کذا فی الملتقے وفی غیرہ ای غیر المملوک والشارع الاعظم ہو النافذ والسجن والجامع وکل مکان یکون التصرف فیہ لعامة المسلمین لا لواحد
منہم والجماعة یحصون لا قسامة ولا دیة علے احد ابن کمال وانما الدیة فی بیت المال لان الغرم بالغنم اور اگر قتیل پایا گیا بازار غیر مملوک
مین اور شارع اعظم یعنے شاہراہ کشادہ مین اور قیدخانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اُس مکان مین جسمین تمام مسلمین کا تصرف برابر ہی نہ ایک مسلمان کا
مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانون مین قسامة نہین اور نہ کسی پر دیت ہی کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال مین ہی اسواسطے کہ
تاوان بمقابلہ منفعت کے ہی مترجم یعنے چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور محبس اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہین تو تاوان بھی انپر ہوگا یعنے مقتول کی دیت بیت المال سے دیجاویگی
سے جو سب مسلمانون کے واسطے موضوع ہی تعنی نے کہا بیت المال یعنے خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال ہی تو سب مسلمان اُسمین شریک ہین
سو خدا کی لعنت ان ظالمون پر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہین اور اُسکے مستحقون کو محروم رکھتے ہین ثم انما تجب الدیة فیما ذکر علی بیت المال
ان کان نائیا ای بعیدا عن المحلات والا یکن نائیا بل قریبا منہا فعلی اقرب المحلات الیہ الدیة والقسامة لانہ محفوظ بحفظ اہل المحلة فتکون القسامة
والدیة علی اہل المحلة پھر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہی تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہی اور وہ شرط
مذکورہ یہ ہی کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ دور واقع ہون محلون سے اور اگر دور نہون بلکہ قریب ہون اُنسے تو جو وہان سے قریب تر محلہ ہوگا اسپر دیت اور قسامہ
واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ کی حفاظت سے محفوظ ہی تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وکذا فی السوق النائی اذا کان من یسکنہا فی اللیالی
اور اسی طرح کا حکم ہی بازار بعید مین جبکہ لوگ اُسمین رات کو رہتے ہون یعنے دن کی سکونت کا اعتبار نہین او کان لاحد فیہا دار مملوکة تکون القسامة والدیة علیہ
لانہ یلزمہ صیانة ذلک الموضع فیوصف بالتقصیر فیجب علیہ موجب التقصیر کما فے العنایة معزیا للنہایة قلت وبہ افتے المرحوم ابو السعود
مفتی الروم واعتمدہ المصنف وان خلا عنہ المتون لانہ مصرح بہ فے غالب الفتاوے والشروح فلیحفظ یا کسی کا اس بازار بعید مین گھر ہو
مملوک تو قسامہ اور دیت اُسی شخص پر ہی اسواسطے کہ اسکو حفاظت اُس مکان کی لازم ہی تو وہ شخص موصوف بتقصیر ہوگا تو اُسپر تقصیر کا
موجب یعنے قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ مین نہایہ سے منقول ہی مین کہتا ہون اور اسی کا یعنے وجوب قسامہ اور دیت کا اقرب محلات
پر کذا فے الطحطاوی عن المصنف فتوے دیا ہی مرحوم ابو السعود مفتی روم نے اور مصنف نے اُسپر اعتماد کیا ہی اس متن مین اگرچہ متون فقہ کے
وجوب اقرب محلات سے خالی ہین اسواسطے کہ یہ شرط مفصل موجود ہی اکثر فتاوون اور شرحون مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وکذا لو وجد فے
بریة وفے وسط الفرات اذا کان یمر بہ الماء لا محتبسا کما سیجیء اذ لا ید لاحد وقیل اذا کان موضع انبعاث مائہ فے دار الاسلام تجب الدیة
فے بیت المال لانہ فے اید المسلمین ابن کمال اور بلا وجوب دیت خون رائگان ہی اگر مقتول پایا جاوے جنگل مین اور دریاے فرات کے
درمیان مین بشرطیکہ مقتول کو پانی بہاتا ہو لاش اُسکی محتبس نہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا اسواسطے خون رائگان ہوا کہ وہان کسی کا تصرف نہین

اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر دریا کے پانی نکلنے کا منبع دار الاسلام میں ہو تو دیت اسکی بیت المال میں واجب ہوگی اسلیے کہ دار الاسلام مسلمانوں کے قبضے میں ہے کذا
ذکرہ ابن کمال ہم فرات کا ذکر تخصیص کے واسطے نہیں ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جسمیں پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایۃ وفی نہر صغیر ہو یا مستحق
بالشفعۃ علی اہلہ لاختصاصہم بہا اور نہر صغیر جسکے سبب شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اُسکے مقتول میں اس نہر کے مالکوں پر قسامہ اور دیت واجب
ہوگا انکی خصوصیت کی وجہ سے نہر کے ساتھ ہم استحقاق شفعہ اس نہر صغیر میں ہے جسمیں چھوٹی کشتی جاری نہو اور بعضوں نے کہا جسکے لوگ متعین ہوں کذا فی الطحطاوی
ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا لاحد کما مر بحثہ او کانت قریبۃ من القریۃ او الاخبیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت تجب
علی المالک او ذی الید او علی اہل القریۃ او اقرب الاخبیۃ زیلعی اگر جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور
آگے آویگا یا جنگل قریب ہوگا گانون سے یا قریب ہوگا کمل کے خیموں سے یا کپڑے کے خیموں سے اسطرح پر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت
واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا قریب خیموں کے رہنے والوں پر کذا فی الزیلعی ہم عبارت میں لف نشر مرتب واقع ہے ولایت میں اہل ہوا
اکثر خانہ بدوش رہتے ہیں خیموں میں کبھی اس جنگل کبھی اس جنگل میں جیسے ہندوستان میں کنجر کی قوم ولو وجد بالشط او بالجزیرۃ او مربوطا او ملقی
علی الشط فعلی اقرب المواضع الیہ من القری والامصار زاد فی الخانیۃ والاراضی واقرہ المصنف اذا کان یسمع صوت اہل الارض
والقری الیہ والا فالامام اور اگر مقتول برک رہا ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپو کے کنارے یا وہان بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب مکان
ہوگا دیہات یا شہروں سے وہان کے باشندوں پر قسامہ اور دیت واجب ہے خانیہ میں اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف
نے اسکو ثابت رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والوں کی وہان آواز پہونچتی ہو اور اگر آواز وہان تک پہونچتی نہو گی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا
چنانچہ مذکور ہو چکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا عن قتیل فعلی اہل المحلۃ لان حفظہا علیہم الا ان یدعی الولی علی اولئک او یدعی
علی بعض معین منہم فلم یکن علی اہل المحلۃ شیٔ ولا علی اولئک حتی یبرہن لان بمجرد الدعوی لا یثبت الحق ویبرأ اہل المحلۃ لان قولہ
حجۃ علیہ اور اگر ایک قوم باہم بھڑ گئی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی
انکے ذمہ ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا اس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا انہین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور نہ اُس قوم
پر تا وقتیکہ وارث اپنا دعوی گواہوں سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہیں ہوتا بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہو گئے اسواسطے
کہ وارث مدعی کا قول اسکی ذات پر حجت ہے اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے میں ومستحلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ ما قتلت
ولا عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من یزعم انہ قتلہ اور جسپر قسم عائد ہے اہل قسامہ سے اُسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہان یوں قسم کھائے
کہ خدا کی قسم میں نے مقتول کو قتل نہیں کیا اور نہ میں اسکے قاتل کو جانتا ہوں سوائے زید کے اور اسکا قول مقبول نہوگا اُس شخص کے حق میں جسکو وہ قاتل گمان کرتا ہے شارح
نے کہا مستحلف بصیغۂ مفعول ہے نہ اسم فاعل وبطل شہادۃ بعض اہل المحلۃ بقتل غیرہم خلافا لہما وبقتل واحد منہم بعینہ للتہمۃ اور بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے
حق میں باطل ہے بخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل ہے تہمت کے سبب سے ہم یعنے ایک شخص محلہ میں قتل ہوا اور وارث نے دعوے کیا کہ
محلے والوں کے سوا اور قوم نے اسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ میں سے ایک معین شخص نے اسکو قتل کیا ہے اور اہل محلہ سے دو شخصوں نے اسکی گواہی دی تو گواہی باطل ہے امام کے نزدیک
تہمت کی علت سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسامہ اور دیت سب پر واجب ہے اور شاہد چاہتے ہیں کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹال کر غیر پر ڈالین تو وہ متہم
ٹھہرے تو گواہی انکی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ومن جرح فی حی فنقل منہ فبقی ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف رح
اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری میں سو وہان سے زندہ اٹھایا گیا سو بستر پر پڑا رہا یہان تک کہ مر گیا تو دیت اور قسامہ اُسی قبیلہ پر ہے بخلاف

ابو یوسف کے کہ قسامہ اور دیت نہیں انہر فلو معہ جریح بہ رمق فحملہ آخر لاہلہ فمکث مدة فمات لم یضمن الحامل عند ابی یوسف وفی قیاس قول ابی حنیفۃ رح
یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہو جسکی زندگی کی رمق باقی ہو سو اسکو دوسرا شخص اپنے گھر اٹھا لایا سو وہاں ایک مدت رہ کر مر گیا تو اٹھا لانیوالا ضمان
نہ دیگا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس مین ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنے اسواسطے کہ اسکا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہے تو اسکے پاس زخمی ہونا ایسا ہے جیسے محلہ مین
موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر وفی رجلین بلا ثالث وجد احدہما قتیلا ضمن الآخر لان الظاہر ان الانسان لا یقتل نفسہ فیکون ہو قاتلہ خلافا لمحمد
اور بدون تیسرے شخص کے دو مردون مین ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اسکی دیت کا ضامن ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو
آپ قتل نہیں کرتا برخلاف محمد رح کے یعنے انکے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ شاید اُسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو وفی قتیل قریۃ لامرأۃ کرر الحلف علیہا و
تدی عاقلتہا وعند ابی یوسف القسامۃ علی العاقلۃ ایضا اور عورت کے گاؤن کے مقتول مین عورت پر بار بار قسم وارد ہوگی یعنے پچاس بار اور عورت کے
مددگار دیت دینگے اور ابو یوسف کے نزدیک مددگارون پر قسم بھی لازم ہوگی یعنے اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہیں حنفیہ کے نزد
اور طرفین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہو سکتی ہے کذا فی الدرر قال المتاخرون والمرأۃ تدخل فی التحمل مع العاقلۃ
فی ہذہ المسألۃ کذا فی الملتقی وہو الاصح ذکرہ الزیلعی متاخرین فقہا نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت مین اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقی
اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے اور زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت مین اسلیے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک ہوگی نہایہ مین کہا
کہ اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت مین کسی صورت مین داخل نہیں سوا اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی ولو وجد قتیل فی دار نفسہ فالدیۃ
علی عاقلۃ ورثتہ عند ابی حنیفۃ رح وعندہما وزفر لاشیء فیہ ای فی القتیل المذکور وبہ یفتی کذا ذکرہ ملا خسرو وتبعہما صدر الشریعۃ وتبعہما
المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر مین تو اسکے وارثون کے عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین اور زفر کے نزدیک مقتول مذکور
مین کچھ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے درر مین اس قول کا تابع ہوکر جسکی صدر الشریعۃ نے ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو
اور صدر الشریعۃ دونون کا تابع ہوا ہے وخالفہم ابن الکمال فقال لہما ان الدار فی یدہ حین وجد الجرح فیجعل کانہ قتل نفسہ فیکون ہدرا ولہ ان القسامۃ
انما تجب بظہور القتل وحال ظہورہ الدار لورثتہ فدیتہ علی عاقلتہم اور صدر الشریعۃ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یون کہا ہے کہ
صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضہ اور تصرف مین تھا جبکہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اُسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اسکا رائگان
ہوگا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کی حالت مین گھر وارثون کا ہوگیا تو دیت مقتول کی وارثون کے
عاقلہ پر ہوگی لا یقال العاقلۃ انما تتحمل ما یجب علی الورثۃ تخفیفا لہم ولا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ لان الایجاب لیس للورثۃ بل للمقتول حتی تقضی
منہ دیونہ وتنفذ وصایاہ ثم یخلفہ الوارث فیہ وہو نظیر الصبی والمعتوہ ان قتل اباہ تجب الدیۃ علی عاقلتہ ویکون میراثا لہ فتنبہ یون
نہ کہا جائیگا کہ عاقلہ تو اسی مال کے متحمل ہوتے ہین جو وارثون پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثون پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثون پر واجب کرنا وارثون کے فائدے
کے واسطے اسلیے کہ اس سوال کا یون جواب دیا جاویگا کہ یہان ایجاب مال کا وارثون کے لیے نہیں بلکہ مقتول کے واسطے ہے تاکہ اسی مال سے مقتول کے دین ادا
کیے جاوینگے اور اسکی وصیتین اسی سے نافذ ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اس مال مین اور وہ صغیر اور مدہوش کے مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش اپنے باپ کو
قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تو خبردار رہنا ولو وجد فی ارض او موقوفۃ او دار
کذلک یعنی موقوفۃ علی ارباب معلومۃ فالقسامۃ والدیۃ علی اربابہا لان تدبیرہ الیہم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسی طرح وقف
کے گھر مین جو معین لوگون پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگون پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر انہین لوگون پر ہے وان کانت الارض او الدار

موقوفۃ علی المسجد فہو کما لو وجد فیہ ای فی المسجد زیلعی و درر وسراجیہ وغیرہا وقد قدمناہ اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہی جیسے کہ مقتول مسجد کے
اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہا مین ہی اور ہمنے وقف کا مسئلہ اول ذکر کردیا ہی ہم اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اسکا حکم مسجد محلہ کے
مانند ہی اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اسکا جامع مسجد کا حکم ہی قلت والتقیید بکون الارباب الموقوف علیہم معلومین لیخرج غیر المعلومین کما لو کان
وقفا علی الفقراء والمساکین فان الظاہر ان الدیۃ تکون فی بیت المال لانہ حینئذ تکون من جملۃ ما اعد لمصالح المسلمین فاشبہ الجامع
قال المصنف میں کہتا ہون اور موقوف علیہم لوگون میں معین ہونے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگون پر جو وقف ہی نکلجاوے چنانچہ فقیرون
اور غیر معین محتاجون پر وقف ہو تو ظاہرا یہ حکم ہی کہ وہان کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہوگی اسلیے کہ وقف مذکور اسوقت مین ہوگا منجملہ ان اشیا کے
جو مصالح مسلمین کے واسطے مہیا ہین تو جامع مسجد کے مشابہ ٹھہرا یعنے اور جامع مسجد کی دیت بیت المال مین ہوگی تو اسکی بھی بیت المال سے ہوگی ایسا کہا ہی
مصنف نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے نہ روایت کے طریق سے ولو وجد فی معسکر فی فلاۃ غیر مملوکۃ ففی الخیمۃ والفسطاط علی من یسکنہا
اور اگر مقتول پایا گیا اس لشکرگاہ مین جو بیابان غیر مملوک مین واقع ہی تو اگر خیمہ اور پال مین مقتول ہی تو اسکے رہنے والون پر قسامہ اور دیت ہی وفی خارجہما
ای الخیمۃ والفسطاط انکانوا ای سا کنوا خارجہما قبائل فعلی قبیلۃ وجد القتیل فیہا اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور پال کے باہر تو اگر خارج کے رہنے والے
قوم قوم ہون تو جس قوم میں مقتول پایا گیا اسی قوم پر قسامہ اور دیت ہی ولو بین قبیلتین کان حکمہ کما مر بین القریتین اور اگر دو قوم کے
درمیان پایا گیا تو اسکا حکم ویسا ہی جیسا درمیان دو گانون کا حکم مذکور ہوچکا یعنے جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اسی قوم پر واجب ہی اور اگر دونون
برابر ہین تو دونون پر واجب ہی ولو نزلوا جملۃ مختلطین فعلی کل العسکر اور اگر لشکری لوگ رلے ملے مختلف اترے ہین تو تمام لشکر پر واجب ہی ولو کانوا
قد قاتلوا عدوا فلا قسامۃ ولا دیۃ ملتقی اور اگر اہل لشکر کفار سے لڑے ہون اور وہان مقتول پایا گیا تو نہ قسامہ ہی نہ دیت کذا فی الملتقی ولو کانت
الارض ملکا لتنزل فیہا العسکر مملوکۃ فعلی المالک بالاجماع لانہم سکان ولا یزاحمون المالک فی القسامۃ والدیۃ درر لکن فی الملتقی خلافا
لابی یوسف فتنبہ اور اگر وہ زمین جسمین لشکر اترا مملوک ہو تو اسکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہی بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر وہان کے
ساکن ہین مالک زمین کے مزاحم نہین قسامہ اور دیت مین کذا فی الدرر لیکن ملتقی مین خلاف ابو یوسف کا مذکور ہی تو آگاہ رہنا یعنے صاحب درر کا متفق علیہ
کہنا صحیح نہین وفیہا لو وجد فی قریۃ لایتام لم یکن علی الایتام قسامۃ وہی علی عاقلتہم لانہم لیسوا من اہل الیمین اور ملتقی مین ہی کہ اگر
مقتول پایا گیا یتیمون کے گانون مین تو یتیمون پر قسامہ نہین اور وہ یعنے قسامہ ہی انکے عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہین وان کان فیہم مدرک
فعلیہ لانہ من اہل الیمین ولوالجیۃ اور اگر یتیمون مین کوئی بالغ ہو تو اسپر قسامہ واجب ہی اسواسطے کہ وہ قسم کھانے کی لیاقت رکھتا ہی کذا فی الولوالجی فروع مسائل ملحقہ
شارح کے لو وجد فی دار صبی او معتوہ فعلی عاقلتہما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر مین تو انکے مددگارون پر قسامہ اور دیت ہی ولو فی دار ذمی حلف
خمسین یمینا ویدی من مالہ ولو لہ عاقلۃ فعلی عاقلتہما اور اگر مقتول پایا گیا ذمی کے گھر مین تو پچاس قسمین کھاے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر ذمیون کے
عاقلہ ہوتے ہون تو دونون یعنے یہود اور نصاری کی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی ہم یہودی یون قسم کھاے (کہ اس خدا کی قسم ہی جسنے توریت اتاری) مین نے اسکو
نہین مارا اور نہین اسکے قاتل کو جانتا ہون اور نصرانی قسم خدا کی کھاے جسنے انجیل اتاری کذا فی الطحطاوی ولو مر رجل فی محلۃ فاصابہ سہم او حجر ولم یدر من این
او راشہ منہ فعلی اہل المحلۃ القسامۃ والدیۃ سراجیہ اور اگر ایک مرد گذرا ایک محلہ مین سو اسکو تیر لگا یا پتھر اور اسکو معلوم نہین کہ کدھر سے آیا اور وہ اسی صدمہ
سے مرگیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی کذا فی السراجیہ وفی الخانیۃ وجد بہیمۃ او دابۃ مقتولۃ فلا شیئ فیہا اور خانیہ مین ہی کہ چوپایا پایا جانور مقتول
پایا تو اسمین قسامہ اور دیت کچھ نہین وان وجد مکاتب او مدبر او ام ولد قتیلا فی محلۃ فالقسامۃ والقیمۃ علی

ہو غلام نے قتل کیا ہیں اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پایا گیا محلہ میں تو قیمت مدبر اور ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگاروں پر واجب ہے تین سال کے اندر ولو وجد العبد قتیلا فی دار مولاہ فہدر الا مدبرا فقیمتہ علی مولاہ لعاقلتہ والا مکاتبا فقیمتہ علی مولاہ مؤجلۃ اور اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گھر میں تو خون اسکا رائگان ہے مگر یہ کہ غلام ماذون یا مدیون ہو تو اسکی قیمت اُسکے مالک پر واجب ہے بالفعل اُسکے قرض دینے والوں کے لیے اور ہر مکاتب کے سوا اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر میں تو اسکی قیمت اُسکے مالک پر واجب ہے تین سال کی مدت میں ہم مکاتب کی قیمت بدل کتابت ادا کیا جاوے اور اسکی آزادی کا حکم کیا جاوے اور جو بدل کتابت دیکر باقی رہے وہ اُسکے وارثوں کی میراث ہے کذا فی العالمگیریہ ولو وجد المولی قتیلا فی دار ماذونہ مدیونا اولا فعلی عاقلۃ المولی اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام ماذون فی التجارۃ کے گھر میں خواہ غلام مدیون ہو یا نہیں تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہے یعنی قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتیلا فی دار ابیہ او امہ او المرأۃ فی دار زوجہا فالقسامۃ والدیۃ علی العاقلۃ ولا یحرم من المیراث اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں یا عورت اپنے زوج کے گھر میں مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہیں واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المعاقل

یہ کتاب احکام معاقل میں ہے ... معاقل جمع ہے معقلہ کی بفتح میم وسکون عین و ضم قاف جیسے مکرمہ بضم را کی جمع مکارم آتی ہے اور قیاس ... والمعاقل الدیات جمع معقلۃ من العقل لانہ یمنع القاتل من القتل اور دیت کو عقل بفتح عین و سکون قاف ... اسواسطے کہ عقل یعنی منع ہے اور دیت خونوں کو بازرکھتی ہے اور ریزی ... یعنی ... دانش و خردمندی کو عقل کہتے ہیں اسواسطے کہ عقل انسان کو ... بازرکھتی ہے ... دیت مراد ہوتی ... کتاب الدیات ... ذکر ... اور ... کتاب میں دیت کا کچھ ذکر نہیں بلکہ ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر دیت واجب ہوتی ہے جنکو عاقلہ کہتے ہیں تو چاہیے کہ کتاب المعاقل کے کتاب العواقل کہنا تو اب ہی چنانچہ صاحب ہدایہ نے کتاب العواقل کہا ہے اور بعضون نے اسکا یون جواب دیا ہے کہ کلام میں مضاف محذوف ہے یعنی کتاب اہل المعاقل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا والعاقلۃ اہل الدیوان وہم العسکر و عند الشافعی اہل العشیرۃ وہم العصبات اور عاقلہ یعنی جنپر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہیں اور امام شافعی کے نزدیک عاقلہ اہل عشیرت ہیں ... عصبات ہیں ہم دیوان عبارت ہے اُن اوراق سے جنمیں اہل لشکر کے نام اور اُنکا سالیانہ یا ششماہی یا ماہیانہ لکھا جاتا ہے ... حضرت عمر فاروق ... نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت صحابہ کبار کے سامنے بلا رد و انکار ہے کیونکہ انسان کی جان محترم ہے تو باطل اور رائگان ... اور قاتل ... پر ... اسواسطے کہ وہ معذور ہے اور خطا اُس سے مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اسپر واجب کیجیے تو وہ نیست و نابود ہو جاوے تو قاتل کے عاقلہ پر یعنی مددگاروں پر ڈالی گئی اسواسطے کہ آدمی احتیاط اور احتراز میں اپنی قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھ پروا نہیں کرتا اور ... آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالبا اپنے انصار اور جماعت کے بھروسے پر تو مددگار خطا کار ٹھہرے مددگاری میں کیونکہ وہی سبب ہیں اُسکی بیباکی اور تعدی کے تو انکی تقصیر ثابت ہے کہ قاتل کو انہوں نے کیوں محفوظ نہ رکھا بے احتیاطی سے تو انہیں پر دیت کا ڈالنا اولے اور انسب ہوا یعنی نے شرح ہدایہ میں کہا اگر کوئی کہے صحابہ کا اجماع مذکور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مخالف ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اسکا جواب دینگے کہ یہ اجماع حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے اسواسطے کہ آپ نے اہل نسب پر دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولہذا انسولی درمیان اہل نسب پر دیت نہیں اسواسطے کہ وہ مددگاری کے لائق نہیں پھر جب عمر فاروق نے دیوان وضع کی تو مددگاری دیوان کے ساتھ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹھہر گئے تو یہ نسخ نہیں بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے ملتقی میں ہے اہل لشکر عاقلہ ہیں اُنکے جو انہیں سے ہو یعنے سپاہی لشکر کے نہ ہر قاتل کے یعنے جس سلطے اور جس پلٹن میں قاتل ہو گا انہیں پر دیت واجب

ہوگی فتجب علیہم کل الدیۃ وتجب دیۃ نفس القتیل لو خرج بانقلاب مالا بالصلح او بشبہۃ کقتل الاب ابنہ عمدا فدیتہ فی مالہ کما مر فی الجنایات سوا اہل لشکر پر واجب ہوگی
ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوتی ہو نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بمال ہو گیا صلح کے سبب سے یا شبہ کے سبب سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمدا اپنے بیٹے
کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہے چنانچہ گذر گیا کتاب الجنایات میں ہم نفس قتل سے دیت واجب ہوتی ہو قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں اور جو اسی کے جاری مجری خطا میں ہو جیسا کہ
اسکی تصریح کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکی فتؤخذ من عطایاہم او من ارزاقہم والفرق بین العطیۃ والرزق ان الرزق ما یفرض فی بیت المال
بقدر الحاجۃ والکفایۃ مشاہرۃ او میاومۃ والعطاء ما یفرض فی کل سنۃ لا بقدر الحاجۃ بل بصبرہ وعنائہ فی امر الدین سو دیت لیجاویگی اہل لشکر کے
عطا سے یا انکے رزق سے اور فرق عطا اور رزق میں یہ ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ اور عطا
وہ ہے جو بیت المال میں سالانہ مقرر ہو بطریق حاجت کے نہیں بلکہ اسکی تکلیف اٹھانے اور محنت کشی کے سبب سے دین کے کام میں فی ثلث سنین من وقت القضاء
وکذا لو تجب فی مال القاتل عمدا ان قتل الاب ابنہ عمدا فی ثلث سنین عندنا وعند الشافعی تجب حالا اہل لشکر کی وجوہ سے دیت لیجاویگی تین سال میں
قاضی کے حکم کرنے کے وقت سے یعنی جیسے کہ قاضی نے وجوب دیت کا حکم کیا اسوقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور اسی طرح دیت واجب ہو قاتل عمد
کے مال میں اس طرح پر کہ باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سال میں دیت لیجاویگی اور امام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی ہم قضاء کے بعد عطا میں سے قبل کی
سے دیت لیجاویگی اور اگر سنین ماضیہ کی عطا جمع ہو قبل قضاء کے پھر لشکریوں کو قضاء کے بعد حاصل ہو تو اس سے دیت نہ لیجاویگی اور اگر دس آدمیوں نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا کے
تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ تین سال میں واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی فان خرجت العطایا فی اکثر من ثلث سنین او اقل تو خذ منہ لحصول المقصود دیکھو
اگر عطایا تین سال سے زیادہ مدت میں یا کمتر مدت میں بیت المال سے نکلے تو اس سے دیت لیجاویگی بوجہ حاصل ہونے کے مقصود کے جیسے اگر تین آئندہ کی عطا ایک ہی سال میں نکلی تو تمام
دیت اس سے لیجاویگی کذا فی الزیلعی اور اگر تین سال کا رزق ایک سال کے تین مہینے میں ملا تو اس سے دیت نہ لیجاویگی اسلئے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہو تو اگر اس سے لیا جاوے تو انکو
تکلیف اور حرج ہوگا برخلاف عطا کے کذا فی المجتبی وان لم یکن القاتل من اہل الدیوان فعاقلتہ قبیلتہ واقاربہ وکل من یتناصر بہ تنویر البصائر اور اگر قاتل لشکری
نہیں ہو تو اسکا عاقلہ اسکا قبیلہ اور اسکے قریب لوگ ہیں اور جن لوگوں سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی تنویر البصائر ہم قبیلہ اور عشیرہ عبارت ہو عصبات نسبیہ
سے یعنی یک جدی لوگ خلاصہ یہ ہو کہ وجوب دیت میں تناصر اور مددگاری کا اعتبار ہو تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قریہ یا برادری کے لوگ اس طرح پر ہوں کہ جب انمیں سے
کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اسکی کفایت اور مددگاری کے واسطے مستعد ہو جاتے ہوں تو وہی لوگ اسکے عاقلہ ہیں اور اگر اسکے مددگار چند قسم کے لوگ ہیں لشکر والوں
اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور اولی ہیں پھر انکے بعد برادری کے لوگ پھر لوگ اہل محلہ پھر بازاری لوگ اور اگر قاتل کبھی مرد ہو کہ نہ اسکا دیوان ہو نہ برادری
نہ کوئی مددگار تو اسکی دو صورتیں ہیں یا اسکے مقتول کی دیت بیت المال میں ہو یا خود اسکے مال میں کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف وتقسم الدیۃ علیہم فی
ثلث سنین ثم السنین یعنی العطیات قہستانی فلیحفظ اور دیت تقسیم ہوگی عاقلہ پر تین سال کے اندر پھر جاننا چاہیے کہ سنین سے عطیات مراد ہیں کذا فی القہستانی
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا ثم السنین یعنی العطیات کی حاجت نہیں اسواسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت العطایا میں مفہوم مذکور ہو گیا لا یؤخذ فی
کل سنۃ الا درہم او درہم وثلث ولم یزد علی کل واحد من کل الدیۃ فی ثلث سنین علی اربعۃ علی الاصح اور نہ لیجاوے دیت ہر سال میں مگر ایک درہم یا ایک درہم
اور تہائی درہم کی اور زیادہ نہ لیا جاویگا عاقلہ کے ہر شخص پر تین سال کی مدت میں چار درہم سے بنا بر صحیح تر قول کے ہم اگر ہر شخص سے ایک درہم لیا گیا تو ہونگی تین سال میں
تین درہم ہوئے اور اگر ایک درہم اور تہائی درہم کی لیگی تو چار درہم ہوئے طحطاوی نے کہا یہ قول صحیح تر محمد سے منصوص ہو اور غیر اصح قدوری کی روایت ہے کہ ہر
سال میں ہر شخص سے چار درہم سے زیادہ نہ لیا جاوے فان لم تتسع القبیلۃ لذلک ضم الیہا اقرب القبائل نسبا علی ترتیب العصبات
پھر اگر قاتل کا قبیلہ یعنی یک جدی برادری اسکے واسطے یعنی دیت پوری ہونے کے واسطے گنجائش نہ کرے تو جو قبیلہ انکے ساتھ زیادہ تر قرابت رکھتا ہو نسب کی

راست وہ ملا لیا جاسے عصبات کی ترتیب پر ہم ترتیب عصبات یہ ہو کہ اول بھائی ہین پھر انکے فرزند پھر چچا پھر انکے فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند مین اختلاف ہو بعضون
کے نزدیک عاقلہ مین داخل ہین اور بعضون کے نزدیک نہین تبیین مین کہا اصل ساتھ انصار اہل لشکر اظہر ہو تو انکے ساتھ قرابت اور نسب اور ولا اور قرب سکنی وغیرہ
کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر نہوگا اور اہل لشکر کے نسب کی مددگاری ہو تو بنا بر ین اگر قاتل صیاد مین سے ہو تو انکے عاقلہ صیاد ہین اور انکے اتباع نہ انکا قبیلہ اور اہل محلہ
اسواسطے کہ اہل حرفہ کی باہم مددگاری نہایت ہوتی ہو کذا فی الطحطاوی والقاتل عندنا کاحدہم اور ہمارے نزدیک قاتل بھی عاقلہ مین سے ایک شخص کے
مانند ہو یعنے دیت دینے مین وہ بھی شریک ہو عاقلہ کا اسواسطے کہ جنایت تو اسی سے ظاہر ہوئی تو اسکو خارج کرنا عاقلہ سے بوجہ ہو خلافا للشافعی ولو القاتل امرأة
او صبیا او مجنونا فیشارکہم علی الصحیح زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون سوا ان مین سے ہر ایک عاقلہ کا شریک ہوگا بنا بر قول صحیح کے کذا فی الزیلعی یعنے صغیر
اور مجنون کا ولی انکے مال سے حصہ رسد دیت دیگا وعاقلۃ المعتق قبیلۃ سیدہ اور غلام آزاد کا عاقلہ انکے مالک کا قبیلہ ہو جسنے آزاد کیا اسکے ساتھ کذا فی الطحطاوی عن البرہان
ویعقل عنہ لی الموالاۃ مولاہ وقبیلتہ مولاہ اور موالات کی طرف سے اسکا مولے اور اسکے مولے کا قبیلہ دیت دیگا واعلم انہ لا تعقل العاقلۃ جنایۃ عبد ولا
عمد وان سقط قودہ بشبہۃ او قتلہ ابنہ عمدا کما مر اور معلوم کرو کہ عاقلہ دیت نہین دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہو گیا ہو شبہ سے
یا باپ قتل کرنے سے اپنے فرزند کو عمدا چنانچہ مذکور ہو گیا ولا ما لزم بصلح او اعتراف ولا ما دون نصف عشر الدیۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تعقل العواقل عمدا
ولا عبدا ولا صلحا ولا اعترافا ولا ما دون ارش الموضحۃ بل الجانی اور عاقلہ نہین دیتی وہ مال جو لازم ہو قتل خطا کی صلح سے یا قاتل کے اقرار
سے اور نہ وہ مال جو دیت کے بیسوین حصے سے کم ہو بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ عاقلہ دیت نہین دیتی قتل عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور
نہ اقرار کی اور نہ موضحہ کی دیت سے کمتر مال کی بلکہ قاتل اس دیت کو آپ ادا کرے اس حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس سے موقوف نقل کیا ہو اور حدیث مرفوع تو غریب
ہو لیکن موضحہ کی دیت ثابت نہین بلکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہو کذا فی العینی الا ان یصدقوہ فی اقرارہ او یقوم حجۃ لان الثابت بالبینۃ ہنا مع
الاقرار مع انہا لا تعتبر معہ الا انما تثبت ما لیس بثابت باقرار المدعی علیہ وہو الوجوب علی العاقلۃ مگر یہ کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق کرین یا گواہی سے قتل
ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور یہان گواہی اقرار کے ساتھ اسواسطے مقبول ہوئی باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہین ہوتی اسواسطے کہ گواہی اسکو ثابت کرتی ہو
جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہین یعنے واجب ہونا مال کا عاقلہ پر ہو او تصادق القاتل واولیاء المقتول علی ان قاضی بلد کذا قضی بالدیۃ علی عاقلتہ
بالبینۃ وکذبہما العاقلۃ فلا شی علیہما ای علی العاقلۃ لان تصادقہما لیس بحجۃ علیہم ولا علیہ فی مالہ الا حصتہ لان تصادقہما حجۃ فی حقہما زیلعی اور اگر قاتل اور
مقتول کے وارثون نے باہم تصدیق کی اسپر کہ فلانے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ پر گواہی کے سبب سے اور عاقلہ نے ان دونون کی تکذیب کی تو عاقلہ
پر کچھ دینا واجب نہین ہو اسواسطے کہ قاتل اور اولیاء مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہین ہو اور نہ خود قاتل پر حجت ہو اسکے مال مین مگر بقدر اسکے حصہ کے اسلیے
کہ قاتل اور وارثون کا تصادق انھین دونون کے حق مین حجت ہو کذا فی الزیلعی ہم قاتل کے مال مین عاقلہ کا حصہ رسد اقرار اسکا حجت ہو بشرطیکہ اسکے واسطے عطا مین ہو
چنانچہ عالمگیری مین ہو کافی سے اور ظاہر اعطا تو اہل لشکر مین ہوتی ہو نہ قبائل مین کذا فی الطحطاوی واعلم ان الخصم فی ذلک ہو الجانی لان الحق علیہ
لو کان صبیا فالخصم ابوہ خانیہ قلت ہو حسن قولہ الخصم ہو الجانی لا العاقلۃ جواب حادثۃ الفتوی وہی ان صبیا قتل رضیعین صبیۃ فماتت
فاراد ولیہا تحلیف العاقلۃ علی نفی فعل الصبی والجواب انہ لا تحلف لان ذلک فرع صحۃ الدعوی وہی غیر متوجہ علی العاقلۃ
وینبغی بناؤہ ہو ان العاقلۃ لو اقروا بالقتل الجانی ہل یصح اقرارہم بالنسبۃ الیہم حتی یقضی علیہم بالدیۃ ام لا فان قلت نعم ینبغی ان یجری الحلف
فی حقہم لظہور فائدۃ کالنکول قالہ المصنف یہ تحریر اور معلوم کرو کہ خصم یعنے دعوی قتل مین خصم یعنے مدعا علیہ قاتل ہو اسواسطے کہ حق اسپر ثابت ہو اور اگر قاتل صغیر ہو تو
مدعا علیہ اسکا باپ ہو کذا فی الخانیہ مین کہتا ہون کہ اسکے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہو نہ عاقلہ ماخوذ ہوتا ہو حادثہ فتوی کا جواب وہ استفتا یہ ہو کہ صغیر نے صغیرہ کا

اگر کچھ وارث سو وہ مرگیا تو صغیرہ کے وارث نے چاہا کہ قسم دیا عاقلہ کا صغیر کی قتل فعل ہوا اور جواب اسکا یہ ہے کہ قسم وارد نہوگی اسواسطے کہ لزوم قسم دعوی صحیح ہونگا
فرع ہوا اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہیں ہوا اور یہاں گفتگو کچھ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو انکا اقرار بنسبت انکے صحیح ہوگا تا اینکہ انپر وجوب دیت کا
حکم ہو یا اقرار انکا صحیح نہیں تھا اگر یون جواب دو کہ ان کا اقرار لائق ہے کہ قسم انکے حق مین جاری ہو اسکے فائدہ ظاہر ہونے کے سبب فائدے سے مراد لزوم دیت ہے ایسا کہا ہے
نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے لیکن اسکو شحریر او رتنقیح کرنا چاہیے پہلے ہم تعلیف عاقلہ قول سابق کے مخالف ہے کہ عاقلہ خصم نہیں تھے پر قسم بھی نہیں اور اگر دیت سب
کہ جیسا عاقلہ کا اقرار ہو تو اسپر قسم جاری نہوگی تو یہی ظاہر ہے کذا فی الطحاوی **وان جنی حر علی نفس عبد خطأ فہی علی عاقلتہ** یعنے اذا قتلہ لان العاقلۃ لاتعقل
اطراف العبد وقال الشافعی لاتعقل النفس ایضا اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے مراد یہ ہے کہ آزاد غلام
کو قتل کرے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہیں اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت کے بھی متحمل نہیں **ولا یدخل صبی ولا امرأۃ ولا مجنون**
فی العاقلۃ اذا لم یتناصروا یعنے لو قاتل غیرہم والا فیدخلون علی الصحیح کما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ عاقلہ مین داخل نہیں جبکہ وہ باہم مددگاری نہ کرتے
ہون یعنے اگر صغیر وغیرہ قاتل نہون تو عاقلہ مین داخل نہیں اور اگر صغیر وغیرہ سے قتل ظاہر ہوا ہو تو عاقلہ مین داخل ہونگے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ پہلے
مذکور ہو چکا ہم عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر انسے مددگاری کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ مین داخل ہونگے وجوب یہی ہین کذا فی الطحاوی **ولا یعقل کافر**
عن مسلم ولا بعکسہ لعدم التناصر اور کافر دیت نہین دیتا مسلمان کی طرف سے اور نہ مسلمان کافر کی طرف سے عدم تناصر کی وجہ سے **والکفار یتعاقلون**
فیما بینہم وان اختلفت مللہم لان الکفر کلہ ملۃ واحدۃ یعنے ان تناصروا والا ففی مالہ فی ثلث سنین کالمسلم کما بسطہ فی المجتبی اور کافر فیما بین خود ایک
دوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ انکے دین مختلف ہون اسواسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہے یعنے بشرطیکہ ایک دوسرے کی مددگاری کرتے ہون اور اگر
تناصر نہیں رائج ہو تو فقط قاتل کے مال مین دیت مقتول کی واجب ہے تین سال کے اندر مسلمان کے مانند چنانچہ مجتبی مین اسکو شرح بیان کیا ہے مجتبی مین ہے کہ دو
مسلمان دار الحرب مین داخل ہوئے سو ایک مسلمان نے دوسرے کو قتل کیا تو اسکی دیت قاتل کے مال مین واجب ہے کذا فی الطحاوی **واذا لم یکن للقاتل عاقلۃ**
کاللقیط والحربی اسلم **فالدیۃ فی بیت المال** فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی ودرر وبزازیہ وجعل الزیلعی روایۃ وجوبہا فی مالہ روایۃ شاذۃ اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ
مددگار نہو چنانچہ لقیط یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو اسکے مقتول کی دیت بیت المال مین ہے ظاہر الروایۃ مین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیۃ
اور زیلعی نے مال قاتل مین وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ قرار دیا ہے یعنے جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو اسکے مال مین دیت واجب ہوا اس
روایت کو زیلعی نے غیر معتمد کہا ہے قلت وظاہر ما فی المجتبی عن خوارزم من ان تناصرہم قد انعدم وبیت المال قد انہدم ترجیح وجوبہا فی مالہ فیؤدیہ فی
کل سنۃ ثلاثۃ دراہم او اربعۃ کما نقلہ فی المجتبی عن الناطفی قال وہذا حسن لابد من حفظہ واقرہ المصنف فلیحفظ فقد وقع فی کثیر من المواضع
انہا فی ثلث سنین فافہم مین کہتا ہون اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہ ہے کہ وہان کے لوگون کی باہم مددگاری نیست و نابود
ہوگئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہوگیا تو یہ حال ترجیح دیتا ہے واجب ہونے دیت کو قاتل کے مال مین تو قاتل ہر سال تین یا چار درہم ادا
کرتا رہے چنانچہ اسکو مجتبی مین ناطفی سے نقل کیا ہے صاحب مجتبی نے کہا اور یہ قول خوب ہے اسکا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی
شرح مین اسکو ثابت رکھا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے سو البتہ مجتبی یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع مین واقع ہوا ہے کہ بالکل دیت کا ادا کرنا تین سال مین ہے تو
اسکو سمجھ لے کذا فی الطحاوی **وہذا اذا کان القاتل مسلما فلو ذمیا ففی مالہ اجماعا** بزازیہ اور یہ یعنے جب عاقلہ نہو تو بیت المال
سے دیت واجب ہے اسوقت ہے جبکہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اسی کے مال مین بالاتفاق دیت ہے کذا فی البزازیۃ **ومن لہ وارث**
معروف مطلقا ولو بعیدا او محرما برق او کفر لا یعقلہ بیت المال وہو الصحیح کما بسطہ فی الخانیۃ اور جس قاتل کا مشہور

وارث ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام ہو یا کافر ہونے کے سبب سے تو اُسکے مقتول کی دیت بیت المال نہ دیگا اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ اسکو خانیہ
میں بشرح بیان کیا ہے ولا عاقلۃ للعجم وجزم بہ الدرر قالہ المصنف لعدم تناصرہم عجمیوں کا یعنے عرب کے سوا اور ملک کے رہنے والوں کا عاقلہ نہیں اسی پر
یقین کیا ہے درر میں یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اُنکے عدم تناصر کے سبب سے وقیل لھم عواقل لانھم یتناصرون کالاساکفۃ والصیادین والصرافین
والسراجین فاہل محلۃ القاتل وصنعتہ عاقلتہ وکذلک طلبۃ العلم قلت وبہ افتی الحلوانی وغیرہ خانیۃ اور بعضوں نے کہا کہ عجمیوں کے واسطے بھی عاقلہ ثابت
ہیں اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہیں چنانچہ کفش گر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اسکے عاقلہ ہیں اور اسی طرح
طالب علم باہمدگر عاقلہ ہیں میں کہتا ہوں اور اسی کا فتوی دیا ہے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیہ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی ہذا
الباب ومتی وجد التناصر اخذ بہ امر قال المصنف لغایتہ وتناصر فیہ مجتبی میں یہ زیادہ کہا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس باب یعنے اثبات عاقلہ میں تناصر
اصل ہے اور تناصر سے مراد یہ ہے کہ جب انکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اُنکے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں اُنکی کاربرآری میں یعنے انکو بچالیں اسکی تکلیف ٹال دیں
اور اسکا پورا بیان تبیین میں ہے وفی تنویر البصائر معزیا للنافعیۃ والحق ان التناصر بینہم بالحرف فہم عاقلۃ الخ قاضیۃ زاد وافرد القاسمی تناسخ اور تنویر البصائر
میں حافظیہ سے منقول ہے اور حق یہ ہے کہ عجمیوں میں تناصر پیشوں کی وجہ سے ہے تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہیں ہمیشہ کے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو قہستانی
نے ثابت رکھا ہے لکن حسم رحمنا الحانوتی ان التناصر منقطع الآن لغلبۃ الحسد والبغض وتمنی کل واحد المکروہ لصاحبہ فتنبہ لیکن ہمارے استاد حانوتی
نے اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے کہ بالفعل تناصر موجود نہیں حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہمپیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہے تو آگاہ رہو ہم یہ وہی قول ہے
جو اوپر صاحب مجتبی نے عرب خوارزم کا بیان کیا ہے قلت وحینئذ لا قبیلۃ ولا تناصر فالدیۃ فی مالہ وبیت المال میں کہتا ہوں اور جہان نہ قبیلہ اور نہ برادری ہے اور
نہ حمایت اور نہ مددگاری تو وہاں دیت قاتل کے مال میں ہے یا بیت المال میں ہے بیت المال میں ہاں وجوب دیت کا بیت المال میں ظاہر الروایۃ مفتی بہ ہے اور وجوب مال قاتل کے مال میں روایت
شاذ ہے یا یہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہوں مدار تناصر پر ہے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے تو جس قوم میں تناصر اور حمایت کرنا رائج ہے تو وہ لوگ اسکے عاقلہ ہیں اور اگر حمایت نہیں کرتے
تو عاقلہ نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العلیم

کتاب الوصایا

یہ کتاب ہے وصایا کے احکام میں وصایا جمع ہے وصیت کی وصیت شرعا عبارت ہے تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا میں انسان کا آخر حال موت ہے تو اس کتاب کا آخر کتاب
میں لانا قبل ازمیراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنے مصدر اور موصی بہ کو یعنے جس چیز کی وصیت کیجاے اسکو بھی وصیت کہتے ہیں اور ایصا عبارت ہے غیر کو وصی کرنے
سے تاکہ غیر اسکی غیبت میں کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلا زید نے خالد سے کہا کہ یہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ
موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ ایصاء الوصیۃ والایصاء یقال اوصی لہ فلان ای جعلہ وصیا والاسم منہ الوصایۃ وسیجیء فی باب مستقل واوصی
لفلان بمعنی ملکہ بطریق الوصیۃ وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو بولتے ہیں اوصی لہ فلان یعنے اسکو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے ایصا سے اور
وصی کے مسائل جدا باب میں آگے آوینگے اور بولتے ہیں اوصی لفلان یعنے اسکو مالک کیا بطریق وصیت کے طحطاوی نے کہا الا ہم اور اسکا تفرقہ کتب لغت سے
معلوم نہیں ہوتا تو اگر یہ تفرقہ اصطلاحی ہے تو اصطلاح میں کچھ نزاع کا مقام نہیں اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بیان میں تابع ہے صاحب درر کا
تملیک مضاف الی ما بعد الموت عینا کان او دینا تو اسوقت میں یعنے بعد تفرقہ وصیت اور ایصا کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہے
مضاف بسوے موت کے خواہ تملیک کسی شی عین کی ہو یا دین قلت یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین فانہ نافذ من کل المال کما سیجیء میں کہتا ہوں
تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ اسے اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکلجاے اسواسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہے تمام مال سے چنانچہ آگے آویگا

یعنے بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہوتی ہے ہم بعضون نے کہا اقرار دین عبارت ہے اظہار مافی الذمہ سے نہ تملیک بعد الموت سے تو وہ تو فقط تملیک کے لفظ سے خارج ہو گیا
احسان کی کچھ حاجت نہیں ولا ینافیہ وجوبہا لحقہ تعالے فتامله اور تبرع کے مخالف نہیں وصیت کا واجب ہونا حق تعالے کے حق کے سبب سے سو اسکو تامل کرو ہم جواب ہے
سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ جب وصیت کی یہ تعریف ہوئی کہ وہ تملیک ہے بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی میں وصیت تو واجب
ہے پھر جب واجب ہوئی تو تبرع کہان اسواسطے کہ تبرع عبارت ہے عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہ وجوب منافی تبرع کے نہیں ہے اور بہ لفظ تامل وقت جواب کی طرف اشارہ
کیا ہے یعنے وجوب حق اسکا بسبب موت سے ساقط ہوگیا تو تبرع کے مشابہ ہوگیا اور دیون عباد کے مانند نہوا کذا فی الحلبیہ وہی علے ما فی المجتبی اربعۃ اقسام واجبۃ
بالزکوۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوۃ التی فرط فیہا ومباحۃ لغنی ومکروہۃ لاہل الفسق والا فمستحبۃ اور بنا بر اسی کلام کے جو مجتبی میں ہے
وصیت چار قسم ہے واجب ہے وصیت واسطے زکوۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوۃ کے جنکے ادا کرنے میں مسلمان نے تفقد کیا اور وصیت مباح ہے مالدار کے واسطے اور
مکروہ ہے فاسق فاجرون کے واسطے اور انکے سوا وصیت مستحب ہے ہم وجوب زکوۃ وغیرہ کی وصیت زیلعی میں مذکور ہے تو اسکو زیلعی کی طرف نسبت کرنا مناسب تھا
اور مجتبے میں اسکو مستحب میں شمار کیا ہے عبارت مجتبے کا ترجمہ یہ ہے کہ وصیت چار قسم ہے واجب ہے چنانچہ رد ودائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہے چنانچہ
کفارات اور فدیہ صلوۃ اور صیام اور اسکے مانند کی وصیت اور مباح ہے جیسے اغنیاء اجانب اور اقارب کے واسطے وصیت اور مکروہ ہے جیسے اہل فسوق و معاصی
کے واسطے وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحطاوی ولا تجب للوالدین والاقربین لان آیۃ البقرۃ منسوخۃ بآیۃ النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقربا کے واسطے واجب
نہیں اسواسطے کہ سورہ بقر کی آیت سورہ نساء کی آیت سے منسوخ ہے ہم سورہ بقر کی یہ آیت ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ
للوالدین والاقربین یعنے حق تعالے نے فرمایا کہ مفروض ہوا تمپر جب حاضر ہو تم میں سے کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا ماں باپ اور قرابت والون
کے واسطے اور سورہ نساء کی آیت سے آیۃ المواریث مراد ہے جو ناسخ ہے سورہ بقر کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہے ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل تفسیر کا
اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہے کہ سورہ بقر کی آیت منسوخ ہے اُس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہے ازانجملہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہے جو ابو داؤد اور ترمذی اور
ابن ماجہ میں مروی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالی قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا پھر
فرمایا کہ حق تعالے نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہیں وارث کے واسطے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور اس حدیث مشہور کو اکثر علما نے قبول کیا اور ایسی حدیث مشہور
سے نسخ کتاب جائز ہے ہمارے نزدیک اور حجت ہے امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے معتقد نہیں کذا فی العینی شرح الہدایہ وسببہا ما ہو سبب التبرعات
وصیت کا سبب وہ ہے جو تبرعات یعنے عبادات غیر واجبہ کا سبب ہے ہم حموی نے کہا وصیت کا وہ سبب ہے جو وصیت کے محاسن میں مذکور ہے یعنے جو اعمال فوت
ہوگئے ہیں انکا تدارک کرنا مال کو صرف کر کے اُس حالت میں کہ مال کی کچھ حاجت نرہے تا کہ انجام میں کام آوے مجتبی میں ہے کہ اہم وظائف دینیہ عارف یقینیہ کے
بعد تلافی تقصیر اور اصلاح زاد کی معرفت ہے اور مظالم اور حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض آمال کے وقت اسواسطے کہ ہر مخلوق زندہ کے واسطے
موت ضروری ہے اور وہ امر وصیت ہے جسکو قرآن مجید میں تاکید فرمایا ہے آیۃ المواریث میں اسطرح کہ من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ حق تعالے نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر میں تمہارے اعمال زیادہ ہونے کے واسطے اور فرمایا کہ اُس مرد کو حلال نہیں جو خدا
کا اور پچھلے دن کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یہ کہ سو رہے مگر اُسکی وصیت اُسکے سر کے پاس ہو انتہی
حموی نے قاضی خان سے مشروع نفیس یاد رکھنے کے لائق نقل کی وہ یہ ہے کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اُسکی اولاد صغار ہے بعض مشائخ نے کہا
کہ مال کا چھوڑ جانا اپنی اولاد کے واسطے افضل ہے اور اگر اولاد کبار ہے اور مال تھوڑا ہے امام نے کہا کہ اسکو وصیت کرنا لائق نہیں اور اگر مال زیادہ ہے اور
وارث غنی ہیں تو امور واجبہ سے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اُسپر کچھ واجب نہیں رہا تو اہل قرابت کے واسطے وصیت کرے اور اگر اقربا اغنیا ہیں

ف [illegible]

پر دوسیون کے واسطے وصیت کرے کذا فی الطحطاوی وشرائطہا کون الموصی اہلا للتملیک فلم تجز من صغیر ومجنون ومکاتب الا اذا اضافہ لعتقہ کما سیجی اور
وصیت کی شرطون مین سے ہونا ہے موصی کا لائق مالک کرنے کے تو وصیت جائز نہین ہے صغیر اور مجنون اور مکاتب سے مگر جبکہ مکاتب وصیت کو اپنے آزاد ہوجانے کی طرف نسبت
کرے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا وعدم مستغرقہ بالدین لتقدمہ علی الوصیۃ کما سیجی اور عدم استغراق مال کا دین کیساتھ شرط ہے بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر چنانچہ آگے آویگا
وکون الموصی لہ حیا وقتہا تحقیقا او تقدیرا لیشمل الحمل الموصی لہ فافہمہ فان بہ یسقط ایراد الشرنبلالیۃ اور موصی لہ جسکے لیے وصیت کی گئی اسکا زندہ ہونا وصیت کے
وقت شرط ہے خواہ وہ تحقیقا زندہ ہو یا تقدیرا تاکہ حمل موصی لہ کو حیات تقدیری شامل ہوجاوے سو اسکو سمجھ لے کہ اس تعمیم سے شرنبلالیہ کا اعتراض ساقط ہوتا ہے ہم صاحب درر نے
کہا کہ موصی لہ کی حیات وصیت کے وقت شرط ہے اسواسطے کہ اگر وہ میت ہو تو وصیت باطل ہے شرنبلالی نے اسپر اعتراض کیا کہ حمل کے واسطے وصیت کرنا صحیح ہے وہاں حیات کہاں ہے
شارح نے اسکا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کرکے وکونہ غیر وارث وقت الموت اور موصی لہ کا موت کے وقت وارث نہونا شرط ہے یعنے موصی لہ موصی کا وارث نہو
موصی کی موت کے وقت اور اگر وصیت کے وقت وارث ہوا اور موت کے وقت وارث نہو تو وصیت صحیح ہے زیلعی مین ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور
حالانکہ وہ وارث ہے پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق مین وصیت صحیح ہے یعنے اسواسطے کہ بیٹا ہونے سے بھائی موصی کا وارث نہ رہا موت کے وقت اور اگر موصی کا بیٹا ہے اور اسنے
اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی پھر بیٹا مرگیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے کیونکہ موصی لہ وارث ہے موت کے وقت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہ تھا ولا قاتل اور
موصی لہ کا قاتل نہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اسنے وصیت قبل از قتل کی ہو پھر اسنے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونے کے وصیت کی ہو بہرصورت وصیت باطل ہے کذا فی
الزیلعی دلیل یشترط کونہ معلوما قلت نعم کما ذکرہ ابن سلطان وغیرہ فی الباب الاتی اور کیا شرط ہے ہونا موصی لہ کا معلوم یا نہین مین کہتا ہون ہان اسکا معلوم ہونا
شرط ہے چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے باب آیندہ مین ہم موصی لہ کا علم بالوصف کافی ہے چنانچہ فقرا و مساکین کذا فی الطحطاوی وکون الموصی بہ قابلا للتملیک
بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا موجودا للحال او معدوما اور شرط ہے وصیت کی ہونا موصی بہ کا یعنے جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موت موصی کے
قابل ہو تملیک کے واسطے کسی عقد کے عقود سے خواہ وہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہووے یا معدوم ہو معدوم ہو یعنے علی خطر الوجود ہو جیسے باغ کے پھلون کی
وصیت کرنا فلانے شخص کے واسطے جبتک کہ وہ زندہ رہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ موصی کا کچھ مال نہین پھر اسنے مال پیدا کیا تو موصی لہ ثلث مال کا مستحق ہوگا اسکی
موت کے وقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا وان یکون بمقدار الثلث اور یہ شرط ہے کہ موصی بہ بقدر ثلث مال کے ہو ہم طحطاوی نے کہا یہ لزوم وصیت
کی شرط ہے ورکنہا قولہ اوصیت بکذا لفلان وما یجری مجراہ من الالفاظ المستعملۃ فیہا اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہے کہ مین نے وصیت کی اس چیز کی
فلانے شخص کے واسطے اور جو اسکے قائم مقام ہوں الفاظ سے جو وصیت مین مستعمل ہوتے ہین ہم چنانچہ یون کہنا کہ مین نے اپنا تہائی مال اپنی موت کے بعد فلانے شخص کے لیے
ٹھہرایا ہم وفی البدائع رکنہا الایجاب والقبول وقال زفر الایجاب فقط اور بدائع مین ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور زفر نے کہا کہ فقط ایجاب رکن ہے ہم
غایۃ البیان مین ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی مین ہو وہ باطل ہے اسواسطے کہ وصیت تملیک متعلق ہے
موت سے پہلے قبول اور رد شمار کے لائق نہین اسواسطے کہ قبول نہین ہوتا ایجاب سے پہلے انتہی ملخصا قلت المراد بالقبول ما یعم الصریح والدلالۃ بان یموت
الموصی لہ بعد موت الموصی بلا قبول کما سیجی مین کہتا ہون اور قبول سے وہ مراد ہے جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اسطرح کہ موصی لہ مرجاوے موصی کی موت کے بعد
بدون قبول کرنے کے چنانچہ آگے آویگا ہم موصی لہ کا مرنا موصی کے بعد یہی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث ہوگا موصی لہ کا وارث اور قبول بالفعل مستوی بالقول
کے برابر ہے چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اسکے وارثون کے واسطے خریدنا یا اسکا دین ادا کرنا کذا فی العالمگیریہ عن محیط السرخسی وحکمہا کون
الموصی بہ ملکا جدیدا للموصی لہ کما فی الہبۃ فیلزمہ استبراء الجاریۃ الموصی بہا اور حکم یعنے اثر مترتب وصیت کا ہونا موصی بہ کا مالک جدید موصی لہ
کی چنانچہ ہبہ مین ملک جدید حاصل ہوتی ہے موہوب لہ کی تو موصی لہ کو وصیت کی جاریہ کا استبرا لازم ہوگا وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع

وان لم یجز الوارث ذلک اور تہائی مال کی وصیت جائز ہے اجنبی شخص کے واسطے در صورت عدم مانع کے اگرچہ موصی کے وارث اُسکو جائز نکرین ہم مانع وصیت جیسا
قتل یا مستغرق بدین ہونا وارث کی اجازت کی حاجت نہین حدیث مذکور کی دلیل سے یعنے حق تعالے نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تاکہ تمہارے
اعمال زیادہ ہون لا الزیادۃ علیہ الا ان تجیز ورثتہ بعد موتہ ولا تعتبر اجازتہم حال حیوتہ اصلا بل بعد وفاتہ و ہم کبار نہین جائز ہے تہائی مال سے زیادہ
وصیت کرنا مگر اس صورت مین جائز ہے جبکہ موصی کے وارث بالغ اسکی موت کے بعد اجازت دین اور وارثون کی اجازت موصی کی زندگی مین اصلا معتبر نہین بلکہ
اسکی وفات کے بعد معتبر ہے ہم حیات موصی مین وارثون کی اجازت اسواسطے معتبر نہوئی کہ ہنوز انکا حق ثابت نہین اسواسطے کہ میراث کا حق مورث کی موت
سے ثابت ہوتا ہے اور اگر وارث صغیر ہو تو وارث کبیر کی اجازت وارث صغیر کے حق مین نافذ نہوگی اور نہ اُسکے ولی کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز
نہین سعد بن وقاص کی حدیث سے جو صحاح ستہ مین مروی ہے سعد نے کہا مین نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہے اور میری بیٹی فقط وارث ہے
تو مین اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہون تو فرمایا کہ نہین پھر مین نے کہا کہ دو تہائی مال کی وصیت کرتا ہون فرمایا نہین کہا تو نصف مال کی وصیت کرون
فرمایا نہین کہا تہائی مال کی وصیت کرون فرمایا تہائی مال کی وصیت کر اور تہائی بہت ہے یعنے وصیت کے واسطے یعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت
لا وقت الوصیۃ علی عکس اقرار المریض للوارث یعنے وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت برعکس اقرار کرنے مریض کے وارث کے واسطے ہم مریض کے
اقرار مین وارث ہونا یا غیر وارث ہونا اقرار کے وقت معتبر ہے اسواسطے کہ اقرار تصرف ہے فی الحال کا برخلاف وصیت کے تو اگر مریض نے اقرار کیا ایک شخص
کے واسطے اور حالانکہ وہ اسکا وارث نہین تو اقرار جائز ہے اگرچہ وہ شخص بعد اُسکے اُسکا وارث ہوجاوے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ وارث ہوجاوے نئے سبب
کی جہت سے بعد اقرار کے چنانچہ عورت اجنبی کے واسطے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قدیم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہوگا چنانچہ اپنے اُس
بھائی کے واسطے اقرار کیا جو محجوب تھا مقر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اسکے فرزند مرگیا کذا فی الطحطاوی وندبت باقل منہ ولو عند غنی ورثتہ او استغنائہم
بحصصہم اور مستحب ہے کمتر از ثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کمتر از ثلث کی وارثون کی توانگری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصون کے سبب سے
انکو استغنا حاصل ہوا ہو کتھ کہا اسے کہ ندب ترکہا بلا احدہما لے غنی او استغنا رلانہا صلۃ و صدقۃ حینئذ وصیت کا ترک کرنا مستحب ہے بدون
توانگری یا استغناء ورثہ کے یعنے جبکہ وارث نہ خود مالدار ہون نہ میراث کے حصون سے انکو استغنا حاصل ہو تو اس صورت مین ترک وصیت مطلقا مستحب ہے اسواسطے
کہ ترک وصیت اسوقت مین صلہ رحمی بھی ہے اور صدقہ بھی ہے ہم یعنے جب وارث محتاج ہین اور مورث مال چھوڑ گیا تو اُسکو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملیگا اور خیرات
کا بھی اور وصیت مین اجنبی پر فقط خیرات کرنے کا ثواب ہے حالانکہ قرابت دار پر خیرات کرنا افضل ہے اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد مین ابو ایوب انصاری
سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ افضل الصدقۃ علی ذی الرحم الکاشح کذا فی العینی یعنے بہتر صدقہ اُس قرابت دار پر ہے جو عداوت مخفی رکھتا ہے تہیگا ہے اور طحطاوی
مین قہستانی عن الظہیریہ سے منقول ہے کہ مقدار استغنا امام کے نزدیک یہ ہے کہ ہر وارث چار ہزار درہم کا وارث ہو اور فضلی سے روایت ہے کہ ہر وارث
دس ہزار درہم کی میراث پاوے وتؤخر عن الدین لتقدم حق العبد اور وصیت متاخر ہے دین سے یعنے ادائے دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہے
بسبب مقدم ہونے حق العبد کے ہم حق العبد حق الشرع پر مقدم ہے اگرچہ حق شرع واجب ہو اسواسطے کہ شرع کا حق نماز اور زکوۃ وغیرہ کا ساقط
ہوجاتا ہے موت سے چنانچہ اپنے محل مین مذکور ہے تو وصیت تبرع کے مانند ہوئی کذا فی المنح وصحت بالکل عند عدم ورثتہ ولو حکما کمستامن لعدم
المزاحم اور وصیت صحیح ہے تمام مال کی عدم ورثہ کی حالت مین اگرچہ موصی کا حکما وارث ہو مانند مستامن کے عدم مزاحم کے سبب سے ہم یعنے جبکہ
مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اگرچہ اُسکے دار الحرب مین وارث ہون کذا ذکرہ ابو السعود در رہین ہے تعلق حق وارث
مانع تھا صحت وصیت کا پھر جبکہ وارث نہ ہوا تو وصیت صحیح ہوگئی والمملوکہ بتثلیث مالہ اتفاقا وتکون وصیۃ بالعتق فان خرج من الثلث

ایضا والاصح فی البنیۃ قیمتہ وان فضل من الثلث شئی فہو لہ اور اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہے بالاتفاق اور یہ اسکی آزادی کی وصیت ہوگی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال سے فہو المراد ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادا میں کوشش کرے اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس غلام کا ہے تو اگر موصی کا مال درم اور دینار ہے تو اگر تمام مال ۳۰۰ درم ہے اور غلام کی قیمت سو درم ہے تو غلام آزاد ہو گیا اور اگر اسکی قیمت ۲۰۰ درم ہے تو سو درم کی کمائی کرکے ادا کرے تب آزاد ہوا اور اگر اسکی قیمت ۱۰۰ درم ہو تو ۲۰۰ درم غلام پاویگا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں ہے اسباب ہے تو اسکی تفصیل اختیار سے عالمگیری میں مذکور ہے درمختار میں ہے وبسہم الوصیۃ لا تصح فی الاصح کما لا تصح بعین من اعیان مالہ اور اگر اپنے غلام کے واسطے دنانیر یا درہم غیر معینہ کی وصیت کی تو صحیح نہیں ہے وصیت صحیح نہیں ہوتی ہے کہ ایضا اس مال سے ایک جنس کی ہو درر میں غلام سے منقول ہے کہ اگر غلام کے واسطے اپنے مال سے کسی جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی یا ثلث وصیت کی تو صحیح ہے اور یہ عتق کی وصیت ٹھہر جائیگی اور اگر دس درم یا دس دینار معین کی وصیت کی تو امام اعظم نے کہا کہ صحیح ہے کہ صحیح نہیں جیسے غیر کی وصیت صحیح نہیں یا اسکی وصیت آزادی کے کیا دینار اور درم میں عدم تعیین کی وجہ سے واسطے الکافی کہ اسکی وصیت ٹھہر گئی ہو اور تین ہی کی صورت میں کہ ان وصیت صحیح نہیں وصحت لمکاتب نفسہ او مدبرہ او ام ولدہ وکذا لا لمکاتب وارثہ اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کے واسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کے واسطے بطریق استحسان کہ نہ اپنے وارث کے مکاتب کیواسطے وصحت بحمل وبہ کقولہ اوصیت بحمل جاریتی او دابتی ہذہ لفلان اور وصیت صحیح ہے حمل کے واسطے اور حمل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہے چنانچہ مالک کا یوں کہنا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلاں شخص کے واسطے اور حمل کے واسطے اس طرح وصیت ہے کہ مالک کہے کہ میں نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے اسقدر درموں کی وصیت کی کذا فی الدرر ثم انما تصح ان ولد الحمل لاقل من ستۃ اشہر لو زوج الحامل حیا ولسنتین لو میتا وہی معتدۃ حین الوصیۃ فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت نسبہ اختیار وجوہرہ پھر معلوم کرنا چاہیئے کہ وصیت مذکورہ اسی وقت صحیح ہوگی جبکہ بچہ پیدا ہوا ہو چھ مہینے کی مدت سے کم میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اسکا مردہ ہو اور حالانکہ حاملہ عدت میں ہو وصیت کے وقت تو دو سال سے کم مدت موت یا طلاق سے کذا فی الطحطاوی شرط ہے بدلیل ثابت ہونے اسکے نسب کے کذا فی الاختیار والجوہرۃ ولا فرق بین الآدمی وغیرہ من الحیوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی وغیرہ میں حیوانات سے یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلو اوصی بما فی بطن دابۃ فلان لینفق علیہ صح تو اگر وصیت کی اس بچہ کے واسطے جو فلانے کے جانور کے پیٹ میں ہے تاکہ اسپر صرف کیا جاوے تو صحیح ہے ومدۃ الحمل للآدمی ستۃ اشہر وللفیل احدی عشر سنۃ وللابل والخیل والحمار سنۃ وللبقر تسعۃ اشہر وللشاۃ خمسۃ اشہر وللسنور شہران وللکلب اربعون یوما وللطیر احد وعشرون یوما قہستانی معزیا للاستیفاء اور مدت حمل یعنی اقل مدت حمل کی آدمی کے لیے چھ مہینے ہیں اور ہاتھی کے لیے گیارہ برس ہیں اور اونٹنی اور گھوڑی اور گدھی کے واسطے ایک سال ہے اور گائے کے واسطے نو مہینے اور بھیڑ بکری کے واسطے پانچ مہینے اور بلی کے واسطے دو مہینے اور کتے کے واسطے چالیس دن ہیں اور چڑیا کے لیے ۲۱ دن ہیں چنانچہ قہستانی میں ہے منسوب باستیفاء من وقت الموت ای وقت الوصیۃ وعلیہ المتون وصیت کے وقت سے اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کے شامل ہیں ہم نے اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد ہے اور اقوال سے وفی النہایۃ من وقت موت الموصی اور نہایہ میں ہے کہ موت موصی کے وقت سے اقل مدت حمل کا شمار ہے وفی الکافی ما یفید انہ من الاول ان کان لہ ومن الثانی ان کان بہ اور کافی میں وہ عبارت ہے جو اسکا مفید ہے کہ اگر حمل موصی لہ ہو تو ابتدا سے مدت حمل وصیت کے وقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ ہو تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زاد فی الکنز ولا تصح الہبۃ للحمل لعدم قبضہ ولا ولایۃ لاحد علیہ لیقبض عنہ زیلعی وغیرہ کنز میں اسقدر زیادہ بیان کیا کہ صحیح نہیں ہبہ حمل کے واسطے اسکے عدم قبض کے سبب سے اور نہ اسپر کسی کی ولایت ہے تاکہ ولی اسکی طرف سے حمل قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیرہ فلو صالح ابو الحمل عنہ بما اوصی لہ لم یجز لانہ لا ولایۃ لاب

على الجنين ولو الحبة تو اگر بچہ پیٹ کا باپ اُسکی طرف سے مصالحہ کرے عوض میں اسکے جو بچے کے واسطے وصیت ہوا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت
ثابت نہیں بچہ پیٹ کے اوپر کزافی الولوالجیہ قلت وبہ علم جواب حادثۃ الفتوی وہی انہ لیس للوصی ولو مختارا التصرف فیما وقف للحمل بل فاذا الحمل لا یلی ولا یولی علیہ
میں کہتا ہون اور بیان سابق سے حادثہ فتوی کا جواب معلوم ہوگیا وہ یہ ہی کہ وصی اگرچہ مختار رہو اسکو تصرف کرنا جائز نہیں اسمین جو حمل کے واسطے وقف
ہوا بلکہ فقہانے کہا ہی کہ حمل یعنے بچہ پیٹ کی ولایت نہیں کسی پر اور نہ کسی کی ولایت اسپر ہی وصحت بالامۃ الا حملہا اور لونڈی کی وصیت بدون اسکے
حمل کے صحیح ہی یعنے اگر یون کہے کہ مین نے وصیت کی اس لونڈی کے فلانے شخص کے واسطے مگر اسکے پیٹ کا بچہ وصیت مین داخل نہین تو یہ صحیح ہی لما التقرر ان کل ما صح
افرادہ بالعقد صح استثناءہ منہ و بالا فلا لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہی کہ ثابت ہوچکا ہی اصول مین کہ جسکا علیحدہ ذکر کرنا قصد میں
صحیح ہو تو اُسکا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہی اور جو ایسا نہیں اُسکا نکالنا بھی صحیح نہیں یعنے چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت مین درست ہی تو اسکا استثنا
بھی وصیت سے صحیح ہوگا و من المسلم للذمی و بالعکس اور وصیت صحیح ہی مسلمان سے کافر ذمی کے واسطے اور اسکے بالعکس ذمی کی وصیت
مسلمان کے واسطے درست ہی ہم دلیل صحت اول کلام الٰہی ہی (لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم) یعنے
نہیں روکتا تمکو اللہ تعالیٰ اُن کافرون کے احسان کرنے سے جو تم سے نہیں لڑتے دین بابت اور نہیں نکالا تمکو تمہارے گھرون سے اور صحت ثانی
کی دلیل یہ ہی کہ عقد ذمی سے ذمی مسلمان کے برابر ہوگیا معاملات مین تو احسان دونون طرف سے درست ہوا حیات مین اسی طرح ممات مین
بھی کذا فی الدرر لا حربی فی دارہ اور وصیت جائز نہیں مسلمان کو کافر حربی کے واسطے دار الحرب مین اسواسطے کہ وصیت حسن سلوک اور احسان
ہی اور ہم منوع ہین کفار مقاتلین کے احسان سے لقولہ تعالیٰ (انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین) حق تعالےٰ نے فرمایا کہ یہی بات ہی کہ
اللہ تعالےٰ تمکو روکتا ہی اُن کافرون کے احسان سے جو تم سے دین مین لڑتے ہین کذا فی الدرر عن الجامع الصغیر قید بدارہ لان المستامن
کالذمی کما افادہ الاتقانی مصنف نے عدم جواز وصیت مین دار الحرب کی قید لگائی اسواسطے کہ مستامن ذمی کے مانند ہی صحت وصیت مین چنانچہ
ای خسرو کما فی الشرنبلالی
یہ فائدہ ملا خسرو نے درر مین بیان کیا ہی بحث کی راہ سے ہم ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر مین عدم جواز وصیت حربی کے واسطے مذکور ہی اور
سیر کبیر مین جواز مفہوم ہوتا ہی وجہ توفیق بین الکتابین یہ ہی کہ عدم جواز مقید بدار الحرب ہی تو یہ احتراز ہی اُس حربی سے جو دار الحرب مین نہین یعنی مستامن یہی
مراد ہی سیر کبیر مین کہ حربی مستامن کے واسطے درست ہی انتہی طحطاوی نے کہا کہ افادہ مذکور کے بیان کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ صرح
مذکور ہی کتب فقہ مین قلت وبہ صرح الحدادی والزیلعی وغیرہا و سیجی تمامہ فی وصایا الذمی مین کہتا ہون اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہی حدادی اور
زیلعی وغیرہما نے اور آگے متن آویگا ذمی کی وصایا مین ولا لوارثہ وقاتلہ مباشرۃ لا تسبیبا کما مر اور درست نہین ہی وصیت اپنے وارث اور
اپنے قاتل کے واسطے جسنے موصی کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ تسبب قتل حقیقی نہیں ہم حدیث مرفوع مین وارد ہی کہ
لا وصیۃ للقاتل قتل تسبب جیسے وضع حجر غیر ملک مین کذا فی الدرر خواہ وصیت قبل قتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کے کذا فی المنح الا باجازۃ
ورثتہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا وصیۃ لوارث الا ان یجیزہا الورثۃ یعنی عند وجود وارث آخر کما یفیدہ آخر الحدیث وتحققہ وارث کے واسطے وصیت درست
نہین مگر موصی کے وارثون کی اجازت سے درست ہی بدلیل قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہین وارث کے واسطے مگر یہ کہ وصیت کو وارث جائز رکھین
یعنے جب دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہین چنانچہ آخر حدیث اسپر دلالت کرتا ہی چنانچہ اسکی تحقیق ہم عنقریب بیان کرینگے
وہم کبار عقلاء فلم تجز اجازۃ صغیر و مجنون اور حالانکہ اجازت دینے والے وارث بالغ عاقل ہون تو وارث صغیر اور مجنون کی اجازت جائز نہوگی واجازۃ
المریض کابتداء وصیۃ اور وارث مریض کی اجازت ابتداء وصیت کے مانند ہی ہم یعنے اگر وارث بالغ مریض نے وصیت کی اجازت دی تو اگر اسکو شفا ہوگئی

تو وصیت صحیح ہو گئی اور اگر مریض مر گیا اسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث ہی تو اجازت مریض کی جائز نہو گی جبتک مریض کے اور
وارث اُسکی موت کے بعد اجازت نہ دین اور اگر موصی لہ اجنبی ہو وارث نہین تو اجازت جائز ہو اور تہائی مال سے معتبر ہو کذا فی المنح ولو اجاز البعض
ورد البعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ اور اگر بعض وارثون نے اجازت دی اور بعضون نے نہ دی تو اجازت دینے والے پر بقدر اسکے حصے کے وصیت جائز ہو گی
او یکون القاتل صبیا او مجنونا فیجوز بلا اجازۃ لانہما لیسا اہلا للعقوبۃ یا کہ قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہی بدون اجازت وارثون کے اسواسطے
کہ وہ دونون عقوبت کے لائق نہین او لم یکن لہ وارث سواہ کما فی الخانیۃ ای سوی الموصی لہ القاتل والوارث حتی لو اوصی لزوجتہ او ہی لہ ولم یکن
ثمہ وارث آخر تصح الوصیۃ ابن الکمال یا موصی کا کوئی وارث نہو سوا اسکے کذا فی الخانیہ یعنی سوائے قاتل اور وارث موصی لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی
زوجہ کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنے زوج کو اور وہان کوئی وارث نہین تو وصیت صحیح ہو گی کذا ذکرہ ابن الکمال زاد فی المجتبیٰ فلو اوصت لزوجہا بالنصف
کان لہ الکل مجتبیٰ مین اتنا زیادہ کیا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کیواسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اسکا ہو گا یعنی جبکہ زوجہ کا کوئی وارث نہو سوائے زوج کے تو
نصف مال بطریق وصیت کے اسکا ہوا اور نصف باقی بطریق میراث کے قلت انما قید وابالزوجین لان غیرہما لا یحتاج الی الوصیۃ لانہ یرث الکل برد او رحم وقد مناہ
فی الاقرار معزیا للشرنبلالیہ مین کہتا ہون کہ فقیہون نے زوجین کی اسواسطے قید لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ وہ وارث
ہو گا تمام مال کا رد میراث کی یا قرابت کی وجہ سے اور البتہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الاقرار مین شرنبلالیہ کی طرف نسبت کر کے وفی فتاوی النوازل اوصی لرجل
بکل مالہ ومات ولم یترک وارثا الا امرأتہ فان لم تجز فلہا السدس والباقی للموصی لہ لان لہ الثلث بلا اجازۃ فبقی الثلثان فلہا ربعہما وہو سدس الکل ولو کان
مکانہا زوج فان لم یجز فلہ الثلث والباقی للموصی لہ اور فتاوے نوازل مین ہو کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی اور موصی مر گیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا
سوائے اپنی زوجہ کے تو اگر زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کیواسطے ششم حصہ ہو اور باقی موصی لہ کا ہو اسلیے کہ موصی لہ کو ثلث مال تو بلا اجازت ہی تو باقی
رہین دو تہائیان تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہی اور وہ ششم حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کے بجائے زوج ہو اور اسنے وصیت کرنے والے کا سوا اگر زوج نے
وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہی اور باقی مال موصی لہ کا ہو جب زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کے مال کے چہ سہم ہونگے تہائی
وصیت کی نکل کر چار سہم باقی رہے انمین چوتھائی زوجہ کی میراث ہی یعنے ایک سہم اور وہ ششم حصہ ہی کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہی باقی سے بعد اخراج
وصیت کے اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز نہ رکھی تو اسکی میراث تہائی ہی یعنے دو سہم اور وہ نصف ہی باقی کا یعنے چار سہم کا ولا من صبی ممیز مطلقا ولو فی وجوہ
الخیر خلافا للشافعی اور وصیت مطلقا صحیح نہین اس صغیر سے جسکو نیک و بد کی امتیاز نہین اگرچہ اسنے امور نیک مین وصیت کی ہو بر خلاف امام شافعی کے کہ نیک کام
مین انکے نزدیک صحیح ہی وکذا الا تصح من ممیز الا فی تجہیزہ وامر دفنہ فیجوز استحسانا اور اسی طرح صغیر با تمیز سے وصیت صحیح نہین مگر اسکی تجہیز اور دفن کے
امر مین تو وصیت استحسانا جائز ہی مدلیکن تجہیز اور تکفین مین مصلحت کی مراعات ہو گی خلاصہ مین ہی کہ اگر وصیت کی ہزار درہم کے کفن کی تو متوسط کفن دیا جائیگا اور
دو کپڑون کی وصیت کی کفن مین تو شرائط وصیت کی رعایت نہو گی اور اگر پانچ یا چھ کپڑون کی وصیت کی تو شرائط صحت کی رعایت ہو گی اور اگر وصیت کی کہ
فلانے قبرستان مین فلانے زاہد کے پاس اسکو دفن کرین تو شرائط کی مراعات ہو گی اگر زیادہ صرف نہو کذا فی الطحاوی وعلیہ تحمل اجازۃ عمر رضی اللہ عنہ لوصیۃ
یافع یعنے المراہق اور اسی پر یعنے تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کے واسطے محمول ہی یعنی فاروق اعظم نے
جو صغیر کی وصیت کو جائز رکھا تھا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہی نہ مطلقا یا مراہق سے بالغ مراد ہی کذا فی شرح الطحاوی وان وصلیۃ مات بعد الادراک
او اضافہا الیہ کان ادرکت فثلثی لفلان لم یجز لقصور ولایتہ فلا یملکہ تنجیزا وتعلیقا کما فی الطلاق بخلاف العبد کما افادہ بقولہ صغیر کی وصیت صحیح نہین
اگرچہ وہ بلوغ کے بعد مر گیا ہو یا وصیت کو بلوغ کی طرف نسبت کیا ہو اسطرح پر کہ اگر مین جوان بالغ ہون تو میرا تہائی مال فلانے شخص کے واسطے ہی تو وہ صحیح

جائز ہوگی صغیر کے قصور ولایت کے سبب سے تو اُسکا مالک نہوگا تنجیز کے طریق سے نہ تعلیق کے طریق سے چنانچہ طلاق وغیرہ کا اُسکو مالک نہیں برخلاف غلام کے چنانچہ مصنف نے اپنے آیندہ قول میں اُسکو مذکور کیا ہے ولا من عبد ومکاتب الا ان ترک المکاتب وفاء او قال عندہما الصحیح فی صورۃ ترک الوفاء درر اور وصیت صحیح نہیں غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے ادا بدل کتابت کے واسطے مال چھوڑا ہو اور بعض روایات میں کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت صحیح ہے در صورت ترک کرنے اداے بدل کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافہا کل منہما ولو بارقۃ الدرر اضافا الی العتق فتصح لزوال المانع وہو حق المولی مگر جبکہ غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کی طرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مانع کے زوال کی وجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہے مولیٰ کا اور درر کی عبارت یون ہے اضافا یعنی غلام اور مکاتب دونوں نے وصیت کو عتق کی طرف مضاف کیا مثلاً کہا یعنی غلام اور مکاتب کی وصیت حق مولیٰ کے سبب سے جائز نتھی پھر جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولیٰ کا حق باقی نہ رہا تو وصیت صحیح ہوگئی ولا من معتقل اللسان بالاشارۃ الا اذا امتدت عقلتہ حتی صار لہ اشارۃ معہودۃ فہو کاخرس اور وصیت جائز نہیں بستہ زبان سے بطریق اشارہ کے مگر جبکہ اُسکی بستگی زبان کی ممتد ہوگئی یہان تک کہ اُسکا اشارہ کرنا معلوم ہوگیا ہو تو اب بستہ زبان گونگے کے مانند ہے وہم معتقل اللسان وہ ہے جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلف سے کذا فی الجوہرۃ در یہ ہی کہ گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہے برخلاف معتقل اللسان کی وصیت اور نکاح اور طلاق اور خرید اور قصاص کے اور وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ قائم مقام عبارت کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود اور معلوم ہوگیا ہو سو گونگے میں تو معلوم ہے نہ بستہ زبان میں وقدر الامتداد بسنۃ وقیل اذا امتدت لموتہ جاز اقرارہ بالاشارۃ والاشہاد علیہ لانہ کان کاخرس قالوا وعلیہ الفتوی کذا فی درر وتحقیقہ فی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا اور بعضون نے کہا جبکہ بستگی اُسکی موت تک ممتد ہوگئی تو اُسکا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اُسپر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کے مانند ہوگیا اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب میں وانما یصح قبولہا بعد موتہ لان اوان ثبوت حکمہا بعد الموت اور وصیت کا قبول کرنا صحیح نہیں مگر موصی کی موت کے بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے تو اگر موصی کی موت کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول نہ کی تو وصیت موقوف رہیگی اُسکے قبول کرنے پر موصی لہ کے ملک میں داخل نہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی خارج ہے کذا فی الاتقانی فبطل قبولہا وردہا قبلہ تو وصیت کا قبول کرنا اور رد کرنا موصی کی موت سے پہلے باطل ہے وانما تملک بالقبول الا اذا مات موصیہ ثم ہو بلا قبول فہو اے المال الموصی بہ لورثتہ بلا قبول استحسانا کما مر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک بدون قبول کرنے کے نہیں ہوتی مگر جبکہ اُسکا موصی مرے پھر موصی لہ مرے بدون قبول کرنے کے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول کے استحسان کی دلیل سے چنانچہ گذر گیا ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کی طرف سے اسطرح تمام ہوگئی کہ فسخ کی متحمل نہیں مگر موقوف تھی موصی لہ کے حق کے سبب سے پھر جب موصی لہ مرگیا تو اُسکی ملک میں وصیت کا مال داخل ہوگیا چنانچہ اس بیع میں جس میں مشتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مرگیا اجازت سے پہلے کذا فی شرح الدرر وکذا لو اوصی للجنین یدخل فی ملکہ بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیہ لیقبل عنہ کما مر اور اسی طرح اگر بچہ پیٹ کے واسطے وصیت کی تو وہ اُسکے ملک میں داخل ہوگا بدون قبول کے استحسان کی وجہ سے بسبب نہونے اُس شخص کے جسکی ولایت ہو میسر تا کہ وہ اُسکی طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہوگیا ولہ ای للموصی الرجوع عنہا بقول صریح او فعل یقطع حق المالک عن غصب بان یزیل اسمہ واعظم منافعہ کما عرف فی الغصب اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کر لیتا ہو غصب سے اسطرح پر کہ اس چیز کا نام بدل ڈالے اور اُسکا بڑا فائدہ زائل کر دے چنانچہ کتاب الغصب میں معلوم ہو چکا ہم چنانچہ کپڑے کی وصیت کی پھر اُسکو قطع کیا اور سیا تو اب اُسکا نام قبا او قمیص ہوگیا او فعل یزید فی الموصی بہ یا یمنع تسلیمہ الا بہ کلت السویق الموصی بہ بسمن والبناء فی الدار الموصی بہا بخلاف تجصیصہا وہدم بنائہا لانہ تصرف فی التابع یا ایسے فعل ہو جو موصی بہ میں اُسکو زیادہ کر دے جو موصی بہ کی

تسلیم کا مانع ہو بدون اسکے جیسے موصیٰ بہ ستو کو گھی کے ساتھ لت کرنا اور جیسے عمارت بنانا موصی بہا گھر میں برخلاف اُس گھر کے چونہ کاری کیے اور اُسکی
عمارت ڈھا دینے کے سوا اسواسطے کہ وہ تصرف ہے تابع ہے نہ اصل میں او عطفت علی بقول صریح و عطفہ ابن الکمال تبعا للدرر باو وعلیہ فھو اصل ثالث
فی کون فعلہ یفید رجوعہ عنہا کما یفیدہ متن الدرر فتدبر یزیل الملکہ فانہ رجوع عادملکہ ثانیا ام لاکالبیع والہبۃ اور موصی کو رجوع جائز ہے ایسے تصرف سے
جو اسکے ملک کو زائل کردے چنانچہ بیع اور ہبہ تو یہ تصرف رجوع ہے وصیت سے خواہ وہ چیز موصی کی ملک میں دوسری بار آوے یا نہ آوے شارح نے
کہا قولہ وتصرف عطف ہے بقول صریح پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہو کر اسکو بلفظ او عطف کیا ہے اور اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہو اسکے فعل
کے افادہ رجوع ہونے میں چنانچہ درر کا متن اسکا مفید ہے سو اسکو غور کر لے وکذا اذا خلطہ بغیرہ بحیث لایمکن تمییزہ اور اسی طرح رجوع عن الوصیۃ ہے
جبکہ موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اسطرح کہ اسکا جدا کرنا ممکن نہیں لایکون راجعا بغسل ثوب اوصی بہ لانہ تصرف فی التبع موصی وصیت سے
راجع نہوگا اُس کپڑے کے شوب دینے سے جسکی اُسنے وصیت کی اسلیے کہ یہ تصرف ہے تابع ہے نہ اصل میں واعلم ان التغییر بعد موت الموصی لایضر اصلا
اور یہ معلوم کر کہ تغییر کرنا موصی کی موت کے بعد اصلا ضرر نہیں کرتا وصیت میں ولا بجحودھا درر وکنز ووقایۃ وفی المجمع یفتی ومثلہ فی العینی ثم نقل
عن المبسوط ان الفتوی علی انہ رجوع وفی السراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف اور موصی راجع نہیں ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسی طرح ہے
درر اور کنز اور وقایہ کے متن میں اور مجمع میں ہے کہ اسی قول کا فتوی ہے اور اسکے مانند اسکی شرح مجمع میں ہے پھر عینی نے مبسوط سے نقل کیا کہ فتوی اسپر ہے کہ
انکار رجوع ہے وصیت سے اور سراجیہ میں ہے کہ اس قول پر فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں ہم معلوم ہو کہ یہاں دونوں قول پر فتوی ہے
علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں عینی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنے مختصر میں اس مسئلہ کا خلاف نہیں ذکر کیا اور امام محمدؒ نے اپنی کتابوں میں
لیکن کتاب الوصایا میں انکار کو رجوع کہا اور جامع کبیر میں رجوع نہیں کہا اسوجہ سے مشائخ میں اختلاف واقع ہوا بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں
دو روایتیں ہیں اور بعضوں نے کہا کہ جامع کا قول قیاس کا جواب ہے اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہے انتہی وکذا لایکون راجعا لو قال کل وصیۃ
اوصیت بہا فحرام او ربا او اخرتھا اور اسی طرح موصی راجع نہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ میں نے کی وہ حرام خواہ بیاج ہے یا اُس وصیت میں تاخیر ڈالی
میں نے بخلاف قولہ ترکتھا برخلاف اس قول کے کہ میں نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہ رجوع ہے وصیت سے ہم تاخیر رجوع نہیں اور ترک رجوع ہے اسواسطے کہ ترک
شی اسقاط ہے اور تاخیر اسقاط نہیں وبخلاف قولہ کل وصیۃ اوصیتھا فھی باطلۃ او الذی اوصیت بہ لزید فھو لعمرو او لفلان وارثی فکل
ذلک رجوع عن الاول وتکون للوارث بالاجازۃ کما مر برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت میں نے کی وہ باطل ہے یا جو وصیت کہ میں نے زید کے واسطے کی وہ عمرو کے واسطے
ہے یا فلانے میرے وارث کے واسطے ہے تو ہر ایک یہ قول رجوع ہے اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ وارث
کے حق میں وصیت بدون اجازت اور وارثوں کے درست نہیں ولو کان فلان الآخر میتا وقتہا فالاولی من الوصیتین بحالہا لبطلان الثانیۃ
اور اگر دوسرا فلاں شخص مردہ ہو وصیت کے وقت تو دو وصیتوں میں سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہے بسبب باطل ہونے دوسری وصیت کے
ولو حیا وقتہا فمات قبل الموصی بطلت الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ ہے وصیت کے وقت پھر مرگیا موصی سے پہلے تو
پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کرنے سے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے وتبطل ہبۃ المریض ووصیتہ لمن نکحہا بعدہما ای بعد
الہبۃ والوصیۃ لما تقرر انہ یعتبر لجواز الوصیۃ کون الموصی لہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا ہبہ اور اسکی وصیت باطل ہے
اُس عورت کے واسطے جس سے موصی نے نکاح کیا ہبہ اور وصیت کے بعد اسلیے کہ ثابت ہوچکا ہے یہ کہ جواز وصیت کے واسطے موصی لہ کا وارث
یا غیر وارث ہونا موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت لم وصیت تو اسوجہ سے باطل ہے کہ عورت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہیں مگر موت کے وقت

وارث ہوگی نکاح سے اور علاوہ وارث کے واسطے وصیت جائز نہیں اور ہبہ مریض کا اسواسطے درست نہوا کہ اگرچہ ہبہ منجز ہی صورت مین لیکن مرض کے سبب سے وہ حکماً مضاف الی مابعد الموت ہی اسواسطے کہ ہبہ واقع ہوگیا ہی وصایا کے موقع مین کیونکہ تبرع ہی تو اُسکا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف

الاقرار لانہ یعتبر کون المقرلہ وارثا او غیر وارث یوم الاقرار فلو اقر لہا ثم نکحہا فمات جاز بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقرلہ کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہی تو اگر عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کیا پھر مر گیا تو اقرار جائز ہی ہم اقرار کے وقت عورت وارث نہ تھی پھر نکاح سے

وارث ہوئی تو یہ اقرار کے واسطے مضر نہیں ویبطل اقرارہ ووصیتہ وہبتہ لابنہ کافرا او عبدا او مکاتبا ان اسلم او عتق بعد ذلک لقیام البنوۃ وقت

الاقرار فیورث تہمۃ الایثار اور باطل ہی اُسکا اقرار اور اُسکی وصیت اور اُسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لیے یا غلام یا مکاتب کے لیے اگر فرزند مسلمان

ہوگیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد اس اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزندی کے اقرار کے وقت تو یہ تہمت ایثار کا موقع ہی

ہم ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہوچکا کہ اُنمین موت کا حال معتبر ہی اور اقرار اگرچہ ملزم بنفسہ ہی لیکن ارث کا سبب یعنی فرزندی اقرار کے وقت

موجود ہی تو یہ تہمت ایثار کی موہم ہی تو اقرار تہمت کے اعتبار سے ملحق بوصیت ہوگیا کذا فی الدرر وہبۃ مقعد ومفلوج و اشل ومسلول من ملۃ السل

وہو قرح فی الریۃ من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ ولم یخف موتہ منہ والا تطل وخیف موتہ فمن ثلثہ لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ او مقعد

اور مفلوج اور اشل اور مسلول کا ہبہ اُسکے تمام مال سے نافذ ہی اگر مرض کی مدت ایک سال تک دراز ہوگئی ہو اور اُس مرض سے موت کا خوف نہو

اور اگر مرض کی مدت دراز نہوئی ہو یعنے ایک سال نہ گذرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اُسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ متطاول ہین

قاتل اور مہلک نہین شارح نے کہا مسلول وہ ہی جسکو سل کی بیماری ہو اور سل ایک قرحہ ہی ہم مقعد یعنی بیٹھ وہ بیمار ہی جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو یا لوگون کی بیماری

اور مفلوج وہ جسکو فالج کی بیماری ہو یعنے آدھا دھڑ حس و حرکت سے رہگیا ہو اور اشل وہ جسکے ہاتھ مین رعشہ ہو یعنے ہاتھ کانپتا ہو خلاصہ یہ ہی کہ یہ امراض مزمنہ اگر

عارض ہون اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے پھر قبل برس سے پہلے تو یہ مرض الموت ہی تو اُسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہیں

اسواسطے کہ جب سال کی چارون فصلون مین جنمین مظنہ تھا ہلاک ہونے کا زندہ رہا بچ گیا تو اُسکا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہوگیا مریضون کے حکم مین رہا یہانتک کہ

علاج کے بھی لائق نرہا کذا فی الدرر وقیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائج نفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید بزازیہ بعضون نے کہا کہ مرض الموت یہ ہی کہ آدمی اپنی حاجتون کے واسطے

نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہی تجرید مین کذا فی البزازیہ وفی المختار انہ ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ

اور قول مختار یہ ہی کہ مرض الموت وہ ہی جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہو کذا فی القہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ واذا اجتمع الوصایا

قدم الفرض وان اخرہ الموصی وان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث عنہا اور اگر مجتمع ہون چند قسم کی وصیتین یعنے فرض اور واجب اور

نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اُسکو موصی نے موخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہون فرض یا نفل ہونے مین تو وہ مقدم ہوگا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال

تمام وصایا کی گنجائش نرکھتا ہو ہم قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اُس فرض سے جو حق العبد ہی پھر اُس فرض سے جو حق اللہ ہی پھر واجب پھر نفل ایسا ہی

ہم فقہا سے کذا فی ملتقط وفی حاوی الزیلعی کفارۃ قتل وظہار و یمین مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب دون الفطر والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا اجماعا دون الاول

زیلعی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور قسم کا کفارہ مقدم ہی صدقہ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہی نہ صدقہ فطر کا اور صدقہ

فطر مقدم ہی قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقہ فطر کے اجماع سے نہ قربانی یعنے قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہیں وفی القہستانی عن الظہیریۃ عن الامام

ان اوصی بحج وکفارۃ قتل ثم یمین ثم ظہار ثم افطار ثم النذر ثم الفطر ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج اور قہستانی مین ظہیریہ سے امام ابو یوسف سے

یون مروی ہی کہ ابتدا کیا جائے کفارہ قتل سے پھر کفارہ ظہار سے پھر کفارہ افطار سے پھر نذر سے پھر صدقہ فطر سے پھر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جائے خراج پر

وفی البرجندی مذہب ابی حنیفۃ اخراً ان حج النفل افضل من الصدقۃ اور برجندی مین ہی کہ امام ابوحنیفہ کا پچھلا مذہب یہ ہی کہ حج نفل افضل ہی خیرات سے ہم اول یہ مذہب تھا کہ صدقہ افضل ہی حج سے پھر جب حج کی مشقت امام نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی المطالب اوصی بحج ای حجۃ الاسلام احج عنہ راکبا وصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اسکا وارث یا وصی موصی کی طرف سے حج کرا دے سوار کرکے وہی کے شہر سے ہم اسواسطے کہ موصی پر حج فرض تھا اُس وطن سے سوار ہوکر نہ پیدل تو اسی طرح سے اُسکے نائب پر فرض ہوگا فان لم تبلغ النفقۃ من بلدہ فبمقال رجل احج عنہ بہذا المال ماشیا لایجزیہ قہستانی معزیا للتتمہ سو اگر خرچ کفایت نہ کرے موصی کے شہر سے سواری مرد نے کہا کہ مین حج کرونگا میت کی طرف سے اسی قدر مال قلیل پر پیدل تو یہ حج کفایت نکریگا میت کی طرف سے چنانچہ قہستانی مین ہی تتمہ سے منقول ان کفی النفقۃ ذلک والا فمن حیث یبلغ اگر خرچ کفایت کرے سوار ہوکر وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جس مکان سے کفایت کرے وہان سے سوار کرکے نائب کو حج کے واسطے روانہ کرے وان مات حاج فی طریقہ واوصی بالحج عنہ یحج من بلدہ راکبا وقالا من حیث مات استحسانا ہدایۃ وتبیین وملتقی قلت ومقتضاہ ان قولہ قیاس وعلیہ المتون فکان القیاس ہنا ہو المقدم فافہم اور اگر حج کا جانے والا راہ مین مرگیا اور اُسنے وصیت کی اپنے عوض حج کروانیکی تو حج کروانا چاہیے میت کے شہر سے سوار کرکے اور صاحبین نے کہا جہان سے مرگیا وہان سے چاہیے استحسان کی وجہ سے کذا فی الہدایۃ والتبیین والملتقی مین کہتا ہون اور یہان سے مستفاد ہوتا ہی کہ امام کا قول قیاس ہی اور اسی پر متون فقہ کی مشتمل ہین تو یہان قیاس ہی مقدم ہوا استحسان سے سو اسکو سمجھ رکھ ہم جہان قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہین تو استحسان مقدم ہوتا ہی مگر یہان قیاس ہی مقدم ٹھہرا ان لم یبلغ النفقۃ ذلک والا فمن حیث تبلغ اگر اُسکا خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے کفایت کرے وہین سے سوار کرکے حج کروانا چاہیے بالاتفاق ومن لا وطن لہ فمن حیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہو تو جہان وہ مرگیا وہان سے حج کروانا چاہیے بالاتفاق امام اور صاحبین کے اوصی بان یشتری بکل مالہ عبد فیعتق عنہ عن الموصی ولم تجز الورثۃ بطلت یہ وصیت کی کہ اُسکے مال سے غلام خرید کیا جاوے پھر آزاد کیا جاوے موصی کی طرف سے اور اُسکے وارثون نے اِسکو جائز نرکھا تو وصیت باطل ہی کذا اذا اوصی بان یشتری لہ عبد بالف درہم وثلثہ الالف علی الثالث وقالا یشتری بکل الثالث فی المسئلتین یعنی اسی طرح جبکہ وصیت کی یہ کہ خرید کیا جاوے اُسکے واسطے غلام ہزار درہم سے اور ہزار درہم ثلث مال سے زیادہ ہین تو وصیت باطل ہی اور صاحبین نے کہا کہ تمام ثلث سے دونون صورتون مین غلام خرید کیا جاوے کذا فی المجمع مریض اوصی بوصایا ثم برئ من مرضہ ذلک وعاش سنین ثم مرض فوصایاہ باقیۃ ان لم یقل ان مت من مرضی ہذا فقد اوصیت بکذا کذا فی الخانیۃ بیمار نے چند وصیتین کین پھر وہ چنگا ہوگیا اپنی اس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اُسکی وصیتین باقی ہین اگر اُسنے یون نکہا ہو کہ مین اپنے اس مرض سے مرگیا تو مین نے یہ وصیت کی کذا فی قاضی قاضی خان اوصی بوصیۃ ثم جن ان اطبق الجنون حتی بلغ ستۃ اشہر بطلت والا لا موصی نے وصیت کی پھر وہ مجنون ہوگیا اگر اُسکا جنون دیر تک ٹھہرا یہان تک کہ چھ مہینے تک پہونچا تو وصیت باطل ہی ورنہ باطل نہین وکذا لو اوصی ثم اخذ بالوسواس فصار معتوہا حتی مات بطلت خانیہ اور اسی طرح اگر وصیت کی پھر موصی کو وسواس نے لیا سو وہ بیہوش اور غافل ہوگیا یہان تک کہ مرگیا تو وصیت باطل ہی کذا فی الخانیہ اوصی بان یعار بیتہ من فلان او بان یسقی عنہ الماء شہرا فی الموسم او فی سبیل اللہ فہو باطل فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ خانیہ یہ وصیت کی کہ موصی کا گھر عاریت دیا جاوے فلانے شخص کو یا یہ کہ پانی پلایا جائے موصی کی طرف سے مہینے بھر حج کے موسم مین یا خدا کی راہ مین تو وہ باطل ہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول مین کذا فی الخانیہ کما لو اوصی بہذا التبن لدواب فلان فان الوصیۃ باطلۃ ولو قال یعلف بہا دواب فلان جاز چنانچہ اگر یون وصیت کی کہ یہ بھوسہ فلانے شخص کے جانورون کے لیے خاص ہی تو وصیت باطل ہی اور اگر یون کہا کہ اس بھوسے سے فلانے جانورون کو چارہ دیا جائے تو وصیت جائز ہی ولو اوصی بان ینفق علی فرس فلان کل شہر کذا جاز ولو بطل بیعہا اور اگر یہ وصیت کی کہ فلانے کے گھوڑے پر ہر مہینے مین اسقدر خرچ کیا جائے تو جائز ہی اور گھوڑے

کا بیچ ڈالنا وصیت کو باطل کر دیتا ہے ہم خانیہ مین ہے محمد نے کہا یہ وصیت صاحب فرس کے واسطے ہے کیونکہ اگر گھوڑا مر گیا یا ہلاک ہو گیا اسکو بیچا تو وصیت باطل ہو گی انتہی لو اوصی بسکنی دارہ لرجل ولا مال لہ سواہا جاز و یسکنہا ما دام حیا و لیس للوارث بیع ثلثیہا وقال ابو یوسف لہ ذلک لان القاسم الورثۃ ایضا ولیفرز الثلث خانیہ اور اگر وصیت کی اپنے گھر کی سکونت کی ایک مرد کے واسطے اور موصی کا کچھ مال نہین سوائے اُس گھر کے تو جائز ہے اور موصی لہ کو اُسمین رہنا یعنی تہائی گھر مین رہنا ہے جبتک وہ زندہ رہے اور موصی کے وارث کو اُسکے گھر کی دو تہائیان بیچنا درست نہین اور ابو یوسف نے کہا کہ وہ یعنی بیع ثلثین جائز ہے وارث کو اور یہ بھی جائز ہے کہ وارث وارثون سے تقاسم کر لیا وہ تہائی وصیت کی جدا کر دے کذا فی الخانیۃ ولو اوصی بقطنہ لرجل وبحبتہ لاخر واوصی بلحم شاۃ وبجلدہا لرجل وبجلدہا للاخر واوصی بحنطۃ فی سنبلہا لرجل وبالتبن لاخر جازت الوصیۃ لہما وعلی الموصی لہما ان یدوس ویسلخ الشاۃ اور اگر اپنی کپاس کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اُسکے بنولون کی وصیت کی دوسرے شخص کے لیے اور بہین بکری کے گوشت کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اُسکی کھال کی وصیت کی دوسرے کے واسطے اور وصیت کی اس گیہون کی جو بالیون کے اندر ہے ایک مرد کے واسطے اور بھوسے کی وصیت کی دوسرے کے واسطے تو یہ وصیت دونون مردون کے واسطے جائز ہے اور دونون پر لازم ہے گیہون کا ماڈنا اور بکری کی کھال گوشت سے جدا کرنا ہم اور اسی طرح دونون پر لازم ہے کپاس کا اوٹنا یعنے تاکہ ہر ایک کا حصہ جدا ہو جائے اوصی بثلث مالہ لبیت المقدس جاز ذلک وینفق فی عمارۃ بیت المقدس وفی سراجہ ونحوہ قالوا وہذا یفید جواز النفقۃ من وقف المسجد علی قنادیلہ وسرجہ وان یشتری بذلک الزیت والنفط للقنادیل فی رمضان خانیۃ وصیت کی اپنے تہائی مال کی بیت المقدس کے واسطے تو یہ جائز ہے اور وہ مال خرچ کیا جاے بیت المقدس کی عمارت مین اور اُسکے چراغ مین اور مانند اُسکے علما نے کہا کہ یہ دلیل ہے اسکی کہ مسجد کے وقف سے خرچ کرنا مسجد کی قندیلون اور اُسکے چراغون پر جائز ہے اور یہ جائز ہے کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن قندیلون کے واسطے رمضان مین خرید کیا جاے کذا فی الخانیۃ وفی المجتبی اوصی بثلث مالہ للکعبۃ جاز و یصرف لفقراء الکعبۃ لا غیر وکذا للمسجد والمقدس اور مجتبی مین ہے کہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی کعبۂ شریف کے واسطے تو جائز ہے اور وہ مال کعبۂ معظمہ کے محتاجون کے واسطے صرف کیا جائے نہ اور کام مین اور اسی طرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہے ہم یہ دوسرا قول ہے متن کے مخالف کذا فی المحیط اوصی وفی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جاز لغیرہم اور فقراے کوفہ کی وصیت اُنکے سوا اور محتاجون پر صرف کرنا جائز ہے ہم اور یہی حکم ہے فقراے حاج اور فقراے مکہ کا کذا فی العالمگیریۃ وفی الخانیۃ اوصی بان یعبد یخدم المسجد ویؤذن فیہ جاز و یکون کسبہ لوارث الموصی اور خانیہ مین ہے کہ وصیت کی اپنے غلام کی کہ مسجد کی خدمت کرے اور اُسمین اذان دے تو وصیت جائز ہے اور کمائی اس غلام کی موصی کے وارث کی ہے ولو اوصی بثلث مالہ لاعمال البر لا یصرف ثلثہ لبناء السجن لان اصلاحہ علی السلطان اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کامون کے واسطے کی تو اُسکا تہائی مال قیدخانہ بنانے مین صرف نکیا جائیگا اسواسطے کہ اُسکی اصلاح بادشاہ پر ہے اوصی بان یتخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ کما فی الخانیۃ عن ابی بکر البلخی ہے وصیت کی کہ موصی کی موت کے بعد کھانا تیار کیا جاے لوگون کے واسطے تین دن تو یہ وصیت باطل ہے چنانچہ خانیہ مین ابو بکر بلخی سے مروی ہے وفیہا عن ابی جعفر اوصی باتخاذ الطعام بعد موتہ ویطعم الذین یحضرون التعزیۃ جاز من الثلث ویحل لمن طال مقامہ ومسافتہ لا لمن لم یطل ولو فضل طعام ان کثیرا ضمن والا لا انتہی اور خانیہ مین ابو جعفر سے منقول ہے کہ وصیت کی کھانا تیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کھلایا جائے انکو جو ماتم پرسی کے واسطے آوین تو جائز ہے تہائی مال سے اور وہ کھانا حلال ہے اُسکو جو ماتم داری مین بہت ٹھہرا یا اُسکے مکان کی مسافت دراز ہے نہ اُسکو حلال ہے جسکی مسافت بعید نہین اور نہ زیادہ قیام کیا اور اگر کھانا بچ رہا تو اگر کثیر ہے تو اُسکا تاوان وصی پر ہے اور اگر قلیل ہے تو تاوان نہین انتہی ما فی الخانیۃ قلت وحمل المصنف الاول علی طعام یجمع لہ النائحات لقیۃ ثلثۃ ایام فتکون وصیۃ لمن ینبلت والثانی علی ما کان بغیرہ من مین کہتا ہون اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول کو یعنے ابو بکر بلخی کے قول کو جو بطلان وصیت مین ہے محمول کیا ہے اُس کھانے پر جسکے واسطے نوحہ گر عورتین جمع ہوتی ہین باقی تین دن تک

وصیت ہوئی نوحہ گرون کے واسطے تو باطل ٹھہری اور قول ثانی یعنے ابو جعفر کے جواز وصیت کو اس کہانے پر جو سواے نوحہ گر اور لوگون کے واسطے پکایا جاسے ہم نوحہ گرون کے
واسطے وصیت کا باطل ہونا ظاہر ہے ان پر مقصود نہین کیونکہ وہ لوگ گناہ ہی یعنے تین دن کے بعد بھی نوحہ گری گناہ ہے کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بان
یصلی علیہ فلان او یحمل بعد موتہ الی بلد اخر او یکفن فی ثوب کذا او یطین قبرہ او یضرب علی قبرہ قبۃ او لمن یقرء عند قبرہ شیئا معینا فہی باطلۃ سراجیہ وسنحققہ یعنے وصیت
کی کہ نماز پڑھے اسپر فلانا شخص یا موت کے بعد اسکی لاش کو اٹھا لیجاوین دوسرے شہر کی طرف یا اسکا کفن دیا جاسے فلانے کپڑے مین یا اسکی قبر پر
کہگل کیجاسے یا اسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جاسے یا جو اسکی قبر کے پاس قرآن پڑھے اسکو کچھ معین مال دیا جاسے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیہ
اور ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہم شارح نے وصیت بالخدمت کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ قبر کی کہگل مکروہ نہین اور قرآن پڑھنا قبر پر اور
قاری کو دینا لینا جائز ہے طحطاوی نے کہا دوسرے شہر مین نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہین کہ نقل کرنا مکروہ ہے اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا
مکروہ ہے لہذا اسکی وصیت باطل ہے اوصی بثلث مالہ للہ تعالی فہی باطلۃ وقال محمد تصرف لوجوہ البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدا تعالی کے واسطے
تو یہ باطل ہے امام کے نزدیک اور محمد نے کہا وصیت مذکورہ صرف کیجاسے نیک کامون مین ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ تمام اشیا حق تعالی کی ملک ہین
تو اللہ تعالی کی کچھ وجہ نہین بدون تاویل اور توجیہ کے والتفریع ظاہر کذا فی الطحطاوی قال اوصیت لفلان بالف وہو عشر مالی لم یکن لہ الا الالف
کہا کہ مین نے وصیت کی ہزار درم کی فلانے شخص کے واسطے اور حالانکہ ہزار درم میرے تمام مال کا دسوان حصہ ہے تو موصی لہ کے واسطے سوا ہزار درم کے
کچھ نہین ہم جبکہ ہزار درم ثلث مال سے خارج ہوسکین تو اسکو ہزار درم ملینگے خواہ ہزار دسوین حصہ سے زیادہ ہون یا کم کذا فی الطحطاوی وفی الوصیۃ
لتجمیع ما فی ہذا الکیس وہو الف فاذا فیہ الفان ودنانیر وجواہر فکلہ لہ ان خرج من الثلث مجتبی اور اس قول مین کہ مین نے فلانے کے واسطے وصیت
کی اس تمام مال کی جو اس تھیلی کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درم ہین پھر جو انہین دیکھا تو دو ہزار درم اور اشرفیان اور جواہر ہین تو وہ مال
بالکل موصی لہ کا ہے بشرطیکہ وہ ثلث مال سے خارج ہو وسے کذا فی المجتبی قال لمدیونہ اذا مت فانت بری من دینی علیک صحت وصیۃ ولو قال ان
مت لا یبرأ للمخاطرۃ اپنے مدیون سے کہا کہ جب مین مر جاؤن تو تو بری الذمہ ہے میرے اُس دین سے جو تجھپر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنے بعد موت کے وہ
بری الذمہ ہو جاویگا اور اگر یون کہا کہ اگر مین مر جاؤن تو تو بری الذمہ ہے میرے دین سے تو مدیون بری الذمہ نہوگا مخاطرہ کے سبب سے ہم مخاطرہ
مراد اسپر تعلیق ہے جو ہنوز موجود نہین لیکن اسکا ہونا مترقب ہے کذا فی الطحطاوی یدخل المجنون فی الوصیۃ للمرضی دیوانہ داخل ہے بیمارون کی وصیت مین
یعنے جو مال بیمارون کے واسطے وصیت مین متعین ہوا تو مجنون پر بھی صرف ہوگا اسلیے کہ جنون بھی بیماری ہے وفی الوصیۃ للعلماء یدخل المتکلمون فی بلاد خوارزم
دون بلادنا اور جو مال عالمون کے واسطے وصیت ہوا اسمین ملک خوارزم کے متکلم داخل ہین نہ ہمارے ملک کے متکلم ہم متکلم وہ جو علم عقائد مین گفتگو کرتا ہو
طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکلم شبہات مخالفین کا اتباع نکرتے ہونگے بلکہ لوگون کو اعتقادات واجبہ کی تعلیم کرتے ہونگے اور غیر ملکون کے متکلم شبہات
فلاسفہ وغیرہ کو بیان کیا کرتے ہونگے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضال (گمراہ ۱۲) اور مضل (گمراہ کنندہ ۱۲) ٹھہرے انکو علم الہی سے کچھ نصیب نہین ولو اوصی للعقلاء
یصرف للعلماء الزاہدین لانہم ہم العقلاء فی الحقیقۃ قنیہ اور اگر وصیت کی عقلمندون کے واسطے تو اسکو صرف کرنا چاہیے تارک الدنیا عالمون پر اسلیے کہ
فی الحقیقۃ عقلمند وہی ہین کذا فی القنیہ ہم عاقل انجام بین کو کہتے ہین تو حقیقت مین تارک الدنیا عاقل ہے جسنے دنیاے ناپایدار کا انجام غور کرکے اسکو
چھوڑ دیا طحطاوی نے کہا درالمختار کے نسخون مین بجاے لفظ قنیہ کے فتیہ کا لفظ ہے اور صواب یہ ہے کہ قنیہ ہے اسلیے کہ یہ عبارت قنیہ کی ہے چنانچہ منح الغفار مین ہے
اور اگر ایسا نہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹھہریگی اسلیے کہ آخر فروع مین سراج مذکور ہے واللہ اعلم واعلم ان الوصیۃ فی ید الموصی او ورثتہ بمنزلۃ الودیعۃ سراج
جاننا چاہیے کہ مال وصیت موصی اور اسکے وارثون کے قبضہ مین بجاے امانت کے ہے کذا فی السراج یعنے اگر مال مذکور تلف ہو جاویگا تو انکو ضمان دینا لازم نہوگا

باب الوصیۃ بثلث المال

یہ باب بھی تہائی مال کے وصیت کے مسائل میں ہی اذا اوصی بثلث مالہ لزید و لاٰخر بثلث مالہ ولم تجز الورثۃ فثلثہ لہما نصفان اتفاقا جبکہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت ندی تو تہائی مال دونوں شخصوں مین نصفا نصف ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے ہم ہو اسلئے کہ ثلث مال دونوں کے حق کی گنجایش نہین رکھتا کیونکہ عدم اجازت کی حالت مین تہائی مال سے وصیت زیادہ نہین ہوسکتی اور استحقاق کے سبب مین دونون برابر ہین اور محل شرکت کے قابل ہی لہذا ثلث مال دونون مین نصفا نصف ہوگا کذا فی الزیلعی وان اوصی بثلث مالہ لزید و لاٰخر بسدس مالہ فالثلث بینہما اثلاثا اتفاقا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے اپنے مال کے چھٹے حصہ کی وصیت کی تو تہائی دونوں شخصوں مین تہائی تہائی ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنے دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا وان اوصی لاحدہما بجمیع مالہ و لاٰخر بثلث مالہ ولم تجز الورثۃ ذلک فثلثہ بینہما نصفان لان الوصیۃ باکثر من الثلث اذا لم تجز تقع باطلۃ فیجعل کانہ اوصی لکل بالثلث فینصف اور اگر وصیت کی ایک شخص کے واسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کے واسطے تہائی مال کی اور وارثون نے اسکو جائز نرکھا تو اسکے مال کی تہائی دونوں مین نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت بسبب ورثہ کی اجازت نہوئی تو وہ باطل ٹھہر گئی تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے ہر شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونوں مین نصفا نصف ہوگی یہ مذہب ہی امام کا وقالا اربا عالان الباطل ما زاد علی الثلث فی ضرب الکل فی الثلث فیحصل ارباعا ثلث المال اور صاحبین نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کیے جاوین اسواسطے کہ باطل وصیت وہ ہی جو تہائی پر زیادہ ہو تو کل کو ضرب کرینگے ثلث مین چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال مین قرار دیے جاوینگے علامہ طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہی یعنے اسمین دقت ہی مطلب خیز نہین درر کی عبارت یون ہی کہ صاحبین کے نزدیک چار سہم کیے جاوینگے تین سہم اسکے واسطے جسکے لیے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اسکے لیے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اسواسطے کہ وصیت زائد ثلث پر باین معنی باطل ہی کہ موصی کہ اسکا مستحق نہین ہوتا لیکن وہ معتبر ہی اس امر مین کہ موصی لہ اسکے سبب ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ اسی زائد کے اسلیے کہ اس مطلب کے ابطال کا کوئی موجب نہین تو ثلث کا مخرج تین ہی تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام پر قسمت ہوگیا انتہی مختصرا

ولا یضرب الموصی لہ باکثر من الثلث عند ابی حنیفۃ المراد بالضرب المصطلح بین الحساب عندہ سہام الوصیۃ اثنان فاضرب نصف کل فی الثلث یکون سدسا فلکل سدس المال وعندہما اربعۃ کما قدمنا اور امام کے نزدیک ضرب واقع نکریگا وہ موصی لہ جسکے لیے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب ہی جو اہل حساب مین مصطلح ہی تو امام کے نزدیک وصیت مذکورہ کے سہام دو ہین تو ضرب کر ہر ایک کے نصف کو ثلث مین تو سدس ہوگا ہر شخص کے واسطے مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت کے چار ہین چنانچہ ہمنے انکو آگے بیان کردیا اھ شارح کو یون کہنا اولی تھا فاضرب نصفہما او فاضرب نصیب کل ضرب مصطلح عبارت ہی اس عدد کے حاصل کرنے سے جسکی نسبت احد المضروبین کے ساتھ ویسی جیسے دوسرے کی نسبت ایک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی الا فی ثلث مسائل وہی المحاباۃ والسعایۃ والدراہم المرسلۃ ای المطلقۃ غیر المقیدۃ بثلث او نصف او نحوہما اکثر ثلث کا موصی لہ ضرب نہین کرتا مگر تین مسئلون مین ضرب واقع ہوتی ہی اور وہ تین مسئلے یہین ایک محابات دوسرے سعایت تیسرے دراہم مرسلہ یعنے مطلق دراہم جنہین ثلث یا نصف کی یا انکے سوا اور کوئی قید مذکور نہین ہم محابات لغت عرب مین بمعنی مسامحہ اور عطا کے ہی اور یہان محابات سے مراد وہ بیع ہی جو ثمن معتدل سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی ومن صور ذلک

ان یوصی لرجل بالف درہم مثلا او بمحاباۃ فی بیع بالف درہم او یوصی بعتق عبد قیمتہ الف درہم وہی ثلثا مالہ و لاٰخر بثلث مالہ ولم تجز فالثلث بینہما اثلاثا اجماعا اور کسکے منجملہ مسئلہ کی یہ مثال ہی کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے ہزار درم کی مثلا یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درم ثمن کی ابطریق محابات کے یا وصیت کی اس غلام کے آزادی کی جسکی قیمت ہزار درم ہی اور حالانکہ ہزار درم اسکے تمام مال کی دو تہائیان ہین اور دوسرے شخص کے واسطے تینون مثالون مین اپنے

ثلث مال کی وصیت کی اور وارثون نے یہ وصیت جائز رکھی تو کل مال کی تہائی دونون موصی لہ مین تین تہا و بالاتفاق ہوگی یعنے دو سہم ہزار درم کے موصی لہ کو
اور ایک سہم تہائی کی موصی لہ کو ہم ماتن نے اپنی شرح مین کہا کہ محابات کی صورت یہ ہو کہ ایک مرد کے دو غلام ہین ایک کی قیمت ۳۰ درم ہو اور دوسرے کی
۶۰ درم سواسنے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درم پر بیچ ہو اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درم پر بیچ ہوا اور موصی کا سوا ان دو غلامون کے کچھ اور مال
نہین ہو تو زید کے حق مین ۲۰ درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق مین ۴۰ درم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہ مین تین تہا و ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ
۲۰ درم پر بیچا جائیگا اور دس درم اسکے واسطے وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۴۰ درم پر اور ۲۰ درم اسکی وصیت ہوئی تو زید اور عمرو نے تہائی سے
بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہو گیا اور سعایت کی صورت یہ ہو کہ موصی نے دو غلامون کو آزاد کیا جنکی قیمت ویسی ہی ہو جو محابات مین مذکور ہو چکی اور
اسکا کچھ مال غلامون کے سوا نہین تو اول کے واسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کے واسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سہام تین تہا و ہونگے ایک سہم اول کا اور
دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسیطرح انہین پر مقسوم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہو اور وہ سعایت اور کوشش کریگا ۲۰ درم مین اور ثانی غلام
ثلث آزاد ہوگا وہ ۲۰ درم ہو اور سعایت کریگا ۴۰ درم مین تو ہر ایک موصی لہ نے ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہو ثلث پر اور دراہم مرسلہ کی صورت یہ ہو کہ زید کے
واسطے وصیت کی ۳۰ درم کی اور دوسرے کیلئے وصیت کی ۶۰ درم کی اور اسکا کل مال ۹۰ درم ہو اور وارثون نے اس وصیت کو جائز رکھا تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی
وصیت کے تو اول شخص ثلث کو ثلث مال مین ضرب کریگا اور ثانی مال کی ثلثین مین کذا فی الطحطاوی للحمصنا وبمثل نصیب ابنہ صحت لہ ابن اولا اور اپنے فرزند کے
حصہ کے مانند وصیت کی تو صحیح ہو خواہ اسکا بیٹا ہو یا نہو و بنصیب ابنہ لا لولہ ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصہ کی وصیت کی تو اسواسطے وصیت کی تو صحیح نہین
اگر اسکا بیٹا موجود ہو ہم اسواسطے کہ حصہ فرزند کا قرآن سے ثابت ہو پھر جب اسکی وصیت اور شخص کے واسطے ہوئی تو اسنے فرض الٰہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہوگا کذا فی المنح
بخلاف مسئلہ سابقہ کے اسواسطے کہ مثل شیء مغائر شیء ہو وان لم یکن لہ ابن صحت عنایہ وجوہرہ زاد فی شرح التکملۃ وصار کانہ اوصی بنصیب ابن لو کان انتہی
اور اگر موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایہ والجوہرہ شرح تکملہ مین اتنا زیادہ کہا ہو اور یہ ہو گیا مانند اسکے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی
اگر وہ ہوتا انتہی ما فی شرح التکملۃ وفی المجتبی ولو اوصی بمثل نصیب ابن لو کان فلہ النصف انتہی اور مجتبی مین ہو اور اگر وصیت کی نصیبہ فرزند اگر
وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہو انتہی ما فی المجتبی ہم لیکن زیادہ عن الثلث اجازت ورثہ پر موقوف ہو ونقل المصنف عن السراج ما یخالفہ فتنبہ
اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبی کے مخالف ہو ہم مجتبی مین نصف مال مذکور ہو اور سراج مین ثلث مسطور ہو کذا فی الطحطاوی ولہ فی الصورۃ
الاولی ثلث ان اوصی مع ابنین اور موصی لہ کے واسطے پہلی صورت مین تہائی ہو اگر موصی نے دو فرزندون کے ساتھ وصیت کی یعنی دو فرزندون کے ساتھ
موصی لہ کے لیے مثل حصہ فرزند کے وصیت کی تو اسکو تہائی مال ملیگا گو یا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا ولہ النصف مع ابن واحد ان اجاز اور موصی لہ کے واسطے
ایک فرزند کے ساتھ نصف ہو اگر فرزند جائز رکھے وللبنات کالبنین اور بیٹیون کے مانند بیٹیون کا حکم ہو ہم یعنے اگر مثل حصہ دختر وصیت کی اور اسکے ایک بیٹی ہو تو موصی لہ
کو نصف ہو اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہو کذا فی المنح والاصل انہ متی اوصی بمثل نصیب بعض الورثۃ یزاد مثلہ علی سہام الورثۃ مجتبی اور قاعدہ یہ ہو کہ جب وصیت کرے
کسی وارث کے حصہ کے برابر سلف کی تو ورثہ کے سہام پر اسی حصہ کا مثل زیادہ کر لیا چاہیے کذا فی المجتبی چنانچہ اوپر کی مثالون مین فصل گذرا و بجزء او سہم من مالہ
فالبیان الی الورثۃ یقال لہم اعطوہ ما شئتم ثم النسبۃ بین الجزء والسہم عرفناہ اما اصل الروایۃ فخلافہ اور وصیت کی اپنے مال مین سے ایک جزء یا ایک
سہم کی تو اسکا بیان وارثون کی طرف ہو تو وارثون سے کہا جاویگا کہ موصی کو وہ جتنا تمہارا جی چاہے دیدو پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جزء و سہم کے بیچارا
متاخرین کا عرف ہو اور اصل روایت تو اسکے مخالف ہو ہم وارثون کو بیان اسواسطے مفوض ہوا کہ جزء و سہم کا مدلول مجہول ہو قلیل و کثیر کو شامل ہو اور وصیت جہالت سے ممنوع
نہین اور وارث موصی کے اسکے قائم مقام ہین بیان مراد مین شرح وقایہ مین ہو کہ سہم عبارت ہو سدس سے امام کے قول مین بنا بر عرف بعض اشخاص کے منح الغفار مین ہو کہ

افزا نصیبہ اور بعض او ربعض او رحظ اور شی کا سہم اور جزء کے مانند ہی کذا فی الطحاوی وان قال سدس مالی لہ ثم قال ثلثہ لہ و اجازوا لہ ثلث ای
حصۃ الثلث فقط وان اجازت الورثۃ لدخول السدس فی الثلث مقدما کان او مؤخرا اتفاقا بالتیقن وبہذا اندفع سوال صدر الشریعۃ واشکال ابن الکمال اور اگر بولا
کہ میرے مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ فلانے شخص کے واسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اُسکے واسطے ہی اور اُسکے وارثون نے اجازت دی تو موصی لہ کے واسطے
تہائی مال ہی یعنی اُسکا حق فقط ثلث ہی اگرچہ وارثون نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث مین خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ مؤخر اتفاقا بسبب تیقن کے
سبب سے اور اس تقریر سے صدر الشریعۃ کا سوال اور ابن کمال کا اشکال دفع ہو گیا ہم صدر الشریعۃ کا خلاصۂ سوال یہ ہی کہ ثلث اور سدس کا قول اگر اخبار ہی تو
کذب ہی اور اگر انشا ہی تو وجہ یہ ہی کہ موصی لہ کے واسطے نصف مال واجب ہو اسواسطے کہ ثلث اور سدس نصف ہوتا ہی خلاصہ جواب یہ ہی کہ وصیت مین احتمال ہی کہ
سدس ثلث مین داخل ہو اور یہ بھی احتمال ہی کہ داخل نہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول سدس کا ثلث مین بالیقین ہی لہذا یہی معتبر ہوا اور دوسری
وجہ یہ ہی کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہین تو موصی کے کلام کا محمل صحیح یہ ہی کہ نصف کا ارادہ مراد نہو وفی سدس مالی مکررا بسدس مالی لان المعرفۃ
اذا اعیدت معرفۃ اور اس وصیت مین کہ سدس مالی کا لفظ مکرر کہا تو موصی لہ کے واسطے سدس ہی اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکور ہوا معرفہ کو کلام عرب مین ہم یعنی یون کہا کہ میرا سدس
مال اُسکے واسطے ہی پھر بھی کہا کہ میرا سدس مال اُسکا ہی خواہ اُسی مجلس مین مکرر کی یا دوسری مجلس مین تو سدس اُسکا حق ہی اسواسطے کہ اعادہ معرفہ مین ثانی عین
ہوتا ہی اول کا اور یہان معرفہ لفظ ہی سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہی مال کی طرف وبثلث دراہمہ او غنمہ او ثیابہ متفاوتۃ او غیر متفاوتۃ لکن الدراہم او العبید
ان ہلک ثلثاہ فلہ جمیع مابقی فی الاولین ای الدراہم والغنم اور موصی کے دراہم یا اُسکی بھیڑ بکریون یا اُسکے مختلف کپڑون کی یا اُسکے غلامون کے
ثلث کی وصیت مین اگر دو ثلث تلف ہو جاوین تو موصی لہ کے واسطے وہ ہی جو سب باقی رہگیا اول دو مثالون مین یعنے درہمون مین اور بھیڑ بکریون مین شارح نے
کہا اور اگر کپڑے متحد الجنس ہین تو وہ درہمون کے مانند ہین ہم یعنے موصی نے کہا کہ میرے ثلث دراہم یا ثلث غنم فلانے کے واسطے ہین پھر درہم اور غنم کی دو تہائیان
تلف ہو گئین تو موصی لہ کے واسطے تمام الباقی ہی مثلاً اگر نو درہم مال تھا اسمین چھ درہم ضائع ہو گئے تو باقی تین درہم موصی لہ کا حق ہی ان خرج من ثلث باقی جمیع ماله
ای جلبی اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع باقی کو موصی لہ پاویگا کذا ذکرہ اخی جلبی وثلث الباقی فی الآخرین ای الثیاب
والعبید وان خرج الباقی من ثلث کل المال اور پچھلی دو مثالون مین یعنے کپڑون اور غلامون مین باقی کا ثلث ہی موصی لہ کے واسطے اگرچہ باقی تمام مال کی
تہائی سے نکلے ہم یعنے اگر نو کپڑے ہم قیمت یا نو غلام ہم قیمت ہین اور اُنمین سے چھ کپڑے یا چھ غلام ضائع ہو گئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنے
ایک کپڑا یا ایک غلام موصی لہ کا ہی برخلاف درہم اور غنم کے کہ اُنمین جمیع مابقی موصی لہ کا حق ہی وکالاول کل متحد الجنس کمکیل او موزون وثیاب
متحدۃ وضابطہ ماتقسم جبرا وکالثانی کل مختلف الجنس وضابطہ مالا یقسم جبرا اور اول یعنے درہم اور غنم کی مانند ہی ہر چیز متحد الجنس چنانچہ کیلی اور وزنی
اور کپڑے ایک قسم کے اور قاعدہ کلیہ اُسکا یہ ہی کہ اُس چیز کی قسمت زبردستی ہو سکتی ہو اور ثانی یعنے ثیاب اور عبید کے مانند ہی ہر چیز مختلف الجنس اور اُسکا
قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ وہ چیز قسمت پذیر نہوتی ہو زبردستی سے ہم اشیاء متحد الجنس اگر وارثون مین مشترک ہون اور بعض وارث قسمت کے طالب ہون اور بعضے
نہ چاہتے ہون تو قاضی انکو تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہین تو انمین تقسیم جبری نہوگی وبالف ولہ دین من جنس الالف وعین فان
خرج الالف من ثلث العین دفع الیہ اور موصی نے ہزار درم کی وصیت کی اور حالانکہ اُسکا مال دین ہی لوگون پر ہزار درم کی جنس سے اور عین بھی ہی
تو اگر ہزار درم عین کی تہائی سے نکلے تو اُسکو دیدیا جاوے ہم یعنے اگر اُسکا تین ہزار کا متروکہ نقد ہی تو اُسی نقد مین سے ایک ہزار درم موصی لہ کو دیدیا جاویگا
والا یخرج فثلث العین یدفع لہ وکلما خرج شئ من الدین یدفع الیہ ثلثہ حتی یستوفی حقہ وہو الالف اور اگر ہزار درم نہ نکلین نقد متروکہ سے
تو تہائی نقد کی اُسکو دیجاوے اور جسقدر دین سے وصول ہوتا جاوے تو اُسکی تہائی سے اسکو ملتی جاوے یہان تک کہ اُسکا حق ہزار درم

پورے ہو جاویں ہم مثلاً القدر مثر وکہ ۳۰۰ درم ہو تو ایکسو درم موصی لہ کو دینا اور جسقدر دَین وصول ہوتا جاوے اُسکی تہائی دیتے رہیں ہزار درم کے بھرنے تک
وثلثہ لزید وعمر و ہو ای عمر و میت لزید کلہ لان کل الثلث والاصل ان المیت او المعدوم لا یستحق شیئا فلا یزاحم غیرہ وصار کما لو اوصی لزید وجدار
اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمر وکے واسطے اور حالانکہ عمر و مردہ ہو تو زید کے واسطے پوری تہائی ہی اور اُسکا قاعدہ یہ ہی کہ میت یا معدوم چیز
مستحق نہین ہوتی کسی چیز کی تو غیر کی مزاحم اور مانع نہوگی اور وہ قول اُس قول کے مانند ہی کہ اگر وصیت کی زید اور دیوار کے واسطے ہذا اذا خرج المزاحم
من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب یخرج بحصتہ والا یسلم للآخر کل الثلث لثبوت الشرکۃ یہ یعنی استحقاق کل ثلث کا اُسوقت ہی جبکہ
مزاحمت کرنے والا نکلے اصل وصیت سے لیکن جبکہ مزاحم نکلے صحت ایجاب کے بعد تو اپنا حصہ لیکر نکلیگا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث ندیا جاویگا ثبوت
شرکت کی وجہ سے کما لو قال ثلث مالی لفلان وفلان ابن عبد اللہ ان مت وہو فقیر فمات الموصی وفلان ابن عبد اللہ غنی کان لفلان
نصف الثلث چنانچہ اگر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال مثلاً زید اور خالد بن عبد اللہ کے واسطے ہی اگر مین مرون اور خالد محتاج ہو پھر موصی مر گیا اور حالانکہ خالد
بن عبد اللہ مالدار ہی تو زید کے واسطے نصف ثلث ہوگا ہم اسواسطے کہ خالد جو مالدار ہو گیا وصیت مین داخل تھا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مالداری کی وجہ سے
تو اس صورت مین زید پوری تہائی نپاویگا وکذا لو مات احدہما قبل الموصی وفرّ وحکبیرۃ اور اسی طرح اگر ایک موصی لہ مر گیا موصی کے پہلے تو دوسرا موصی لہ نصف ثلث پاویگا
اور اس اصل کی بنا مین بحث ہی ہم از انجملہ یہ ہی کہ اگر یون کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہی اگر عبد اللہ اس گھر مین ہو اور حالانکہ عبد اللہ گھر مین نہین تو
زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا ابطال حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہین کذا فی المنح واصلہ المعول علیہ انہ متی دخل فی الوصیۃ ثم
خرج لفقد شرطہ لا یوجب الزیادۃ فی حق الآخر ومتی لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاہلیۃ کان الکل للآخر ذکرہ الزیلعی اور اُسکا قاعدہ معتمد علیہ یہ ہی
کہ جب موصی لہ وصیت مین داخل ہوا پھر وصیت سے نکل گیا فقدان شرط کے سبب سے تو یہ دوسرے موصی لہ کے حق مین زیادہ ہو جانے کا موجب نہین ہوتا اور جبکہ وصیت
مین داخل ہی تہو افقدان اہلیت کی وجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہی زیلعی نے وقیل العبرۃ لوقت موت الموصی والیہ یشیر کلام الدرر تبعا
للکافی حیث قال او ولد بکر فمات ولدہ قبل موت الموصی الخ آخرہ اور بعضون نے کہا موت موصی کے وقت کا اعتبار ہی اور اسی کی طرف درر کا کلام باتباع
کافی کے مشیر ہی چنانچہ صاحب درر نے کہا ہی کہ اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کے واسطے پھر بکر کا فرزند مر گیا موصی کی موت سے پہلے الی آخرہ ہم صاحب درر کا
تمام کلام یہ ہی یا وصیت کی زید کے واسطے اور بکر کے محتاج فرزندون کے واسطے اور بشرط فوت ہو گئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہی ان صورتون مین
اسواسطے کہ معدوم او میت کسی چیز کا مستحق نہین ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت مین انتہی اور اسکی مانند فتاوے
عالمگیری مین مبسوط سرخسی سے منقول ہی کذا فی الطحطاوی لکن قول الزیلعی فیما مر اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب الخ صریح فی اعتبار حالۃ الایجاب
وقیل فیہ روایتان لیکن زیلعی کا قول کلام گذشتہ مین یعنے جبکہ مزاحم خارج ہو جائے بعد صحت ایجاب کے الی آخرہ صریح ہی حالت ایجاب کی اعتبار مین
نہ موت موصی کے اعتبار مین اور بعضون نے کہا کہ اسمین دو روایتین ہین ولو قال بین زید وعمرو وہو میت لزید نصفہ لان کلمۃ بین توجب التنصیف حتی
لو قال ثلثہ بین زید وسکت فلہ نصفہ ایضا اور اگر موصی بولا کہ میرا ثلث مال مابین زید اور عمرو کے ہی اور حالانکہ عمرو مردہ ہی تو زید کو نصف ثلث
ملیگا اسواسطے کہ لفظ بین کا تنصیف کا موجب ہی یہان تک کہ اگر موصی بولا کہ ثلث مال مابین زید کے اور چپ ہو گیا دوسرے شخص کو ذکر نکیا
تو بھی زید کو نصف ہی ملیگا وثلثہ وہو ای الموصی فقیر وقت الوصیۃ لہ ثلث مالہ عند موتہ سواء اکتسبہ بعد الوصیۃ او قبلہا لما تقرران الوصیۃ
ایجاب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنے والا محتاج ہی وصیت کے وقت تو موصی لہ کے واسطے اُسکا ثلث
مال ہی یعنے اُس مال کا ثلث جو موصی کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اُسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے اسواسطے کہ

ثابت ہو چکا ہے کہ وصیت بعد موت سے ہم کو ثابت ہو ہیں جب موت سے ہم طرف رد کی ہے کہا کہ یہ تھا کہ فقیر کی قید مذکور نہ ہوتی تا اطلاق صحیح ہوتا فافہم لو کان المولی علیہ بأنہ ۔۔۔

تو معاملہ یہی ۔۔۔ وقت لیگا جبکہ وصیت کی چیز معین یا نوع معین نہو اما اذا اوصی بعین او بنوع من مالہ کشاۃ من غنمہ فہلکت قبل موتہ

بطلت لانہ تعلقہا بالعین فتبطل بہلاکہا یعنی اگر وصیت معین چیز کی ہو یا کسی ایسی نوع کی وصیت کی جو اسکے مال سے ہو جیسے بکریوں میں سے ایک بکری کی وصیت کی پھر

وہ ہلاک ہو گئی موصی کے مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہو گئی کیونکہ وصیت عین سے متعلق ہوئی تھی تو وصیت باطل ہوگی اسکے فوت ہو جانے سے اگرچہ اسکے

سوا اسکے پاس دوسری غنم ہو ۔۔۔ غنم کو حاصل کیا ہو ولو لم یکن لہ غنم عند الوصیۃ فاستفاد ہا ثم مات صحت فی الصحیح لان تعلقہا بالنوع کتعلقہا

بالمال اور اگر موصی کے پاس وصیت کے وقت غنم نہوں پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر مر جائے تو وصیت صحیح ہے قول صحیح میں اسلئے کہ تعلق وصیت کا نوع سے

ایسا ہے جیسے وصیت کا تعلق مال سے یعنی وجود عند الموت کا اعتبار ہے ولو قال لہ شاۃ من مالی ولیس لہ غنم یعطی قیمۃ الشاۃ اور اگر کہا کہ زید کے واسطے

ایک گوسپند ہے میرے مال سے اور حالانکہ اسکی ملک میں بھیڑ بکری کا گلہ نہیں ہے تو اسکو گوسپند کی قیمت دیجاوے گی لان الاضافۃ الی المال دلت علی ان مرادہ الوصیۃ بمالیۃ الشاۃ ولو قال لہ شاۃ من غنمی ولا غنم لہ فالوصیۃ باطلۃ

شاۃ ولہ غنم یا باطل ہے بخلاف اس قول کے کہ اسکے واسطے ایک گوسپند ہے میری غنم یعنی بکریوں میں سے اور حالانکہ اسکی ملک میں غنم نہیں ہے تو اسکو گوسپند کی بھی

نہیں تو وصیت باطل ہے اور وجہ فرق بین المسئلتین یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب گوسپند کو مال کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ مالیت گوسپند کی وصیت مراد ہے اور

مالیت حاصل ہوتی ہے مطلق مال میں اور دوسری صورت میں جب گوسپند کو غنم کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ عین گوسپند مراد ہے اور اسکے پاس کوئی گوسپند کی

غنم کا ایک فرد قرار دیا وکذا لو لم یضفہا الی مالہ ولا غنم لہ وقیل تصح اور اسی طرح اگر گوسپند کو اپنے مال کی طرف مضاف نکیا اور حالانکہ اسکے پاس غنم نہیں ہے تو وصیت

باطل ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہے وکذا الحکم فی کل نوع من انواع المال کالبقر والثوب ونحوہما یعنی اور اسی طرح گوسپند کی مانند حکم ہے ہر قسم

میں اقسام مال سے چنانچہ گائے بیل اور کپڑا اور مانند انکے کذا فی الزیلعی ومن اوصی بثلثہ لامہات اولادہ وہن ثلث وللفقراء والمساکین فلہن ای لامہات الاولاد

ثلاثۃ اسہم من خمسۃ وسہم للفقراء وسہم للمساکین وعند محمد یقسم اسباعا لان لفظ الفقراء والمساکین جمع واقلہ اثنان قلنا ال الجنسیۃ تبطل الجمعیۃ اور اگر وصیت

کی اپنی امہات اولاد کے واسطے اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تہائی مال کی اور حالانکہ ام ولد تین ہیں تو انکے واسطے تین سہم ہیں پانچ سہموں سے

اور فقیروں کے واسطے ایک سہم ہے اور مسکینوں کے واسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصے ہو کر اسواسطے کہ فقرا اور مساکین کا لفظ

جمع ہے اور اقل جمع دو ہیں ہم جواب کہتے ہیں امام کی طرف سے کہ فقرا اور مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمع ہونے کو باطل کر دیتا ہے یعنی تو یہاں ظاہر

میں جمع کا صیغہ ہے اور حقیقت میں مفرد ہے وبثلثہ لزید وللمساکین لزید نصفہ وللمساکین نصفہ وعند محمد اثلاثا کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور مساکین کے

واسطے تو زید کے لیے نصف ہے ثلث کا اور مساکین کے واسطے نصف باقی ہے اور محمد کے نزدیک تین حصے ہونگے ایک حصہ زید کا اور دو حصے مساکین کے واسطے اسلیے کہ اقل

جمع دو ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اوصی بثلثہ لزید وللفقراء والمساکین قسم اثلاثا عند الامام وانصافا عند ابی یوسف واخماسا عند محمد اختیار اور اگر وصیت کی

اپنے تہائی مال کی زید اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہو کر امام کے نزدیک اور دو حصے ہو کر ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہو کر محمد کے نزدیک

کذا فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کان لہ صرفہ الی مسکین واحد وقال محمد لا الا الی اثنین بناء علی ما مر فلا یجوز صرفہ للمساکین لاقل من اثنین عندہ والخلاف

فیما اذا لم یشر الی المساکین فلو اشار الیہم جاز وقال ثلث مالی لہذہ المساکین لم یجز صرفہ لواحد اتفاقا اور اگر وصیت کی مسکینوں کے واسطے تو وصی کو جائز ہے

اسکا صرف کرنا ایک مسکین پر یعنی بطلان جمعیت کی وجہ سے اور محمد نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیل گذشتہ یعنی اقل جمع دو ہیں تو جو مال کہ مساکین

کے واسطے ہو اسکا صرف کرنا دو مسکینوں سے کمتر پر جائز نہیں محمد کے نزدیک اور یہ خلاف اس صورت میں ہے جبکہ موصی نے مساکین کی طرف اشارہ کر کے معین نہیں کر دیا

سو اگر ۔۔۔ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہے تو اسکا صرف کرنا ایک مسکین کی طرف بالاتفاق امام اور محمد کے جائز نہیں ہے

ولو اوصی لفقراء بلخ قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ جاز عند ابی یوسف وبہ الفتوی خلافاً لمحمد رحمہ اللہ اور اگر وصیت کی بلخ کے فقیرون کے واسطے سو وصی نے اسکا سہ اور فقیرون کو دیا
تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصہ برخلاف امام محمد رحمہ اللہ کے ولو اوصی لرجل بمائۃ ولآخر بمائۃ ثم قال لآخر اشرکتک معہما فلہ ثلث کل مائۃ لتساوی
انصباہما اذا کانت المساواۃ ممکنۃ لاثبات المساواۃ اور اگر وصیت کی سو درم کی ایک مرد کے واسطے اور سو درم کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے سے کہا کہ
کہ میں نے تجھکو شریک کر دیا ان دونون مردون کے ساتھ تو تیسرے مرد کے واسطے ہر ایک کی تہائی ہے اسواسطے کہ پہلے دو مردون کا حصہ برابر ہے تو ممکن ہو گئی تینون کی
برابری تو ہر مرد کو سو کی دو تہائیان ملینگی ولو اوصی لرجل باربعمائۃ ولآخر بمائتین ثم قال لآخر اشرکتک معہما فلہ نصف ما لکل منہما لتفاوت انصباہما فی
تعذر المساواۃ اور اگر مثلاً ۴۰۰ درم کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور دوسو درم کی وصیت کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے کہا کہ میں نے تجھکو
ان دونون کے ساتھ شریک کر دیا تو تیسرے مرد کو ہر ایک کے حصہ سے نصف ملیگا بسبب متفاوت ہونے دونون کے حصون کے تو تیسرا مرد دونون کے برابر ہوگا ہم
جبکہ دونون کا حصہ متفاوت ہو تو تینون حصون کی برابری ممکن نہین تو شرکت کو حمل کیا ثالث کی مساوات پر دونون کے ساتھ تاکہ لفظ اشتراک کا مفہوم لغوی
صحیح ہووے ولو اوصی لرجل بثلث مالہ ثم قال لآخر اشرکتک او ادخلتک معہ فالثلث بینہما لما ذکرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر
دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھکو شریک کیا اسکے ساتھ یا تجھکو داخل کر دیا اسکے ساتھ تو تہائی مال دونون مین نصفا نصف ہے بدلیل مذکور یعنی شرکت مقتضی ہے
کی دونون مین مساوات ممکن ہے وان قال لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ فانہ یصدق الی الثلث استحسانا اور اگر اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے
شخص کا مجھپر دین ہے تو اسکی تصدیق کیجیو تو اسکی تصدیق کیجاویگی باعتبار وجوب کے تہائی مال تک استحسانا ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ اصل حق دین ہے اور مقدار
اسکی بطریق وصیت کے ثابت ہو سکتی ہے اور قیاس یہ ہے کہ تصدیق نہووے اسواسطے کہ مدعی کی تصدیق نہین ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشریعۃ بخلاف قولہ کل من
ادعی علی شیئا فاعطوہ لانہ خلاف الشرع برخلاف اس قول کے جو شخص مجھپر کسی چیز کا دعوی کرے تو اسکو دیجیو تو اسمین تصدیق نہوگی اسلیے کہ یہ خلاف شرع ہے
ہم یعنے تصدیق مدعی کی بلا حجت خلاف شرع ہے الا ان یقول ان رای الوصی ان یعطیہ فیجوز من الثلث ویصیر وصیۃ مگر یہ کہ قائل مذکور یون کہے کہ اگر
وصی اسکا دینا مناسب اور مصلحت دیکھے تو تہائی مال سے دینا جائز ہے اور یہ قول وصیت ہو جاویگا ہم وصیت ہو جانے کی یہ وجہ ہے کہ اسنے وصی کو تفویض کیا
کذا فی الطحاوی ولو قال ما ادعی فلان من مال فہو صادق فان کان سبق منہ دعوی فی شیء معلوم فہو لہ والا لا کذا فی المجتبی اور اگر بولا کہ فلانا شخص جو دعوی کرے
مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر اس شخص سے کوئی دعوی شیء معین مین سابق ہو چکا ہو تو وہ شیء مدعی کی ہے اور اگر تقدیم دعوی نہین تو وہ چیز اسکی نہین
کذا فی المجتبی فان اوصی بوصایا مع ذلک ای مع قولہ لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ عزل الثلث لاصحاب الوصایا والثلثان للورثۃ
پھر اگر موصی نے چند وصیتین کین اسکے ساتھ یعنے اس قول کے ساتھ جو اسنے اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اسکی تصدیق کیجیو تو تہائی
مال جدا کیا جاویگا وصیت والون کے واسطے اور دو تہائیان جدا ہونگی وارثون کے واسطے ہم یعنے ایک شخص نے اپنے وارثون سے کہا کہ فلان شخص کا
مجھپر دین ہے تو اگر وہ دعوی کرے تو اسکی تصدیق کرنا پھر اس قول کے بعد اسنے چند اشخاص کے واسطے وصیتین کین تو اسکے مال سے تہائی اہل وصایا
کے لیے جدا کرنا چاہیئے اور دو تہائیان وارثون کے لیے اسواسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہین اور دین مجہول ہے تو معلوم کا افراز ضرور ہوگا تاکہ معلوم کی
تسلیم ہو نہ مجہول پر وقیل لکل من اصحاب الوصایا والورثۃ صدقوہ فیما شئتم والباقی من الثلث فللوصایا اور کہا جاویگا اہل وصایا
اور وارثون کے ہر فریق سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جسقدر چاہو اور جو باقی رہے تہائی سے وہ اہل وصایا کا ہے ہم پھر جبکہ ہر فریق نے
اقرار کیا تو معلوم ہو گیا کہ ترکہ مین دین ہے تو دونون حصون مین تو ہر فریق کا اقرار اسکے حصہ مین نافذ ہوگا کذا فی الکافی فان قیل الدین والمکان مقدم
علی الحقین الا انہ مجہول اور دین اگرچہ مقدم ہے وصیت اور میراث کے دونون حقون پر مگر وہ مجہول ہے معلوم نہین ہم یہ جواب سوال مقدر کا ہے کہ دین تو

وصیت اور میراث پر مقدم ہے پھر اسکی کیا وجہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیاں جدا ہوئین بدون اعتبار دین کے تو اسکا جواب یہ ہے کہ عدم تقدم دین یہاں اسکے عدم تعیین کے سبب سے ہوئی وطریق تعیینہ ما ذکرا ور دین مذکور کے مقرر اور معین ہو جانے کا طریقہ وہ ہے جو مذکور ہو گیا یعنے تصدیق فریقین کی فیوخذ اہل الوصایا بثلث ما اقروا بہ والورثۃ بثلثی ما اقروا بہ والباقی لھم تو جسقدر دین کا وارثون نے اقرار کیا وہ انکی دو تہائیون سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے اقرار کیا وہ انکی تہائی سے لیا جاویگا اور جو باقی رہیگا بعد دین ادا کرنے کے وہ انکا ہے یعنے جو دو تہائیون مین باقی رہیگا وہ وارثون کا ہے اور جو کہ تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل وصایا کا ہے ویحلف کل علی العلم لو ادعی الزیادۃ اور ہر فریق قسم کھاوے اپنی دانست پر اگر مدعی کچھ زیادہ دعوے کرے یعنے ہر فریق یون قسم کھاوے کہ واللہ ہم اسی قدر دین کو جانتے ہین قلت لکن لو کانت الوصایا دون الثلث ہل یعزل الثلث کاملا ام بقدر الوصایا لم ارہ باقی رہا یہ احتمال کہ اگر وصیتین تہائی مال سے کم ہو تو کیا پوری تہائی نکال رکھی جاویگی یا بقدر وصیت کے مین نے اسکی تصریح کتب فقہ مین نہین دیکھی ویبقی ایضا ہل یلزمہم ان یصدقوہ فی اکثر من الثلث یراجع ابن الکمال اور یہ بھی احتمال باقی ہے کہ آیا انکو لازم ہے کہ مقرلہ کی تصدیق کرین ثلث سے اکثر مین اسکے واسطے ابن کمال کی طرف رجوع کرنا چاہیے ہم یہ اصل اعتراض ہے زیلعی کا سوا ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض بدون جواب کے ذکر کیا ہے اور بعضون نے ضعیف جواب دیا جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی مختصرا ولاجنبی ووارثہ او قاتلہ تنصف الوصیۃ وبطل وصیۃ للوارث والقاتل لانہما من اہل الوصیۃ علی ما مر ولذا تصح باجازۃ الورثۃ اور اگر وصیت کی اجنبی شخص اور اپنے وارث یا اپنے قاتل کے واسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملیگی اور اسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق مین باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملیگا نہ کل اسواسطے کہ وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہین بنا بر اس قول کے جو گذر گیا اور اسی واسطے وصیت وارث اور قاتل کے واسطے صحیح ہو جاتی ہے وارث کی اجازت سے ہم برخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کے واسطے وصیت کی تو سبکا مالک زندہ ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہین تو مزاحم بھی نہوگا بخلاف ما اذا اقر بعین او دین لوارثہ ولاجنبی حیث لا یصح فی حق الاجنبی ایضا لانہ اقرار بعقد سابق بینہما فاذا لغا بعضہ لغا باقیہ ضرورۃ برخلاف اسکے جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے کیونکہ وصیت صحیح نہین اجنبی کے حق مین بھی اسلیے کہ یہ اقرار ہے عقد سابق کا یعنے دونون کی شرکت کا زمانہ ماضی مین پھر جبکہ بعض لغو ہو گیا تو باقی بھی بالضرور لغو ٹھہرا اھ عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ وصیت انشاء تصرف ہے یعنے وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہے اور اقرار اخبار ہے موجود سابق سے اور حالانکہ اسنے خبر دی ہے وصف شرکت زمانہ ماضی مین تو اب اقرار کا اثبات بدون شرکت کے نہین ہو سکتا کیونکہ اسکی خبر کے مخالف ہے اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتھ ممکن ہے اسواسطے کہ وارث اسمین شریک ہوا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا قیل ہذا اذا تصادقا فان انکر احدہما شرکۃ الآخر صح اقرارہ فی حصۃ الاجنبی عند محمد وعندہما یبطل فی الکل لما قلنا زیلعی بعضون نے کہا یہ یعنے عدم صحت اقرار اسوقت ہے جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرے پھر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصہ مین صحیح ہوگا محمد کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سبکے حصے مین باطل ہے اسوجہ جو ہمنے بیان کی کذا فی الزیلعی ولو اوصی بثیاب متفاوتۃ جید ووسط وردی لثلاثۃ انفس لکل منہم ثوب فضاع منہا ثوب ولم یدر ای ہو والوارث یقول لکل منہم ہلک حقک بطلت الوصیۃ لجہالۃ المستحق کوصیۃ لاحد ہذین الرجلین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور ناقص متفاوت کپڑون کی تین شخصون کے واسطے ہر آدمی کے لیے ایک کپڑا پھر ان تینون کپڑون سے ایک کپڑا ضائع ہو گیا اور معلوم نہین کہ کونسا تلف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہے ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہوگئی مستحق کے معلوم نہونے سے جیسے ان دو مردون مین سے ایک مرد کے واسطے وصیت باطل ہے یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کے واسطے مین

وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہو جاویگی بسبب جہالت کے کیونکہ معلوم نہیں کہ کس شخص کے واسطے وصیت کی الا ان یسلموا او یسلموا بالقی منہما فتعود صحیحۃ
لزوال المانع وہو الجہالۃ مگر یہ کہ موصی کے وارث سب مل کر باقی کپڑوں کو تسلیم کریں تو وصیت صحیح ہو جاویگی مانع صحت کے زوال سے یعنی وارثوں کا
انکار مانع تھا صحت کا تسلیم سے زائل ہو گیا فلو قسم [illegible] الجید ثلثاہ ولذی الردی ثلثاہ ولذی الاوسط ثلث کل واحد منہما لان التسویۃ بقدر
الامکان تو جو عمدہ کپڑے والا ہے اسکے واسطے عمدہ کی دو تہائیاں اور ناقص والے کے واسطے ناقص کی دو تہائیاں اور متوسط کپڑے والے کے واسطے دونوں کپڑوں
میں سے ایک ایک تہائی تقسیم کیا جاویگی اس واسطے کہ برابری کرنا واجب ہے بقدر امکان کے و (اوصی) احد الشریکین ببیت معین من دار مشترکۃ و قسم ووقع
فی حظہ فہو للموصی لہ والا فلہ مثل ذرعہ [illegible] فان رجع الی آخرہ [illegible]
دو شریکوں میں سے ایک شریک نے مشترک گھر سے ایک معین کوٹھری کی وصیت کی اور وہ گھر بانٹا گیا اور وہ کوٹھری موصی کے حصے میں پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے
اور اگر موصی کے حصے میں واقع نہ ہوئی تو [illegible] کوٹھری کے برابر [illegible] وہ موصی لہ کو دیا جاویگا [illegible] کی شرح کی ہے تو اگر باقی
[illegible] پھر اگر کوٹھری [illegible] والاقرار بیت معین من دار مشترکۃ مثلہا ای مثل الوصیۃ فی الحکم مذکور اور
اقرار کرنا معین کوٹھری کا مشترک گھر میں [illegible] یعنی اگر ایک شریک نے یہ اقرار کیا کہ کوٹھری فلاں شخص کی ہے پھر اس گھر کی تقسیم ہوئی اور وہ
کوٹھری مقر کے حصے میں واقع ہوئی تو اسکا مالک مقر لہ ہو گا اور اگر دوسرے کے حصے میں پڑی تو اسکے برابر دینا ہو گا تو یہاں وصیت اور اقرار کا یکساں حکم ہے
و (بالف) معین بان کانت ودیعۃ عندہ من مال آخر فاجاز رب المال الوصیۃ بعد موت الموصی ودفعہ الیہ صح اور ہزار درہم معین یعنی کسی
دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت ہیں وصیت کی پھر بعد موت کے موصی کی اس وصیت کو مالک نے جائز رکھا اور ہزار درہم موصی لہ کو تسلیم کیے تو درست ہے
ولہ المنع بعد الاجازۃ لانہا اجازۃ تبرع فلا یلزم من تسلیم و اما بعد الدفع فلا رجوع [illegible] اور مال کو بعد اجازت وصیت کے ہزار درہم کا دینا
جائز ہے اس واسطے کہ اسکو اجازت دینا بطریق احسان کے تھا اسپر واجب نہ تھا تو اسکو جائز ہے کہ تسلیم سے باز رہے اور تسلیم کرنے کے بعد تو اسکا پھیر لینا جائز نہیں
کذا فی شرح التکملۃ بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتل او لوارث فاجازہا الورثۃ حیث لا یکون لہم المنع بعد الاجازۃ بل یجبرون
علی التسلیم لما تقرران المجاز لہ یتملکہ من قبل الموصی عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز بخلاف اسکے جبکہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے
قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر اسکے وارثوں نے وصیت کو جائز رکھا اس واسطے کہ یہاں وارثوں کو اجازت کے بعد منع جائز نہیں بلکہ اپنے زبردستی ہوگی
تسلیم کرنے پر اس واسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ جائز رکھنے کے لیے اجازت واقع ہوئی موصی لہ کا مالک ہوتا ہے موصی کی جانب سے ہم حنفیوں کے نزدیک
اور امام شافعی کے نزدیک وہ مالک ہوتا ہے اجازت دینے والے کی طرف سے ہم اسواسطے کہ وصیت اپنے مخرج میں صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک میں واقع ہوا ہے مانع تھا
وارثوں کے حق سے پھر جب وارثوں نے اجازت دی تو انکا حق ساقط ہو گیا تو وصیت نافذ ہو گئی موصی کی طرف سے کذا فی الدرر وان اقر احد الابنین بعد القسمۃ
بوصیۃ ابیہ بالثلث صح اقرارہ فی ثلث نصیبہ [illegible] لانہ اقر بثلث شائع فی کل الترکۃ وہی بیدہما فیکون مقرا بثلث ما بیدہ وثلث ما بید اخیہ
اور اگر دو فرزندوں میں سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت ترکہ کے تو اسکا اقرار اسکے حصے کی تہائی
میں صحیح ہو نہ اسکے نصف حصے میں اس واسطے کہ فرزند نے موصی لہ کے واسطے تمام ترکہ میں ثلث شائع کا اقرار کیا ہے اور ترکہ دونوں فرزندوں کے
پاس ہے تو وہ مقر اس مال کی تہائی کا جو اسکے پاس ہے اور اس مال کی تہائی کا جو اسکے بھائی کے پاس ہے یعنی تو اسکا اقرار اسکے حق میں مقبول ہو نہ اسکے بھائی کے حق میں [illegible]
بالو اقر احدہما بدین علی ابیہما حیث یلزمہ کلہ لتقدم الدین علی المیراث بخلاف اسکے کہ اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اس واسطے کہ اسکو
تمام دین دینا لازم ہوگا بسبب مقدم ہونے دین کے میراث پر تو مقر لہ مقر سے تمام ترکہ لیگا تا استیفا دین اور اگر فاضل ہوگا تو مقر کو دیگا

اور وصیت کا اقرار ایسا نہیں ہے اسلیے کہ موصی لہ وارثون کا شریک ہے تو موصی لہ کچھ نہ پاویگا جبتک وارث کو دونا نہ ملے کذا فی المنح و بامتہ فولدت بعد موت الموصی ولدا وکلاہما یخرجان من الثلث فہما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانے کے بعد اور لونڈی اور اسکا بیٹا موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہین تو وہ دونون موصی لہ کے ہین والا یخرجا اخذ الثلث منہما ثم منہ لان التبع لا یزاحم الاصل وقالا یاخذ منہما علی السواء اور اگر دونون ثلث مال سے نہ نکلین تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اسکے ولد سے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین نے کہا کہ دونون برابر لیگا ہر صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درم اور ایک لونڈی ہے ۳۰۰ درم کی قیمت کی سو اُسنے لونڈی کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درم ہے تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیان لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت مین بالتبع داخل ہے اور تابع ہونا وصیت سے بسبب انفصال کے اور امام کی دلیل یہ ہے کہ مان اصل ہے اور لڑکا تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہین ہوتا تو اگر دونون مین وصیت نافذ ہو تو بعض اصل مین وصیت قائم نرہی اور یہ جائز نہین ہے کذا فی الطحطاوی ہذا اذا ولدت قبل القسمۃ وقبول الموصی لہ فلو بعدہا فہو للموصی لہ لانہ نماء ملکہ وکذا لو بعد القبول وقبل القسمۃ علی ما ذکر القدوری یہ حکم مذکور اسوقت ہے جبکہ لونڈی قسمت ترکہ اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر بعد قسمت اور بعد قبول کے جنی ہے تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اسواسطے کہ اُسکی ملک کی بڑھوتی ہے اور اسیطرح لڑکا موصی لہ کا ہے اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہوا ہو بنا برُس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہے و او قبل موت الموصی فللورثۃ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثون کا ہے یعنے اسواسطے کہ وہ وصیت کی تحت مین داخل ہوا اور میت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العالمگیریۃ ولکسبہا کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمائی ولد کے مانند ہے حکم مذکور مین

باب العتق فی المرض

یہ باب ہے بیمار کے آزاد کرنے مین هم چونکہ اعتاق فی المرض بمعنی وصیت ہے اسواسطے کہ وہ تبرع ہے اُسوقت مین جبکہ وارثون کا حق متعلق ہوگیا لہذا اُسکو کتاب الوصایا مین مذکور کیا لیکن اُسکو صریح وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح اصل ہے یعتبر حال العقد فی تصرف منجز ہو الذی اوجب حکمہ فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہے تصرف منجز مین منجز وہ ہے جو اسپنے حکم کو فی الحال واجب کردے هم اور تصرف مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سو آگے مذکور ہوگا فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ تو اگر تصرف منجز صحت کی حالت مین ہو تو اُسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کی حالت مین ہو تو اُسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد التصرف الذی ہو انشاء ویکون فیہ معنی التبرع حتے ان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال و النکاح فیہ ینفذ بقدر مہر المثل من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے حالت مرض مین مراد اُس سے وہ تصرف ہے جو انشا ہے اور اُسمین تبرع کا معنی ہے تو مرض مین دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہے اور نکاح مرض مین بقدر مہر مثل کے نافذ ہے کل مال سے هم اقرار سے احتراز ہے انشا سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہے نہ انشائی اور نکاح احتراز ہے معنی تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہے لیکن اُسمین تبرع نہین ہے و المضاف الی موتہ وہو ما اوجب حکمہ بعد موتہ کانت حر بعد موتی او ہذا لزید بعد موتی من الثلث وان کان فی الصحۃ اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کی طرف مضاف ہے وہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت مین واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہ ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے چنانچہ یون کہنا اپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا یہ چیز زید کی ہے میری موت کے بعد و مرض صح منہ کالصحۃ اور جس بیماری سے عاقد چنگا ہو جاوے وہ صحت کے مانند ہے هم اسلیے کہ وارث اور غیرہم کا حق متعلق نہین ہوتا مریض کے مال سے مگر اُسکے مرض الموت مین اور چنگا ہو جانے سے ظاہر ہوگیا کہ اُسکا مرض جو تھا مرض الموت نہ تھا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح مجتبی ثم رمز حد التطاول سنۃ وفی المرض

المقعد والمفلوج والمسلول قاعدا اور اپاہج اور مفلوج اور مسلول کا مرض جب متطاول اور مزمن ہو جاوے اور اسکو بستر پر نہ ڈالے تو وہ تندرست کے برابر ہی احکام شرعی میں کذا فی المجتبیٰ پھر صاحب مجتبیٰ نے تطاول مرض کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ ایک سال ہو اور مرض معتبر کی حد وہ ہی جو مباح کر دے نماز کو بیٹھکر ہم مرض معتبر جس مرض میں نفوذ تصرف انشاء کا ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی الطحطاوی اعتاقہ ومحاباتہ وہبتہ ووقفہ وضمانہ کل ذلک حکمہ کحکم وصیۃ مریض کا اعتاق اور محابات اور ہبہ اور اسکا وقف اور ضامن ہونا اس میں ہر ایک کا وصیت کے حکم کے مانند ہے ہم عقود مذکورہ وصیت نہیں ہیں بلکہ وصیت کے مشابہ ہیں اسواسطے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد الموت سے اور یہ تصرفات منجز ہیں فی الحال لیکن چونکہ مرض میں واقع ہوے تو در حکم وصیت ہو گئے حق ورثہ کے تعلق کی وجہ سے محابات کی صورت یہ ہے کہ سو درم کی چیز ۵۰ درم کو بیچے یا ۵۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کرے تو قیمت مثل سے زائد خرید میں اور قیمت مثل سے ناقص بیع میں اسی کا نام محابات ہے کذا فی الطحطاوی فیعتبر من الثلث کما قدمنا فی الوقف ان وقف المریض المدیون بمحیط باطل فلیحفظ ویحرر پس جبکہ تصرفات مذکورہ وصیت کے مانند ہوے تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ ہمنے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف میں یہ کہ مریض مدیون بدین محیط کا وقف باطل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور تحریر و تنقیح کرنا چاہیے ویزاحم اصحاب الوصایا فی الضرب اور اہل وصایا سے مزاحمت واقع ہوگی ضرب میں یعنی عتق اور محابات وغیرہ ... اور تقسیم اور مضمون ... صاحب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال سب کو کافی ہے ہو گیا فہو المراد ورنہ حصہ رسد لینگے اور قیمت میں ہر ایک حصہ معتبر ہوگا مزاحمت کا مطلب یہی تحریر کھلا ہے کذا فی الطحطاوی ولم یسع العبد ان اجیز عتقہ لان المنع لحقہم فیسقط بالاجازۃ اور غلام سعی نکریگا اپنے استخلاص میں اگر اسکے عتق کی اجازت ہو گئی وارثوں کی طرف سے اسواسطے کہ منع عتق تھا وارثوں کے حق کے سبب سے تو وہ ساقط ہو جاویگا انکی اجازت سے فان حابی فحرر وضاق الثلث عنہما فہی ای المحاباۃ احق پھر اگر مریض نے محابات کی پھر غلام کو آزاد کیا اور اسکا ثلث مال محابات اور اعتاق سے تنگی کرتا ہے یعنے تہائی میں دونوں تصرف کی گنجایش نہیں ہے تو وہ یعنے محابات مقدم ہے اعتاق پر ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ۲۰۰ درم کی قیمت کا غلام ایک سو درم کو بیچا پھر اس غلام کو جسکی قیمت سو درم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچھ مال نہیں سوا ان دو غلاموں کے تو ثلث مال یعنی سو درم محابات میں صرف ہونگے کذا فی الدرر وبعکسہ بان حرر فحابی استویا اور اول صورت کے بالعکس یعنے اول اعتاق کیا پھر محابات کی تو دونوں برابر ہیں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ جس غلام کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا پھر وہ غلام جسکی قیمت دو سو درم ہے سو درم کو بیچا تو ثلث مال یعنے سو درم کی تقسیم دونوں میں نصفا نصف ہوگی تو عبد معتق نصف قیمت آزاد ہوگا اور نصف قیمت میں سعی کریگا اور صاحب محابات دوسرے غلام کو ۵۰ درم دیکر خرید کریگا کذا فی الدرر وقالا عتقہ اولی فیہما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونوں صورتوں میں مقدم ہے وصیۃ بان یعتق عنہ بہذا المائۃ عبد لا تنفذ الوصیۃ بالباقی ان ہلک درہم لان القربۃ تتفاوت بتفاوت قیمۃ العبد اور مریض کی وصیت اسطرح پر ہے کہ اسکی طرف سے غلام آزاد کیا جاوے ان سو درموں سے خرید کرکے تو وصیت نافذ نہوگی باقی درموں سے اگر ایک درم بھی سو درموں سے تلف ہو جاوے اسواسطے کہ تقرب الی اللہ متفاوت ہو جاتا ہے قیمت عبد کے تفاوت سے بخلاف الحج برخلاف حج کی وصیت کے یعنے اگر وصیت کی کہ اسقدر درموں سے میری طرف سے حج کیا جاوے پھر ان درموں سے ایک درم یا زیادہ تلف ہو گئے تو وصیت قائم ہے باطل نہیں وقالا ہما سواء اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونوں وصیتیں صحیح ہیں کوئی باطل نہیں وتبطل الوصیۃ بعتق عبدہ بان اوصی بان یعتق الورثۃ عبدہ بعد موتہ ان جنی بعد موتہ فدفع بالجنایۃ کما لو بیع بعد موتہ بالدین اور باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کے آزادی کی یعنے یوں وصیت کی کہ وارث اسکے غلام کو اسکے مرنے کے بعد آزاد کریں تو وصیت باطل ہوگی اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت میں دیا گیا چنانچہ اس صورت میں وصیت باطل ہو جاتی ہے اگر وہ بیچا گیا موت کے بعد موصی کے دین میں ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہے موصی اور موصی لہ کے حق پر اور اسی طرح دائن کا حق مقدم ہے وان فدی الورثۃ العبد لا تبطل

وکان الفداء فی اموالہم بالتزامہم اور اگر وارثوں نے غلام کا فدیہ دیا تو وصیت باطل ہوگی اور یہ فدیہ دینا وارثوں کے اپنے مال میں ہوگا انکے التزام کے سبب یعنی انھوں نے اپنے اوپر خود لازم کرلیا تو وہ تبرع کنندہ ہے ولو اوصی بثلث ماله لآخر ترک عبدا فاقر کل من الوارث والموصی له ان المیت اعتق
ہذا العبد فادعی انہ عتق فی الصحة الخ فمن کل المال ورد فی الوارث عتقہ فی المرض الخ فمن الثلث و اقدم علی الوصایا الخ لان
استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی کسیکے واسطے اور ایک غلام چھوڑا اسوا اقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک نے اس
میت نے اس غلام کو آزاد کیا تھا پھر بکر نے دعوے کیا آزادی کا کہ صحت میں آزاد ہوا تمام مال سے نافذ ہوا اور وارث نے
اسکی آزادی کا دعوے کیا مرض موت میں تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر تو اسوا اسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہے مگر ثلث
مال کی وصیت پر مقدم ہے کذا فی الدرر تو وارث کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا بکر اسطے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہے تو وارث کا قول معتبر ہوگا قسم کے
کے ساتھ ولا شیء لہ یعنی بکر کے لئے کچھ نہیں ہے کذا فی منح المتن والشرح فلا شیء سوی لبکر لان الذکور ولو قال ہو الامر ان الا وصم الزید غیرہ المنفذ الا وصیہ
تا الخ والعبد مسلم اور بکر کے واسطے کچھ نہیں اسی طرح متن اور شرح کے نسخوں میں الا شیء لہ بغیر قوم کے ہے کتا ہوں یوں کہنا چاہیے ہو و الاشیء
لبکر یعنی بکر کے واسطے کچھ نہیں اسوا اسطے کہ اس مسئلہ میں لفظ بکر کا اول مذکور ہوا الا امر یہ کہ قوم نے مفقود ہونا ہے اس مسئلہ میں زید کی تشکیل
دی ہے مصنف نے اور تمثیل کو بدلا اور آخر میں تغییر بھول گیا و العبد مسلم الا ان یفضل من ثلثہ شیء من قیمۃ العبد مگر یہ کہ موصی کے ثلث مال سے
کچھ زیادہ بچے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو بکر لیگا مثلا ثلث مال ہزار درہم ہو اور غلام کی قیمت ۵۰۰ درہم ہو تو ۵۰۰ درہم بکر کو ملینگے او لتقوم حجتہ علی
ذلک او قال الموصی لہ یقصم الا بینۃ حقہ وکذا العبد اگر اسکی بینت قائم ہو کیونکہ اسوقت یہ کہ اعتاق صحت میں تھا اسوا اسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہے کیونکہ
وہ اپنے حق کا مثبت ہے اور اسی طرح غلام بھی مدعی ہے ولو ادعی رجل دینا علی المیت وادعی العبد عتقا فی الصحة ولا مال لہ غیرہ فصدقہما الوارث
یسعی فی قیمتہ ویدفع الی الغریم وقالا یعتق ولا شیء فی الشیء اور اگر دعوے کیا ایک مرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوے کیا صحت میں اور
حالانکہ میت کا کچھ مال نہیں ہے سوا اسکے اس غلام کے سو وارث نے دونوں قریبوں کی تصدیق کی تو غلام سعی کریگا اپنی قیمت کے ادا کرنے میں اور وہ قیمت
صاحب دین کو دیگا اور صاحبین نے کہا کہ غلام آزاد ہو جاویگا اور کچھ کوشش نہ کریگا امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ دین اور عتق ساتھ ہی ظاہر ہوئے وارث کی
تصدیق سے ایک کلام میں تو گویا ساتھ ہی واقع ہوئے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہیں امام کی دلیل یہ ہے کہ دین کا اقرار قوی تر ہے عتق سے ولہذا جمیع
احوال کل مال سے معتبر ہے اور اقوی مدفوع نہیں ادنے سے اور اسکا مقتضی یہ ہے کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہیں
تو اسکو بالمعنی منتقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر ملخصا وعلی ہذا الخلاف لو ترک ابنا والف درہم فادعیا رجل دینا وآخر ودیعۃ
وصدقہما الابن قالا الف بینہما نصفان عندہ وقالا الودیعۃ اقوی اور یہ بر خلاف مذکورہ کے اگر میت نے ایک بیٹا اور ہزار درہم چھوڑے
سو ان درہموں کے دین ہونے کا ایک مرد نے دعوے کیا اور دوسرے نے انکی ودیعت ہونے کا دعوے کیا اور میت کے فرزند نے دونوں کی
تصدیق کی تو ہزار درہم دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہیں امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہے دین سے ہم اس مسئلہ
میں او ودیعت میں خلاف ہے بر خلاف مسئلہ سابقہ کے تو علی ہذا الخلاف کہنا شارح کا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الہدایۃ فقال عندہ
الودیعۃ اقوی وعندہما سواء والاصح ما ذکرنا کما فی الکافی وتمامہ فی الشرنبلالیہ فقط میں کہتا ہوں اور ہدایہ میں اسکے بالعکس کہا ہے و دلیل کہا ہے کہ امام کے
نزدیک ودیعت قوی تر ہے اور صاحبین کے نزدیک دین اور ودیعت برابر ہے اور صحیح تر وہ قول ہے جو ہم نے ذکر کیا چنانچہ کافی میں ہے اور اسکا پورا بیان
شرنبلالیہ میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرنبلالیہ میں یوں ہے کہ صاحب ہدایہ نے پہلے بزرگوں نے خلاف امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی

باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم

یہ باب ہی وصیت اقارب وغیرہم کے بیان مین جارہ ہو الملاصق و قالا ہو من یسکن فی محلتہ ویجمعہم مسجد المحلۃ وہو استحسان وقال الشافعی الجار الی اربعین دارا من کل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہی جو اسکے گہر مین ملاصق اور متصل ہو اور صاحبین نے کہا کہ جو ایک محلہ مین رہتا ہو اور محلہ کی مسجد انکی جامع ہو یعنی اسی مسجد مین سب اہل محلہ نماز پڑہتے ہون اور یہ قول صاحبین کا استحسان ہی اور امام شافعی نے کہا کہ پڑوسی چالیس گہر تک ہر طرف سے ہم کہتے ہیں کہ جسنے املا مین کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایون کے واسطے تو یہ وصیت اسکے گہر کے ملاصقین کے واسطے ہی خواہ انکے دروازے قریب ہون یا بعید امام کے نزدیک کذا فی العینی وصہرہ کل ذی رحم محرم من عرسہ کآبائہا واعمامہا واخوالہا واخوانہا وغیرہم لانہ ہو تفسیرہ وہی من کے عتبہ او مقتدہ من تبتی اور آدمی کا صہر یعنے سسرال کے لوگ وہ ہین جو مرد کی جورو کے محرم قرابت دار ہین چنانچہ عورت کے باپ دادے اور اسکے چچے اور اسکے ماموں اور اسکی بہنین اور انکے سوا اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد مرگیا ہو اور وہ عورت اسکے نکاح مین یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو فلو من بائن لا یستحقہا وان ورثت منہ سو اگر عورت طلاق بائن کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہو گا اگرچہ عورت زوج کی وارث ہوگی قال الحلوانی ہذا فی عرفہم واما فی عرفنا فیختص بابویہا عنایہ وغیرہا واقرہ القہستانی قلت لکن جزم فی البرہان وغیرہ بالاول واقرہ فی الشرنبلالیۃ حلوانی نے کہا کہ یہ صہر کی تعریف متقدمین کے عرف مین تہی اور ہمارے عرف مین تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہی یعنے خسر اور خوشدامن کذا فی العنایہ وغیرہا اور قہستانی نے اسکو ثابت رکہا ہی مین کہتا ہون لیکن برہان وغیرہ مین اول قول پر یقین کیا ہی اور شرنبلالیہ مین اسکو ثابت رکہا ہی ثم نقل عن العینی ان قول الدرایۃ وغیرہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث قلت فلیحفظ ہذہ الفائدۃ پھر شرنبلالیہ مین عینی شارح ہدایہ سے یہ نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہ قول کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ حضرت صفیہ سے نکاح کیا صحیح اور ٹھیک یہ ہی کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا مین کہتا ہون تو اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہیے عینی نے سنن ابوداؤد وغیرہ سے نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصہ مین واقع ہوئین انہون نے انکو مکاتب کیا ادائے بدل کتابت کے واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئین حضرت نے انسے نکاح کیا جب اصحاب نے یہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری کے اصحاب کے حصے مین آئے تھے انہون نے انکو آزاد کر دیا حضرت کے اکرام کے واسطے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصہار ہین اور وہ ننانوے خانہ دار تھے انتہی مختصرا وختنہ زوج کل ذی رحم محرم منہ کازواج بناتہ وعماتہ اور انسان کا ختن اسکے ہر محرم عورت کا شوہر ہی جیسا کہ انکی بیٹیون اور پہپہیون کے شوہر شارح نے کہا متن کے نسخون مین اسی طرح کل ذی رحم واقع ہی اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہی وکذا کل ذی رحم من ازواجہن قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا الصہر ابو المرأۃ وامہا والختن زوج المحرم فقط زیلعی وغیرہ زاد القہستانی وینبغی فی دیارنا ان یختص الصہر بابی الزوجۃ والختن بزوج البنت لانہ المشہور اور اسی طرح ختن عبارت ہی بنات اور عمات کے شوہرون کے ہر قرابت دار سے بعضون نے کہا یہ تعریف صہر اور ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہی اور ہمارے عرف مین صہر خسر اور خوشدامن ہی اور ختن فقط محرم کا شوہر ہی کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے اتنا زیادہ ذکر کیا ہی اور ہمارے ملک مین یون لائق ہی کہ صہر خسر پر خاص کیجیے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنے داماد پر خاص کیجیے اسواسطے کہ اب یہی مشہور ہی ہم اشارہ اسطرف ہی کہ دیار ہندی کا رواج اور عرف معتبر ہی اور ایک ملک کا عرف دوسرے ملک پر جاری نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی واہلہ زوجتہ وقالا کل من فی عیالہ ونفقتہ غیر ممالیکہ وقولہما استحسان شرح تکملۃ قالہ ابن الکمال وہو مؤید بالنص قال اللہ تعالی فنجیناہ واہلہ الا امرأتہ انتہی قلت ویؤیدہ فی المطولات اور اہل عبارت ہی اسکی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اسکے عیال اور نفقہ مین داخل ہو سوا اسکی لونڈی اور غلام کے وہ اسکے اہل ہین

اور قول صاحبین کا استحسان ہے یعنی تو یہی قول راجح ہے کذا فی شرح التکملہ ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول مؤید بنص قرآنی ہے اللہ تعالی نے فرمایا کہ ہم نے
نجات دی لوط اور اسکے اہل کو سوائے اسکی عورت کے انتہی تو میں کہتا ہوں اور جواب اس استدلال کا امام کی طرف سے بڑی کتابوں میں مذکور ہے مثلہ استدلال
مذکور کا جواب یہ ہے کہ قرینہ عموم کا وہاں موجود ہے یعنی استثنا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت زوجہ کے واسطے بدلیل نص قرآنی قال تعالی وسار
باہلہ وقال لاہلہ امکثوا وسمتہ قد یعم الاہل بالزوجة کذا اور مطلق مصروف ہوتا ہے حقیقت مستعملہ کی طرف کذا فی الطحطاوی عن المحیط و آل اہل بیتہ وقبیلتہ التی ینسب الیہا
فیدخل فیہ کل من ینسب الیہ من قبل ابائہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام سوی الاب الاقصی لانہ مضاف الیہ قہستانی عن الکرمانی
اور آدمی کی آل عبارت ہے اسکے اہل بیت اور اسکے اس قبیلہ سے جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہے اور اسوقت میں یعنی جبکہ آل سے اہل بیت اور قبیلہ
مراد ہو تو آل میں داخل ہے ہر ایک وہ شخص جو موصی کی طرف منسوب ہے اسکے باپ دادا کی جانب سے اسلام میں اسکے پہلے سرے کے باپ تک یعنی پدر اقصی
کے سوا اسواسطے کہ پدر اقصی مضاف الیہ ہے یعنی اور وصیت نہیں مگر مضاف کے واسطے کذا فی القہستانی عن الکرمانی اور پدر اقصی اسلام میں مثلا علی یا عباس
رضی اللہ عنہما لہذا اگر علوی نے وصیت کی اپنی آل کے واسطے تو اسمیں داخل ہے جو علی مرتضی کی طرف منسوب ہے نسب کے باپ کی جانب سے نہ وہ شخص جسکا ننہال
سادات میں الاقرب والابعد والذکر والانثی والمسلم والکافر والصغیر والکبیر فیہ سواء تو قریب تر اور بعید تر اور مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر
اور صغیر اور کبیر آل میں سب برابر ہیں ویدخل فیہ الغنی والفقیر ان کانوا لا یحصون کما فی الاختیار اور آل میں غنی اور فقیر داخل ہیں اگر وہ منحصر نہوں
کذا فی الاختیار عبارت اختیار کی یہ ہے وان کانوا لا یحصون کذا فی الطحطاوی عن المکی یعنی آل غنی اور فقیر سب داخل ہیں اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہوں اور
یہی حق ہے سہو کاتب سے واو ساقط ہو گیا ویدخل فیہ ابوہ وجدہ وابنہ وزوجتہ کما فی شرح التکملہ یعنی اذا کانوا لا یرثونہ اور آل میں داخل ہے موصی کا باپ
اور دادا اور اسکا بیٹا اور اسکی زوجہ کذا فی شرح التکملہ یعنی جبکہ وہ اسکے وارث نہوں عدم میراث کی قید اسواسطے لگائی کہ وصیت نافذ ہوتی ہے غیر وارث
کے حق میں ولا یدخل فیہ اولاد البنات واولاد الاخوات ولا احد من قرابة امہ لان الولد ینسب لابیہ لا لامہ اور موصی کی آل میں داخل نہیں اسکی
بیٹیوں کی اولاد اور نہ اسکی بہنوں کی اولاد اور نہ کوئی وہ شخص جو اسکی ماں کا قرابت دار ہے اسواسطے کہ بیٹا باپ کے نسب میں داخل ہوتا ہے نہ ماں کے نسب میں
وجنسہ اہل بیت ابیہ لان الانسان یتجنس بابیہ لا بامہ اور موصی کی جنس اسکے باپ کے اہلبیت ہیں اسواسطے کہ انسان ہمجنس ہوتا ہے اپنے باپ کا
نہ اپنی ماں کا ہم غایة البیان میں ہے کہ جنس عبارت ہے نسب سے اور نسب معتبر ہے باپ کی طرف سے وکذا اہل بیتہ واہل نسبہ کالہ وجنسہ فحکمہ حکمہا اور اسیطرح
موصی کے اہل بیت اور اسکے اہل نسب اسکی آل اور اسکی جنس کی مانند ہیں تو اہلبیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کے مانند ہے ولو اوصت
المرأة لجنسہا او لاہل بیتہا لا یدخل ولدہا لان ولد المرأة ینسب الی ابیہ لا الیہا اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہل بیت کے واسطے
وصیت کی تو اس عورت کا بیٹا وصیت میں داخل نہیں اسواسطے کہ بیٹا اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ ماں کی طرف الا ان یکون ابوہ
ای الولد من قومہا فحینئذ یدخل لانہ من جنسہا درر وکافی وغیرہما قلت ومفادہ ان الشرف من الام فقط غیر معتبر کما فی اواخر فتاوی ابن نجیم
افتی شیخنا الرملی نعم لہ مزیة ما فی الجملة یعنی مگر جبکہ باپ اس فرزند کا اس عورت موصیہ کے باپ کی قوم سے ہو تو اسوقت میں اس عورت کا بیٹا بھی وصیت میں
داخل ہوگا اسواسطے کہ وہ اسکا ہم جنس اور ہم نسب ہے کذا فی الدرر والکافی وغیرہما میں کہتا ہوں تو اس تقریر سے یہ مفاد ہوا کہ شرف یعنی سیادت
فقط ماں کی طرف سے غیر معتبر ہے چنانچہ فتاوے ابن نجیم کے اواخر میں مذکور ہے اور اسی کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے ہاں یہ البتہ ہے کہ
سیدہ کے فرزند کو فی الجملہ مزیت اور بزرگی ہے اسپر جسکی ماں سیدہ نہیں لاتصالہ بالبضعة الہاشمیة کذا فی الطحطاوی ہم فتاوے عالمگیری میں بدائع سے
منقول ہے کہ حسب اور نسب مخصوص ہے پدر سے نہ مادر سے جسکی ماں سیدہ ہو اور باپ سید نہو تو اسکو زکوة کا مال لینا حرام نہیں اور وہ ہاشمیہ کا کفو اور

له اور پہلا [illegible]

ہمسر نہیں اور اسپر وہ مال نہیں جو سادات پر صرف ہوا اور یہ صحیح ہے ہو اور یہ صحیح ہے کہ کل نسب باب ابی الی ولا سیما الا کان من فاطمۃ رضی اللہ عنہا (قول) تو ان اگرچہ عورت کا نسب معتبر ہو اور یہ صحیح ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا چنانچہ لفظ حدیث میں ہے اسکی انتہی کذا فی المحیط وان اوصی لاقاربہ او لذوی قرابتہ کذا فی النسخ فلت صوابہ لذوی او لارحامہ او لانسابہ فہی للاقرب فالاقرب من کل ذی رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے یا اپنے قرابت والوں کے واسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل الانساب کے واسطے تو یہ وصیت ذی قریب تر کے واسطے پھر اسکے بعد جو اسکے قریب تر ہو موصی کے ہر قرابت دار محرم سے شارح نے کہا ہے کہ نسخوں میں اسی طرح لذی قرابتہ مرقوم ہے میں کہتا ہوں لذوی قرابتہ یعنی جمع ٹھیک ہے اور لذی قرابتہ مفرد ہے اور یہ بمنزلہ اپنے نسخہ کے ہے لہذا شارح نے صیغہ جمع کو صواب کہا اور مترجم نے اسی وجہ سے صیغہ جمع کا ترجمہ کیا ولا یدخل الوالدان فی ذلک وکذا الولد فی ظاہر الروایۃ والولد لوصیہ میں بکلی اور فرق کیا نفیہ عموم قولہ اوارث اور اقارب کی وصیت مذکورہ میں ماں باپ اور بیٹا اور وارث موصی کا داخل نہیں اگرچہ والدین اور فرزند ممنوع المیراث ہوں بسبب کفر یا ملکیت کے چنانچہ عموم وارث سے ثابت ہوا یا بمضمون آیۃ اگر جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ تو انکا ہم دے جیسا کہ تفسیر نے بھی ذکر کیا ہے کہ اہل لغت کے ہمیشہ نزدیک قریب اسکو کہتے ہیں جو غیر سے تقرب کرے اور شخص کے واسطے سے اور تقرب والد کا ولد سے بنفسہ ہے الا بغیرہ کذا فی الزیلعی واما الجد وولد الولد فیدخل فی ظاہر الروایۃ وقیل لا والاختیار فی الاختیار اور دادا اور پوتا تو اقارب کی وصیت میں داخل ہیں ظاہر الروایۃ میں اور بعض نے کہا داخل نہیں اور اسی کو پسند کیا ہے اختیار شرح مختار میں ہم نے کہا و سے عالمگیری میں بدائع سے نقل کیا ہے ہم نے ذکر کیا ہے کہ اول صحیح ہے ویکون للاثنین فصاعدا لان اقل الجمع فی الوصیۃ اثنان کما فی المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصوں اور زیادہ کے واسطے ہوگی کیونکہ وصیت میں میراث کے مانند اقل جمع دو ہیں ہم نے کہا امام کے اس وصیت میں چار شرطوں کو اعتبار کیا ہے اول یہ کہ مستحق دو شخص ہیں یا زیادہ دوم یہ کہ موصی کا قرابت دار ہو تیسری یہ کہ اقرب فالاقرب معتبر ہو اور چوتھی یہ کہ وجود رشتہ مانند میراث کے چوتھی یہ کہ موصی کا وارث نہو اور یہ سب امور صاحبین برابر ہیں کذا فی عالمگیریۃ فالاکان لہ للموصی عمان وخالان فہی لعمیہ کالارث وثمالا لہما اور اگر وصیت اقارب میں موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہوں تو وصیت اسکی دونوں چچاؤں کے واسطے میراث کے مانند ہے اور صاحبین نے کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤں کے واسطے اور دو حصے ماموں کے واسطے ہم شارح نے تمثیل میراث سے اسکا اشارہ کیا کہ تساوی وسائط کے وقت جہت ابوی قریبی تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی المحیط وثم فی قولہ وثمالا لہما کان لہ النصف والنصف وقالا اثلاثا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہوں تو چچا کے واسطے نصف مال ہے وصیت کا اور دونوں ماموں کے واسطے نصف باقی ہے اور صاحبین نے کہا تین تہائی مال ہوگا یعنے ہر ایک کو تہائی ملیگا برابر ولو عما واحدا لا غیر فلہ نصفہا ویرد النصف الآخر الی الورثۃ لعدم من لہ مستحقہ اور اگر موصی کا ایک چچا ہو اور کوئی تو اسکے واسطے نصف وصیت ہے اور نصف ثانی اور اسکے وارثوں کو دیا جائے کیونکہ اسکا کوئی مستحق نہیں ولو عم وعمۃ استوا قرابتہما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عمہ تو وہ دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونوں قرابت یکساں برابر ہے ولو انعدم المحرم بطلت خلافا لہما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگئی برخلاف صاحبین کے کہ صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر محرم کی طرف وصیت صرف ہوگی اسلیے کہ انکے نزدیک اقارب میں دور والا اور نزدیک رشتہ دار داخل ہیں کذا فی المحیط ولو اولاد فلان فہی للذکر والانثی سواء لان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کے واسطے تو یہ وصیت مرد اور عورت کے واسطے برابر ہے اسواسطے کہ ولد کا اسم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے یہاں تک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہے ولا یدخل ولد ابن مع ولد صلب اور اولاد پسر داخل نہوگا اولاد فرزند صلبی کے ساتھ فلو لہ بنات لصلبہ وبنو ابن فہی للبنات عملا بالحقیقۃ اور اگر فلانے شخص کے صلبی بیٹیاں اور پوتے ہوں تو وصیت

بیٹیون سکے واسطے ہو حقیقت مین عمل کرنے کی راہ سے یعنے پوتون کو ولد کہنا باعتبار مجاز کے ہو اور بیٹون کو بنابر حقیقت کے ہو اور جبکہ حقیقت مقدم ہو مجاز پر فلا یصار الی المجاز الا عند تعذر الحقیقۃ پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو کلام پھیرا جاویگا مجاز کی طرف تاکہ کلام یا وصیت بیکار و بیہودہ نہو مگر جبکہ فلانے شخص کی اولاد کے واسطے وصیت کی اور اسکی اولاد صلبی نہین ہے تو اب وصیت مین پوتے داخل ہونگے کذا فی عالمگیریۃ ولا یدخل اولاد البنات وعن محمد یدخلون اختیار اور بیٹیون کی داخل نہوگی اور محمد سے ایک روایت ہو کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار و لورثۃ فلان للذکر مثل حظ الانثیین لانہ اعتبر الوراثۃ اور اگر وصیت کی فلانے کے وارثون کے واسطے تو مرد کو دو عورتون کے برابر حصہ ملیگا اسواسطے کہ موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جاویگا و شرط صحتھا اے الوصیۃ ہنا اے فی الوصیۃ لورثۃ فلان و مافی معناہا کعقب فلان موت الموصی لورثتہ و لعقبہ قبل موت الموصی لان الورثۃ و العقب انما یکون بعد الموت اور یہان یعنے فلانے سکے وارثون کی وصیت مین اور جو اسکے معنی مین ہو چنانچہ عقب فلانے کے وصیت مین صحیح ہونے وصیت کی شرط یہ ہو کہ فلانا شخص جسکے وارثون اور پس ماندون کے واسطے وصیت ہوئی مرگیا ہو موصی کی موت سے پہلے اسواسطے کہ وارث اور پس ماندہ صادق نہین آتا اگر اسکی موت کے بعد ثم ان کان معہم موصی لہ آخر قسم بینہم و بینہ علی عدد الرؤس ثم ما اصاب الورثۃ یقسم بینہم للذکر کالانثیین کما مر پھر اگر وارثون کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو مابین ورثاء اور مابین دوسرے موصی لہ کے تقسیم علی عدد الرؤس ہوگی پھر جو وارثون کو حصہ ملیگا تو انکے مابین مرد کو دونا اور عورت کو نصف اسکا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا فلو مات الموصی قبل موتہ ای الموصی لورثتہ و عقبہ بطلت الوصیۃ لورثتہ او عقبہ پھر اگر وصیت کرنے والا مرگیا اس شخص کے مرنے سے پہلے جسکے وارثون اور عقب کے واسطے وصیت ہوئی تو اسکے وارثون و عقب کے واسطے وصیت باطل ہوگئی ثم ان کان معہم موصی لہ آخر کقولہ اوصیت لفلان و لورثۃ و عقبہ کانت الوصیۃ کلہا لفلان الموصی لہ دون ورثتہ و عقبہ لان الاسم لا یتناولہم الا بعد الموت و تمامہ فی السراج پھر اگر وارثون کے ساتھ دوسرا شخص موصی لہ ہو چنانچہ موصی کا یہ قول کہ مین نے وصیت کی فلانے شخص کے لیے اور اسکے وارثون و عقب کے لیے تو بالکل وصیت فلانے موصی لہ کے لیے ہوگی نہ اسکے وارثون اور عقب کے واسطے اسلیے کہ وارثون کا اسم شامل نہین انکو مگر بعد مرجانے اس شخص کے اور اسکا پورا بیان سراج وہاج مین ہو و فیہ عقبہ ولدہ من الذکور و الاناث فان ماتوا فولد ولدہ کذلک ولا یدخل اولاد الاناث لانہم عقب آبائہم لا لہ اور سراج وہاج مین ہو اور عقب آدمی کا اسکا ولد ہو خواہ مرد ہو یا عورت پھر اگر اولاد صلبی مرگئی تو اسکے فرزند کی اولاد اسی طرح ہو یعنے انمین بھی مرد عورت برابر ہین اور عورتون کی اولاد عقب مین داخل نہین اسواسطے کہ وہ اپنے باپون کی عقب مین نہ انکے یعنے نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہو طحطاوی نے کہا شارح کو فولد ابنہ کذلک کہنا بہتر تھا اسواسطے کہ ولد مرد اور عورت دونون کو شامل ہو و فی ایتام بنیہ ای بنی فلان و الیتیم اسم لمن مات ابوہ قبل الحلم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یتم بعد البلوغ و عمیانہم و زمناہم و ارامل ہم الارمل الذی لا یقدر علی شیء رجلا کان او امراۃ دیوبندہ قولہ دخل فی الوصیۃ فقیرہم و غنیہم و ذکرہم و اناثہم اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے یتیم فرزندون مین اور انکے اندھون اور لنگڑون اور انکے مساکین مین تو وصیت مین داخل ہونگے بنی فلان کے فقیر اور غنی اور انکے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہو اس شخص کا جسکا باپ مرگیا قبل بالغ کے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونیکے بعد یتیمی نہین ارامل جمع ہو ارمل کی ارمل وہ ہو جو کسی چیز پر قادر نہو یعنی محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہو مصنف کا قول یہ قول کہ اس مین عورت اور مرد یکسان ہین و قسم بالسویۃ ان احصوا بغیر کتاب او حساب فانہ حینئذ یکون تملیکا لہم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے سنتین اور منحصر ہون بدون لکھنے اور حساب کرنے کے تو اسوقت مین یعنے جبکہ منحصر ہون تو مال وصیت تملیک ٹھہر گیا انکے واسطے ہم عدم حصار اور انحصار کی تعریف

ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ احصا نہو سکیں بدون لکھنے و حساب کرنے کے اور امام محمد نے کہا جبکہ ۱۰۰ سے زیادہ ہوں اور بعضوں نے کہا کہ یہ حاکم کی رائے پر مفوض ہے اور امام محمد کا قول آسان تر ہے کذا فی فتاوی قاضی خان والافقر اسم یطلق الوصی من شاء منہم فی شرح التکملۃ لتعذر التملیک حینئذ قید بہ القرابۃ اور اگر یتیم غیر منحصر ہوں تو وصیت کا مال اُنکے محتاجوں کو دیا جائے وصی کو اختیار ہے انمیں سے جسکو چاہے دے کذا فی شرح التکملۃ بسبب متعذر ہونے تملیک کے اسوقت میں تو اس سے قرابت مراد ہوگی ہم دریں ہی اسواسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہے اور قربت ہوتی ہے رفع احتیاج اور گرسنگی میں اور یتیم اور نابینا اور لنگ کے اسما محتاجی پر دلالت کرتے ہیں تو محتاجوں پر عمل کرنا چاہئے اکذا فی المحیط اوصی لبنی فلان یجمع یدخل فیہ الذکور منہم والاناث اور اگر وصیت کی بنی فلان میں بیٹے فلانے کے فرزندوں میں تو یہ انکے مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مردوں ہوں الا اذا کان فلان عیبۃ ارادہ من اسم قبیلۃ او اسم فخذ فیتناول الاناث لان المراد حینئذ مجرد الانتساب کما فی بنی آدم اگر بنی فلان عبارت ہو قبیلہ سے یا ہمہ سے یا شاخ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتوں کو بھی شامل ہوگا اسواسطے کہ اسوقت میں فقط انتساب مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ میں عورتیں بھی داخل ہیں ہم جبکہ بنی فلان کے واسطے وصیت کی تو اُسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ فلان باپ ہے قبیلہ کا یعنے جماعت کثیرہ کا جیسا کہ بنی تمیم کا اور بنی اسد کا یا کہ فلان پدر خاص ہے جماعت کثیرہ کا پر نہیں معلوم کرنا چاہئے کہ شاعر کی اسامی سے پہلا اتم شعب بالفتح ہے پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ تو مضر قبیلہ کا شعب ہے اور ربیعہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العالمگیریۃ مختصراً والسناید حمل فیہ ایضاً مولی العتاقۃ و مولی الموالاۃ و حلفاؤہم فی ہم یحصون والا فالوصیۃ باطلۃ اور اسی واسطے یعنے جبکہ فلان عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو انمیں موالات عتاقت اور موالات اور اس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان میں داخل ہو جاتے ہیں یعنے جبکہ وہ لوگ منحصر ہوں اور اگر غیر منحصر ہوں تو وصیت باطل ہے والاول ان الوصیۃ للایتام والعمیان والزمنی انما یصح لفقرائہم لا للمراد فوقہا فقد تقاسے وہو معلوم واکان لاینبئ عن الحاجۃ فالوصیۃ تحمل تملیکا والایلات و تمام فی الہندیہ اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو تجزی حاجت سے جیسا کہ بنی فلان کے یتیم تو وصیت صحیح ہے اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہوں بنابرآنکہ گرسنگی بیشتر اس حالت میں محتاج اور مسکین مراد ہوئے بسبب واقع ہونے وصیت کے خدا تعالیٰ کے واسطے اور وہ معلوم ہے اور اگر لفظ وصیت کا احتیاج پر دلالت نہیں کرتا تو اگر موصی لہم منحصر ہیں تو وصیت صحیح ہے اور وصیت تملیک قرار دیجاوے گی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہیں تو وصیت باطل ہے اور اسکا پورا بیان فتاویٰ شرح مختار میں ہے اوصی من یعتقون ومعتقون لمولیہ بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم لہ عندنا ولا قرینۃ قول علی احد ہما جس نے آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ دونوں موجود ہیں اُسنے وصیت کی اپنے مولیٰ کے واسطے تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ مولیٰ کا لفظ مشترک ہے اور مشترک کے واسطے عموم ثابت نہیں ہے ہم حنفیہ کے نزدیک اور کوئی قرینہ قائم نہیں جو ایک معنی پر دلالت کرتا ہے مولیٰ کا لفظ آزاد کنندہ اور آزاد کردہ دونوں کو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا اور مشترک کے سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہیں اور کوئی قرینہ نہیں کہ مولی سے آزاد کنندہ مراد ہیں یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری ولا فرق فی ذلک عند عامۃ اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اسمیں کچھ فرق نہیں ہے درمیان نفی اور اثبات یعنی خواہ کلام منفی ہو یا مثبت مشترک کا لفظ عموم کا مفید نہیں ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک واختار شمس الائمۃ وصاحب الہدایۃ انہ یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ مشترک عام ہوتا ہے جبکہ نفی کی تحت میں واقع ہو ہم صاحب درر نے صاحب ہدایہ کے قول کو پسند کیا ہے اس دلیل سے کہ نفی مشترک میں تنافی نہیں اور باقی علما نے اسکا جواب دیا ہے چنانچہ قول آئندہ میں معلوم ہوگا وحینئذ فقولہم لو حلف لا یکلم موالی فلان یعم الاعلی والاسفل لانہ فی النفی بل لان الحامل علی الیمین بغضہ وہو غیر مختلف عنہا یہ وافرد المصنف اور اسوقت میں یعنے جبکہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھ فرق نہیں مابین نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک میں تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نکریگا فلانے شخص کے موالی سے تو نقط مولیٰ کا

عام ہے مولاے اعلی یعنے آزاد کنندہ اور مولاے اسفل یعنے آزاد کردہ کو نہ اسوجہ سے کہ عموم حاصل ہوا ہے مشترک واقع ہونے کا نفی میں بلکہ اسوجہ سے کہ قسم کھانے پر فلانے شخص سے کلام بغض باعث ہوا اور بغض میں غیر مختلف ہے مابین الاعلی والاسفل کذا فی المنح یہ اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں تم شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قسم مذکور میں عموم مشترک کا قرینہ نفی ہے اور علما کے نزدیک علت عموم بغض ہے نہ نفی الا اذا اعینہ ای الاعلی والاسفل قبل موتہ فحینئذ یصح لزوال المانع مگر جبکہ موالی کی وصیت میں موصی تعیین کردے مولاے اعلی کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت باطل نہ ٹھہریگی صحیح ہو جاویگی بزوال مانع کے سبب سے یعنے مانع صحت عدم تعیین تھی سو اب زائل ہو گئی اسکا بیان ہے ویدخل فیہ ای فی الموالی من اعتقہ فی صحتہ ومرضہ اور موالی میں داخل ہے وہ غلام جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری میں ولا یدخل فیہ مدبروہ وامہات اولادہ وعن ابی یوسف یدخلون اور موالی میں داخل نہیں موصی کے غلام مدبر اور امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ وہ بھی داخل ہیں عدم دخول کی علت یہ ہے کہ مدبر اور ام ولد آزاد ہوتے ہیں مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہے موت کی حالت کی طرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور ہے کذا فی الدرر اوصی بثلث مالہ لاہل الفقہ ویدخل فیہا من یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ اپنے تہائی مال کی وصیت کی فقیہوں کے واسطے تو فقیہوں میں وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ میں اگرچہ تین ہی مسئلوں کو انکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیہ یعنے بدون علم دلائل کے فقیہ نہیں قال حتی قیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیہ نے کہا یہانتک کہ بعضے فقیہوں نے کہا کہ جو شخص ہزاروں مسئلے یاد رکھتا ہے یعنے بدون دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت میں داخل نہ ہوگا ثم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ جو فقہ دانی میں ایسے مرتبہ کو پہونچ گیا ہو اور متفقہ یعنے جو مسائل جانتا ہو بے بدون دلائل کے وہ فقیہ نہیں ہے اور اسکو وصیت مذکورہ میں حصہ نہیں کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس زمانے کے عالموں پر فقیہ کا اطلاق کمیاب ہے الا ماشاء اللہ تو علما مسائل دان متفقہ ہیں فقیہ نہیں اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ کما فی الخانیۃ وغیرہا وقدمنا عن السراجیۃ وغیرہا یہ وصیت کی کہ مٹی لگائی جائے اسکی قبر پر یا اسکی قبر پر قبہ یا گنبد بنایا جاوے تو وصیت باطل ہے چنانچہ فتاوی قاضیخان وغیرہ میں ہے اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے اسکے مذکور کر چکے ہیں لکن قدمنا منہا فی الکراہیۃ انہ لا یکرہ تطیین القبور فی المختار فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہۃ لانہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ قالہ المصنف لیکن ہم سراجیہ کتاب الکراہیت میں مذکور کر چکے ہیں کہ قبروں پر مٹی لگانا قول مختار میں مکروہ نہیں ہے تو لائق یہ ہے کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہو اسواسطے کہ اسوقت وصیت ہے مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہا مصنف نے اپنی شرح میں ثم یہ استدراک ہے فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانے کا تعرض نہیں کیا تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے قلت وکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرأ عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ القراءۃ علی القبور وبعدم جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جواز ہما فینبغی جوازہا مطلقا وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف میں کہتا ہوں اور اسی طرح یہ لائق ہے کہ بطلان وصیت کا قول اس شخص کے واسطے جو قرآن شریف پڑھے موصی کی قبر کے پاس بنا بر قول بکراہت قرأۃ کے قبور پر یا اس وجہ سے کہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں لیکن بنا بر قول مفتی بہ کے کہ قرأۃ علی القبور اور اجارہ دونوں جائز ہیں تو دونوں کا جائز ہونا سزاوار اور لائق بدلیل ہے مطلقا یعنے خواہ عدم جواز کی علت قرأۃ علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسکا پورا بیان حواشی اشباہ میں ہے کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصائر انہ یتعین المکان الذی عینہ الواقف لقراءۃ القرآن او للتدریس فلو لم یباشر فیہ لا یستحق المشروط لہ لما فی شرح المنظومۃ یجب اتباع شرط الواقف وبالمباشرۃ فی غیرہ مکان الذی عینہ الواقف یفوت غرضہ من احیاء ذلک البقعۃ قال وتحقیقہ فی الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الجامکیۃ اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں یہ تحریر اور تنقیح کی ہے کہ جس مکان کو وقف کرنے والا معین کردے قرآن پڑھنے یا تدریس کے لیے تو وہ متعین ہوتا ہے تو اگر اس مکان میں قرأۃ یا تدریس واقع نہ ہو تو قاری یا مدرس مستحق نہ ہوگا اس مال کا جو اسکے واسطے مشروط ہوا اسواسطے کہ شرح منظومہ میں ہے کہ واجب ہے اتباع کرنا شرط وقف کا اور جس مکان کو واقف نے معین کر دیا ہے اسکے غیر میں پڑھنے یا درس کرنے سے [illegible]

ادائے کی غرض فوت ہوتی ہے یعنی اس مکان کو تبرک کرنا حاصل نہیں ہوتا ہے تنویر الابصار نے کہا کہ تحقیق اس مسئلہ کی اس رسالہ میں ہے جسکا نام الدرۃ السنیہ فی مسئلۃ استحقاق الجامکیہ ہے

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنیٰ والثمرۃ

یہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پھل کی وصیت کے احکام میں ہم جب مصنف وصایا اعیان سے فراغت پائی تو اب وصایا منافع کو شروع کیا وصیت تو صیۃ بخدمۃ عبدہ وسکنیٰ دارہ مدۃ معلومۃ وابدا صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک اور ہمیشہ کو ہم اسواسطے کہ تملیک منافع کی حالت حیات میں صحیح ہے بعوض اور بلا عوض سو اسی طرح ممات کے بعد بھی صحیح ہے جیسے اعیان کی تملیک صحیح ہے ویکون محبوسا علی ملک المیت فی حق المنفعۃ کما فی الوقف کما فی المبسوط فی الدرر اور غلام وغیرہ محبوس رہیگا میت کی ملک پر منفعت کے حق میں جیسے وقف میں موقوف محبوس رہتا ہے واقف کی ملک پر امام کے نزدیک چنانچہ درر میں مفصل مذکور ہے ہم اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوس ہے علی ملک اللہ تعالیٰ وبغلتہما او غلام اور گھر کے غلہ یعنی انکے حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہے فان خرجت الرقبۃ من الثلث سلمت الیہ ای الی الموصی لہ لہا اسے لاجل الوصیۃ سو اگر غلام یا گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گھر موصی کو سپرد کیا جائے وصیت کی وجہ سے والا تخرج من الثلث تقسم الدار اثلاثا ای فی مسئلۃ الوصیۃ بالسکنیٰ اور اگر رقبہ تہائی مال سے باہر ہو تو گھر تین تہا تقسیم کیا جائے یعنی بالسکنیٰ کے مسئلہ میں یعنی تہائی گھر میں موصی لہ رہے اور دو تہائیوں میں وارثوں کا اختیار ہے امانی الوصیۃ بالغلۃ فلا تقسیم علی الظاہر اور گھر کے حاصلات کی وصیت میں تو گھر تقسیم نہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے ہم نقایہ اور اسکی شرح قہستانی میں ہے کہ اگر ثلث مال گنجایش نہ رکھتا ہو تو گھر یا اثلاثا تقسیم کیا جائے اسطرح پر کہ موصی لہ تہائی گھر میں رہے اور وارث باقی میں اور موصی لہ گھر کو کرایہ پر دیدے اور وارث دو دن بانقضائے مدت وصیت کذا فی الطحاوی وتہایا العبد فیخدمہم اثلاثا اور موصی لہ اور وارث باری مقرر کرلیں غلام میں تو وہ انکی خدمت کرے تین تہائی یعنی ایک دن موصی لہ کی خدمت کرے اور دو دن وارثوں کی ہم چونکہ اجزاء غلام کی قسمت ممکن نہیں لہذا اسمیں باری معین ہوئی برخلاف گھر کے کہ اسکے اجزا کی تقسیم ممکن ہے ہذا اذا لم یکن لہ مال غیر العبد والدار والا فخدمۃ العبد قسمۃ الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعۃ یہ کورسوقت ہے جبکہ موصی کا کچھ اور مال نہ ہو سوا غلام اور گھر کے اور اگر اور مال بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی چنانچہ صدر الشریعۃ نے اسکو بیان کیا ہے ہم تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اسمیں غلام کے دو ثلث یا تین ثلث خارج ہوتے ہیں تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کرے اور ایک دن وارثوں کی خدمت کرے کذا فی الطحاوی ولیس للورثۃ بیع ما فی ایدیہم من ثلثیہا علی الظاہر لثبوت حقہ فی سکنیٰ کلہا بظہور مال آخر او بخراب ما فی یدہ فیتعین مزاحمتہم فی بایدیہما والبیع ینافیہ فیمنعوا عنہ وعن ابی یوسف لہم ذلک اور وارثوں کو جائز نہیں بیچنا گھر کی دو تہائیوں کا جو انکے قبضہ میں ہے بنا بر ظاہر مذہب کے بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت میں اور مال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یا ویران ہو جانے اس تہائی گھر سے جو موصی لہ کے قبضہ میں ہے تو اسوقت موصی لہ وارثوں سے مزاحمت کریگا باقی گھر میں اور بیچنا وارثوں کا اسکی مزاحمت کے مخالف ہے تو اسواسطے وارث باز رکھے گئے بیع سے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وارثوں کو یہ بیع کرنا جائز ہے ولیس للموصی لہ بالخدمۃ والسکنیٰ ان یوجر العبد او الدار لان المنفعۃ لیست بمال علی اصلنا فاذا ملکہا بعوض کان مملکا اکثر مما ملکہ یعنی وہو لا یجوز اور جسکے واسطے خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اسکو غلام یا گھر کا اجارہ دینا جائز نہیں اسواسطے کہ منفعت مال نہیں ہے ہمارے قاعدے کے بموجب پھر جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک میں دیا عوض لیکر تو موصی لہ جسقدر کا مالک ہوا تھا اس سے زیادہ تر کا مالک کر دینے والا ٹھہرا حالانکہ یہ جائز نہیں کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو مالک کر سکے ولا للموصی لہ بالغلۃ استخدامہ ای العبد او سکناہا ای الدار فی الاصح وعلیہ الفتوی شرح الوہبانیۃ لان حقہم فی المنفعۃ لا العین وقد علمت الفرق بینہما اور جسکے واسطے غلہ یعنی حاصلات کی وصیت ہوئی اسکو جائز نہیں خدمت میں لانا غلام کا یا سکونت کرنا گھر کا قول صحیح میں اور اسی کے مانند ہے وقف کا گھر یعنی اگر گھر کا غلہ وقف ہو تو سکنیٰ اسکا جائز نہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ اسواسطے کہ موصی لہ اور اہل وقف کا حق منفعت میں ہے نہ عین میں اور تم دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو چکا ہم علیہ عبارت ہے در المختار

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنیٰ والثمرۃ

اور دونا نہیں ہے تو غلہ تقسیم کر کے تہائی ... اور سکنی کا ولا یخرج الموصی لہ العبد الموصی بخدمتہ من الکوفۃ مثلا الا اذا کان ذلک مکانہ واہلہ فی موضع آخر
ان خرج من الثلث ولا فلا یخرجہ الا باذن الورثۃ لبقاء حقہم فیہ اور باہر نہ لیجاے موصی لہ غلام موصی بہ کو کوفہ سے مثلاً مگر جبکہ وہ اسکا مکان ہو اور موصی لہ کے
اہل وعیال دوسرے مکان میں ہوں تو غلام کو لیجا وہاں جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی بہ ثلث مال سے خارج ہوتا ہو اور اگر خارج نہوتا ہو تو موصی لہ اسکو باہر نہ لیجاے
بدون اذن وارثوں کے بسبب باقی رہنے حق ورثہ کے غلام میں حاصل یہ ہے کہ اگر غلام مذکور ثلث مال سے خارج ہو سکتا ہے تو موصی لہ اسکو موصی کے شہر سے باہر لیجا
اگر موصی اور موصی لہ ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور اگر موصی لہ اور اسکے اہل وعیال دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو اسکو باہر لیجانا درست ہے اسواسطے کہ وصیت نافذ ہوتی ہے
موصی کے مقصود کے موافق تو جب موصی لہ کا وطن دوسرا شہر ہو تو موصی کا مطلب یہی ہے کہ موصی لہ غلام کو اپنی خدمت کے واسطے وہیں لیجاے طحطاوی نے کہا یوں کہنا
بہتر تھا من الکوفۃ الی البصرۃ الا ان یکون ذلک مکانہ اور اسم اشارہ رجوع ہوتا ہے البصرہ کی طرف تو اہلہ فی موضع آخر کی حاجت نہیں وبموتہ ای الموصی لہ فی حیوۃ الموصی
بطلت الوصیۃ اور موصی لہ کے مرجانے سے موصی کی زندگی میں وصیت باطل ہو جاتی ہے یعنی اسواسطے کہ اسکا مستحق نرہا وبعد موتہ یعود العبد والدار الی الورثۃ
ای الموصی بحکم الملک اور موصی لہ کی موت کے بعد غلام اور گھر موصی کے وارثوں کی طرف پھر آتا ہے بحکم ملک یعنی چونکہ منافع کی وصیت میں ملک موصی زائل
نہیں ہوتی لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث اسکے مالک ہوتے ہیں ولو اتلفہ الورثۃ ضمنوا القیمۃ لیشتری بہا عبد لیقوم مقام الاول ولہذا یمنع المریض من
التبرع باکثر من الثلث کذا ذکرہ المصنف فی الرہن اور اگر موصی کی موت کے بعد اسکے وارثوں نے غلام کو تلف کیا تو وہ تاوان دینگے اسکی قیمت کا
کہ اس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاے لہذا مریض ممنوع ہے احسان سے تہائی مال سے زیادہ ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے
اپنی شرح کی کتاب الرہن میں ہم اصل عبارت زیلعی کی ہے اور مرجع اسم اشارہ کا ورثہ کا حق محترم ہے لیکن شارح کی عبارت میں خلل واقع ہو گیا ہے یعنی اختصار
کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولو اوصی بہذا العبد لفلان وبخدمتہ لآخر وہو یخرج من الثلث صح وتمامہ فی الدرر اور اگر موصی نے وصیت کی اس غلام کی
ایک شخص کے واسطے اور اسکی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے تو وصیت صحیح ہے اور اسکا
پورا بیان درر میں ہے وفی الشرنبلالیۃ والنفقۃ اذا لم یطق الخدمۃ علی الموصی لہ برقبتہ الی ان یدرک الخدمۃ فیصیر کالکبیر والنفقۃ الکبیر علی من لہ الخدمۃ
اور شرنبلالیہ میں ہے اور غلام مذکور کا نفقہ جبکہ وہ خدمت نکر سکتا ہو کم عمری کے سبب سے اسپر ہے جسکے واسطے اسکے رقبہ کی وصیت ہوئی یہانتک
کہ وہ خدمت کرنے کے لائق ہو جاے تو اب وہ صغیر کبیر کے مانند ہو جاویگا اور غلام کبیر کا نفقہ اسپر ہے جسکی خدمت کے واسطے وصیت ہوئی وان
ابی الانفاق علیہ ردہ الی من لہ الرقبۃ کالمستعیر مع المعیر اور اگر موصی لہ بالخدمۃ اسپر خرچ کرنے سے انکار کرے تو اس غلام کو پھیر دے
اسکو جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہوئی جیسے مستعیر کا حکم ہے معیر کے ساتھ یعنی اگر مستعیر نفقہ غلام سے انکار کرے تو غلام معیر کی طرف رد کیا جاویگا
فان جنی فالفداء علی من لہ الخدمۃ پھر اگر غلام مذکور جنایت کرے یعنی از راہ ظلم کسی کو قتل کرے تو فدیہ اسپر واجب ہے جسکے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی
فلو ابی فداہ صاحب الرقبۃ او یدفعہ وبطلت الوصیۃ اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دے یا غلام مقتول کے وارث
کو حوالہ کرے اور وصیت باطل ہو گی یعنی فدیہ یا دفع کی صورت میں وبثمرۃ بستانہ فمات والحال ان فیہ ثمرۃ لہ ہذہ الثمرۃ فقط اور اگر موصی نے
اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور حالانکہ باغ میں پھل موجود ہے تو موصی لہ کے واسطے فقط یہی پھل ہے نہ آیندہ پھل وان زاد ابدا لہ ہذہ الثمرۃ
وما یستقبل اور اگر موصی نے وصیت مذکور میں ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی لہ کے واسطے یہ پھل بھی ہے اور زمانہ مستقبل کا بھی پھل ہے کما فی الوصیۃ بغلۃ بستانہ
فانہ لہ ہذہ وما یحدث ضم ابدا او لا چنانچہ غلہ بستان میں اسواسطے کہ غلہ باغ کی وصیت میں موصی لہ کے واسطے یہ غلہ موجود بھی ہے اور وہ غلہ بھی ہے جو
آیندہ موجود ہو گا خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت ملا دے یا نہ ملا دے ثمرہ اور غلہ میں وجہ فرق یہ ہے کہ عرف میں ثمرہ نام ہے موجود کا تو معدوم کو

شامل ہوگا مگر بدلالت زائدہ چنانچہ ہمیشگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آئندہ کے حاصل ہونیوالے کو بھی شامل ہو تو موجود اور معدوم دونوں اسمیں داخل ہیں
بلا توقف دلالت لفظ دیگر کذا فی الطحاوی عن الزیلعی والناظم یکین فیہ استان والمسئلۃ بحالہا ثمرۃ بین الوصیۃ فہی کالوصیۃ بالغلۃ حتے
تناولہا الثمرۃ المعدومۃ ما عاش الموصی لہ زیلعی اور مسئلہ سابقہ میں اگر باغ میں پھل موجود نہو وصیت کے وقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کے
مانند ہے ثمرہ معدومہ کے شمول میں جیسا تک کہ موصی لہ زندہ رہے ہم کہتے ہیں اگر وصیت کے وقت پھل باغ میں نہیں ہیں اور اسنے پھلوں کی وصیت کی ایک
شخص کے واسطے تو اسکی مدۃ العمر میں جسقدر پھل سال بسال پیدا ہوتے جاوینگے وہ اُسکو لیتا رہیگا و فی العنایۃ السقی والخراج وما فیہ اصلاح البستان
علے صاحب الغلۃ لانہ ہو المستنفع بہ فصار کالنفقۃ فی فصل الخدمۃ اور عنایہ میں ہے کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز میں باغ کا
قیام اور درستی ہے صاحب غلہ پر ہے اسواسطے کہ فائدہ لینیوالا وہی ہے تو یہ خدمت کے غلام کے نفقہ کے مانند ہوگیا انتہی ہم الغلۃ کل ما یحصل
من ریع الارض وکرائہا واجرۃ الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغۃ فلہ عبارت ہے ہر ایک اُس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور
اسکے کرایہ سے اور غلام کی اُجرت سے اور مانند اسکے کذا فی جامع اللغۃ ہم کہتے ہیں کہ بھی غلہ اسی طرح مذکور ہے قلت فظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی الغلۃ
فلیحرر میں کہتا ہوں کہ ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکے غلہ میں داخل ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم کہتے ظاہر تعریف غلہ
اسپر دلالت کرتا ہے کہ جب اُس باغ کا اخروٹ بیچا جاوے جس باغ کے غلہ کی کسی کے واسطے وصیت ہوئی تو اُسکا ثمن موصی لہ کا ہے میں کہتا ہوں کہ اخروٹ
اسکا ثمن ہے اور وہی اسکی بیع کا مالک ہے اسواسطے یا وکالۃ اور غیر شخص کی بیع اسکی اجازت پر موقوف ہے یہ تقریر ہے اُس نسخہ کے بموجب جسمیں جوز کا لفظ بجیم وزائے
منقوطہ مرقوم ہے اور جس نسخہ میں بجاء مہملہ وراء مہملہ مرقوم ہے تو وہ عبارت ہو گی ... تو اسکو دیکھنا چاہیے کہ آیا داخل مطلب ہے فتاوی عالمگیری میں
محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انگور کی کسی شخص کے واسطے تو اسمیں فقط انگور شیرہ منقیٰ اور اوراق اور جلیبا اور منقی سب داخل ہے انتہے
کذا فی الطحاوی والصوف مثمرۃ ولدہا ولبنہا لہا ما فی وقت موتہ سواء قال ابدا اولا الا ان المعدوم منہا لا یستحق بشیء من العقود فکذا بالوصیۃ
بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ المساقاۃ اور اگر اپنی بھیڑوں کے صوف کی اور انکے بچوں کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچے اور دودھ ہے جو باقی رہا
یعنے جو پایا گیا موصی کے مرنے کے وقت خواہ اُسنے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ میں سے جو موجود نہیں وہ کسی عقد سے مستحق نہیں ہوتی تو اسی طرح
وصیت سے بھی بخلاف پھل کے کہ اسمیں وصیت غیر موجود کی صحیح ہے بدلیل صحت مساقاۃ کی دلیل سے اوصی بجعل دارہ مسجدا ولم تخرج من الثلث واجازوا جعل
مسجد الزوال المانع باجازتہم اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہیں ہوتا اور اسکے وارثوں نے اجازت دی
تو وہ گھر مسجد بنایا جاویگا زوال مانع کی وجہ سے وارثوں کی اجازت سے یعنے مانع تھا حق ورثہ کا سو اجازت سے زائل ہوگیا وان لم یجیزوا جعل
ثلثہا مسجدا رعایۃ لجانب الوارث والوصیۃ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت دونوں جانب کی رعایت
کرنے سے یعنے اس صورت میں وارث بھی محروم نرہے اور مسجد بھی بنجاوے ولو اوصی بفرسہ فی سبیل اللہ بطلت لان وقف المنقول باطل عندہ فکذا
الوصیۃ وعندہما یجوز ان اگر اپنی سواری کی گھوڑی کی خدا کی راہ میں تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے
امام کے نزدیک تو اسی طرح منقول کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونوں جائز ہیں کذا فی الدرر
وقال المصنف وفیہ نظر لان الوصیۃ تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کالوصیۃ بالغلۃ والصوف ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس
تعلیل میں اعتراض ہے یعنے قیاس وصیت کا وقف پر صحیح نہیں اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہان وقف صحیح نہیں ہوتا بہت سے مواضع میں
جیسے غلہ اور صوف کی وصیت میں اور مانند اسکے چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا اوصی بشیء للمسجد لم تجز الوصیۃ لانہ لا یملک وجوزہا محمد قال المصنف

ولقول المحقق مولانا صاحب البحر وصیت کی کسی چیز کی مسجد کے واسطے تو وصیت جائز نہیں اسواسطے کہ مسجد لائق تملیک کے نہیں ہو اور محمد نے اسکو جائز کہا ہو مصنف نے کہا اور بحر نے قول کو اختیار دیا ہو سوا استاد بحر الرائق کے مصنف نے کہ محمد نے وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے امر پر محمول کیا ہو ماتن نے الا ممکن ہو سکی کلام سے یہ مشہور ہوا الا ان یقول اوصی بتجوز اتفاقا مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہیں مگر یہ کہ موصی نے کہ خرچ کیا جاوے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہو باتفاق امام اور محمد کے قال اوصی بثلثی لفلان اوفلان بطلت

عند ابی حنیفۃ لجھالۃ الموصی لہ وعند ابی یوسف ان یصطلحا فیہا اخذا الثلث وعند محمد یخیر الورثۃ فایھما شاؤا اعطوا موصی نے کہا کہ میرے دونون تہائی مال کی وصیت ہی فلانے شخص کے واسطے تو وصیت باطل ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک بسبب مجہول ہونے موصی لہ کے اور ابو یوسف کے نزدیک دونون شخصون کو اختیار ہو کہ آپسمین صلح کرلین تہائی مال کے لینے مین خواہ تقسیم نصف نصف پر مصالحت کرلین یا کم و بیش اور محمد کے نزدیک موصی کے وارثون کو اختیار ہو انمین سے جس شخص کو چاہین دین واللہ تعالی اعلم

فصل فی وصایا الذمی وغیرہ یہ فصل ہو ذمی وغیرہ کی وصایا مین یعنی فنا مستامن اور صاحب ہوا اور مرتد کی وصایا مین ذمی جعل دارہ بیعۃ اوکنیسۃ او بیت نار فی صحتہ فمات فھو میراث لانہ لم یزل عن ملکہ کا ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ بنایا اپنی صحت کی حالت مین پھر وہ مرگیا تو وہ گھر وارثون کی میراث ہو اسواسطے کہ وہ وقف غیر صحیح ہے مانند ہو حبس کے بیعہ عبادت خانہ یہود کا اور کنیسہ عبادت خانہ نصاری کا اور آتشخانہ معبد مجوس کا ان عبادت خانون کا بنانا ذمیون کو دیہات مین جائز ہو بخلاف دار الاسلام کے شہرون اور قصبات مین وانما نفذہا فلانہ معصیۃ اور صاحبین کے نزدیک تو اسوجہ سے صحیح نہیں کہ

اسکا بنانا معصیت ہو وہ نہیں ہو گا مسجد لانہم لیسکنون ویدفنون فیہ مثل ہم مثلہ اوکان المسجد کذلک یورث فلما قالہ المصنف وغیرہ لانہ حینئذ لم یصر محررا لہ الصافا لانہ تعالی واسطے اور بیعہ اور کنیسہ مسجد کے مانند نہیں ہو اسواسطے کہ یہود اور نصارا وسمین رہتے ہین اور اپنے مردے اسمین دفن کرتے ہین تو اگر مسجد بھی اسطرح ہو یعنی اسمین سکونت اور دفن ہوتا ہو تو وہ بھی موروث ہوگی یقینا ایسا کہا ہو مصنف وغیرہ نے اسواسطے کہ اسوقت مین محرر خالص اللہ تعالی کے واسطے نہوئی ہم صاحبین کے کلام کا تمتہ نہین ہو بلکہ امام کے قول کا تتمہ ہو اور جواب ہو اس سوال مقدر کا کہ بیعہ اور کنیسہ یہود اور نصاری کے حق مین ایسا ہو جیسے مسجد ہمارے حق مین پھر اسمین بیع اور میراث جاری نہیں وان اوصی الذمی ان یبنی دارہ بیعۃ اوکنیسۃ لمعینین فھو جائز من الثلث ویجعل تملیکا اور اگر ذمی نے وصیت کی کہ اسکا گھر بیعہ یا کنیسہ بنایا جاوے معین لوگون کے واسطے تو وہ جائز ہو تہائی مال سے اور یہ تملیک ٹھیرینگے انکے واسطے وان

اوصی بدارہ ان یبنی کنیسۃ او بیعۃ فی القری خاصۃ فی المصر لایجوز اتفاقا لقوم غیر مسمین صحت عندہ لانہ بحالما امر انہا معصیۃ ولہ انہم یترکون وما یدینون فتصح اور اگر ذمی نے اپنے گھر کی وصیت کی کہ وہ کنیسہ یا بیعہ دیہات مین بنایا جاوے قوم غیر معین کے واسطے تو یہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہو نہ صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ صاحبین کی دلیل مذکور ہو چکی کہ وہ معصیت ہو اور معصیت کی وصیت جائز نہین اور امام کی دلیل یہ ہو کہ اہل ذمہ چھوڑے جاتے ہین اپنے دینا پر تو وصیت صحیح ہوگی دیہات کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شہر مین کنیسہ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین کوصیۃ حربی مستامن لا وارث لہ ھنا بالکل لمسلم او ذمی کذا فی الوقایۃ والعبرۃ بمن تمۃ لانہ امواتا فی حقنا جیسے وصیت جائز ہو اس حربی مستامن کی جسکا کوئی وارث نہین دار الاسلام مین تمام مال کی وصیت مسلمان یا ذمی کے واسطے کذا فی الوقایہ اور کچھ اعتبار نہین اسکے ان وارثون کا جو دار الحرب مین ہین اسواسطے کہ وہ در حکم اموات کے ہین ہمارے حق مین ولو اوصی بنصفہ مثلا نفذ ورد باقیہ لورثتہ لا لبیت المال لانہ لا مستحق لہ فی دارنا اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی مثلا وصیت کی تو وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اسکے وارثون پر رد کیا جائیگا میراث کی راہ سے نہیں بلکہ اسواسطے کہ اسکا کوئی مستحق نہین ہمارے ملک

ہیں وکذا لو اوصی مستامن لمستامن مثلہ اور اسی طرح جواز وصیت کا حکم ہے اگر وہ اپنی مانند دوسرے مستامن کے واسطے وصیت کرے ولو اعتق عبدہ عند الموت
او دبرہ نفذ من الکل لما قلنا اور اگر مستامن نے اپنا غلام آزاد کیا موت کے وقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اسکے تمام مال سے اس
دلیل سے جو ہم نے بیان کی یعنی اسواسطے کہ اسکے وارثون کا حق واجب الرعایۃ نہیں کیونکہ وہ اموات کے مانند ہیں کذا فی الزیلعی ولو اوصی لہ مسلم او ذمی جاز علی الاظہر
زیلعی اور اگر مستامن کے واسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول اظہر کے جائز ہے کذا فی الزیلعی وصاحب الہوی اذا کان لا یکفر فہو بمنزلۃ المسلم فی الوصیۃ
لانا امرنا ببناء الاحکام علی ظاہر الاسلام اور اہل ہوا یعنی مبتدع چنانچہ خارجی یا رافضی جبکہ اسکی بدعت منجر بکفر نہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہے وصیت کے
امر میں اسواسطے کہ ہم مامور ہیں احکام کے جاری کرنے پر ظاہر اسلام پر وان کان یکفر فہو بمنزلۃ المرتد فتکون موقوفۃ عندہ نافذۃ عندہما شرح المجمع اور اگر
اہل بدعت منسوب بکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے تو اسکی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے کذا فی شرح المجمع علم اہل البدعت
یعنی جو بدعتی ہو اسے نفس کا الہ ہوا [illegible] کی طرف مائل ہو تو اسکے کفر کا حکم ہوا چنانچہ ایک گروہ ان میں سے کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خدا اکبر ہے تو وہ مرتد
کے مانند ہیں کذا فی الدرر والمرتدۃ فی الوصیۃ کالذمیۃ فی الاصح لانہا لا تقتل اور عورت مرتدہ کی وصیت ذمی عورت کے مانند ہے قول صحیح تر میں اسواسطے
کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی لیکن تو اسکی وصیت صحیح ہے بخلاف مرتد کے الوصیۃ المطلقۃ کقولہ ہذا القدر من مالی او ثلث مالی وصیۃ لا تحل للغنی لانہا صدقۃ
وہی علی الغنی حرام وان عممت کقولہ یاکل منہا الغنی والفقیر لان اکل الغنی منہا انما یصح بطریق التملیک والتملیک انما یصح لمعین والغنی لا یحصی اور وصیت مطلقہ
یعنی غیر مخصوص چنانچہ یوں کہنا کہ اتنا قدر میرا مال یا تہائی میرا مال وصیت ہے مالدار کو حلال نہیں اسواسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام ہے اگرچہ موصی نے
وصیت کو عام کردیا ہو چنانچہ یوں کہنا کہ اس میں کھاسکے غنی اور فقیر اسواسطے کہ غنی کا کھانا اس میں صحیح نہیں مگر بطریق تملیک کے اور حالانکہ تملیک صحیح نہیں ہوتی مگر معین
شخص کے واسطے اور غنی معین نہیں اور محصور نہیں ہم وصیت مطلقہ وہ ہے جس میں نہ غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ ہے جس میں غنی و فقیر دونوں مذکور ہوں وقد وصیت
الاغنیاء [illegible] بالغنی کقولہ ہذا القدر من مالی وصیۃ لزید وہو غنی او لبنی فلان وہم اغنیاء محصورون حلت لہم لصحۃ تملیکہم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص
ہوئی چنانچہ موصی کا یوں کہنا کہ میرا اتنا مال زید کے واسطے وصیت ہے اور حالانکہ زید غنی ہے یا بنی فلان [illegible] محصور قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوئی تو انکو حلال ہے
تملیک صحیح ہونے کی وجہ سے وکذا الحکم فی الوقف کما حررہ منلا خسرو اور اسی طرح وصیت کے مانند وقف میں حکم ہے چنانچہ ملا خسرو نے درر میں اسکی تحریر
اور تحقیق کی ہے [illegible] وقف مطلق [illegible] غنی کو حلال نہیں اگرچہ واقف اسکو غنی اور فقیر کے واسطے عام کردے اور جبکہ وقف کو غنی معین کے واسطے یا قوم
اغنیا محصورین کے واسطے خاص کردیا تو انکو حلال ہے اور اسکے منافع [illegible] اسکے معین کے چونکہ یہ مسائل ضروریہ کلام سابق سے مفہوم ہوتے تھے ضمنا
اسواسطے [illegible] اسکو صراحۃ ذکر کیا کذا فی الدرر وفی جامع الفصولین المتولی علی الوقف کالوصی وفی جامع الفصولین ایضا
کہ [illegible] متولی وصی کے مانند ہے [illegible] اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوصی میں بہتر تھا فروع مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بثلث مالہ للفقراء
جاز للوصی دفعہ الی ورثتہ او محتاجین یعنی بغیر قرابۃ الولاد ومن تجوز صرف الکفارۃ الیہم بخلاف مطلق الوصیۃ للمساکین فانہا تجوز لکل ورثتہ ولا حدہم یعنی
لو محتاجین حاضرین بالغین راضین فلو فیہم صغیر او غائب او حاضر غیر راض لم تجز تماما [illegible] کفارہ کے واسطے موصی نے اپنے تہائی مال کی وصیت
کی تو وصی کو اسکا صرف کرنا موصی کی وارثون پر صحیح ہے بشرطیکہ وہ محتاج ہوں یعنی بغیر قرابت ولادت کے ان لوگوں میں سے جنپر صرف کفارہ
جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہوں برخلاف مطلق وصیت کے جو محتاجوں کے واسطے ہو کیونکہ اسکا صرف کرنا موصی کے تمام وارثوں پر اور ایک
وارث پر جائز ہے یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہوں خیرات لینے پر سو اگر ان میں سے کوئی صغیر یا غائب ہو یا موجود راضی نہو تو جائز
نہیں ہم غیر قرابت ولادت کی قید اسلیے لگائی کہ اسکے واسطے صرف کفارہ جائز نہیں اگرچہ موصی نے اسکو معین کردیا ہو ہشام نے محمد سے

روایت کی کہ تہائی مال کی مساکین کے واسطے وصیت کی سو موصی کے وارث محتاج ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہیں تو اگر انکو ان میں سے اتفاق کیا کہ انکو دیا واسطے
وصیت کا مال دیا جاوے یا ایک وارث محتاج ہوگیا سو سب وارثون نے اجماع کیا کہ اسکو دیا جاوے تو جائز ہے اور وارثون میں صغیر یا غائب یا حاضر غیر راضی
ہو تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی اوصی بکفارۃ صلوٰۃ لرجل معین لم یجز لغیرہ یعنی لفساد الزمان وصیت کی اپنی نماز کے کفارہ دینے کی ایک مرد معین
کے واسطے تو اسکے غیر کو دینا جائز نہیں اسی قول پر فتویٰ ہے فساد زمانہ کی علت سے ہم قضاۃ وغیرہ زمانے میں غالب ہے لہذا غیر وصیت جائز نہیں اوصی لہ بصلوٰۃ
وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکہا الوصی لہم عن الفدیۃ لم یجز ولا بد من القبض ثم التصدق علیہم لیصح مال کی وصیت کی اپنی نمازون کے کفارہ کے واسطے
اور حالانکہ اسکا ثلث مال محتاجوں پر دین ہے سو وصی نے اس مال کو انپر چھوڑ فدیہ ادا ہونے کی وجہ سے تو یہ فدیہ کفایت نکریگا اور ضرور ہے اس مال کا اول قبض
کرنا پھر انکو صدقہ دینا یعنی یوں بطور ادا سے کفارہ صحیح نہیں ہو اور اگر ان پر تصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثہا مثلاً واستہلکہ فترکہ صدقۃ علیہ وہو معسر یجز بحصول
قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من القنیۃ اور اگر موصی نے یہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دے پھر موصی مر گیا سو کسی غاصب نے تہائی مال
مثلاً غصب کیا اور اسکو ضائع کیا سو وصی نے اسکو چھوڑ دیا صدقہ دینا سمجھ کر اور حالانکہ وہ محتاج ہے تو کفایت کریگا تصدق دینا بسبب حاصل ہونے قبضہ کے
بعد مر جانے موصی کے برخلاف دین کے کہ اسپر دیون کا قبضہ حیات موصی میں ہوا تھا تو وہ کفایت نکریگا یہ سب مسائل قنیہ سے نکالے ہیں و فی الجواہر
اوصی الرجل بعقار و مات و قسمت الترکۃ والموصی لہ فی البلد وقد علم بالقسمۃ ولم یطلب ثم بعد سنین ادعی لتسمع والا بطل بالتاخیر ان لم یکن لہ عذر و الوصیۃ
اور یہ جواہر الفتاوی میں ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے اور موصی مر گیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی لہ اسی شہر میں ہے اور حالانکہ
اسکو قسمت ترکہ معلوم ہے اور اسنے طلب نہ کیا پھر چند سال کے بعد دعویٰ کیا تو مسموع ہوگا اور تاخیر سے دعوی باطل نہوگا بشرطیکہ اسنے وصیت کو ترک نکیا ہو
ہم عقار عبارت ہے قرینہ سے اور صحیح عبارت ہے فقط عرصہ سے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین اوصی لہ بدار او رقبا عہا بعد موتہ قبل القبض صح لجواز
التصرف فی الموصی بہ قبل قبضہ ایک شخص کے واسطے وصیت کی ایک گھر کی سو اسنے گھر کو بیچا بعد مر جانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ وصیت
کی چیز میں تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے وقفت ضیعۃ علی ولدہا وجعلت الولایۃ لہا ولو ابنہا اتولی او لی من الاب ایک عورت نے زمین کو وقف
کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اسپر متولی کیا اور بیٹے کا باپ بھی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ پر شری دارا و اوصی بہا لرجل فاخذہا الشفیع من ید الموصی لہ
تو خذ الثمن ولو استحق الدار لا یرجع الموصی لہ علی الورثۃ بشیء لانہ ظہر انہ اوصی بمال الغیر گھر خرید کیا اور اسکی وصیت کی ایک مرد کے واسطے
سو اس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ سے تو ثمن لیا جاویگا اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثون سے کچھ نہ پاویگا
اسواسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اسنے غیر کے مال کی وصیت کی تھی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ہم جب گھر شفیع لیگا حق شفعہ کی
علت سے تو موصی لہ اسقدر ثمن مشتری موصی کے ترکہ سے لیگا اور وارث مشتری کے شفیع سے ثمن نہ لینگے کذا فی المنح

باب الوصی

وہو الموصی الیہ یہ باب ہے وصی کے احکام میں وصی وہ ہے جسکی طرف وصیت کیجاوے ہم عرب بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اسکو اپنے مال میں تصرف کرنے کی بعد موت کے وصیت
کی اور اسکو متوفی الیہ اور وصی بھی بولتے ہیں اور وصایت بالکسر و الفتح اسم ہے اس وصی کو لائق نہیں کہ وصایت قبول کرے اسواسطے کہ اسمین خطر ہے ابو یوسف سے روایت ہے
اول بار وصی ہونا غلطی ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری بار چوری ہے حسن سے روایت ہے کہ وصی قادر نہیں عدل پر اگرچہ امیر المومنین عمر فاروق رضہ ہون ابو مطیع نے کہا کہ میں نے
بیس برس قضا کی اپنی مدت میں وہ شخص نہیں دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال میں عدل کرتا ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی اوصی الی زید ای جعلہ وصیا وقبل عندہ
صح فان ردہ عندہ ای بعلمہ یرتد زید کیطرف وصیت کی یعنے ایک شخص نے اسکو وصی کیا اور اسنے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو وصی ہونا صحیح ہو گیا

پھر اگر رد کیا یعنی قبول نہ کیا انکار کیا وصی ہونے سے اُسکے نزدیک یعنی موصی کی دانست مین تو وصایت پھر گئی ثابت نہ ہوئی ہم اسواسطے کہ وہ اسمین متبرع ہے اسپر
قبول کرنا واجب نہین چاہے اسپر دوام اختیار کرے چاہے رجوع کرے موصی کو اختیار نہین کہ غیر پر نصرت لازم کرے اور رجوع مین فریب دینا نہین ہے کیونکہ موصی کو اختیار
ہے کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہرا دے اور اگر بعد رد کے قبول کریگا تو قبول صحیح نہوگا ہاں اگر اُسکے سامنے دوسری بار قبول کریگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ نہ از یہ ہین ہے کہ بعد
وصی کیا سو اسنے اسکے سامنے کہا کہ مین قبول نہین کرتا تو یہ رد ہوا اور وصی نہ ٹھہرا پھر اگر موصی نے اُس سے کہا کہ تمسے یہ توقع نہ تھی کہ تم قبول نکروگے سو اسنے کہا مین نے قبول
کیا تو وصی ہوگیا کذا فی الطحطاوی والا ای وان لم یرد فی وجہہ بل ردہ فی غیبتہ لا یرتد لئلا یصیر مغرورا من جہتہ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نکیا تو اسکا رد کرنا اسکے پیچھے یعنی
اسکی عدم موجودگی مین صحیح نہین ہے تاکہ وہ فریب خوردہ نہو وصی کی جہت سے ویصح اخراجہ عنہا ولو فی غیبتہ عند الامام خلافا للثانی بزازیہ اور صحیح ہے
خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی غیبت مین اخراج واقع ہوا ہو امام رح کے نزدیک بخلاف ابو یوسف رح کے یعنی انکے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہین
فان سکت الموصی الیہ فمات موصیہ فلہ الرد والقبول پھر اگر موصی نے سکوت کیا پھر اسکا وصیت کرنے والا مرگیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہے کہ وصی
تصرف الغیر مین متبرع ہے تو بدون قبول کرنے کے اسپر وصایت لازم نہین مانند وکالت کے اور یہان فریب دینا بھی نہین ہے اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا اسلیے کہ تمام
مال دریافت نکرلیا آیا اسنے وصایت قبول کی یا نہین ولزم بیعہ ای الوصی شیئا من الترکۃ وان جہل بہ ای بکونہ وصیا فان علم الوصی بالوصایۃ لیس بشرط
فی صحۃ تصرفہ اور منعقد وصیت لازم ہوجاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیع کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنی وصی ہونے کو نجانتا ہو اسواسطے کہ
وصی کو وصایت کا علم شرط نہین ہے اسکے تصرف کے صحیح ہونے مین بخلاف الوکیل فان علمہ بالوکالۃ شرط بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت
کا معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فان سکت ثم رد بعد موتہ ثم قبل صح الا اذا نفذ قاض ردہ فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر وصی نے قبول وصایت
سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جبکہ قاضی نے اسکے رد کرنے کو نافذ کردیا تو اب اسکے بعد قبول کرنا وصایت کا
صحیح نہین ولو اوصی الی صبی وعبد غیرہ وکافر وفاسق بدل ای بدلہم القاضی بغیرہم اتماما للنظر ولفظ بدل یفید صحۃ الوصیۃ فلو تصرفوا قبل الاخراج
جاز سراجیہ اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل ڈالا جاوے یعنی قاضی انکے سوا اور شخص کو
وصی مقرر کرے اتمام نظر کے واسطے اور تبدیل کرنے کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور فاسق کچھ تصرف کرین قبل اخراج کے
تو تصرف جائز ہے کذا فی السراجیہ فلو بلغ الصبی وعتق العبد واسلم الکافر والمرتد وتاب الفاسق مجتبی وفیہ فوض ولایۃ الوقف لصبی صح استحسانا
لم یخرجہم القاضی عنہا ای عن الوصایا لزوال الموجب للعزل الا ان یکون غیر امین اختیار سو اگر صغیر بالغ ہوگیا اور غلام آزاد ہوگیا اور کافر اور مرتد
مسلمان ہوگیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی انکو وصایا سے خارج نکرے بسبب زائل ہوجانے اُس مانع کے جو موجب تھا معزول کرنے کا
اگر یہ کہ وصی خائن ہو امانت دار نہو تو عزل درست ہے کذا فی الاختیار اور مجتبی مین ہے کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفوض ہوئی تو استحسان کی راہ سے صحیح ہے والی عبدہ
والحال ان ورثتہ صغار صح کالایصاء الی مکاتبہ او مکاتب غیرہ ثم ان ردی الی الرق فکالعبد اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حالانکہ موصی کے وارث صغیر ہین تو صحیح ہے
جیسا کہ وصی کرنا اپنے مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہے پھر اگر مکاتب عاجز ہوا اسے بدل کتابت سے مملوکیت کی طرف پھیر آگیا تو اسکا حکم غلام کے
مانند ہے یعنی اگر وارث صغیر ہین تو درست ہے اور نہین تو درست نہین والا وقالا لا یصح مطلقا اور اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہین تو غلام کا وصی
کرنا صحیح نہین اور صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقا درست نہین خواہ وارث صغیر ہون خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بہا حقیقۃ
لا بمجرد اخبارہ ضم القاضی الیہ غیرہ رعایۃ لحق الموصی والورثۃ اور جو وصی کہ عاجز ہو وصایت کے قیام سے فی الحقیقت نہ فقط وصی کے اظہار سے
تو قاضی اسکے ساتھ اور وصی کو ملا دے موصی اور وارثون کے حق رعایت کرنیکے واسطے اور وصی کا یون ظاہر کرنا کہ مجھسے وصایت نہین ہوسکتی

اسواسطے معتبر نہوا کہ شکایت کرنے والا گاہے کاذب ہوتا ہی اپنی جان کے بچانے کیواسطے کذا فی المنح ولو ظہر للقاضی عجزہ اصلا استبدل غیرہ
اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلاً ظاہر ہو تو اور شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے ولو عزل ای الوصی المختار القاضی مع اہلیتہ لہا نفذ عزلہ وان
جار القاضی واثم اور قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہی تو اُسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے
ظلم کیا اور گنہگار ہوا فی الاشباہ اختلفوا فی صحۃ عزلہ والاکثر علی الصحۃ کما فی شرح الوہبانیۃ لکن یجب الافتاء بعدم الصحۃ کما فی الفصولین ولما
عزل الخائن فواجب انتہی قلت وعبارۃ جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین الوصی من المیت لو عدلا کافیا لاینبغی للقاضی ان یعزلہ
فلو عزلہ قیل ینعزل اقول الصحیح عندی انہ لا ینعزل لان الموصی اشفق بنفسہ من القاضی فکیف ینعزل فینبغی ان یفتی بہ لفساد قضاۃ
الزمان انتہی قال المصنف قال شیخنا فقد ترجح عدم صحۃ العزل للوصی فکذا بالوظائف بالاوقاف اشباہ میں ہی فقہا نے اختلاف کیا ہی وصی
عادل کی صحت عزل میں اور اکثر فقیہ صحت عزل پر ہیں چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہی لیکن عدم صحت کا فتوی دینا واجب ہی چنانچہ فصولین میں ہی اور
وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہی انتہی مافی الاشباہ میں کہتا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسویں فصل سے یہ ہی کہ میت کا وصی اگر متقی اور
کافی ہو تو قاضی کو معزول کرنا لائق نہیں ہی سو اگر باوجود اسکے معزول کریگا تو قول ضعیف یہ ہی کہ وہ معزول ہو جاویگا میں کہتا ہوں میرے نزدیک
صحیح یہ ہی کہ وہ معزول نہو گا اسواسطے کہ موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہی قاضی سے لیئے اُسنے بہتر سمجھکر اُسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اُسکو کیونکر معزول کریگا اور لائق
یوں ہی کہ عدم عزل کا فتوی دیا جاوے قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کی وجہ سے انتہی مافی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے استاد صاحب
بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہوگئی تو وظائف اوقاف کی معزولی کیونکر صحیح ہوگی ہم منہا وظائف کے تولیت ہی فتاوے
خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول ہی کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اُسکی شرط یہ ہی کہ اُس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ سعات اور جامع الفصولین
میں ہی تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہی اور اگر کریگا صحیح نہو گا اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو
بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزازیہ سے اسکو ثابت کیا ہی کذا فی الطحطاوی ویبطل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانہما فی الحکم کالوصیین اشباہ
و وقف القنیۃ اور دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہی جیسے دو متولیوں وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہی اسواسطے دو متولی دو وصی
کے مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ و وقف القنیۃ ومفادہ انہ لو آجر احدہما ارض الوقف لم یجز بلا رأی الآخر وقد صارت واقعۃ الفتوی سے اور قول سابق
سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کے بدون رائے کے اور البتہ یہ صورت فتوی طلب ہوئی تھی ہم یہ صورت
اسعاف میں مصرح مذکور ہی کہ انفراد احد الناظرین بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کر دے تو جائز ہی مفتی ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہی کذا
فی الطحطاوی ولو وصیۃ کان الایصاء لکل منہما علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابو اللیث وہو الاصح وبہ ناخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے
وصی کے باطل ہی اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہی ابو اللیث نے کہا اور وہ
یعنی ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لکن الاول صححہ فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر وفی القہستانی انہ اقرب الی الصواب
لیکن اول یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہی مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہی درر میں اور قہستانی میں ہی کہ یہی بطلان کا قول
قریب تر ہی صواب کی طرف ہم یہاں دونوں قولوں پر فتوی اور قضا درست ہی چنانچہ رسم مفتی میں مذکور ہی کذا فی الطحطاوی قلت وہذا اذا
کانا وصیین او متولیین من جہۃ المیت او الواقف او قاض واحد اما لو کانا من جہۃ قاضیین من بلدتین فینفرد احدہما بالتصرف لان کلا
من القاضیین لو تصرف جاز تصرفہ فکذا نائبہ ولو اراد کل من القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر جاز ان رأے فیہ

المصلحة والا لا تتمة فی وکالة تنویر البصائر معزیا للملتقطات وغیرها فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ یعنی بطلان فعل احد الوصیین اسوقت ہی
جبکہ دونون وصی یا دونون متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہون اور اگر دونون وصی یا متولی دو شہرون کے دو قاضیون کی طرف سے
ہون تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے مین مستقل ہوگا اسواسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اسکا تصرف جائز ہی تو اسی طرح اسکے نائب کا
تصرف جائز ہی اور اگر دونون قاضیون مین سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منسوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہی اگر اسمین مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے
تو معزول کرنا جائز نہین اور اسکا پورا بیان تنویر البصائر کی کتاب الوکالۃ مین ملتقطات وغیرہا سے منقول ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی وصایا السراج
ولو لم یعلم القاضی ان للمیت وصیا فنصب له وصیا ثم حضر الوصی فاراد الدخول فی الوصیة فله ذلک اسوا وینبغی للقاضی الاخر لا یخرج الاول اور
سراج وہاج کی کتاب الوصایا مین ہی کہ اگر قاضی نہ جانتا ہو کہ میت کا وصی ہی سو قاضی نے میت کے واسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی آیا سو
اسنے وصیت مین داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اسکو یہ درست ہی اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہوگا الا لشراء کفنه وتجهیزه والخصومة
فی حقوقه وشراء حاجة الطفل والاعتاق له واعتاق عبد معین وردّ ودیعة وتنفیذ وصیة معینتین دو وصیون مین سے ایک وصی کا فعل باطل
ہی مگر موصی کے کفن کی خرید مین اور اسکی تجہیز مین اور اسکے حقوق کی خصومت کرنے مین اور حاجات طفل کی خرید مین اور طفل کے واسطے ہبہ قبول کرنے مین
اور غلام معین کے آزاد کرنے مین اور ودیعت معینہ کے پھیر دینے مین اور وصیت معینہ کے جاری کرنے مین ایک وصی کا فعل بھی نافذ ہی باطل نہین
زاد فی شرح الوهبانیة عشرة اخری منها رد مغصوب ومشتری شراء فاسدا وقسمة کیلی او وزنی وطلب دین وقضاء دین تجنیس حقه شرح وہبانیہ مین امور عشرہ
سواے اسکے جو متن مین مذکور ہین زیادہ ذکر کیے ہین از انجملہ مغصوب کا پھیر دینا اور شراء فاسد کی خریدی چیز کا پھیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کا قسمت کر دینا اور
دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اسکے حق کے ہم جنس سے ہم امور عشرہ سے تین امر کو شارح نے ذکر کیا از انجملہ عیب کی وجہ سے مبیع کا پھیر دینا اور
اجارہ نفس یتیم اور میت کی طرف سے خیرات کی وصیت کو جاری کرنا مسکین فقیر یا مسکین کے واسطے وبیع ما یخاف تلفه وجمع اموال ضائعة اور اس چیز کا بیچنا
جسکے تلف ہو جانے کا ڈر ہو اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے مین احد الوصیین کا فعل باطل نہین وقال ابو یوسف ینفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور ولو نص علی الانفراد او الاجتماع
اتبع اتفاقا شرح وہبانیہ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہو کر تصرف کرنے مین جمیع امور مین اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع پر تصریح کر دی ہو تو اسکی تصریح کی پیروی کرنا
لازم ہوگا باتفاق امام اور امام ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیۃ وان مات احدهما فان اوصی الی الحی او الی آخر فله التصرف فی الترکة وحده ولا احتاج
الی نصب القاضی وصیا اور اگر ایک وصی مرگیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اسی کو ترکہ مین تصرف کرنا جائز ہی اور اسکی حاجت
نہین کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے ہم جلپی نے کہا وصی زندہ کا تنہا تصرف کرنا ترکہ مین اسوقت جائز ہوگا جبکہ وصی مردہ نے اسکو وصی کر دیا ہو اور اگر دوسرے شخص کو وصی
کیا ہوگا تو دونون کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی والا یوص ضم القاضی الیه غیره درر اور اگر وصی مردہ نے وصیت نہ کی کسی کو تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی
دوسرا وصی ملا دے کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ میت کا قصد یہ تھا کہ اسکے ترکہ مین دو شخصون کی راے سے انتظام ہو تاکہ خلل واقع نہو سو یہ امر قاضی کے نصب وصی سے
ممکن ہی کذا فی الزیلعی وفی الاشباه مات احدهما اقام القاضی الاخر مقامه او ضم الیه آخر اور اشباہ مین ہی کہ ایک وصی مرگیا تو قاضی دوسرے شخص کو اسکے مقام
پر قائم کر دے یا اسکے ساتھ دوسرا ملا دے ولا تبطل الوصیة الا اذا اوصی لهما ان یتصدقا بثلثه حیث شاءا انتهی وتمامه فی شرح الوهبانیة اور وصیت
باطل نہین ہو جاتی مگر جبکہ موصی نے یون وصیت کی دونون وصیون سے کہ اسکے ثلث مال کو دونون خیرات کرین جہان دونون چاہین انتہی باقی الاشباہ
اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہی ہم شرح وہبانیہ مین ہی کہ اگر وصیت مذکورہ مین ایک وصی نے کہا کہ فلانے شخص کو مین دونگا اور دوسرے نے کہا
دوسرے محتاج کو دونگا تو کسی کو دینا جائز نہوگا اسلیے کہ ایک موضع مین دونون کا اتفاق نہوا اور اگر وصی مرگیا قبل خیرات کرنے کے تو وصیت باطل ہوگی

کذا فی الطحطاوی عن الحموی وعلی هذا الخلاف الی ابو یوسف قولان اور کیا امین ابو یوسف کا خلاف ہے امین دو قول مین یعنی بعضون نے کہا خلاف ہے اور بعضون نے کہا خلاف نہیں وعلی هذا الخلاف الشرفان بیفرد دون الوصی کما قررتہ فیما علقتہ علی الملتقی ربانی اور ابو یوسفؒ یا امام سے ایک روایت یہ ہے کہ مشرف منفرد اور مستقل ہے تصرف مین نہ وصی چنانچہ ہمنے اسکو ثابت کیا ہے ملتقی کی شرح مین اور اسکا ذکر آگے آویگا ہم شارح کی شرح ملتقی مین قہستانی سے منقول ہے کہ موصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نکریگا بدون مشرف کے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مشرف کو تصرف جائز ہے انتہی اس عبارت سے تصرف مین انفرد مشرف کا ثابت نہین ہوتا تو شارح کا کلام کما ینبغی نہین ہے فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو وصی کیا اور ایک شخص کو اسپر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے مین اولی ہے اور مشرف وصی نہین ہوجاتا اور مشرف ہونے کا اثر یہ ہے کہ وصی کا تصرف بلا علم مشرف کے جائز نہین اس عبارت سے بھی تفرد مشرف کا نہین نکلتا کذا فی الطحطاوی مختصراً ووصی الوصی سواء اوصی الیہ فی مالہ او مال موصیہ فانہ وصی فی الترکتین خلافا للشافعی وصی کا وصی دونون ترکون مین وصی ہے برخلاف شافعی کے خواہ وصی نے اسکو اپنے مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی کیا ہو بہر صورت دونون ترکون مین وہ وصی ہے کذا فی الوقایہ وتصح قسمتہ ای الوصی حال کونہ نائبا عن ورثۃ کبار غیب او صغار مع الموصی لہ بالثلث اور صحیح ہے تقسیم وصی کی بالغ غائب وارثون کا نائب ہوکر یا صغیر وارثون کا نائب ہوکر موصی لہ کے ساتھ یعنی جسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہوئی یعنی اگر وارث موجود نہون تو وصی کو جائز ہے کہ موصی لہ کو وصیت کے ترکہ سے تہائی مال بانٹ دے ولا رجوع للورثۃ علیہ ای الموصی لہ ان ضاع قسطہم معہ ای الوصی لصحۃ قسمتہ حینئذ اور وارثون کو موصی لہ پر رجوع کرنا جائز نہین اگر وارثون کا حصہ تلف ہوگیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہوجانے قسمت کے اسوقت اینکوا قسمتہ عن الموصی لہ النائب او الحاضر بلا اذنہ ای الورثۃ وولہم بلا ولیہم فلا تصح اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کیجانب سے نائب ہوکر خواہ موصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون انکے اذن وارثون کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہین اگرچہ وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی وحینئذ فیرجع الموصی لہ بثلث مابقی من المال اذا ضاع قسطہ لانہ کالشریک معہ اسے مع الموصی فلا یضمن الوصی لانہ امین اور اسوقت یعنی جبکہ قسمت مذکورہ صحیح نہوئی تو باقی مال کی تہائی موصی لہ پھر لیگا جبکہ موصی کا حصہ ضائع ہوگیا ہو وصی کے پاس اسواسطے کہ موصی لہ شریک کے مانند ہے تو وصی سے ضمان نہ لیگا اسواسطے کہ وہ امین ہے اور اگر وارثون کے پاس مال ضائع ہوگیا تو جسقدر انہون نے مال پایا تھا اسکی تہائی چاہیے وارثون سے لے چاہیے وصی سے یہ وقت ہے جبکہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے تو اب رجوع نہوگا کذا فی الطحطاوی وصح قسمۃ القاضی واخذہ قسط الموصی لہ ان غاب الموصی لہ فلا شیٔ لہ ان ہلک فی ید القاضی او امینہ اور قاضی کی قسمت اور اسکا موصی لہ کا حصہ لینا صحیح ہے اور اگر وصی لہ غائب ہو تو موصی لہ کو اسواسطے کچھ نہین اگر اسکا حصہ قاضی کے ہاتھ مین یا اسکے امین کے ہاتھ مین تلف ہوگیا ہو [illegible] اور قاضی [illegible] یہ ہے کہ قاضی کو غائب پر ولایت ثابت ہے امور نافعہ مین ولہذا اسکے تلف ہونے کا خوف ہو تو اسکی بیع کا قاضی کو اختیار ہے بخلاف وصی کے وبیعہ ای الوصی [illegible] لانہ افراز فی غیرہما لا یجوز لانہ مبادلۃ کالبیع وبیع مال الغیر لا یجوز فکذا القسمۃ اور یہ یعنی صحت قسمت قاضی کیلی اور وزنی چیزون مین [illegible] کہ قسمت کیلی اور وزنی مین عبارت ہے افراز اور جدا کردینے سے اور کیلی اور وزنی کے سواے اور مال مین قاضی کی تقسیم [illegible] اسلیے کہ وہ تو یہان عبارت ہے مبادلہ سے بیع کے مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہین تو اسی طرح قسمت بھی جائز نہین ولو قاسم الوصی فی الوصیۃ بحج عن المیت بثلث مابقی ان ہلک المال فی یدہ او فی ید من دفع الیہ بحج خلافا لہما وقد تقرر نے المنا سک اور اگر وارثون کو قسمت کردی حج کی وصیت مین تو میت کی طرف سے حج کیا جاوے باقی مال کی تہائی سے اگر حج کرنے کا مال تلف ہوگیا ہو وصی کے ہاتھ یا اسکے ہاتھ سے جسکو وصی نے مال دیا تھا حج کرنے کو برخلاف صاحبین کے اور البتہ یہ مسئلہ ثابت ہو مناسک حج کی کتابون مین ولو افرز المیت شیئا من مالہ للحج فضاع بعد موتہ لا یحج عنہ بثلث مابقی الا عینہ فاذا ہلک بطلت اور اگر میت نے حج کیواسطے اپنا کچھ مال جدا کردیا پھر وہ ضائع ہوگیا اسکے مرجانیکے بعد تو میت کیطرف سے حج کیا جاویگا

باقی مال کی تہائی سے اسلیے کہ ثلث تو بیچ کیواسطے مال کو معین کر دیا تھا پھر جب وہ تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی وصح بیع الوصی عبدا من الترکۃ بغیبۃ الغرماء لتعلق حقہم بالمالیۃ اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غیبت میں دین والوں کے واسطے اسلیے کہ انکا حق مالیت سے متعلق ہے نہ عین متروکہ سے فضمن الوصی بائع ما اوصی ای بیعہ وتصدق بثمنہ فاستحق العبد بعد ہلاک ثمنہ ای ضیاعہ عندہ لانہ العاقد فالعہدۃ علیہ اور ضمان دیگا وہ وصی جسنے بیچا اس غلام کو جسکے بیچنے کی اسکو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اسکا ثمن موصی کی طرف سے تصدق کر دیا پھر وہ غلام اور شخص کا مملوک ٹھہرا ثمن خرچ ہو جانے کے بعد وصی کے پاس نقصان کی وجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاقد ہے بیچ کا تو عہدہ عقد کا اسکے ذمہ پر ہوگا ورجع الوصی فی الترکۃ کلہا ای قال محمد فی الثلث لما انہ مغرور کان دینا حتی لو ہلک الترکۃ او لم تف فلا رجوع وفی المنتقی انہ یرجع علی من تصدق علیہ لان غنمہ لہم فغرمہ علیہم اور وصی رجوع کرے تمام ترکہ میں یعنے جسقدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے پھر لے اور محمد نے کہا کہ ثلث متروکہ سے پھر لے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف کہ وصی نے فریب کھایا میت کے سبب سے تو تاوان دین ٹھہرا میت پر یعنے اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے نہ ثلث سے تو اگر متروکہ تلف ہو گیا یا کفایت نہیں کرتا تو اب رجوع نہوگا اور منتقی میں یون مذکور ہے کہ وصی تاوان پھر لے ان فقیرون سے جن کو ثمن خیرات دیا اسلیے کہ فائدہ تصدق کا انکے واسطے ہے تو اسکا نقصان بھی انہیں پر پڑیگا کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ ای الطفل من الترکۃ وہلک ثمنہ معہ فاستحق المال المبیع والطفل یرجع علی الورثۃ بحصتہ لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابہ جیسے کہ رجوع کرتا ہے صغیر کے مال میں وہ وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے پہونچا اور اسکا ثمن تلف ہو گیا وصی کے پاس پھر مال مبیع غیر کا مستحق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثون سے پھر لیگا اسلیے کہ قسمت ٹوٹ گئی اس مال کے استحقاق سے جو صغیر کو پہونچا تھا وصح احتیالہ بمال الیتیم لو خیرا بان یکون الثانی املاء ولو مثلہ لم یجز یعنے اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو اسطرح کہ دوسرا محتال علیہ زیادہ تر مالدار ہو پہلے مدیون سے اور اگر دوسرا پہلے کے مانند ہو مقدور میں تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں کذا فی العینی وصح بیعہ وشراؤہ من اجنبی بما یتغابن الناس لا بما لا یتغابن وہو الفاحش لان ولایتہ نظریۃ فلو باع بہ کان فاسدا حتی یملکہ المشتری بالقبض قہستانی اور صحیح ہے بیچ اور خرید وصی کی اجنبی سے بقدر تغابن مردم نہ بقدر عدم تغابن اور وہ عبارت ہے غبن فاحش سے یعنے اگر وصی کو غبن فاحش ہوا تو وہ بیچ صحیح نہیں اسلیے کہ وصی کی ولایت نظری ہے یعنے صغیر یتیم کے واسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیچ کی تو بیچ فاسد ہو گی تو مشتری مبیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے کذا فی القہستانی وہذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او اشتری مال الیتیم من نفسہ فان کان وصی القاضی لا یجوز ذلک مطلقا لانہ وکیلہ اور یہ یعنے صحت بیع بشرط عدم غبن فاحش اسوقت ہے جبکہ وصی نے خرید فروخت کی ہو صغیر کیواسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی نے مال یتیم کی خرید فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کی طرف سے وصی ہے تو یہ جائز نہیں مطلقا خواہ غبن ہو یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا یعنے اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل کے ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا ہے سو حکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست نہیں کذا فی الطحطاوی وان کان وصی الاب جاز بشرط منفعۃ ظاہرۃ للصغیر وہو قدر النصف زیادۃ او نقصا اور اگر وصی باپ کی طرف سے ہو تو بیچ وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کیواسطے ظاہر منفعت ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے ہو زیادتی یا کمی یعنے ہم نے جو منفعت ظاہرہ کی تفسیر یون مذکور کی کہ اپنا پندرہ درہم کا مال صغیر سے دس درہم کو بیچ کرے یا دس درہم کا مال صغیر کا پندرہ درہم کو آپ خرید کرے وقالا لا یجوز مطلقا اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہیں مطلقا خواہ منفعت ظاہر ہو یا نہو وبیع الاب مال صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ وہو الیسیر والا لا اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز ہے قیمت کے برابر وبقدر یسیر کہ غبن واقع ہوتا ہے یعنے غبن قلیل اور اگر یہ نہیں تو جائز نہیں وہذا کلہ فی المنقول اما فی العقار فسیجی اور یہ سب تفصیل مسائل مذکورہ مال منقول میں ہے اور غیر منقول چنانچہ اراضی اور مکانات کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے ولو زاد الوصی

علے کفن مثلہ فی ذلک وضمن الزیادۃ اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار مین تو وصی تاوان دیگا بقدر زیادت کے مثلاً میت کے ہمسرون کا کفن تین کپڑون کا ہوتا تھا سو وصی نے چار کپڑے خرید کیے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا وفی القیمۃ وقع الشراء لہ وحینئذ ضمن ما دفعہ من مال الیتیم ولوالجیۃ اور اگر وصی نے کفن کی قیمت پر زیادتی کی تو یہ خرید وصی کے واسطے واقع ہوگی تو اس وقت مین وصی تاوان دیگا اُسکا جو اُسنے ثمن دیا ہی یتیم کے مال سے کذا فی الولوالجیہ وفیہا لو دفع المال الی الیتیم قبل ظہور رشدہ بعد الادراک فضاع ضمن لانہ دفع الی من لیس لہ ان یدفع الیہ اور ولوالجیہ مین ہی کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیدیا اُسکی ہوشیاری ظاہر ہونے سے پہلے بعد اُسکے بالغ ہونے کے پھر وہ مال ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا اسواسطے کہ اُسنے اُسکو دیا جسکا دینا اُسکو جائز نہ تھا ہم یہ صاحبین کا قول ہی تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک وصی پر ضمان نہین اگر یتیم کو پندرہ برس کے بعد دیا اسواسطے کہ جب یتیم ۲۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہی غیر عقار مین کذا فی الطحطاوی وجاز بیعہ ای الوصی علی الکبیر الغائب فی غیر العقار الا لدین او خوف ہلاک ذکرہ عزمی زادہ معزیا للخانیۃ قلت وفی الزیلعی والقہستانی الاصح لا لانہ نادر اور وصی کو بیچنا وارث بالغ غائب پر جائز ہی مال منقول مین مگر ادا سے دین کے واسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہی یا اُسکے تلف ہونے کے خوف سے ایسا ذکر کیا ہی عزمی زادہ نے خانیہ کی طرف نسبت کرکے مین کہتا ہون اور زیلعی اور قہستانی مین مذکور ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ غیر منقول کی بیع جائز نہین اسواسطے کہ اُسکا تلف ہوجانا کمتر ہی ہم اگر میت پر دین مستغرق ہی تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہی اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہین تو صاحبین کے نزدیک بقدر دین ہو اُسقدر کی بیع جائز ہی اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی وجاز بیعہ عقار صغیر من اجنبی لا من نفسہ بضعف قیمتہ او لنفقۃ الصغیر او دین المیت او وصیۃ مرسلۃ لا نفاذ لہا الا منہ او لکون غلاتہ لا تزید علی مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کونہ فی ید متغلب درر واشباہ ملخصا اور صغیر کی عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہی غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اُسکی دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کے واسطے یا دین میت کے ادا کرنے کے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونے کے لیے جسکا نافذ اور جاری ہونا کہین سے منظور نہین ہواسے عقار کے یا اسواسطے کہ عقار کی حاصلات زیادہ نہین ہوتی اُسکے مصارف سے یا اُسکے ویران ہونے یا ناقص ہوجانے کے خوف سے یا اسوجہ سے کہ عقار ظالم سرکش کے ہاتھ مین ہی کذا فی الدرر والاشباہ ملخصاً ہم وصیۃ مرسلۃ مراد وصیت مطلقہ ہی اسطرح پر کہ موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتھائی مال وصیت ہی تو اب عقار کی بیع جائز ہی کذا فی الدرر قلت وہذا لو البائع وصیا لا من قبل ام او اخ فانہما لا یملکان بیع العقار مطلقا مین کہتا ہون اور یہ یعنی جواز بیع عقار صغیر اشیاء ثمانیہ مذکورہ مین اس شرط سے ہی کہ بائع ماں یا بھائی کیطرف سے وصی نہو اسواسطے کہ ماں اور بھائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا مالک نہین ہر طرح لینے نہ اشیاء مستثنے مین بیع انکے غیر مین ولا شراء غیر طعام وکسوۃ اور ماں اور بھائی کا وصی کسی چیز کے خرید کا مالک نہین سوائے طعام اور لباس کے غیر کے ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سو اگر وہ لوگون کے نزدیک سراہا اور پسندیدہ ہو یا اُسکی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہو تو بیع جائز ہی کذا صرح بہ ابن کمال ولا یتجر الوصی فی مال الیتیم لنفسہ فان فعل تصدق بالربح اور وصی سوداگری کرے یتیم کے مال مین اپنی ذات کے فائدے کیواسطے سو اگر اُسنے اپنے واسطے اس مال مین تجارت کی تو منفعت کو خیرات کردے وجاز لو اتجر من مال الیتیم للیتیم وتمامہ فی الدرر اور سوداگری جائز ہی اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال مین یتیم کیواسطے اور اُسکا پورا بیان درر مین ہی ہم درر مین خانیہ سے مذکور ہی کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے مال مین تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہین اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو راس المال کا ضامن ہے اور نفع خیرات کرے طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک نفع وصی کو حلال ہی خیرات نہ کرے انتہی قلت وفی الاشباہ لا یملک الوصی بیع شیء باقل من ثمن المثل الا فی مسئلۃ الوصیۃ ببیع عبدہ من فلان مین کہتا ہون اشباہ مین ہی کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہین ثمن مثل سے کمتر مین مگر ایک مسئلہ وصیت مین اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہی یعنی جبکہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلانے شخص سے ہم اور فلانا شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہوا تو اب وصی کو ثمن سے کم کرنا درست ہی لیکن اشباہ قیمت سے کم کرنا تو یہی درست نہین کذا فی الحموی

وفیہما الکلام فی اجر المثل للمتولی اجر مثل عملہ فلو لم یعمل لا اجر لہ واما وصی المیت فلا اجر لہ علی الصحیح وہذا اذا عین القاضی للمتولی اجرا فان لم یعین وسعی فیہ سنۃ فلا شئ لہ وعزاہ للقنیۃ ثم ذکر ما یخالفہ فافہم وقد مر فی الوقف واما وصی القاضی فان نصبہ باجر مثلہ جاز استحقہ اور اشباہ مین ہی اجرت مثل کے بیان مین کہ متولی کو اسکے عمل کے برابر اجرت جائز ہے سو اگر اسنے عمل نہ کیا تو اسکو اجرت نہین ہے اور میت کے وصی کو بنابر قول صحیح کے اجرت نہین ہے اور یہ لینے متولی کے واسطے اجرت مثل کا ثبوت اسوقت ہے جبکہ قاضی متولی کے لیے اجرت معین کردے تو اگر اسنے اجرت معین نہ کی اور متولی نے ایک سال مین کوشش کی تو اسکے واسطے کچھ اجرت نہین اور صاحب اشباہ نے اس قول کو قنیہ کی طرف نسبت کیا پھر صاحب قنیہ نے وہ قول ذکر کیا جو اسکے مخالف ہے یعنی یون کہا کہ متولی مستحق اجرت ہے اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سو اسکو سمجھ لے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الوقف مین گذر گیا اور قاضی کے وصی کا یہ حکم ہے کہ اگر قاضی نے اسکو اجرت مثل پہ مقرر کیا تو جائز ہے انتہی ما فی الاشباہ وفی القہستانی معزیا للذخیرۃ ولو کانوا صغارا وکبارا باع حصۃ الصغار کما مر کذا الکبار علی ما مر من التفصیل اور قہستانی مین ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہون تو وصی چھوٹون کے حصون کو بیچ ڈالے چنانچہ صغیر کے مسائل مستثناۃ مین مذکور ہو چکا اور اسی طرح بالغ وارثون کے حصہ کو بیچ کرے بنابر تفصیل گذشتہ کہ ہم تفصیل مذکور یہ ہے کہ ادائے دین اور خوف ہلاکت مین بیع جائز ہے نہ اسکے سوا مین کذا فی الطحطاوی ونقل عن الہادیۃ ان فی بیعہ للعقار وفاء اختلاف المشائخ وجوزہ صاحب الہدایۃ لان فیہ استبقاء ملکہ مع دفع الحاجۃ وان لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیہ الفتوی وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا ہے کہ وصی کو عقار بیچنے مین بطریق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہے اور صاحب ہدایہ نے اسکو جائز کہا ہے اسواسطے کہ اسمین ملک صغیر کا باقی رکھنا ہے باوجود دفع حاجت کے اور اسواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظالم سرکش کے خوف سے جائز ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور اسکا پورا بیان ہمارے ملتقی کی شرح مین مذکور ہے ولا یجوز اقرارہ بدین علی المیت اور وصی کا اقرار جائز نہین میت پر دین کا ہم اسواسطے کہ اقرار مقر کے غیر پہ حجت نہین تو مقر لہ کو اسکا لینا بدون گواہی کے درست نہین اور اگر وصی دیگا تو اسپر ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ولا بشئ من ترکتہ انہ لفلان الا ان یکون المقر وارثا فیصح فی حصتہ اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکہ سے جائز اسطرح کہ یہ چیز فلانے شخص کی ہے مگر یہ کہ اقرار کرنے والا وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ مین نہ باقی ورثہ کے حصون مین ولو اقر الوصی بعین لآخر ثم ادعی انہ للصغیر لم تسمع درر اور اگر وصی نے کسی چیز معین کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہی چیز صغیر کی ہے تو اسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الدرر یعنی تناقض کی وجہ سے ووصی ابی الطفل احق بمالہ من جدہ وان لم یکن فوصیہ فالجد کما تقرر فی الحجر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ ترحقدار ہے صغیر کے مال مین تصرف کرنے کا صغیر کے دادا سے اور اگر اسکا وصی نہو تو دادا احق ہے چنانچہ کتاب الحجر مین ثابت ہو چکا ہے وفی المنیۃ لیس للجد بیع العقار والعروض لقضاء الدین وتنفیذ الوصایا بخلاف الوصی فان لہ ذلک اور منیہ مین ہے کہ دادا کو عقار کی اور اسباب کی بیع ادائے دین کے واسطے اور وصیتون کے جاری کرنے کے واسطے جائز نہین برخلاف وصی کے کہ اسکو یہ درست ہے

فصل فی شہادۃ الاوصیاء

یہ فصل ہے وصیون کی گواہی کے مسائل مین ہم اس فصل مین شہادت اوصیاء کے سوا اور مسائل بھی بہت مذکور ہین تو یون کہنا بہتر تھا فصل فی شہادۃ الاوصیاء وغیر ذلک وبطلت شہادۃ الوصیین لوارث صغیر بمال مطلقا او کبیر بمال المیت اور باطل ہے گواہی دو وصیون کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا ہبہ وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق مین وصیون کی گواہی میت کے مال کی باطل ہے ہم اسواسطے کہ صغیر کے ہر مال مین وصی کا تصرف جاری ہے اور بالغ کے مال میت مین بھی وصی کو حفاظت کی ولایت ہے وارث کی غیبت مین تو اس تہمت سے اسکی گواہی باطل ٹھہری وصحت شہادتہما لکبیر ای بغیر مال المیت لانقطاع ولایتہما عنہ فلا تہمۃ حینئذ اور صحیح ہے گواہی ان دونون کی بغیر مال میت کے [illegible]

دونون وصیون کی ولایت کی اُس مال سے تو اسکو تہمت کا استقام نہین کشہادۃ رجلین لآخرین بدین الف علی میت وشہادۃ الآخرین للاولین بمثلہ جیسے صحیح ہی گواہی دو مردون کی اور دو شخصون کے واسطے ہزار درم کے دین ہونے کی میت پر اور صحیح ہی گواہی اُنھین دونون شخصون کی پہلے دونون گواہون کے واسطے اتنے ہی ہزار درم کے دین سے کہ یعنے فریق اول نے فریق ثانی کے دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین ہونے کی گواہی دی تو دونون گواہیان صحیح ہین بخلاف شہادۃ کل فریق بوصیۃ الف بخلاف شہادت ہر فریق کے ہزار درم کی وصیت مین یعنے ہر فریق نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی کہ میت نے انکو ہزار درم کی وصیت کی ہر سو یہ گواہی باطل ہی وقال ابو یوسف لا تقبل فی الدین ایضا وقد تقدم فی الشہادات اور ابو یوسف رح نے کہا کہ دین مین بھی گواہی مقبول نہین مانند وصیت کے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الشہادات مین پہلے مذکور ہو چکا ہی او وشہادۃ الاولین لعبد والآخرین بثلث مالہ او الدراہم المرسلۃ لاثباتہا الشرکۃ فتبطل یا پہلون کی گواہی غلام کی وصیت کی اور پچھلون کی گواہی تہائی مال یا غیر معین دراہم کی وصیت کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے شرکت غلام کو تو باطل ہوگی ہم کل مال میت مین غلام بھی داخل ہی تو تہائی مال کی وصیت مین تہائی غلام مین شرکت ثابت ہوگئی اور شرکت قبول شہادت کی مانع ہی وتصح لو شہد رجلان لرجلین بالوصیۃ بعین کالعبد وشہد المشہود لہما للشاہدین بالوصیۃ بعین آخر لانتفاء الشرکۃ فلا تہمۃ زیلعی اور گواہی صحیح ہی اگر دو مردون نے اور دو مردون کے واسطے کسی چیز مثلاً غلام کی وصیت کی گواہی دی اور مشہود لہما نے شاہدون کے واسطے دوسری چیز مثلاً باغ کی وصیت کی گواہی دی اسواسطے کہ یہان دونون فریق مین شرکت ثابت نہین تو تہمت بھی نہین جو گواہی نہ مقبول ہو کذا فی الزیلعی شہدا الوصیان ان المیت اوصی لزید معہما لغت لاثباتہما لانفسہما معینا وحینئذ فیضم القاضی بہما ثالثا وجوبا لاقرارہما بآخر فیمتنع تصرفہما بدونہ کما لو ترد دو وصیون نے یہ گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی ان دونون کے ساتھ وصی کیا ہی تو یہ گواہی لغو ہی بسبب ثابت کرنے دونون وصیون کے اپنی ذاتون کے واسطے مددگار اور اسصورت مین قاضی ان دونون کے ساتھ تیسرا وصی ملا دے بنا بر وجوب کے کیونکہ انھون نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونون وصیون کا تصرف کرنا میت کے مال مین بدون تیسرے وصی کے جائز نہین چنانچہ ثابت ہو چکا الا ان یدعی زید ذلک ای یدعی انہ وصی معہما فحینئذ تقبل شہادتہما استحسانا لانہما اسقطا مؤنۃ التعیین عنہ مگر یہ کہ زید اسکا دعوے کرے یعنے زید یون دعوے کرے کہ وہ بھی وصی ہی ان دونون کے ساتھ تو اب دونون وصیون کی گواہی بطریق استحسان کے مقبول ہوگی اسلیے کہ دونون وصیون نے تیسرے وصی کے ٹھہرانے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کر دی کذا فی الطحطاوی وکذا ابنا المیت اذا شہدا ان اباہما اوصی الی رجل لجرہما نفعا بنصب حافظ للترکۃ اور اسی طرح میت کی دو بیٹیون نے جب گواہی دی کہ انکے باپ نے ایک مرد کو وصی کیا ہی تو گواہی لغو ہی اسواسطے کہ دونون نے اپنے واسطے منفعت کو کھینچا بسبب قائم کرنے ایک نگہبان کے متروکہ کے واسطے وہذا لو ہو منکر ولو یدعی تقبل استحسانا اور یعنی گواہی کا لغو ہونا اس شرط سے ہی کہ وہ شخص وصی ہونے کا منکر ہو اور اگر وہ وصی ہونے کا دعوی کرے تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی باعتبار استحسان کے بخلاف شہادتہما بان اباہما وکل زیدا بقبض دیونہ بالکوفۃ حیث لا تقبل مطلقا ادعی زید الوکالۃ ام لا لان القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الحی لطلبہما ذلک بخلاف الوصیۃ بخلاف اس گواہی کے کہ دو بیٹیون نے یہ گواہی دی کہ انکے باپ نے زید کو اپنے قبض دیون کا جو اہل کوفہ پر ہی وکیل کیا ہی کیونکہ یہ گواہی کسی طرح مقبول نہین خواہ زید وکالت کا دعوے کرے یا انکار کرے اسواسطے کہ قاضی زندہ آدمی کی جانب سے وکیل کے قائم کرنے کا بیٹیون کی طلب سے مالک نہین برخلاف وصیت کے وشہادۃ الوصی تصح علی المیت لا لہ ولو بعد العزل وان لم یخاصم ملتقی اور وصی کی گواہی میت کے ضرر پر صحیح ہی نہ میت کے نفع پر اگرچہ گواہی بعد معزولی کے واقع ہوئی ہو گو کہ اسنے خصومت نکی ہو کذا فی الملتقی وصی انفذ الوصیۃ من مال نفسہ یرجع مطلقا وعلیہ الفتوی درر وصی نے میت کی وصیت کو جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو اسقدر مال ترکہ میت سے بھر لے ہر طرح اور اسی اطلاق پر فتوی ہی کذا فی الدرر وصی رجوع کرے ہر طرح خواہ وہ

میت کا وارث ہو یا نہو خواہ وصیت اسکی ہو یا نہو کذا فی البحر (دی شخص اگر وکیل ادی الثمن من مالہ فان لہ ان یرجع) چنانچہ وہ وکیل جسنے ثمن ادا کیا
اپنے مال سے تو اسکو موکل کے مال سے پھیر لینا جائز ہے (وکذا الوصی اذا اشتری لوصیہ کسوۃ او للدفن او اشتری ما ینفق علیہ من مال نفسہ فانہ یرجع
اذا اشہد علی ذلک) اور اسی طرح وصی جبکہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال سے یا وہ چیز خریدے جسکو صغیر پر خرچ کرتا ہو تو وصی صغیر کے مال سے
پھیر لے جبکہ اسپر اسنے گواہ کر لیا ہو یعنی اسپر شاہد مقرر کیا ہو کہ میں اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہوں یا صغیر کے مال سے پھیر لونگا (وفی البزازیۃ وانما شرط
الاشہاد لان قول الوصی فی حق الانفاق یقبل لا فی حق الرجوع بلا اشہاد وتمامہ فیہا ... فی القنیۃ والخلاصۃ والخانیۃ لہ ان یرجع بالثمن
وان لم یشہد تخالف الاولین ویؤید ما فی القنیۃ) قنیہ بزازیہ میں ہے کہ گواہ کرنا (اولی) اسواسطے شرط ہے کہ وصی کا قول حق انفاق میں تو مقبول ہے نہ
حق رجوع میں بدون گواہ کر لینے کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں لیکن قنیہ اور خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ وصی کو ثمن کا پھیر لینا جائز ہے
اگرچہ اسنے گواہ نہ کر لیا ہو برخلاف ماں باپ کے کہ انکو رجوع بلا اشہاد جائز نہیں اور آگے وہ آویگا جو اسکا مفید ہے تو خبردار رہنا ہم شرنبلالیہ میں ہے کہ
ہمارے علما کا کلام رجوع مطلق یا رجوع بشہادت میں مضطرب ہے اور یہ استشارہ کے طعام اور لباس کی طرف راجع ہے اسواسطے کہ والدین کی عادت میں طعام
اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی (او قضی دین المیت الثابت شرعا او کفنہ او ادی خراج الیتیم او عشرہ من مال نفسہ) یا وصی نے وہ
دین میت کا جو شرعا اسپر ثابت ہوا ادا کیا یا اسکو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے ادا کیا (او اشتری الوارث الکبیر طعاما او کسوۃ للصغیر او کفن الوارث
المیت او قضی دینہ من مال نفسہ فانہ یرجع ولا یکون متطوعا) یا وارث بالغ نے صغیر کے واسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو
کفن دیا یا اسکا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے متروکہ سے پھیر لیگا اور تبرع نہوگا یعنی اسکا مال بلا عوض نہ ٹھہریگا (ولو کفن الوصی المیت
من مال نفسہ قبل قولہ فیہ قیل ہو مستدرک بقولہ او کفنہ) اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اسکا قول اسمیں مقبول ہوگا شارح نے کہا کہ بعضون
نے کہا کہ یہ متن کا قول زائد اور مکرر ہے بقول ماتن او کفنہ حلبی درالمختار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ قیل کو حذف کر لیتے اسواسطے کہ
اس قول کا مکرر مذکور ہونا صحیح ہے طحطاوی محشی نے کہا اسکا جواب یوں ممکن ہے کہ ماتن کی مراد یہ ہے کہ دونوں یعنی وارث اور وصی کفن کے مجرا دینے میں
متروکہ سے متفق ہیں لیکن وہ مقدار قیمت میں مختلف ہیں تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہ قول ماتن کے قول سابق سے متغایر ٹھہرا فتامل انتہی
(ولو باع الوصی شیئا من مال الیتیم ثم طلب منہ باکثر مما باع یرجع القاضی الی اہل البصیرۃ والامانۃ ان اخبرہ اثنان منہم انہ باع بقیمتہ وان
قیمتہ ذلک لا یلتفت القاضی الی من یزید) اور اگر وصی نے مال یتیم کا بیچا پھر وصی سے مال بیع کی طلب ہوئی اسکے بیچنے سے زیادہ ثمن کو تو قاضی
اسمیں اہل بصیرت اور اہل امانت کی طرف رجوع کرے اگر معتمدین واقفکاروں میں سے دو شخص اسکو خبر دیں کہ وصی نے مال یتیم کو اسکی قیمت کے موافق بیع کیا
اور اس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نہ کرے اس شخص کیطرف جو زیادہ ثمن دیتا ہو (وان کانت فی المزایدۃ یشتری باکثر وفی السوق باقل لا ینقض
البیع لذلک ای لاجل تلک الزیادۃ بل یرجع الی اہل البصیرۃ فان اجتمع رجلان منہم علی شئی یوخذ بقولہما عند محمد وکفی قول واحد فی ذلک عندہما
کما فی التترخانیۃ) اور اگر مزائدہ میں یعنی جہاں بیع میں زیادتی ہو جسکو بالفعل کے عرف میں نیلام گھر لیتے ہیں وہ مال خرید ہوتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار میں کمتر
تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب بلکہ رجوع کرے واقفکار لوگوں کیطرف بلکہ اگر لوگوں میں سے دو مرد متفق ہوں ایک چیز پر تو انمیں دونوں کا
قول لیا جاوے محمد کے نزدیک اور ایک مرد کا قول کفایت کرتا ہے امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود دین کافی ہے (وعلی ہذا قیم الوقف اذا اجر
مستغل الوقف ثم جاء آخر یزید فی الاجر انکل ... الدرر والخانیۃ) وعلی ہذا القیاس متولی وقف نے جبکہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا
شخص آیا زیادہ کرایہ دینے کو تو نقض اجارہ نہوگا بدون قول اہل بصیرت کے یہ سب مسائل درر میں مذکور ہیں فتاوی قاضی خان سے منقول فروع

بیع الوصی

مسائل ہیں جو شارح کے قبول قول الوصی فیما یدعیہ من الانفاق بلا بینۃ الا فی ثلث عشرۃ مسئلۃ علی ما فی الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنے کے دعوے میں بدون گواہوں
کے مقبول ہے مگر بارہ مسئلوں میں مقبول نہیں چنانچہ اشباہ میں مذکور ہیں ہم مسائل مذکورہ کو شارح اب ذکر کرتا ہے اقضاء دین المیت پہلا مسئلہ یہ ہے
کہ وصی نے دین میت کے ادا کرنے کا دعویٰ کیا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصی نے دعویٰ کیا کہ میں نے وصی کا دین اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اسکی تکذیب
کرتا ہے اور ادا کرنے پر گواہ نہیں ہیں تو قول وصی کا مقبول ہوگا او ادعی قضاءہ من مالہ بعد بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہ ہے یا دعوے کیا
ادا کے دین میت کا اپنے مال سے بعد ترکہ بیچنے اور اسکا ثمن قبض کرنے سے پہلے (او ان الیتیم استہلک مالا آخر فدفع ضمانہ) تیسرا مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ
کیا کہ یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے اسکا تاوان دیا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی میں اتلاف
تلف کیا تھا اور میں نے تیری طرف سے ادا کیا تھا سو یتیم نے اسکی تکذیب کی تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی (او ان
لہ تجارۃ فرکبہ دیون فقضاہا عنہ) چوتھا مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگوں کے دین ثابت ہوگئے سو وصی نے انکو ادا کیا یتیم
کی طرف سے (او ادی خراج ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعۃ) پانچواں مسئلہ یہ ہے یا دعوے کیا کہ اسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت میں کہ زمین زراعت
کے لائق نہ تھی ہم تو اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصومت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق ہوں مدت
موت کے وقت پر کذا فی الطحطاوی (او جعل عبدہ الآبق) چھٹا مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا یتیم کا غلام گریختہ کے پکڑ لانے والے کے انعام دینے کا ہم یہ محمد کا قول ہے اور ابو یوسف
کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الحموی والطحطاوی (او فداء
عبدہ الجانی) ساتواں مسئلہ یہ ہے یا دعوے کیا یتیم کے غلام قاتل کے تاوان دینے کا (او الانفاق علی محرمہ) آٹھواں مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنے کا ہم صورت
اسکی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے اندھے بھائی کے واسطے اتنا ماہانہ تیرے مال سے مقرر کیا اور میں نے اسکو دو برس ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے
اوپر کبھی قاضی نے یہ حکم نہیں کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ (او علی رقیقہ الذین ماتوا) نواں مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ
کیا خرچ کرنے کا یتیم کے ان غلاموں پر جو مر گئے ہم یہ قول ہے محمد کا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر غلام زندہ ہوں تو بالاتفاق وصی کا
قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی (او الانفاق علیہ من مالہ حال غیبتہ) یا وصی نے دعویٰ کیا یتیم پر اس مال کے خرچ کرنے کا جو وصی پر واجب الادا تھا ہم یہ مسئلہ اشباہ
میں مذکور نہیں اور اگر اسکو شمار کیجیے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہیں وجہ اس مسئلہ کی یہ ہے کہ وصی چاہتا ہے کہ میں ادا سے دین سے فارغ الذمہ ہو جاؤں تو اسکی
تصدیق بدون شہادت کے نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی (وکذا من مال نفسہ حال غیبۃ مالہ واراد الرجوع) دسواں مسئلہ یہ ہے اور اسی طرح وصی نے دعوے کیا
خرچ کرنے کا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تھا اور اسنے پھیر لینے کا ارادہ کیا ہم بشرطیکہ وصی نے اسپر گواہ نہ کیا ہو کہ میں اپنا مال
خرچ کرتا ہوں پھیر لینے کے واسطے اور اگر اسنے اسپر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ (او انہ زوج الیتیم امراۃ
ودفع مہرہا من مالہ وہی میتۃ) گیارھواں مسئلہ یہ ہے یا دعوے کیا کہ اسنے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اسکا مہر ادا کیا اپنے مال سے
اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہیں ہے (الثانیۃ عشر ذکرہ بقولہ ثم ادعی انہ کان مضاربا) بارھواں مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل
کیا پھر دعوے کیا کہ اسنے بطور مضاربت کے تجارت کی ہم یہاں بھی عدم اشہاد شرط ہے اور اگر وصی نے مضاربت پر گواہ کر لیا ہو تو نفع میں شریک
ہوگا کذا فی الطحطاوی (والاصل ان کل شیء کان مسلطا علیہ فانہ یصدق فیہ وما لا فلا) اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ جس چیز
پر وصی مسلط ہو تو اسمیں اسکی تصدیق کی جاویگی اور جس پر وہ مسلط اور متعین نہیں تو اسمیں اسکی بلا شہادت تصدیق نہ ہوگی ہم تصدیق ہوگی
قسم کے ساتھ جبکہ ظاہر حال اسکا مکذب نہ ہو کما فی الحموی (نصب القاضی وصیا فی سیقۃ او ضیع مبسوطۃ فی الاشباہ) قاضی نے میت کیلئے

وصی کو مقرر کرے ان سات مقاموں میں جو اشباہ میں مفصل مذکور ہیں ہم نصب وصی کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کے روبرو گواہ گواہی دیں کہ فلاں شخص
مر گیا اور اسنے کوئی وصی قائم نہیں کیا سو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہے نہ قاضی کا وصی اور نصب
وصی کا اختیار فقط اس قاضی القضاۃ کو ہے جسکو سلطان کی طرف سے اسکی اجازت ہو کذا فی الاشباہ منہا اذا کان له دین او علیه ولتنفیذ وصیته مجمله
مواضع سبعہ کے یہ تین مقام ہیں جبکہ میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کے واسطے وزاد فی النهر واهر
سوچھ ہیں آخرین اشتری الاب من طفله شیئا فوجد به عیبا ینصب القاضی وصیا لیرده علیه اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں دو مقام اور زیادہ مذکور
کیے ہیں ایک یہ کہ باپ نے اپنے طفل سے کوئی چیز خریدی پھر اس میں عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کرے تاکہ باپ وہ چیز عیب ناک اسکو پھیرے واذا احتیج
لاثبات حق صغیر ابوه غائب غیبة منقطعة نصب له وصیا وعزاه لجامع الفتاوی اور جبکہ اس صغیر کے اثبات حق کی حاجت ہو جسکا باپ غائب ہو بطریق
غیبت منقطعہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطعہ نہ ہو تو وصی مقرر نہ کرے اور صاحب زواہر نے ان دونوں مسئلوں کو مجمع الفتاوی کیطرف نسبت
کیا ہے ہم غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہاں قافلہ آتا جاتا نہ ہو یہ مستفاد ہوتا ہے شرح حموی سے اور فقہا نے غیبت منقطعہ کی تفسیر میں اختلاف کیا النکاح
میں مذکور کیا ہے بعضوں نے کہا کہ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہاں قافلہ نہ جاتا ہو مگر سال میں ایکبار یہ قول قدوری کا مختار ہے اور بعضوں نے کہا کہ ایک مہینا
یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضوں نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر میں نہ ٹھہرتا ہو چلا پھرا کرتا ہو یا مفقود الخبر ہو اور بعضوں نے کہا ۱۵ منزل ہو اور بعضوں نے کہا ۳ منزل اور
بعضوں نے کہا کہ ایک شہر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی الطحطاوی وصی القاضی کوصی المیت الا فی ثمان لیس لوصی القاضی الشراء لنفسه ولا البیع ممن
لا تقبل شهادته له قاضی کا وصی میت کے وصی کے برابر ہے مگر آٹھ جگہ میں اسکے برابر نہیں ہے ایک یہ کہ وصی قاضی کو خرید کرنا اپنی ذات کے واسطے ترکہ سے جائز نہیں
دوسری صورت یہ ہے بیچنا اس شخص سے جسکے حق میں وصی کی گواہی مقبول نہیں درست نہیں ولا ان یقبض الا باذن جدید من القاضی تیسری صورت یہ ہے کہ اسے
جائز نہیں کہ اسکو قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے اذن سے یعنی اگر قاضی نے خصومت کیواسطے صغیر کیطرف سے وصی کیا تو بعد فیصلے کے وصی اس چیز پر قبضہ کرے
تاوقتیکہ قاضی قبض کا اذن جدید نہ دے بخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت اور قبض دونوں کا اذن دیا ہے تو اذن جدید کی حاجت نہیں
ولا ان یوجر الصغیر لعمل ما چوتھی صورت یہ ہے اور جائز نہیں کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کرواوے ولا ان یجعل وصیا عند موته پانچویں صورت یہ ہے اور وصی
قاضی کو جائز نہیں ہے کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرے ولو خصصه القاضی تخصص چھٹی صورت یہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کر دیا یعنی ایک نوع میں وصی
کیا تو وہ مخصوص ہو جائیگا یعنی جمیع انواع میں وصی نہ ہوگا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپ کے کذا فی الطحطاوی ولو نهاه عن بعض التصرفات صح نهیه ساتویں
صورت یہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روک دے تو اسکا روکنا صحیح ہے برخلاف وصی میت کے کذا فی الاشباہ عن البزازیه وله عزله ولو عدلا آٹھویں صورت
یہ ہے اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اسکا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن القنیه بخلاف الیتیمه بخلاف وصی المیت فی ذلک کله برخلاف وصی میت کے ان سب
آٹھوں مسئلوں میں وفی الخزانة وصی وصی القاضی کوصیه لو وصیته عامة انتهی وبه یحصل التوفیق اور خزانہ میں ہے کہ قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کے برابر ہے اگر
قاضی کی وصیت عامہ ہو انتہی ما فی الاشباہ اور اس شرط سے اختلاف دونوں قولوں کا رفع ہو گیا ہم یعنی یتیمہ اور خزانہ کا اختلاف رفع ہو گیا اشباہ میں پانچویں
صورت یتیمہ سے منقول ہے کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہیں اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے بشرط وصیت عامہ
کے تو اختلاف رفع ہو گیا یعنی عدم جواز ہے وصیت خاصہ میں اور جواز ہے وصیت عامہ میں وفی الفتاوی الصغری تبرعه فی مرضه انما ینفذ من الثلث
عند عدم الاجازة الا فی تبرعه فی المنافع فینفذ من الکل بان آجر باقل من اجرة المثل لانها تبطل بموته فلا اضرار علی الورثة وفی حیاته
لا ملک لهم لکن فی العادیة انها من الثلث فلعله روایتان اور فتاوی صغری میں ہے کہ مریض کا تبرع اور احسان کرنا مرض میں

نافذ نہیں ہوتا مگر ثلث متروکہ میں در حال عدم اجازت وارثوں کے کہ اسکا منافع کے تبرع میں سو کل متروکہ سے نافذ ہوگا اسطرح پر کہ اُسنے
گھر وغیرہ اجرت مثل سے کمتر اجرت پر اجارہ دیا یعنے اسکی اجرت مثلاً سو روپیہ [illegible] اجارہ دیا تو یہ جائز اور نافذ ہی اسلیئے کہ اجارہ مذکور مریض
کی موت سے باطل ہوگا تو وارثوں پر ضرر رسانی نہیں ہی اور اُسکی حیات میں تو وارثوں کی کچھ ملکیت نہیں لیکن عادیتہ نہیں ہی کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے
نافذ ہی تو شاید [illegible] باع مال الیتیم او بضیعۃ والمشتری مفلس یؤجل ثلثۃ ایام فان نقد والا فسخ وصی نے یتیم کا مال [illegible]
بیچا اور خریدار مفلس ہو تو تین دن کی مدت ٹھہراوے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن حاضر کرے تو بہتر ہی ورنہ بیع کو فسخ کرے فان انکر
المشتری [illegible] پھر اگر مفلس خریدار بیع کا منکر ہوا اور حالانکہ وہ مبیع پر قبضہ کر چکا ہی تو وصی اس امر
کی حاکم کے پاس نالش کرے تو حاکم یون کہے کہ اگر تم دونون میں بیع واقع ہوئی ہو تو البتہ میں نے اس بیع کو فسخ کر دیا ہم اس قول کا فائدہ یہ ہی کہ اگر مشتری بعد
فسخ کے خریداری کا دعوی کرے اور گواہ لاوے تو اسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی قبیل الوصایا ثم اراد عزل نفسہ [illegible] الا عند الحاکم وصی نے وصی ہونا قبول
کیا پھر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہ جائز نہیں مگر حاکم کے نزدیک ہم حاکم کو لازم ہی کہ اگر وصی کو امانتدار اور ہوشیار جانے تو معزول نکرے اور اگر اسکو عاجز یا
کثیر الاشغال جانے تو اسکو خارج کرے اور [illegible] اخراج کا دو طرح پر ہوا ایک یہ کہ وصی اسکو مقرر کرے اس شرط پر کہ جب وصی چاہے آپ کو معزول کرے دوسری صورت
یہ ہی کہ وصی میت پر دین کا دعوی کرے اور حاکم اسکو متہم کرکے معزول کرے اور یہ ابو یوسف کا قول ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی دفع للیتیم مالہ بعد بلوغہ وشہد
الیتیم علیہ بقبضہ لم یبق من ترکۃ والدہ لا قلیل ولا کثیر [illegible] الوصی [illegible] وصی نے یتیم کو اسکا مال اسکے بالغ ہونے کے بعد
حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اسکے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہیں رہا وصی کے پاس نہ کم نہ زیادہ پھر یتیم نے وصی کے پاس کسی
چیز کا دعوی کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ سے ہی اور گواہوں سے اسکو ثابت کیا تو اسکا دعوی مسموع ہوگا ہم یہ اشہاد ابراء معلوم نہیں نہ شخص معلوم
سے نہ مجہول سے تو یہ فقط اقرار ہی جو ابراء کا مستلزم نہیں تو یہ اسکے دعوے کا مانع نہیں برخلاف اس ابراء کے جو مجہول سے ہو معلوم کے واسطے یعنے
شخص معین سے جو چیز معین کا ابراء ہو اسطرح کہ مثلاً زید عمرو سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہو اسکو مجھے حلال اور معاف کر دے سو عمرو نے اسی طرح کہا تو
زید بری الذمہ ہوگیا اور یہ ابراء صحیح ہی [illegible] معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ مختصراً للوصی الاکل والرکوب بقدر الحاجۃ قال
تعالے ومن کان فقیراً فلیاکل بالمعروف اور وصی کو یتیم کے مال سے کھانا اور اسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہی حق تعالے نے فرمایا اور جو محتاج
ہو تو چاہیے کہ دستور کے موافق کھاوے [illegible] کھانا اور سوار ہونا مقید بہ حاجت [illegible] یعنے جسقدر مدت حاجات یتیم میں کوشش کرتا ہی اسی قدر مدت تک کھانا
اور سوار ہونا درست ہی کذا فی العالمگیریۃ والانفاق فی تعلیم القرآن والادب ان تاہل لذلک اور وصی کو جائز ہی کہ تعلیم قرآن اور ادب مین خرچ
کرے اگر یتیم اسکا اہل ہووے علم شامیہ [illegible] ادب سے مراد علوم ادبیہ ہین کہ انکی تعلیم ہوتی ہی انتہی علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت
کا ہی یعنے اگر یتیم خاندان اہل علم سے ہی تو وصی خرچ کرکے اسکو تمام قرآن اور علوم مذکورہ پڑھاوے والا فلینفق علیہ بقدر ما یتعلم القراءۃ الواجبۃ فی الصلاۃ یعنے اور
اگر یتیم اہل علم سے نہ ہو تو وصی کو چاہیے کہ اسپر اسقدر خرچ کرے کہ قراءت واجبہ نماز کی سیکھ جاوے یعنی جسقدر نماز مین قرآن پڑھنا واجب ہی اسقدر اسکو سکھاوے
[illegible] وصی [illegible] الشرنبلالی [illegible] ان تصرفات اور سمجھیے مین ہی کہ وصی کے واسطے مشرف مقرر ہو تو وصی بدون اسکے تصرف متروکہ
مین نکرے اور بعضون نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنے بدون وصی کے درست ہی ہم اس مسئلہ کا بیان باب الوصی مین مفصل مذکور ہوچکا وفیہ للاب اعارۃ
طفلہ اتفاقا لا مالہ علے الاکثر اور سمجھیے مین ہی کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہی بالاتفاق نہ اسکے مال کو عاریت دینا بنا بر اکثر روایات کے وفیہ یملک
الاب لا الجد عند عدم الوصی ما یملکہ الوصی اور سمجھیے مین ہی وصی نہونے کے وقت باپ مالک ہی اس چیز کا جسکا وصی مالک ہوتا ہی اور دادا مالک

نہین ہوتا وصی کے برا بر الاب یملک قسمۃ مال مشترک بینہ وبین الصغیر بخلاف الوصی باپ مالک ہی اُس مال کے قسمت کرنے کا جو مشترک ہی ما بین باپ
اور ما بین صغیر کے بخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا مالک نہین ہم قنیہ مین مذکور ہی کہ جو مال وصی او صغیر مین مشترک ہی اُسکی
قسمت وصی کو جائز ہی امام کے نزدیک بشرطیکہ اُسمین یتیم کا نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ یہان عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر محمول ہی کذا فی الطحطاوی ویملک الاب
والجد بیع مال احدہما لطفلیہ للآخر بخلاف الوصی باپ اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہی برخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور
کا مالک نہین ہم یعنے اگر ایک شخص دو یتیمون کی وصی ہو تو اُسکو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچنا جائز نہین اسواسطے کہ وہ دونون یتیمون کی خیرخواہی کا
مامور ہی سو یہان ایک یتیم کی خیرخواہی دوسرے کے حق مین ضرر کرتی ہی اور اسی طرح اگر دو وصی ہون دو یتیمون کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیع کرنا درست
نہین ولو باع الاب او الجد مال الصغیر من الاجنبی بمثل قیمتہ جاز ان لم یکن فاسد الرای ولو فاسدہ فان باع عقارہ لم یجز وفی المنقول روایتان اور اگر باپ
اور دادا اپنے بیٹے کا مال اجنبی شخص سے بیچا بقدر اُسکی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہی اگر وہ احمق فاسد الرای نہو اور اگر بدعقل ہو تو اگر اُسنے صغیر کا مال غیر منقول
بیچا تو جائز نہین ہی اور مال منقول کے بیچنے مین دو روایتین ہین ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتری لطفلہ ثوبا او طعاما واشہد انہ یرجع بہ لہ الرجوع
به لو مال والا لا لوجوبہا علیہ حینئذ اور اگر باپ نے اپنے لڑکے کیواسطے کپڑا یا کھانا خرید کیا اور گواہ کر لیا اسپر کہ مین اسقدر ثمن لڑکے کے مال سے پھیر لونگا
تو اُسکا مجرا لے اگر صغیر کا مال ہوا اور اگر مال نہو تو رجوع جائز نہین لیکہ باپ واجب ہو سکہ کھانا اور کپڑے کا باپ پر سو وقت مین یعنی جب صغیر محتاج ہی تو اُسکا نفقہ باپ پر واجب
ہی رجوع جائز نہین وکذا لو اشتری لہ دارا او عبدا یرجع سواء کان لہ مال او لا وان لم یشہد لا یرجع کذا عن ابی یوسف رح ومن یکیب حفظہ اللہ اعلام و رہانہ لہا رہی طعام کے
اگر باپ نے صغیر کیواسطے گھر یا غلام خرید کیا تو رجوع کرے خواہ اُسکا مال ہو یا نہو اور اگر باپ نے رجوع کر لینے پر گواہ نہین کیا ہی تو رجوع نکرے چنانچہ ابو یوسف رحمہ سے منقول ہی اور یہ تفصیل خوب
ہی ہمیشہ یاد رکھنا واجب ہی واللہ اعلم بعینہ لحفیص قنیہ مین مذکور ہی کہ ایک وارث نے تجہیز میت مین ترکہ سے خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثون کے تو وہ میت کے مال سے
ہوگا اور وہ متبرع نہوگا اور اگر ماتم اور سوم وغیرہ کی خرید مین بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثون کے اُسنے صرف کیا تو اُسکے حصہ مین محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہی کذا فی الطحطاوی مختصر اواللہ اعلم استغفر اللہ الکریم

کتاب الخنثیٰ

اس کتاب مین خنثیٰ کے احکام مذکور ہین ہم خنثیٰ مشتق ہی خنث بفتح خاے معجمہ و سکون نون سے اور خنث لغت مین عبارت ہی نرمی اور کسر سے اور اسی سے مخنث ہی
معلوم کرنا چاہیے کہ حقتعالیٰ نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائے اور اسکا حکم مذکور نہین کیا جو مرد بھی ہوا ور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونون وصف
متضاد ہین ایک شخص مین جمع نہین ہوتے اور دونون ہین علامت امتیاز کی آلہ تذکیر اور تانیث ہی پھر کبھی اشتباہ واقع ہوتا ہی اسطرح پر کہ کوئی انسان ایسا
ہوتا ہی جسمین تمیز نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی لما ذکر من غلب وجودہ ذکر نادر الوجود جبکہ مصنف نے غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پائی یعنے مرد اور عورت کے
احکام سے تو نادر الوجود یعنے خنثیٰ کا ذکر شروع کیا ہو ذو فرج و ذکر او من عری عن الاثنین جمیعا خنثیٰ وہ ہی جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہی جو ذکر
اور تانیث دونون علامتون سے معرا ہو فان بال من الذکر فغلام وان بال من الفرج فانثی تو اگر وہ پیشاب کرے ذکر سے تو مرد ہی اور اگر پیشاب کرے
فرج سے تو عورت ہی ہم جب اُسنے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدن کا شگاف ہی اور اگر اُسنے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت فضول یعنی سسے کی ہی
ہی کذا فی القہستانی وان بال منہما فالحکم للاسبق اور اگر دونون سے پیشاب کرے تو اسبق اور اقدم پر حکم ہی یعنی جس سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اُسکا اعتبار ہی اسواسطے کہ قدامت
اُسکی دلیل ہی کہ وہی عضو اصلی ہی وان استویا فمشکل اور اگر دونون برابر ہون اسطرح کہ دونون سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثیٰ مشکل ہی ہم مشکل اسواسطے کہا کہ امر
کوئی متعین نہین ولا تعتبر الکثرۃ خلافا لہما اور کثرت پیشاب کی معتبر نہین امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ کثرت خروج اصالت عضو پر
دلیل ہی ولانہ حکم الکل اور امام رح کی دلیل یہ ہی کہ کثرت خروج کشادگی مخرج پر دلیل ہی نہ اصالت پر اور امام سے مروی ہی کہ انھون نے ابو یوسف رح سے

فرمایا کہ مین نے ایسا قاضی نہین دیکھا جو پیشاب کا اندازہ کرتا ہو پیمانہ سے کذا فی الطحطاوی ہذا قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحیتہ او وصل الی المرأۃ
او احتلم کما یحتلم الرجل فرجل یعنی تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہی پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اسکے ڈاڑھی نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا یا اسکو احتلام
ہوا جیسے مرد کو احتلام ہوتا ہی تو وہ مرد ہی وان ظہر لہ ثدی او لبن او حاض او حبل او امکن وطیہ فامرأۃ اور اگر اسکے پستان ظاہر ہوئی یا دودھ
نکلا یا اسکو حیض آیا یا اسکو حمل رہا یا جماع اسکا ممکن ہی تو وہ عورت ہی ظہور لبن سے مراد یہ ہی کہ دونون پستانون سے عورتون کے مانند دودھ نکلے اسواسطے
کہ مرد کی بھی چھاتیون سے کبھی دودھ نکلتا ہی لیکن استفادہ ہوتا ہی شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ مین ہی کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہی تو دودھ کے ذکر کرنے
کی حاجت نہ تھی اسکا جواب یہ ہی کہ کبھی دودھ نکلتا ہی اور پستان ظاہر نہین ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہی جو مرد کی پستان سے تمیز نہین اور جب دودھ آیا تو تمیز
واقع ہوگئی اور امکان حمل کی یہ صورت ہی کہ خنثی نے منی روئی مین لیکر اپنی فرج مین داخل کی اور امکان وطی کی یہ صورت ہی کہ عورتون نے اسکو دیکھا اور کہا
کہ اس سے وطی ممکن ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وان لم تظہر لہ علامۃ اصلا او تعارضت العلامات فمشکل لعدم المرجح اور اگر اسکی کوئی بھی علامت مذکورہ
ظاہر نہوئی یا علامات مین تعارض واقع ہوا تو وہ خنثی مشکل ہی بوجہ عدم مرجح کی وجہ سے ہم تعارض علامات کی مثلاً یہ صورت ہی کہ پستان ابھرے اور ڈاڑھی نکلی ایک سا تھ یا
ذکر سے منی نکلی اور فرج سے ساتھ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھ ہی کذا فی القہستانی وعن الحسن انہ تعد اضلاعہ فان ضلع المرأۃ
تزید علی ضلع الرجل بواحد ذکرہ الزیلعی اور حسن بصری سے مروی ہی کہ خنثی کی پسلیان شمار کیجاوین اسواسطے کہ عورت کے ایک پسلی زیادہ ہوتی ہی مرد کی پسلیون
سے ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے ہم آپس مین اختلاف ہی کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہی مشہور یہ ہی کہ بائین طرف کی ہوتی ہی اور اسمین اختلاف ہی کہ مرد کی سولہ پسلیان
اور عورت کی سترہ یا مرد کی سترہ ہین اور عورت کی اٹھارہ بعضون نے کہا کہ مشاہدہ اسکے مخالف ہی اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونون کی پسلیان برابر ہین
اور بنا بر قول تفاوت اضلاع کی وجہ اسکی یون مذکور ہی کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئین تو سب مرد ابو البشر علیہ السلام کے منوال پر جاری
رہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصراً وحینئذ فیؤخذ فی امرہ بما ہو الاحوط فی کل الاحکام اور اسوقت مین یعنی درصورت اشکال اور عدم ترجیح کے وقت تو
عمل کیا جاویگا خنثی مشکل کے امر مین اس چیز کے ساتھ جسمین زیادہ تر احتیاط ہی تمام احکام مین قلت ولکن قدمنا انہ لا یجب الغسل بالایلاج فیہ انہ لا یتعلق التحریم
بلبنہ قنیہ مین کہتا ہون لیکن ہمنے اول کتاب مین مذکور کیا کہ خنثی مشکل مین ادخال سے غسل واجب نہین ہوتا اور اسکے دودھ سے تحریم متعلق نہین تو آگاہ رہنا
یعنی ان دونون صورتون مین عمل باحتیاط نہین ہی ہم یہان اعتراض وارد ہوتا ہی کہ عنقریب گذرا کہ امکان وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہی تو وہ خنثی مشکل
نرہا اسکا جواب یہ ہی کہ بعد تحقق انوثت کے دوسری علامت معارض ہوئی چنانچہ ڈاڑھی نمودار ہوگئی تو اشکال ثابت ہوگیا اور اسیطرح دودھ مین کلام ہی کذا فی الطحطاوی
فیقف بین صف الرجال والنساء سو بنا بر عمل باحتیاط کے خنثی مشکل کھڑا ہو مردون اور عورتون کی صف کے مابین مین ہم یعنی نہ مردون کی صف مین کھڑا ہو نہ عورتون
کی صف مین اسواسطے کہ اگر خنثی مشکل فی الواقع مرد ہی تو عورتون کی صف مین کھڑے ہونے سے اسکی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہی تو مردون کی صف مین کھڑے ہونے سے
اسکے محاذی شخص کی نماز فاسد ہوگی تو اسکے داہنے اور بائین اور پیچھے کا شخص سامنے والا احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے پھر اگر خنثی بالغ ہی اور عورتون کی صف مین کھڑا ہو تو اسپر
اعادہ نماز کا واجب ہی اور اگر قریب البلوغ ہی تو اعادہ مستحب ہی اور اگر چند خنثی ہون تو اسطرح کھڑے ہون کہ باہم متصل نہون بلکہ درمیان مین کشادگی چھوڑین کذا فی الطحطاوی
واذا بلغ حد الشہوۃ تبتاع لہ امۃ تختنہ من مالہ فتکون لہ او مثالہ اور جبکہ خنثی حد شہوت کو پہونچے تو اسکے مال سے ایسی لونڈی خرید کیجاوے جو اسکی ختنہ کرے سو
خریدنے سے اسکی وہ لونڈی ٹھہر گئی یا اسکے مانند عورت ہوگی ہم یعنے اگر واقع مین خنثی مرد ہی تو وہ اسکی لونڈی ہی تو اسکو نظر کرنا شرمگاہ کا مطلقاً جائز ہوا اور
اگر عورت ہی تو عورت کا نظر کرنا عورت کی طرف بضرورت جائز ہی کذا فی الطحطاوی ویکرہ ان یختنہ رجل او امرأۃ احتیاطاً ولا ضرورۃ لان الختان
سنۃ ... اور یہ مکروہ ہی کہ خنثی کا ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اور کچھ ضرورت نہین اسواسطے کہ ختنہ سنت ہی ...

سنت ہے نہ فرض ہم یہ مذکور ہوا خنثی بالغ کا اور صغیر کا ختنہ تو مرد اور عورت دونوں کو درست ہے کذا فی العالمگیریہ وان لم یکن لہ مال فمن بیت المال ثم
تباع اور اگر خنثی کا مال نہو تو ختنہ کرنے والی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کیجاوے پھر ختنہ کے بعد بیچ ڈالی جاوے اور ثمن اسکا بیت المال میں
داخل کیا جاوے اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کے واسطے مقرر ہوا کذا فی الحموی او یزوج امرأۃ ختانۃ تختنہ لانہ ان کان ذکرا صح النکاح وان
انثی فنظر الجنس الی الجنس فیختم بطلقھا وتعتد ان خلا بھا احتیاطا یا خنثی نکاح کرلے ختنہ کرنے والی عورت سے تاکہ وہ اسکا ختنہ کردے اسلیے کہ اگر خنثی مرد ہے تو نکاح
صحیح ہے اور اگر عورت ہے تو ہم جنس اپنے ہم جنس عورت کا دیکھنا عورت کی طرف سکتا ہے مرد کی نظر سے پھر خنثی ختنہ کے بعد اسکو طلاق دے اور ختنہ کرنیکے عدت میں بیٹھے
بنا بر احتیاط اسکے اگر خنثی نے اسکے ساتھ خلوت کی ہو ہم یہ قول طحاوی نے اپنے استاد سے نقل کیا ہے اور بیت المال کا قول علما مذہب سے منقول ہے اسواسطے کہ اگر
اسنے نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہے اور اگر صحیح ہو تو عورت مطلقہ ہوگی اس سے خلاص نہیں ہوسکتی اور وجوب مہر کا عقد سے یقینی نہیں ہوسکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثی
مشکل مرگیا اور معلوم نہیں ہوسکتا کہ اسپر نفقہ واجب ہے یا نہیں رازی نے یوں کہا ہے اور علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے اسطرح ممکن ہے کہ نکاح
کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہے سو وہ ختنہ کے بعد طلاق لے اعتبار شرط کی وجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانہ میں ایسے کام کیواسطے
از قسم محال ہے تو نکاح کرلینا اولی ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی عن الحموی ویکرہ لبس الحریر والحلی اور خنثی مشکل کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہے ولا یخلو بہ غیر محرم اور خنثی
مشکل سے خلوت اور تنہائی نہ کرے سوا اسکے محرم کے وان قبلہ رجل ثبتت حرمۃ المصاہرۃ اور اگر خنثی مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت
ہوگی ہم تو جائز نہوگا خنثی کی ماں کو اس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اسکی بیٹی کو ولا یسافر بغیر محرم لاحتمال انہ امرأۃ اور خنثی مشکل سفر نہ کرے بدون محرم
کے اس احتمال کی وجہ سے کہ وہ عورت ہو ہم محرم سے مراد محرم مرد ہے اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اسکو سفر درست نہیں وان قال انا رجل او امرأۃ لا یعتبر
علی الصحیح لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثی مشکل کہے کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اسکا کچھ اعتبار نہیں صحیح قول میں اسواسطے کہ یہ دعوی ہے بدون دلیل کے
وقیل یعتبر لانہ لا یقف علیہ غیرہ اور بعضوں نے کہا کہ اسکا قول معتبر ہے اسواسطے کہ اسپر سوا اسکے کوئی واقف نہیں لکن فی الملتقی بعد تقرر اشکالہ لا یقبل
وقبلہ یقبل قلت وبہ یحصل التوفیق لیکن ملتقی میں ہے کہ بعد ثابت ہوجانے اسکے اشکال کے قول اسکا مقبول نہیں اور قبل از ثبوت اشکال قول اسکا
مقبول ہے میں کہتا ہوں اور اس تفصیل سے توفیق بین القولین المذکورین حاصل ہوگی ہم یعنی عدم قبول کا قول اسصورت میں ہے جبکہ خنثی کا
مشکل ہونا ثابت ہوچکا اور قبول اسصورت میں ہے جبکہ ہنوز اشکال ثابت نہیں اسی طرح کی تفصیل عالمگیری میں مذکور ہے محیط سے وتضعیف القہستانی
عن شرح الفرائض للسید وغیرہ الا ان یحمل علی ہذا فتنبہ اور منسوب بضعف ہے وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہ کہ اس تفصیل
مذکور پر اسکو محمول کیجیے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع ہوجاویگا سو آگاہ رہنا ہم قہستانی میں فرائض شریفی سے یوں ہے کہ اگر خنثی نے حیض یا منی کی یا مرد
یا عورت کی طرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اسکا مقبول ہوگا اور رجوع اسکا مقبول نہوگا جبتک کذب اسکا ظاہر نہو یقینا چنانچہ اسنے اپنے مرد ہونے کی
خبر دی پھر اسکے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی الحموی نے کہا کہ قول مذکور کو اسپر محمول کرنا متعین ہے بدلیل نص مفصل واللہ اعلم ولو مات قبل ظہور حالہ لم یغسل
ویتیمم بالصعید لتعذر الغسل اور اگر خنثی مرگیا قبل ظاہر ہوجانے اسکے حال کے تو غسل نہ دیا جاوے اور اسکو تیمم کردیا جاوے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے
غسل کے ہم چونکہ اسکا مرد یا عورت ہونا ثابت نہیں جو اسکو مرد یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہوا سو اگر تیمم کرنے والا اجنبی ہے تو اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کراوے اور
اگر محرم ہے تو بدون کپڑے کے مانند اس مرد کے جو عورتوں میں مرگیا کذا فی الحموی ولا یحضر حال کونہ مراہقا غسل میت ذکرا او انثی اور خنثی مشکل قریب البلوغ ہونے
کی حالت میں کسی مرد کے غسل میں حاضر نہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت وندب تسجیۃ قبرہ اور مستحب ہے خنثی مشکل کی قبر پر دفن کے وقت پردہ کرلینا عورت کے مانند ولو وضع
الرجل بقرب الامام ثم ہو ثم المرأۃ اذا صلی علیہم رعایۃ لحق الترتیب اور امام سے قریب رکھا جاوے مردہ مرد پھر خنثی مشکل پھر عورت جبکہ ان پر جنازے

کی نماز پڑھی جاسے حق ترتیب کی رعایت کرنے کے واسطے ہم خنثی کا جنازہ مرد کے بعد رکھا جاسے کہ شاید وہ عورت ہو اور اگر خنثی مرد کے ساتھ بعذر ایک قبر مین دفن ہو تو مرد کے پیچھے رکھا جاسے اور دونون کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جاسے تاکہ بمنزلہ دو قبر دفن کے ہو جاسے اور یہی حکم ہے مردون کے دفن کا جبکہ ایک قبر مین دفن ہون اور اگر عورت اور خنثی ساتھ مدفون ہون تو خنثی کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو اور خنثی کا کفن پانچ کپڑے چاہیے عورت کے مانند اور اسکو قبر مین اُتارنے والا رشتہ دار ہو یا رکھنا انوثت کے احتمال کے سبب سے کذا فی المنح وتمام فروعہ اے احکامہ من الاشباہ بل عندی فیہ تالیف علیحدہ منیف اور خنثی کے تمام احکام کے مسائل اشباہ مین مذکور ہین بلکہ میرے نزدیک اسمین ایک تالیف علیحدہ کا ان ہی جملہ مسائل خنثی مشکل کے یہ ہے کہ اُسکی امامت صحیح نہین مگر عورتون کے واسطے اور اُسکی نماز عورت کے مانند ہے شکل مین اور اخفا مین اور وہ نکاح نکرے نہ عورت سے نہ مرد سے اور اگر اُسنے مرد سے نکاح کیا اور مرد نے اُسکے ساتھ جماع کیا تو نکاح جائز ہو گیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ جماع پر قادر ہوا تو نکاح اسمین صحیح ہو گیا اور اگر اُسنے اپنی مانند دوسرے خنثی مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہین کذا فی الشہاوی فی منتقرہ ولہ فی المیراث اقل النصیبین اعنی اسوء الحالین یہ لفظی کما حققنا وخنثی مشکل کو میراث مین اقل النصیبین یعنے اسوء الحالین ہے یہی قول پر فتوی ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہم اقل النصیبین یعنے مرد اور عورت کے دو حصون مین سے جو حصہ کمتر ہوگا وہ اسکو دیا جائیگا یہ مذہب ہے امام کا یعنی خنثی مشکل کے حصہ کو نظر کرینگے کہ اسکو مرد فرض کرنے مین کسقدر ملتا ہے اور عورت فرض کرنے مین کتنا پہنچتا ہے تو ان دو حصون مین جو کمتر ہوگا وہ خنثی کو ملیگا اور اگر دو تقدیرون مین خنثی محروم ٹھہرے تو اسکو کچھ نہ ملیگا لہذا شارح نے اقل النصیبین کی تفسیر اسوء الحالین مذکور کی یعنی جو دو حالتون مین بدتر حالت ہوگی خواہ کمتر حصہ یا محرومی وہی بدحالی اسکے نصیب مین ہے تو اسوء الحالین قلت اور حرمان دونون کو شامل ہے کذا فی الحلبی بتصرف وقالا نصف النصیبین اور صاحبین نے کہا کہ دونون حصون مین سے نصف نصف اسکو ملیگا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف حصہ عورت کا فلو مات ابوہ وترک معہ ابنا واحدا لہ سہمان وللخنثی سہم تو اگر خنثی مشکل کا باپ مرگیا اور خنثی کے ساتھ ایک بیٹا اُسنے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم ہین اور خنثی کا ایک سہم ہم خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک خنثی عورت کے حکم مین ہے میراث مین تا وقتیکہ اُسکا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہو وعند ابی یوسف لہ ثلثۃ من سبعۃ وعند محمد لہ خمسۃ من اثنی عشر اور ابو یوسف رح کے نزدیک صورت مذکورہ مین خنثی کے تین سہم ہین سات سہمون سے اور محمد رح کے نزدیک پانچ سہم مین بارہ سہمون سے ہم صاحبین رح کی دلیل مطولات مین مذکور ہے وعند ابی حنیفۃ لہ سہم من ثلثۃ لانہ الاقل وہو متیقن بہ فیقتصر علیہ لان المال لا یجب بالشک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خنثی کا ایک سہم ہے تین سہمون مین سے اسواسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اُسی پر اقتصار ہوگا کیونکہ مال شک سے واجب نہین ہوتا ہم توضیح اسکی یہ ہے کہ یہان اثبات مال کی ابتدا کی حاجت ہوئی اسواسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکورت کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور خنثی مشکل مین دونون سببون سے کوئی معلوم نہین اور اثبات مال کا ابتداءً بدون سبب متحقق کے شرعا جائز نہین تو متیقن پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے عورت کی وہ یقینی ہے اور زیادہ مین شک ہے تو متیقن ہی واجب ہو گیا اُسی پر اقتصار کرکے کذا فی العینی شرح الہدایۃ حتے لو کان الاقل علی تقدیرہ ذکرا قدرناہ کزوج وام وشقیقۃ ہی خنثی فلہ السدس علی انہ عصبۃ لانہ الاقل تو اگر اقل ہو اس تقدیر پر جبکہ خنثی کو مرد فرض کیجیے تو اُسکو ہم مرد ہی ٹھہرا دینگے چنانچہ اسصورت مین کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور مان اور سگی بہن چھوڑکر جو خنثی ہے تو اُسکو چھٹا حصہ ملیگا بنابر اسکے کہ وہ عصبہ ہے اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ہم تو صورت مذکورہ مین شوہر کا نصف حصہ ہے اور مان کا تہائی اور خنثی کا باقی مال یعنے سدس ولو قدر انثی کان لہ النصف وعالت الی ثمانیۃ اور اگر صورت مذکورہ مین خنثی کو عورت فرض کیجیے تو اسکا نصف حصہ ہے اور یہ مسئلہ چھ سہم کا آٹھ سہم کی طرف عول کریگا ہم یہ مسئلہ دونون تقدیرون مین چھ سہمون کا ہے بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت مین عول کی حاجت نہین اور دوسری صورت مین عول کی حاجت ہے خلاصہ یہ ہے کہ جبکہ خنثی کی میراث اقل النصیبین ٹھہری تو اس مسئلہ مین اُسکو عورت نہ ٹھہرایا کیونکہ اُسکا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اسکو مرد قرار دیا تاکہ اُسکا حصہ سدس ہو سو اسلیے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو کان ذکرا وعلی احد التقدیرین فلا شی لہ کزوج وام وولدیہا وشقیق خنثی فلا شی لہ لانہ عصبۃ ولو قدر انثی کان لہ النصف وعالت الی تسعۃ اور اگر خنثی محروم ٹھہرے دو تقدیرون مین سے ایک تقدیر پر تو اُسکے واسطے کچھ نہین چنانچہ اس مسئلہ مین کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور

اور دو اخیافی بھائی اور ایک سگا بھائی خنثی چھوڑ کر تو خنثی کو مرد فرض کرتے ہیں کچھ حصہ نہیں کیونکہ وہ عصبہ ہے اور اگر خنثی کو عورت فرض کیجیے تو اسکا حصہ نصف ہے کیونکہ وہ صاحب فرض ہے اور اسوقت میں یہ مسئلہ چھ سہم کیطرف عول کریگا اسلئے اس مسئلہ میں زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا چھٹا اور دونوں اخیافی بھائیون کا تہائی اور سگا بھائی جو خنثی ہے وہ محروم ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے اور عصبہ اسوقت میراث پاتا ہے جب اہل فرض سے کچھ باقی رہے سو یہان کچھ باقی نرہا اور اگر خنثی کو عورت فرض کیجیے تو اہل فرض ہوگا تو اسکا حصہ نصف ہوتا تو بنا بر اسکے بھائیون کے اسکو مرد ہی فرض کیا تاکہ محروم رہے نہ عورت تاکہ نصف نپاوے ولو مات عن عم وولد اخیہ خنثی قدرانثی وکان المال کلہ للعم اور اگر ایک شخص مرگیا ایک چچا اور بھائی کا ایک لڑکا چھوڑ کر جو خنثی ہے تو خنثی کو یہان عورت فرض کرینگے اور سارا مال چچا کا ہوگا تو خنثی کو عورت اسواسطے فرض کیا کہ بھتیجی چچا کے روبرو وارث نہیں ہوتی اور اگر اسکو مرد فرض کرتے تو وہ بھتیجا ٹھہرتا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اسلیے کہ ہرچند دونوں عصبہ ہیں لیکن بھتیجا چچا پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

مسائل شتی

جمع شتیت بمعنی متفرقة من ابواب شتی لتدارک ما لا یذکر فیما کان یحق ذکرہ فیہ قالت وقد الحقت ما لیا ما لہ والحمد للہ یعنی ذکر ہو مسائل شتی مین شتی جمع ہے شتیت کی بمعنی متفرق اور وہ عادت ہے اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب میں مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر کرتے ہیں واسطے تدارک ان مسائل کے جو وہاں مذکور نہیں ہوسکے جہاں انکا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تھا شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور البتہ میں نے اکثر مسائل ملا دیے انکے مواقع مناسبہ میں اور خدا کو حمد ہے جسنے الحاق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس ہذہ مقدمة صغری فی تسلیمہا کلام قد وعدتک بہ فی اوائل نواقض الوضوء پسینہ شرابی وائم الخمر کا خارج ناپاک ہے یہ مقدمہ صغری ہے جسکی تسلیم میں وہ کلام ہے جسکا میں نے تجھسے وعدہ کیا تھا اول نواقض وضو میں ہم اور مدمن کی قید ظاہرا اسپر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہیں اور علت یعنی پسینہ کا قول ہونا نجس سے یعنی علف اور شراب سے عدم تقیید کا مقتضی ہے اور قید خمر کی اتفاقی ہے تو ہر مسکر نجس خمر کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی وکل خارج نجس ینقض الوضوء ہذہ مقدمة کبری وہی مسلمة عندنا فنتج ان عرق مدمن الخمر ینقض الوضوء اور جو خارج نجس ہو وہ وضو کو توڑتا ہے یہ مقدمہ کبری ہے شکل اول بدیہی الانتاج کا اور وہ یعنی کبری مسلم ہے ہمارے نزدیک تو دونوں مقدمون سے ملکر نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہے لکنہ یحتاج لاثبات الصغری وحاصلہ فی الذخائر الاشرفیة لابن الشحنة معزیا للمجتبی عرق الدجاجة الجلالة نجس قال وعلیہ فعرق مدمن الخمر نجس بل اولی لیکن اس شکل میں صغری کے ثابت کرنیکی حاجت ہے اور جو ابن شحنہ کے ذخائر اشرفیہ میں نسبت مجتبی مذکور ہے اسکا حاصل کلام یہ ہے کہ اس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہے ناپاک ہے اور بنابر اس قول کے تو مدمن خمر کا بھی پسینہ ناپاک ہے بلکہ اولی بالنجاسة ہے ہم وجہ اولویت کی یہ ہے کہ شور رقیق چنانچہ خمر کی تاثیر عرق نکالنے میں غیر رقیق چنانچہ مرغی کے چارہ سے زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی ثم قال وما اقبح من کان عرقہ کعرق الکلب والخنزیر پھر پیچھے اسکے مصنف نے کہا اور کتنا قبیح اور مذموم ہے وہ شخص جسکا پسینہ کتے اور سور کے مانند ہو یہ تقبیح اور مذمت ہے مدمن خمر کی اعاذنا اللہ منہ قال ابن الغرس فینبغی ان ینقض الوضوء وہو فرع غریب وتخریجہ ظاہر قال المصنف ولظہورہ عولنا علیہ ابن الغرس نے کہا تو اسوقت میں چاہیے جبکہ مدمن خمر کا عرق نجس ہوا تو وہ وضو کو توڑیگا اور یہ مسئلہ عجیب وغریب ہے اور اسکی تخریج ظاہر ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور اسکی تخریج کے ظاہر ہونیکی وجہ سے ہمنے اسپر اعتماد کیا یعنی اور متن میں اسکو داخل کیا قلت قال شیخنا الرملی حفظہ اللہ تعالی کیف یعول علیہ وہو مع غرابتہ لا یشہد لہ روایة ولا درایة اما الاولی فظاہر اذ لم یر ذکرہ احد ممن یعتمد علیہ واما الثانیة فلعدم تسلیم المقدمة الاولی شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اللہ تعالی انکو آفات سے محفوظ رکھے کہا ہے کیونکر اسپر اعتماد کیا جاسکے اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے نہ اسپر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہے نہ استدلال عقلی عدم روایت تو خود ظاہر ہے اسواسطے کہ یہ مسئلہ معتمد عالمون میں سے ایک عالم سے بھی مروی نہیں اور استدلال عقلی تو عدم تسلیم مقدمہ اولی سے ثابت نہیں ہم مقدمہ اولے غیر مسلم یہ ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہے ولیشہد لبطلانہا مسئلة الجدی اذا تغذی بلبن الخنزیر فقد عللوا حل اکلہ بصیرورتہ

مسائل شتی

مستہلکاً لا یبقی لہ اثر فکذا کے لفظ فی عرق مدمن الخمر اور دو گواہ ولی کے باطل ہونے پر گواہی دیتا ہے کہ پسینہ کا مسئلہ جیسا کہ اسکا پسینہ ہو کہ وہ درست پالا جاوے
اسواسطے کہ علما نے اسکی حلت اکل کی علت بیان کی وہ وجہ کہ مستہلک اور نابود ہو جانے سے اس طرح کہ اسکا کچھ اثر باقی نہیں رہتا اسی طرح ہم والم الخمر کے پسینہ میں کہینگے
یعنی شراب اسکے بدن میں مستہلک اور نابود ہوگئی کچھ اسکا اثر باقی نہ رہا ہم لیستدل الا النقلی ہے عقلی مگر دین کیونکہ یہ قول اسکی تائید کرتی ہے کہ ینابیع فی حنفیۃ غرابۃ وخمسۃ وجہ
عن المجادۃ وحسبہ طریقۃ عن السرج من متن وشرح اور ہمکو کفایت کرتا ہے اسکے ضعیف ہونے میں اسکا غریب اور نادر ہونا اور اسکا خارج ہونا طریق سے یعنی مذہب علماء
حنفیہ سے تو اس مسئلہ کا ساقط کرنا متن اور شرح سے کر دینا بیش سے واجب ہے ہم نے شرح الفتح میں مہملہ در المہملہ ہو اور اسکے معانی کے درخت انگور
قسیا اور ہو لقب نبیہ انقطاع یعنے اس درخت کا اصل ساقط کیا جاوے یعنی فروع مذہب سے گرایا جاوے انتہی انہما اور مہمانی شرح کے کہتا ہے وار ہی ذکر کذا فی القاموس اور
قنیاسے وار عبارت ہے کہ شاؤ کی مشیخانہ سے اور یہ سے نزدیک یہی مسئلہ مقام ہے اسلئے کہ متن بمنزلہ گھر کے ہے اور صریح ہے کہ تو شیخانہ ہے اسکا نیا بی کالیا واللہ اعلم خبز وجد فی
خلالہ خبز فارۃ فان کان الخبز صلیبا رمی بہ اکل الخبز ایک روٹی ہے جسکے اندر چوہے کی مینگنی پائی گئی تو اگر مینگنی سخت ہو تو وہ پھینکدی جاوے اور روٹی کھائی جاوے
ولا یفسد خرء الفارۃ الدہن والماء والحنطۃ للضرورۃ الا اذا ظہر طعمہ او لونہ فی الدہن ونحوہ لفحش وامکان التحرز عنہ فتاوی اور چوہے کی مینگنی تیل
اور پانی اور گیہوں کو فاسد نہیں کرتی ضرورت کی وجہ سے مگر جبکہ اسکا مزہ یا رنگ تیل اور اسکے مانند مسائل چیزوں میں ظاہر ہو البتہ فاسد ہے بسبب اسکی کثرت کے
اور اسوجہ سے کہ اس سے بچنا اسوقت میں ممکن ہے کذا فی التاتارخانیہ میں ہے کہ چوہے کی مینگنی جبکہ گیہوں میں پڑگئی اور گیہوں کے ساتھ پس گئی تو اسکے آٹے
کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر اسوقت جبکہ کثرت سے ہو اور اسکا اثر طعم وغیرہ سے ظاہر ہو جاوے اسکا کھانا درست نہیں کذا فی الحاوی وفی السنن الرواتب
لا یصلی ولا یستفتح لتقدم فی باب الوتر رواتب سنتوں میں نہ درود پڑھا جاوے اور نہ دعاء استفتاح یہ مسئلہ باب الوتر میں مذکور ہو گیا اور سنن رواتب سے مراد
ظہر کی اول چار رکعتیں اور جمعہ کے اول کی چار رکعتیں اور جمعہ کی چار رکعتیں ہیں اس کتاب کے باب الوتر میں یوں مذکور ہے کہ درود نہ پڑھا جاوے ظہر کے قبل کی چار رکعتوں کی
قعدہ اولی میں اور جمعہ کی اول اور بعد کی چار رکعتوں میں اور نہ استفتاح ہو جبکہ تیسری رکعت کیواسطے اٹھے کیونکہ یہ سنت موکدہ ہونے کے سبب یہ فرض کے مشابہ ہو گئیں اور باقی
چار رکعتوں میں درود بھی پڑھا جاوے اور استفتاح اور تعوذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اسلئے کہ ہر دو گانہ جدا گانہ نماز ہے الدعوۃ المستجابۃ فی الجمعۃ عندنا وقت العصر علی قول عامۃ مشائخنا
اشباہ وقدمناہ فی الجمعۃ عن التتارخانیۃ دعا مقبول جمعہ کے دن ہم حنفیوں کے نزدیک عصر کے وقت ہے موجب قول اکثر ہمارے علما کے کذا فی الاشباہ اور ہم نے اسکو باب الجمعہ میں
تاتارخانیہ سے ذکر کیا ہے ہم حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جمعہ میں ایک وقت دعا مقبول ہوتی ہے اسوقت کی تعیین میں اختلاف علما ہے حنفیوں کا یہی مذہب ہے جو مذکور ہوا
الخروج من الصلوۃ لا یتوقف علی قولہ علیکم خارج ہونا نماز سے موقوف نہیں علیکم کی لفظ پر یعنی اول سلام کے علیکم پر کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو دخل رجل فی صلوتہ
بعدہ لا یصیر داخلا فیہا قدمناہ فی صفۃ الصلوۃ اور اسوقت میں یعنے جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہ ہوا تو اگر ایک مرد مقتدی اپنی نماز میں داخل ہوا بعد علیکم کے
تو وہ نماز میں داخل نہ ٹھہریگا شارح نے کہا ہے اس قول کو صفۃ الصلوۃ میں ذکر کیا ہے لف ثوب نجس رطب فی ثوب طاہر یابس فظہرت رطوبتہ علی ثوب طاہر
کذا فی النسخ وعبارۃ الکنز علی الثوب الطاہر لکن لا یسیل لو عصر لا ینجس قدمناہ قبل کتاب الصلوۃ ناپاک گیلا کپڑا لپیٹا گیا خشک پاک کپڑے میں سو اسکی رطوبت ظاہر
ہوئی پاک کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تھا کہ اگر اسکو نچوڑتے تو نہ ٹپکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہ ہوگا شارح نے کہا ہے اسکو کتاب الصلوۃ سے پہلے ذکر کیا ہے متن کے نسخوں میں
اسی طرح علی ثوب طاہر ہے اور کنز کی عبارت علی الثوب الطاہر ہے ہم نجاست سے مراد یہ ہے کہ پیشاب اور اسکے مانند کی نجاست نہیں ہے بلکہ نجس پانی سے کپڑا تر ہو گیا
نجاست کا اثر خشک کپڑے میں ظاہر نہیں نور الایضاح اور اسکی شرح میں ہے کہ جو خشک پاک کپڑا لپیٹا گیا لپیٹا ایک تر کپڑے میں کہ اگر ناپاک کو نچوڑیں تو نہ ٹپکے تو وہ نجس
نہیں ہوتا اسلئے کہ نجاست کا جرم پاک کپڑے پر نہیں آیا اگر اسمیں اختلاف ہے کہ اگر پاک خشک کپڑے کو نچوڑیں تو ٹپکے حلوانی نے کہا کہ وہ نجس نہیں ہے اصح قول میں سو یہ مسلم نہیں
اسواسطے کہ اکثر ہوتا ہے کہ خشک کپڑا بسبب نجاست کو جذب کر لیتا ہے اور نچوڑنے سے نہیں ٹپکتا تو فقط تری بلا جرم خشک پر نہیں آتی مگر اسی صورت میں جبکہ ناپاک

گیلا پتھو سے سے ٹپکتا ہو تو بھی متعین ہو گیا کہ برخلاف تصحیح حلوانی کے فتویٰ دیا جاوے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ہر چند کہ مصر کا مرجع قریب تو ظاہر تھا لیکن چونکہ حلوانی کا قول نقی ہے کے مخالف تھا لہذا مترجم نے تو بنجس کو مرجع قرار دیا واللہ اعلم کما لو نشر الثوب المبلول علی حبل نجس یابس او غسل رجلہ ومشی علی ارض نجسۃ ونام علی فراش نجس فعرق ولم یظہر اثرہ لا ینجس خانیہ چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلایا ناپاک خشک رسی پر یا پاؤں کو دھویا اور ناپاک زمین پر چلا یا ناپاک فرش پر سویا اسکا پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑے یا پاؤں یا بدن پر ظاہر نہوا تو ناپاک نہوگا کذا فی الخانیۃ ہم حموی نے کہا ناپاک زمین پر تر پاؤں سے اسطرح چلا کہ زمین تر ہو گئی اور سیاہ لیکن اثر نجاست کا پاؤں میں ظاہر نہوا اور اگر ناپاک تر زمین پر چلا خشک پاؤں سے تو ناپاک ہوگا اور سراج میں ہے اور اگر خشک قدم پاک ارکھا یا فرش تر پر ۔ ویا اگر تر ہو گیا نجاست سے تو نجس ہوا ورنہیں تو نجس نہیں اور فقط نداوت اور تری اوس کا کچھ اعتبار نہیں بنابر قول مختار کے یعنی بدون جرم کے کذا فی الطحطاوی تری ۱۲ نوی الزکوٰۃ الا انہ سماہ قرضا جاز فی الاصح لان العبرۃ للقلب لا للسان ادا سے زکوٰۃ کی نیت کی لیکن اسکا قرض نام رکھا یعنی محتاج کو قرض کہکر دیا تو درست ہے صحیح تر قول میں اسواسطے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا ہم صحیح تر روایت یہی ہے کہ نیت واقع کا اعتبار ہے لینے والے کا علم ضرور نہیں مگر ابو جعفر کے قول پر کذا فی الطحطاوی ـ من لہ حظ فی بیت المال کالعلماء وظفر بما ہو وجہ لبیت المال فلہ اخذہ دیانۃ قدمنا قبیل باب المصرف جسکا حصہ بیت المال میں ہو چنانچہ علما روین سوا سکے بیت المال کا مال پایا تو اسکو لے لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے ہمنے اسکو باب المصرف کے پہلے مذکور کیا ہم بیت المال یعنی خزانہ سلطانی کے مصرف علما اور عامل اور مقاتلین اور انکی اولاد اور طالب علم اور واعظ دین میں نہ اتر میں ہے کہ امام حلوانی نے کہا کہ جب ایک شخص کے پاس امانت ہو اور مودع مرجاوے اور اسکا کوئی وارث نہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے ہمارے اس زمانہ میں اسواسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کریگا تو مال ضائع ہوگا اسواسطے کہ حکام اسکے مصارف شرعی میں صرف نکرینگے اور اگر وہ شخص بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی افطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم آخر فعلیہ کفارۃ واحدۃ ولو فی رمضانین علی الصحیح وقدمناہ فی الصوم روزہ توڑا رمضان کے ایک دن میں اور کفارہ ادا نہ کیا یہانتک کہ دوسرے دن کا روزہ توڑا تو اسپر ایک ہی کفارہ ہے اگرچہ اسنے دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنابر قول صحیح کے اور ہمنے اسکو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہے ولو نوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح اور اگر قضاء رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نہ کی یعنی یوں نہ کہا کہ تیسری تاریخ کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہے ہم اسلیے کہ جنس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضانین کقضاء الصلوٰۃ ایضاً وان لم ینو اول صلوٰۃ علیہ او آخر صلوٰۃ علیہ کذا فی الکنز تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یوں نیت نکرے نماز میں کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب الادا ہے یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب ہے اسیطرح کنز میں ہے ہم مسکین کی شرح کنز میں ہے دو رمضان کی قضا سے مراد یہ ہے کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلی پچھلی تاریخوں کی تعیین ضرور نہیں اور یہ مراد نہیں کہ دونوں رمضانوں کو نیت میں جمع کرے اسواسطے کہ صوم میں دو فرضوں کا نیت کرنیوالا متنفل ہوتا ہے یعنی فرض ادا نہیں ہوتا روزہ اسکا نفل ہوجاتا ہے قال المصنف قال الزیلعی والاصح اشتراط التعیین فی الصلوٰۃ ولو رمضانین الخ فافت وکذا قدمتہ فی باب قضاء الفوائت تبعاً للدرر وغیرہا اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زیلعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں شرط ہونا صحیح تر قول ہے میں کہتا ہوں اور اسیطرح اشتراط تعیین کو ہمنے ذکر کیا ہے باب قضاء الفوائت میں درر وغیرہ کا تابع ہو کر ہم طحطاوی نے کہا اور تصحیح کی ولوالجیہ میں اس قول کی کہ قضاء رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانوں کی قضا ہو مگر تعیین احوط ہے انتہی اور دو رمضانوں میں تعیین کی یہ صورت ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانی برس کے رمضان کی قضا کرتا ہوں اور قضاء صلوٰۃ میں نماز اور اسکے دن کی تعیین کرے اسطرح کہ میں فلانے دن کی ظہر کی قضا کرتا ہوں اور اگر اول ظہر علیہ یا آخر ظہر علیہ کی نیت کی تو اشتراط تعیین کے قول پر جائز ہے اسواسطے کہ نماز متعین ہو گئی اسکے متعین کرنے سے اور اسی طرح وقت بھی متعین ہو گیا اول یا آخر کہنے سے اسواسطے کہ جو نماز اول قضا کی ثواب ہے اسکے بعد کی نماز اول ہو گئی اور جو اسکے پیچھے ہے وہ پچھلی نماز ہوگی مصنف نے کہا اور یہی اول ظہر علیہ یا آخر ظہر کہنا مختص ہے اس شخص کے واسطے جسکو فوائت فائتہ یاد نہ ہے یا اسپر مشتبہ ہو

یاد تھی اپنی ذات پر اس سال کا ادا کیا انتہی ثم رأیته فی البحر قبیل باب الاذان بالعصر ونیة التعیین لم تشترط باعتبار ان الواجب مختلف متعدد بل باعتبار ان مراعاۃ

الترتیب واجبۃ علیہ ولا یمکنہ مراعاۃ الا بنیۃ التعیین حتی لو سقط الترتیب بکثرۃ الفوائت یکفیہ نیۃ الظہر لا غیر کذا فی المحیط وہو تفصیل حسن فان الصلوۃ بنیۃ فقط

اجتزیہ بالفرض یعنی بحر الرائق میں باب الاذان کے پہلے وہ دیکھا جسکی عبارت یہ ہے اور تعیین کی نیت مشروط نہیں ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب

مختلف اور کثیر ہو لیکن اس اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہے کہ مراعات ترتیب کی اسپر واجب ہے اور اسکو مراعات ترتیب کی ممکن نہیں ہے بغیر تعیین کی نیت سے

تو اگر ترتیب ساقط ہو گئی کثرت فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی نماز کفایت کرتی ہے نہ اسکے سوا اور ایسا ہی مذکور ہے محیط میں اور یہ تفصیل خوب ہے نماز دن میں اسیکا ذکر کیا

رائق میں انتہی بلفظہ ثم رأیتہ نقلہ عنہ فی الاشباہ فی بحث التعیین الانوی ثم قال وہو مشکل وما ذکرہ اصحابنا کقاضیخان وغیرہ خلافہ وہو معتمد کذا فی التبیین انتہی بحروفہ فانتبہ

لذلک پھر دیکھا میں نے صاحب بحر الرائق کو کہ اسنے فیرہ کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ میں تعیین معنوی کی بحث میں [illegible] اور یہ یعنی عدم تعیین کی کثرت فوائت

میں مشکل ہے اور جو ہمارے علماء سے مذکور ہوا ہے جیسا قاضی خان وغیرہ سے وہ اسکے خلاف ہے یعنی تعیین مشروط [illegible] کلام میں اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر

ظہر ہو اور وہی یعنی اشتراط تعیین معتمد ہے چنانچہ تبیین میں ہے انتہی بحروف الاشباہ تو اس سے آگاہ رہنا اہم وجہ اشکال یہ ہے کہ عدم اشتراط تعیین فوائت

میں قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہے جسپر فقہا کا اتفاق ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ تعیین ہوتی ہے اجناس کی تمیز کے واسطے اور سب نمازین قبیل مختلف الجنس کے

ہیں اسواسطے کہ انکے اسباب یعنی اوقات مختلف ہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ والطحطاوی نے ہوالمستند کے حاشیہ میں کہا کہ عدم تعیین قول علی ولوالجیہ میں صحیح ہے اگرچہ

تعیین احوط ہے راس شاۃ متلطخ بدم احرق الراس وزال عنہ الدم فاتخذ منہ مرقۃ جاز استعمال الماء المحرق کالغسل وقد بینا انہ من المطہرات بکری کا سر

خون میں لتھڑا آگ سے جلایا گیا اور خون اس سے دور ہو گیا پھر اسکا شوربا بنایا گیا تو اسکا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دھونے کے برابر ہے پاک کرنے میں اور ہم نے

کتاب الطہارۃ میں پہلے ذکر کر دیا کہ جلانا بھی مطہرات میں داخل ہے ہم آگ نجاست کو فنا کرتی ہے یہاں تک کہ شی ناپاک میں ناپاکی کا کچھ اثر نہیں رہتا یا جلا کر اسکو کر دیتی ہے

بطریق استحالہ کے ولہذا اگر گوبر جلکر راکھ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہے جیسے شراب جب سرکہ ہو جاسے یا کہ سور نمکسار میں گر کر نمک ہو جاسے کذا فی الطحطاوی سلطان جعل الخراج لرب الارض

جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کیواسطے مقرر کر دیا تو جائز ہے ہم یہ قول ہے ابو یوسف رح کا اور اسی پر فتوی ہے اور امام محمد رح کے نزدیک خراج زمیندار کو دینا

جائز نہیں عشر کی مانند مفتاح میں ہے کہ محل خلاف اسوقت ہے جبکہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اسکا نہیں ہے تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وان جعل لہ العشر

لالانہ زکوۃ فلت وقد قدمنہ فی الجہاد وقد مناہ فی الزکوۃ ایضا اور اگر بادشاہ نے زمیندار کیواسطے عشر عطا کیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ عشر زکوۃ ہے میں کہتا ہوں

کہ میں نے اسکو کتاب الجہاد میں ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوۃ میں بھی مذکور کر دیا ہے ہم جب عشر زکوۃ ٹھہرا تو وہ فقیروں کا حق ہے ہاں اگر زمیندار فقیر ہو تو اسکو بھی

دینا درست ہے کذا فی الطحطاوی عن المفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعۃ الارض واداء الخراج دفع الامام الاراضی الی غیرہم بالاجرۃ

لیعطوا الخراج من اجرتہا المستحقۃ جاز اہل خراج عاجز ہو گئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخصوں کو دی

بطریق اجارہ کے تاکہ وہ خراج ادا کریں اسکی اجرت مستحقہ سے تو یہ جائز ہے فان فضل شیء من اجرتہا دفع لمالکہا رعایۃ للحقین پھر اگر فاضل بچے اسکی اجرت سے

کچھ تو زمین کے مالک کو دے دونوں کی رعایت کیواسطے یعنی اگر زمین مثلا سو روپیہ کو اجارہ دے اور خراج اسکا اسی روپیہ ہیں تو اسی روپیہ بادشاہ لے اور بیس روپیہ

زمیندار کو دے فان لم یجد الامام من یستاجرہا باعہا لقادر واخذ الخراج الماضی من الثمن لو علیہم خراج ورد الفضل لاربابہا [illegible] پھر اگر بادشاہ اسکو نہ پاوے

جو زمین اجارہ لے تو اسکو بیچے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اسکے ثمن سے لے اگر مالکوں پر خراج باقی رہا ہو اور زیادہ کو انکے مالکوں پر رد کرے کذا فی الزیلعی

فاستح قدمنا فی الجہاد ترجیح سقوطہ بالتداخل فیحمل علی الرجوع او علی ان مرادہ اخذ خراج السنۃ الماضیۃ فقط میں کہتا ہوں اور ہم نے کتاب الجہاد

میں مذکور کیا ہے راجح سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکور قول رجوع پر محمول ہے یا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا جاوے

اور سقوط بالتدارخل کا محل اسوقت ہی جبکہ مالک عاجز ہوگیا زراعت سے اور اگر عاجز نہین ہوا تو سب کے نزدیک خراج لیا جاویگا اور پچھلی خوبیہ زفتاوی قاضیخان
ہین ہی کہ جب خراجات مجتمع ہوا اور ادا نہ کیا تو امام رح کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاویگا اور پہلے سال کا خراج نہ لیا جاویگا اور کہیہ سے ساقط ہوگا انتہی اور جیرح
ہر سال ماضی کے سقوط خراجات مین کذا فی الطحطاوی عنہم مذبوحۃ ومیتۃ فان کانت المذبوحۃ اکثر تحری واکل وا لا بان کانت المیتۃ اکثر او استویا لا یتحری
وفی حالۃ الاختیار بان یجد ذکیۃ والاکثری واکل مطلقا وھو خسید بہیر یکہ یان مذبوح اور مردار ہین سو اگر مذبوح زیادہ تر ہون تو اٹکل کرے اور کھاوے اور اگر
مردار زیادہ تر ہون یا حلال اور مردار دونون برابر ہون تو اٹکل نہ کرے اگر اختیار کی حالت مین ہو اسطرح پر کہ ذبح کی بکری پاوے اور نہین تو اٹکل کرے اور کھاوے
ہر طرح سے خواہ برابر ہون یا کم وزیادہ اور یہ گذر گیا ہم کثرت کا اعتبار اسواسطے کیا کہ غالبہ قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہی افادہ اباحت مین کیا تو ہمین نے کہتا ہی کہ باز
خالی نہین ہوتے بابت تحریم اور سرق افزوصوبیہ سے اور باوجود اسکے تناول مباح ہی ظاہر پر اعتماد کرکے ہو اسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہین تو اسکا اعتبار ساقط ہوا دفع حرج
کیواسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے مین ساقط الاعتبار ہی بخلاف کثرت یا اسواسطے مردار کے کہ وہان ضرورت نہین تو اس سے احتراز ممکن ہی اکثر نسخون در المختار مین
یون ہی وہ مرفی کو یا کہ شارح کو وہ موضع یاد نہ رہا جہان اس مسئلہ کو مذکور کرچکا اور بعض نسخون مین یون ہی کا مرفی انا والمار کذا فی الطحطاوی اور غیر کے لکھے نسخہ صحیحہ مین فقط وھو ای عن ابی
احتیاط کیا واللہ اعلم طحطاوی مین ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ ذبح کی علامت یہ ہی کہ اسکی گردن کی شہ رگین خون سے خالی ہوتی ہین اور مردار کی خون سے بھری ہوتی ہین ایما الاخرس کتابۃ کالبیان
اللسان گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہی یعنی زبان کے بولنے کے برابر ہی ہم یعنی گونگا آدمی اگر لکھ کر یا ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تقریر کے مانند ہو
ثبوت حکام مین بشرطیکہ حاکم اسکا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اسکا کوئی اشارہ فہیم مترجم سمجھا دے اور پیدائشی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم اور تعلم کے متعذر ہی لیکن اگر
بطریق خرق عادت کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی بخلاف معتقل اللسان برخلاف معتقل اللسان کے ہم معتقل اللسان لنتیج قاف
وہ ہی جو کلام کرنے پر قادر نہ ہو مگر تکلف سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وقال الشافعی ہما سواء اور امام شافعی رح نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونون برابر ہین فی وصیۃ
ونکاح وطلاق وبیع وشراء وقود وغیرہا من الاحکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر وشہا معتقل اللسان ان علمت اشارتہ وامتدت عقلتہ الے موتہ بہ یفتے
ثابت وصی فی الوصایا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کے مانند ہی وصیت مین اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شرا اور قصاص وغیرہا من الاحکام مین یعنی
گونگے کا اشارہ اشیار مذکورہ مین معتبر ہی اور گونگے کے مانند معتقل اللسان ہی بشرطیکہ اسکا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اسکا عدم تکلم اسکی موت تک ممتد اور متصل ہوا ہی
قول پر فتوی ہی مین کہتا ہون اور یہ قول کتاب الوصایا مین مذکور ہو گیا ذکرہ منلا الاکمل وابن الکمال الزیلعی وغیرہم ثم معنا دکلامہم انہ لو اقر بالاشارۃ اوطلق
مثلا توقف فان مات علے عقلتہ نفذ مستندا والا لا ام معتقل اللسان کو بیان اکمل اور ابن کمال اور زیلعی وغیرہم نے ذکر کیا ہی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ
انکے کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اگر معتقل اللسان اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا مثلا طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا حکم موقوف رہیگا سو اگر وہ مر گیا اسی حالت عدم تکلم
پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہوگا بطریق استناد کے اور اگر عدم تکلم تا موت ممتد نہین تو طلاق وغیرہ نافذ ہوگا ہم جب طلاق نافذ ہوئی تو اسکی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہی تا
اسکی عدت گذر گئی ہو اشارہ یا کتابت کیوقت سے وعلیہ فلو تزوج بالاشارۃ لا یحل لہ وطیہا لعدم نفاذہ لکنہ اذا مات یجالہ کان لہا المہر من ترکتہ قالہ المصنف
اور بنا بر قول مذکور کے اگر معتقل اللسان نے اشارہ سے نکاح کیا تو اسکو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہین نکاح کے نافذ نہونے کی وجہ سے لیکن جب وہ مرجاویگا
زوجہ کا مہر اسکے متروکہ سے لازم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین لکن ذکر ابنہ فی الزواہر عند ذکر الاشباہ الاحکام الاربعۃ لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر
مین ذکر کیا ہی اشباہ کے احکام اربعہ کے ذکر کے نزدیک ہم لیشدار کہ ہی علما مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یہ ہین اقتصار انقلاب استناد تبیین اور تفصیلہ چنانچہ
انشاء طلاق وعتاق اور انقلاب یہ کہ جو چیز علت نہین وہ علت ہوجاوے چنانچہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاویگی مثلا دخول دار تو جو طلاق کی علت
نہین وہ علت ہوگی اور استناد یہ کہ حکم فی الحال ثابت ہو پھر مستند ہو یعنی منسوب ہو اس سبب کیطرف جسکا وجود مقدم تھا جیسے نصاب پر زکوۃ واجب ہوتی ہی سال

پورے ہونے سے مستند الی وجود النصاب یعنی جس سبب سے کہ نصاب کا وجود ہوا اور تبیین یہ کہ فی الحال ظاہر ہو کہ حکم ثابت تھا پہلے سے چنانچہ آج یون کہا اگر زید گھر مین ہو تو زوجہ مطلقہ ہی اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گھر مین تھا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور تبھی سے عدت شروع ہوگی اور استناد اور تبیین مین فرق یہ ہی کہ تبیین مین اطلاع عباد ممکن ہی اور استناد مین ممکن نہین کذا فی الاشباہ ملخصاً ان قولہم وانما ابطل المقتصر والمستند ان الصحیح تعلیقہ بالشرط یقع مقتصرا وما لا یصح تعلیقہ یقع مستنداً کما فی البحر من باب التعلیق یخالفہ کلام اذ مقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوہما مما یصح تعلیقہ بالشرط مقتصراً فتنبہ صاحب زواہر نے کہا کہ مقرر علما کا یہ قول اور قاعدہ کا یہ مقتصر اور مستند کے واسطے ہے کہ جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہی وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتا ہی اور جسکی تعلیق صحیح نہین وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہی چنانچہ بحر الرائق مین باب التعلیق سے مخالف ہی اسکے جو مصنف نے اکمل اور ابن کمال اور زیلعی کی طرف منسوب کیا ہی اسواسطے کہ مقتضا اس قاعدہ مذکورہ یہ ہی کہ طلاق اور عتاق اور اسکے مانند جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہی وہ بطریق اقتصار کے واقع ہو نہ بطریق استناد کے تو آگاہ ہو اور خبردار رہنا کہ اکمل وغیرہ کا منشا یہ کلام قاعدہ کا یہ ہی مخالف ہی لا یعلمون اشارتہ وکتابتہ کالبیان فی حد الزنا تندرأ بالشبہات لکونہا حق اللہ تعالے ولا فی شہادۃ ما منہ نہوگا گونگے کا اشارہ اور کرنا اسکا بیان کے مانند حد مین حد و دستے اسواسطے کہ حدود شبہات سے ٹالی جاتی ہین اسلیئے کہ وہ حق اللہ ہین اور نہ کسی گواہی مین بیان کی برابر ہی اسکا اشارہ اور کتابت کذا فی النہر وہل یصح اسلامہ بالاشارۃ ظاہر کلامہم نعم ولم ارہ صریحا اشباہ اور کیا صحیح ہی مسلمان ہوجانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان اسلام اسکا صحیح ہی اور مین نے اسکو صریح نہین دیکھا کذا فی الاشباہ انتلع الصائم لبصاق محبوبہ یقضی ویکفر والا یکن محبوبہ لا یکفر در فی الصوم روزہ دار اپنے معشوق کی رال پی گیا تو روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اسکا معشوق نہین تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم مین یہ مذکور ہوگیا ہم اسواسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گھن کھاتا ہی اور نہایت مکروہ جانتا ہی تو خمیرہ وغیرہ کے مانند ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہی تو اسکو مکروہ نہین جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کے مانند ہوگئی کذا فی الطحاوی قتل بعض الحجاج عذر فی ترک الحج مرفی الحج مقتول ہوجانا بعضے حاجیون کا عذر ہی حج کے ترک کرنے مین اور یہ مذکور ہوچکا کتاب الحج مین منعہا زوجہا من الدخول علیہا وہو یسکن معہا فی بیتہا نشوز حکما کما حررناہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنے زوج کو اپنے پاس کے آنے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہی زوجہ کے گھر مین نافرمانی ہی حکما چنانچہ ہمنے اس مسئلہ کی باب النفقہ مین تحریر اور تحقیق بیان کی ہی ہم نافرمانی اسواسطے کہ اسنے اسکو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہوگا روکنے تک ولو کان المنع لینقلہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب اسکنے علیہ اور اگر زوجہ کا روکنا اسواسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گھر مین لیجاے تو اب زوجہ نافرمان نہین بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر او کان یسکن فی بیت الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنی فیہ حرام بخلاف ما لو کان فیہ شبہۃ یا کہ زوج غصب کے گھر مین رہتا ہو سو زوجہ زوج سے علیحدہ رہے تو وہ نافرمان نہوگی اسواسطے کہ حق پر زوجہ ہی اسلیئے کہ غصب کے مکان مین رہنا حرام ہی برخلاف اس صورت کے کہ مکان مین شبہہ ہو ہم شبہہ کی یہ صورت ہی کہ زوج نے مثلاً مکان خرید کیا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی کا مال مجہول وہ ہی جسکی حلت اور حرمت معلوم نہین قالت لا اسکن مع امتک واریدبیتا علیحدۃ لیس لہا ذلک وکذا مع ام ولدہ وکانہ مر فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مین تیری لونڈی کے ساتھ نہ رہونگی اور مین علیحدہ گھر چاہتی ہون تو زوجہ کو اسکا اختیار نہین اور اسی طرح زوج کے ام ولد کے ساتھ نہ رہنے کا اسکو اختیار نہین اور یہ سب باب النفقہ مین مذکور ہوگیا قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا یعتق لانہ لیس بصریح ولا کنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا اے میرے مالک یا اپنی لونڈی سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون تو لونڈی یا غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ یہ لفظ آزاد کرنے مین نہ صریح ہی نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولاے لانہ کنایۃ علے ما مر فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اسنے اپنے غلام سے کہا اے مولے میرے اسواسطے کہ یہ کنایہ ہی بنابر اس تقریر کے جو اپنے محل مین گذر گئی یعنی کتاب الاعتاق مین ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اسکے کا لفظ مالک اور غلام مین مشترک ہی اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منح الغفار مین یون تعلیل مذکور ہی کہ دونے کے حقیقی معنے ثبوت ولاء علے العبد پر دلالت کرتے ہین اور نہین مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم اشتراط (؟)

نیت پر دلالت کرتا ہو واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لا یخرج من ید ذی الید مالم یبرہن المدعی علی وفق دعواہ بخلاف المنقول عقار متنازع
فیہ نہ نکالا جاوے قابض کے ہاتھ سے جبتک مدعی اپنے دعوے کے موافق (یعنے کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہی کذا فی الحموی) گواہ نہ گذرانے بخلاف منقول
کے لیعنے مال منقولہ کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یون اقرار کرنے پر کہ ہان وہ زمین یا مکان میرے قبضہ میں ہی مواضعت یعنی دونون کے
گٹھ جانے کے احتمال کی وجہ سے یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے باہم اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے تاکہ حاکم اسکا حکم دیدے پھر جب حاکم
حکم کر دیگا تو اسکے توڑنے کی کوئی صورت نہ رہیگی یہان تک کہ اگر اس عقار کا کوئی اور مدعی دعوی کرے تو اسکا دعوی مسموع نہو گا تو ذی الید کے قبض پر گواہی گذرانے سے
مواضعت کی تہمت رفع ہو جاویگی تو اسپر حکم کرنا ممکن ہو گا اسکے قبضہ سے خارج کرنے کا بسبب ثابت ہو جانے اسکے قبض کے کذا فی الطحطاوی او یعلم بہ القاضی
یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضے کو تو اب گواہی کی حاجت نہیں ولا یکفی تصدیق المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الاصح لاحتمال المواضعۃ اور کفایت نہین کرتی تصدیق مدعا علیہ
کی تصدیق کہ وہ عقار اسکے یعنے میرے قبضہ مین ہی قول اصح مین مواضعت کے احتمال سے یعنے باہم گٹھ جانے کے احتمال سے فائدۃ ذکرنا غیر مرۃ
آخرہا فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی فائل میں کہتا ہون ہمنے چند بار آگے مذکور کیا پچھلا مرتبہ ذکر کا باب جنایۃ المملوک
ہی کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ مین یہی ہی کہ قاضی کی دانست پر عمل نہو گا سو اسکو غور کرے وہذا اذا ادعی ملکا مطلقا اور یہ اسوقت ہی جبکہ مدعی نے
ملک مطلق کا دعوی کیا یعنی محل اشتراط اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہی ملک مطلق کے دعوی مین ہی اما اذا ادعی الشراء من ذی الید
واقرارہ بانہ فی یدہ فلا تکرار الشراء واقر بکونہ فی یدہ لم یحتج لبرہان علی کونہ فی یدہ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا کما بسط
فی البزازیہ اور جبکہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوی کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعوی کیا کہ عقار میرے قبضہ مین ہی سو قابض ذی الید نے اسکے
خرید کا انکار اور اپنے قابض ہونے کا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہ رہی اسواسطے کہ دعوی فعل کا جیسا کہ خرید کا دعوی
جیسا ذی الید پر صحیح ہو ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہی چنانچہ بزازیہ مین بشرح مذکور ہی عقار لا فی ولایۃ القاضی یصح قضاؤہ فیہ کالمنقول ہو الصحیح وتقدم
فی القضاء ان المصنفین لم یشترطا فیہ بینۃ ویکتب بالحکم لقاضی تلک الناحیۃ لیامرہ بالتسلیم ایک عقار قاضی کی ولایت اور حکومت مین نہین تو اس
قاضی کا حکم اس عقار مین صحیح ہی جیسے مال منقول مین صحیح ہی یہی قول صحیح ہی اور کتاب القضا مین آگے مذکور ہو چکا کہ وہی شہر شرط صحت قضا مین شرط نہین یہی
قول مفتی بہ ہی اور یہان کا قاضی حکم لکھ بھیجے اس طرف کے قاضی کو جہان وہ زمین ہی تاکہ وہ اس زمین کے دلانے کا امر کرے وقیل لا یصح ومشی علیہ فی الکنز والملتقی
اور بعضون نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین مین صحیح نہین ہی اور اسی قول پر صاحب کنز اور ملتقی چلا ہی مگر مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے کنز الدقائق
کے قول سے اسواسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ مین مذکور ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ قاضی کا حکم محدود مین صحیح ہی اگرچہ عقار محدود قاضی کی حکومت مین نہو کذا فی الطحطاوی
قضی القاضی ببینۃ فی حادثۃ ثم قال رجعت عن قضائی او بدا لی غیر ذلک او وقعت فی تلبیس الشہود او ابطلت حکمی او نحو ذلک لا یعتبر
قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر بہ وہو المدعی قاضی نے گواہ سنکر ایک حادثہ مین حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ مین اپنے حکم سے پھر گیا یا مجھ کو اسکے سوا کچھ اور
ظاہر ہوا یعنے مین نے ناحق حکم کیا یا کہ مین گواہون کے فریب مین پڑ گیا یا کہ مین نے اپنے حکم کو باطل کر دیا یا مانند اسکے اور کچھ کہا البطال حکم مین تو ان سب باتون مین
قاضی کا قول معتبر نہو گا بسبب تعلق ہو جانے حق غیر کے یعنے مدعی کی حق تلفی کی وجہ سے ہم اور دوسری وجہ یہ ہی کہ رائے اول راجح ہو گئی حکم دینے سے تو رائے
ثانی اسکے برابر نہو گی کذا فی الطحطاوی والقضاء ماض الکائن بعد دعوی صحیحۃ وشہادۃ مستقیمۃ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہی اگر صحیح
دعوے اور شہادت مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو صحیح دعوی وہ ہی جس سے دعوی کے احکام متعلق ہون تو تمیز مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا اور اقرار اور
اور مطالبہ جواب کا اور گواہون سے ثابت کرنا مشار ضرور ہو گا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہی شہادت عدول درثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہو اور فاسد

اور شہادت غیر مستقیمہ مین اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہونگے اور حکم قاضی کا باطل ہو جائیگا اور فاسد دعوی کی صورت یہ ہے کہ مدعی زمین کا دعوی کرے اور یہ بیان
نہ کرے کہ وہ باغ ہے یا صاف زمین ہے اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کے یہ ہے کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے یا اپنے مذہب کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا حکم جاری کرنا
لائق نہین ہے کذا فی الظہیریۃ والاوّل عن الحموی مختصراً و شرحہ الائی [illegible] فی القضاء الی الحکم [illegible] خطاء قاضی کا حکم دعوی صحیح اور شہادت مستقیمہ کے
بعد نافذ ہے مگر تین صورتون مین نافذ نہین جو کتاب القضاء مین مذکور ہو گئین یعنے اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون گواہون کے حکم کیا یا اپنے برخلاف
مذہب کے حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی اذا قال الشہود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ [illegible] قال ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ زاد فی البزازیۃ
خلافا لمحمد رحمہ اللہ زاد فی البحر مالم ینفذہ قاض آخر فحینئذ لا یکون القول لہ [illegible] لوجود قضاء الثانی قال المصنف وھو قید حسن لم اقف علیہ لغیر صاحب البحر
جبکہ گواہون نے قاضی سے کہا کہ تو نے حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہے تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہے ایسا کہا ہے ابن الغرس نے
فواکہ بدریہ مین اور بزازیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے کہ یہ قول محمد رحمہ کے خلاف ہے بحر الرائق مین یہ قید زیادہ کی ہے کہ جب اس قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی
نے نافذ نہ کر دیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم قضا مین مقبول نہوگا بسبب موجود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہ قید خوب ہے مین واقف
نہوا اس قید پر سوائے صاحب بحر کے اور کسی کتاب مین شرط نفاذ القضاء فی المجتہدات من حقوق العباد ان یصیر الحکم فی حادثۃ بتقدم دعوی
صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی شرط نافذ ہونے قضا کے مسائل اجتہادیہ مین حقوق عباد سے یہ ہے کہ حکم ہر حادثہ مین اسطرح پر کہ نفاذ قضا پر دعوی صحیح
مقدم ہو چکا ہو ایک متخاصم سے دوسرے متخاصم پر جو منازع شرعی ہے صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اسکو
جاری کرے تو [illegible] حنفی کو اسکا نافذ کرنا جائز نہین [illegible] حقوق عباد کی قید اسواسطے لگائی کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق مین جیسے حد اور
عتق اور طلاق مین حادثہ ہونا شرط نہین اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہو گیا اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی جیسے فضولی اور مودع اور مستعیر
نکل گئے اسواسطے کہ انکا نزاع معتبر نہین انتہی فلو [illegible] علی آخر عند قاض [illegible] بدون منازعۃ ومخاصمۃ شرعیۃ فتدارع بینھما لم ینفذ قضاؤہ لفقد
شرطہ وھو التداعی لخصومۃ شرعیۃ وکان افتاء [illegible] لا بحکم کما قدمنا فی القضاء وافادہ لقولہ [illegible] اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے شخص پر قاضی کے روبرو گواہون
سے ظاہر کیا سو دوسرے قاضی نے گواہ سنکر اسکا حکم کر دیا بدون منازعت اور مخاصمت شرعی کے اور بدون اسکے کہ متخاصمین مین تداعی اور باہم حاضر ہونا
دار القضاء مین واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہوگا بسبب نہونے شرط انفاذ کے یعنے تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہ قضا نہ ٹھہری فتوی دینا ٹھہرا تو قاضی اپنے
مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق چنانچہ ہمنے اسکو کتاب القضاء مین ذکر کر دیا اور مصنف نے اپنے قول آئندہ مین اسکو بیان کیا فلو رفع الیہ ای الحنفی قضاء
مالکی بلا دعوی [illegible] یلتفت الیہ وعمل الحنفی بمقتضی مذہبہ لعدم تقدم [illegible] ذلک لخروج قضاء المالکی مخرج الفتوی لعدم تقدم الخصومۃ الشرعیۃ التی
ہی شرط انعقاد القضاء فی حق العباد تو اگر مرافعہ ہو قاضی حنفی کی طرف مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعوی کے تو اسکی طرف التفات نکیا جاوے اور قاضی حنفی
مقتضاے اپنے مذہب کے عمل کرے بسبب عدم تقدم اس شرط کے جو اسکو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بعلت خروج قضاء مالکی مخرج فتوی سے یعنے
وہ [illegible] سے قضا بمنزلہ فتوی کے ہو گئی بسبب عدم تقدم خصومت شرعیہ کے جو شرط تھی انعقاد قضا کی حق العباد مین اذا ارتاب القاضی فی حکم القاضی الاول
[illegible] شہود [illegible] الاول [illegible] فی حکم الاول [illegible] جب تردد مین پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم مین تو اسکو جائز ہے
[illegible] گواہون کو طلب کرنا یہ مسئلہ مذکور ہو گیا کتاب القضاء مین [illegible] مصنف نے قاضی اول کے حکم مین تردد کی قید لگائی تو یہ فائدہ ظاہر کر دیا کہ جب اسمین اسکو تردد
نہو تو طلب شہود کا متعرض نہو قال فی الفواکہ البدریۃ قالوا قضاء القاضی العالم لا ینقض ویحمل علی السداد بخلاف قضاء غیرہ یعنے اذا تبین وجہ فسادہ [illegible]
فلانا فی [illegible] فواکہ بدریہ مین کہا کہ فقہا نے کہا ہے کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہین جاتا اور راستی اور درستی پر محمول ہوتا ہے بخلاف قضاء اس قاضی کے کہ

متقی نہیں یا باطل ہو کر اسکا نقض قضا جائز ہے یعنے اس شرط سے جبکہ فساد قضا کی وجہ صاف ظاہر ہوگئی ہو اُسکے طریقہ مخصوصہ سے تو دوسرے قاضی کو اسکا توڑنا جائز ہے ہم قاضی اول کی قضا مین ارتیاب کی یہ صورت ہے کہ وہ متقی نہیں ہو چاہتا ہے اُسکا حکم کر دیتا ہے اور ظہور وجہ فساد کی یہ صورت ہے کہ ثبوت محدود کا حکم کیا اور حالانکہ بیان آئین نہیں کردہ باتہ ہے یا صاف نہیں یا کہ قاضی نے رشوت لیکر حکم کیا تو ان صورتون مین قضا باطل ہے کذا فی الطحطاوی اذا ترتب بیع التعاطی علی بیع باطل او فاسد لا ینعقد مر فی اول البیع عن الخلاصة والبزازية والبحر جبکہ بیع التعاطی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد پر تو منعقد نہوگی یہ مسئلہ مذکور ہوگیا اول کتاب البیع مین خلاصہ اور بزازیہ اور بحر الرائق سے ہم بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی اور بیع فاسد وہ ہے جسمین وہ شرط ہو جو مقتضائے بیع نہیں اور ترتب کی لفظ سے اسپر اشارہ کیا کہ متعاقدین مین متارکہ واقع نہیں ہوا اور اگر متارکہ ہو گا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی خبأ قوما ثم سأل رجلا عن شئی فاقر به وهم یرونه ویسمعون کلامه وهو لا یراهم جازت شهادتهم علیه بذلک الاقرار ایک شخص نے چھپا رکھا قوم کو پھر ایک مرد سے پوچھا اس سے اُس شے کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اسکو دیکھتے ہین اور اسکا کلام سنتے ہین اور وہ ان مقرا نکو نہین دیکھتا ہے تو انکی گواہی اُس شخص کے اس اقرار پر جائز ہے وان سمعوا کلامه ولم یروه لا تجوز شهادتهم علیه لان النغمة تشبه النغمة الا اذا علموا انه لیس فیه غیره بان دخلوا البیت ثم خرجوا وجلسوا علی بابه ولا مسلک له غیره ثم دخل رجل فسمعوا اقراره ولم یروه وقته اور اگر لوگون نے کلام اسکا سنا اور اسکو نہ دیکھا تو انکی گواہی اُسپر جائز نہین اسواسطے کہ آواز مشابہ ہوتی ہے دوسری آواز سے تو شبہہ واقع ہوگا مگر جبکہ لوگون نے معلوم کیا کہ اس مکان مین سوائے اقرار کرنیوالے کے دوسرا نہین ہے اسطرح پر کہ وہ لوگ خالی کوٹھری مین داخل ہوئے پھر باہر نکلے اور اُسکے دروازہ پر بیٹھے اور اُس کوٹھری کی سوائے اُس دروازہ کے کوئی اور راہ نہین پھر ایک مرد اُس کوٹھری مین داخل ہوا سو اُن لوگون نے اسکا اقرار سنا اور اقرار کے وقت اسکو نہین دیکھا تو اب شہادت جائز ہے یعنے عدم اشتباہ کی وجہ سے باع عقارا او حیوانا او ثوبا وابنه وامرأته او غیرهما من اقاربه حاضر یعلم به ثم ادعی الابن مثلا انه ملکه لا تسمع دعواه کذا اطلقه فی الکنز والملتقی وجعل سکوته کالافصاح قطعا للتزویر والحیل بیچا عقار یا جانور یا کپڑا اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اسکی عورت یا انکے سوا اور قرابت دار حاضر ہو اور بیع کو جانتا ہے پھر مثلا بائع کے بیٹے نے یہ دعوی کیا کہ بیع میری ملک ہے نہ بائع کی تو اسکا یہ دعوی مسموع نہوگا اسی طرح مطلق بلا قید تصرف بیان کیا ہے کنز اور ملتقی مین اور اسکا ساکت رہنا بیان کے مانند ٹھہرایا قطع تزویر اور قطع حیل فاسدہ کیواسطے یعنی جھوٹ اور حیلہ اور بعد منازعت فرزند کو اسکا اقرار ٹھہرایا کہ بیع بائع کی ملک ہے اور زیلعی نے فتاوی ابو اللیث سے نقل کرکے اسمین تصرف مشتری کی قید لگائی ہے یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کیوقت سکوت کرے تو اب دعوی اسکا مسموع نہوگا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اسی قید سے تو قریب اور ہمسایہ برابر ہو جاتا ہے اور حالانکہ ہمسایہ قریب کے برابر نہین چنانچہ مخفی نہین اسپر جو فقہا کے کلام کو تامل کرے کذا فی الطحطاوی مختصرا وقالوا فیمن زوج بنته بلا جهاز ان سکوته عن طلب الجهاز عند الزفاف رضی فلا یملک طلب الجهاز بعد سکوته کما مر فی باب المهر اور فقیہون نے اُس مرد کے حق مین جسنے نکاح بدون جہیز کے کر دیا کہا ہے کہ اس مرد کا ساکت رہنا طلب جہیز سے زفاف کیوقت رضامندی ہے عدم جہیز پر تو اب طلب جہیز کا مالک نہوگا بعد ساکت ہو جانے اپنے کے چنانچہ باب المہر مین گذر گیا بخلاف الاجنبی فان سکوته ولو جارا لا یکون رضی بخلاف اجنبی شخص کے سو اسلئے کہ اسکا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہوگا الا اذا سکت وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتری فیه زرعا وبناء فحینئذ لا تسمع دعواه علی ما علیه الفتوی قطعا للاطماع الفاسدة مگر جبکہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع اور تسلیم بیع کے وقت اور مشتری نے اسمین تصرف کیا زراعت کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اسکا دعوی مسموع نہوگا بنا بر اُس قول کے جسپر فتوی ہوگیا ہے تاکہ فاسد لالچ قطع ہو جاوین وبخلاف ما اذا باع الفضولی ملک رجل والمالک ساکت حیث لا یکون سکوته رضی عندنا خلافا لابن ابی لیلی بزازیة آخر الفصل الخامس عشر(؟) ودرر بخلاف اس صورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہے کیونکہ اسکا چپ رہنا رضامندی نہین ہم حنفیون کے نزدیک بخلاف مذہب ابی لیلی کے چنانچہ بزازیہ کی پانچوین فصل کے آخر مین مذکور ہے اور اسکے سوا اور کتاب مین بھی ہے سکوت مالک اسواسطے

رضا ہنوا کہ یہاں سکوت رضا اور عدم رضا دونوں کا محتمل ہے کذا فی الحموی بلا ع ضیعتہ ثم ادعی انہا وقف علیہ او علی مسجد کذا و ثبت وقفتیا و ان اراد تحلیف المدعی

علیہ لیس لہ ذلک اتفاقا للتناقض وان اقام بینۃ تقبل علی الاصح لا لصحۃ الدعوی بل لقبول البینۃ ولو بلا دعوی خلافا لما صوبہ الزیلعی

وقد حققناہ فی الوقف وباب الاستحقاق ایک شخص سے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو مجھ پر وقف ہے یا فلانی مسجد پر وقف ہے اور مشتری نے اسکو وقف کیا

اور بائع مدعا علیہ کی تحلیف چاہے تو اسکو جائز نہیں بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اسپر گواہ قائم کیے تو گواہی قبول ہوگی بنا بر صحیح تر قول کے

نہ اسوجہ سے کہ دعوی بائع کا صحیح ہے بلکہ اسوجہ سے کہ وقف میں بدون دعوی کے بھی گواہی مقبول ہو جاتی ہے بخلاف اس قول کے جسکی زیلعی نے تصویب کی ہے یعنی عدم قبول شہادت

کو صواب کہا ہے اور ہم نے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق میں بیان کیا ہے وہبت مہرہا لزوجہا فماتت وطالبت ورثتہا بمہرہا وقالوا کانت الہبۃ فی

مرض موتہا وقال بل فی الصحۃ فالقول للورثۃ بہ افتی واعتمدہ فی الخانیۃ تبعا للروایۃ الجامع الصغیر بعد نقلہ لما فی فتاوی النسفی ان القول للزوج فقال والاعتماد

علی تلک الروایۃ لانہم اتفقوا علی وجوب المہر واختلفوا فی السقوط فالقول للمنکر الخ زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مرگئی اور زوجہ کے وارثوں نے اسکا مہر زوج

سے طلب کیا اور بولے کہ ہبہ مہر اسکے مرض الموت میں واقع ہوا اور زوج نے کہا کہ حالت صحت میں ہبہ کیا تو وارثوں کا قول مقبول ہوگا اسی پر فتوی دیا ہے فتاوی قاضیخان

میں جامع صغیر کی روایت کی پیروی کر کے بعد نقل کرنے اس قول کے جو فتاوی نسفی میں ہے یہ کہ زوج کا قول مقبول ہے قاضیخان نے کہا کہ اسی روایت سابقہ پر اعتماد ہے واسطے

کہ ان سبھوں نے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط مہر میں اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا الخ ہم باقی کلام قاضیخان کا یہ ہے کہ امر حادث ہے اور حوادث میں اصل یہ ہے کہ اقرب اوقات

کی طرف مضاف ہوں فوالت واقرہ فی تنویر البصائر واعتمدہ شیخنا علی خلاف ما جزم بہ فی الملتقی کالکنز من ان القول للزوج وان جزم بہ شراحہ کالزیلعی وابن سلطان

بانہ الاستحسان فتنبہ اور ورثہ کے قول معتبر ہونے کو ثابت رکھا ہے تنویر البصائر میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے ہمارے استاد نے برخلاف اس قول کے جسکا ملتقی الابحر

میں کنز الدقائق کے مانند یقین کیا ہے وہ یہ قول ہے کہ زوج کا قول معتبر ہے اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحوں نے اسکا یقین کیا ہے کہ زوج کا قول معتبر

ہونا استحسان ہے پس اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہے تو اس اختلاف [illegible] الامام فی آخر المہر فقال وعدا الظاہران الورثۃ

لم یکن لہم حق بل انما ہم یدعونہ لانفسہم والزوج ینکر فالقول لہ میں کہتا ہوں اور قول زوج [illegible] کی تقویت کی ہے کمال الدین ابن الہمام نے آخر

باب مہر میں سو یوں کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہ ہے کہ وارثوں کا حق مہر میں نہیں بلکہ زوجہ کا حق تھا اور وارث اسکا دعوی کرتے ہیں اپنے فائدہ کے واسطے اور زوج

منکر ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثوں کا لان القول قول المنکر واللہ اعلم وکلہا بطلاقہا لا یملک عزلہ لما انہ یمین من جہتہ زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل

کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول نہیں کر سکتا اسواسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہے زوج کی جہت سے یعنی وکیل کرنے میں معنی یمین ہے یعنی طلاق زوجہ

کی تعلیق ہے زوجہ کے فعل پر اور یمین میں رجوع کا اختیار نہیں لیکن یہ توکیل مجلس پر منحصر ہے اسواسطے کہ فتاوی صغری میں مذکور ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجکو وکیل

کیا اسکا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے تو یہ وکالت اسی مجلس پر مقصور ہے برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہیں ہے اور رجوع کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وکلتک

بکذا علی انی متی عزلتک فانت وکیلی فطریقہ ان یقول فی عزلہ عزلتک ثم عزلتک لان متی لعموم الاوقات واما کلما فلعموم الافعال ایک نے دوسرے

سے کہا کہ میں نے تجکو اس کام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ میں جب تجکو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اسکے معزول کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے کہ میں نے تجکو معزول

کیا پھر تجکو میں نے معزول کیا اسواسطے کہ لفظ متی کا عموم اوقات کیواسطے موضوع ہے اور کلما کا لفظ تو عموم افعال کے واسطے موضوع ہے فلو قال کلما عزلتک

فانت وکیلی یقول فی عزلہ رجعت عن الوکالۃ المعلقۃ وعزلتک عن الوکالۃ المنجزۃ الحاصلۃ من لفظ کلما فینعزل تو اگر یوں کہا کہ ہر بار میں تجکو

معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اسکے معزول کرنے میں یوں کہے کہ میں پھر اوکالت معلقہ سے اور میں نے تجکو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو حاصل

ہوئی کلما کے لفظ سے جسکا ترجمہ ہر بار ہے تو اب وہ معزول ہو جاویگا قبض بدل الصلح شرط ان کان دینا بدین بان صالح عن دراہم عن دنانیر او

مسئلہ
ایسا ہی کیا تو قول معتبر ہوگا
قول ۲۶ سلسلہ قولہ وکلہ
الخ نہ ملک الوکالۃ
بمجرد تعلیقہا الشرط وقد
تعلیق العزل عنہا فلم یزد
العزل عن الوکالۃ المنجزۃ
وتحرت المعلقۃ فصار
وکیلا جدیدا ثم بالعزل الثانی
العزل عن الوکالۃ الثابتۃ
فہذا اول من قولہ لان متی
لعموم الاوقات ۱۲
کذا فی الطحطاوی

عن شئی آخر فی الذمۃ قبض کرنا بدل صلح کا شرط ہے اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی دوسرے دین سے اسطرح پر کہ درموں پر صلح کی دیناروں سے یا اور کسی چیز سے جو ثابت ہو ذمہ میں والا یکن دینا بدین لا یشترط قبضہ لان الصلح اذا وقع علی عین یتعین لا یبقی دینا فی الذمۃ فجاز الافتراق عنہ اور اگر صلح دین کی دین سے نہو تو بدل صلح کا قبض کرنا شرط نہیں اسلیے کہ جب صلح واقع ہوئی عین پر تو وہ متعین ہوگئی ذمہ پر دین باقی نہ رہا تو اسپر افتراق جائز ہے لیکن برخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں افتراق صحیح نہیں کیونکہ وہاں صلح معاوضہ صرفی ہوگئی اور صرف میں افتراق جائز نہیں قال المدعی لا بینۃ لی فبرہن ولو بعد حلف خصمہ جواہر الفتاوی وکذا لو قال عند طلبہ یمینہ اذا حلفت فانت بری من المال الذی علیک وحلف ثم برہن علی الحق قبل وقضی لہ بالمال خانیۃ مدعی نے کہا کہ میرے دعوے پر گواہ نہیں پھر وہ گواہ لایا اگرچہ مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد گواہی ثابت کی ہو کذا فی جواہر الفتاوی اور اسیطرح اگر مدعی نے مدعا علیہ کی قسم کے طلب کرنے کے وقت یوں کہا کہ جب تو قسم کھا ئیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا میرے اس مال سے جو تجھپر ہے اور اسنے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہی ثابت کی اپنے حق پر گواہی مقبول ہوگی اور اسکو مال دلایا جاویگا کذا فی الخانیۃ طحطاوی نے مناسب مقام ایک نقل امام محمد کے کلام سے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درہم ہیں سو دوسرے شخص نے کہا کہ اگر تو قسم کھا لے کہ ہزار درہم تجھپر ہیں تو میں انکو ادا کروں سو اسنے قسم کھائی اور مدعا علیہ نے درہم ادا کیے سو اگر اسنے شرط مذکور پر ادا کیے تو یہ باطل ہے ادا کرنیوالے کو پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ یہ شرط باطل مخالف شرع کے ہے اسواسطے کہ قسم شرع شریف میں منکر پر ہے نہ مدعی پر اسنے او قال الشاہد لا شہادۃ لی فشہد تقبل لامکان التوفیق بالنسیان ثم التذکر یا گواہ نے کہا کہ میری گواہی نہیں پھر اسنے گواہی دی تو گواہی مقبول ہوگی بسبب امکان توفیق کے بھولنے سے پھر یاد کرنے سے یعنی یہ امر ممکن ہے کہ اول گواہی یاد نہیں تہی تو اسکی نفی کی پھر یاد آئی تو ظاہر کی الیسا افادہ قول مانع قبول کا نہیں کما لو قال لیس لی عند فلان شہادۃ ثم جاء بہ فشہد او قال لا حجۃ لی علی فلان ثم اتی بہا بالحجۃ فانہا تقبل لما علمت بخلاف ما لو قال لیس لی حق ثم ادعی حقا لم یسمع للتناقض خانیۃ اگر ایک شخص نے کہا کہ فلانے شخص کے نزدیک میرے حق کی گواہی نہیں پھر اسی شخص کو لایا سو اسنے گواہی دی یا یوں بولا کہ میرے حق میں فلانے شخص پر کچھ حجت شرعی نہیں پھر وہ حجت شرعی کو لایا یعنی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہے اس دلیل سے جو پہلے مذکور کی یعنی بدلیل امکان توفیق بالنسیان ثم التذکیر برخلاف اسکے جبکہ بولا کہ میرا حق نہیں پھر اسنے حق کا دعوی کیا تو دعوی مسموع نہو گا تناقض کے سبب سے اگر کوئی کہے کہ یہان بھی نسیان اور تذکیر سے توفیق مذکور ممکن ہے اسکا جواب یون ممکن ہے کہ اس مسئلہ میں براءت ذمہ مدعا علیہ قول اول سے ثابت ہو چکی پھر قول ثانی سے عدم براءت ثابت نہو گی کذا فی الطحطاوی للامام الذی ولاہ الخلیفۃ ان یقطع من الاقطاع انسانا من طریق الجادۃ ان لم یضر بالمارۃ لان للامام ولایۃ ذلک ان جس حاکم کو بادشاہ نے حکومت دی ہو اسکو اختیار ہے کہ قطعہ زمین کا معین کر دے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ اسقدر زمین دینے سے چلنے پھرنے والوں کو ضرر نہو اسلیے کہ بادشاہ کو اسکا اختیار ہے تو اسیطرح اسکے نائب کو بھی اختیار ہے شارح نے کہا یقطع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہے مجرد نہیں ہے اور دا السلطان ای ظلما یبیع مالہ فلو علیہ فمکرہ الا ان یاخذ الثمن طوعا فباع مالہ بالسبب الصادر فی بیعہ لانہ غیر مکرہ کما مر فی الاکراہ ایک شخص سے بادشاہ نے مال طلب کیا اور اسکے مال کا بیچنا مقرر نہیں کیا یعنی یوں نہیں کہا کہ یہ مال بیچکر مال دے سو اسنے اپنا مال بیچا مصادرہ سلطانی کے سبب سے تو اسکی بیع صحیح ہے اسواسطے کہ بائع مکرہ نہیں یعنی بیع پر بالخصوص جبر نہیں ہوا چنانچہ کتاب الاکراہ میں مسئلہ گذر گیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اسکے مال کی بیع مقرر کر دی تو وہ مکرہ ہے لہذا اسکی بیع صحیح نہیں مگر یہ کہ وہ شخص ثمن اسکا اپنی خوشی سے لے تو مکرہ نہوگا بیع اسکی صحیح ہوگی کالدائن اذا حبس بالدین فباع مالہ قضاہ صح اجماعا جیسے کہ دائن نے مدیون کو محبوس کیا دین کے سبب سو اسنے اپنا مال بیچا ادا دین کیواسطے تو بیع اسکی بالاتفاق صحیح ہے خوف مار و جہاد وغیرہ بالضرب اتی وہبت مہرہا لم یصح ان قدر علی الضرب لانہا مکرہۃ علیہ زوجہ کو اسکے زوج نے یا دشمن نے ڈرایا مار سے یہانتک کہ اسنے اپنا مہر بخش دیا تو یہ ہبہ صحیح نہیں اگر وہ شخص عورت کو مارنے پر قادر ہو اسواسطے کہ اسپر وہ مال کی بخشش پر ہم ضرب سے مجبور ہے ضرب یا مراد ہے اسواسطے کہ ضرب غیر شدید سے اکراہ ثابت نہیں ہوتا وان اکرہہا علی الخلع وقع الطلاق ولا یسقط المال لان طلاق

المکرہ واقع والا یلزم المال بہ لما قلنا اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اُسنے خلع کیا بعوض اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال ساقط نہوگا اسواسطے کہ مکرہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہی اور اکراہ سے مال لازم نہیں ہوتا اُس دلیل سے جو ہمنے مسائل سابقہ میں مذکور کی ہر اسمین اشارہ ہے اسواسطے کہ زوج مکرہ نہیں طلاق میں کذا فی الطحطاوی عن المصنف ولو احالت انسانا علی الزوج ثم وہبت المہر للزوج لم یصح قالوا وہی الحیلۃ فانت انما تتم بقبولہ فیعلم بانہا الا ان یقال انہ تمکن المحال من مطالبتہ بعد فعلہا من لا یشترط قبولہ اور اگر زوجہ نے ایک انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخشدیا تو وہ صحیح نہوگا فقہوں نے کہا ہی اور یہ حیلہ ہی میں کہتا ہوں کہ حیلہ مذکورہ تمام نہوگا مگر زوج کے قبول سے سو زوج اسکے حیلہ کو معلوم کر جاویگا یعنی تو کیونکر قبول کریگا اور حالانکہ اسکا قبول کرنا شرط ہی مگر یہ کہ یوں جواب دیا جاسے کہ محال لیعنے صاحب دین جسکے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اُسکی نالش کرکے اس قاضی کے پاس جو محتال علیہ کے قبول کو شرط نہیں کرتا اتخذ بئرا فی ملکہ او بالوعۃ فنز منہا حائط جارہ وطلب جارہ تحویلہ لم یجبر علیہ فادہ انہ لو امر بالرفع دفعا للاذی ایک شخص نے اپنے ملک میں کنواں یا نجاست کا چہ بچہ بنایا سو اُس سے اُسکے ہمسایہ کی دیوار تر ہوگئی اور اُسکے ہمسایہ نے اُسکی تحویل چاہی تو اُسپر حاکم جبر نکریگا اور عدم جبر سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اُسکو نرمی سے امر ہوگا دفع تکلیف او شفقت کی وجہ سے ہم عدم جبر کی وجہ یہ ہی کہ ہر شخص اپنے ملک میں مختار ہی وان سقط الحائط منہ لم یضمن لعدم تعدیہ اذا حفرہ فی ملکہ فکان تسببا اور اگر دیوار گر گئی پانی کی تراوٹ سے تو کنواں کھودنے والے پر ضمان لازم نہوگا اُسکے عدم تعدی سے اسواسطے کہ اُسنے اپنی ملک میں کنواں کھودا تو یہ سبب ہوا یعنی انہدام کا سبب انگیز ہوا نہ فاعل اُسکا اور ضمان فاعل ہوتا ہی نہ مسبب ومر فی آخر الاجارۃ انہ لو سقی ارضہ سقیا لا تحتملہ تعدی الی جارہ ضمن اور کتاب الاجارہ کے آخر میں گذر گیا یہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اُسمیں پانی نہ ٹھہرا سو اُسکے ہمسایہ تک پہونچا یعنی اسکا نقصان ہوا تو تاوان دیگا عمر دار زوجتہ بمالہ باذنہا فالعمارۃ لہا والنفقۃ دین علیہا لصحۃ امرہا زوج نے اپنی زوجہ کے گھر میں عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت سے تو وہ عمارت زوجہ کی ملک ہی اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہی بسبب صحیح ہونے اُسکی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام ہی نفقہ کا باعتبار دلالت کے جیسا اپنے دین کے ادا کردینے کا امر ولو عمر لنفسہ بلا اذنہا فالعمارۃ لہ ویکون غاصبا للعرصۃ فیومر بالتفریغ بطلبہا ذلک اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت بنائی بدون اذن زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوج ہی اور وہ غاصب ہوگا زمین کا تو اُسکا حکم ہوگا زمین کے خالی کردینے کا عورت کی طلب سے یعنی اگر زوجہ اُسکی طالب ہوگی تو حکم ہوگا ولہا بلا اذنہا فالعمارۃ لہا وہو متطوع فی البناء فلا رجوع لہ اور اگر عمارت زوجہ کیواسطے بنائی بدون اُسکے اذن کے تو عمارت زوجہ کی ہی اور زوج عمارت بنانے میں احسان کرنے والا ٹھہریگا تو خرچ کا لینا اُسکا جائز نہوگا ولو اختلفا فی الاذن وعدمہ ولا بینۃ فالقول لمنکرہ بیمینہ اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن میں اختلاف کیا اور اُسکے گواہ نہیں تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا وفی ان العمارۃ لہا اولہ فالقول لہ لانہ ہو المتملک کما افادہ شیخنا وتقدم فی الغصب اور اگر دونوں نے اختلاف اسمین کیا کہ عمارت زوجہ کی ہی یا زوج کی تو بیان زوج کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہی تو متملک ہی چنانچہ ہمارے اُستاد نے اسکو بیان کیا ہی اور کتاب الغصب میں یہ مسئلہ مذکور ہو چکا قال ہذہ رضیعتی ثم اعترف بالخطاء وصدقتہ فی خطاہ فلہ ان یتزوجہا اذ لم یثبت علیہ بان قال افادانہ لا یثبت الا بالقول کقولہ ہو حق او صدق او کما قلت او شہد علیہ بذلک شہود او فی معنی ذلک من الثبات اللفظی الدال علی الثبات النفسی ایک مرد نے کہا کہ یہ عورت میری شیرخوار ہی یعنے میری زوجہ کا اُسنے دودھ پیا ہی پھر اُسنے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اُسکے چوک جانے کی تصدیق کی تو اُس مرد کو اُس عورت سے نکاح کرنا جائز ہی بشرطیکہ شیرخوارگی کے قول پر ثابت نرہا ہو اسطرح کہنے سے کہ وہ قول شیرخوارگی کا حق یا راست ہی یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہی یا اس قول پر لوگوں کو گواہ کیا ہو جو یا بمعنی ہو ثبات لفظی سے جو ثبات نفسی پر دلالت کرے الا ہی شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالیں دیکر فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہوگا مگر قول ہی سے ہم مصنف نے عدم ثبات قول کو شرط ٹھہرایا اگر یوں کہتا کہ اُسکی شیرخوارگی حق یا راست ہی یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہی یا اُسپر گواہ کیے پھر بعد اس ثبات قولی کے اپنی خطا کا اعتراف کیا تو قول اُسکا مقبول نہوگا اگرچہ عورت بھی اسکی خطا کی تصدیق کرے تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی وہل یکون تکرارہ کقولہ ہذا کثباتہ خلاف بسوط فی المبسوط

وما فعلہ ان الشکر لا یثبت بہ الاقرار اور شیر خوارگی کے اقرار کو مکرر کہنا ثابت ہی یا نہیں اسمین خلاف ہی عالمون کا جو مبسوط مین شرح مذکور ہی اور حاصل مبسوط ہی
کہ مکرر کہنے سے اقرار ثابت نہین ہوتا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجاے حاصلہ کے راجحہ کہتا تو واضح تر ہوتا ولو اخذ رجل غریمہ فنزعہ انسان من یدہ لم یضمن
لانہ تسبیب اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو پکڑا سو ایک آدمی نے اسکو اسکے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اس آدمی پر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ کھینچ لینا سبب
سازی ہی بھاگنے کی ہم دائن کی حق تلفی ہوئی مدیون کے بھاگ جانے سے تو نازع کی طرف حق تلفی مضاف نہوگی جو اسپر ضمان لازم آوے وکذا اذا دل السارق
علی مال غیرہ او دل اسکے ماریا من عدوہ حتی قتلہ عدوہ لما قلنا اور اسیطرح جبکہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتا دیا لینے سو اس نے چورایا یا جو شخص اپنے دشمن سے
بھاگا تھا اسکو بتا دیا کہ فلانا یہان تک کہ اسکے دشمن نے اسکو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا قصاص مال اور [illegible] اسپر لازم نہ آویگا اسوجہ سے جو ہمنے مذکور کی یعنی تسبب ہی ہم
یعنی سرقہ ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ مسک کے فعل سے فی یدہ مال لانسان فقال لہ سلطان ادفع الی ہذا المال والا
قطعت یدک او اضربک خمسین فدفع لم یضمن الدافع لانہ مکرہ ایک شخص کے ہاتھ مین دوسرے آدمی کا مال ہی سو بادشاہ نے اس سے کہا کہ یہ مال ہمکو دیدے ورنہ
اگر ہمکو نہ دیگا تو تیرا ہاتھ کاٹونگا یا تجکو پچاس بار مارونگا سو اسنے اسکو مال دیا تو دینے والے پر تاوان دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ اسپر اکراہ ہی قال ترکت دعوای علی
فلان وفوضت امری الی الآخرۃ لا تسمع دعواہ بعدہ ای بعد ہذا القول ذکرہ فی القنیۃ ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا دعوی جو فلان شخص پر تھا چھوڑا اور
اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اسکا دعوی مسموع نہوگا قنیہ مین اسکو ذکر کیا ہی الاجازۃ تلحق الافعال علی الصحیح فلو غصب [illegible] مال انسان فاجاز المالک
غصبہ صح اجازتہ وحینئذ فیبرأ الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کر دینا فعلون کو بھی لاحق ہوتا ہی بنا بر قول صحیح کے تو اگر ایک [illegible] نے دوسرے آدمی کی
چیز غصب کی سو مالک نے اسکا غصب جائز رکھا تو اسکی اجازت صحیح ہوگی اور اسوقت غاصب تاوان سے بری الذمہ ہوجاویگا [illegible] اجازت افعال کی قید
اسواسطے لگائی کہ اجازت اقوال مین اختلاف نہین ہی چنانچہ فضولی کے تصرفات مین ولو انتفع بہ فامرہ بالحفظ لا یبرأ عن الضمان ما لم یحفظہ [illegible] فی العمادیہ اور
اگر غاصب نے مغصوب سے نفع لیا پھر مالک نے اسکی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہوگا جبتک اسکی بخوبی حفاظت نکریگا اور اسکا پورا بیان
عمادیہ مین ہی ہم انتفاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نکریگا اور اسکو حفاظت کا امر ہوگا تو بمجرد امر بالحفظ کے عہدہ سے خارج ہوجاویگا کذا فی الطحطاوی وضع منجلا
فی الصحراء لیصید بہ حمار وحش وسمی علیہ فجاء فی الیوم الثانی قید اتفاقی اذ لو جاء میتا من ساعتہ لم یحل ایضا ووجد الحمار مجروحا میتا لم یوکل لان الشرط
ان یذبحہ انسان او یجرحہ والا فہو کالنطیحۃ بچھایا جال جنگل مین تاکہ اس سے گورخر کا شکار کرے اور اسپر بسم اللہ کو ذکر کیا پھر شکاری دوسرے دن وہان
آیا اور گورخر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نہ کھایا جاویگا اسواسطے کہ حلت کی شرط یہ ہی کہ اسکو آدمی ذبح کرے یا زخمی کرے اور نہین تو اس جانور کے مانند ہی جو
دوسرے جانور کے سینگ کے زخم سے مرگیا شارح نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاقی ہی نہ احترازی اسواسطے کہ اگر اسکو اسی ساعت مین مردہ پایا تو حلال نہوگا کذا
فی الزیلعی کرہ تحریما وقیل تنزیہا والاول اوجہ من الشاۃ سبع الحیاء والخصیۃ والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ والدم المسفوح والذکر للاثر الوارد فی کراہۃ ذلک
مکروہ تحریمی ہین بکری سے سات چیزین فرج اور خصیہ اور غدود اور پھکنا اور پتہ اور جاری خون اور ذکر بدلیل اس اثر اور خبر کے جو اسکی کراہت
مین وارد ہی شارح نے کہا اور بعضون نے ان چیزون کو مکروہ تنزیہی کہا ہی اور پہلا قول یعنے کراہت تحریمی ان اشیاء کی اقرب بدلیل ہی وجمعہا بعضہم فی
بیت واحد فقال ؎ فقل ذکر والانثیان مثانۃ ✦ کذاک دم ثم المرارۃ والغدد ✦ اور بعضے فقیہون نے اشیاء مکروہہ کو ایک بیت مین جمع کر دیا سو یون کہا کہ
سو تو کہہ کہ مکروہ ذکر ہی اور دونون خوطے اور پھکنا اسیطرح خون پھر پتہ اور غدود ہم اس بیت مین چھ چیزین ہین نہ سات وقال غیرہ ؎ اذا ما ذکیت
شاۃ فکلہا سوی سبع ففیہن الوبال ✦ فحاء ثم خاء ثم غین ✦ ودال ثم میمان وذال ✦ اور غیر ناظم سابق نے یون نظم کیا ہی کہ جب بھیڑ بکری ذبح
کیجاے تو اسکو کہا سواے سات چیزون کے کہ انکے کھانے مین وبال ہی سو وہ حا مہملہ ہی پھر خا معجمہ پھر غین معجمہ اور دال مہملہ پھر دو میم اور ذال معجمہ حا مہملہ سے

جیسا کہ لفظ فرخ مراد ہوا اور بنا بر قول ثانی منصوب ہے خصیہ اور عین سے قدوہ اور دال سے دم اور میم اول سے مشاہد اور میم ثانی سے مراد ہ اور ذال معجمہ سے ذکر مراد ہے للقاضی
اقراض مال الغائب والطفل واللقطة بشروط ذکرت فی القضاء قاضی کو غائب شخص اور یتیم اور لقطہ کے مال کو قرض دینا جائز ہے ان شرطوں کے ساتھ
جو کہ باب القضاء میں مذکور ہو چکی ہیں ہم شروط مذکورہ یہ ہیں کہ یتیم کا وصی نہ ہو اور قرض دینا ضروری ہو کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ہو اور مستقرض مقدور والا ہو بخلاف الاب
والوصی والملتقط لا یجوز اقراضہ الا اذا اشہد یا حتی ساغ جاز التصدق فیما اقرضہ اولیٰ زیلعی بخلاف باپ اور وصی اور لقطہ پانے والے کے یعنی باپ کو صغیر کا مال اور وصی کو یتیم کا مال
اور ملتقط کو لقطہ کا مال قرض دینا جائز نہیں ہو گا جبکہ ملتقط لقطہ کو لوگوں میں خوب ظاہر کر دے یہاں تک کہ وہ مشہور ہو جاوے تو اب ملتقط کو لقطہ کا تصدق کرنا جائز
تو اسکو قرض دینا بطریق اولیٰ جائز ہو گا کذا فی الزیلعی طحطاوی کے نسخہ میں یوں عبارت ہے الا اذا اشہد یا حتی ساغ تصدقہ فاقراضہ اولیٰ دونوں عبارتوں کا
حاصل مطلب ایک ہے قال ان کان اللہ یعذب المشرکین فامرأتہ طالق لا تطلق امرأتہ الا ان کان المشرکین من الانبیاء کذا فی القنیة ایک شخص
نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ سب مشرکوں کو عذاب کریگا تو اسکی عورت مطلقہ ہے اس قائل کی عورت پر طلاق واقع نہ ہو گی سوا اسکے کہ مشرکین بعض مشرکوں پر عذاب
نہ ہو گا چنانچہ حاشیہ میں ہے وظاہر توجیہ ان المراد بہذا البعض من یصدق علیہ المشرک فی الجملة بان یکون مشرکا فی عمرہ ثم یختم لہ بالتوحید او اطفال المشرکین فانہم
مشرکون شرعا واذا ثبت ان البعض لا یعذب وہی سالبة جزئیة لم تصدق الموجبة الکلیة القائلة کل مشرک یعذب قال المصنف اور ظاہر توجیہ اور
تاویل مسئلہ مذکور کی یہ ہے کہ اس بعض غیر معذب سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر لفظ مشرک کا اطلاق فی الجملہ صادق آتا ہو یعنی کسی زمانہ میں شرک کا مرتکب ہوا ہو
اسطرح پر کہ اپنی عمر میں مشرک ہو پھر اسکا خاتمہ بخیر ہو کلمہ توحید سے یا بعض سے اطفال مشرکین مراد ہوں کیونکہ وہ شرعا مشرک ہیں یعنی بحکم دین آبائی انپر مشرک کا اطلاق
ہے پھر جب یہ ثابت ہوا کہ بعض مشرک معذب نہیں اور یہ قضیہ سالبہ جزئیہ ہے تو موجبہ کلیہ یعنی ہر مشرک معذب ہے صادق نہ آیا ایسا کہا مصنف نے اپنی شرح میں ہم منطق
میں ثابت ہے کہ صدق سالبہ جزئیہ سے موجبہ کلیہ صادق نہیں رہتا اور جبکہ یہاں ان کان اللہ یعذب المشرکین ہے اسواسطے کہ المشرکین کا الف لام استغراق کا ہے یعنی کل
مشرکین معذب اطفال مشرکین میں اختلاف ہے علما کا مشہور یہی ہے کہ وہ بہشت میں داخل ہونگے وقد اوردہ ہذا اللغز علی غیر ہذا ابن وہبان فقال سے قبل قائل لا یدخل النار
کافر وللکافر با المؤمنین آمنو اور اللغز ابن وہبان اس پہیلی کو اس کے ذاکر طرح پر لایا ہے وہبانیہ میں سو اسنے یوں کہا اور کوئی ایسا قائل ہے کہ کہتا ہو کہ دوزخ
میں کافر داخل نہ ہو گا ولیکن وہ دوزخ مومنوں سے ہو گی قال الشارح ان الکافر لما یرون النار یؤمنون باللہ تعالیٰ ورسولہ ولا ینفعہم قال تعالیٰ فلم یک ینفعہم
ایمانہم لما راوا باسنا ابن وہبان نے کہ اور اس پہیلی کا مطلب یہ ہے کہ کفار جب دوزخ کو دیکھیں گے اللہ تعالیٰ پر اور اسکے رسول پر ایمان لاوینگے اور اسوقت
کا ایمان انکو نفع نہ دیگا حق تعالیٰ نے فرمایا تو کافروں کو انکا ایمان لانا فائدہ نہ کریگا جبکہ وہ دیکھینگے ہمارا عذاب تو دوزخیوں پر ایمان کا لفظ بولا گیا
اگر چہ نجات انکو اس ایمان کے ذریعہ سے ممکن نہیں تو یہ کہنا صادق آیا کہ دوزخ مومنین سے آباد کیا جاویگی استغفر اللہ من ہذا اللفظ وتعجبہ البیت معنی آخر ہو
ان یعادی با بنہما القائلون بانہم یؤمنون یعنی البیت سوالان اور بیت مذکور کے پہلے مصرع کا ایک مطلب اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ دوزخ کے رہنے والے
اسکے موکل فرشتے ہیں جو وہاں کے کاموں پر قائم اور متعین ہیں اور وہ مومن واقعی ہیں تو اس تقریر سے لازم آیا کہ بیت میں دو سوال ہیں اگرچہ سوال ثانی
بعید ہے ... کذا فی الطحطاوی قال ابن الشحنة وعندی ان ہذا مما ینبغی ذکرہ والتلفظ بہ ولا ینبغی ان یدون ولیسطر ولا یقبل تاویل قائلہ سے
فالمنع ہذا ... وجہہ تکلم فیہ فلیتنبہ الاول فلا نقل ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے کہا کہ میرے نزدیک ایسے کلام کا ذکر کرنا اور اسکا بولنا جائز نہیں اور اسکے لائق
نہیں کہ کتاب میں ... اور مناسب نہیں کہ اسکے قائل کی تاویل یعنی بات بنانی قبول کیجاوے انتہی کلام ابن الشحنة شارح نے کہا میں کہتا ہوں اگر
... بیت کا سوال ثانی یعنی مومنین سے فرشتے مراد ہونا باوجود ظاہر ہونے اسکی وجہ کے ایسا کلام کیا گیا اور اسکو مسلم رکھا سو پہلا سوال یعنی کافر دوزخ میں داخل
نہ ہو گا اسکو ذکر نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ کتاب کے دیکھنے والے اس سے غافل نہ ہو جیسا ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ بعض نے جو کتاب نقل کی ہے کہ ایک شخص نے امام

ابو حنیفہ رحمہ سے پوچھا گیا کہ آپ کیا کہتے ہو اس شخص کے حق میں جو کہتا ہے کہ میں بہشت کی امید نہیں رکھتا اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہوں اور مردار اور خون کھاتا ہوں اور بدون
دیکھے گواہی دیتا ہوں اور خدا سے نہیں ڈرتا اور بدون رکوع اور سجود کے نماز پڑھتا ہوں اور حق سے بغض رکھتا ہوں اور فتنہ کو دوست رکھتا ہوں سو
امام رحمہ اللہ کے اصحاب نے پوچھا استاد اون سے کہا کہ یہ قائل کا امر ہے سو امام نے تبسم کیا اور فرمایا کہ وہ مومن ہے بہشت اور دوزخ کے مالک سے ڈرتا ہے نہ بہشت اور
دوزخ سے اور مچھلی اور ٹڈی کھاتا ہے اور شہادت دیتا ہے [illegible] کی گواہی دیتا ہے اور رسالت کی یعنی خدا اور رسول کو نہیں دیکھا اور رکھتا اسکے ظلم سے نہیں ڈرتا اسواسطے کہ وہ ظلم سے
پاک ہے اور جنازے کی نماز پڑھتا ہے اور موت کو بغض رکھتا ہے اور مال کو جو فتنہ ہے دوست رکھتا ہے ظہیر الدین نے کہا کہ اس عبارت میں ایک طرح کا استبعاد ہے تو اسطرح
استعمال کرنا جائز نہیں اور میں تو اس حکایت کی صحت کو امام کی طرف نہیں مانتا اگرچہ ایسے کلام سے قائل کو کافر نہیں کہتا مگر ایسے کلام کو حرام کہتا ہوں اور اسکی تاویل
اور توجیہ کو نہیں مانتا [illegible] اس زمانہ میں [illegible] بدعات اور اقوال خلاف شریعت اور صفات حق تعالی میں پھیل گئے ہیں انتہی من شرح الوہبانیہ کذا فی الطحطاوی
ہم سبحان اللہ [illegible] قول [illegible] اور [illegible] کون کا کلام سنے تو واللہ اعلم کیا فرماتے اعوذ باللہ من سوء الادب فضول
الکلام ثم [illegible] قال [illegible] الانکار [illegible] ما کان ینبغی له ان یدونه وباللہ التوفیق پھر مصنف اپنے استاد کو دیکھا فرماتے ہیں کہ ابن شحنہ شارح
وہبانیہ نے نقل کلام وہبانیہ سے اپنی ذات پر فخر کی ہے کہ میں نے ایسے کلام موحش کو ناحق نقل کیا اور مصنف وہبانیہ کو اسکا مدون کرنا اور کتاب میں داخل
کرنا لائق نہ تھا اور بعد اسکے توفیق [illegible] کلام کی ہم مانتے ہیں [illegible] طحطاوی نے کہا ابن شحنہ کا عذر ظاہر ہے کہ وہ نظم وہبانیہ کا شارح ہے اور اس نظم میں یہ بیت بھی داخل ہے
صبی حشفتہ ظاہرۃ بحیث لو رآہ انسان ظنه مختونا ولا تقطع جلدۃ ذکرہ الا بتشدید الم ترک علی حالہ ایک لڑکا ہے جسکی سپاری اسطرح کھلی ہو کہ اگر آدمی
اسکو دیکھے تو گمان کرے کہ اسکا ختنہ ہو چکا ہے اور اسکے ذکر کی کھال قطع نہیں ہو سکتی مگر سخت درد سے تو وہ اسی حالت پر چھوڑ دیا جائے ختنہ سے غرض انکشاف
حشفہ کا ہے جب وہ خود کھلا ہوا ہو تو قطع کرنے کی حاجت نہیں کشف میں ہے وقال اہل النظر الیلیق الختان ترک ایضا مانند اس بوڑھے کے جو مسلمان ہو گیا اور واقفوں
نے کہا کہ یہ ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اسکا بھی ختنہ کرنا ترک کیا جاوے ولو ختن ولم تقطع الجلدۃ کلہا ینظر فان قطع اکثر من النصف کان ختانا وان قطع
النصف فما دونہ لا یکون ختانا یعتد به لعدم الختان حقیقۃ وحکما اور اگر ختنہ کیا اور سب کھال نہ کٹی تو دیکھنا چاہیے سو اگر نصف کھال سے زیادہ کٹ گئی تو ختنہ تمام
ہو گیا اور اگر نصف کھال یا کم نصف سے کٹی تو ختنہ لائق شمار کے نہوا اسلیے کہ حقیقی ختنہ ہے نہ حکمی ہم ختنہ حقیقی وہ ہے جسمیں سب کھال کٹے اور حکمی ختنہ وہ ہے جسمیں نصف سے
اکثر کٹے لان للاکثر حکم الکل والاصل ان الختان سنۃ کما جاء فی الخبر وہو من شعائر الاسلام وخصائصہ فلو اجتمع اہل بلدۃ علی ترکہ حاربہم الامام فلا یترک
الا لعذر وعذر شیخ لا یطیقہ ظاہر اور اصل یہ ہے کہ ختنہ کرنا مردوں کے حق میں سنت ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے اور وہ علامات اسلام اور اسکے مخصوصات سے ہے
تو اگر ایک شہر کے لوگ ترک ختنہ پر اتفاق کریں تو مسلمانوں کا حاکم انسے قتال وجدال کرے تو ختنہ کسی طرح ترک نہیں ہو سکتا مگر عذر شرعی سے اور جو بوڑھا کہ مسلمان
ہوا اور وہ اسکی طاقت نہیں رکھتا ہے تو اسکا عذر ظاہر ہے ووقتہ غیر معلوم وقیل سبع سنین کذا فی الملتقی اور ختنہ کرنے کا وقت غیر معلوم ہے یعنی کس عمر میں ختنہ کرنا چاہیے
نص قطعی سے ثابت نہیں اور بعضوں نے کہا ختنہ کا وقت سات برس ہیں کذا فی الملتقی وجہ اسکی یہ ہے کہ سات برس کے لڑکے کو نماز کا حکم ہے تو اسی عمر میں اسکا ختنہ
کرنا چاہیے تا کہ سبب طہارت حاصل ہو یہ قول کافی میں مذکور ہے اور غرر نے اکمل میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ اگر اس سے کم ہو تو بہتر ہے اور اگر تھوڑا سا زیادہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں
اور بعضوں نے کہا جب تک بالغ نہو ختنہ نہ کرے اسواسطے کہ ختنہ طہارت کے واسطے ہے اور قبل بلوغ کے اس پر طہارت واجب نہیں کذا فی الطحطاوی وقیل عشر اور بعضوں نے کہا
کہ دس برس میں ختنہ کا وقت ہے وجہ اسکی یہ ذکر دس برس کے لڑکے کو نماز کے واسطے حکم ہے تا کہ اسکو عادت پڑے نماز کی وقیل اقصاہ اثنا عشرۃ سنۃ وقیل العبرۃ
بطاقتہ وہو الاشبہ اور بعضوں نے کہا کہ انتہا مدت ختنہ بارہ برس ہیں اور بعضوں نے کہا طاقت طفل کا اعتبار ہے اور یہی قول مناسب تر بدلیل ہے
وقال ابو حنیفۃ لا علم لی بوقتہ ولم یرد عنہما فیہ شی فلذا اختلف المشائخ فیہ اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ مجھ کو علم نہیں ختنہ کرنے کے وقت کا اور صاحبین

جس میں کوئی روایت وارد نہیں تو اسی واسطے عالموں کا آئین اختلاف ہے در مع ہو ابتدا ان المرأة لیس سنة بل مکرمة للرجال اور عورت کا ختنہ سنت نہیں ہے
بلکہ عورتوں کا مردوں کے واسطے تکریم ہے یعنی حق تعالیٰ نے تمہیں عیب نقصان سے پاک رکھا ہے اسواسطے کہ وہ الذ ہے جماع میں کذا فی الطحطاوی
وقیل سنة اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورتوں کا ختنہ سنت ہے وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیہم الصلوٰة والسلام فقال وسبعة الرسل مختونا
لعمرک خلقة ثمان وسبع طیبون اکارم وہم زکریا شیث ادریس یوسف و حنظلة عیسیٰ وموسیٰ وآدم ونوح شعیب سام لوط وصالح سلیمان
یحییٰ هود یٰس خاتم اور البقیہ جلال الدین سیوطی نے نظم میں جمع کر دیا ان انبیاء علیہم الصلوٰة والسلام کو جو ختنہ شدہ پیدا ہوئے سولہ کہا کہ
رسولوں میں تیری عمر کی قسم پیدائشی مختون ہیں سترہ رسول پاک نہایت بزرگی والے اور وہ یہ ہیں حضرت زکریا اور حضرت شیث اور حضرت ادریس اور حضرت
یوسف اور حضرت حنظلہ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب اور حضرت سام اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور
حضرت سلیمان اور حضرت یحییٰ اور حضرت ہود اور ہمارے حضرت خاتم الانبیاء جنکا لقب مبارک یٰس ہے علیہم الصلوٰة والسلام ہم طحطاوی نے کہا اس نظم سے صریح
معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہیں ویجوز کی الصغیر وبط قرحته وغیرہ من المداواة للمصلحة اور جائز ہے طفل صغیر کا داغنا اور اسکے قرحہ کو چیرنا
پھاڑنا اور اسکے سوا اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے اور اسیطرح لڑکیوں کے کان چھیدنا زینت کی منفعت کیواسطے درست ہے کذا فی الطحطاوی ویجوز فصد البهائم
وکیها وکل علاج فیه منفعة لها اور جانوروں کی فصد کھولنا اور انکو داغنا اور جس علاج میں کہ انکے واسطے فائدہ ہو درست ہے وجاز قتل ما یضر منها ککلب عقور وهرة تضر
ویذبحها ای الهرة ذبحا ولا یضر بها لانه لا یفید ولا یحرقها اور جانوروں میں اس جانور کا مار ڈالنا درست ہے جو موذی ضرر رسان ہو جیسا کہ کتا کاٹنے والا اور بلی
ضرر پہنچانیوالی اور بلی موذی کو ذبح کر ڈالے اور اسکو نہ مارے اسلئے کہ مارنا اسکو فائدہ نہیں کرتی اور نہ اسکو آگ سے جلاوے وفی المبتغی یکره احراق جراد
وقملة وعقرب ولا بأس باحراق حطب فیها نمل وفی القاری القملة لیس بادبیة اور مبتغی میں ہے کہ مکروہ ہے آگ سے جلانا ٹاڈی اور جوں اور بچھو کا اور کچھ مضائقہ نہیں
ان لکڑیوں کے جلانے کا جنمیں چیونٹیاں ہیں اور جوں کا پھینکنا زمین پر ادب نہیں ہے اسلئے کہ جوں دوسرے شخص پر پڑیگی اور تکلیف دیگی اور مورث نسیان ہے اور گرسنگی
سے اسکا ناحق تعذیب ہے تو اسکا مار ڈالنا بہتر ہے کذا فی الطحطاوی وجازت المسابقة بالفرس والابل والارجل والرمی لریاض لها د اور مسابقت
یعنی باہم سبقت کرنا اور آگے نکلنا گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر اور پیدل چلکر اور تیراندازی کرکے جائز ہے جہاد کی ریاضت کے واسطے ہم سابقت کی شرط یہ ہے کہ
دوڑنے کی حد اتنی مقرر ہو کہ گھوڑا دوڑ سکتا ہو اور ہر گھوڑے میں سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایک گھوڑا سبقت نہ کر سکیگا بالضرور تو جائز نہیں اسلئے کہ مسابقت
خلاف قیاس جائز ہوئی تھی احتیاج ریاضت کی وجہ سے اور اسصورت میں تو غیر کو ناحق اپنا مال دینا ہے اس شرط سے جسمیں منفعت نہیں لہذا نہ جائز ہوگا کذا فی المنح ریاضت جہاد
کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے لہو و لعب منظور ہو اور دل بہلانا تو ایسا سابقت مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وحرم شرط الجعل من الجانبین اور حرام ہے مسابقت میں مال کا شرط کرنا
دونوں جانب سے صورت اسکی یہ ہے کہ زید اور خالد نے گھوڑے دوڑائے اس شرط سے کہ اگر زید کا گھوڑا آگے نکلجائے تو مال مشروط خالد دے اور اگر خالد کا گھوڑا آگے بڑھ جائے
تو زید مال دے یہ اسواسطے حرام ہوا کہ صریح قمار ہے الا اذا ادخلا ثالثا محللا بشرطه کما مر فی الحظر مگر دونوں جانب سے مال کی شرط اسوقت حرام نہیں ہے جبکہ دونوں شخص تیسرے شخص
محلل کو داخل کرلیں اسکی شرط کے ساتھ چنانچہ کتاب الحظر میں مذکور ہوچکا ہم صورت ادخال محلل کی یہ ہے کہ مثلا زید اور خالد تیسرے شخص مثلا محمد سے کہیں کہ اگر تو ہم دونوں سے
سبقت کر جاوے تو ہم دونوں کے دو مال مشروط تو پاوے اور اگر ہم تجھ سے سبقت کر جاویں تو ہم تجھ سے کچھ نہ لیں لیکن جو زید و خالد میں مال مشروط ہوا ہے وہ بحال خود باقی ہے جو آگے
بڑھ جاوے وہ دوسرے سے مال مشروط کو لے یعنی اگر زید نے سبقت کی تو خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونوں محمد سے سبقت کر گئے تو
محمد کو کچھ نہیں لیکن محلل کی شرط یہ ہے کہ اسکا گھوڑا زید اور خالد کے گھوڑوں کے برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکھتا ہو اور اگر دونوں سے دوڑ میں زیادہ ہو
یقینا آگے نکلے یا دونوں سے کمتر ہو یقینا تو جائز نہیں باعتبار دلالت حدیث کے کذا فی الطحطاوی لا تحرم من احد الجانبین استحسانا مال مشروط حرام نہیں ایک جانب

استحسان کی دلیل سے هم صورت اسکی یہ ہو کہ مثلاً خالد کہے زید سے کہ اگر مین سبقت کر جاؤن تجھپر تو سو اشرفی تجھسے لونگا اور اگر تو بڑھ جاسے تو مین تجکو دونگا یہ اسواسطے جائز ہوا کہ یہ قمار نہین اسواسطے کہ قمار عبارت ہے دونون طرف کی بازجیت کے احتمال سے سو یہان دونون طرف اسکا احتمال نہین بلکہ ایک طرف بازنا ہے اور دوسری طرف جیتنا تو قمار کے مانند نہوا یہی وجہ ہے استحسان کی انتہی خلاصۃ المنح اور اگر ایک شخص نے سوارون کی جماعت سے کہا کہ جو تم مین سے آگے بڑھ جاسے وہ مجھسے اسقدر مال لے یا اسنے تیراندازون سے کہا کہ جسکا تیر نشان پر پہنچے گا وہ اتنا پاوے تو جائز ہے اور مسابقت کے مانند فقہا مین اگر کسی مسئلہ مین تنازع واقع ہو اور صحت کے واسطے مال مقرر ہوا یک جانب سے یا دونون جانب سے بشرط ادخال ثالث محلل کے اسلیے کہ حاجت کی وجہ سب کو شامل ہے کیونکہ دونون بابون مین سیکھنا اور مشق کرنا تقویت دین اور اعلا کلمۃ اللہ کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی ولایجوز الاستباق فی غیر ہذہ الاربعۃ کالبغل بالجعل واما بلاجعل فیجوز فی کل شیئ کما سنی الزیلعی اور ان چار کے سوا یعنے گھوڑے اور اونٹ اور پیدل اور تیراندازی کے سوا سے اور چیزون مین چنانچہ خچر پر سوار ہو کر مسابقت کرنا مال شرط کرکے جائز نہین اور بدون مال کے تو ہر شئ مین مسابقت جائز ہے اور اسکا پورا بیان زیلعی مین ہے هم یہ سب مسائل مذکورہ مسابقت کے فتاوی عالمگیری مین زیلعی سے منقول ہین اور یہی مذکور ہے کہ باب مسابقت مین جواز مذکور سے مراد حلت ہے نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال شرط کو نہ دے تو حاکم جبر سے اسکو نہ دلویگا اور حکم قضا کو اسپر نافذ نہ کریگا ولایصلی علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع اور لفظ صلوٰۃ کا سوا سے حضرت انبیا اور سوا سے حضرات ملائکہ کے اورون پر نہ بولا جاسے مگر بطریق پیروی هم یعنے یون کہنا چاہیے بالاستقلال کہ اللہم صل علی آل محمد وصل علی اصحاب محمد بلکہ بطریق تبعیت کے یون کہنا درست ہے کہ اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ طحطاوی نے کہا بعضون نے غیر انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر صلوٰۃ کا ورود بالاستقلال جائز کہا ہے اسلیے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفی وقولہ تعالی ہو الذی یصلی علیکم واولئک علیہم صلوات لیکن جمہور علما اسکے مانع ہین اسواسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہ خاص علامت ہے تو غیر انبیا انکے ساتھ شریک ہونگے اور جو آیت اور حدیث مذکور ہے وہ دعا پر محمول ہے اور اسمین اختلاف ہے کہ آیا یہ کروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا ترک اولی ایسا ذکر کیا ہے نووی نے اذکار مین اور کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور حضرات انبیا کے واسطے دعا کرنا بلفظ صلوٰۃ اسواسطے مشروع ہوا کہ اسمین تعظیم ہے ذکر کیا ہے ابو العالیہ نے کہا کہ معنی صلوٰۃ اللہ علی نبیہ کی ثنا کرنا ہے حق تعالی کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوٰۃ ملائکہ سے دعا مراد ہے فتح الباری شرح بخاری مین کہا ہے کہ یہ بہترین اقوال ہے اور اسی طرح صلوٰۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہے اور خدا سے ثنا کرنے کی طلبگاری رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کذا فی الطحطاوی وہل یجوز الترحم علی النبی قولان زیلعی قلت وفی الذخیرۃ انہ یکرہ اور کیا جائز ہے لفظ ترحم کا نبی پر اسمین دو قول ہین جواز اور عدم جواز کذا فی الزیلعی مین کہتا ہون اور ذخیرہ مین ہے کہ ترحم کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہے یعنے یون کہنا اللہم ترحم علی محمد جائز نہین هم بعضون نے کہا کہ لفظ ترحم کا جائز نہین اسلیے کہ صلوٰۃ کے مانند تعظیم پر دلالت نہین کرتا ہے ولہذا غیر انبیا اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہین اور تحصیل حاصل بھی ہے اسواسطے کہ انبیا مرحوم ہین یقیناً اور بعضون نے کہا کہ اللہم ترحم علی محمد کہنا جائز ہے اسواسطے کہ سب عباد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہین رحمت الٰہی کے خزانہ کمیل ہین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اسماء معظمہ سے واجب ہے تو فقر خریب کین نہ بطر یدکھنا جائز نہین اور عرب کی تعظیم واجب ہے خصوصاً اہل حرمین کی حضرت کے سبب سے خصوصاً مہاجرین اور انصار کی اولاد کی اور مقدم ہے تعظیم اولاد علی اور آل ابا بکر اور عمر اور عثمان کے رضی اللہ عنہم انتہی کذا فی الطحطاوی ویجوزہ السیوطی تبعاً لا استقلالاً انسا یکرہ التوفیق وبالعدل التوفیق اور سیوطی نے اسکو جائز کہا تبعاً لا استقلالاً تو دونون قولون کا اختلاف رفع ہو گیا اور خدا سے هم توفیق خیر کی مانگتے ہین ویستحب الترضی للصحابۃ اور مستحب ہے صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا هم اسواسطے کہ صحابہ کرام طالب رضاے الٰہی مین نہایت سرگرم تھے اور خوشنودی حق کے واسطے جانبازی کرتے تھے تو رضی اللہ عنہم کہنے کے وہی زیادہ تر سزاوار ہین امت کے اور لوگ اگرچہ قطب الاقطاب ہون انکے ادنی مرتبہ اسکی برابر نہین ہو سکتے جبکہ ایمان تردد ہو وہ احادیث انکے کو دیکھے وکذا من اختلف فی نبوتہ کذی القرنین ولقمان اور اسی طرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے

اُن لوگون کو جنکی نبوت مین اختلاف ہی جیسا کہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ للکرمانی اور بعضون نے کہا جنکی نبوت مین اختلاف ہی اُنکے نام لینے کے وقت یون کہے صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم جیسا کہ کرمانی کی شرح مقدمہ مین مذکور ہی والترحم للتابعین ومن بعدہم من العلماء والعباد وسائر الاخیار اور ترحم کا لفظ تابعین کیواسطے ہی اور جو اُنکے بعد مین از قسم علماء اور عباد اور باقی نیک لوگ ہین ابرار (یعنے رحمۃ اللہ علیہ) وہ لوگ ہین جنھون نے حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہین دیکھا اگر صحابہ کرام کو دیکھا جیسا کہ امام زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ وہو الترحم للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدہم علی الراجح ذکرہ القرمانی اور اسی طرح عکس اُسکا جائز ہی یعنے ترحم صحابہ کیواسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور اُنکے بعد کے تابعین کے واسطے بنابر قول راجح کے ایسا ذکر کیا ہی کرمانی نے وہذا کتب المتقدمین امام محمد کا نام جو ہر رضی اللہ عنہما اور رحمۃ اللہ علیہ دونون الفاظ مذکور ہین قال الزیلعی الاولی ان یدعو للصحابۃ بالترضی وللتابعین بالرحمۃ ولمن بعدہم بالمغفرۃ والتجاوز اور زیلعی نے کہا بہتر یہ ہی کہ صحابہ کے واسطے رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے اور تابعین کیواسطے رحمۃ اللہ علیہم اور اُنکے بعد اور لوگون کے واسطے غفر اللہ لہم (خدا اُنکو بخشے) اور تجاوز اللہ عنہم (اللہ اُنسے درگذر کرے) کے لفظ سے دعا کرے سلام مغفرت اور تجاوز کی اسلیے دعا ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام مین قلت ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الخیر والاعطاء باسم النیروز والمہرجان لا یجوز ای الہدایا باسم ہذین الیومین حرام اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہین یعنے تحائف رسانی ان دونون کے نام سے حرام ہی نوروز عبارت ہی آفتاب کے آنے سے برج حمل مین وہ پہلی تاریخ ہی فروردی ماہ کی اور مہرجان سولھوین تاریخ ہی مہرماہ کی آتش پرست دونون دنون مین عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی حرام ہوئی اسیطرح ہولی اور دیوالی مسلمانون کو حرام ہی کہ مشابہت ہی ہنود کی وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابوحفص الکبیر ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم اہدی لمشرک یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم الیوم فقد کفر وحبطت اعمالہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم اور تکریم مقصود ہو جسطرح مشرک اُسکی تعظیم کرتے ہین تو تعظیم کرنے والا کافر ہو جاویگا ابوحفص کبیر نے کہا اگر ایک مرد نے حق تعالی کی عبادت کی پچاس برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بیشک وہ کافر ہوگیا اور اُسکا عمل حبط ہوگیا یعنے ساری عبادت اکارت ہوگئی انتہی کلامہ ولو اہدی لمسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لا یکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اُسدن کی تعظیم کا ارادہ نکیا بلکہ تحفہ رسانی مین لوگون کی عادت پر چلا تو کافر نہوگا وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبہۃ اور لائق یہ ہی کہ نوروز سے پہلے یا بعد اُسکے تحفہ رسانی کرے شبہہ دفع کرنے کے واسطے یعنی نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہو لیکن مشابہت کفار کی بلاشک ہی تو آگے پیچھے کرنا چاہیے دفع اشتباہ کیواسطے ولو شری فیہ مالم یشترہ قبلہ ان اراد تعظیمہ کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لا یکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خریدی جو اُسکے قبل خریدنہ کی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس خریداری سے ہی تو کافر ہوگیا اور اگر کھانے پینے اور لذت شائی کا قصد کیا تو کافر نہوگا کذا فی الزیلعی ولا باس بلبس القلانس غیر حریر وکرباس علیہ ابریسم فوق اربع اصابع سراجیہ اور کچھ مضائقہ نہین قلانس کے پہننے مین سوائے ریشمی کے اور سوائے اُس کپڑے کے جسپر ریشم ہی چار انگلیون سے زیادہ کذا فی السراجیہ قلانس جمع ہی قلنسوہ کی اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہی کہ اہل عجم اُسکو سر پر رکھتے ہین کذا فی الجوہرہ مصنف جمع کا لفظ اسواسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو وذخیرہ مین ہی کہ قلنسوہ گوشہ دار ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی وصح انہ حرم لبسہا اور ریشمی قلنسوہ اور جسپر چار انگل سے زیادہ ریشم ہو اُسکے پہننے کی حرمت صحیح قول سے ثابت ہی برخلاف اُس قول کے جو شرح مسکین مین قلنسوہ حریری کی حلت مذکور ہی کذا فی الطحطاوی وندب لبس السواد وارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط ظہرہ وقیل الی موضع الجلوس وقیل شبر اور مستحب ہی لباس سیاہ اور عمامہ کا شملہ لٹکانا درمیان دونون مونڈھون کے آدھی پیٹھ تک اور بعضون نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضون نے کہا ایک بالشت وکرہ ای للرجال کما مر فی باب الکراہیۃ لبس المعصفر والمزعفر لقول ابن عمر رضی اللہ عنہما نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال وایاکم والاحمر فانہا زی الشیطان اور مردون کو مکروہ ہی جیسا کہ باب الکراہیۃ مین گذرا پہننا کسم کا اور زعفران کے رنگین کپڑے کا بدلیل قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے منع فرمایا اور فرمایا کہ بچو سرخ سے کہ وہ ہیئت اور لباس ہی شیطان کا ویستحب التجمل لان اللہ اباح الزینۃ بقولہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الآیۃ اور

مستحب ہو تجمل اور آرائش بھی آدمی کے واسطے زینت کو مباح کیا ہو بدلیل قول حق تعالے کے تو کہہ کسنے حرام کیا اس زینت کو جو اللہ تعالی نے اپنے بندون
کیواسطے نکالی الی آخر الآیۃ تو مستحب ہو کہ احسن لباس پہنے اور امام اعظم اپنے اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جسکی قیمت ۴۰۰ درہم تھی
بدلیل آیۃ کریمہ (قل من حرم زینۃ اللہ الآیۃ) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حقتعالی بندہ کو نعمت دیتا ہی تو پسند کرتا ہی کہ اسکی نعمت کا اثر اسپر دیکھے
اور ایکبار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے ردا مبارک پہنے جسکی ہزار درہم قیمت تھی اور ایکبار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر ردا تھی جسکی قیمت چار ہزار درہم تھی چنانچہ زیلعی
نے ذکر کیا ہی امام اعظم سے کسی نے پوچھا کیا ایسا نہ تھا کہ امیر المومنین عمر ایسا لباس پہنتے تھے جسپر پیوند لگے اور ایسے پیوند تھے امام نے جواب دیا کہ وہ امیر المومنین تھے حکمت کے سبب سے
ایسا کرتے تھے سو اگر وہ عمدہ کپڑے پہنتے یا اور طرح کے عمدہ کہانے کہاتے تو تمکنہ عمال انکے آنکی پیروی کرتے اور اگر عمال کو کبھی عمدہ لباس اور طعام نہ ملتا تو ظلم سے
حاصل کرتے اُن علامت سے وہ وضع اختیار کی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن ابی السعود والانسب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاہل ولو قرشیا قال اللہ تعالی والذین
اوتوا العلم درجات فالرافع اللہ فمن یضعہ یضعہ اللہ فی جہنم ولو الامر علی الاصح ورثۃ الانبیاء بلا خلاف اور جوان عالم کو تقدم کرنا بوڑھے جاہل پر جائز ہی اگرچہ جاہل قریشی
کی قوم سے ہو حق تعالی نے فرمایا اور جنکو علم عطا ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہین تو عالم کا درجہ بلند کرنے والا اللہ تعالی ہی سو جو اسکو ذلیل اور خوار جانیگا اللہ تعالی
اسکو دوزخ مین ڈالیگا اور اولو الامر سے جنکی اطاعت کا قرآن مجید مین امر ہی علما دین مراد ہین بنا بر صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہین انبیا کے بالاتفاق
اسمین خلاف نہین ہم پوری آیت یون ہی واذا قیل انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت واللہ بما تعملون خبیر یعنی جب کہا جاے
کہ اٹھو تو تم اٹھ کھڑے ہوا کرو بلند کرتا ہی اللہ تعالی درجات انکے جو ایمان لائے تم مین سے اور انکے جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالے اسکا عالم
اور دانا ہی تفسیر بیضاوی مین ہی کہ اللہ تعالی نے عالمون کے بالخصوص درجات بلند کیے کیونکہ وہ علم اور عمل کے جامع ہین اسواسطے کہ علم انکی بلند مرتبگی کے ساتھ
اس عمل کا مقتضی ہی جو مقرون بمزید تعظیم ہی اور اسیوجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہی نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث مین وارد ہی فضیلت عالم کی عابد پر
جیسے چودھوین رات کے چاند کی فضیلت باقی ستارون پر تتمہ طحطاوی نے کہا رازی کے احکام قرآن مین ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگون مین اہل علم کو
مجلس مین فوقیت اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ حضرت کے نزدیک کسقدر انکی فضیلت اور منزلت ثابت ہی اسی طرح حضرت کے بعد بھی علما کی
تعظیم کرنا چاہیے ابن عباس سے کہا کہ علما کے درجات اور مومنین کے اوپر سات سو درجے ہین ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہی زندویسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل اور استاد
کا حق شاگرد پر یکسان ہی برابر وہ یہ ہی کہ عالم اور استاد سے پہلے افتتاح کلام نکرے اور اگر وہ کہین گیا ہو تو اسکے مقام پر نہ بیٹھے اور اسکے کلام کو بے ادبی سے رد نہ کرے اور چلنے
مین اسکے آگے نہ بڑھے اور زوج کا حق زوجہ پر اس سے بھی زیادہ ہی وہ یہ ہی کہ اسکی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے منقول ہی زلزلہ سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے
فرمایا کہ طالب العلم دعا کرین لوگون نے کہا اسکی کیا وجہ ہی فرمایا کہ انمین جو نیک ہین وہ اور نیکون سے بہتر ہین اور جو انمین بد ہین وہ اور بدون سے بہتر ہین کذا فی الطحطاوی مستطرف مین
امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہی فرمایا علم کو اسی قدر شرف کفایت کرتا ہی کہ اگر جاہل کو عالم کہیے تو وہ خوش ہو جاتا ہی اور جہل کو اتنی ذلت کافی ہی کہ جاہل بھی
جہالت سے بیزار ہی اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو خفا ہو جاتا ہی واختضاب لاجل التزین للنساء والجواری جائز فی الاصح ویکرہ بالسواد وقیل لا ومر فی الحظر کیا
شخص نے خضاب کیا آرائش کیواسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیون کے لیے تو جائز ہی صحیح تر قول مین اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ
مکروہ نہین اور یہ مسئلہ گذر گیا کتاب الحظر مین ہم ابو یوسف سے مروی ہی کہ جیسے مجکو یہ پسند آتا ہی کہ میری عورت میرے لیے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہی اسکو میرا
آرائش کرنا اسمین اختلاف ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہین قول اصح یہ ہی کہ نہین کیا جیسے مین ہی کہ صغیر کو مہندی وغیرہ ہاتھ پاؤن مین لگانا لائق
نہین کہ یہ آرائش ہی اور وہ عورتون کو مباح ہی اکمل کی شرح مشارق مین ہی کہ خضاب مین دو مقام پر اختلاف علما ہی ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب
کیا یا نہین انس رض نے کہا کہ مجکو آپ کا خضاب کرنا معلوم نہین اور بعضون نے کہا کہ خضاب کیا تھا انکی حجت ام سلمہ اور ابن عمر کی حدیث ہی کہ انہون نے حضرت کا

زرد خضاب دیکھا اور قول مختار یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کا ہے خضاب کیا اور اکثر اوقات مین ترک کیا سو جو جسنے دیکھا وہ بیان کیا اور دوسرا مقام یہ ہی کہ خضاب افضل ہی یا ترک کرنا اُسکا یعقوبؒ نے کہا کہ ترک افضل ہی اسلیئے کہ تغییر پیری سے نہی وارد ہی اور علما نے کہا کہ خضاب افضل ہی اسواسطے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے خضاب کیا ہی صدیق اکبرؓ حنا کا خضاب کرتے تھے اور بعضی زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی اور بعضی سیاہ خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ حضرات عثمان اور حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہی اور ہم حنفیون کا مذہب یہ ہی کہ حنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہی دیکھو منہاج اور قاضیخان مین مذکور ہی نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہی مرد اور عورت کو زردی اور سرخی کا اور اصح قول مین خضاب سیاہ حرام ہی اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ پیری کو تغییر کرو اور بچو سیاہی سے انتہی قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہدین کے حق مین ہی اور غازیون کو حرام نہین تا کافرون پر رعب طاری ہو اسواسطے اور اصحاب کبار نے جو سیاہ خضاب کیا شاید اُسکا یہی محمل ہی قال الحموی کذا فی الطحطاوی ہم نے اپنے استاد میرزا حسن محدث سے سنا وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب ہی جو وسمہ کے سوا اور چیزون سے ہو اسواسطے کہ صحیح بخاری مین ثابت ہی کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک انکا خضاب وسمہ سے تھی واللہ اعلم

کما یجوز ان یاکل متکیا فی الاصح لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام اکل متکیا مجمع الفتاوی جیسے جائز ہی کھانا تکیہ لگا کر قول صحیح مین اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ آپ نے کھانا کھایا تکیہ دیکر کذا فی مجمع الفتاوی اخذتہ الزلزلۃ فی بیتہ ففر الی الفضاء لا یکرہ بل یستحب لفرار النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الحائط المائل ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گھر مین سو وہ بھاگا میدان کی طرف تو یہ مکروہ نہین بلکہ بھاگنا مستحب ہی بدلیل فرار کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھکی دیوار سے واذا خرج من بلدۃ بہا طاعون فان علم ان کل شیئ بقدر اللہ تعالی فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجی ولو دخل ابتلی یکرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی اور جب کوئی انسان نکلا اُس شہر سے جسمین وبا ہی سو اگر وہ یہ جانتا ہو کہ ہر چیز حقتعالی کی تقدیر سے ہی تو کچھ مضائقہ نہین اُسکے نکلنے مین وبا کے شہر سے اور وہان جانے مین جہان وبا نہین ہی اور اگر اُسکے نزدیک یہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر وبا کے شہر مین گیا تو اُسمین مبتلا ہوگا تو اُسکو یہ مکروہ ہی تو وہان نجاسے اور نہ وہان سے نکلے تا کہ اُسکا اعتقاد محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر خروج اور دخول کی نہی حدیث شریف مین محمول ہی کذا فی مجمع الفتاوی فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو لیس لہ ذلک بزازیہ وغیرہا مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر مین ہی کہ وہان اُس سے زیادہ تر کوئی عالم نہین اُسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اُسکو یہ جائز نہین ہی چنانچہ بزازیہ وغیرہا مین ہی شم یہ قول محمول ہی اُس جہاد پر جو ہنوز فرض عین نہین ہوگیا اسواسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانون کو زیادہ تر ہی ثواب مین اُس جہاد کے ثواب سے جو فرض عین نہوا بلکہ فرض بالکفایہ ہی قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول او مات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لا یاخذ من المرابحۃ التی جرت بینہما الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتاخرین قنیہ وبہ افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم وعللہ بالرفق للجانبین قد قدمنا قبیل فصل القرض مدیون نے دین موجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا یا مدیون مرگیا سو اُسکے مرنے سے دین حال ہوگیا یعنی موجل نرہا فی الحال واجب الادا ہوگیا سو میت مدیون کے ترکہ سے لیا گیا تو نہ لے اُس منفعت سے جو دائن اور مدیون مین ٹھہر گئی مگر بقدر ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہی علماء متاخرین کا چنانچہ قنیہ مین مذکور ہی اور اسیکا فتوی دیا ہی مرحوم ابو السعود افندی مفتی بلاد روم نے اور رعایت جانبین کو اُسکی وجہ مذکور کی ہی اور مقرر ہم نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہی ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خرید کی اور دوسرے کے ہاتھ ۲۰ درم کو بیچ کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے بعد وہ مرگیا تو صاحب دین کو چاہیے پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی اخر الکنز ینبغی لحافظ القرآن فی کل اربعین یوما ان یختم مرۃ آخر کنز الدقائق مین ہی کہ حافظ قرآن کو لائق یہ ہی کہ ہر چالیس دن مین ایکبار قرآن مجید کو ختم کرے ہم اسواسطے کہ مقصود فہم معانی ہی نہ مجرد تلاوت قال تعالے افلا یتدبرون القرآن خاتمہ قرآن خوان پر سلام کرنا نچاہیے اور قاری کو سلام کا جواب دینا یا ندینا دونون درست ہین قول صحیح مین اور جب قاری اذان سنے

تو افضل یہ ہے کہ چپ رہے اور اذان سنے اور جب نبی کا نام قرآن مین آوے تو اسپر صلوٰۃ واجب نہین امام محمدؒ سے روایت ہے کہ جسنے قرآن کو سال مین دوبار ختم کیا
تو اسنے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری قیام نکرے مگر یا باپ یا معلم یا عالم کیواسطے قنیہ مین ہے بہتر یہ ہے کہ ہر مہینہ مین ایکبار ختم کرے اور مستحب ہے اسکے واسطے تطہیر اور تحسین
لباس اور خوشبو لگانا اور حروف ادا کرنا اور اُس مکان کو قندیل اور شمع وغیرہ سے روشن کرنا اور اہل وعیال کو ختم کے وقت جمع کرنا اور انکے واسطے برکت و مغفرت کی دعا
کرنا اور ختم کے بعد پھر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب یہ ہے کہ تین دن سے کمتر مدت مین ختم نکرے اور مستحب ہے کہ ہر سال ایکبار اسکو قرآن سناوے
جو اس سے زیادہ تر جانتا ہو اور بہترین اوقات قرآن کیواسطے ماہ مبارک رمضان ہے اور بازارون مین اور سوال کیواسطے اور ناپاک مکان مین قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مصحف پر
کوئی چیز نرکھے اور مصحف کو رکھ نہ چھوڑے پڑھا کرے تاکہ وہ مہجور اور متروک نٹھہرے اور اگر کوئی آدمی مصحف کو اپنے گھر مین رکھے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہین اور تفسیر قرآن کو اپنی
عقل سے او برعکس ترتیب جائز نہین اور اگر مصحف ایسا کہنہ ہوگیا ہو کہ اسمین پڑھنا ممکن نہین تو پاک کپڑے مین لپیٹ کر لحد قبر کے مانند کھود کر دفن کرے یا اسکو دھو ڈالے
یا ایسی پاک جگہ مین رکھدے جہان نجاست اور لوگون کے ہاتھ نہ پہنچین اور مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ اور حدیث کیطرف پاؤن پھیلانا نوم یا غیر نوم مین مکروہ ہے اور جو
قرآن غلط پڑھتا ہو تو بتانا افضل ہے جیسے راہ بھولے کو راہ بتانا اور حدیث مین وارد ہے کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئے تو مین نے اس سے زیادہ تر کوئی گناہ نہ دیکھا
کہ مرد آیت یا سورت سیکھ کر بھولگیا اور نسیان سے مراد یہ ہے کہ اسکو مصحف سے پڑھنا ممکن ہو اور لیٹ کر قرآن پڑھنے مین کچھ مضائقہ نہین لیکن پڑھنے کے وقت اپنے دونون
پاؤن سمیٹ لے اگر لڑکا گھر مین قرآن پڑھتا ہو اور گھر والے کام مین مشغول ہون تو ترک سماع مین معذور ہین اگر انھون نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے
پہلے اور اگر قرآن پڑھنا شروع ہوگیا تو معذور نہین اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہے قرآن خوانی کے نزدیک کذا فی الطحطاوی ملتقطا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الفرائض

یہ کتاب ہے فرائض کے مسائل مین جو فرائض جمع ہے فریضہ کی اور وہ مشتق ہے فرض سے اور فرض لغت مین بمعنی تقدیر اور قطع اور بیان کے ہے اور اصطلاح شرع
مین فرض وہ ہے جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اسواسطے نام رکھا کہ سہام مقدر مقطوع مبین ہین جو دلیل قطعی سے ثابت
ہین تو اسمین لغوی معنی اور شرعی دونون یکجا ہوگئے کذا فی العالمگیریہ عن الاختیار شرح المختار ہی علم اصول من فقہ وحساب تعرف بہا حق کل من الترکۃ فرائض
علم ہے فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جن سے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جاتا ہے اور موضوع علم فرائض کا ترکات ہین اور غایت اس علم کی ایصال
حقوق ہے اہل استحقاق کو اور ارکان اسکے تین ہین وارث اور مورث اور موروث اور شروط اسکے تین ہین مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری
جیسا کہ حمل اور علم وجہ ارث کا اور اسباب اور موانع اسکے آگے مذکور ہونگے اور اس علم کے استخراج کے تین اصول ہین کتاب اللہ اور حدیث جیساکہ نانی کے ارث
مغیرہ اور ابن مسلمہ کی شہادت سے ثابت ہے اور اصل اجماع امت ہے جیساکہ دادے کی ارث عمر فاروق رضہ کے اجتہاد سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہوگیا
اور قیاس کو فرائض مین کچھ دخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا والحقوق ہنا خمسۃ بالاستقراء اور حقوق یہان پانچ ہین باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنی حقوق کا منحصر ہونا
پانچ مین حصر استقرائی ہے نہ حصر عقلی لان الحق اما للمیت او علیہ او لا ولا اسواسطے کہ حق متعلق بہ ترکہ میت یا میت کا ہے یا میت پر ہے یا نہ یہ ہے نہ وہ الاول التجہیز
والثانی اما ان یتعلق بالذمۃ وہو الدین المطلق اولا وہو المتعلق بالعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہے یعنی میت کا سامان مرنے کے وقت سے دفن کرنے
تک اور دوسرا یا متعلق بذمہ میت ہے وہ دین مطلق ہے یا متعلق بذمہ نہین اور وہ متعلق بالعین ہے والثالث اما اختیاری وہو الوصیۃ او اضطراری وہو المیراث
اور تیسرا یا اختیاری ہے وہ وصیت ہے یا اضطراری ہے یعنی انکے اختیار کو کچھ دخل نہین وہ میراث ہے کہ شرع کی جہت سے ثابت ہے اور یہی فرائض لان اللہ تعالے
قسمہ بنفسہ واوضحہ وضوح النہار بشمسہ اور میراث کا فرائض نام رکھا گیا اسلیے کہ حق تعالے نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اسکو ظاہر اور روشن
کردیا جیسے دن کو روشن کردیا اپنے آفتاب سے علم میراث کو قسمت کیا یعنی ہر وارث کا حصہ آپ ٹھہرایا اور اسکی تقدیر کا مقرب اور نبی مرسل پر تفویض

بہنین کی اور ہر ایک حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خود کلام مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم اور حج وغیرہ کے کہ انکی نصوص مجمل ہین سنت نبویہ مین انکا بیان واقع ہوا کذا فی المنح فسماہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہ بالنص لا غیر واما غیرہ فبالنص تارۃ وبالقیاس اخری مین کہتا ہون اور اسی واسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا نام نصف العلم رکھا ہے بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض تو کبھی نص سے ثابت ہی اور کبھی قیاس سے ہم بیان اسکا یہ ہی کہ علم یا فقط نص سے ثابت ہی یا نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہی تو جو علم کہ فقط نص سے ثابت ہی وہ فرائض ہی اور جو نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہی وہ فرائض کے سوا اور علوم دینی ہین اور نص سے مراد وہ دلیل ہی جو اجماع کو بھی شامل ہی اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت سے ثابت ہین وقیل لتعلقہ بالموت وغیرہ بالحیوۃ او یعدون سے کہا نصف ہونا بسبب تعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے حیات سے ہم لئے فرائض نصف علم اسواسطے ہوا کہ انسان کے دو حال ہین موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہی اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہی مجموع دو حال کا لہذا حدیث شریف مین فرائض کو نصف علم فرمایا او بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض بسبب ضروری سے ثابت ہی اور غیر فرائض بسبب اختیاری سے ثابت ہی مطلب یہ کہ جس سے ملک ثابت ہوتی ہی وہ دو قسم ہی اختیاری اور ضروری اختیاری جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری چنانچہ ارث تو اسواسطے فرائض کو نصف علم فرمایا وہل ارث الحی من الحی ام من المیت المعتمد الثانی شرح الوہبانیۃ اور کیا ارث زندے کو زندے سے ہوتی ہی یا مردے سے معتمد قول دوسرا ہی یعنی زندہ وارث ہوتا ہی مردے کا کذا فی شرح الوہبانیہ شرح وہبانیہ مین ہی کہ ارث کے وقت مین علما کا اختلاف ہی مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزو اجزا حیات مورث سے وقت ہی میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک وقت ارث بعد مر جانے مورث کے ہی اسواسطے کہ جب تک وہ زندہ ہی اپنے جمیع اموال کا مالک ہی ہر طرح سے تو اگر اسکا وارث اس حالت مین مالک ہو تو لازم آوے کہ ایک چیز دو شخصون کی مملوک ہو علی وجہ الکمال اور یہ امر کو معقول تسلیم نہین کرتے کذا فی الطحطاوی مختصرا ثم یبدا من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق الغیر بعینہا کالرہن والعبد الجانی والماذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستاجرۃ ابتدا کیجاے میت کے اس ترکے سے جو خالی ہی تعلق حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھ چنانچہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس ثمن ہی اور اجارہ کا گھر ترکہ لغت مین بمعنی متروک ہی اور اصطلاح مین ترکہ وہ مال ہی جسکے عین سے غیر کا حق متعلق نہو گیا ہو تو مال کی قید سے اہل و عیال ترکہ سے خارج ہو گئے تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے چنانچہ رہن وغیرہ رہن کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً باغ گرو رکھا پھر راہن مر گیا اور باغ مرتہن کے پاس ہی اور راہن نے سوائے باغ کے کوئی مال نہین چھوڑا تو مرتہن کا دین مقدم ہی راہن کی تجہیز تکفین پر کیونکہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہو گیا سو اگر ادا سے دین کے بعد کچھ باقی رہیگا تو تجہیز مین صرف ہوگا اور عبد جانی کی صورت یہ ہی کہ غلام نے اپنے مولی کی حیات مین کسیکو قتل کیا اور مولی کا کچھ مال نہین سوا غلام کے اور مولی مر گیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر حقدار ہی مولی سے ہان اگر دیت دیکر کچھ باقی رہے تو اس سے مولی کی تجہیز تکفین ہوگی اور عبد ماذون مدیون کی یہ صورت ہی کہ اسپر لوگون کے دین ہین مالک کی زندگی مین پھر مالک مر گیا اور اسکا کچھ مال نہین سوائے اسکے تو ارباب دیون مقدم ہین تجہیز پر اور مبیع محبوس کی صورت یہ ہی کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ہاتھ ثمن معین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہین کیا اور بائع نے غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھ مال نہین سوائے اس غلام کے تو بائع احق ہی اس غلام محبوس کا تجہیز مشتری سے اور دار مستاجرہ کی یہ صورت ہی کہ صاحب خانہ نے گھر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اسکی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مر گیا سو اجارہ فسخ ہو گیا اور زید مستاجر کی کچھ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سوائے اس گھر کے کچھ اور ترکہ نہین چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجہیز پر کذا فی الطحطاوی وانما قدمت علی التکفین لتعلقہا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم نہین ہوئے تکفین کے مگر بسبب متعلق ہو جانے حقوق کے مال کے ساتھ مال کے ترکہ ہو جانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہی سو یہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق بمال ہو گئے تھے بتجہیزہ یعم التکفین من غیر تقتیر ولا تبذیر ککفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ فی حیاتہ ترکہ میت سے ابتدا کیجاے میت کی تجہیز بدون تنگی اور فضول خرچی کے چنانچہ کفن مساوات بالقدر کے

جو میت اپنی زندگی میں پہنتا تھا شامل ہے کما فی التبیین تکفین کو بھی شامل ہے یہ مضمرات میں ہے کہ تنگی اور اسراف کفن کا دو طرح ہے شمار کی راہ سے اور قیمت کی راہ سے سو شمار کی راہ سے یہ ہے کہ مرد کے کفن میں تین کپڑے ہیں اور عورت کے کفن میں پانچ ہیں تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ تو یہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑوں سے زیادہ کیا تو یہ اسراف ہے اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہ تنگی ہے اور قیمت کے اعتبار سے اگر مرد زندگی میں دس روپیہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اسکا کفن اس سے زیادہ دیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے انتہی اور شامی کی عبارت میں لفظ او بمعنی واو کے ہے تو عدد اور قیمت میں حال متوسط معتبر ہوگا چنانچہ مذکور ہوا کہ کفن مسنون قیمت دیا جائیگا بشرطیکہ اور سے دین میں قصور نہ ہوتا ہو تکفین کے بعد اور اگر کفن مسنون ہونے سے ضرر ہوتا ہو اسکے دین میں تو کفن کفایت دیا جائیگا کفن کفایت مرد کے دو کپڑے ازار اور چادر ہوں یا مغسول اور عورت کے لئے اسی طرح تین کپڑے ہیں کذا فی الطحطاوی ولو اکفنہ فلو قبل تفسخہ کفن مرۃ بعد اخری اور اگر میت کا کفن تلف ہو گیا تو اگر میت کے پھولنے اور پھٹنے سے پہلے کفن تلف ہوا تو اسکو کفن دیا جائیگا تا انکہ ایسا ہو توضیح اسکی یہ ہے کہ جب قبر کھود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہے قبر میں تو وارثوں پر اسکا کفن دینا دوسری بار واجب نہیں اور اگر میت قبر کے باہر برہنہ ہے تو اول بار کی طرح اسکو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن درست ہو اور اگر درست نہ ہو تو اسکے ترکہ سے ایک کپڑے میں دفن کرنا چاہیے اور اسی طرح کرنا چاہیے اگر چند بار کفن چرایا گیا ہو اور اسکے دین اور قسمت سے پہلے اور اگر وارثوں میں ترکہ تقسیم ہو گیا اور قرضداروں اور لقاء وصیت ہو چکی تو وارثوں سے کفن کیواسطے استرداد ہوگا بقدر انکے میراث کے اور انسے کفن دیا جائیگا اسی طرح ہر بار ہوگا تا انکہ مال میراث کذا فی الطحطاوی وکل من کان مالہ اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جائیگا نہ ثلث مال سے ثم تقدم دیونہ التی لہا مطالب من جہۃ العباد پھر میت تجہیز کے بعد ان دیون کا ادا کرنا مقدم ہوگا ترکہ سے جنکا مطالبہ ثابت ہے بندوں کی جہت سے من جہۃ العباد کی قید سے وہ دین خارج ہو گیا جسکا مطالبہ حق تعالی کی طرف سے ہے چنانچہ زکوۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ویقدم دین الصحۃ علی دین المرض ان جہل سببہ اور صحت کا دین مقدم ہے مرض کے دین سے اگر مرض کے دین کا سبب معلوم نہو صحت کا دین وہ ہے جو گواہوں سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت میں اسکا اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہو مرض کی حالت میں یا جو مرض کے مانند ہے چنانچہ قتال کے واسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کیواسطے والا فیستویان کما بسط السید اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو صحت اور مرض دونوں حالتوں کا دین برابر ہے چنانچہ سید شریف نے اسکو شرح بیان کیا ہے معلوم ہونا سبب کا اسطرح ہے کہ مدیون نے اپنے مرض میں اس دین کا اقرار کیا جسکا ثبوت بطریق معاینہ کے معلوم ہوا چنانچہ اسنے کچھ خرید کیا تھا یا کسی کا مال تلف کیا تھا تو یہ دین فی الحقیقۃ صحت کا دین ہے اسواسطے کہ اسکا وجوب اسکے اقرار کے سوا اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کے برابر ہو گیا حکم میں انتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہیں قوی وسط ضعیف قوی وہ ہے جو تجہیز اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ حقوق متعلقہ بعین ترکہ کالرہن اور وسط وہ ہے جو گواہوں یا صحت کے اقرار سے یا مرض معاینہ سے ثابت ہو اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت ہو اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قبل قضاء دیون کے مرہون کے مانند ہے تو نہیں وارثوں کے تصرفات نافذ نہونگے بشرطیکہ ترکہ دین سے کم ہو یا برابر ہو اور اگر ترکہ زیادہ ہے تو نفوذ تصرفات میں دو وجہیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ تا بمقدار قدر دین تصرف نافذ ہو اور دوسری وجہ ظاہر تر یہ ہے کہ تصرف نافذ نہیں علی قیاس المرہون مرہن ملتقی میں ہے کہ ترکہ مستغرقہ کی بیع کرنے کا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثوں کو اسواسطے کہ وارث اس صورت میں مالک اسکے نہیں کذا فی الطحطاوی واما دین اللہ فان اوصی بہ وجب تنفیذہ من ثلث الباقی والا لا اور دین حق تعالی کا چنانچہ زکوۃ سو اگر میت نے اسکے ادا کرنے کی وصیت کی تو اسکا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو واجب نہیں ہم دین خدا چنانچہ زکوۃ اور حج اور روزہ اور نذر اور کفارات تو اگر میت نے مثلا نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی اور وارث نے تبرع کیا یعنے اپنی طرف سے مال دے کر اسقاط کیا تو بعضوں کے نزدیک نمازیں میت سے ساقط نہیں ہوتی ہیں اسواسطے کہ دینا اسکا بالکل معدوم ہے اور اسواسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا علم ہوگا تا کہ احتیاطاً امر تبرع ظاہر ہوا اور بعضوں نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کے مانند اسواسطے کہ جواز کی دلیل بیان تو گنجائش رحمت الٰہی اور اسکے کمال کرم اور فضل کی امیدواری ہے اور یہ تو وصیت اور تبرع دونوں کو شامل ہے اور ابن کمال نے کہا ہے کہ

حقیقت اہل شرع کے عرف میں یہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے بدلے سے تو خراج دین ہے اسواسطے کہ منافع زمین کا بدل ہے بخلاف زکوۃ کے اسواسطے
کہ اُس میں تملیک مال واجب ہے بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی ثم تقدم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین سے ادا ہونے کے بعد وصیت کی وصیت
مقدم کیجاسے اگر وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول صحیح کے برخلاف اُس قول کے جسکو اختیار شرح مختار میں مختار کہا ہے اور وصیت مطلقہ عبارت ہے ربع مال یا ثلث مال کی وصیت
سے اور وصیت معینہ وہ ہے جو شی معین سے متعلق ہو چنانچہ گھر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضون نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہے وہ یہ ہو کہ
بعینہ ثلث مال کی وصیت کرے اسطرح کہ مثلاً تین درم یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری میں اختیار کے مانند ہے یعنی
سے یہ قول ہے یعنے وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہین تو موصی لہ وارثون کا شریک ہے نہ مقدم من ثلث ما بقی بعد تجہیزہ ودیونہ وصیت جاری ہوتی اُس مال کی تہائی سے
جو باقی رہگیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد اور وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرط وقوع تجہیز اور ادائے دیون کے یا بشرط وجود ایک کے یا دوسرا
امر پایا جاسے اور اگر تجہیز اور دیون دونون نہ پاسے گئے اسطرح پر کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جلگیا اور درندے نے اُسکو کھا لیا اور وہ کسی کا مدیون نہین تو تمام مال کی تہائی سے وصیت
جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہین یا وارث ہے مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکھتا ہے تو بھی کل مال کے ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفید رتہا یا
کا ثلث سے مطلب یہ ہے کہ جسقدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہو اتنا مال حیز قسمت سے ساقط کیا جاسے نہ اسقدر کو جدا کرنا باقی مال سے اور موصی لہ کو تسلیم کر دینا کذا
فی الطحطاوی عن ابن کمال وانما قدمت فی الآیۃ اہتماما لکونہا مظنۃ التفریط اور وصیت آیت قرآنی میں مقدم نہین کی گئی دین پر مگر اہتمام کے واسطے بسبب ہونے وصیت
کے مظنہ تفریط کا اور یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہان وصیت کا رتبہ دین کے بعد ہے اور کلام مجید میں وصیت دین پر مقدم ہے شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام
منظور ہوا مظنہ تفریط کے اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہے اور اسواسطے کہ وصیت غربا اور مساکین کا حق ہے اور دین حق ہے ارباب دیون کا جو حاکم سے نالش
کر کے لے سکتے ہیں تو اُسکے ادا کرنے میں احتمال تھا تفریط بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہیں لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا ادا
وصیت کی ترغیب کے واسطے ثم رابعا بل خامسا یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پھر چوتھے مرتبہ بلکہ پانچوین مرتبہ مین باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت
کیا جاسے میت کے وارثون میں ہم صرف ترکہ میں پہلے تجہیز و تکفین کا مرتبہ ہے پھر دوسرا مرتبہ ادائے دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان
حقوق کو اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہین چنانچہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم میراث کا پانچوان مرتبہ ٹھہریگا معلوم کرنا چاہیے کہ تا خیر قسمت کا محل وہان ہے جہان حقوق
متقدمہ پاسے جاوین اور اگر حقوق مذکورہ نہون تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہان ہے جہان وارث متعدد ہون اور اگر ایک ہی وارث ہے تو تمام
مال اسی کا ہے سواسے زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہین پاتے روح الشروح میں ہے کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علماء فرائض کے عرف میں وارث وہ ہے جو باقی رہے بعد
ہونے فنا اس شخص کے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہو وہ باہمی حقتعالی نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنے ہم باقی رہنے والے ہین بعد فناء خلائق کے لیکن نسب اور
سبب کی قید خالق عز سبحانہ کے حق میں ماخوذ نہین اسواسطے کہ وہ پاک نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ای الذین ثبت ارثہم بالکتاب
مراد وارثون سے وہ لوگ ہین جنکی ارث کلام مجید سے ثابت ہے مثل کتاب اللہ میں باپ اور ماں اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹون اور بھائی اور بہنون کی میراث
ثابت ہے او السنۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجدات السدس یا جنکی ارث سنت سے ثابت ہے چنانچہ یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ دادیان
کو سدس کا اطعام کر دیعنی چھٹا حصہ انکو دو اور جدہ کی ارث سنت سے ثابت ہے اسی طرح سگی بہنون کی بیٹیون کے ساتھ سنت وہ ہے جو رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے قولاً یا فعلاً مروی ہوا اور حدیث کا لفظ قول کو مخصوص ہے اور کشف المنار میں ہے کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصاص کا مقتضی نہین اسواسطے
کہ اہل شرع کے عرف میں مطلق لفظ سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے خواہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحطاوی
او الاجماع کجعل الجد کالاب وابن الابن کالابن یا جنکی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کے مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کے مانند ٹھہرانا

ھو اجماع ہے اور اجماع سے مراد اتفاق رائے مجتہدین امت محمدی کا کسی حکم شرعی پر کسی زمانہ میں کہ واقع ہوا ہو اور مراد لیا اہل حل و عقد میں اسواسطے کہ غیر اہل حل و عقد کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں اور اسیطرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی ویستحق الارث ویعصف بثلثۃ وقیل لا یورث وذا ہو الفقار من ولدیہ صغیر فیہ باحد ثلثۃ برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا وولاء اور وارث مستحق میراث کا ہوتا ہے منجملہ تین جہات کے ایک جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولا سے خواہ ولاء عتق کی ہو خواہ ولاء موالات کی استحقاق ارث ہر چیز میں ہے اگرچہ متروکہ مصحف ہو اسی قول کا فتویٰ ہے اور قول ضعیف ہے کہ مصحف میں میراث جاری نہیں مصحف تو میت کے دو فرزندوں میں سے قاری فرزند کا ہے کذا فی النصیر فیہ بنکاح صحیح کی قید ہوئی میراث میں تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہیں ہے نکاح فاسد وہ ہے جس میں شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہ ہوا اور نکاح باطل جیسا کہ متعہ اور نکاح موقت کذا فی الکتاب النکاح سے علم ہو چکا ہے کہ وارثوں کا حق ترکہ کی مالیت سے ہے اور ترکہ کی اعیان دونوں سے متعلق ہے مانند حق موصی لہ کے تو ایک وارث کو نہیں پہنچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلاً کتاب یا باغ آپ لے اور اسکی قیمت باقی وارثوں کو دے مگر انکی رضامندی سے یہ جائز ہے اور کفین اور قضاء دین مالیت ترکہ سے متعلق ہے نہ عین ترکہ سے اسیواسطے وارثوں کو جائز ہے کہ اپنے مال سے دین ادا کریں اور اشیاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کر لیں کذا فی الطحطاوی والمستحقون للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبۃ کما افادہ بقولہ فیبدأ بذوی الفروض اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہیں علی الترتیب چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول میں اسکو بیان کیا ہے فیبدأ بذوی الفروض ای السہام المقدرۃ تو ترکہ کی تقسیم شروع کیا جائے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہیں سہام مقدرہ یعنی جو حصے کہ معین اور مصرح ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اجماع امت سے سو سہام مذکورہ یہ ہیں النصف اور ربع اور ثمن اور ثلثین اور ثلث اور سدس یعنی آدھا اور چوتھائی اور آٹھوان اور دو تہائیاں اور تہائی اور چھٹا حصہ وہم اثنا عشر عشرۃ من النسب ثلثۃ من الرجال وسبعۃ من النساء واثنان من السبب وہما الزوجان اور تمام اہل فروض بارہ ہیں دس نسب کی راہ سے جن میں تین مردوں میں سے ہیں اور سات عورتوں سے اور دو سبب کی راہ سے اور وہ زوجین اور تین جو ہیں مردوں میں سے مراد ایک باپ دوسرا دادا تیسرا اخیافی بھائی اور سات عورتوں سے مراد بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور ماں اور دادی یہ وارث نسبی ہیں اور زوجین وارث سببی ہیں ثم بالعصبات ال للجنس فیستوی فیہ الواحد والجمع وجمعہ للاتر دواج النسبیۃ لانہا اقوی پھر اہل فروض کے بعد عصبات نسبیہ کو ارث ملیگی سو اسواسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہیں عصبات شارح نے کہا عصبات کا الف لام جنس کا ہے تو اسمیں واحد اور جمع برابر ہیں اور عصبات کو جمع لانا اہل فروض کے مناسبت کیواسطے ہے ثم بالمعتق و توابعہ ہو العصبۃ السببیۃ عصبہ سببی کو عصبہ نسبی پر مقدم کیا کہ نسبی قریبی ہے اسواسطے کہ وہ قرابت حقیقی کی وجہ سے ہے اور عصبہ سببی قرابت حکمی کی وجہ سے ہے ثم بالمعتق و توابعہ وہو العصبۃ السببیۃ پھر عصبہ نسبی کے بعد ارث شروع کیا جائے آزاد کرنیوالے سے اگرچہ وہ عورت ہو اور آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہے ثم عصبتہ الذکور لانہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن پھر آزاد کرنے والے کے بعد ارث شروع کیجائے آزاد کرنیوالے کے عصبات ذکور سے اسواسطے کہ عورتوں کو ولاء سے کچھ حق نہیں سواے اسکی ولاء کے جسکو انہوں نے خود آزاد کیا یعنی اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اسکی میراث پاویگی اور اگر اسکے بیٹے یا بھائی نے آزاد کیا تو اسکی میراث عورت کو نہ ملیگی طحطاوی میں ہے کہ اگر آزاد مر گیا اور اس نے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اسکی میراث فقط بیٹا پاویگا اور اگر مالک کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو ان کا کچھ حق نہیں انتہی ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیۃ بقدر حقوقہم پھر اگر عصبات مذکورین میں کوئی نہیں تو باقی مال پھیرا جاویگا اہل فروض نسبی پر بقدر انکے حقوق کے یعنی بقدر انکے حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاویگا اور صاحب ربع کو ربع کذا قالہ ابن الکمال ہم اہل فروض نسبی کی قید سے اہل فروض سببی خارج ہو گئے اسواسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاویگا عمر فاروق اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان کو بھی دوبارہ دیا جاویگا ابن الشحنہ وغیرہ نے کہا اس زمانہ میں رد علی الزوجین پر فتویٰ ہے بیت المال کے فساد کی وجہ سے اور ذخیرہ میں ہے کہ جو مال فاضل ہو زوجین وہ بیت المال میں نہ رکھا جائے بلکہ انہیں کو یعنی زوجین کو پھیر دیا جائے کیونکہ وہ اقرب ہیں میت کی طرف ان سے جو بسبب نسب اور مخصوصوں کے اور اسی طرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتہی کذا فی روح الشروح اور حاشیہ عمر زادہ میں قنیہ سے ذکر کیا ہے معتق اور اسکے ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں ہمارے زمانہ میں جنکے معتق کا کوئی وارث نسبی نہ ہو اور اسی طرح ہمارے زمانے میں

زوجین پر رد میراث ہوگا اور اسنے مرصاد سے نقل کیا کہ اسی قول پر فتوی ہے انتہی پھر مجمع زادہ سے کہا کیونکہ اسپر فتوی نہ ہو کہ ہمارے زمانہ میں بیت المال نہیں ہیں بیت المال
تو صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں تھا اور اگر سلطان یا قاضی کو مال مذکور دیا جاوے تو وہ بیت المال کے مصارف میں صرف نہیں کرتے اور فرائض عبد الواحد شہید
میں بھی اسیطرح رد علی الزوجین بتعلیل مذکور مسطور ہے اور روح الشروح میں قنیہ سے مذکور ہے کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑ کر مری سو زوج نے نصف باقی عالم
مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ معذور ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی ثم ذوی الارحام پھر ذوی الارحام ہیں یعنی جب اہل فرض نسبیہ اور عصبات مذکورہ نہوں تو ترکہ
میں ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی اور فرض نسبیہ کی قید سو واسطے لگائی کہ اگر مسئلہ میں احد الزوجین ہوگا تو اسکا فرض حصہ دیکر جو باقی رہیگا وہ ذوی الارحام کو دیا جاویگا
اسواسطے کہ زوجین اہل رد سے نہیں ہیں تو گویا اہل فرض کے نہ ہونے سے ذوی الارحام میں تقسیم ہوتی ہے اسی طرح اہل فرض کے باقی رہے مال ... انکو دیا جاتا
ہے قال الاکمل ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہیں جنکا نہ حصہ مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہیں خواہ میت کی ماں کی طرف سے قرابت دار ہوں یا اسکے باپ
کی طرف سے اور لغت میں ذو رحم قریب ہیں جو بچہ دانی کو کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی ثم بعدہم مولی الموالاۃ کما مر فی کتاب الولاء پھر بعد اصناف مذکورین کے مولی الموالاۃ
ہے چنانچہ بیان اسکا کتاب الولاء میں گذر گیا ہم یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام سے کوئی نہو تو مولی الموالات میراث پاویگا موالاۃ لغت میں
معنی دوستی کے ہے اور اصطلاح شرع میں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولی یعنے دوست ہے میرے مال کا تو وارث ہونا جبکہ میں مروں اور میری طرف
سے خونبہا دینا اگر میں کسی کو قتل کروں اور دوسرے نے کہا میں نے یہ قبول کیا تو اب عقد ولا کی صحیح ہو گئی اور قائل اس کلام کا اسکا مولی ہوا اسکا وارث ہوگا جبکہ
وہ مریگا اور دیت دیگا اسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیوں کے نزدیک خلافا للشافعی اور اگر دونوں طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہے ابن کمال نے
کہا شرط الولاء یہ ہیں کہ وہ شخص آزاد ہو اور عجمی ہو اور عربی نہو اور نہ اسکے موالی سے ہو اور عقد ولا کے وقت اسکا کوئی وارث نسبی نہو اور نہ اسکی طرف سے بیت المال
یا مولا اسے موالاۃ نے خونبہا ادا کیا ہو انتہی اور اسکے مجہول النسب ہونے یا نہونے کی شرط میں اختلاف ہے اور اسی طرح اسلام کی اشتراط میں اختلاف ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی
الحنفی والدر الباقی بعد فرض احد الزوجین ذکرہ السید الشریف اور بعد فرض احد الزوجین کے باقی مال مولا موالاۃ کا ہے سید شریف نے اسکو ذکر کیا ہے ہم وارث ہونا مولا موالاۃ
مروی ہے حضرت عمر فاروق اور علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سوائے ابراہیم نخعی اور ہمارے علما نے عمل کیا ہے اور اسپر دلیل ہے قولہ تعالی والذین
عقدت ایمانکم فاتوہم نصیبہم یعنے میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے عقد موالاۃ کا ہے اور امر ہے وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت انکی طرف اختصاص
پر دلالت کرتی ہے اور وہ استحقاق کی دلیل ہے اور اگر امر بسبیل احسان اور مروت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا فاتوہم نصیباً اور اس بیان سے دفع ہوگیا وہ قول کہ آیہ
کریمہ میں قسم مراد ہے اسواسطے کہ اسوقت میں فاتوہم نصیبہم کا ترتب نہیں ہوتا بلکہ مراد منعقدہ بالیمین ہے بنا بر عادت کے اسطرح پر کہ ہر واحد ساتھ قدرت کے دوسرے
کا ہاتھ پکڑتا ہے ساتھ قصد کے وقت اور احادیث اسمین بہت ہیں از انجملہ تمیم داری کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی مرد میرے
پاس آتا ہے اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہے تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولی ہے تو زیادہ تر حقدار ہے اسکی زندگی اور موت میں انتہی یعنے زندگی میں اسکی طرف سے
دیت جنایت کی دینا اور موت کے بعد اسکی میراث سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً عن ضوء السراج وشرح الاکمل ثم المقر لہ بنسب علی غیرہ لم یثبت پھر مقر لہ بنسب سابق کے بعد وہ
شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اسطرح پر کہ اس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب ثابت نہیں ہوا ہو صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے
خالد کو کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو زید مقر ہے اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ ہے وہ مقر علیہ ہے یعنے جب خالد کو بھائی کہا تو زید کا باپ اسکا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی
وارث نہیں اور اسنے ایک مجہول النسب کو بھائی کہا تو وہ اسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن مقر کے باپ سے اسکا نسب ثابت نہوگا اور نہ انکی میراث پاویگا اسواسطے
کہ آدمی کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ مقر لہ بالنسب علی الغیر اسطرح پر کہ اسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہیں جبکہ مقر مرجاوے
اسی اقرار اسکے اصرار پر چنانچہ یوں اقرار کرنا کہ یہ میرا بھائی ہے یا بہن اور مانند اسکے انتہی فلو ثبت بان صدقہ المقر علیہ او اقر بمثل اقرارہ او شہد رجل آخر ثبت نسبہ حقیقۃ

ورثہ ثم الورثة وان رجع المقر تو اگر مقرلہ کا نسب ثابت ہوگیا اسطرح کہ مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا مانند اقرار مقر کے یا دوسرے ایک مرد نے مقر کے اقرار کے ساتھ گواہی دی تو بیشک اسکا نسب حقیقۃً ثابت ہو جاویگا اور مقرلہ مقر کے وارثوں سے مزاحمت کریگا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہو جائے مقرلہ کی تصدیق اسطرح کہ مثلاً زید کا باپ کہے کہ ہاں خالد میرا بیٹا ہے اور میرا بھائی ہے اور اسیطرح مقر کے وارثوں کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہوں مثلاً زید کی اولاد یوں کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اسطرح ہو کہ وہ کہے بدون دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہرچند رجوع اقرار سے منع ارث میں معتبر ہے لیکن جب مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہوگا اور مانع ارث نہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ المقر لہ قبل رجوعہ وتمامہ فی شرح السراجیة ہمارے روح الشروح وقد حققنا فیما علقناه علیہا اور اسی طرح نسب مقرلہ کا ثابت ہوگا اگر مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اسکا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرح میں مذکور ہے خصوصاً روح الشروح میں اور البتہ میں نے اسکا خلاصہ بیان کیا سراجیہ کی شرح میں ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح آمین یعنی تصدیق مقرلہ سے اثبات نسب ہوتے ہیں مصنف کی شرح کا تابع ہوگیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ کی طرف منسوب کیا ہے اور حالانکہ یہ قول بلا وجہ ہے اسواسطے کہ مقرلہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور شرح مصنف کی اخیر عبارت آمین صریح ہے کہ تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقرلہ کی انتہی ملخصاً ثم بعدہم الموصی لہ بما زاد علی الثلث ولو بالکل پھر مرتبہ ساتھ کے بعد وہ شخص ترکہ میت کا لیگا جسکے واسطے تہائی مال سے زیادہ میت نے وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت کی ہو ہم اسواسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کی طرف صرف بلا اضرار شخص معین کیا تو یہ جائز ہے برخلاف اسکے کہ اگر اسکا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہوگا کہ اسکی حق تلفی ہے اور سید شریف نے اسکی وجہ یہ بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثوں کے سبب (نقصان ۱۲) ممنوع تھی پھر جبکہ ایک بھی وارث نہ پایا گیا تو اسکے واسطے جو موصی مستحق کرديگا وہ پورا اسکا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحطاوی وانما قدم علیہ المقر لہ لان نوع قرابة بخلاف الموصی لہ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہیں کیا گیا مقرلہ کو اسوجہ سے کہ مقرلہ میں ایک طرح کی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ کے کہ اسمیں قرابت کا کچھ احتمال نہیں ہم یعنی حال مقرلہ کا قوی تر ہے اسلئے احتمال کہ شاید مقر صادق ہو اپنے اقرار میں بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اسی قدر پر مقتصر رہا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر ثم یوضع فی بیت المال لا ارثا بل فیئاً للمسلمین پھر مرتبہ تیسرے کے بعد میت کا ترکہ بیت المال میں رکھا جاوے ارث کی راہ سے نہیں بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کے واسطے لاوارثی مال بیت المال میں رکھا جاتا ہے ہم روح الشروح میں ہے کہ علی مرتضی سے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام میں بخوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑھا تو اسکا حق بیت المال میں ہر سال دو سو درہم ہے اور ایک روایت میں دو سو درہم ہے اگر وہ دنیا میں نہ پاویگا تو آخرت میں لیگا اور شرح مختصر طحطاوی میں ہے کہ مصارف بیت المال کے علاج ہے بیمار دل کا اور کفن موتی اور نفقہ بے قیلا اور جو عاجز ہو کسب اور پیشہ سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وموانعہ علی ما ہنا اربعة اور موانع ارث کے برابر ابن کمال کے چار ہیں ہم جب اسباب ارث کے ذکر ہو چکے تو اب موانع ارث کا بیان شروع ہوا اسواسطے کہ ہر چیز کے تحقیق میں فقط اسباب کا وجود کافی نہیں بلکہ اسکے ساتھ ارتفاع موانع بھی ضروری ہے مانع وہ ہے جسکے ہونے سے (آگے ہونے بانداز ۱۲) مقتضا سے سبب نہو سکے ارث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی سے صاحب نسب کی خلافت سے (نیابت ۱۲) میت کے مال میں یا اسکے اس حق میں جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح یا صاحب ولاء کی خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولاء حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت یہ ہے کہ شخص باقی شخص ماضی کے مانند ہو جاوے میت حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مفقود بعد گذرنے مدت کے داخل ہو جاوے اور اسیطرح مرتد جبکہ دار الحرب میں لاحق ہو گیا اور نسب اور نکاح اور ولاء میں حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ داخل ہے ولد نسب اور نکاح اور ولاء جو فقط میت کے اقرار سے ثابت ہے کذا فی الطحطاوی منہا الرق ولو ناقصاً کالمکاتب وکذا المبعض عند ابی حنیفة ومالک رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا مانع رق ہے یعنی مملوک ہونا اگرچہ ناقص ہو جیسے غلام مکاتب اور اسی طرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہے کل آزاد نہیں امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک میراث سے محروم ہے وقالا ہو حر فیرث ویحجب وقال الشافعی لا یرث بل یورث وقال احمد یرث ویورث ویحجب بقدر ما فیہ من الحریة اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی رحمہ نے کہا کہ وہ وارث نہوگا بلکہ اسکا مال اسکے وارث کو ملیگا اور امام احمد نے کہا کہ وہ وارث اور مورث اور حاجب ہوگا بقدر اسکے حریت کے جو اسمیں ثابت ہے

مانع ارث لینے کا ۱۲

وقد ذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الرقیق مع رق کاملۃ وہی ان مستامن جنی علیہ فلحق بدار الحرب فاسترق ومات رقیقا بسرایۃ تلک الجنایۃ فدیتہ لورثتہ ولا ارث لا یمکننا بحیرا و الفتیۃ علما شافعیہ نے ایک مسئلہ ذکر کیا ہے جس میں رقیق کامل مورث ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ غلام کبھی آزاد نہیں ہوا صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حربی مستامن پر دار الاسلام میں جنایت واقع ہو یعنی کسی نے اسکو زخمی کیا پھر وہ دار الحرب میں لاحق ہوا پھر وہاں گرفتار ہو کر غلام ہوا اور غلامی کی حالت میں اسی زخم کی سرایت سے مر گیا تو اسکا خونبہا اسکے وارثوں کا ہے اور یہ مسئلہ ہمنے اپنے اماموں کے کلام میں نہیں دیکھا تو اسکی تنقیح اور تحریر کرنا چاہیئے والقتل الموجب للقود او الکفارۃ والاسقطا بحرمۃ الابوۃ علی مامر اور چوتھا مانع ارث کا وہ قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہے اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب حرمت پدری کے ساقط ہو چکا ہے چنانچہ کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکا ہے قصاص کا موجب قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب خطا اور شبہ خطا اور قائم مقام خطا ہے تو معلوم ہوا کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہیں وہ مانع میراث کا نہیں چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک میں کنواں کھود دیا پھر کنواں اور اسکا مورث اسمیں گر کے مر گیا کہ کنواں کھودنے والا اور پتھر کا رکھنے والا اسکی میراث سے محروم نہ ہوگا وعند الشافعی لا یرث القاتل مطلقا اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک قاتل مطلقا وارث نہیں ہوتا خواہ اسکا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہ ہو ولو مات القاتل قبل المقتول ورثہ المقتول اجماعا اور اگر قاتل مر گیا مقتول سے پہلے تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق ہم قاتل محروم ہے قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سے محروم رہے واختلاف الملتین اسلاما وکفرا اور پانچواں مانع میراث کا اختلاف ہے دو دینوں کا باعتبار اسلام اور کفر کے ہم یعنی اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر یا بالعکس ہے تو ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا اور اگر اسلام اور کفر کا اختلاف نہیں چنانچہ ایک یہودی اور دوسرا نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہیں ہے وقال احمد ان اسلم الکافر قبل قسمۃ الترکۃ ورث اور امام احمد نے کہا کہ اگر کافر مسلمان ہو گیا ترکہ مسلم کے قسمت ہونے سے پہلے تو وارث ہوگا واما المرتد فیورث عندنا خلافا للشافعی رحمہ اللہ اور مرتد کے مال میں تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے کہ ہم میراث جاری ہے مرتد کے اس مال میں جو اسنے زمان اسلام میں کسب کیا ہو اسلئے کہ میراث مسلم کی مرتد سے مستند ہے حالت اسلام کیطرف کیونکہ ارتداد سے وہ ہلاک ٹھہریگا کہ مقصود زندگی سے ایمان تھا سو وہ فوت ہو گیا اور جسکا مقصود فوت ہوا وہ معدوم کے مانند ہے دلیل قول اللہ تعالی او من کان میتا فاحییناہ یعنی جو کافر تھا اسکو ہمنے ہدایت کی لیکن اسیر بھی مرتد سے ہنوز بسبب احتمال اسلام اور تدارک اور حبس علی الاسلام کے مفقود ہونے کی امید ہے تو موت کا حکم ظاہر ہوگا جبکہ منقطع امید ہو جاوے اسکی قتل یا موت یا قضاء بالالحاق سے پھر جب قطع امید ہوگی کیونکہ جو ہم ذکر کر چکے تو وہ مستند ٹھہریگا ارتداد کے وقت سے تو اسکا مسلم وارث اسکی میراث پاویگا اور جو اسنے ارتداد کی حالت میں مال حاصل کیا وہ غنیمت ہے مسلمانوں کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام اور ارتداد کا مال وارث مسلم کا ہے اور اگر عورت مرتد ہوگی تو امام اور صاحبین کے نزدیک دونوں طرح کا مال وارث مسلم کے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک مرتد کے دونوں قسم کا مال بیت المال میں رکھا جاویگا کذا فی الطحطاوی وغیرہا فلینتبہ وذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الکافر ولا یورث بہا کافر مستامن زوجتہ حاملا ووقفنا میراث الحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد ولم ارہ صریحا لائمتنا میں کہتا ہوں اور علما شافعیہ نے ایک مسئلہ ذکر کیا ہے جس میں کافر کے مال کا مسلمان وارث ہوتا ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک کافر مر گیا اپنی زوجہ حاملہ چھوڑ کر اور ہمنے حمل کی میراث اٹھا رکھی سو اسکی زوجہ مسلمان ہوگئی پھر اسلام کے بعد لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث ہوگا اپنے باپ کا اور یہ مسئلہ اپنے علما کے کلام میں صریحا نہیں دیکھا کیونکہ ہم اسلام میں لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوا والرابع اختلاف الدارین فیما بین الکفار عندنا خلافا للشافعی اور چوتھا مانع ارث کا اختلاف دارین ہے یعنی دو ملکوں کا اختلاف فیما بین کفار کے ہمارے نزدیک برخلاف امام شافعی کے کہ ہم اختلاف دار حقیقتا ہو یعنی لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے ہو اسلئے کہ فیما بینہم عصمت منقطع ہو جاتی ہے یعنی خونہا اور جان و مال کی باقی نہیں رہتی کذا فی البحر او حکما اختلاف دارین چند قسم ہے اول یہ کہ حقیقۃ اور حکما دونوں طرح اختلاف ہو جیسے کافر حربی اور الحربی ہیں اور کافر ذمی جو دار الاسلام میں ہے اور ثانی یہ کہ فقط حکمی خلاف ہو چنانچہ وہ حربی مستامن جو لینے ملک کو جا سکے ساتھ اس ذمی کے جو دار الاسلام میں ہے یا دو کافر حربی دو ملک کے دار الاسلام میں مستامن ہیں یا مستامن مسلم حربی کے ساتھ دار الحرب میں اور تیسرا یہ کہ فقط حقیقتی اختلاف ہو چنانچہ حربی مستامن دار الاسلام میں ساتھ اس حربی کے جو دار الحرب میں ہو اور وہ دونوں ایک ہی ملک کے ہیں اور مانع ارث ہمارے نزدیک پہلی دونوں قسمیں ہیں تیسری قسم تو مانع اختلاف حکمی ہے خواہ اسکے

ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا نہ ہو اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک اسکے بالعکس ہے تو ذمی اور مستامن میں انکے نزدیک توارث ہے اور قسم ثالث میں توارث نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی
حقیقۃ کحربی و ذمی اختلاف دار کا حقیقۃ ہو جیسا کہ حربی اور ذمی میں ہے یعنی حربی مرگیا دار الحرب میں اور اسکا باپ یا بیٹا ذمی ہے دار الاسلام میں تو ذمی اس حربی کا وارث نہوگا
اور اسی طرح اگر ذمی دار الاسلام میں مرگیا اور اسکا باپ یا بیٹا دار الحرب میں ہے تو یہ حربی اس ذمی کا وارث نہوگا کذا فی العالمگیریہ عن الکافی او حکما کمستامن وذمی وکحربیین
من دارین مختلفین کترکی و ہندی لانقطاع العصمۃ فیما بینہم یا اختلاف دار کا حکما ہو جیسا کہ مستامن اور ذمی دار الاسلام میں یا جیسا کہ دو حربی دو ملکوں مختلف
کے یا جیسے ترکی اور ہندی تو ان میں توارث نہیں بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان انکے قولہ کحربیین کو اگر اسپر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکون
میں ہیں تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ قبیل اختلاف دارین سے ہے حقیقۃ تو اختلاف حقیقی کے مثال میں اسکو ذکر کرنا تھا اور اگر اسپر حمل کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف
کے دار الاسلام میں بطریق استیمان کے ہیں تو وہ ایک ملک میں ہیں حقیقۃ اور دو ملک مختلف میں ہیں حکما تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے کحربیین کے کہتا ہے
کہ انقطاع عصمت اختلاف دار سے اس طرح ہے کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہے اور مار ڈالتا ہے جب اسکو پاتا ہے تو یعنی اس کلام
کی طرف سے اشارہ ہے کہ جب مختلف دو ملکوں کے بادشاہوں میں عہد اور پیمان ہے باہم مددگاری کا تو وہ دونوں دار مختلف نہیں ہیں یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہیں
کذا فی الطحطاوی وجیہ اختلاف المسلمین بر خلاف مسلمانوں کے یعنی فیما بین مسلمانوں کے اختلاف دار مانع میراث کا نہیں ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور
سلطنت کے کافروں کے حق میں متحقق ہوتا ہے نہ مسلمانوں کے حق میں اسواسطے کہ اہل بغی اور اہل عدل باہم وارث ہوتے ہیں اگرچہ باغیوں کا لشکر اور سلطنت علیحدہ ہوا ور
اہل عدل کا علیحدہ اسواسطے کہ دار الاسلام دار الاحکام ہے تو اسلام کا حکم ان سب کو شامل ہے تو انہیں تباین نہیں لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دار الحرب چونکہ دار الاحکام
نہیں بلکہ دار قہر ہے تو وہاں اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق ہوتا ہے انتہی اور روح الشروح میں کہا کہ مسلمین میں اختلاف معتبر نہیں اسواسطے کہ بلاد اسلام باوجود
وسعت اور تباعد کے اطراف کے اور قائم ہونے مدار کے اہالی بلاد اسلام میں وہ ایک ہی دار ہے شارع کی نظر میں جیسا کہ کافروں کے دین باوجود اختلاف نفس الامر میں کثرت
سے ایک دین ہے شارع کی نظر میں کذا فی الطحطاوی قال المصنف بقی من الموانع جہالۃ تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والہدمی والقتلی کما سیجئی میں کہتا ہوں اور منجملہ موانع ارث
کے باقی رہے ہیں مانع مجہول ہونا تاریخ موتی کا جیسا کہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کچلنے والے اور مقتول لوگ جیسا کہ اسکا بیان آگے
آویگا یعنی اگر چند لوگ غرق یا حرق سے مر گئے تو ان میں توارث نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ
مانع نہیں اسواسطے کہ اصطلاح میں مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوا اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع میں داخل نہیں تو جنہوں نے جہالت
تاریخ موتی کو مانع کہا انہوں نے خطا کی انتہی مختصرا ومنہا جہالۃ الوارث وذلک فی خمس مسائل ذکرہا فی المجتبی منہا ارضعت صبیا مع ولدہا وماتت وجہل ولدہا فلا توارث اور
منجملہ موانع ارث کے مجہول ہونا وارث کا اور یہ جہالت پانچ مسئلوں میں پائی جاتی ہے مفصل مذکور ہیں مجتبی میں ازانجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دایہ نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اپنے
لڑکے کے ساتھ اور دایہ مر گئی اور معلوم نہیں کہ دونوں لڑکوں میں سے اسکا لڑکا کون ہے تو دونوں لڑکوں میں سے دایہ کا کوئی وارث نہوگا وکذا لو اشتبہ
ولد مسلم وولد نصرانی عند ظئر وکبرا فہما مسلمان ولا یرثان من ابویہما الا ان یصطلحا فلہما ان یاخذ المیراث بینہما اور اسی طرح اگر مشتبہ ہو جاے
مسلمان کا لڑکا اور نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونوں لڑکے بالغ ہوے تو وہ دونوں مسلمان ہیں اور میراث نپاوینگے اپنے باپوں کی منیہ میں اتنا زیادہ
بیان کیا ہے مگر یہ کہ دونوں لڑکے آپس میں صلح کر لیں تو انکو میراث لینا جائز ہے آپس میں نصفا نصف یا جسقدر پر صلح ہو گر دونوں کا مسلمان ہونا تو اسوجہ سے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی
اسواسطے جائز رکھی کہ میراث تو فریقین کی ہے لا شک اسکے مستحق وہ نہیں ہیں مگر عدم تعیین مانع ہے پھر جب صلح ہوئی تو جسقدر واقعی وارث کو پہونچا وہ تو اسکا حق ہے اور جو
دوسرے کو پہونچا وہ ہبہ ہوگا متوفی کے جانب سے ثم بین ذوی الفروض مقدما للزوجۃ لانہا اصل الولاد اذ منہا تتولد الاولاد پھر مصنف نے بعد موانع ارث کے
ذوی الفروض کا بیان کیا اور زوجہ کو سب پر مقدم کیا اسواسطے کہ زوجہ اصل ولاد کی ہے کہ اسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہیں فقال فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مع

[illegible]

ولداو ولدالابن وان سفل سوکیا صنف کے تو فرض اور تعصیب ہر ایک زوجہ اگرچہ چند زوجات ہوں آٹھواں حصہ ولد کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ اگرچہ سافل ہو
یعنی پوتا پرپوتا سہرپوتا تمام ولد اور ولدالابن خواہ مذکر ہو خواہ مونث اسی زوجہ سے ہو یا دوسری عورت سے ہو یا ... دونوں کا حق ثمن ہی اولاد کے ساتھ خواہ ایک زوجہ ہو یا چار
تو اگر چار زوجہ ہوں تو آٹھواں حصہ آپس میں برابر بانٹ لینگی عدم اولویت کی وجہ سے کذا فی المحیط و الربع لہا ... من الربع بلا ولد وان
سفل اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہے جبکہ ولد اور ولدالابن نہو تو زوجات کے دو حال ہیں یعنی ربع بلا ولد و ثمن مع الولد و الربع لہ ... فالاکثر للواحدۃ حالان
فالاکثر ... یا دو تین یا چار ہوں سب اسمیں شریک ہیں ... اور ولد الابن اور زوجہ
کا حصہ چوتھائی ہے ولد کے ساتھ یا ولدالابن کے ساتھ خواہ ایک زوجہ ہو یا زیادہ چنانچہ دو مرد دو عورتوں نے ... دعویٰ کیا عورت مرد کے نکاح کا اور گواہ لائے
اپنے نکاح پر اور وہ عورت ... کے گھر میں تھی اور کسی مدعی نے اس سے قربت کی تھی تو میراث زوجہ کو مدعی آپس میں بانٹ لینگے برابر
عدم اولویت کی وجہ سے اور اگر زوجہ زندہ کے نکاح کا ... دعویٰ کریں اور گواہوں سے ثابت کریں تو گواہیاں ساقط الاعتبار ہونگی اور عورت اس
مدعی کی ہوگی جسکی وہ تصدیق کرے ... اسکے پاس نہو کسی ... سے قربت کی ہوگی اور اگر دعویٰ میں تاریخ کا ذکر ... تو تاریخ سابق کا حکم
احق ہو کذا فی الطحاوی و النصف لعند عدمہا ... حالتان النصف و الربع اور زوج کا حصہ نصف ہے جبکہ ولد اور ولدالابن نہو تو زوج کے دو حال
ہیں نصف بلا ولد اور ربع مع الولد و للاب و الجد ثلاث احوال الفرض المطلق وہو السدس وذلک مع ولد او ولد ابن اور باپ اور دادا کے تین حال ہیں
فرض مطلق یعنی خالی التعصیب سے اور وہ چھٹا حصہ ہے ولد کے ساتھ یا ولدالابن کے ساتھ والتعصیب المطلق عند عدمہما اور دوسرا حال التعصیب المطلق ہے یعنی خالی
فرض سے دونوں کے نہونے کے وقت یعنی جبکہ ولد اور ولدالابن نہو تو بعد ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لیگا بطریق عصوبت والفرض والتعصیب
مع البنت و بنت الابن اور فرض اور تعصیب بیٹی یا پوتی کے ساتھ ہے باپ یا دادا اول اپنا حصہ فرض یعنی سدس لیگا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنی نصف
لیگی اور جو باقی رہا اسکو باپ یا دادا بطریق عصوبت کے لیگا فائدۃ فی الاشباہ و الجد کالاب الا فی ثلاث عشرۃ مسئلۃ خمس فی الفرائض و باقیہا فی غیرہا میں کہتا ہوں
اور اشباہ میں ہے کہ دادا باپ کے مانند ہے مگر تیرہ مسئلوں میں دادا باپ کے مانند نہیں پانچ مسئلے تو فرائض میں ہیں اور باقی آٹھ مسئلے غیر فرائض میں ہیں ہم فرائض
کے پانچ مسئلے بیان کرتے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ دادی باپ کے ساتھ وارث نہیں ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہے ۲ یہ کہ میت نے جبکہ والدین اور احد الزوجین کو چھوڑا
تو بعد حصہ احد الزوجین کے ماں اسکی باقی کا ثلث پاویگی اور اگر بجائے باپ کے دادا ہو تو ماں اسکی تمام مال کا ثلث پاویگی طرفین کے نزدیک ۳ یہ کہ بنی اعیان اور
بنی علات سب ساقط ہوجاتے ہیں باپ کے ساتھ بالاتفاق اور دادا کے ساتھ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتے ہیں نہ صاحبین کے نزدیک ۴ یہ کہ آزاد کرنیوالے کا باپ
اور بیٹے کے ساتھ سدس ولا کا لیتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کے واسطے یہ نہیں ہے بلکہ تمام ولا بیٹا لیگا دادا کو کچھ نہ ملیگا باتفاق اماموں کے نزدیک ۵ یہ اگر غلام آزاد نے
اپنے آزاد کرنیوالے کا دادا اور بھائی چھوڑا امام نے کہا کہ ولا دادا کے واسطے مخصوص ہے اور صاحبین نے کہا کہ دونوں میں مشترک ہے اور اگر دادا کے بجائے باپ ہو تو تمام میراث
اسی پاویگا بالاتفاق اور باقی آٹھ مسئلوں کی تفصیل یہ ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وصیت کی اقربا زید کے واسطے مثلاً تو زید کا باپ وصیت میں داخل نہوگا دادا اسکا داخل ہوگا فی الروایۃ
میں لکھا ہے کہ صدقہ فطر بالدار باپ پر واجب ہوتا ہے نہ دادا پر ۳ یہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنے ولد کی ولا کو اپنے موالی کی طرف کھینچیگا نہ دادا کے موالی
کی طرف ۴ یہ کہ صغیر مسلمان ہوجاتا ہے اپنے باپ کے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے ۵ یہ کہ اگر زید مرگیا اور اولاد صغار اور مال چھوڑکر تو اسکی ولایت زید کے باپ
کو ہے نہ زید کے دادا کو ۶ یہ کہ اگر صغار کا بھائی اور دادا ہے تو ابو یوسف کے نزدیک نکاح کی ولایت میں دونوں شریک ہیں اور امام کے نزدیک دادا کو ولایت مخصوص
ہوگی اور اگر بجائے دادا کے باپ ہوتا تو اسی کو ولایت مخصوص ہوتی بالاتفاق ۷ یہ کہ جب صغیر کا باپ مرگیا تو وہ یتیم ہوگیا دادا کے ہونے سے اسکی یتیمی زائل نہیں ہوتی
۸ یہ کہ اگر میت مرگیا اور اسکی اولاد صغار ہے اور مال نہیں ہے اور میت کی ایک ماں اور دادا ہے تو نفقہ صغار کا ماں اور دادا پر ہے اسطرح کہ تہائی نفقہ ماں پر ہے اور :

دو بھائیوں دادا پیا اور اگر دادا کی جگہ باپ ہوتا تمام نفقہ اسی پر واجب ہوتا کذا فی الاشباہ وزاد ابن المصنف فی زواہرہ اخری من الفصولین ضمن الاب مہر طفلہ
ادا سے رجع لو شرطہ و الا لا ولو ادیا غیرہ او وصیا رجع مطلقا انتہی فتقول او ولیا غیرہ لیعم الجد فیرجع کالوصی بخلاف الاب اور شیخ صالح ابن مصنف نے اپنے
حاشیہ اشباہ میں جسکا نام زواہر الجواہر ہے اشباہ کے تیرہ مسائل پر ایک اور مسئلہ زیادہ کیا ہے فصولین سے نقل کرکے وہ مسئلہ یہ ہے کہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے مہر کی
ضمانت کی پھر مہر اسکا ادا کیا اپنے مال سے تو صغیر کے مال سے بھر لے اگر اسنے ادا کے وقت رجوع کرنا شرط کر لیا ہو اور اگر شرط نہ کیا ہو تو رجوع جائز نہیں اور اگر
سوا [illegible] کسی صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضمانت کرکے مہر ادا کیا ہو تو وہ رجوع کرے مطلقا انتہی یعنے شرطا و بلا شرط ہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا
تو ولی غیر اب کا لفظ دادا کو بھی شامل ہے تو دادا بھی وصی کے مانند مطلقا رجوع کریگا برخلاف باپ کے وللام ثلثۃ احوال السدس مع احدھما او مع اثنین
من الاخوۃ فصاعدا من ای جہۃ کانا ولو مختلطین اور ماں کے تین حالات ہیں چھٹا حصہ ہے بیٹے یا پوتے کے ساتھ یا دو بھائی
یا دو بہنوں کے ساتھ [illegible] اگر چہ [illegible] ہوں ہم اگر ایک شخص مر گیا ماں اور فرزند چھوڑ کر خواہ فرزند بیٹا ہو یا بیٹی
پوتا ہو یا پوتی تو اسکی ماں کا [illegible] (اذا لم یکن له ولد) اسواسطے کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت
دونوں کو شامل ہے اور ولد الابن کو بھی [illegible] اسی طرح ماں کا حصہ [illegible]
دو بھائی یا دو بہن کے ساتھ [illegible] خواہ بھائی بہن سگے ہوں [illegible] ایک بھائی سگا ہو اور دوسرا
سوتیلا اور تیسرا اخیافی والثلث [illegible] اور ماں کا حصہ تمام ترکہ کی تہائی ہے جبکہ اشخاص مذکورین نہ ہوں یعنے بیٹا اور پوتا اور دو بھائی اور دو بہن و
وثلث الباقی مع الاب و احد الزوجین [illegible] باقی مال کی تہائی ہے باپ اور احد الزوجین کے ساتھ ہم بیان [illegible] دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے
کہ ایک عورت [illegible] تو اسکی تقسیم [illegible] سے صحیح ہوگی نصف یعنے تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تہائی یعنے ایک سہم ماں کا اور
باقی دو سہم باپ کے دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا ماں باپ اور زوجہ کو چھوڑ کر تو اسکی تقسیم بارہ سہم سے صحیح ہوگی زوجہ کی چوتھائی اور باقی مال کی تہائی ماں کی یعنی تین سہم اور
باقی چھ سہم باپ کے [illegible] ان دونوں حالتوں کو آگے ذکر کیا ہے مگر شارح نے یہاں ذکر کرکے اشارہ کیا کہ ماں کے تینوں حالات ایک جگہ متصل
ذکر کرنا بہتر تھا [illegible] بیان [illegible] کذا فی الطحطاوی اور اگر صورت مذکورہ میں بجائے باپ کے دادا ہو تو عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ ماں کو جمیع مال کا
ثلث ملیگا انتہی والسدس للجدۃ مطلقا [illegible] جدہ کا مطلقا خواہ جدہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو یعنی نانی اور دادی دونوں
[illegible] ثابتات ای صحیحات کالمذکورتین فان الفاسدۃ من ذوی الارحام
[illegible] فیشترکن فیہ اذا کن ثابتات [illegible] سب شریک ہونگی سدس میں جبکہ جدات
[illegible] الحجب [illegible] ایک جدہ ہو یا دو یا تین چار یا زیادہ [illegible]
[illegible] اسواسطے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام میں ہے نہ ذوی الفروض میں چنانچہ اسکا ذکر ذوی الارحام
[illegible] ثابتات [illegible] برابر ہوں اسواسطے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کی حاجب ہوتی ہے مطلقا خواہ جدہ
[illegible] خواہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو چنانچہ اسکا بیان باب الحجب میں آویگا کذا فی الطحطاوی
[illegible] ماں کی ماں اور دوسری باپ کی ماں اسیطرح اسکے والدین کی اور جمیع اصول کی تا آدم و حوا علیہما السلام
[illegible] نسبت الی المیت [illegible] ایک باپ دو ماؤں میں نہ داخل ہو اور جدہ فاسدہ وہ ہے کہ دو ماؤں کے مابین میں باپ
[illegible] وہ جدہ فاسدہ ہے انتہی چنانچہ نانا یعنی ماں کا باپ تو نانا کی ماں جدہ فاسدہ ہے اسواسطے کہ وہ ماں
[illegible] جدہ کا سدس حدیث سے ثابت ہے اور جدات کے سدس کی دلیل یہ روایت ہے کہ ایک شخص کی نانی یعنے

ماں کی ماں صدیق اکبرؓ کے پاس آئی اور بولی کہ میرے نواسی کا حصہ مجھکو دیجیے صدیقؓ نے جواب دیا کہ تیرا حصہ کتاب اللہ میں منصوص نہیں پاتا ہوں اور تیری میراث
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا لیکن میں اصحاب سے مشورہ کرتا ہوں لہذا صحابہ کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو
سدس دیا ہے پھر اُس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجھکو دیجیے تو صدیقؓ نے کہا کہ میں کتاب اللہ اور حدیث میں تیرے واسطے
کچھ نہیں پاتا لیکن مجھکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی سدس تم دونوں میں مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اسی کا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاکمل انتہا و السدس لبنت الابن
فاکثر مع البنت الواحدۃ تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ پوتی اور زیادہ پوتیوں کا ایک بیٹی کے ساتھ دو تہائی کو پورا کرنے کے واسطے ہے مصنف نے سدس کو ذکر کیا
تو ان لوگوں کو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہیں خواہ ہمیشہ خواہ جیسے جدہ بعضی صورتوں میں جیسے پوتیاں اور پوتیوں کے چھ حالات ہیں تین حال تو بیٹیوں کے مانند ہیں یعنی ایک
پوتی کو نصف اور دو یا پوتیوں کو یا زیادہ کو دو تہائیاں اور اگر پوتیوں کے ساتھ انکا بھائی ہو تو بھائی انکو عصبہ کر دیگا للذکر مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیوں کو مخصوص
ہیں از انجملہ ایک تو وہی ہے جسکو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھ پائیگا دوسرا حال یہ کہ دو یا زیادہ بیٹیوں کے ساتھ وہ ساقط ہونگی لیکن اگر انکے ساتھ
بھائی ہوگا درجہ میں برابر یا اسفل تو انکو عصبہ کر دیگا بشرطیکہ کوئی پوتی ذی سدس فرض نہو تیسرا حال یہ کہ فرزند صلبی سے پوتیاں بالکل محروم ہو جاتی ہیں اور
یہ جو کہا کہ سدس ملیگا دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے سو اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنات کا حق ثلثین پر زیادہ نہیں ہوتا اور بنات کا لفظ
بنات الابن کو بھی شامل ہے پھر جبکہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنی نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنی ثلثین پورا ہو جاوے کذا فی الطحطاوی و
السدس للاخت لاب فاکثر مع الاخت الواحدۃ لابوین تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنوں کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھ دو تہائیوں
کے پورا کرنے کے واسطے ہے یعنی اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھ ہو تو نصف متروکہ سگی بہن لیگی اور سدس سوتیلی کو ملیگا تاکہ دو تہائیاں پوری ہو جاویں معلوم کرنا چاہیے
کہ سگی بہنوں کے پانچ احوال ہیں اور یہی پانچوں احوال سوتیلی بہنوں کے بھی ہیں پہلا حال یہ کہ ایک سگی بہن نصف پاویگی دوسرا حال یہ کہ دو سگی بہنیں ثلثین پاوینگی تیسرا
یہ کہ اگر انکے ساتھ بھائی سگا ہوگا تو انکو عصبہ کر دیگا چوتھا یہ کہ بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں بقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اجعلوا البنات مع الاخوات
عصبات پانچواں یہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں بالاتفاق اور امام اعظم کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہوتی
ہیں اور سوتیلی بہنوں کے دو حال اور بھی زیادہ ہیں تو سوتیلیوں کے سات احوال ہوئے پانچ احوال تو مذکور ہو چکے اور چھٹا حال یہ کہ سوتیلی بہن سگی ایک بہن کے ساتھ
سدس پاتی ہے چنانچہ ماتن نے اسکو بیان کیا اور ساتواں حال یہ کہ اگر سگی بہنیں دو یا زیادہ ہوں تو سوتیلی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں مگر یہ کہ انکے ساتھ بھائی ہو تو
انکو عصبہ کر دیگا اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بہنیں ساقط ہونگی کذا فی الطحطاوی والسدس للواحد من ولد الام والثلث لاثنین
فصاعدا من ولد الام ذکورہم کاناثہم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے ماں کی اولاد سے اور تہائی دو کی اور زیادہ کی ہے ماں کی اولاد سے مرد انکی عورتوں کے برابر
ہیں حصہ میں ہم اخیافی اور مادری بھائی بہن وہ ہیں جنکی ماں ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ نے زید سے نکاح کیا اُس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد
سے شاکرہ نے نکاح کیا اُس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئے تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیافی اور مادری بھائی بہن ہیں طحطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنوں کے
تین حال ہیں ایک حال یہ ہے کہ اگر ایک ہی ہو تو سدس پاویگا اور اگر دو یا زیادہ ہوں تو ثلث پاوینگے تیسرا حال یہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونے
سے وہ ساقط ہونگے بالاتفاق اسواسطے کہ انکی میراث بسبب قرابت جدہ کی وجہ سے ہے انتہی والثلث للام عند عدم من لہا معہ السدس کما مر اور تہائی ماں
کے واسطے ہے جبکہ وہ لوگ نہوں جنکے ساتھ ماں کو سدس ملتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنیں یا زیادہ اسکے نہونگی تب ماں کو تہائی ملیگی
ولہا ثلث الباقی بعد فرض احد الزوجین اور ماں کیواسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں شرح میں
وذلک فی زوجۃ وابوین وام فلہا ثلث الربع اور یہ یعنی تہائی ماں کی زوجہ اور والدین میں ہے تو اس صورت میں درحقیقت ماں کے واسطے چوتھائی ہے

سلہ یعنی صورت میں کہ بیٹیاں نہوں ۱۲ سلہ یعنی صاحب فرض اپنا فرض پاویگی اور بھائی کے ساتھ عصبہ ہونگی ۱۲ سلہ یعنی تقسیم مال یعنی للذکر مثل حظ الانثیین پاویگی ۱۲ سلہ یعنی اس صورت میں فرض سے محروم ہونگی

سلہ ...

ہم اُم کا لفظ یہاں زیادہ کرتا اور آگے مسئلہ میں بھول جاتا ہے شارح کی اسواسطے کہ ام تو ابوین سے اجمل ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی لہذا مترجم نے لفظ ام کا ترجمہ نہیں کیا ثلث مابقی مابقی ترکہ کا چنانچہ ترجمہ میں گذر گیا کہ اگر زوج مر گیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اسکی قسمت بارہ سہم سے صحیح ہوگی کل مال کی چوتھائی یعنے تین سہم زوجہ کے ہیں اور باقی مال یعنے نو سہم کی تہائی ماں کی ہے سو تین سہم ہوئے تو تین سہم کل متروکہ کے یعنے بارہ سہم کی چوتھائی ہیں او زوج و ابوین وام فلہا چنانچہ السدس یا تہائی باقی کی ماں کو ہے زوج اور والدین ہیں تو اسوقت میں درحقیقت ماں کے لئے سدس ہے ہم یہ صورت بھی ترجمہ میں مذکور ہو چکی کہ اگر زوجہ مر گئی زوج اور والدین کو چھوڑ کر تو قسمت اسکی چھ سہم سے صحیح ہے نصف زوج کا یعنے تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنے تین سہم کی ایک سہم ہے تو ایک سہم کل مال کا سدس ہے یہاں اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اسکو ثلث کیوں کہا اشارہ ہے اسکا جواب یہ قول آئندہ میں دیا و سمی ثلثا تادبا مع قولہ تعالی وورثہ ابواہ فلامہ الثلث اور مصنف نے ماں کے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالی کے اس قول کے ساتھ (وورثہ ابواہ فلامہ الثلث یعنے اگر میت کا ولد نہو اور اسکے والدین اسکے وارث ہوں تو اسکی ماں کے واسطے تہائی ہے باپ کا حصہ اسواسطے صریحا ذکر نفرمایا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہو چکا اور ماں کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ باقی مال باپ کا ہے وعلی ہذا الاولی یہ ہے کہ ماں کا حصہ جبکہ والدین کے ساتھ احد الزوجین ہوں ثلث مابقی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہے نہ ثلث مال چنانچہ ابن عباس کا قول ہے کہ اسمیں تفضیل انثی کی ذکر پر لازم آتی ہے جو اسکے برابر ہے جہت اور قرب میں اور یہ موضوع شرعی کے مخالف ہے کذا فی تفسیر البیضاوی

للنصاء والثلثان لکل اثنین فصاعدا ممن فرضہ النصف وہو خمسۃ البنت وبنت الابن والاخت لابوین والاخت لاب والزوج الا الزوج لانہ لا یتعدد اور ثلثین یعنے دو تہائیاں ان دو شخصوں یا زیادہ لوگوں کی ہیں جنکا فرض نصف ہے وہ پانچ ہیں بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور زوج مگر زوج کے واسطے ثلثین نہیں ہیں اسواسطے کہ اسمیں تعدد اور کثرت نہیں ہے یعنے زوج کے حق میں وہ تنہا ہوں کا تحقق نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثلثین کے وارث نہیں مگر متعدد اشخاص جو کہ انفراد کی حالت میں نصف کے وارث ہو جاتے ہیں فائدہ جلیلہ معلوم کرنا چاہیے کہ فروض مقدرہ کلام مجید میں چھ ہیں نصف ربع ثمن ثلثین ثلث سدس سو نصف تو پانچ اصناف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی نہو اور بنت صلبی کا فرض ہے اور بنت الابن کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی بہن کا فرض ہے اور سوتیلی بہن کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور ربع دو صنف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور ایک زوجہ اور چند زوجات کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہے یعنے ایک یا چند زوجہ کا جبکہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار اصناف کا فرض ہے دو صلبی بیٹیوں کا یا زیادہ کا فرض ہے اور دو پوتیوں یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور دو سگی بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے اور سوتیلی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور ثلث دو صنفوں کا فرض ہے ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور نہ دو بہنیں اور بھائی ہوں نہ دو بہنیں اور اولاد مادری کا فرض ہے دو ہوں یا زیادہ ذکور ہوں یا اناث اور سدس سات اصناف کا فرض ہے باپ کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور جد صحیح کا اسیطرح فرض ہے جبکہ میت کا باپ نہو اور ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو خواہ دو بھائی ہوں یا دو بہنیں اور جدہ صحیحہ کا فرض ہے خواہ ایک ہو یا چند جدات ہیں اشتراک کے وقت اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلبی کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہے سگی بہن کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریۃ عن خزانۃ المفتین

فصل فی العصبات

یہ فصل ہے عصبات کے مسائل میں اور عصبات جمع ہے عصبہ کی اور عصبہ مطلقا لغت میں عبارت ہے محیط بالشئی سے اور معنی احاطہ عصبہ شرعی میں موجود ہیں کیونکہ عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرتے ہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا اور اصطلاح شرعی میں مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصبات نسبیۃ ثلثۃ عصبۃ بنفسہ وعصبۃ بغیرہ وعصبۃ مع غیرہ عصبات نسبی تین قسم ہیں عصبہ بنفسہ اور عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ ہم شارح اور ماتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہے سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم میں منحصر ہوگی کیونکہ ثبوت عصوبت میں غیر کے ملنے کی حاجت نہیں تو وہ عصبہ بنفسہ ہے یعنی بذات خود بلا حاجت انضمام شخص آخر عصبہ ہے اور اگر عصبہ غیر کا محتاج ہے تو اگر عصوبت میں غیر بھی اسکا شریک ہے تو وہ عصبہ بغیرہ ہے اور اگر غیر اسکے ساتھ شریک نہیں ہے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہے

یعنی عصبہ بنفسہ وہو کل ذکر لا انثی لانکون عصبۃ بنفسہا بل بغیرہا او مع غیرہا لم یدخل فی نسبتہ الی المیت انثی فان دخلت لم یکن عصبۃ کولد الام فانہ
ذو فرض وکاب الام وابن البنت فان ہما من ذوی الارحام عصبہ بنفسہ وہ ہر ایک مرد ہے جسکے رشتہ میں میت کی طرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی قید سے
عورت نکل گئی کہ وہ عصبہ بنفسہا نہیں ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہے پھر اگر نسبت الی المیت میں عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہوگا چنانچہ مادری بھائی کہ
وہ صاحب فرض ہے نہ عصبہ اور چنانچہ ماں کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنے نانا اور نواسا اسواسطے کہ وہ دونوں ذوی الارحام سے ہیں نہ صاحب فرض ہیں نہ عصبہ ما ابقتہ
الفرائض ای جنسہا عصبہ بنفسہ سمیٹتا ہے اس مال کو جو جنس فرائض سے باقی رہگیا یعنے جو اہل فروض کو دیکر مال باقی رہا اس باقی سب مال کو عصبہ بنفسہ لیگا خواہ چند
اہل فروض ہوں یا ایک ہو چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اسکی تفسیر بلفظ جنس کر کے اشارہ کیا کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہوگئی وعند الانفراد یحوز جمیع
المال بجہۃ واحدۃ اور عصبہ بنفسہ انفراد اور تنہائی کی حالت میں تمام مال کو لیتا ہے ایک جہت سے یعنی اگر اہل فروض نہوں فقط عصبہ بنفسہ ہو تو وہ سب مال لیگا
فقط ایک عصوبت کی جہت سے ہمنے انفراد میں ہی جہت واحدہ کے قید اسواسطے لگائی تاکہ یہ اعتراض وارد نہو کہ صاحب فرض بھی سب مال لیتا ہے جبکہ اسکے ساتھ عصبہ نہو
اسلیے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا بسبب رد کرنے کے تو ایک جہت سے اسنے سب مال نہ پایا بلکہ دو جہت سے ہے برخلاف عصبہ بنفسہ
کے وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہے ثم العصبات بانفسہم اربعۃ اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابیہ ثم جزء جدہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ بنفسہ کی جہات
چار قسم ہیں میت کا جزء پھر میت کا اصل پھر میت کے باپ کا جزء پھر میت کے دادا کا جزء میت کا جزء چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جزء
چنانچہ بھائی اور بھتیجا اور میت کے دادا کا جزء چنانچہ چچا اور اسکی اولاد ویقدم الاقرب فالاقرب منہم بہذا الترتیب اور عصبات میں زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم ہوگی
پھر اسکے بعد اس سے جو قریب تر ہے وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکور کے فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت کا جزء مقدم ہوگا میت کی اصل پر چنانچہ میت کا
بیٹا پھر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنے پرپوتا اور پرپوتے کا پوتا ہم اکمل نے کہا تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنے میراث میں نقلاً اور عقلاً ثابت ہے دلیل نقلی تو قرآن مجید میں موجود ہے یعنے
باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہیں کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت کے پاوے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا ہے صرف
مال میں اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کے واسطے تو مقتضا اسکا یہ ہے کہ اسکا مال فرزند سے تجاوز کرکے اسکے باپ کو نہ پہونچے لیکن نص قرآنی سے مقدار
حصہ پدری کے اسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال میں اسکی خواہش کو باقی رکھا کذا فی الطحطاوی ملخصاً ثم اصلہ الاب پھر فروع کے بعد اصل میت یعنے
باپ مقدم ہوگا یعنے اگر میت کا بیٹا یا پوتا یا پرپوتا کوئی باقی نہیں ہے تو میت کا باپ عصبہ ہوکر ترکہ لیگا ویکون مع البنت فاکثر عصبۃ وذا سہم کما مر اور باپ
ایک بیٹی یا زیادہ کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح میں مذکور ہوچکا اہل فروض کے بیان میں ہم طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ مصنف اس
مسئلہ کو اہل فروض میں فرض پدری کیساتھ ذکر کرتا شارح کے مانند ثم الجد الصحیح وہو ابو الاب وان علا پھر باپ کے بعد جد صحیح مقدم ہے یعنے باپ کا باپ
جسکو دادا کہتے ہیں اگرچہ جد اونچا ہو یعنی پردادا سکر دادا الی غیر ذلک اما ابو الام ففاسد من ذوی الارحام اور ماں کا باپ تو جد صحیح نہیں بلکہ جد فاسد ہے ذوی الارحام
میں داخل ہے نہ عصبات میں ثم جزء ابیہ الاخ لابوین ثم لاب پھر جد صحیح کے بعد میت کے باپ کا جز یعنے سگا بھائی میت کا مقدم ہے پھر اسکے بعد سوتیلا بھائی
مقدم ہے بھتیجوں پر ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر بھائی کے بعد سگے بھائی کا بیٹا مقدم ہے پھر اسکے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہے اگرچہ ابن الاخ سافل ہو
یعنے بھتیجے کا بیٹا یا پوتا تاخیر الاخوۃ عن الجد وان علا قول ابی حنیفۃ وہو المختار للفتوی خلافا لہما وللشافعی قیل وبہما یفتی تاخیر بھائیوں کی دادا سے
اگرچہ دادا عالی ہو قول ہے امام ابو حنیفہ کا اور یہی قول مختار ہے فتوی کے واسطے برخلاف صاحبین اور شافعی کے بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے قول پر
فتوی ہے یعنے بھائی مقدم ہیں۔ اور طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہے ثم جزء جدہ العم لابوین ثم لاب پھر بھائیوں کے بعد دادا کی اولاد یعنی
سگا چچا مقدم ہے پھر اسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

چچیرے بھائی سافل ہوں اعمام پدری سے مقدم ہیں ثم عم الاب یعنی پھر باپ کے اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اسکا سوتیلا چچا ہے ثم ابنہ پھر اعمام پدری
کے بعد باپ کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اسکے بعد باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہے ثم عم الجد یعنی پھر اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر
اسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذلک وان سفلا پھر جد کے اعمام کے بعد انکا بیٹا اسی طرح مقدم ہے یعنے سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عم پدری کے فرزند اور
عم جدی کے فرزند سافل ہوں بلکذا فی العالمگیریہ عن المبسوط اھ اور اگر ایک درجہ کے عصبات کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ انپر باعتبار انکے ابدان
کے قسمت ہوگا نہ باعتبار انکے اصول کے مثلاً میت کا ایک بھتیجا ہے اور دس بھتیجے اور ہیں یا ایک چچیرا بھائی ہے اور دس چچیرے بھائی اور ہیں تو مال کے
گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریہ عن الاختیار شرح المختار فالعصبات اربعة بنوة ثم ابوة ثم اخوة ثم عمومة تو بیان سابق سے
معلوم ہو گیا کہ عصوبت کے چار سبب ہیں بیٹا ہونا باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا وبعد ترجیحھم بقرب الدرجة یرجحون عند التفاوت بالابوین
وابیہ کما مر بقوة القرابة فمن کان لابوین من العصبات ولو انثی کالشقیقة مع البنت تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب
اور قریب درجہ کے بعد عصبات کو جبکہ انمین تفاوت ہو سگے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ترجیح دیجاتی ہے قرابت کے قوی ہونے کی وجہ سے عصبات
مین سے جو شخص میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر ہم درجہ سے
مراد قرابت کی بابت ہم درجہ یعنے تقدیم مین اول جہت معتبر ہے تو جزئیت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر مقدم ہے پھر جبکہ جہت متحد ہو اور دو عصبون مین سے
ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جزئیت مین بیٹا اور پوتا یکسان ہے لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب تر ہے تو اب تقدیم قرب کی وجہ سے معتبر ہوگی پھر جبکہ
قرب مین بھی عصبات برابر ہوں تو اب تقدیم مین قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہان بیان کیا ہے اور قرابت کی قوت پائی نہین جاتی مگر بھائیون مین
اور بھتیجون اور چچون مین اور چچیرے بھائیون مین اور فروع اور اصول مین قوت قرابت کی یعنے سگے اور سوتیلے کا اعتبار نہین ہو سکتا اور چونکہ یہ مقام ہے عصبات
بنفسہ کے اصناف کا اور انکے ترجیح کی جہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ مجمل ہے کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہین بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہ جواب ہو سکتا ہے
کہ اسکا بھائی البتہ عصبہ بنفسہ ہے تو اسکی دلیل مین بہن کی قوت قرابت کو مذکور کر دیا کذا فی الطحطاوی ملخصاً لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الام یتوارثون
دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل یہ حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی ماں کے فرزند باہم وارث ہوتے ہیں نہ سوتیلی ماؤں کے فرزند ھم
یہ حدیث ترمذی مین علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تتمہ حدیث مذکور کا یہ ہے الرجل یرث اخاہ لابیہ وامہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التیسیر یعنے مرد وارث ہوتا ہے اپنے
سگے بھائی کا نہ سوتیلے بھائی کا والحاصل انہ عند الاستواء فی الدرجة یقدم ذو القرابتین وعند التفاوت فیہا یقدم الاعلی اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ درجہ برابر ہونے کے
نزدیک دو قرابت والے کی تقدیم ہوتی ہے اور درجہ مین تفاوت ہونے سے اعلی یعنے اقرب مقدم ہوتا ہے ہم برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا
سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کہ دو طرح سے قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے اور تفاوت
درجہ کی مثال چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگے بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قریب ہونے سے ثم شرع فی العصبة بغیرہ فقال ویصیر عصبة بغیرہ البنات
بالابن وبنات الابن بابن الابن وان سفلوا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ مین شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہین بیٹیان بیٹون کے ہونے سے اور
پوتیان عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہین پوتون کے ہونے سے اگرچہ درجات مین سافل ہون ھم بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید دلیل ہے (یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ
الانثیین) یعنی اللہ تعالی تمہاری اولاد مین وصیت کرتا ہے مرد کے واسطے دو عورتون کے حصہ کے برابر یعنی اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لیگا
اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیان ہین تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم بیٹی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا وعلی ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاویگا جسقدر کہ بیٹیان اور بیٹے
ہون اسی طرح بہنین اور بنات ابن کو سمجھنا چاہیے والاخوات لابوین اولاب باخیھن اور سگی سوتیلی بہنین عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہین اپنے بھائی کے ہونے سے ھم اور بہنون کا

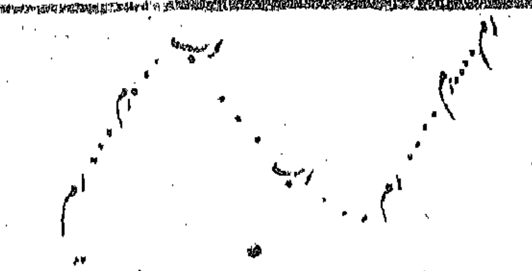
عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائیوں کے ہونے سے حق تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین یعنی اربع ذوات النصف والثلثین یعنی
عصبہ بالغیر تین تو عصبہ بالغیر وہ چار عورتیں ہیں جو نصف و ثلثین کے حصہ دار بیان ہوئیں عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائیوں کے ہونے سے اور جس عورت کا حصہ فرض نہیں ہے وہ اگر بھائی
عصبہ ہے تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہیں ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگی ہوں یا سوتیلی تو سب مال کو چچا لیگا عمہ کو کچھ نہ ملیگا اور یہی حال ہے ابن العم کا بنت العم
کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو حکما کابن ابن الابن وان سفلوا او فوقہ اگرچہ بہنوں کا بھائی حکمی ہو یعنی حقیقی نہ ہو چنانچہ بیٹے کے
بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنی پرپوتا عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر کے درجہ والی بہن کو یا اس بہن کو جو اس سے اونچی درجہ والی ہو عصبہ بالغیر میں بھائی سے مراد وہ ہے
جو برادر حقیقی اور حکمی دونوں کو عام ہو حقیقی برادر تین ہیں ہوتا ہے بنت صلبی اپنے بھائی کے ساتھ اور سگی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور سوتیلی بہن اپنے بھائی کے
ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن میں ہوتا ہے تو پوتا اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیتا ہے اور چچیرے بہنوں کو جو درجے میں برابر ہیں اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی عصبہ
کر دیتا ہے جو انسے اسفل ہے درجہ میں تو انکی بہن سے اس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جسکا کچھ حصہ نہیں چنانچہ مسئلہ تشبیب میں ذکر کیا گیا کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی العصبۃ مع
غیرہ فقال ومع غیرہ الاخوات مع البنات او بنات الابن لقول الفرضیین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ والمراد من الجمعین ہنا الجنس مصنف نے
عصبہ مع غیرہ میں شروع کیا سو بہنوں کا اور عصبہ مع غیرہ بنتی ہیں بیٹیوں کے ساتھ یا پوتیوں کے ساتھ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ
عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات کی دونوں جمعوں سے جنس مراد ہے علم سراجیہ اور اسکی شروح میں اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہے واللہ اعلم
چونکہ ایک بہن ایک بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی اور ظاہر لفظ جمع اخوات و بنات کا اسکے خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اسکا جواب دیا کہ جمع پر
الف لام جنس کا ہے تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے وعصبۃ ولد الزنا وولد الملاعنۃ مولی الام اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ انکی ماں کا مولی ہے
ہم ولد الملاعنہ یہ کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اسکے زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے پھر باہم لعنت کر کے زوجین میں فراق ہو گیا تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ ہے
طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اسکے ماں کے ساتھ ملایا تو وہ اس شخص کے مانند ہو گیا جسکو باپ کی جانب سے
کچھ قرابت نہیں تو اب یہ واجب ہوا کہ اسکی ماں کے موالی اسکے وارث ہوں اور وہ انکا وارث ہو تو اگر ولد الملاعنہ مر گیا اور اسنے ایک بیٹی اور ماں اور ملاعن کو
چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور ماں کو دیا جاویگا بطریق فرض و رد کے گویا کہ اسکا باپ ہی نہ تھا انتہی اور ولد مشترک کا نسب
مشترک لونڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولے سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونوں مولی ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاوینگے اور ہر مولی کے
قرابت دار اسکی میراث میں باہم شریک ہونگے گویا کہ ایک باپ کے قرابت دار ہیں اور اگر مولی مر گیا تو دوسرا باقی مولی ولد مشترک کے مال متروکہ سے پدر کامل کی
میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی المراد بالمولی بالمعنی الاعم المعتق وعصبتہ لیعم ما لو کانت الام حرۃ الاصل کما بسطہ العلامۃ قاسم لانہ لا ارث لہما او متن میں مولی سے
مراد وہ ہے جو آزاد کرنے والے اور عصبہ دونوں کو شامل ہو تاکہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی ماں حرہ اصلی ہو تو اسکو بھی شامل رہے چنانچہ علامہ قاسم نے اسکو مشرح
بیان کیا ہے ماں کا مولی ہو اسلئے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہیں ہے یعنی شرعاً انکا کوئی باپ نہیں جس سے انکا نسب ثابت ہو اور وہ اسکے وارث
ہوں اگرچہ واقع میں ولد ہوں والد کے نہیں ہوتا مگر کبھی میراث میں فرق ہوتا ہے ویفترقان فی مسئلۃ واحدۃ وہی ان ولد الزنا یرث من توأمہ
میراث اخ لام وولد الملاعنۃ یرث من توأمہ میراث اخ لابوین اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ ایک مسئلہ میں جدائی رکھتے ہیں
وہ مسئلہ یہ ہے کہ ولد الزنا اپنے توام سے مادری بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاعنہ اپنے توام سے سگے بھائی کی میراث پاتا ہے
ثم ختم العصبات بالعصبۃ السببیۃ ای المعتق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی سے کرتے ہیں یعنے سو عصبہ سببی مولی ہے غلام کا
آزاد کرنے والا ہم مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنے والا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات

ہیں واقع ہوا تو آمین اور باقی عصبات میں کوئی اور وارث نہیں تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور جیسا کہ ذوی الفروض پر بھی مقدم ہے اور یہی قول ہے
علی مرتضیٰ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ موخر ہے ذوی الارحام سے اور معتمد جمہور کا قول ہے اور فریقین کے دلائل مطولات میں
مذکور ہیں ثم عصبتہ بنفسہ علی الترتیب المقدم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب پھر مولی العتاقہ کے بعد اسکا عصبہ بنفسہ ہے بنا بر ترتیب مقدم کے
اس حدیث کی دلیل سے کہ ولا قرابت ہے نسب کی قرابت کے مانند عصبہ بنفسہ کی قید اسواسطے لگائی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہے اسکے عصبہ بغیرہ پر یعنی آزاد کرنے والے کا
آزاد کرنے والا موخر ہے عصبہ نسبی سے اور بموجب ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہے پھر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پھر باپ معتق کا پھر اسکا دادا اگرچہ عالی ہو الی آخر التفصیل
پھر معتق کا معتق علے الترتیب المذکور پھر اسکے عصبات معلوم کرنا چاہیے کہ آزاد کرنے والے کی میراث غلام آزاد نہیں پاتا جمہور کے نزدیک خلافا لاسحق بن
راہویہ والحسن بن زیاد اور اس حدیث میں الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب لاسے مراد ولاء عتاقہ ہے نہ ولا میراث یعنی ولاء عتاقہ قرابت حاصلہ ہے عتق کے سبب سے مانند قرابت
حقیقی نسبی کے کذا فی الطحطاوی ملتقطا و اذا ترک المعتق ابا معولاہ وابن معولاہ فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس اور جبکہ غلام آزاد مر گیا اپنے
مولی کا باپ اور بیٹا چھوڑ کر تو سب مال مولی کے فرزند کا ہے اور ابو یوسف نے کہا باپ کے واسطے چھٹا حصہ ہے او ترک جدہ و اخاہ فہو للجد علی الترتیب
المتقدم وقالا بینہما کالمیراث یا غلام آزاد نے اپنے مولی کا دادا اور اسکا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنا بر ترتیب جو عصبہ بنفسہ میں مذکور ہو چکی اور
صاحبین نے کہا کہ دونوں کے مابین میں مال مقسوم ہوگا میراث کے مانند ولیس للنساء بغیرہ ولا مع غیرہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لیس للنساء من الولاء الا
ما اعتقن الحدیث اور یہاں یعنی ولاء عتاقت میں عصبہ بغیرہ نہیں اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ عورتوں کو ولا میں کچھ حصہ
نہیں مگر اُس غلام کا ولا ہے جسکو عورتوں نے آپ آزاد کیا الی آخر الحدیث عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتیں ہوتی ہیں لہذا وہ ولاء عتاقت میں بموجب حدیث
کے بے دخل ہیں اور یہ حدیث اگرچہ اس حدیث جلیل کا جو سراجیہ میں مذکور ہے وہو وان کان فیہ شذوذ فذلک تاکد بکلام کبار الصحابۃ فصار بمنزلۃ المشہور کما بسطہ السید
واقرہ المصنف اور اس حدیث میں اگرچہ شذوذ ہے لیکن وہ متاکد ہو گئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ حدیث مشہور کے ہو گئی چنانچہ سید شریف
نے شرح سراجیہ میں اسکو مشرح بیان کیا ہے اور مصنف نے اُسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے علم شاذ وہ حدیث ہے جسکو ثقہ راوی اور راویوں کے مخالف روایت کرے
تو جسکی روایت میں راوی متفرد ہوا تو اُسکو نظر کرنا چاہیے اگر اُسکی روایت اُس راوی کے مخالف ہو جو اس سے زیادہ تر حافظ اور ضابط ہے تو اُسکی روایت
شاذ مردود ہے یعنے قبول کرنے کے لائق نہیں ہے اور اگر اُسکی روایت ثقات کے مخالف نہیں ہے تو اگر اُس راوی کے حفظ اور اتقان پر اعتماد ہے تو وہ مقبول ہے اُسکا انفراد
صحت حدیث میں قادح نہیں اور اگر اُسکے حفظ اور اتقان پر اعتماد نہیں تو اُسکی حدیث خارج ہے حدیث صحیح سے اور حدیث مشہور وہ ہے جو قرن اول میں احاد ہو پھر قرن
ثانی اور بعد اُسکے متواتر ہو گئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہیں تو اُنکی گواہی بمنزلہ متواتر کے حجت ہے جصاص نے کہا کہ مشہور متواتر کی دو قسموں
قسم ہے حضرات فاروق اور مرتضیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتوں کو ولا میں کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی الحجب فقال ولا یحرم ستۃ من الورثۃ
بحال البتۃ الاب والام والابن والبنت ای الابوان والولدان الزوجان پھر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا بیان شروع کیا سو یوں کہا
کہ چھ وارث کسی حالت میں محروم میراث سے نہیں ہوتے البتہ یعنے یقینا باپ اور ماں اور بیٹا اور بیٹی یعنے والدین اور ولدین اور زوج اور زوجہ ہم باپ کے واسطے
یا سدس ہے یا عصوبت ہمیشہ اور ماں کا سدس ہے یا ثلث کل ہے یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ رہتا ہے اور بیٹی تین حال سے خالی نہیں اُسکا یا نصف ہے یا ثلثین
یا عصوبت للذکر مثل حظ الانثیین و زوج کا یا نصف ہے یا ربع ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہے یا ثمن ہمیشہ وفریق یرثون بحال ویحجبون حجب الحرمان بحال اخری وہم غیر ہولاء الستۃ
سوا اُن کا اور عصبات او ذوی فروض اور ایک فریق وہ ہے جو ایک حال میں تو وارث ہوتے ہیں اور دوسرے حال میں بالکل محجوب ہوتے ہیں اور وہ فریق سوا
ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہیں خواہ وہ عصبات ہوں یا ذوی الفروض ہم عصبات تو جیسے بھائی اور بھتیجے اور ذوی الفروض جیسے سگی اور سوتیلی بہنیں وغیرہ

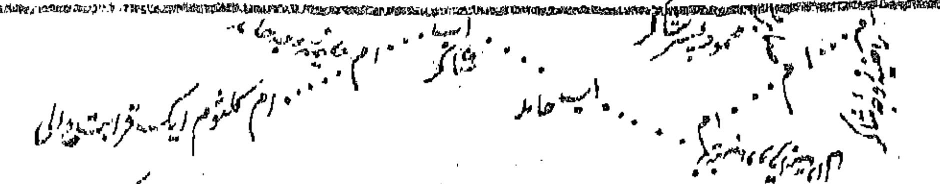
یعنی مثلاً اصلین اور حجب کی بنا دو اصلوں پر ہے یعنے محجوب ہونا پایا جاتا ہے دو قاعدوں کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جس قریبوں میں دونوں اصلیں یا ایک اصل
پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہونگے وارث ہونگے احدہما انہ یحجب الاقرب من سواہم الا بعد لما مر انہ یقدم الاقرب فالاقرب اتحد السبب ام لا ایک اصل یہ ہے
کہ ان کے سوا سے جو کبھی محروم نہیں ہوتے اور وارثوں میں سے قریب تر بعید تر کو محجوب کر دیتا ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب فالاقرب مقدم ہوتا ہے خواہ دونوں
قرابت والے سبب رشتہ میں متحد ہوں یا نہوں ہم یعنے حجب حاصل ہوتا ہے اقرب اور ابعد کے پائے جانے سے تو اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے چنانچہ عصبات میں مذکور ہو چکا کہ
میت کا جزمیت کے اصل کا حاجب ہوتا ہے اور اصل میت یعنے فرع ذاتی کی حاجب ہے اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب ہے و علی ہذا القیاس و فی الفروض من اقرب
باپ ۱۲ میت کا بھائی ۱۲
ابعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی شال چنانچہ جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبیۃ بیٹیاں سوتیلی بہنیں سگی بہنوں کے ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی شال باپ بھائی
ہو و الثانی ان من ادلی بشخص لا یرث معہ کابن الابن لا یرث مع الابن اور حجب کی دوسری اصل یہ ہے کہ جسکی قرابت کسی کے بواسطہ ایک شخص کے ہو تو وہ وارث نہوگا اس
شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہیں ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنے پوتے کی قرابت دادا سے بواسطہ باپ کے ہے تو پوتا دادا کے مال کا وارث نہوگا باپ کے ہوتے الا اولاد الام فریثونہا معہم
لاستغراقہا الترکۃ بجہۃ واحدۃ مگر مادری بھائی ہو ماں کے ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ ماں تمام متروکہ کو نہیں پاتی ایک جہت سے ہم یعنے ہر چند میت کی قرابت مادری بھائی سے
بواسطہ ماں کے ہے تو قاعدہ اصل ثانی یہ تھا کہ مادری بھائی ماں کے ساتھ وارث نہو تا مگر اسکی وراثت اس وجہ سے ہوئی کہ ماں سب متروکہ کی مستغرق نہیں ہوتی فقط ایک
فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض و عصبات میں سے کوئی باقی نہیں ہو ماں کے تو اسے وہ تمام متروکہ پاویگی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضاً و رداً والمحروم
کابن کافر او قاتل لا یحجب عندنا اصلا اور محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حاجب نہیں ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان ہم جب محروم میت
صلاحیت میراث کی اصلا نہ رہی تو وہ استحقاق ارث میں میت کے مانند ہو گیا تو اسیطرح حق حجب میں وہ بمنزلہ میت کے ہو وابانہ اہلیت کی وجہ سے و یحجب المحجوب
اتفاقا کام الاب یحجبہا الاب و تحجب ام الام اور محجوب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ اور ابن مسعود کے کذا فی شرح السراجیہ چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہے باپ کے
ہونے سے لیکن محجوب کرتی ہے نانی کی ماں کو وکالاخوۃ والاخوات فانہم یحجبون بالاب حجب حرمان و یحجبون الام من الثلث الی السدس حجب نقصان
اور چنانچہ بھائی اور بہنیں کہ وہ محجوب ہوتی ہیں باپ کے ہونے سے حجب حرمان کر یعنے بالکل محجوب ہو جاتی ہیں اور بھائی بہنیں ماں کی حاجب ہوتی ہیں ثلث سے سدس تک
حجب نقصان کر یعنے بالکل حاجب نہیں ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہیں کہ ماں کا تہائی حصہ کم ہو کر چھٹا حصہ ہوتا ہے پہلی شال حجب حرمان کی ہے اور دوسری حجب نقصان کی
ویختص حجب النقصان بخمسۃ بالام و بنت الابن و الاخت لاب و الزوجین اور حجب نقصان پانچ شخصوں کو خاص ہوتا ہے ماں اور پوتی اور سوتیلی بہن اور زوجہ اور زوج کو ہم
ماں تو محجوب ہوتی ہے ثلث سے سدس تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے یا دو بھائی یا دو بہنوں کے ہونے سے اور پوتی محجوب ہوتی ہے بنت صلبی کے ہونے سے
نصف سے سدس تک اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہے سگی بہن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور زوج محجوب ہوتا ہے نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک
ولد یا ولد الابن کے ہونے سے کذا فی الطحطاوی و یسقط بنو الاعیان و ہم الاخوۃ و الاخوات لاب و ام بثلثۃ بالابن و ابنہ و ان سفل و بالاب اتفاقا و بالجد
عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں تین شخصوں کے ہونے سے انہیں سے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگرچہ سافل ہو اور دوسرا باپ ہے
باتفاق امام و صاحبین کے اور تیسرا شخص دادا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہم برادران علاتی کا ذکر کرنا حجب کے مناسب تھا اور بعضی مصنفین نے مصنف کے مانند فروض کو
اور انکے مستحقوں کو ذکر کیا اور بعض وارثوں کے سقوط کا حال حجب میں بیان کیا اسی مناسبت کی وجہ سے اور بعضوں نے چنانچہ صاحب سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات اسکے ذکر کے وقت
بیان کر دیئے تو باب الحجب میں حالت سقوط کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے حالت سقوط بھی مقدم ذکر ہو چکی کذا فی الطحطاوی و قالا یقاسمہم علی اصول
زید و الفتوی بالاول و ہو السقوط کما ہو مذہب ابی حنیفۃ و اصول زید مبسوطۃ فی المطولات اور صاحبین نے کہا کہ جد سگے بھائیوں سے مقاسمہ کرتا ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
کے اصول پر اور فتوے دیا گیا ہے اول قول کا یعنے جد کے ساقط ہونے کا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول زید کے مطولات فقہ میں شرح مذکور ہیں ہم نے بخوف طول اصول

زیادہ یون مذکور ہین کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی کے برابر ہے یعنی برابر مقاسمہ کریگا جبتک مقاسمہ سے جد کا حصہ ثلث سے کم ہوا اور اگر ثلث سے
کم ہوگا تو اسکے لیے ثلث مفروض ہوگا اور باقی دو تہائیاں ان بھائیوں مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہونگی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد ہے تو ترکہ انمین نصفا نصف ہوگا اسواسطے
کہ مقاسمہ جد کے واسطے بہتر ہے اور اگر جد اور دو بھائی ہین تو ہر ایک کو ثلث مال ملیگا اور اگر جد اور تین بھائی ہین تو تہائی مال جد کا فرض ہے اور باقی مال بھائیون مین تقسیم ہوگا
اسواسطے کہ اس صورت مین مقاسمہ سے چوتھائی مال جد کو ملتا ہے اور وہ تہائی سے کم ہے اور اگر جد اور بھائیون کے ساتھ کوئی صاحب فرض ہو تو اسکو فرض دیا جاویگا پھر مال کیا جاویگا
کہ جد کے لیے تین حالات مین جو حال بہتر ہو مقاسمہ یا ثلث مابقی یا سدس کل مال جو کچھ اسکے حق مین بہتر ہوگا وہ اسکو دیا جاویگا اور باقی مال بنی اعیان مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت
ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الوہبانیۃ وما اسقطوا اولاد علات وقد اسقط النعمان ہو المحرر اور وہبانیہ مین ہے اور صاحبین نے سگے بھائیون اور سوتیلے بھائیونکو
دادا کے ساتھ ساقط نہین کیا ہے اور البتہ نعمان بن ثابت یعنی امام اعظم نے انکو ساقط کیا ہے اور یہی قول امام کا محرر اور مختار ہے قولہ علات کا واو ضمیر ہے یعنی ہو اسواسطے کہ
یعنی سگے اور علاتی وارث ہوتے ہین اسکے ساتھ وعلیہ الفتوی کما فی الملتقی والسراجیۃ ان قال مصنفہا فی شرحہا وعلی قولہا الفتوی اور سوتیلے بنی اعیان مین امام کے
قول پر فتوی ہے چنانچہ ملتقی اور سراجیہ مین مذکور ہے اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کی شرح مین کہا ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے ویسقط بنو الاعیان وہم الاخوۃ
والاخوات لاب وام ای بنی الاعیان ایضا وبوولد الابن وان سفل ای بالابن وابنہ وبالاب والجد وکذا بالاخت لاب وام اذا صارت عصبۃ کما علمتہ اور بنو العلات
یعنی سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنین ساقط ہوجاتی ہین سگے بھائیون سے بھی اور ان شخصون سے یعنی ولد اور ولد الابن اور باپ اور دادا سے اور اسی طرح
ساقط ہوتے ہین سگی بہن سے جبکہ وہ عصبہ ہوجاوے بنت کے ساتھ چنانچہ تو اسکو معلوم کرچکا ہے ہم جو نکہ بنی اعیان قرابت مین اقوی ہین بنی علات سے لہذا
انکے ہونے سے وہ ساقط ہوجاتے ہین اور جبکہ سگی بہن بنت کے ساتھ ملی تو وہ عصبہ مع غیرہ ہوگئی تو اگر میت نے بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلا بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف
لیگی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لیگی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلا بھائی ساقط ہوجاویگا کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاخیاف وہم
الاخوۃ والاخوات لام بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاجماع لانہم من قبیل الکلالۃ کما بسطہ السید اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور
مادری بہنین ساقط ہوجاتی ہین ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ اور دادا سے بالاتفاق امام اور صاحبین کے یہ اسواسطے کہ مادری اولاد من قبیل کلالہ
ہین یعنی ضعیف القرابت ہین چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اسکو شرح بیان کیا ہے ہم بالاجماع جد سے مرتبط ہے یعنی برخلاف بنی اعیان اور بنی علات
کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہین نہ صاحبین کے قول پر وتسقط الجدات مطلقا ابویات ام امیات بالام اور مان کے ہونے سے ساقط
ہوتی ہین جدات مطلقا خواہ پدری جدہ ہون یا مادری یعنی دادیان اور نانیان مان سے ساقط ہوجاتی ہین والابویات بالاب ورجدات پدری یعنی دادیان
باپ کے ہونے سے ساقط ہوجاتی ہین وکذا بالجد الا ام الاب ان علت فانہا ترث مع الجد لانہا لیست من قبلہ بل ہی زوجتہ فکانا کالابوین اور اسیطرح سے جدات
ساقط ہوجاتی ہین دادا کے ہونے سے مگر باپ کی مان اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہین ہوتی اسلیے کہ وہ وارث ہوتی ہے جد کے ساتھ ہو اسواسطے کہ باپ کی مان
کی قرابت دادا کی جہت سے نہین بلکہ وہ جدہ زوجہ ہے جد کی تو وہ دونون مان باپ کے مانند ہوے اصلی قرابت مین یعنی تو جیسے والدین وارث ہوتے ہین ویسے ہی جد اور جدہ
وارث ہونگے ویحجب القربی من ای جہۃ کانت البعدی کذلک وارثۃ کانت القربی ام محجوبۃ کما قدمناہ اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ مان کی
جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ اسیطرح ہر جہت والی کو محجوب کرتی ہے خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہو چنانچہ ہمنے اسکو مقدم بیان کیا ہے تحجب المحجوب
کی شرح مین علم او چار صورتون مین حجب حاصل ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے دوسرے یہ کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب
کرتی ہے تیسرے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہے چوتھے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے واذا اجتمعن کانت
احدہما ذات قرابتہ واحدۃ کام ام الاب کذا فی نسخ المتن والشرح والصواب الموافق للسراجیۃ وغیرہا کام ام الاب وقد تقدم ان القربی تحجب البعدی

مطلقا فانھم والاخری ذات قرابتین واکثر کام ام الام وھی ایضا ام اب الاب بہذہ الصورة



اور جبکہ میت کی دو جدہ جمع ہوں اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو چنانچہ باپ کی ماں کی ماں یعنی باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی ہو چنانچہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہو صورت اسکی یہ ہے



شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں اسیطرح کام الاب مذکور ہے اور درست مثال سراجیہ وغیرہ کے موافق کام ام الاب ہے اور عنقریب مذکور ہوچکا ہے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کو محجوب کرتی ہے مطلقاً تو بوجہ اس خطا مصنف کو ہم شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح جانئے تو ایک قرابت والی سبب اپنے قریب تر دو قرابت والی کی حجاب ہو اسکے بعید ہونے کی وجہ سے یعنی متن میں دو خلل ہیں ایک یہ ہے کہ سراجیہ اور عالمگیری وغیرہ کے مخالف ہے دوسرا خلل یہ ہے کہ لازم آتا ہے بموجب قاعدہ گذشتہ کے کہ قریبہ بعیدہ کی حاجب ہو اور حالانکہ یہاں وہ صورت مفروض ہے کہ دونوں جدہ وارث ہیں چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا لہذا مترجم نے متن کے موافق ام الاب کا ترجمہ نہ کیا بلکہ ام ام الاب کا ترجمہ کیا وتوضیحھا ان امرأة زوجت ابن ابنتھا بنت بنتھا فولد بینھما ولد فھذہ المرأة جدة للولد لابویہ اور جدہ ذات القرابتین کی توضیح یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے ابن الابن یعنی پوتے کا نکاح کیا اپنی نواسی سے تو اُنسے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہ عورت اُس لڑکے کی والدین کی جدہ ہے یعنی اُسکے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے ھم اور یہاں ایک اور دوسری عورت ہے جسنے اپنے بنت کا پہلی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اُسکی بنت سے پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہے میت کا تو یہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جبکہ یہ دونوں جدہ مجتمع ہوئیں تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کذا فی الفرائض شریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہ ہے کہ مثلاً دو عورتیں ہیں زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنی شاکر بن حامد بن زینب کا اپنی نواسی یعنی رضیہ بنت صابرہ بنت زینب سے نکاح کردیا اُنسے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہے یعنی اُسکے باپ شاکر کی دادی ہے اور اُسکی ماں راضیہ کی نانی اور مسماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنی حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زینب سے نکاح کردیا اُنسے شاکر زینب کا پوتا پیدا ہوا تو کلثوم محمود سے فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اُسکے باپ کی یعنی شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہ ہے کہ زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہے جسکا نام سلیمہ ہے سو زینب نے سلیمہ کی نواسی یعنی غلیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سے نکاح کردیا اس سے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنی حامد کی دادی ہوئی اور قاسم کی دادی یعنی راضیہ کی نانی ہوئی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری تین طرح کی قرابت سے اور کلثوم مسطورہ فقط ایک قرابت رکھتی ہے یعنی قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی ہے قسم محمد السدس بینھما اثلاثا باعتبار الجھات محمد بن حسن نے سدس کو دونوں جدہ کے مابین تین تہائی کرکے تقسیم کیا ہے باعتبار جہات قرابت کے ھم یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی دے اور دو قرابت والی جدہ کو دو تہائیاں سدس میں اسوجہ سے کہ میراث کا استحقاق ہوتا ہے جہات قرابت کے اعتبار سے

توجیسے ایک قرابت کی جہت ہوئی اُسکو ایک حصہ ملا اور جسمین دو جہتین قرابت کی متفق اور مجتمع ہوئین تو صورت مین وہ ایک ہی اور حقیقت مین متعدد ہی تو
اُسکو دو حصے ملینگے کیونکہ وہ مستحق میراث کی ہو دو جہت سے ائی و بہا اخذ ابو حنیفہ و ابو یوسف انصافا باعتبار الابدان و بہ قال مالک و الشافعی و بہ جزم فی الکنز
و قال جہتین کی قرابت کی جہت اور امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف نے آدھا آدھا تقسیم کیا ہی باعتبار ابدان کے اور یہی قول ہی امام مالک اور امام شافعی کا
اور اسی قول پر یقین کیا ہی کنز نے سو کنز مین یون کہا ہی کہ دو جہت والی جدہ ایک جہت والی کے برابر ہی ہم ۔ قول شیخین کی وجہ یہ ہی کہ اگر جہت کی تعداد کے ساتھ نام کا
تعدد ہو تو البتہ استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور نام متعدد نہین تو جہت کا تعدد جہت واحدہ کے مانند ہی اور یہان اصطلاح ہی کہ دو قرابت والی کو بھی جدہ بولتے ہین
ایک قرابت والی کے مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ مجتمع ہوگی ایک قرابت والی کے ساتھ تو شیخین کے نزدیک ان مین بھی سدس نصفا نصف تقسیم ہوگا اور محمد کے نزدیک
سدس کے چار حصے ہونگے ایک حصہ ایک قرابت والی کو اور تین حصے تین قرابت والی کو ملینگے طحاوی نے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہی سراجیہ مین ابو یوسف کے ساتھ
امام ابوحنیفہ کو ذکر نہین کیا ہی اور اسکی شرح فرائض شریفی مین ہی کہ سرخسی نے کہا کہ امام سے تعدد قرابات جدی الجدتین مین کچھ روایت نہین ہی لیکن حسن بن عبد الرحمن
بن عبد الرزاق شاشی شافعی المذہب نے فرائض مین یون ذکر کیا ہی کہ ابوحنیفہ اور مالک اور شافعی کا قول ابو یوسف کے قول کے مانند ہی انتہی ۔ و اذا استکمل البنات و الاخوات
لابوین فرضهن وهو الثلثان سقط بنات الابن و سقط الاخوات لاب ایضا الا ان یعصبهن ابن ابن فی الصورة الاولی او اخ فی الثانیة
موازیا هی سافلا او نازلا ای سافلا فحینئذ یعصبهن و یکون الباقی للذکر مثل حظ الانثیین قال المصنف فی شرحه اور جبکہ بیٹیان اور سگی بہنین اپنا فرض حصہ لینی دو تہائیان
پورا کر لین تو پوتیان ساقط ہو جاوینگی اور سوتیلی بہنین بھی ساقط ہونگی مگر ابن الابن کے عصبہ کر دینے سے پہلی صورت مین اور بھائی کے عصبہ کر دینے سے دوسری
صورت مین بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کے برابر ہو درجہ مین یا نازل یعنے نیچے درجہ والا ہو تو اُس وقت مین ابن الابن بنات کو اور سوتیلا بھائی
اپنی بہنون کو عصبہ کر دیگا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم ۔ بنات کا حق کامل ثلثان سے
ہوا کہ حدیث سے ثابت ہی کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہین ہوتا اور اخوات کا حق تو خبر سورہ نسا مین مذکور ہی قال ۔ و فی اطلاقہ نظر ظاہر لتصریحهم بان
ابن الاخ لا یعصب اخته کالعم لا یعصب اخته و ابن العم لا یعصب اخته و ابن المعتق لا یعصب اخته بل المال للذکر دون الانثی لانها من ذوی الارحام قال
فی السراجیة ۵ و لیس ابن الاخ بالمعصب من مثله او فوقه فی النسب + شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ مصنف کے مطلق بولنے مین ظاہر اعتراض ہی علما کی
اس تصریح کی دلیل سے کہ ابن الاخ یعنے بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہین کر دیتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور چچا کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور آزاد
کرنے والے کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا بلکہ تمام مال ان صورتون مین مرد کا ہوتا ہی نہ عورت کا اسواسطے کہ عورت ان چارون صورتون مین ذوی الارحام ہی
سراجیہ مین کہا ہی کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہین ہی اپنے برابر والی کو یعنے بہن کو یا اوپر والی کو نسب مین یعنے عمہ کو ہم ۔ صور مذکورہ مین عدم تعصیب کی وجہ یہ ہی کہ وہ
عورت عصبہ ہو جاتی ہی اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہو تنہائی کی حالت مین اور جو عورت کہ صاحب فرض نہو چنانچہ امثلہ مذکورہ مین تو اُسکا بھائی اُسکو
عصبہ نہین کرتا اور شارح کے اعتراض کا یون جواب ممکن ہی کہ مصنف کی عبارت مین موازی یا نازل فقط ابن الابن کی صفت ہی نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہو
اور قولہ او اخ مضاف پر معطوف ہی تو اب موازی یا نازل اُسکی صفت نہین پڑ سکتا ہان یہ البتہ ہی کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف انسب تھی کذا فی الطحطاوی
ملخصا منحرفت بخلاف ابن الابن و ان سفل فانه یعصب مثله او فوقه ممن لم تکن ذات سهم و یسقط من دونه برخلاف ابن الابن کے یعنے پوتا اگرچہ سافل
درجہ کا ہو سواسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہی اپنے برابر والی کو یعنے بہن کو یا اوپر والی کو یعنے عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہو اور وہ ساقط کر دیتا ہی اُن عورتون کو جو اُس سے
نیچے درجے والیان ہین ہم ۔ یعنی اگر عمہ صاحب فرض ہی تو اپنا فرض حصہ پاویگی اُسکا بھتیجا اُسکو عصبہ نہین کریگا اور جو بنات کہ ابن الابن سے درجے مین نیچے ہونگی وہ ساقط
ہو جاوینگی چنانچہ اگلی مثال مین واضح ہوگا فلو ترک ثلث بنات ابن بعضهن اسفل من بعض و ثلث بنات ابن ابن آخر کذلک و ثلث بنات ابن ابن ابن کذلک بهذه

	الفریق الاول		الفریق الثانی		الفریق الثالث
	ابن		ابن		ابن
	ابن		ابن		ابن
علیا	ابن ابن بنت	علیا	ابن ابن بنت		ابن
وسطی	ابن ابن بنت	وسطی	ابن ابن بنت	علیا	ابن ابن بنت
سفلی	ابن ابن بنت	سفلی	ابن ابن بنت	وسطی	ابن ابن بنت
				سفلی	ابن ابن بنت

سو اگر میت نے اپنی تین پوتیاں چھوڑیں اسطرح کی کہ ایک دوسری سے نیچے درجہ والی ہو اور دوسرے فرزند کی پوتیاں تین پوتیاں اسطرح درجہ بدرجہ کمتر اور اپنے تیسرے فرزند کی تین پوتیاں اسیطرح درجہ بدرجہ کمتر چھوڑیں جیسا کہ شارح کی تمثیل سے اگر تامل کریں تو واضح ہوتا ہے تو توضیح اسکی یہ ہے کہ میت نے پہلا بیٹا چھوڑا پھر اسکے بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر اسکی بیٹی نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا اسیطرح میت کا دوسرا فرزند اپنا بیٹا چھوڑا پھر اسکے فرزند نے ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا علی ہذا القیاس تین بار پھر میت کے وہ نے اسیطرح علی الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین بار پھر سب مر گئے تمام علیا ت کے اور نواسیاں انکی باقی رہیں اور درست جد اعلی ہی اور اس مسئلہ کو مسئلہ تشبیب کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی ملخصاً فالعلیا من الفریق الاول لا یوازیہا احد ولہا النصف تو فریق اول کی اونچی پوتی کے برابر کوئی نہ ہوئی تین تو جد اعلی کے متروکہ سے اسکو نصف ترکہ ملیگا ہم چونکہ اسمین وہ میت نہیں ایک ہی بطن ہی برخلاف اور بنات کے اور اسکے برابر کوئی نہیں تو وہ نصف ملیگی کیونکہ وہ قائم مقام بیٹی صلبی کے ہی والوسطی من الفریق الاول توازیہا العلیا من الفریق الثانی فیکون لہما السدس تکملۃ للثلثین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہی تو ان دونوں کو سدس ملیگا ثلثین پورا کرنے کیواسطے ہم یہ دونوں پوتیاں اسواسطے ہمدرجہ ہوئیں کہ سب بیٹیاں اور انہیں میں دو وہ ہیں انکو سدس اسواسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نصف پا چکی تو ثلثین میں باقی جو رہا تھا وہ انکو ملا تاکہ دو تہائیاں پوری ہوجاویں لا شیٔ للسفلیات اور کچھ نہیں ہی نیچی پوتیوں کے واسطے یعنی تو پوتیوں میں سے تین پوتیوں نے دو تہائیاں پائیں اب باقی چھ سفلیات پوتیوں کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بنات کا حق دو تہائی سے زیادہ فرض نہیں ہی اور عصوبت انکی قطعاً ثابت نہیں تو اصلاً انکو میراث نہ ملیگی کذا فی الفرائض الشریفی الا ان یکون مع واحدۃ منہن غلام فیعصبہا ومن بحذاۂا ومن فوقہا ممن لا تکون صاحبۃ فرض وسقطت السفلیات مگر یہ کہ سفلیات میں سے کسی کے ساتھ بھائی ہو تو بھائی اس بہن کو اور اسکی برابر والی ہمدرجہ کو اور اسکے اوپر والے کو جو صاحب فرض نہیں ہی عصبہ کردیگا اور باقی سفلیات ساقط ہوجاویگی ہم تو اگر بھائی فریق اول کے سفلی کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا سدس پاوینگی اور باقی ثلث فریق اول کے سفلی اور اسکے بھائی اور فریق ثانی کی وسطی اور فریق ثالث کی علیا میں للذکر مثل حظ الانثیین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کی سفلی اور ثالث کی وسطی اور سفلی ساقط ہونگی اور اگر بھائی فریق ثانی کے سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث انہیں اور فریق اول کی سفلی اور فریق ثانی کی وسطی اور ثالث کی علیا اور وسطی میں اور فریق ثانی کی سفلی میں سات حصے ہوکر تقسیم ہوگا للذکر مثل حظ الانثیین اور فریق ثالث کی سفلی ساقط ہوگی اور اگر بھائی فریق ثالث کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث انہیں اور چھ سفلیات میں آٹھ حصے ہوکر قسمت ہوگا اور اگر بھائی فریق اول کے علیا کے ساتھ مفروض ہو تو تمام مال انہیں اور اسکی بہن میں تین حصے ہوکر تقسیم ہوگا دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بہن کا اور آٹھ سفلیات کو کچھ نہ ملیگا اور اگر بھائی سدس والیوں کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور باقی انہیں اور فریق اول کے وسطی اور فریق ثانی کی علیا میں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی چھ سفلیات ساقط ہوجاوینگی کذا فی الطحطاوی والشریفی وہو یاخذ ابن عم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ السید وغیرہ ویاخذ احد ابنی عم ہو اخ لام السدس بالفرض

شامی نے کہا متن اور شرح مصنف کے نسخون میں اسیطرح واقع ہوا ہے اور سید وغیرہ کی عبارت یا خذ احد ابنی عم ہے یعنی دو چچیرے بھائیون مین جو
اخیافی بھائی ہو وہ میت کا وہ چھٹا حصہ لیگا فرضیت کی راہ سے جو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ دو بھائی ہین پھر ایک نے ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا
مثلاً حامد پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی یا وہ مرگیا اور دوسرے بھائی یا چچا نے اس عورت سے نکاح کیا اس سے دوسرا
بیٹا اسکا حمید نام پیدا ہوا پھر حامد یا محمود کا بیٹا پہلا چچیرا بھائی ہوا اسکا اخیافی بھائی ہو اور دوسرا چچیرا بھائی ہو اگر یہ چھوڑ کر مرگیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے
سدس حصہ بطریق فرضیت کے لیگا کذا فی الطحطاوی ہے یعنی پھر وکذا لوکان الآخر زوجا فلہ النصف اوراسیطرح اگر دوسرا چچیرا بھائی زوج ہو یعنی چچیری بہن کا تو اسکو
نصف حصہ ملیگا فرضیت کی راہ سے ویقسمان الباقی بینہما نصفین بالعصوبۃ لاالمانع من ارثہما فیرث بجہتی فرض وتعصیب اور دونون چچیرے بھائی باقی مال کو
آپس مین نصفا نصف بانٹ لینگے عصوبت کی راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہین ہے انکی میراث سے فرض اور عصوبت کی دونون جہتون سے تو اخیافی بھائی وارث ہوگا فرض
اور عصوبت کی دونون جہتون سے تو پہلی جہت مین باقی مال پانچ سدس اور دوسری صورت مین نصف ہوا اور اگر زوجہ کا مثلاً بیٹا ہو تو وہ ابن العم کا حاجب ہوگا
ابن العم ہونے کی جہت سے نہ زوج ہونے کی جہت سے اور اخیافیت کی وجہ سے بھی بیٹا حاجب ہوگا کذا فی الطحطاوی واما الفرض ان تحجبہ جہۃ واحدۃ فلیس الا الاب
والجد فان فرض لہما التعصیب کما مر الخ یعنی ایک ہی جہت سے تو پایا نہین جاتا کسی وارث مین سوا باپ یا دادا کے اور ایک ہی جہت وارث ہونا یہان وارث ہونا ہے یعنی باپ
ہوتا یا دادا اور ان ہی کو عصبہ وفرض کی جہت سے بعض کی صورت مین بیٹا ہو ابن العم یا ان تکلیم ابن عمہا فلہا اپنا چیا مین کہتا ہون اور اسکا یہ تعلیم ہوتی ہے کہ وہ شخص جسمین جمع ہو جہانے دو جہتین
اور بیٹا بیٹی کا چچا کا بیٹا ہو اور اسیطرح سے کہ عورت سے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنی ہم تو وہ بیٹا ہونے کی جہت سے عصبہ ہے اور چچا کا پوتا
ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے لیکن اس مثال پر یہ شبہ ہے کہ یہان میراث والکا فقط فرزندی کی جہت سے ہے چچا کا پوتا ہونے کی وجہ سے نہیں کیونکہ فرزندی کی جہت مقدم ہو
مگر اسکا یون جواب دیا جاوے کہ اجتماع جہتین سے یہان مراد ہے قبل نظر میراث سے کذا فی الطحطاوی یا کہ ابن ہو معتق اور جیسا کہ بیٹا وہی آزاد کرنے والا ہو مثلاً صورت اسکی
یہ ہو کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہوگیا پھر خریداری کے تو بیٹا عصبہ ہے فرزندی کی جہت سے اور اعتاق کی جہت سے بھی وقد یجتمع جہتا فرض
وانما یتصور فی المجوس لنکاحہم المحارم ویتوارثون بہما جمیعا عندنا وعند الشافعی بالقوی الجہتین وتمامہ فی کتب الفرائض وتقدم الاشارۃ الیہ فی الغرقی اور
کبھی جمع ہو جاتی ہین فرض کی دو جہتین اور یہ تصور نہین مگر مجوسیون میں اسواسطے کہ وہ لوگ اپنی محرم عورتون سے نکاح کرلیتے ہین اور باہم وارث ہونگے
دونون جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہونگے اور اسکا پورا بیان علم فرائض کی کتابون مین مذکور ہے اور اسکی
طرف غرقی کی فصل میں اشارہ آچکا مثلاً مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا فرزند ہے اس عورت کا اور بھائی بھی پھر اگر وہ مرگیا
اور اس نے اپنی ماں و بہن کو چھوڑا تو وہ اسکی وارث ہوگی دونون جہت سے ماں ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی جہت سے بھی وان ترکت زوجا واما او جدۃ
واخوۃ لام واخوۃ لابوین اخذ الزوج النصف والام او الجدۃ السدس وولد الام الثلث ولا شیء للاخوۃ لابوین لانہم عصبۃ ولم یبق لہم شیء
اگر ایک عورت نے زوج اور ماں یا دادی کو اور اخیافی بھائیون اور سگے بھائیون کو چھوڑا تو زوج نصف تر کہ لیگا اور ماں یا دادی چھٹا حصہ اور اخیافی بھائی تہائی لینگے
اور سگے بھائیون کے واسطے کچھ نہین اسواسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہین اور انکے واسطے کچھ باقی نہین رہا یعنی عصبات وارث ہوتے ہین اس مال کے جو حصہ والون فرض سے
باقی رہے سو یہان اہل فروض سے کچھ باقی نہین رہا وعند مالک والشافعی یشترکہ بین الصنفین الآخرین کان الکل اولاد ام اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک پچھلی
دونون قسمون میں یعنی اخیافی اور سگے بھائیون مین اشتراک کا حکم ہوگا گویا کہ وہ سب اخیافی بھائی ہین اور اس مسئلہ کا نام مشرکہ بفتح را و کسرہا ہے چنانچہ ابن صلاح اور نووی نے
اسکو ضبط کیا ہے اور بعض لوگ اسکو پتھریا اور حماریہ بھی کہا ہے اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حماریہ اور حجریہ اور یمیہ بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی مختصراً وکذا لک لاغرض بالاخت
عند الشافعی الاخت لاب مع الاخت لابوین ولابنت الابن مع البنت السدس تکملۃ للثلثین ویفرض للجد السدس مع الزوج والام فتعول الی سبعۃ اور اسیطرح امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک بہن یا سوتیلی بہن کے واسطے نصف کو فرض

کہتے ہیں اور دادا کے واسطے چھٹا حصہ زوج اور ماں کے ساتھ تو یہ مسئلہ عول کریگا نو سہم کی طرف اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں توضیح اسکی یہ ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سگی بہن یا سوتیلی بہن کو دادا کے ساتھ صاحب فرض نہیں کہتے بلکہ اسکو دادا کے ساتھ عصبہ کہتے ہیں مگر مسئلہ اکدریہ میں اسکو دادا کے ساتھ صاحب فرض کہتے ہیں صورت اکدریہ کی یہ ہے کہ زوج ہو اور ماں اور دادا اور سگی بہن یا سوتیلی بہن تو زوج کیواسطے نصف ہے اور ماں کے واسطے ثلث اور دادا کے واسطے سدس اور بہن کے واسطے نصف پھر دادا اور بہن کا حصہ ملا کر بانٹا جاتا ہے للذکر مثل حظ الانثیین اسواسطے کہ وہ بہن دادا کے ساتھ بمنزلہ عصبہ کے ہے اور ثلث باقی ہے اور اس مسئلہ کی اصل چھ ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کی طرف تو چھ میں سے تین سہم زوج کے اور ماں کے دو سہم اور دادا کا ایک سہم تو بہن کیواسطے کچھ نہ بچا پس اصل مسئلہ پر تین سہم زیادہ کیے اور دادا کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموع دونوں کا چار سہم ہوئے انکو دادا اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا چونکہ تقسیم چار سہم کی تین پر صحیح نہیں ہوتی تین کو نو سے ضرب کیا تو اصل ستائیس ہوئے زوج کے نو سہم اور ماں کے چھ سہم اور دادا کے آٹھ سہم اور بہن کے چار سہم دادا کا حصہ بہن کے ساتھ ملایا تو بارہ سہم ہوئے انکو دونوں میں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت کیا تو دادا کو آٹھ سہم ملے اور بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ نے بہن کو ابتدا میں صاحب فرض قرار دیا کہ وہ میراث سے محروم نہ رہے اور انتہا میں اسکو عصبہ کر دیا تاکہ اسکا حصہ دادا کے حصے سے زیادہ نہ ہو جائے اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں اسواسطے کہ بنی اکدر کی ایک عورت کا واقعہ ہے یعنی بنی اکدر کی قوم کی ایک عورت مر گئی زوج اور ماں اور دادا اور سگی یا سوتیلی بہن چھوڑ کر تو زید بن ثابت پر اسکا مذہب اس مسئلہ میں مشتبہ و مکدر ہو گیا کذا فی شرح السراجیہ شرحہا ابن الشلبی فی المنتقطا وعند ابی حنیفۃ واحمد تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ میں امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے تو امام کے نزدیک اصل مسئلہ چھ سہم سے ہے تین سہم زوج کیا اور دو سہم ماں کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہے دادا کے حاجب ہونے سے باپ کی مانند فلیتنبہ وحاصلہ انہ لیس عند الحنفیۃ مسئلۃ المشرکۃ اتفاقا ولا مسئلۃ الاکدریۃ علی المفتی بہ کما مر میں کہتا ہوں اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ حنفیوں کے نزدیک مشرکہ کا مسئلہ بالاتفاق امام اور صاحبین کے ثابت نہیں اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہے امام کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب میں عند قولہ ویسقط بنو الاعیان بالابن والاب والجد امام کے نزدیک دادا باپ کے برابر ہے تو بہن کا حاجب ہوگا باپ کی مانند اور صاحبین کے نزدیک دادا باپ کے برابر نہیں ہر حال میں تو صاحبین کے قول پر مسئلہ اکدریہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب العول

یہ باب ہے عول کے مسائل میں اور عول بفتح اول وسکون ثانی لغت میں بمعنی جور وغلبہ ورفع وزیادت کے مستعمل ہے لیکن معنی اخیر مناسب تر ہے معنی اصطلاحی سے اسواسطے کہ جب مسئلہ تنگ ہو گیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی طرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اسکے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض میں نقصان داخل ہو جائے وضدہ الرد کما سیجی اور عول کے مخالف رد ہے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا اسواسطے کہ عول سے ذوی الفروض کے سہام گھٹ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور رد سے سہام بڑھ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ گھٹ جاتا ہے یا یوں تقریر کیجیے کہ عول میں سہام فاضل ہو جاتے ہیں مخرج پر اور رد میں مخرج فاضل ہو جاتا ہے سہام پر کذا فی الطحطاوی ہو زیادۃ السہام اذا کثرت الفروض علی مخرج الفریضۃ لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فرضہ کنقص ارباب الدیون بالمحاصۃ عول اصطلاح میں عبارت ہے سہام ورثہ کے زیادہ کر دینے سے جبکہ فرض زیادہ ہو جاویں فریضہ کے مخرج پر تاکہ نقصان انکی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اسکے فرض حصے کے جیسے نقصان داخل ہوتا ہے ارباب دیون پر بسبب محاصصہ کے یعنی ہر دائن اپنا حصہ ناقص پاتا ہے بقدر حصہ متروکہ کی تنگی کے سبب سے یعنی جیسے میت مدیون کے متروکہ میں ارباب دیون حصہ رسد اور درماسا ہی پاتے ہیں الحاصل کہ عول اس سے عبارت ہے کہ جب مخرج اداء فروض سے تنگی کرے تو مخرج پر کچھ اسکے اجزا سے زیادہ کیا جاوے چنانچہ سدس یا ثلث وغیر ذالک من الکسور الموجودۃ فیہ خلاصہ یہ ہے کہ جب مخرج تنگی کرے وفاء فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اس عدد کی طرف مرفوع کرنا چاہیے جو کہ اس مخرج سے اکثر ہے پھر قسمت کرنا چاہیے تاکہ نقصان داخل ہو تمیع وارثوں کے حصوں میں ایک نسبت پر یعنی یکساں کمی ہو بقدر حصوں کے کذا فی البشری للطحطاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہے اسکا اندازہ معلوم ہوتا ہے کسر زائد کی نسبت کرنے سے عدد اکثر کی طرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنیں وارث ہوں تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چھ سے ہے اور عول کریگا سات کی طرف تو زوج پر نقصان

داخل ہوگا ہر سہم میں سبع یعنے ساتواں حصہ کا تو دو چھ میں سے دو سہم اور چار سبع پاویگا اور بہنوں پر چار سبع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین سبع پاوینگی انتہی خلاصہ یہ ہے کہ ایک چھٹا کا سدس تھا جب چھ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہوگئے تو ایک کو سات کے ساتھ سبع کی نسبت ہے تو بقدر سبع کے ہر وارث کے ہر سہم میں کمی ہوگئی واول من حکم بالعول عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور پہلے جسنے عول کا حکم کیا وہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ ہیں ہم فاروق اعظم کے زمانے میں ایک صورت واقع ہوئی جسکا مخرج انسکا اس فروض سے تنگ تھا تو اصحاب کبار سے آپ نے مشورہ کیا تو عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ نے عول کی طرف اشارہ کیا اسوجہ صحابہ کرام نے اسپر اتفاق کیا اور کسی نے اسپر انکار نہ کیا مگر ابن عباس نے انکی موت کے بعد کذا فی الطحطاوی فتاوے عالمگیری میں ہے عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام میں واقع ہوا وہ عہد خلافت فاروقی میں وہ یہ تھا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن وارث ٹھہرے تو نصف و ثلث و نصف یکجا ہوئے اصل مسئلہ چھ سے ہے اور اسنے عول کیا آٹھ کی اور تمام المخارج سبعۃ پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ مخرج حصوں کے سات ہیں ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ کتاب اللہ میں چھ فرض مذکور ہیں نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس اور مخارج انکے پانچ ہیں اسواسطے کہ ثلثین و ثلث کا ایک ہی مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنی نصف ربع ثمن مجتمع ہوں تو کمتر کسور کا مخرج معتبر ہوگا اور اسی سے مسئلہ ہوگا تو اگر نصف و ربع جمع ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہوں تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہوں تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور یہ مخرج مخارج خمسہ مذکورہ سے باہر نہیں اور جبکہ نوع اول میں سے نصف نوع ثانی یعنی ثلثین ثلث سدس سب کے ساتھ مختلط ہو یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور مخرج بھی مخارج خمسہ مذکورہ میں داخل ہے اور جبکہ ربع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سے اور جبکہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے تو مخارج خمسہ انواع و مخرج سے ملکر سات مخرج ہوئے یعنے دو تین چار آٹھ چھ بارہ چوبیس اربعۃ لا تعول الاثنان والثلثۃ والاربعۃ والثمانیۃ مخارج سبعہ میں سے چار مخرج تو عول نہیں کرتے یعنے دو اور تین اور چار اور آٹھ یہ حصر باعتبار استقرا کے ہے اسواسطے کہ ان مخارج کے فروض مجتمعہ کے واسطے مال ترکہ کا پورا پڑتا ہے یا کچھ زیادہ باقی رہتا ہے تو بہرصورت عول کی حاجت نہیں ہوتی مثلا دو کا مسئلہ آنیوالا ہوگا جو دو نصف جمع ہوں چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ زوج اور سگا بھائی وعلی ہذا القیاس فی البواقی کذا فی الشریفی بتصرف والثلاثۃ قد تعول بالاختلاط کما سیجیئ فی باب المخارج اور تین مخارج میں کبھی عول ہوتا ہے اختلاط نوعین کی وجہ سے چنانچہ اسکا ذکر باب المخارج میں آویگا ہم شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ مخارج ثلثہ میں عول لازم نہیں ہے فستۃ تعول اربع عولات الی عشرۃ وترا و شفعا تو چھ میں چار عول واقع ہوتے ہیں دس تک طاق اور جفت دونوں کے اعتبار سے یعنے چھ عول کرتا ہے سات کی طرف اور آٹھ کی طرف اور نو کی طرف اور دس کی طرف فتعول لسبعۃ کزوج و شقیقتین تو چھ کا عول ہوتا ہے سات کی طرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنوں کے وارث ہوتے ہیں ہم تو اس صورت میں سدس کے ساتھ عول ہوا یعنے سدس کے زیادہ کر دینے سے سات ہوگئے اور بمقدار نقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ میں طحطاوی سے مذکور ہوگئی ولثمانیۃ کہم وام اور چھ کا عول ہوتا ہے آٹھ کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور ماں ہیں یعنے زوج اور دو سگی بہنوں اور ماں ہیں ہم تو اس صورت میں ثلث کے ساتھ عول ہوا یعنے چھ کی تہائی دو ہے جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو آٹھ ہوگئے تو ہر سہم ورثہ میں ربع کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ دو ربع ہے آٹھ کا ولتسعۃ کہم واخ لام اور چھ کا عول ہوتا ہے نو کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیافی بھائی ہیں یعنے زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور اخیافی بھائی ہیں ہم تو اس صورت میں نصف کے ساتھ عول ہوا یعنی تین نصف ہے چھ کا جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو نو ہوگئے تو یہاں سہام ورثہ میں تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی ہے نو کی طحطاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہیں اسواسطے کہ یہ صورت اول زمانہ بنی امیہ میں واقع ہوئی اور زوج مروانی تھا تو اسنے چاہا کہ میں نصف مال لوں تو علماء حجاز سے اسکا سوال ہوا تو انہوں نے فتوی دیا کہ ثلث مال اسکا حق ہے ولعشرۃ کہم واخ آخر لام اور چھ کا عول ہوتا ہے دس کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسرا بھائی اخیافی ہیں یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور دو اخیافی بھائی ہیں ہم تو اس صورت میں ثلثین کے ساتھ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہیں چھ کے جب انکو چھ پر زیادہ کیا تو دس ہوگئے طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہیں اسواسطے کہ اسمیں قاضی شریح نے زوج کے واسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم سے تو زوج شہر ولن

کمو منا پھر تا تھا اور لوگون سے سوال کرتا تھا کہ ایک عورت مر گئی زوج چھوڑ کر اور اسکا کوئی بیٹا یا پوتا نہیں چھوڑا اسوقت زوج کا حصہ کیا ہی تو لوگ کہتے تھے نصف ہوتا
تھا تو اسکو قاضی نے نہ مجھکو نصف دیا نہ ثلث پھر قاضی کو پہونچی تو اسکو طلب کیا اور کہا کہ تیرے لیے باقی کیا ہی ... تو اسکا عذر دی اور کہا کہ
کیا تو قاضی پر طعن کرتا ہی اور یہ حکم کو ظلم کی طرف نسبت کرتا ہی اور ایسے حکم کی تعجب ہے تو امام عادل متقی نے حقیقت کی جو غنی عول کا حکم ... نہیں تھا
کیا ہی آخر کو ... یہ شخص جاہل تھا عول کی حقیقت نہ سمجھا تھا لہذا اس حکم کو ... فتاوی عالمگیری مین ... منقول ہی بلکہ تیرہ وستر
یا انیس یا آٹھ کی طرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہی اور اگر ساتھ کی طرف عول کرے تو احتمال ہی کہ میت عورت ہو یا مرد انتہی وان اعضر تعول ثلاثا الى
سبعة عشر وترا لا شفعا فتعول الى ثلاثة عشر كزوجة وشقيقتين وام وخمسة عشر كهم وأخ لام وسبعة عشر كهم وأخ آخر لام اور بارہ عول کرتا ہی تین بار ستر ہ تک
طاق عدد مین نہ جفت مین تو بارہ عول کرتا ہی تیرہ کی طرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور ماں ہین اور پندرہ کی طرف عول کرتا ہی چنانچہ یہ ہی اور دو سگی بہن اور ایک
اخیافی بھائی ہین اور ستر ہ کی طرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں اور دو اخیافی بھائی ہین ہم ... بارہ کا عول ستر ہ کی طرف کیا تو میت
مرد ہی اور تیرہ اور پندرہ کے عول مین عورت اور مردون کا احتمال ہی کذا فی العالمگیریة والاربعة والعشرون تعول الى سبعة وعشرين فقط كامراة وبنتين
وابوين وتسمى المنبرية اور چوبیس کا عول ہوتا ہی فقط ستائیس کی طرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو بیٹیون اور ماں اور باپ وارث ہون ... مسئلہ کو منبریہ کہتے
ہین اس مسئلہ کو منبریہ اسواسطے کہتے ہین کہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اسکا سوال ہوا اور آپ کوفہ کی مسجد مین منبر پر خطبہ پڑھتے تھے سو آپ نے فی البدیہہ جواب دیا
سائل نے کہا کہ زوجہ کا ثمن کیا فرض نہیں ہی تو فرمایا کہ صار ثمنها تسعا یعنی اسکا آٹھوان حصہ نوان ہو گیا اور خطبہ خوانی مین مشغول ہے سو لوگون نے تعجب کیا آپکی ذکاوت
اور ذکاوت کا ... نے شرح ترتیب مین بیان کیا کہ ایک طالب علم نے اپنے استاذ سے نقل کیا کہ جس خطبہ مین آپسے سوال ہوا اوسکی ابتدا یہ تھی الحمد لله الذي
يحكم بالحق قطعا ويجزي كل نفس بما تسعى واليه المعاد والرجعى سو جب یہ سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صار ثمنها تسعا انتہی ... زاد کی شرح مین ذکر کیا کہ علی مرتضی کمال حاذق
و ماہر تھے علم حساب مین حکایت ہی کہ ایک نصرانی نے آپسے سوال کیا کہ اصحاب کہف کے قصہ مین تم اپنی کتاب یعنی قرآن مین پڑھتے ہو ولبثوا ثلاث مائة سنين وازدادوا تسعا اور
ہماری کتاب مین تین سو برس مذکور ہین اور نو برس نہیں تو ہماری کتاب تمہاری کتاب کے مخالف ہی تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری کتاب مین جو تین سو مذکور ہین تو یونان کے
حساب کے موافق ہی یعنی شمسی حساب پر ہی اور ہماری کتاب مین عرب کے حساب پر ہی یعنی قمری حساب کے موافق ہی اور تین سو شمسی برس عرب کے قمری حساب سے تین سو نو ہوتے ہین
تو نصرانی حیران ہو گیا فی البدیہہ جواب سنتے ہی اور مسلمان ہو گیا و لہذا کہا گیا ہی کہ علی مرتضی معجزہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ... اسواسطے کہ باوجود
اسقدر تبحر کے علوم مین اور نہایت شجاعت کے حروب مین منقاد اور مطیع تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ... آپکی نبوت کے اور یہ ایسا کلام ہی جیسا بعضے علماء نے
کہا کہ امام ابو حنیفہ رح معجزہ تھے معجزات نبوی سے کذا فی الطحطاوی والرد ضد العول كما مر اور رد ضد ہی عول کا چنانچہ اول باب مین گذر گیا ہم مسائل فرائض کئی
قسم ہین فریضہ عادلہ اور فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ فریضہ عادلہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتھ برابر ہین اس طرح کہ میت نے دو سگی بہنین اور دو
سوتیلی بہنین چھوڑین تو سوتیلیون کا فرض حصہ ثلث ہی اور سگی بہنون کا دو ثلث اور اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہون مال متروکہ کے سہام سے اور
وہان عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہیگا اسکو عصبہ لیگا تو یہ فریضہ عادلہ ہی یعنی پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے
سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہون اور وہان عصبہ نہو اس طرح پر کہ میت نے دو سگی بہنون اور ماں کو چھوڑا تو بہنون کے دو ثلث ہین اور ماں کا سدس ہی
اور یہان کوئی عصبہ نہیں جو باقی سدس کو لے تو اسمین حکم ہی رد کا یعنی سدس باقی انھین وارثون کو پھیر دیا جاسے اور فریضہ عائلہ وہ ہی کہ اصحاب
فرائض کے سہام اکثر ہون مال کے سہام سے چنانچہ اسکی مثالین عول کے مسائل مین مذکور ہو چکین کذا فی العالمگیریة ... فان فضل عنها اي عن الفروض
والحال انه لا عصبة ثمة يرد ذلك الفاضل عليهم بقدر سهامهم اجماعا لفساد بيت المال یعنی جبکہ رد عول کا ضد ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ مخرج فاضل ...

فرض سے تو اس اعتبار سے مصنف کی یہ تفریع صحیح ہوئی سو اگر مخرج بڑھ رہا فرض سے اور حالانکہ وہاں کوئی عصبہ نہیں ہے تو وہ فاضل رد کیا جائیگا اصحاب
فرض پر بقدر انکے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانے کے سبب سے ہم فاضل مال کو رد کرنا ذوی الفروض پر علی مرتضی اور انکے تابعین کا ہے چنانچہ حنفیہ
وغیرہم کا قول ہے اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہوگا بلکہ وہ بیت المال کا ہے اور اسی قول کو مالک اور شافعی نے لیا ہے اور شافعی محقق
کہتے ہیں کہ اگر بیت المال فاسد ہو گیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور ہم حنفیوں کے بہت دلائل ہیں از انجملہ یہ آیت قرآنی ہے و اولوا الارحام بعضهم اولی ببعض
فی کتاب اللہ یعنی بعض اہل قرابت اولی بمیراث ہیں بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ صلہ رحمی کے ثابت ہوا اور آیت
وارثین کے مال سے جز معین کا استحقاق ذو سہام کو دیا ہر وارث کے واسطے تو دونوں آیتوں پر عمل کرنا واجب ہوا اسطرح پر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاتا ہے موافق
آیت کے حکم سے پھر باقی مال انھیں وارثوں کو پھیر دیا جاوے بوجہ صلہ رحمی کے اس آیت کے حکم سے اور یہ جو شارح نے رد فاضل کے لیے فساد بیت المال کو
علت بیان کیا سو ظاہرا صحیح نہیں اسواسطے کہ رد فاضل ہمارے مذہب میں بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا محل زوجین اور جنکا
عتق اور انکے قرابت دار ہیں یعنی اگر وارث عتقیں سے کوئی نہو سوا اسکے بیت المال کے تو یہ لوگ مقدم ہیں بیت المال پر علت مذکورہ کی وجہ سے اور اگر فساد
بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجیے تو بھی ظاہرا درست نہیں اسواسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے کہ فاضل
ان بیت المال ہے اگرچہ وہ منتظم نہو کذا فی الطحطاوی الا علی الزوجین فلا یرد علیہما فاضل مال جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہوگا
زوجین پر اسواسطے رد نہوگا کہ انمین قرابت ثابت نہیں اور علت رد کی قرابت ہے چنانچہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہوں تو انپر
ارث کا [illegible] رد ہوگا نہ زوجیت کی وجہ سے واللہ اعلم وقال عثمان رضی اللہ تعالی عنہ یرد علیہما ایضا قالہ المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بان ہذا وہم
من الراوی فراجعہ اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ زوجین پر بھی رد کیا جاے ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور اختیار شرح مختار
میں اسپر یقین کیا ہے کہ یہ یعنی عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف اس قول کا منسوب کرنا راوی کا وہم اور خطا ہے تو اسکی طرف مراجعت کرو ہم طحطاوی نے کہا کہ نقل قول
عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہے اور شارحین کنز بھی اسکو نقل کرتے ہیں اور شیخین شرح میں اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہے اور اسکا جواب بھی انتہی واللہ اعلم
وفی الاشباہ انہ یرد علیہما فی زماننا لفساد بیت المال وقدمناہ فی الولاء اور اشباہ میں ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جاے بسبب فاسد ہو جانے بیت المال کے
اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الولاء میں ہم یہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب وراثہ کے ذکر میں حاشیہ طحطاوی سے تصریح تمام مذکور ہو چکا ثم مسائل الرد اربعۃ
اقسام لان المردود علیہ اما صنف او اکثر وعلی کل اما ان یکون من لا یرد علیہ او لا یکون پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہیں اسواسطے کہ
جن لوگوں پر رد فاضل ہوتا ہے وہ ایک قسم کے ہیں یا چند قسم ہیں اور ہر تقدیر پر انکے ساتھ وہ لوگ ہیں جنپر رد نہیں ہوتا ہے یا وہ لوگ نہیں ہیں فالاول ان یتحد جنس
المردود علیہم کبنتین او اختین او جدتین قسمت المسئلۃ من عدد رؤسہم ابتداء قطعا للتطویل سو اول قسم یعنی اگر دوبارہ پانے والوں کی جنس متحد ہو
جیسے دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں ہوں تو شروع سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثوں کی شمار سے تاکہ تطویل قطع ہو جاے یعنی چونکہ جمیع ترکہ انہیں وارثوں کا ہے فرض اور رد
کی راہ سے اور ذاتیں انکی یکساں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر زیادتی نہیں تو ہر وارث کو برابر بانٹ دیا جاے اسواسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر انکے فرض کے دیا جاے
پھر دوسری بار باقی مال انکو بقدر انکے سہام کے دیا جاے تو دو بار قسمت کرنا ہوگا تو سب ترکہ ابتدا سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہے والثانی ان کان المردود
علیہ جنسین او ثلثۃ لا اکثر بالاستقراء فمن عدد سہامہم اور قسم ثانی اگر دوبارہ پانے والی دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہوں تو انکے سہام کے شمار [illegible]
سے ہوگی شارح نے کہا تین جنسوں سے زیادہ نہیں ہوتی بسبب استقراء کے یعنی جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسوں سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیہم کی
نہیں ہوگی فمن اثنین لو سدسان و ثلثۃ لو ثلث و سدس و اربعۃ لو نصف و سدس و خمسۃ لو ثلثان و سدس لقصیر المسافۃ تو دو سے قسمت ہوگی اگر دو سدس

ہون اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور ایک سدس ہو مسافت گھٹانے کے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا ہم دو سدس ہونے کی صورت یہ ہے کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہین تو مسئلہ چھ سے ہے اور انمین ایک دو ہم ہین فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دو سے قرار دیا اور متروکہ دونون پر قسمت کر دیا اور اگر نصف تو ہر ایک کو نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا اور تین یا قسمت کرنے کی فائدہ حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ دو اخیافی بھائی اور مان وارث ہے تو اس تقدیر پر بھی مسئلہ چھ سے ہے اور دو ان کے سب سہام تین ہین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سہام کے تین تہائی کر کے بانٹ دیا تو دو اخیافی بھائیون کو دو ثلث مال کے اور مان کو ایک ثلث دیا اور نصف اور سدس کی صورت یہ ہے کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہے یا ایک بیٹی اور مان وارث ہے تو یہان بھی مسئلہ چھ سے ہے اور مجموع سہام چار ہین تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی یا مان کا ہے تو دونون مسئلے چار سے قرار دیے اور متروکہ چار حصے کر کے بانٹ دیا اس طرح کہ تین ربع اسکی بیٹی کے اور ایک ربع مان کا یا پوتی کا اور ثلثین اور سدس کی صورت یہ کہ دو بیٹیان اور مان وارث ہے یا یہ کہ نصف اور دو سدس جمع ہون چنانچہ بیٹی اور پوتی اور مان وارث ہو یا یہ کہ نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو اخیافی بہنین خواہ ایک سگی بہن اور مان وارث ہو تو ان تینون صورتون مین بھی مسئلہ چھ سے ہے اور سہام ماخوذہ پانچ ہین تو پہلی صورت مین دو بیٹیون کے چار سہم ہین اور مان کا ایک سہم ہے تو متروکہ کے پانچ حصے کیے انمین سے چار خمس بیٹیون کے اور ایک خمس مان کا اور دوسری صورت مین بہنین وارثون کی جمع ہین اور ان کے سہام ماخوذہ بھی پانچ ہین انمین سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم مان کا تو پھر متروکہ پانچ حصے کر کے بانٹ دیا ابتدا انکے سہام کے تو بیٹی کے تین خمس اور پوتی کا ایک خمس اور مان کا دوسرا خمس اور تیسری صورت مین بھی چھ سے پانچ سہم ماخوذ ہین سگی بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنون کے دو سہم اور اسی طرح مان کے سگی بہن کے ساتھ دو سہم ہین تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاویگا اور متروکہ پانچ حصے کر کے قسمت ہوگا قصر مسافت کے واسطے یعنے دو قسمتون کو ایک قسمت قرار دینگے کذا فی الطحطاوی

والثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لا یرد علیہ ہو الزوجان فاعطی من لا یرد علیہ فرضہ من اقل مخارجہ وقسم الباقی علی رؤس من یرد علیہ کزوج وثلث بنات فہی من اربعۃ للزوج واحد یبقی ثلثۃ وہی تستقیم علیہن فلا حاجۃ الی الضرب اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنے متحد الجنس کے ساتھ وہ شخص ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنے زوج یا زوجہ تو جسپر رد نہین ہوتا اسکو اسکا فرض دیا جاوے اسکے کمتر مخارج سے اور باقی رد کیا جاوے انکی ذاتون پر جنپر رد کیا جاتا ہے چنانچہ زوج اور تین بیٹیان وارث ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا زوج کا ایک ہے باقی رہے تین اور وہ تینون بیٹیون پر مستقیم ہین تو ضرب کرنے کی کچھ حاجت نہین ہم زوج کا فرض اولاد کے ساتھ چوتھائی ہے تو اسکا کمتر مخرج چار ہے پھر جب زوج کو چار مین سے ایک دیا تو باقی تین تینون بیٹیون پر بلا کسر قسمت ہوگئی ضرب کی کچھ حاجت نہوئی وان لم تستقم فان وافق فسہم ای رؤس من یرد علیہم کزوج وست بنات ضرب وفقہا وہو ہنا اثنان فی مخرج فرض من لا یرد علیہ وہو ہنا اربعۃ تبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ اور اگر بعد فرض زوج کے باقی مستقیم نہو تو اگر باقی مین اور انکی ذاتون مین جنپر رد کیا جاتا ہے توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چھ بیٹیون مین تو انکا وفق جو کہ یہان دو ہے اسکے مخرج مین ضرب کیا جاوے جسپر رد نہین کیا جاتا اور وہ مخرج یہان چار ہے تو حاصل ضرب آٹھ ہوگا تو زوج کے دو اور بیٹیون کے چھ ہم اقل مخرج زوج چار ہین پھر جب زوج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھ بیٹیون پر منقسم نہین ہوتے لیکن تین اور چھ مین توافق بالثلث ہے تو دو جو بنات کے وفق کو جو یہان دو ہے چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی والا تو ان ہل باین ضرب کل عدد رؤسہم فیہ ای المخرج المذکور کزوج وخمس بنات فالمخرج ہنا اربعۃ للزوج واحد یبقی ثلثۃ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ تبلغ عشرین کان للزوج واحد فاضربہ فی المضروب یکن خمسۃ فہی لہ والباقی ثلثۃ اضربہا فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثۃ اور اگر باقی اور عدد رؤس مین توافق کی نسبت نہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وارثون کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور مین چنانچہ زوج

یعنی ... ان سے ... اور ... رد ... مین ... حسب ... اس ... یعنی ... ہو ... جنکی ...

اور پانچ بیٹیاں تو مخرج یہاں چار ہے انمیں زوج کا فرض ایک ہے باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہیں تو چار کو پانچ میں ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض ایک تھا اسکو ضرب کر مضروب میں یعنی پانچ میں تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیوں کا تین ہے اسکو بھی مضروب میں یعنی پانچ میں ضرب کر حاصل ہونگے پندرہ تو ہر بیٹی کو تین تین سہم ملینگے ہم یہ صورت بھی صورتین سابقین کے مانند ہے اصل اسکی بارہ سے ہے اجتماع ربع اور ثلثین کی وجہ سے لیکن اسکو چار کی طرف پھیرا کہ وہ اکثر مخرج ہے فرض زوج کا ہے جب اسمین سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیون پر مستقیم نہیں بلکہ تین میں اور پانچ میں تباین کی نسبت ہے تو عدد رؤس بنات کو مخرج میں یعنی پانچ کو چار میں ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہوگیا کذا فی الفرائض الشریفی والرابع لو کان مع الثانی ای الجنسین فقط لا الکل ههنا بحکم الاستقرا اذ لا یرد مع الربع طوائف اصلا بالاستقرا اور چوتھی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھ یعنی فقط دو جنسون کے ساتھ دو جنسون سے یہاں یعنی قسم رابع نہیں ہوسکتا بحکم استقرا کے اسواسطے کہ رد کرنا چار جنسون کا اصلا نہیں ہوتا استقرا یعنی تتبع جزئیات کی دلیل سے ہم یعنی اگرچہ قسم ثانی میں اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ میں اسکی مثال مذکور ہوچکی لیکن قسم رابع میں تین جنس کا اجتماع واقع نہیں ہوتا اسواسطے کہ اگر تین جنسون کے ساتھ من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین کو فرض کیجیے تو چار جنسین ہوجاتی ہیں اور حالانکہ رد کرنا چار جنسون کے ساتھ ہرگز نہیں ہوتا استقرا کی دلیل سے ولعل ہذا نکتۃ اقتصارہ ثمہ ای هنا علی الجنسین اور شاید کہ یہی نکتہ ہے مصنف کے اقتصار کرنے کا دو جنسون پر قسم ثانی کے بیان میں جو متن کے اندر گذر گیا ہم یعنی مصنف نے جو قسم ثانی میں باوجود امکان اجتماع اجناس ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسی واسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع میں اسکا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع میں دو جنسون کے سوا تیسری جنس نہیں ہوتی ہے اور اقتصار سے یہ مراد نہیں کہ تیسری جنس نہیں ہوتی والا فیراد بالثانی بعضہ لا کلہ فتامله اور اگر اقتصار علی الجنسین کا یہ نکتہ نہو بلکہ اتفاقی ہو تو مصنف کے کلام میں یہاں ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا نہ تمام اسکا سو اسکو تامل کر ہم یعنی قسم ثانی کی بعض صورتین یعنی جسمین دو جنسین مجتمع ہون مراد ہے نہ اسکی سب صورتین اسواسطے کہ رابع میں اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہیں من لا یرد علیہ فاقسم الباقی من مخرج فرض من لا یرد علیہ علی مسئلۃ من یرد علیہ ان استقام کزوجۃ واربع جدات وست اخوات لام یعنی اگر دو جنسون کے ساتھ من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اسکو قسمت کران وارثون کے مسئلے پر جنپر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہوجاے چنانچہ زوجہ اور چار دادیان اور چھ اخیافی بہنین وارث ہون ہم استقامت باقی کی نہیں ہوتی مگر فقط اسی مسئلہ میں جو متن میں مذکور ہوا یعنی احد الزوجین کا ربع ہم اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہوا اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بھی تین ہیں تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا فمخرج من لا یرد علیہ اربعۃ للزوجۃ واحد یبقی ثلثۃ تستقیم علی سہم الجدات وسہمی الاخوات لکنہ منکسر علی احاد کل فریق کما سیجیء تو مسئلہ مذکورہ میں من لا یرد علیہ کا مخرج چار ہے اسمین سے زوجہ کا ایک ہے باقی رہے تین وہ دادیون کے ایک سہم اور بہنون کے دو سہمون پر مستقیم ہیں لیکن وہ ٹوٹتے ہیں ہر فریق کے فرد فرد پر چنانچہ اسکی استقامت کا بیان اخیر باب میں آویگا ہم چار دادیون کا حصہ ایک تھا وہ انپر قسمت نہیں ہوتا اور اسی طرح بہنون کا حصہ دو ہے وہ انپر بٹ نہیں سکتا وان لم یستقم ضرب جمیع مسئلۃ من یرد علیہ فی مخرج من لا یرد علیہ فالمبلغ الحاصل بهذا الضرب مخرج فروض الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہو تو مردود علیہم کے تمام مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج میں ضرب کر تو جو مبلغ کہ حاصل ہوگا اس ضرب سے وہ دونون فریق کے حصون کا مخرج ہوگا یعنی فریق من یرد علیہ اور فریق من لا یرد علیہ کے حصے حاصل ضرب سے نکل آوینگے کاربع زوجات وتسع بنات وست جدات فمخرج من لا یرد علیہ ثمانیۃ للزوجات الثمن واحد یبقی سبعۃ لا تستقیم علی مسئلۃ من یرد علیہ وهی خمسۃ لان الفرضین ثلثان وسدس فاضرب الخمسۃ فی الثمانیۃ تبلغ اربعین وهی مخرج فروض الفریقین چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیاں اور چھ دادیاں وارث ہون تو مخرج من لا یرد علیہ کا آٹھ ہے تو زوجات کا حصہ آٹھواں یعنی ایک ہے باقی رہے سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہیں اور مسئلہ مذکورہ یہان پانچ ہے اسلیے بیٹیون اور دادیون کے دو فرض ثلثان اور ایک سدس ہے تو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ کو آٹھ میں جو مخرج ہے من لا یرد علیہ کے فرض کا ضرب کر حاصل ۴۰ ہونگے تو یہی مخرج ہے دونون فریق کے فرض کا ہم

مسئلہ کو پانچ سے اس واسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہیں اور جدات سدس کی اور مخرج ثلثین [illegible]
پانچ ہوئے جب پانچ کو آٹھ میں ضرب کیا تو چالیس ہوئے یہ مخرج ہے فروض کا اب [illegible] من الاربعۃ وعلیہ وھو
للزوجات فی خمسۃ مسئلہ من اربعۃ وعلیہ یکون خمسۃ فحق الزوجات الاربع من الاقل [illegible]
پر وعلیہ یعنے پانچ میں ضرب کر تو پانچ ہی حاصل ہونگے سو یہی پانچ زوجات اربع کا حق [illegible] اربعۃ للبنات
وسہم للجدات فیما بقی [illegible] الاربعۃ الباقیۃ من المخرج فرض من الاربعۃ وعلیہ [illegible] فاستقام
کل فریق لکنہ منکسر علی آحاد کل فریق فصحح بالاصول السبعۃ الآتیۃ فی باب المخارج [illegible]
اور وہ سہام پانچ ہیں چار بیٹوں کے اور ایک سہم دادیوں کا ضرب کر ان سات میں جو [illegible] ہوئے
بیٹیوں کے ۴ سہم ہیں اور دادیوں کے سات سہم تو اب ہر فریق کا فرض حصہ راست ہو گیا لیکن [illegible]
سات قاعدوں سے جنکا بیان آویگا باب المخارج میں تو صحیح ہوگا ہر فرد کا حصہ ایک ہزار اور چار سو [illegible] زوجات اربعہ کا
۱۴۰ ہے اور ہر زوجہ کا حصہ ۳۵ ہے اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہے اور انہیں سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہے اور دادیوں کا نصیب ۲۵۲ [illegible] کذا فی الطحطاوی
مختصرا وتصحیح الاولی من ثمانیۃ واربعین ولولا خشیۃ الاطالۃ لاوسعت الکلام ہنا اور پہلا مسئلہ یعنی ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنوں کا مسئلہ
صحیح ہو جاتا ہے ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہوتا تو البتہ میں اس مقام میں وسیع کلام کرتا ۴۸ میں سے زوجہ کا حصہ بارہ ہے جدات کا نصیب بارہ ہے اور
ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنوں کا نصیب ۲۴ ہے اور ہر ایک [illegible] کذا فی الطحطاوی

باب توریث ذوی الارحام

یہ باب ہے توریث ذوی الارحام کے مسائل میں ہم مغرب میں ہے کہ رحم اصل میں بچہ دانی [illegible] اور اسکا ظرف ہے قرابت [illegible]
رحم قرابت کا سبب ہے طحطاوی نے کہا لغت میں ذو رحم عبارت ہے صاحب قرابت سے مطلقا خواہ قرابت من جہۃ الاولاد ہو یا نہو وہ کل قریب لیس بذی سہم ولا
عصبۃ فہو قسم ثالث جیسے ذو رحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض وعصبہ نہو تو ذو رحم وارثوں کی تیسری قسم ہے [illegible] اصطلاح شرعی کا بیان ہے اکثر
صحابہ کرام مانند حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو درداء اور ابن عباس بروایت مشہورہ رضی اللہ عنہم توریث ذوی الارحام
کے قائل ہیں اور یہی قول ہے امام اور صاحبین اور انکے تابعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس روایت شاذہ میں میراث ذوی الارحام کے قائل نہیں انکے نزدیک صاحب
فرائض اور عصبات نہوں تو ترکہ بیت المال میں رکھا جاوے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی کا نفی کرنے والوں کی دلیل ہے کہ حق تعالے نے آیت مواریث
میں ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کے واسطے کچھ ذکر نہیں کیا اگر انکا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنے والوں کی دلیل آیت
ہے (واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ) چنانچہ استدلال اسکا مذکور ہو چکا کذا فی الدر المنتقی الشرنبلالی مختصرا وقال فیہ ولا یرث مع ذی سہم
ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما اور ذو رحم وارث نہیں ہوتا صاحب فرض اور عصبہ کے ساتھ سوائے زوجین کے یعنی زوجین اگرچہ صاحب فرض
ہیں مگر ذو رحم انکے ساتھ وارث ہوتا ہے اس واسطے کہ انپر رد کرنا فرض نہیں فیاخذ المنفرد جمیع المال بالقرابۃ تو اکیلا ذو رحم تمام مال کو بسبب قرابت کی
تمام مال کے لیگا اس میں اشارہ ہے کہ ارث ذوی الارحام کی عصبات کے مانند ہے یعنی قرب فالاقرب کا اعتبار ہے اور قرب مختلف ہوتا ہے قرب وجہ سے اور کبھی قوت
قرابت سے [illegible] ہونا بیان کیا ہم نے پھر اسی طرح ذوی الارحام میں جزئیت کا مقدم ہے اصل یہ کذا فی الطحطاوی ویحجب اقربہم الابعد کترتیب
العصبات اور ذوی الارحام کا قریب تر بعید تر کا حاجب ہوتا ہے عصبات کی ترتیب کے مانند یعنی جس طرح عصبات میں قریب بعید کا حاجب ہوتا ہے اسی طرح ذوی الارحام

اقرب ہیں کے جیسے ابوہ وارث نہیں ہوتا ثم اربعۃ اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابویہ ثم جزء جدیہ او جدتیہ تو کل ذوی الارحام چار قسم ہیں قسم اول میت کا جزء
یعنی میت کی اولاد دختری چنانچہ نواسی اور نواسے پھر قسم ثانی میت کی اصل یعنی نانا اور نانیاں پھر قسم ثالث میت کی والدین کا جزء یعنی بھانجا اور بھانجی پھر قسم رابع جو میت کے نانا کا جزء یعنی
اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جزء یعنی دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ تفصیل اسکی آگے آویگی تو اور شرح میں مذکور ہے کہ یقدم جزء المیت وہم اولاد البنات و اولاد بنات
الابن وان سفلوا اور سوتیلی میں یعنی جبکہ یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ذوی الارحام میں جو میت سے قریب تر ہو وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جزء مقدم ہوگا میراث میں ذوی الارحام
کی اقسام میں اور جزء میت کا عبارت ہے بیٹیوں کی اولاد سے اور پوتیوں کی اولاد سے خواہ مرد ہوں یا عورت اگرچہ وہ کتنے درجہ سافل ور نازل ہوں ہم تو اگر میت کی نواسی
یا پرنواسی ہو اور نانا یا نانی ہو تو نواسی یا پرنواسی میراث لے گی نانا اور نانی کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ جزء مقدم ہے اصل پر عصبات کے مانند ثم اصلہ وہم الجد الفاسد
والجدات الفاسدات وان علوا پھر اولاد میت کے بعد اصل میت کی مقدم ہے اور میت کے اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہیں اگرچہ کتنے درجہ عالی اور اونچے ہوں ہم
جد فاسد وہ ہے جس کی قرابت میت سے بواسطہ عورت کے ہو چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسدہ وہ ہے جس کی نسبت میں میت کی طرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی
ماں یا نانا کی نانی خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم میں بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کے مانند مطلقاً خواہ قرب باپ کی جہت سے ہو خواہ ماں کی جہت سے کذا فی الطحطاوی
مختصراً ثم جزء ابویہ وہم اولاد الاخوات لابوین او لاب و اولاد الاخوۃ والاخوات لام و بنات الاخوۃ لابوین او لاب وان نزلوا پھر والدین میت
کا جزء مقدم ہے یعنی سگی بہنوں یا سوتیلی بہنوں کی اولاد اور اخیافی بھائی اور بہنوں کی اولاد اور سگے بھائیوں یا سوتیلے بھائیوں کی بیٹیاں اگرچہ سافل اور نازل ہوں
ہم یہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنوں کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہوں یا عورت یعنی بھانجے اور بھانجیاں ذوی الارحام سے ہیں اور سگے یا سوتیلے
بھائیوں کی بیٹیوں کی اسواسطے تخصیص کی کہ بھتیجیاں ذوی الارحام میں داخل ہیں اور بھتیجے عصبات میں سے ہیں چنانچہ عصبات میں مذکور ہو گیا اور اخیافی
بھائی اور بہنوں کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہیں الحاصل اس قسم میں اولی بالمیراث اقرب الی المیت ہے تو بھانجی مقدم ہے بھائی کی ابن البنت سے
اور اگر درجہ میں برابر ہوں تو ولد عصبہ مقدم ہے ولد ذوی الرحم سے جیسے بھائی کی پوتی اور بہن کا نواسہ تمام مال کو بھائی کی پوتی لیگی نہ بہن کا نواسہ اسواسطے کہ پوتی ولد عصبہ
ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً ولیقدم الجد علیہم خلافاً لہما اور مقدم ہے نانا انپر یعنی اخوات کی اولاد اور بنات اخوۃ پر برخلاف صاحبین رحمہما اللہ کے امام سے دو روایتیں ہیں
ایک روایت یہ ہے کہ نانا مقدم ہے نواسی اور نواسے پر لیکن یہ روایت مشہور نہیں اور نہ اسپر فتویٰ ہے اور دوسری مشہور روایت یہ ہے کہ نانی اور نانا نواسی پر مقدم ہیں
اور نانا مقدم ہے بھانجے اور بھانجیوں اور بھتیجیوں پر اور اسی روایت پر فتویٰ ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک بھانجے اور بھانجیاں اور بھتیجیاں نانا پر مقدم ہیں
اور امام کا مذہب ذوی الارحام میں عصبات کے قیاس پر ہے اسواسطے کہ عصبات میں دادا مقدم ہے میت کے بھائیوں پر کذا فی الطحطاوی ثم جزء جدیہ او
جدتیہ پھر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے یہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے لفظ آخر المذکورات جدین سے باپ کا باپ یعنی دادا اور ماں کا باپ یعنی نانا
مراد ہے اور جدتین سے باپ کی ماں یعنی دادی اور ماں کی ماں یعنی نانی مراد ہے وہم الاخوال والخالات اور وہ ماموں اور خالہ ہیں ہم یہ لوگ ماں کے
رشتہ دار ہیں ماموں تو بھائی ہیں میت کی ماں کے اور خالہ بہنیں ہیں اسکی تو اگر ماں کے سگے بھائی بہن ہیں تو میت کے نانا کی طرف منسوب ہیں اور اگر ماں کے اخیافی
بھائی بہن ہیں تو میت کی ماں کی طرف منسوب ہیں کذا فی الطحطاوی والشریفی والاعمام لام اور اخیافی چچا ہیں یعنی میت کے باپ کے اخیافی یعنی مادری بھائی ہیں ہم
میں مادری کی قید اسواسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات میں داخل ہیں نہ ذوی الارحام میں والعمات اور پھوپھیاں ہیں یہ ذوی الارحام سے مطلقاً کیونکہ جو
یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی بہنیں ہیں باپ کی تو میت کے دادا کی طرف منسوب ہیں جانب پدری سے اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنیں ہیں تو وہ منسوب ہیں اسکی جدہ
پدری کی طرف تو قسم رابع یہ ہیں حاصل یہ ہے کہ اخوال اور خالات اور عمات اور اعمام مادری درجہ میں برابر ہیں کوئی اقرب اور ابعد نہیں اور انمیں حکم یہ ہے کہ انمیں سے جو منفرد ہوگا
مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ قرابت انکی متحد ہے یا نہیں اگر متحد ہو اسطرح کہ سبکی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری سے تو اقرب اسکے ہے

بالاجماع یعنے سگا اوسکے بعد سوتیلا اوسکے بعد اخیافی ہے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت اور اگر اقوی نہ ہون یعنی متحد و جوہ مع اتحاد القرابۃ فللذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت مختلف ہو اسطرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے ہو اور بعض کی مان کی جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیان ہین اور قرابت مادری کے واسطے ایک تہائی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا و بنات الاعمام و اولادہن ولا و ہؤلاء اور پانچوین قسم رابع چچون کی بیٹیان ہین اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی سلسلے اخوال و خالات اور اعمام اخیافی اور عمات اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع میں داخل ہین ثم عمات الاباء والامہات واخوالہم وخالاتہم واعمام الاباء لام واعمام الامہات کلہم واولاد ہؤلاء و ان بعدوا اسفل اعلی ہیر اشخاص مذکورین کیے بعد میت کے باپون اور ماؤن کی پھوپھیان اور انکے ماموں اور خالائین اور باپون کے اخیافی چچا اور ماؤن کے چچا بالکل خواہ سگے ہون یا سوتیلے یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہون وسیچے اور نیچے ہون ہم یعنے جبکہ میت کے عمات اور خالات اور اخوال اور انکی اولاد موجود نہون تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات اور اخوال اور اسکی مان کے چچا اور ماموں اور خالہ کی طرف تو اگر انمین سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لیگا بعدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص مجتمع ہونگے اور قرابت انکی متحد ہوگی تو انمین سے قوی تر مقدم ہے خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر قرابت انکی برابر ہے تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت انکی مختلف ہے تو باپ کے قرابت والون کو دو تہائیان ہین اور مان کی قرابت والون کو ایک تہائی ملیگا آخر تک پھر اگر یہ لوگ بھی نہون تو انکی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہے پھر اگر انکی اولاد بھی نہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات وغیرہم کی طرف پھر انکے بعد انکی اولاد کی طرف الیٰ غیر النہایۃ کذا فی الطحطاوی والشر نبلالی ویقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہوگا میت کا قریب تر اقسام اربعہ کی ہر قسم میں ہم قسم رابع میں یہ حکم ظاہر نہین اسواسطے کہ انمین کوئی اقرب نہین ہان انکی اولاد مین البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہ اطلاق اسی پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی واذا استووا فی الدرجۃ واتحدت الجہۃ قدم ولد الوارث اور جبکہ ذوی الارحام درجے مین برابر ہون اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث کی اولاد پر ہم ولد وارث سے مراد صنف اول مین صاحب فرض کی اولاد ہے اور صنف ثالث مین عصبہ کی اولاد مراد ہے اور صنف ثانی اور رابع مین یہ نہین ہوتا ہان انکی اولاد مین تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فلقرابۃ الاب الثلثان ولقرابۃ الام الثلث اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والون کے واسطے دو تہائیان ہین متروکہ میت کی اور مان کی قرابت والون کے واسطے ایک تہائی ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع میں اور انکی اولاد مین ہوتی ہے نہ اول اور ثالث مین وعند الاستواء فان اتفقت صفۃ الاصول فی الذکورۃ والانوثۃ اعتبر ابدان الفروع اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کے وقت اگر انکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے مین یکسان و متفق ہو فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد کے ہم درصورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو سب کا حصہ برابر ہے اور اگر مختلط ہون تو للذکر مثل حظ الانثیین تو نانی دو ثلث پاویگا اور نانی ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت و ابن بنت بنت اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول بطن اختلف بالذکورۃ والانوثۃ وہو ہہنا البطن الثانی وہو ابن بنت و بنت بنت فمحمد اعتبر صفۃ الاصول فی البطن الثانی فی مسئلتنا فقسم علیہم اثلاثا واعطی کلا من الفروع نصیب اصلہ فیعطی الذکور ثلثا لبنت ابن البنت نصیب ابیہا وثلثہ لابن بنت البنت لانہ نصیب امہ ومثلہ فی السراجیۃ وشرحہا اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول کی صفت مین چنانچہ نانی کی بیٹی اور نانی کا بیٹا تو اسمین محمد رحمہ نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو قسمت کیا ہے پس اول بطن پر جسمین اختلاف ہوا ذکورت اور انوثت کا اور وہ اختلاف اس مقام کی مثال مین بطن ثانی مین پڑا ہے یعنے نانی اور نانا مین تو محمد رحمہ نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے بطن ثانی مین ہمارے مفروض مسئلہ مین تو انہر مال کو تین حصے کرکے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اسکی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب مال کی دو تہائیان نانی کی بیٹی کی ہونگی چونکہ باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی نانی کا بیٹا پاویگا اسواسطے کہ تہائی اسکی مان کا حصہ ہے اور اسکا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اسکی

شرحون میں ہے یعنے بیان نہایت مختصر مذکور ہوا ہے جبکہ اصول میں اختلاف ہو ذکورت اور انوثت کا تو ابو یوسف نے یہاں بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہے اور اختلاف اصول کا
کا کچھ اعتبار نہیں کیا اور محمد نے اعلاے بطن مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہے اور ہر اصل کا حصہ اسکی فرع کے واسطے مقرر کیا ہے تو ان کی صورت مذکورہ میں ابو یوسف کے نزدیک
مال کی تین تہائیاں ہو کر دو تہائیاں نانی کا بیٹا پاویگا اور ایک تہائی نانی کی بیٹی پاویگی برعکس قول محمد رحمہ کا اور تعدد اختلاف بطون کی تفصیل محمد کے مذہب کے موافق اور
ذوی الارحام کے اصناف اربعہ کے احکام جو تاتارخانیہ الطحطاوی اور شروح سراجیہ میں مذکور ہیں خوف تطویل کے سبب مترجم انکے ترجمہ کرنے سے معذور ہے فمن شاء الاستقصار فلیرجع الیہا
وبیا اعتبر الفروع فقط اور ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہے اور اصول کا کچھ بیان ضمیر کا مرجع مقدم مذکور نہیں ہوا کہ مرجع ضمیر کا سراج الدین کے کلام میں
مذکور ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول محمد اشہر الروایتین عن ابی حنیفۃ رحمہ فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتوی کذا فی شرح السراجیۃ لمصنفہا لیکن محمد کا قول مشہور تر
ان دو روایتوں میں سے ہے جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہیں تمام ذوی الارحام میں اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا مذکور ہے سراجیہ کے مصنف کی شرح میں ہم وکذا فی العالمگیریۃ عن الکافی
اور یہی عالمگیری میں ہے کہ امام اسبیجابی کی مبسوط میں مذکور ہے کہ ابو یوسف کا قول صحیح تر ہے کیونکہ وہ آسان تر ہے اور صاحب محیط نے کہا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف رحمہ
کا قول لیا ہے اس قسم کے مسائل میں وطحطاوی میں ہے کہ مشائخ بخارا اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے وفی الملتقی وبقول محمد یفتی سئلت عمن
ترک بنت شقیقۃ وابن وبنت شقیقۃ کیف تقسم فاجبت بانہم قد شرطوا عدد الفروع فی الاصول فحینئذ التقسیم التثنیۃ للشقیقتین فیقسم المال
بینہما نصفین ثم یقسم نصف الشقیقۃ بین اولادہا اثلاثا اور ملتقی میں ہے کہ محمد رحمہ کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے جیسے سوال ہوا اس میت کا مسئلہ جس نے اپنی سگی
بہائی کی بیٹی اور سگی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اسکا ترکہ کیونکر تقسیم ہوگا تو میں نے جواب دیا اس طرح کہ فقہا نے شمار فروع کا اصول
میں شرط کیا ہے یعنے اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دینگے تو اس وقت میں سگی بہن دو سگی بہنوں کے مانند ہوجاویگی یعنے اس واسطے کہ اسکی دو فرع
میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو مال بعد ترکہ میت کے سگے بہائی اور سگی بہن جو بمنزلہ دو بہنوں کے ہوگی انہما نصف تقسیم ہوگا پھر سگی بہن کا نصف اسکی
اولاد میں تین تہائیاں ہو کر مقسوم ہوگا ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ محمد کے قول پر انکا مذہب یہ ہے کہ اگر فروع میں تعدد نہیں ہے تو فروع میں اصول کی ذکورت اور انوثت کا
اعتبار کرتے ہیں اور اگر فروع میں تعدد ہو جیسے ایک اصل کی دو فرع مذکر ہوں اور دوسری اصل کی دو فرع مونث ہوں اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع
ہو تو یہاں اصل کی صفت اور فرع میں جمع کرینگے تو اصل کو متعدد قرار دینگے فرع کے تعدد کے سبب سے لیکن فرع کا وصف یعنے ذکورت اور انوثت کا اصل میں
اعتبار نہ کرینگے تو بنا بر اس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ میں سگی بہن کے دو فرع ہیں لہذا اسکی بہن کو بمنزلہ دو بہنوں کے قرار دیا اور بعد ترکہ نصف سگے بہائی
کو ملا اور نصف سگی بہن کو پھر سگی بہن کے نصف کی تین تہائیاں کر کے اسکی اولاد میں تقسیم کی دو تہائیاں بیٹا لیگا اور ایک تہائی بیٹی کذا فی الطحطاوی ملتقطا من الموضعین
فصل فی الغرقی والحرقی ہ یعنے یہ فصل ہے ڈوبنے والوں اور جلنے والوں وغیرہم کے احکام میں ہم غرقی جمع غریق کی اور حرقی جمع
حریق کی ہے جیسے قتلی جمع قتیل کی مراد انسے وہ لوگ ہیں جو مر گئے اور یہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا جیسے ایک کشتی کے لوگ ساتھ ہی ڈوب گئے یا ایک گھر
کے لوگ ساتھ ہی جل گئے یا انپر دیوار یا چھت گر پڑی یا معرکہ میں مقتول ہوئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہیں تو یہ قرار دیا جاویگا کہ گویا وہ ساتھ
ایک ہی آن میں مرگئے لا توارث بین الغرقی والحرقی الا اذا علم ترتیب الموتی فیرث المتاخر اور ڈوبنے اور جلنے والوں میں باہم وارث ہونا نہیں ہے یعنے ایک
غریق دوسرے غریق کا وارث نہ ہوگا مگر جبکہ تقدم اور تاخر مردوں کا معلوم ہو جاوے اس طرح پر کہ تعیین کے بعد شبہہ واقع نہ ہو تو اب پچھلا مردہ وارث ہوگا پہلے مرنے کا
ہم غرقی اور انکے امثال کی پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ انمیں سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اسکا حکم صریح ہے کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت
یہ ہے کہ میت سابق علی التعیین پہلے تو معلوم تھا پھر اسمیں شبہہ پڑ گیا اسکا حکم یہ ہے کہ اسکی میراث موقوف رہیگی تاوقتیکہ شبہہ زائل ہو کر یقین حاصل ہو یا وارث باہم صلح
کرلیں اسواسطے کہ یاد آجانے سے مایوسی نہیں ہے تیسری صورت یہ ہے کہ میت سابق بلا تعیین معلوم ہو چوتھی صورت یہ ہے کہ سبکی موت ساتھ ہی ہو پانچویں صورت یہ ہے کہ

سبقت اور میت کچھ معلوم نہو تو ان پچھلی تین صورتوں میں ایک دوسرے کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن مجمع زادہ محشی الشریفی فلو جہل عینہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم
نرہے مجہول ہو جاوے یعنے اسکی تعیین کے بعد التباس و اشتباہ واقع ہو اسکی ذات میں اور یہ دوسری صورت ہے منجملہ پانچ صورتوں کے جو مذکور ہو چکیں کذا فی الطحطاوی اعطے کل یقین
و وقف المشکوک فیہ حتی یتبین او یصطلحوا شرح المجمع تو دیا جاوے ہر ایک کو یقین کے ساتھ اور جس میں شک پڑے وہ موقوف رہے یہانتک کہ صاف ظاہر ہو جاوے یعنے یاد پڑ جاوے
اشتباہ کے بعد یا کہ وارثان باہم صلح کر لیں کذا فی الشرح المجمع قلت واقرہ المصنف لکن نقل شیخنا عن ضوء السراج معزیا لمحمد انہ لو مات احدہما ولم یدر ایہما ہو جعل کانہما
ماتا معا لتحقق التعارض بینہما وہو مخالف لما فی شرح المجمع میں کہتا ہوں اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن ہمارے استاد نے ضوء السراج سے منسوب
بمحمد اس قول کو نقل کیا ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص اول مر گیا اور یہ معلوم نہیں کہ دو شخصوں میں کون شخص پہلے مرا تو یہ ٹھہرایا جاویگا کہ گویا دونوں ساتھ ہی مر گئے بثبوت تعارض
کی وجہ سے دونوں میں اور یہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول کے جو گذر گیا تو اسکو جواب یہ ہے کہ ضوء السراج میں صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور شرح مجمع سے مراد صورت ثانیہ ہے تو تنافی اور
تعارض دفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی یعنے صورت ثالثہ میں میت سابق کا علم بلا تعیین ہے اور صورت ثانیہ میں علم علی التعیین ہے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اب تخالف قولین باقی نرہا
واذا لم یعلم ترتیبہم یقسم مال کل منہم علی ورثتہ الاحیاء ولا توارث بالشک اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہو تو ہر ایک میت کا مال ان کے زندہ وارثوں
پر تقسیم کیا جاوے اس واسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہیں شک کے سبب سے یعنے استحقاق میراث کے سبب میں یہاں شک واقع ہے کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسرے
کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہیں اور جبتک سبب یقینی نہیں استحقاق میراث کا متحقق نہیں اس واسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے متصور نہیں کذا فی الطحطاوی فرائض
شریفی میں ہے کہ صدیق اکبر نے اہل یمامہ کے مقتولین میں اسیطرح کا حکم کیا یعنے زندوں کو مردوں کی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہیں دی اور جبکہ عمواس میں
وبا سے لوگ مر گئے تو عمر فاروق نے اسی طرح حکم کیا اور علی مرتضی نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین میں یہی حکم جاری فرمایا انتہی ویرث الکافر بالنسب والسبب کالمسلم
اور کافر وارث ہوتا ہے نسب کی جہت سے مسلمان کے مانند یعنے کافر پر میراث مسلمین کے احکام جاری ہونگے فرض اور عصوبت اور حجب کے طریق سے جبکہ کفار احکام مسلمین کی طرف
مرافعہ کریں اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی ولو اجتمع فی الکافر قرابتان لو تفرقتا فی شخصین حجبت احدہما الاخری فانہ یرث بالحاجب اور اگر کافر میں
ایسی قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ قرابتیں دو شخصوں میں جدا جدا ہوتیں تو ایک شخص دوسرے کا حاجب ہوتا تو وارث ہوگا حاجب قرابت کی جہت سے جیسے مجوسی نے اپنی ماں
سے نکاح کیا اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ بیٹی اس مجوسی کی اخیافی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی وارث ہوگی بیٹی ہونے کی جہت سے
اور محجوب نہوگی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے وان لم یحجب احدہما الاخری یرث بالقرابتین عندنا کما قدمناہ اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہو تو کافر
وارث ہوگا دونوں قرابتوں کی جہت سے ہم حنفیوں کے نزدیک چنانچہ ہمنے اسکو آگے ذکر کر دیا ہے باب عول سے پہلے صورت اسکی یہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا
اس سے فرزند پیدا ہوا تو یہ عورت اسکی ماں ہے اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونوں جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو ماں ہونے کی راہ سے تہائی ترکہ پاویگی اور بہن
ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لیگی ولا یرثون بانکحۃ مستحلۃ عندہم ای یستحلونہا کتزوج مجوسی امہ لان النکاح الفاسد لا یوجب التوارث
بین المسلمین فلا یوجبہ بین المجوس کذا فی الجوہرۃ قال وکل نکاح لو اسلما یقران علیہ یتوارثان والا فلا انتہی وصححہ فی الظہیریۃ اور کفار
وارث نہیں ہوتے من حیث الزوجیۃ ان نکاحوں کی جہت سے جو انکے نزدیک حلال ہیں یعنے جن نکاحوں کو وہ حلال جانتے ہیں جیسے مجوسی کا نکاح کرنا
اپنی ماں سے اس واسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہیں تو اسی طرح مجوس میں بھی باہم میراث کا موجب نہوگا کذا فی الجوہرۃ اسکے مصنف نے کہا
کہ کافروں میں جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہوں تو اسی نکاح پر ثابت رکھے جاویں تو باہم وارث ہونگے اور جس نکاح پر بعد اسلام کے ثابت نرکھے جاویں
تو باہم وارث نہونگے انتہی ما فی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ظہیریہ میں ویرث ولد الزنا واللعان بجہۃ الام فقط لما قدمناہ فی العصبات انہ لا اب
لہما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی ماں کی جہت سے وارث ہوگا اس واسطے کہ ہمنے عصبات کے بیان میں ذکر کر دیا ہے کہ

کہ ان دونون کا باپ نہین یعنے احکام شرعی مین نہ واقع مین ہم تو اگر ولد الزنا کا اخیافی بھائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہ بھائی اسکا عصبہ نہ ہوگا بلکہ مادری بھائی کی میراث سے گا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اسکی مان سے گی فرضًا اور ردًّا اور اگر مان نہو تو مان کے ذوی الارحام وارث اسکے ہونگے کذا فی الطحطاوی و وقف للحمل حظ ابن واحد او بنت واحدۃ ایہما کان اکثر وعلیہ الفتوی لانہ الغالب ویکفلون احتیاطًا اور انتظار کیا جاے حمل کے واسطے ابن واحد یا بنت واحدہ کا حصہ نہین سے جسکا حصہ زیادہ محتمل ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہی اسواسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہی اور وارثون سے اسقدر حصے کا ضامن لیا جاے احتیاط کی راہ سے یعنے قاضی ضامنی لے تاکہ وارث اسکو صرف نہ کرڈالین ہم امام اعظم کے نزدیک حمل کے واسطے چار بیٹیون کا حصہ اور محمد کے نزدیک تین بیٹون کا حصہ اٹھا رکھا جاے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول صحیح اور مفتی بہ ہی اسواسطے کہ غالب عادت یہی ہی کہ بطن واحد مین نہین پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر یہی ہوگا جب تک اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیہ وشرحہا للسید کما لو ترک ابوین وبنتا وزوجۃ حبلی فان المسئلۃ من اربعۃ وعشرین ان فرض الحمل ذکرا وتعول لسبعۃ وعشرین ان فرض انثی لان للبنتین الثلثین چنانچہ اگر مردنے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے اگر پیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجیے اور ۲۴ بیس عول کرینگے ۲۷ کی طرف اگر اسکو عورت فرض کیجیے اسواسطے کہ دو بیٹیون کے واسطے دو تہائیان فرض ہین ہم ۲۴ سے اسواسطے مسئلہ ٹھہرا کہ ثمن زوجہ کا والدین کے سدسین کیساتھ فقط ملا ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہین ۲۴ سے اور والدین کا حصہ آٹھ سہم ہین چار مان کے چار باپ کے باقی رہے تیرہ وہ بھائی بہن کے بین للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۷۲ سے اور اگر بچہ عورت ہو تو دونون بیٹیون کو ۱۶ اسلئے چاہیین اسلیے مسئلے عول کریگا ۲۷ کے طرف قلت ہذا مبنی علی کون الحمل من المیت والا فنامثلہ کثیرۃ مین کہتا ہون یہ مثال اس تقدیر پر ہی جبکہ حمل میت سے ہو اور اگر حمل غیر میت سے ہو تو اسکی مثالین بہت کثرت سے ہین ہم مثل انکے ہم ذکر کرتے ہین یہ مثال کی شارح کی عبارت اسکی موہم ہی کہ جس تقدیر پر حمل میت سے ہی تو اسکی یہی مثال خاص ہی جسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہین ہی کذا فی الطحطاوی کما لو ترکت زوجا وامّا حبلی فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس لانہ عصبۃ فیقدر انثی لیفرض لہ النصف وتعول لثمانیۃ کما لا یخفی چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی مان حاملہ کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہی اور مان کا حصہ تہائی ہی اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس حصہ ہی اسواسطے کہ وہ عصبہ ہی باقی مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ وہ بہن ہو اور اسکے واسطے نصف مقرر کہ مقرر ہو اور عول کریگا یہ مسئلہ آٹھ کی طرف چنانچہ مخفی نہین ہی ہم یہ مسئلہ چھ سے ہی نصف اور ثلث کے جمع ہوجانے سے اور عول کریگا آٹھ کی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار ما لو کان علی احد التقدیرین یرث وعلی الاخر لا کہم واخرین لام فان قدر ذکرا لم یبق لہ شیء فینبغی ان یقدر انثی وتعول لتسعۃ احتیاطا مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکھا اس مسئلہ کا حکم کہ اگر پیٹ کا بچہ ایک تقدیر پر وارث ہوا اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بھائی یعنے ایک عورت مرگئی زوج اور حاملہ مان اور دو اخیافی بھائیون کو چھوڑ کر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجیے تو اسکے واسطے کچھ باقی نرہیگا تو لائق یقینا یہ ہی کہ اسکو عورت فرض کیجیے احتیاط کی راہ سے اور عول کریگا مسئلہ نو کی طرف ہم یہ مسئلہ و بیانیہ کے اس بیت کا ہی جو ابھی اسکے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے مین اسواسطے حمل کے واسطے کچھ باقی نرہیگا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہی اور مان کا سدس ہی اور اخیافی بھائیون کا ثلث ہی پھر چونکہ ترکہ مستغرق بالفروض ہوگیا تو بھائی جو عصبہ ہی ساقط ہوگیا اور حمل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہی بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول کریگا نو کی طرف نصف زوج کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس مان کا اور ثلث اخیافی بھائیون کا تو حمل کے واسطے تین سہم انتظار رکھینگے نو مین سے کذا فی الطحطاوی بتصرف وفی الوہبانیۃ قال ومن حاملہ ان تات بابن یحرم ان ولدت بنتا لہا الثلث یؤثر اور وہبانیہ مین کہا او رحاملہ اگر لڑکا جنے تو وہ لڑکا وارث نہو اور اگر لڑکی جنے تو اسکے واسطے تہائی مقرر ہی ہم یہ وہ مسئلہ ہی جسکو شارح نے

ابھی مذکور کیا ثلث بنصف حاصل ہی اسواسطے کہ تین تہائی ہی نوکی کذا فی الطحطاوی

فصل فی المناسخات یہ فصل ہی مناسخات مین ہم مناسخہ لغت مین عبارت ہی ازالہ اور تغیر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فرائض مین مناسخہ یہ ہی کہ بعض یا کل وارثون کے سہام انکے پچھلون کی طرف منتقل ہوجاوین بوجہ استحقاق یعنے ورثہ کے وارثون کو مل جاوین کذا فی الطحطاوی

یعنے ترکہ ہنوز قسمت نہوا تھا کہ وارث مرگیا تو اسکے حصے کو اسکے وارثون کی طرف نقل کرنا اسی کا نام مناسخہ ہے مات بعض الورثۃ قبل القسمۃ للترکۃ صحح المسئلۃ الاولی واعطیت سہام کل وارث یعنے جب وارث مرگیا ترکہ قسمت ہونے سے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی اور ہر وارث کے سہام اسکو دیے جاوینگے تصحیح مسئلہ اس سے عبارت ہے کہ سہام ایسے عدد سے دیئے جاوین کہ جسمین کسر واقع نہو کذا فی الشریفی اور تصحیح مسائل کے ساتھ تمام اسکے بین الکلام ہوینگے ثم الثانیۃ پھر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی یعنے پہلے مسئلہ کے بعد اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے مافی الید مین نظر کینگے تو یہ نظر تین حال سے خالی نہین یا دونون مافی الید مین تماثلت ہوگی یا موافقت یا مباینت انکی مثالین آگے معلوم ہونگی الا اذا اتحدا وارثان والقسمۃ بین الاخرین فقط فانہ لا احتیاج فی ثم مگر جبکہ دونون مسئلون کی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچھ حاجت نہین جیسے ایک شخص مرگیا دس بیٹے چھوڑکر پھر انکے بعد انمین سے ایک بیٹا مرگیا نو بھائی چھوڑکر ہم دس بھائی سگے ہون یا سوتیلے تمام سے وکہ نو بھائیون پر تقسیم ہوگا ایک ہی بار گویا کہ میت ثانی موجود ہی نہ تھا اسواسطے کہ اگر اول دس حصے کیجیے پھر ایک کا حصہ نو کو دیجیے تو تطویل بلا طائل ہے فان انقسم نصیب المیت الثانی علی ترکتہ فبھا ونعمت پھر مسئلہ ثانیہ اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہوگیا اسکے ترکہ پر یعنے اسکے وارثون پر بلا کسر مقسوم ہوگیا تو بہت خوب اور بہتر ہوا ہم اور ہم ایک مثال مذکور کرتے ہین جسمین احوال ثلثہ یعنے استقامت اور توافق اور تباین مجتمع ہوونگے یہ ہے کہ ایک عورت نے زوج اور بیٹی اور مان کو چھوڑکر مرگئی پھر زوج قبل از قسمت مترو کہ ایک زوجہ اور والدین کو چھوڑکر مرگیا پھر بیٹی دو ابن اور ایک بنت اور اس جدہ کو چھوڑکر مرگئی جو میت اول کی مان ہے پھر وہ جدہ یعنے نانی زوج اور دو عصبا بہون کو چھوڑکر مرگئی تو میت ثانی استقامت کی مثال ہے اور میت ثالث موافقت کی مثال ہے اور میت رابع مباینت کی مثال ہے پھر جب عمل مذکور کا ارادہ کیا تو پہلے میت اول کا مسئلہ تصحیح کیا اور ہر وارث کو اسکے سہام دیئے پھر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت ثانی اور اسکی تصحیح مین تامل کیا تو مسئلہ اولے کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور ربع اور سدس کے اجتماع سے اور اس مسئلے مین رد فرض کرنا ہوگا زوج کے تین سہم اور بنت کے چھ اور مان کے دو ایک سہم باقی رہا اسکو بیٹی اور مان پر انکے سہام کے رد کیا تو اب اس عمل کی حاجت پڑی جو رد فرائض مین سابق مذکور ہو چکا سو اس مسئلہ مین من یرد علیہ کے دو جنسون کے ساتھ من لا یرد علیہ جمع ہوا یعنے بنت اور ام کے ساتھ زوج مجتمع ہے تو زوج کا حصہ اقل مخارج سے یعنے چار سے دیا اور مسئلہ من یرد علیہ بھی چار ہے اسواسطے کہ اگر بنت فرض نظر کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے نصف اسکا تین سو بنت کا فرض ہے اور سدس اسکا ایک ہے سو ام کا حصہ ہے تو من یرد علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور ربع اقل المخارج زوج کے جو تین باقی رہے وہ من یرد علیہ کے مسئلہ پر مستقیم نہین تو من یرد علیہ کے مسئلہ کی یعنے چار کے ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لا یرد علیہ کے فرض کے مخرج مین اور وہ مخرج بھی چار ہے تو چار کو چار مین ضرب کرنے سے ۱۶ حاصل ہوئے تو زوج کا حصہ ایک تھا چار سے جب اسکو مسئلہ من یرد علیہ مین یعنے چار مین ضرب کیا تو چار ہی ہوئے اور من یرد علیہ کا حصہ مخرج فرض سے جو باقی مین ضرب کیا گیا تو مان کا حصہ ایک تھا چار سے جب اسکو تین مین جو باقی ہے مخرج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل ہوئے اور بیٹی کا حصہ تین تھا جب اسکو تین مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوج کو چار سہم حاصل ہوئے اور مان کو تین اور بیٹی کو نو پھر جب میت ثانی کے مسئلے کی تصحیح کی یعنے زوج کی تو چار سہم سے اسکی تصحیح پائی اسواسطے کہ اسکی زوجہ کا ربع ہے اور اسکی مان کا حصہ باقی مال کی تہائی ہے اور اسکے باپ کا حصہ دو تہائیان پھر جب نے زوج کی مافی الید سہام مین نظر کی تو چار سہام پائے سو اسکے وارثون پر بلا کسر مستقیم ہین انمین سے زوجہ کا ایک سہم اور مان کا ثلث باقی یعنے ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنے دو سہم تو اس تصحیح مین ضرب کرنے کی حاجت نہ پڑے اور پہلا مسئلہ اور دوسرا سولہ سے تصحیح ہوگیا کذا فی الطحطاوی والشریفی وان لم ینقسم فان کان بین سہامہ ومسئلتہ موافقۃ ضرب وفق التصحیح فی کل التصحیح الاول اور اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم نہو اسکے وارثون پر سو اگر میت ثانی کے سہام مین اور اسکے مسئلے مین موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول کے سہام میں تو ضرب کریگا جس مثال اسکی وہ میت ہے صورت مذکورہ مین جو کہ دو ابن اور ایک بنت اور ایک جدہ چھوڑکر مرگئی تو یہ مسئلہ چھ سے ہے جدہ کا ایک سدس ہے

الا زوجہ مع دون کا ... مسئلہ ... حاصل ... اول ... (حاشیہ)

یعنے ایک سہم اور باقی پانچ رہے سو پانچ رؤس کے ہیں یعنے چار سہم دو بیٹوں کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی انکے ما فی الید میں جو نو ہیں اور انکے مسئلے میں جو پانچ ہیں تو باہم تباین ہوا
بالثلث یا بالی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہے تو اسکو ضرب کیا تصحیح اول میں جو سولہ ہیں تو حاصل ہوئے ۳۲ جیسے سہام سولہ سے تھے یعنے میت اول کے ورثہ کے سو وہ لیگا دو میں
ضرب کر کے اسواسطے کہ وہ وفق ہے میت اول کے مسئلے کا اور جیسے سہام چھ سے ہیں یعنے میت ثانی کے ورثہ کے تو وہ لیگا تین میں ضرب کر کے اسواسطے کہ تین میت ثانی کے ما فی الید
کا وفق ہے سو میت اول کی ماں کے تین سہم تھے سولہ سے جب انکو دو میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو یہ ماں کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے سولہ سے انکو دو میں ضرب
کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ زوج کا حصہ ہوا اور یہ آٹھ کی تقسیم زوج کے وارثوں پر بھی مستقیم ہے اسمیں سے زوجہ کے دو سہم اور اسکے باپ کے چار سہم اور اسکی ماں کے دو سہم اور
میت ثانی کے مسئلے سے جدہ کا ایک سہم تھا اسکو تین میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھے انکو تین میں ضرب کیا ۱۵ حاصل ہوئے انمیں سے
ہر پسر کا حصہ چھ ہوا اور بیٹی کا تین تو ۳۲ کی تقسیم صحیح ہو گئی کذا فی الطحطاوی والشریفی ملتقطا والا لکن بینہما موافقۃ بل مباینۃ ضرب کل الثانی فی کل الاول
یحصل مخرج المسئلتین اور اگر میت ثانی کے سہام میں اور اسکے مسئلے میں موافقت نہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کریگا تو جمیع تصحیح ثانی کو تمام تصحیح
اول میں حاصل ہوگا دونوں مسئلوں کا مخرج یعنے علے تقدیر الموافقۃ وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے اور علے تقدیر المباینۃ کل تصحیح ثانی کی ضرب سے تصحیح اول
میں موافقت اور مباینت کے دونوں مسئلوں کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکورہ میں وہ جدہ ہے جو زوج اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر مر گئی اور اسکے ہاتھ
میں نو سہم میں چھ سہم اسنے اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہے پائے اور تین سہم اپنی ماں سے جو میت ثالث ہے پائے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور مسئلہ جدہ کی تصحیح چار
سے ہے اسواسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل مسئلہ ہوا دو سے اسکا نصف زوج کو دیا یعنے ایک دو سے تو باقی رہا ایک وہ دو بھائیوں پر قسمت نہیں ہو سکتا اور مباینت
کی وجہ سے تو بھائیوں کے رؤس کو اصل مسئلے میں یعنے دو میں ضرب کیا حاصل ہوئے چار انمیں سے زوج کے دو سہم اور ہر بھائی کا ایک سہم اور جدہ کے ہاتھ میں نو سہم
ہیں اور نو میں اور چار میں مباینت ہے تو تصحیح ثانی یعنے چار کو تصحیح اول یعنے ۳۲ میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۱۲۸ تو جسکا حصہ ۳۲ میں تھا وہ حصہ چار میں یعنے مسئلہ جدہ میں
ضرب کیا جائیگا اور جسکا حصہ چار میں ہے وہ جدہ کی ما فی الید یعنے نو میں ضرب کیا جائیگا سو میت ثانی جو زوج ہے میت اول کا اسکی دوسری زوجہ کا حصہ دو تھا
۳۲ سے اسکو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب اسکا یہ حصہ ہوا اور میت ثانی کی ماں کا بھی حصہ دو تھا اسکو بھی چار میں ضرب کیا آٹھ ہوئے یہ اسکی ماں کا حصہ ٹھہرا اور
میت ثانی کے والد کے سہام چار تھے جب انکو چار میں ضرب کیا سولہ حاصل ہوئے یہ والد کا حصہ ہوا اور میت ثالث یعنے میت اول کی بنت کے دونوں فرزندوں
کا حصہ چھ تھا ۳۲ سے چار میں ضرب کیا چوبیس حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تھا اسکو چار میں ضرب کیا بارہ حاصل
ہوئے یہ اسکا حصہ ہوا اور میت رابع یعنے جدہ مذکورہ کے زوج کا حصہ دو سہم تھے چار سے جب انکو ضرب کیا جدہ کے ما فی الید یعنے نو سے تو اٹھارہ حاصل ہوئے
یہ اسکا حصہ ہوا اور جدہ کے ہر بھائی کا ایک سہم تھا اسکو بھی نو میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بھائی کا حصہ تو نو سہم کا ہوا کذا فی الشرح یعنے الطحطاوی
ثانیا فتضرب سہام ورثۃ المیت الاول فی المضروب ای فی التصحیح الثانی او فی وفقہ جیسا اول مخرج حاصل ہو چکے تو ورثہ میت اول کے سہام
ضرب کرنے تو مضروب میں یعنے تصحیح ثانی میں مباینت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق میں موافقت کی تقدیر پر ہم تو ہر وارث کے سہام کے ضرب کرنے سے
اس مضروب میں ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا بطریق ضرب مذکور سے مفصل مذکور ہو گیا امثلہ سابقہ میں و سہام
ورثۃ المیت الثانی فی کل ما فی یدہ او فی وفقہ من التصحیح الاول اور میت ثانی کے وارثوں کے سہام کو ضرب کرے میت ثانی کے تمام ما فی الید میں
علے تقدیر المباینۃ یا تصحیح اول کے وفق میں ضرب کرے علے تقدیر الموافقۃ ہم تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سے حاصل ہوگا کما فصلنا سابقا وان
کان فیہم من یرث من المیتین فنصیبہ من الاول فی الثانی او وفقہ ونصیبہ من الثانی فیما فی ید المیت الثانی او وفقہ اور اگر
وارثوں میں وہ وارث موجود ہو جو دونوں میت سے میراث پاتا ہے تو اسکے حصے کو اول سے ضرب کرے تو ثانی میں اگر مباینت ہو یا اسکے وفق میں اگر موافقت ہو

مثال مناسخہ

میت اول

۱۲۸
۳۲
۱۶

مسئلہ ۱۶

ام	بنت	زوج
زہرا	صالحہ	حامد
۳	۹	۴

میت دوم

مسئلہ ۶ مستقیم ما فی الید

اخت	ام	زوجہ
خالد	راضیہ	شاکرہ

میت سوم

مسئلہ ۶ توافق بالثلث ما فی الید

بنت	ابن	ابن
زہرا	صابرہ	عمرو	زید

میت چہارم

مسئلہ ۴ تباین ما فی الید ۹

اخ	اخ	زوج
خورشید	کوکب	قمر

المبلغ ۱۲۸

الاحیاء

خالد	راضیہ	شاکرہ
۱۶	۸	۸
صابرہ	عمرو	زید
۱۲	۲۴	۲۴
خورشید	کوکب	قمر
۹	۹	۱۸

اور ضرب کرے تو اسکے حصے کو ثانی سے میت ثانی کی مافی الید میں اگر مباینت ہو یا اسکے وفق میں اگر موافقت ہو پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا ایک بیٹا چھوڑ کے ایک
عورت سے اور تین بیٹیاں چھوڑ کے دوسری عورت سے پھر ایک بیٹی مرگئی دو سگی بہنیں اور ایک سوتیلا بھائی چھوڑ کر تو پہلا مسئلہ پانچ سے ہوا اور دوسرا تین سے اور میت ثانی
کے ہاتھ میں ایک ہے اور ایک میں اور تین میں مباینت ہے تو تین کو پانچ میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے تو پھر اس کا اول سے ایک سہم ہے اسکو مسئلہ ثانیہ میں ضرب کیا یعنی تین
تو تین ہی حاصل ہوئے اور دو سگی بہنوں کے دو سہم تھے انکو ایک میں ضرب کیا دو ہی حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سہم تھا اسکو ایک میں ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا
اور دوسری صورت کی یہ مثال ہے کہ ایک شخص مرگیا زوجہ اور بیٹی اور باپ کو چھوڑ کر پھر بیٹی مرگئی اپنی ماں اور دادا کو چھوڑ کر اور اسکی ماں اور دادا میت اول کے بھی وارث
میں تو میت اول کی تصحیح ۲۴ سے ہے اسواسطے کہ ثمن بارہ ہے سدس سے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ ہونے کی وجہ سے تو بیٹی کے
بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جب بیٹی مرگئی اپنی ماں اور دادا کو چھوڑ کر تو اسکا مسئلہ ہوگا تین سے اور اسکے ہاتھ میں بارہ سہم ہیں اور بارہ اور تین میں موافقت بالثلث
ہے تو ایک کو جو تصحیح کا وفق ہے ۲۴ میں ضرب کر تو ۲۴ ہی حاصل ہونگے تو جسکا حصہ مسئلہ اولی میں ہے وہ اپنا حصہ لیگا ایک میں ضرب کرکے جو تصحیح کا وفق ہے اور جسکا حصہ مسئلہ ثانیہ میں ہے وہ اپنا
حصہ لیگا چار میں ضرب کرکے اسواسطے کہ چار وفق ہے میت ثانی کی مافی الید کا یعنی بارہ کا تو مسئلہ اولی میں زوجہ کے تین تھے انکو ایک میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے
نو تھے انکو بھی ایک میں ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ میں ماں کا ایک سہم تھا منجملہ تین سہم کے اسکو چار میں ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے تین سے
انکو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ اسکا حصہ ٹھہرا کذا فی الطحطاوی ولو مات ثالث قبل القسمۃ جعل المبلغ الثانی مقام الاولی وجعل الثالثۃ مقام
الثانیۃ فی العمل وہکذا الکلمات واحد بقیمۃ مقام الثانیۃ والمبلغ الذے قبلہ مقام الاولی الی مالا یتناہی اور اگر وارثوں میں سے تیسرا میت مرگیا قسمت سے پہلے
تو مبلغ ثانی مسئلہ اولی کے مقام پر ٹھہرایا جائے اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جائے عمل کرنے میں اور اسی طرح جب ایک اور وارث مرے تو اسکو مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قائم کرے
جو مبلغ کہ اسکے پہلے حاصل ہوچکا ہے اسکو مسئلہ اولی کے مقام پر قائم کرتا جائے مراتب غیر متناہی تک یعنی اگر تین اموات کی موت قبل القسمۃ ہے تو مبلغ کہ تصحیح مسئلہ اولی اور ثانیہ سے حاصل ہوا ہے وہ
بجائے تصحیح مسئلہ اولی کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہے وہ بجائے تصحیح مسئلہ ثانیہ کے ہوگا عمل میں گویا کہ میت اول و ثانی ایک ہی میت ہوگئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا پھر
اسی طرح میت رابع اور خامس میں الی غیر النہایۃ عمل کرنا چاہیے اسواسطے کہ جب میت اول و ثانی و ثالث کی ایک ہی تصحیح ہوگئی تینوں کے ایک ہوگئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا
اور اسی طرح جب اموات اربعہ کی تصحیح ایک ہوگئی چاروں مرے میت رابع ٹھہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا و علی ہذا القیاس الی مالا یتناہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسخات کا
میراث کے مرتبہ واحدہ میں ہو یا مراتب متعددہ میں ہو عمل میں کچھ فرق نہیں ہے صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہے جو مذکور ہوچکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا و ہذا علم العمل فلا تغفل اور
یہ جو مذکور ہوا علم ہے عمل کرنے کا سو اسمیں غفلت نکیجیو ہم شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہیں ہے اسمیں ہوشیاری اور بیداری لازم ہے اسواسطے کہ یہ دقیق
ہے اور تامل اور فکر کی اسمیں بہت حاجت ہے کذا فی الطحطاوی

باب المخارج

یہ باب ہے مخارج میں ہم مخارج جمع ہے مخرج کی یعنی جائے خروج فروض سے اب ان قاعدوں کا بیان شروع ہوا جنکی قسمت فروض میں حاجت ہے اور چونکہ سب فروض
اسکے ہیں تو انکے مخارج بھی کسور کے مخارج ہیں اور مخرج ہر کسر منفرد کا وہ اقل عدد ہے جس عدد سے یہ کسر واحد صحیح ہو چنانچہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح ہے
مخارج کو تصحیح مسائل پر مقدم کیا اسواسطے کہ تصحیح مخارج پر موقوف ہے مصنف نے اس باب میں اول مخارج کو ذکر کیا پھر تصحیح کو تماثل اور تداخل اور تباین میں الاعداد کو پھر معرفت
سہم ہر فریق کو پھر تقسیم ترکہ کو بین الورثۃ والغرماء والفروض المذکورۃ فی القرآن نوعان الاول النصف ومخرج کل کسر سمیۃ کالربع من اربعۃ الا النصف
فانہ من اثنین فرض جو قرآن مجید میں مذکور ہیں دو قسم ہیں قسم اول نصف ہے اور مخرج ہر کسر کا اسی کسر کا ہمنام ہے چنانچہ ربع نکلا ہے اربعہ
سے سوائے نصف کے کہ اسکا مخرج اسکا ہمنام نہیں کیونکہ نصف نکلتا ہے اثنین سے یعنی دو سے ہم ہمنام سے مراد یہ ہے کہ مخرج اور کسر حروف میں شریک

ہین اور اسی طرح ہندی زبان مین کسر اور مخرج ہمنام ہین چنانچہ تہائی تین سے اور چوتھائی چار سے سوا ے آدھے کے کہ وہ ہمنام سے نہین ہی کیونکہ اسکا مخرج دو ہی اور معلوم کرنا چاہیے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کمتر ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر ہی ربع سے اور مخرج اسکا اقل ہی ربع کے مخرج سے والربع من اربعۃ والثمن من ثمانیۃ والثانی الثلث والثلثان کلاہما من ثلثۃ والسدس من ستۃ اور منجملہ قسم اول ربع ہی چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور دوسری قسم فروض کی ثلث اور ثلثین ہین وہ دونون نکلے ہین ثلثہ سے اور سدس ستہ سے ہم سدس کا ہمنام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہی اسواسطے کہ ستہ کی اصل سدسہ ہی دوسرا سین تے کے ساتھ بدل گیا اور اسی طرح دال ستہ ہوگئی اور پہلے تے دوسری تے مین پچی ہوگئی تو ستہ ہوگیا علی التضعیف والتنصیف فتقول مثلا الثمن وضعفہ وضعف ضعفہ او تقول النصف ونصفہ ونصف نصفہ فروض مذکورہ کا دو نوع ہونا باعتبار تضعیف اور تنصیف کے ہی تو مثلا تو یون کہے کہ ثمن اور اسکا دونا اور اسکے دونے کا دونا یا تو یون کہے کہ نصف اور اسکا آدھا اور آدھے کا آدھا مراد اس کلام سے یہ ہی کہ ثمن کو جب دونا کیجیے تو ربع حاصل ہوتا ہی اور ربع کو جو دونا کیجیے تو نصف حاصل ہوتا ہی اسیطرح سدس کو اگر دونا کیجیے تو ثلث ہوتا ہی اور ثلث کو جو دونا کیجیے تو ثلثین ہوتا ہی اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہی اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہی اور یہی حال ثلثین اور ثلث کی تنصیف مین ہی اور اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہی اسکا سبب یہ ہی کہ انہون نے ان فروض مین اس فرض کو تلاش کیا جو مقدار مین کمتر ہو تو ثمن کو پایا کہ مخرج ثمانیہ ہی اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثمانیہ سے دونون بلا کسر نکلتے ہین تو انہون نے ان تینون فروض کو ایک قسم ٹھہرایا پھر ثمن کے بعد اقل فرض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہی اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اسمین سے بلا کسر نکلتے ہین تو ان تینون کو دوسری قسم قرار دیا اذا فی الشریفی قلت واخصر الکل ان تقول الربع والثلث ونصف کل وضعفہ مین کہتا ہون اور جمیع فروض مین سب عبارتون سے مختصر تر یہ عبارت ہی کہ تو یون کہے کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دوچند ہم تو اس عبارت مین فروض ستہ جمیع ہوگئے نہایت اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہی اور ربع کا دوچند نصف ہی اور ثلث کا نصف سدس ہی اور ثلث کا دوچند ثلثین ہی فاذا جاء فی المسئلۃ من ہذہ الفروض احاد فمخرج کل فرض منفرد سمیہ الا النصف کما مر پھر جبکہ مسئلہ فرائض مین ان چھ فرضون سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرد فرض کا مخرج اسکا ہمنام مفرد ہی سوا ے نصف کے چنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنے اگر کسی مسئلے مین فقط ربع ہو یا فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اسکا مخرج فقط اربعہ ہی یا فقط ثمانیہ یا فقط ثلثہ ہی یا فقط ستہ واذا جاء مثنی او ثلث وہما من نوع واحد فکل عدد یکون مخرجا لجزء فذلک العدد ایضا یکون مخرجا لضعفہ واضعافہ کالستۃ فانہ مخرج للسدس ولضعفہ ولضعف ضعفہ اور جبکہ کسی مسئلے مین فروض مذکورہ سے دو دو یا تین تین فرض آوین اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہین تو جو عدد کہ جسکا مخرج ہی سو وہی عدد اسکے دوچند اور سہ چند فرض کا مخرج ہی چنانچہ ستہ یعنے چھ سدس کا اور اسکے دوچند یعنے ثلث کا اور سدس کے دوچند کے دوچند کا یعنے ثلثین کا مخرج ہی ہم یعنے اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہی جبکہ یہ فروض مجتمع ایک نوع سے ہون چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہی سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہی اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہی سو وہی ثمانیہ ربع اور نصف کا مخرج ہی اور سبب اسکا یہ ہی کہ اکثر کا مخرج اقل مین موجود ہی بلا کسر تو اقل کے مخرج مین استغنا ہی اکثر کے مخرج سے مثلا ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہی سو یہ سدس کی مخرج مین یعنے ستہ مین موجود ہی اور اسی طرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج مین داخل ہی وقاذا اختلط النصف من النوع الاول بکل النوع الثانی ای الثلثۃ الاخر او ببعضہ فاذا کان فی المسئلۃ نصف وثلثان وثلث وسدس کزوج وشقیقتین واختین لام وام فمن ستۃ لترکبہا من ضرب اثنین فی ثلثۃ پھر جب فرض کی نوع اول کا نصف مختلط ہو نوع ثانی کے بالکل فروض سے یعنے تینون فرضون سے یا البعض سے مختلط ہو جس وقت کہ مسئلے مین نصف اور ثلثین اور ثلث اور سدس ہو چنانچہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور مان وارث ہو تو اسکا مخرج ستہ ہی اسواسطے کہ چھ کا مرکب ہونا دو کے ضرب کرنے سے تین مین حاصل ہوا ہی ہم یہ مثال ہی اختلاط نصف کی کل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کے بعض کی اختلاط کی مثال انہین مذکور کی سو فرائض شریفی مین اسکا یون بیان ہی کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اسطرح ہی کہ عورت نے زوج اور دو اخیافی بہنون کو وارث چھوڑا اور اختلاط نصف کا فقط ثلثین سے اسطرح کہ زوج

اور دو سگی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط فقط سدس سے اسطرح کہ بیٹی اور مان وارث ہوا اور اختلاط نصف کا ثلث اور ثلثین سے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین
اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط ثلثین اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور مان وارث ہون اور اختلاط نصف کا ثلث اور سدس
کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو اخیافی بہنین اور مان وارث ہون او اختلاط الربع من النوع الاول بکل الثانی او ببعضہا فاذا کان فی المسئلۃ زوجۃ ومن ذکر
فمن اثنی عشر لانہا من ضرب الاربعۃ فی ثلثۃ الموافقۃ الستۃ بالنصف یا اختلاط اور مجتمع ہو قسم اول سے ربع تمام قسم ثانی کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو جبکہ مسئلہ
مین زوجہ ہوا اور اشخاص مذکورین ہون تو مخرج اسکا بارہ سے ہے بسبب مرکب ہونے بارہ کے چار کے ضرب کرنے سے تین مین اسواسطے کہ چھ کو چار کے ساتھ توافق بالنصف
ہے ہم اشخاص مذکورین سے مراد وہ لوگ ہین جو ثلث یا چھٹے اختلاط نصف کے ساتھ بیان کیے یعنی دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور مان یہ مثال ہے اختلاط ربع کی تمام نوع
ثانی سے اور اختلاط بعض کی مثالین ہم ذکر کرتے ہین اختلاط ربع فقط ثلثین کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو بیٹیاں وارث ہون اور اختلاط ربع کا فقط ثلث کے ساتھ
اسطرح کہ زوجہ اور مان وارث ہو اور اختلاط ربع کا سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور اولاد مادری سے ایک شخص وارث ہوا اور اختلاط ربع کا ثلثین اور سدس کے ساتھ
اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان وارث ہوا اور اختلاط ربع کا ثلثین اور ثلث کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور اختلاط
ربع کا ثلث اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور مان اور دو اخیافی بہنین وارث ہون تو ان مثالات ثنائیہ اور ثلاثیہ اور رباعیہ کا مسئلہ بارہ سے ہے اسواسطے
کہ جبکہ تمام نوع ثانی کا مخرج چھ ہے جبکہ ربع کا مخرج لیا وہ چار ہے اور چار اور چھ مین موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنی دو کو چھ مین یا
تین کو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے کذا فی الشریفی واختلاط الثمن من النوع الاول ببعض الثانی واما بکلہ فغیر متصور الا علی رای ابن مسعود
فی الوصایا فلیحفظ فمن اربعۃ وعشرین یا نوع اول مین ثمن مخلوط ہو نوع ثانی کے بعض فروض کے ساتھ تو اسکا مخرج ۲۴ سے ہے اور اختلاط ثمن کا جمیع نوع ثانی کے
ساتھ متصور نہین مگر ہان ابن مسعود کے مذہب پر وصایا مین البتہ ہوسکتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم ابن مسعود کے نزدیک محروم حاجب ہوتا ہے بحجب نقصان
چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنون اور دو اخیافی بہنون کو چھوڑا تو ابن محروم زوجہ کا حاجب ہوگیا ربع سے ثمن کی طرف اور ہمارے مذہب
مین یہ متصور نہین اسواسطے کہ جبکہ زوجہ کا ثمن ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیاں ہون اور صاحب سدس مان ہوگی یا جدہ تو اسوقت مین صاحب ثلث
نہین ہوسکتا اسواسطے کہ صاحب ثلث یا مان ہے یا اسکی اولاد اور مان یہان محجوب ہوچکی ثلث سے سدس کی طرف اور اسکی اولاد تو تمام ترکہ سے محجوب ہین تو
ثمن کا اختلاط فقط ثلثین اور سدس کے ساتھ ہوگا نہ ثلث کے ساتھ اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی سے وصایا مین اسطرح ہے کہ وصیت کی ثمن ترکہ کی اور ثلثین کی اور
ثلث کی اور سدس کی اور وارثون نے اسکو جائز رکھا یا وارث معدوم ہین تو جاری ہوگی وصیت یعنی ۲۴ کو ۳۱ کی طرف عول کر کے قسمت کرینگے کذا فی الاختیار
فنقول مثلا زوجۃ وبنتین وام فمن اربعۃ وعشرین کما من ضرب الثمانیۃ فی ثلثۃ لما بینہما من موافقۃ الستۃ بالنصف مثال اختلاط ثمن کی بعض ثانی سے
چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیاں اور مان تو سبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھ کی ضرب کرنے سے تین مین اسوجہ سے جو ہم مذکور کرچکے کہ چھ مین توافق بالنصف ہے ہم
بیان اسکا یہ ہے کہ اقل جزء ثانی کا مخرج چھ ہے اور اسمین ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج داخل ہے تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھ مین اور آٹھ مین جو ثمن کا مخرج ہے
موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنی تین کو آٹھ مین یا آٹھ کو تین مین ضرب کیا تو ۲۴ حاصل ہوئے ولا تجتمع
[illegible] فی مسئلۃ واحدۃ اور ایک مسئلے مین چار فرضون سے زیادہ جمع نہین ہوتے ہم اس کلیہ پر یہ اعتراض ہے کہ کبھی پانچ
فرض بھی ایک مسئلے مین جمع ہوجاتی ہین چنانچہ زوج اور مان اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور کبھی چھ فرض بھی
جمع ہوسکتے ہین چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھ زوجہ بھی ہو اس طرح کہ خنثی مشکل پر ایک مرد نے دعوی کیا کہ یہ میری زوجہ ہے اور ایک عورت نے
اسپر دعوی کیا کہ وہ میرا زوج ہے اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو ہر مدعی پر خنثی کا فرض ثابت ہوگا سو اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ اسمین شک رہ گیا اور کلام

فرض غیر مکرر ہین اور اعتراض ثانی کا یہ جواب ہے کہ وہ نادر ہے اور نادر پر حکم نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی ولا تجتمع من اصحابہا اکثر من خمسۃ طوائف اور اصحاب فرائض مین سے پانچ گروہون سے زیادہ اجتماع نہین ہوتا ولا ینکسر علی اکثر من اربع فرق اور سہام مین چار فرقون سے زیادہ کسر واقع نہین ہوتی جب بیان مخارج کسور کا بیان ہو چکا اب آگے تصحیح مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہین فرائض شریفی مین ہے کہ تصحیح مسائل فرائض اس سے عبارت ہے کہ کمتر عدد ممکن سے اسطرح پر سہام لیے جاوین کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو یعنے سب وارثون کے سہام پورے ہون کسی کا سہام تہائی چوتہائی نہو اور تصحیح مسائل کے واسطے سات قاعدون کی طرف حاجت ہے انہین سے تین قاعدے تو ما بین سہام مخارج اور روس ورثہ کے ہین اور چار قاعدے ما بین روس اور روس کے ہین سو تین کا پہلا قاعدہ استقامت ہے وہ یہ ہے کہ سہام ہر فریق کے وارثون مین سے انپر منقسم ہو جاوین بدون کسر پڑنے کے تو یہان ضرب کی کچھ حاجت نہین چنانچہ والدین اور دو بیٹیان وارث ہون اسواسطے کہ یہان مسئلہ چھ سے ہے والدین مین سے ہر ایک کا حصہ سدس یعنے ایک ایک ہے اور دو بیٹیون کے دو ثلث ہین یعنے چار ہر بیٹی کے دو سہم تو سہام مستقیم ہوگئے بر روس ورثہ بلا انکسار دوسرا قاعدہ موافقت کا وہ یہ ہے کہ ایک گروہ کا حصہ ٹوٹتا ہو ولیکن انکے سہام اور روس مین موافقت ہو تو یہان عدد روس کے وفق کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے اگر عول نہوا ہو اور اگر عول ہوگا تو اصل اور عول مین ضرب کرینگے چنانچہ والدین اور دس بیٹیان یا زوج اور والدین اور چھ بیٹیان اور تیسرا قاعدہ مباینت کا وہ یہ ہے کہ ایسا ہی گروہ کے سہام مین کسر پڑتی ہو ولیکن انکے سہام اور روس مین موافقت نہین بلکہ مباینت ہے تو یہان تمام عدد روس کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور جدہ اور تین اخیافی بہنین اور اگر عول ہوا ہے تو اصل مسئلے اور عول مین ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین اور باقی چار قاعدے جو ما بین روس کے ہین سو ایک تماثل ہے اور دوسرا تداخل اور تیسرا توافق اور چوتھا تباین سو مصنف ان اصول سبعہ مین سے چھ قاعدون کو ذکر کریگا اور استقامت کو اُنسے حذف کیا ہے اسواسطے کہ وہ ظاہر ہے وقت طلب نہین اور یہ پچھلے چار قاعدے نہین ہوتے مگر وہان جہان مسائل مین دو گروہ ورثہ پر یا زیادہ پر کسر واقع ہو کذا فی الطحطاوی والشریفی مختلطا **واذا انکسر سہام کل فریق علیہم ضربت عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا ان کانت عائلۃ کامرأۃ واخوین للمرأۃ الربع یبقے لہما ثلثۃ لا تستقیم ولا توافق فاضرب اثنین فی اربعۃ تصح من ثمانیۃ** اور جبکہ سہام ہر فریق کے وارثون پر ٹوٹ جاوین تو انکے عدد روس کو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اسکے عول مین ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنے زوجہ اور دو بھائی وارث ہون تو عورت کا حصہ ربع ہے باقی رہے تین وہ دو بھائیون پر مستقیم نہین اور یہان دو اور تین مین توافق کی بھی نسبت نہین تو دو کو یعنے عدد روس کو چار مین یعنے اصل مسئلے مین ضرب کر تو مسئلہ آٹھ سے صحیح ہوگا ماتن نے یہ مثال ہے مسئلہ غیر عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یون مثال ہے کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین وارث ہین اصل مسئلہ چھ ہے اسکا نصف یعنے تین زوج کا حصہ ہے اور اسکی ثلثین یعنے چار بہنون کا حصہ ہے تو مسئلے نے عول کیا سات کی طرف اور یہان فقط بہنون کے سہام انپر مستقیم نہین اور انکے سہام اور روس یعنے چار اور پانچ مین مباینت ہے تو ہمنے عدد روس یعنے پانچ کو اصل مسئلے اور اسکے عول یعنے سات مین ضرب کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے سو اسی حاصل سے مسئلہ صحیح ہوگیا اسطرح کہ زوج کے تین سہم تھے انکو مضروب یعنے پانچ مین ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنون کے چار سہم تھے انکو بھی پانچ مین ضرب کیا تو ۲۰ ہوئے تو ہر بہن کے چار سہم ہوئے یہ تیسرا قاعدہ ہے منجملہ تین قاعدون کے **وان وافق سہامہم عددہم ضربت وفق عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا کامرأۃ وستۃ اخوۃ فلہم ثلثۃ توافقہم بالثلث فاضرب اثنین فی اربعۃ تصح من ثمانیۃ** اور اگر وارثون کے سہام مین اور انکے عدد روس مین توافق ہو تو انکے عدد کے وفق کو اصل مسئلے مین تو ضرب کرے اگر عائلہ نہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اسکے عول مین ضرب کرے چنانچہ زوجہ اور چھ بھائی وارث ہون تو بھائیون کے تین سہم ہین تو تین ہین اور بھائیون کے عدد روس یعنے چھ مین توافق ہے تو دو کو چار مین ضرب کر تو مسئلہ بھی آٹھ سے صحیح ہوگا ماتن نے یہ مثال مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہ مثال ہے کہ زوج اور والدین اور چھ بیٹیان وارث ہین تو اصل مسئلہ بارہ سے ہے بسبب اجتماع ربع اور سدس اور ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہے یعنے تین سہم اور والدین کے دو سدس یعنے چار سہم اور چھ بیٹیون کے دو ثلث یعنے آٹھ سہم تو مسئلے نے عول کیا بارہ سے پندرہ تک

اور بیٹیوں کے سہام یعنی آٹھ فقط انکے عدد رؤس پر یعنی چھ پر منکسر ہیں لیکن عدد سہام اور عدد رؤس میں توافق بالنصف ہے تو بیٹیوں کے رؤس کو نصف
کی طرف پھیرا یعنی تین کی طرف پھر تین کو اصل مسئلہ اور اسکے عول میں یعنی پندرہ میں ضرب دیا تو ۴۵ حاصل ہوئے تو یہ مسئلہ مستقیم ہو گیا اسواسطے کہ زوج کا حصہ اصل مسئلہ
میں سے تین سہم کا تھا اسکو مضروب یعنی تین میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو نو سہم زوج کے ہو گئے اور والدین کا حصہ یعنی چار سہم کا تھا اسکو اسی مضروب یعنی
تین میں ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کے چھ سہم ہوئے اور بیٹیوں کا حصہ آٹھ سہم کا تھا اسکو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سہم کا ہوا اور اصول
ثلثہ سہام اور رؤس کا حاصل مقام یہ ہوا کہ اگر سہام ماخوذہ از تصحیح وارثوں پر مستقیم ہو گئے تو یہ پہلا قاعدہ ہے اور اگر مستقیم نہ ہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہوئے یا
اکثر پر دوسری شق تو اصول اربعہ میں مذکور ہے اور اول شق یعنی ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہیں کہ اس گروہ کے سہام میں اور انکے عدد رؤس
میں موافقت ہے یا نہیں اگر موافقت ہو تو وہ دوسرا قاعدہ ہے اور اگر موافقت نہیں بلکہ مباینت ہو تو وہ تیسرا قاعدہ ہے کذا فی الشریفیۃ فان انکسر سہام فریقین
او اکثر و عدد رؤسہم متماثلۃ ضربت احد الاعداد فی اصل المسئلۃ وعولہا اور جبکہ دو فریق یا زیادہ کے سہام منکسر ہوتے ہیں اور وارثوں کے
رؤس متماثل اور برابر ہوں تو اعداد متماثلہ سے ایک عدد کو ضرب کر اصل مسئلہ میں اور انکے عول میں یعنی اگر عول نہ ہو تو اصل مسئلہ میں ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل
مسئلہ میں انکے عول کے ساتھ ضرب کر ہم یہاں سے اول چار قاعدوں کا ذکر شروع ہوا جو مابین رؤس کے ہیں اطلاقاً یعنی کہا کہ سراجیہ اور اسکی شروح میں قول مذکور نہیں اگر ا
فریق کے انکسار پر تو اس سے زیادہ انکسار کی یہ مثال ہی کہ دو بہنیں اور تین اخیافی بہنیں وارث ہوں کثلاث بنات وثلثۃ اعمام فنکتفی باحد
المتماثلین فاضربہ اعنی الثلثۃ فی اصل المسئلۃ تکن تسعۃ منہا تصح چنانچہ اگر تین بیٹیاں اور تین چچا وارث ہوں تو احد المتماثلین پر اکتفا کر سو تین
کو اصل مسئلہ میں ضرب کر کر نو حاصل ہونگے انہیں سے مسئلہ صحیح ہوگا اصل مسئلہ تین سے ہے بسبب اجتماع ثلثین و ثلث کے اور تین کے ثلثین یعنی دو بیٹیوں پر مستقیم نہیں اور
انکا ثلث یعنی ایک اعمام پر مستقیم نہیں اور رؤس ورثہ متماثل ہیں کیونکہ بنات بھی تین ہیں اور اعمام بھی تین ہیں تو احد المتماثلین کو اصل مسئلہ میں یعنی تین کو تین میں
ضرب کیا نو حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہو گئی بنات کا حصہ دو تھا اسکو تین میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینوں بیٹیوں کو دو دو سہم پہنچے اور اعمام کا حصہ
ایک تھا اسکو تین میں ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہونچا بلا انکسار وان انکسر علی ثلثۃ فرق او اربع فاطلب المشارکۃ اولا بین السہام
والاعداد ثم بین الاعداد والاعداد ثم افعل کما فعلت فی الفریقین فی المداخلۃ والمماثلۃ والموافقۃ والمباینۃ فما حصل منہ یسمی
جزء السہم فاضربہ فی اصل المسئلۃ اشار الیہ بقولہ وان دخل بعض الاعداد فی بعض کاربع زوجات وثلث جدات واثنتی عشر
عما ضربت اکثر الاعداد وہو اثنا عشر فی اصل المسئلۃ وہو اثنا عشر تکن مائۃ واربعۃ واربعین منہا تصح اور اگر سہام منکسر ہوں وارثوں کے تین
یا چار گروہ پر تو مشارکت یعنی نسبت کو طلب کر پہلے مابین سہام اور اعداد رؤس کے پھر نسبت تلاش کر مابین اعداد اور اعداد کے پھر وہ عمل کر جو تو نے
کیا ہے دونوں فریق کے اندر مداخلت اور مماثلت اور موافقت اور مباینت میں سو جو عدد کہ حاصل ہو اسکا نام جزء سہم ہے اور اسکو مضروب بھی کہتے ہیں کذا
فی الظہیریۃ وہی سو اسکو ضرب دے کر اصل مسئلہ میں مصنف نے اس مذکور کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی اس قول میں اور اگر بعض اعداد بعض میں داخل ہو جاویں چنانچہ چار
زوجہ اور تین دادیاں اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو جسمیں سب داخل ہیں اصل میں ضرب کر اور وہ یعنی اصل مسئلہ بارہ ہے تو اس ضرب سے ۱۴۴ حاصل ہونگے انہیں
سے مسئلہ صحیح ہوگا اصل مسئلہ بارہ سے تین دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنی دو سو ان پر مستقیم نہیں اور انکے سہام اور رؤس میں مباینت ہے تو
انکے تمام رؤس کو یعنی تین کو لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہے یعنی تین سو ان پر بھی استقامت نہیں اور انکے سہام اور رؤس میں بھی مباینت ہے تو
انکے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنی سات چچاؤں کا حصہ ہے وہ بارہ پر مستقیم نہیں بلکہ دونوں میں تباین ہے تو انکے بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا
پھر رؤس ماخوذہ کے اعداد میں نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ میں داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس میں اکثر ہے تو اسی بارہ

کو اصل مسئلہ میں کہ وہ بھی بارہ ہے ضرب کیا ۱۴۴ حاصل ہوئے اب تقسیم بالکسر صحیح ہو گئی یہ جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق میں دو فریق کے مانند عمل کرو دو فریق میں تو فقط حالت مذکورہ تھا اور توافق اور تباین جو سابق میں مذکور ہو چکے سوا انکا موضوع تو فریق واحد کا انکسار ہے نہ فریقین کا کذا فی الطحطاوی **وان وافق بعضہا بعضا کاربع زوجات وخمس عشرة جدة وثمان عشرة بنتا وستة اعمام ضربت وفق احدہما ای احد الاعداد فی جمیع الآخر والخارج فی وفق الثالث ان وافق والا فی جمیعہ ثم الرابع کذلک ثم المجتمع وہو جزء السہم وہو فی مسئلتنا مائة وثمانون فی اصل المسئلة وہو ہنا اربعة وعشرون یحصل اربعة آلاف وثلثمائة وعشرون ومنہا تصح** اور اگر بعض اعداد رؤس کو بعض اعداد سے توافق کی نسبت ہو جیسا کہ چار زوجہ اور پندرہ دادیاں اور اٹھارہ بیٹیاں اور چھ چچا تو احد الاعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام میں تو ضرب کرے اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہو اسکو تیسرے اعداد کے وفق میں ضرب کرے اگر تیسرے میں توافق ہو اور اگر توافق نہو بلکہ تباین ہو تو اسکے تمام میں ضرب کرے پھر چوتھے میں اسی طرح ضرب کرے یعنے اگر توافق ہو تو اسکے وفق میں والا کل میں ضرب کرے پھر مجتمع کو جو جزء سہم ہے اور وہ ہمارے اس مسئلے میں ۱۸۰ ہے اصل مسئلہ میں جو یہاں ۲۴ ہے ضرب کرے تو ۴۳۲۰ ہوئے ان اعداد سے تقسیم بالکسر صحیح ہو گی ہم اصل مسئلہ ۲۴ ہے چار زوجہ کا ثمن ہے یعنے تین وہ ان پر منقسم نہیں اور عدد سہام اور عدد رؤس میں تباین ہے تو تمام عدد رؤس کو یعنے یاد رکھا اور اٹھارہ بیٹیوں کی دو تہائیاں ہیں یعنے سولہ اور وہ ان پر مستقیم نہیں اور انکے سہام اور رؤس میں توافق بالنصف ہے تو نصف عدد رؤس کو لیا یعنے نو کو اور پندرہ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنے چار وہ ان پر مستقیم نہیں اور انکے سہام اور رؤس میں تباین ہے تو انکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا اور چھ چچوں کا حصہ باقی ہے یعنے ایک وہ ان پر مستقیم نہیں اور انہیں اور انکے عدد رؤس میں تباین ہے تو انکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا تو ہم کو حاصل ہوئے عدد رؤس محفوظ سے چار اور چھ اور نو اور پندرہ پھر ہمنے اعداد میں توافق کو طلب کیا تو چار اور چھ میں موافقت بالنصف پائی سو ان دونوں میں ایک کو اسکے نصف کی طرف پھیرا اور اسکو دوسرے میں ضرب کیا تو بارہ حاصل ہوئے اور بارہ اور نو میں توافق بالثلث ہے تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام میں ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنے مبلغ ثانی اور پندرہ میں بھی موافقت بالثلث ہے تو پندرہ کی تہائی یعنے پانچ کو ۳۶ میں ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پھر اس مبلغ ثالث کو اصل مسئلہ میں یعنے ۲۴ میں ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے انسے مسئلہ صحیح ہو گیا اسواسطے کہ زوجات کا حصہ اصل مسئلہ میں تین تھا اسکو مضروب میں یعنے ۱۸۰ میں ضرب کیا ۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۱۳۵ پہنچے اور اٹھارہ بیٹیوں کا حصہ سولہ تھا اسکو مضروب مذکور میں ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ ۱۶۰ سہم کا ہوا اور پندرہ دادیوں کا حصہ چار تھا اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۴۸ سہم ملے اور چھ چچوں کا حصہ ایک تھا اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے کذا فی الشرنبلالی **وان تباینت اعداد رؤس من انکسر علیہم سہامہم کامرأتین وستة جدات وعشر بنات وسبعة اعمام ضربت احدہا ای احد الاعداد فی جمیع الثانی والحاصل فی جمیع الثالث والحاصل فی جمیع الرابع یحصل جزء السہم وہو ہنا مائتان وعشرة لتوافق رؤس البنات والجدات سہامہم بالنصف فاضربہا فی اصل المسئلة وہو ہنا اربعة وعشرون یحصل خمسة آلاف واربعون ومنہا تستقیم** اور اگر اعداد رؤس متباین ہوں انکے جن پر انکے سہام منکسر ہیں جیسا کہ دو زوجہ اور چھ دادیاں اور دس بیٹیاں اور سات چچا تو ضرب کرے تو احد الاعداد کو تمام ثانی میں اور حاصل کو ضرب کرے جمیع ثالث میں اور اسکے حاصل کو جمیع اعداد رابع میں حاصل ہوگا جزء سہم یعنے مضروب اور وہ یہاں ۲۱۰ ہے بسبب توافق بالنصف ہونے رؤس بنات اور جدات کے انکے سہام سے تو ۲۱۰ کو ضرب کر اصل مسئلہ میں اور وہ یہاں ۲۴ ہے حاصل ہونگے پانچ ہزار اور ۴۰ اور انہیں سے مسئلہ منقسم ہوگا ہم اصل مسئلہ ۲۴ سے ہے دو زوجہ کا حصہ ثمن ہے یعنے تین وہ ان پر مستقیم نہیں اور انکے رؤس اور سہام میں تباین ہے تو ہمنے انکے عدد رؤس کو یعنے دو کو یاد رکھا اور چھ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنے چار وہ ان پر مستقیم نہیں اور انکے عدد رؤس اور عدد سہام میں موافقت بالنصف ہے تو ہمنے انکے عدد رؤس کے نصف کو یعنے تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیوں کا حصہ دو ثلث ہے یعنے سولہ وہ ان پر مستقیم نہیں اور انکے رؤس اور سہام میں موافقت بالنصف ہے تو ہمنے انکے نصف عدد رؤس کو یعنے پانچ کو لیا اور سات چچوں کا حصہ باقی ہے یعنے ایک وہ ان پر مستقیم

تین اور ایک پانچ اور ساتھ میں مباینت ہے تو بسبب انکے تمام عدد رؤس کو یعنی ساٹھ کو لیا تو چار رسے پاس حاصل ہوئے رؤس سے دو اور تین اور پانچ اور ساٹھ حاصل
ہوئے اور یہ سب عدد متباین ہیں تو پہلے دو کو تین میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے پھر اسکو پانچ میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے پھر ۳۰ کو ۷ میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل
ہوئے اسی عدد اخیر کا نام جزء سہم اور مضروب ہے پھر اس مبلغ کو اصل مسئلہ یعنی ۲۴ میں ضرب کیا تو پانچ ہزار چالیس ہوئے انہیں سے مسئلہ صحیح ہوگیا مستحقین
پر اسواسطے کہ دو زوجہ کا حصہ اصل مسئلہ سے تین سہم تھے انکو مضروب یعنی ۲۱۰ میں ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۳۱۵ سہم ملے اور چھ دادیوں
کا حصہ چار سہم کا تھا اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو ۱۴۰ سہم ملے اور دس بیٹیوں کے سہم سولہ تھے انکو بھی مضروب کو
میں ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ سہم ملے اور ساتھ چچوں کا حصہ ایک تھا اسکو بھی اسی مضروب میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے تو ہر چچا کو ۳۰ سہم
اور مجموعہ ان حصوں کا ۵۰۴۰ ہے کذا فی الشرنبلالیہ وغیرہا اور وہی سے کہا جزء سہم یہاں عبارت ہے مبلغ ثالث سے کیونکہ عدد اول اور ثانی کی ضرب سے ایک مبلغ حاصل ہوا
اور اس مبلغ کے ضرب کرنے سے عدد ثالث میں مبلغ ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سے عدد رابع میں مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جسے جزء سہم ہوا اور سہام
بنات اور جدات کا توافق مثال سابق سے ظاہر ہوگیا شارح نے یہ تفصیل اسواسطے مذکور کی کہ اگر موافقت ہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہوتی اور باقی ابہام ہے ثم
تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کا قاعدہ مذکور کرتا ہے واذا اردت معرفۃ التماثل والتوافق والتداخل والتباین بین العددین بعد هذا
یحتاج الیہا فی تقسیم الترکۃ اور جبکہ تو چاہے شناخت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کی کرلے دو عددوں میں شارح نے کہا اس مقدمہ کی طرف حاجت پڑتی ہے
ترکہ کی تقسیم میں یعنی اعداد مستحقین پر قسمت کرنا بلا کسر بدون یاد رکھنے اس مقدمہ کے نہیں ہوسکتا فتماثل العددین کون احدہما مساویا للآخر کثلثۃ وثلثۃ سو دو
عدد کا تماثل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے چنانچہ تین اور تین ہیں اور یہیں دونوں عددوں کو متماثلین کہتے ہیں اور درمیان انکا اعتبار کرنا ضرور ہے کہ
دونوں عدد دو محل میں واقع ہوں چنانچہ رؤس اور سہام میں اور اگر محل کا اعتبار نہ کیجئے تو عین مطلق دونوں عدد ذہنی میں مساوات نہ ہوسکے کذا فی الشرنبلالی
والطحطاوی وتداخل العددین المختلفین ان یعد اقلہما الاکثر ای یفنیہ او یکون اکثر العددین منقسما علی الاقل
قسمۃ صحیحۃ بلا کسر کقسمۃ ستۃ علی ثلثۃ او اثنین اور دو عدد مختلفین کا تداخل بنا بر اس مقام کے متحقق ہوتا ہے احد الامرین سے یا اس طرح پر کہ عدد اقل
عدد اکثر کو فنا کردے اور مٹا دے یا اکثر عدد کمتر عدد پر منقسم ہو جائے بقسمت صحیحہ دونوں کسر کے جیسے چھ کا تین یا دو پر اقل اکثر کو فنا کرنے یعنی اگر اقل کو اکثر
سے دو بار یا زیادہ گرائیں تو اکثر سے کچھ باقی نہ رہے چنانچہ تین اور چھ تو اگر تین کو چھ سے دو بار گرائے تو چھ بالکل فانی ہوجائیگا اور اسی طرح اگر نو سے تین کو تین بار گرائے تو کچھ
باقی نہ رہے تو ایسے عددوں کو اصطلاح میں متداخلین کہتے ہیں بخلاف آٹھ کے کہ وہ تین سے گرانے سے فانی نہیں ہوتا اور صراحۃ میں تداخل کی تعریف میں دو امر زیادہ
مذکور کیے ہیں ایک یہ کہ تداخل وہ ہے کہ اگر مثل اقل کو یا امثال اقل کو زیادہ کیجئے تو اکثر کے برابر ہوجاوے دوسرے یہ کہ اقل جزء ہو اکثر کا سید شریف نے کہا کہ یہ مذکور من قبیل اختلاف
فی العبارۃ کے ہے وتوافق العددین ان لا یعد اقلہما الاکثر لا یفنیہ اقلہما الاکثر لکن یعدہما عدد ثالث کالثمانیۃ مع العشرین یعدہما اربعۃ فہما متوافقان
بالربع اور توافق عددین کا یہ ہے کہ کمتر عدد اکثر عدد کو فنا نہ کرے لیکن اقل اور اکثر دونوں کو تیسرا عدد فنا کردے چنانچہ آٹھ بیس کے ساتھ کہ ان دونوں کو چار فنا
کردیتا ہے تو آٹھ اور چار میں توافق بالربع ہے ہم توافق عددین یعنی دو عدد کا موافقت کرنا ایک جزء میں یعنی نصف یا ثلث یا ربع وغیرہ میں معلوم کرنا چاہیے کہ قول اصح میں واحد
عددین داخل نہیں اسواسطے کہ عدد عبارت ہے کمیت متالفہ آحاد سے اور واحد ایسا نہیں ہے تو تعریف کی تعریف توافق کی صحیح ہے اور اگر عدد کی تعریف یوں کیجئے کہ
مرتبہ عدد میں واقع ہو یا کم ہو کسے جو لب ہو پھر ہے تو اس میں واحد بھی داخل ہے تو عبارت یوں کہنے کی احتیاج ہوگی کہ توافق العددین وہ ہے کہ اقل اکثر کو فنا نہ کرے لیکن انکو عدد
ثالث جو واحد کے سوا ہے فنا کرے اسواسطے کہ واحد تمام اعداد کو فنا کرتا ہے اور اصطلاح میں مابین واحد اور کسی شے کے تداخل نہیں بلکہ تباین ہے کذا فی الشرنبلالی والطحطاوی
ملتقطا وتباین العددین ان لا یعد العددین المختلفین معا عدد ثالث اصلا کالتسعۃ مع العشرۃ اور دو عددوں کا تباین اس طرح ہوتا ہے کہ

بیان نسبت کا دو عددوں میں ۱۲ مصطلح فی التوافق بالنصف والبائن کا نصف ہونا تماثل کا تداخل اور توافق بالثلث و دو کا عدد واحد کی مثال بلا کسر کی ۱۲ مسئلہ دیکھنے کا مرکب کا بوریا ۱۲

عددین مختلفین کو ساتھ ہی تیسرا عدد اصلاً فنا نہیں کر دیتا چنانچہ نو دس کے ساتھ ہم یعنے نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد سوا ایک کے نہیں مٹا دیتا اور واحد علی الاصح
عدد نہیں ہے اور چونکہ تماثل اور تداخل کی معرفت میں پوشیدگی نہ تھی بلکہ توافق اور تباین کی معرفت میں البتہ پوشیدگی تھی لہذا مصنف نے اسکی توضیح قول آئندہ سے شروع کی

واذا اردت معرفة التوافق والتباين بين العددين المختلفين اسقط الاقل من الاكثر من الجانبين مرارا حتى اذا اتفقا في درجة واحدة
اور جبکہ تو ارادہ کرے مابین عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار ساقط اور کم کر یہاں تک کہ دونوں عدد ایک درجہ میں متفق
ہو جاویں ہم مثلاً جبکہ دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جبکہ تین کو دوبار سات سے گرایا باقی رہا ایک اور جبکہ ایک کو دوبار تین سے گرایا تو بھی ایک ہی باقی رہا تو دس اور
سات بسبب اسقاط اقل کے جانبین سے چند بار متفق ہو گئے واحد میں یعنے ایک ہی باقی رہا دونوں عددوں میں اسقاط کے درجات میں **فان اتفقا في واحد فبينهما**
ولا وفق سوا اگر بعد اسقاط مذکور کے دونوں عدد متفق ہو جاویں واحد میں تو وہ دونوں عدد متباین ہیں اور ان دونوں میں وفق نہیں **وان توافقا في اثنين**
فبالنصف اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کریں دو میں تو وہ دونوں عدد متوافقین بالنصف ہیں ہم مثلاً اگر اٹھارہ سے آٹھ کو دوبار ساقط کیجیے تو دو باقی رہینگے
اور جبکہ دو کو تین بار آٹھ سے گرائیے تو بھی دو ہی باقی رہینگے تو یہ دونوں عدد یعنے اٹھارہ اور آٹھ متوافقین بالنصف ہیں کذا فی الشرنبلالیہ والطحطاوی نے کہا توافق بالنصف
یا توافق بالثلث ونظائرہا کا مطلب یہ ہے کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دونوں عددوں کو فنا کر دیتا ہے **او ثلاثة فبالثلث وهكذا الى العشرة وتسمى الكسور المنطقة**
یا عددین تین میں باہم متفق ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اسی طرح دس تک اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں ہم یعنے اگر عددین دو میں توافق کریں چنانچہ چار اور دس
تو وہ متوافقین بالنصف ہیں اور اگر تین میں توافق کریں چنانچہ نو اور بارہ ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اور اگر چار میں توافق کریں چنانچہ آٹھ اور بارہ
تو متوافقین بالربع ہیں اور پانچ کے توافق میں متوافقین بالخمس ہیں چنانچہ دس اور پندرہ اور چھ میں بالسدس چنانچہ بارہ اور اٹھارہ اور سات
میں بالسبع چنانچہ چودہ اور اکیس اور آٹھ میں بالثمن چنانچہ سولہ اور چوبیس اور نو میں بالتسع چنانچہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق میں متوافقین
بالعشر ہیں چنانچہ ۲۰ اور ۳۰ اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں یعنے تعبیر کسر کی بدون اضافت کرنے کے اسکے مخرج کی طرف ممکن ہے چنانچہ یوں کہنا کہ نصف و ثلث و ربع الی العشر
الکسور المنطقۃ بخلاف کسر اصم کے کہ اس سے تعبیر کرنا بدون اضافت اسکے مخرج کے ممکن نہیں چنانچہ یوں کہنا جزء من احد عشر یعنے گیارہ کا ایک جزو اسکو اصم یعنے گونگا
کہا باعتبار مجاز کے اسواسطے کہ کسر کا بولنا مسموع نہیں کذا فی الطحطاوی **او احد عشر فبجزء من احد عشر وهكذا وتسمى الاصم** یا عددین نے توافق کیا گیارہ
میں تو وہ دونوں عدد گیارہ کے ایک جزو میں متوافق ہیں اور اسی طرح بارہ یا تیرہ کا ایک جزو اور یہ کسر ہے اصم ہے چنانچہ ۲۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہے اور
گیارہ گیارھویں جزو کا مخرج ہے تو دونوں عدد گیارھویں جزو میں متوافق ہیں اور اسی طرح توافق ہونا بارھویں جزو میں چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ میں اور تیرھویں میں چنانچہ
۲۶ اور ۳۹ میں اور اسی طرح انتیسویں جزو میں توافق چنانچہ ۵۸ اور ۸۷ میں کذا فی الطحطاوی ملخصاً تتمہ خلاصہ مقام یہ ہے کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہوں
اگر دونوں برابر ہیں تو عددین متماثلین ہیں والا اگر اقل اکثر کو فنا کر دے تو وہ متداخلین ہیں والا اگر دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے تو وہ متوافقین ہیں اور جس کسر کا
عدد ثالث مخرج ہے وہی کسر ان دونوں عددوں کا وفق ہے اور اگر عدد ثالث انکو فنا نہ کرے تو وہ متباینین ہیں اور تماثل تو ظاہر ہے اور باقی یعنے تداخل اور توافق
اور تباین پہچانے جاتے ہیں عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متداخلین ہیں اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی
پر قسمت کیا جاوے اسی طرح چند بار کیا جاوے یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہیں اور پچھلا مقسوم علیہ وہی دونوں کا فنا کرنے والا
ہے یا باقی رہے ایک تو وہ متباینین ہیں کذا فی خلاصة الحساب **واذا اردت معرفة نصيب كل فريق كالبنات والجدات والاعمام وغيرهم**
من التصحيح الذي استقام على الكل فاضرب ما كان لهم لكل فريق من اصل المسئلة فيما اى فى جزء السهم الذي ضربته فى اصل المسئلة
يخرج نصيبه اى ذلك الفريق اور جبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات اور اعمام وغیرہم کا اس تصحیح سے جو مستقیم

ہو چکی ہر فریق پر جو ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلے سے اسکو ضرب کر اُس جزء سہام اور مضروب میں جو کہ تو نے ضرب کیا ہے اصل مسئلے میں تو اس فریق کا حصہ نکل آویگا
مثلاً تباین کی مثال مذکور میں جزء سہام و مضروب ۲۱ تھا اور حصہ زوجتین کا تین تھا اصل مسئلے یعنی ۲۴ سے تو جب تین کو ضرب کیا ۲۱ میں تو ۶۳ حاصل ہوئے
تو معلوم ہوا کہ ۵۰۴ کی تصحیح سے زوجتین کا حصہ ۶۳ ہے وعلی ہذا القیاس معرفة نصیب البنات والجدات والاعمام ثم اذا اردت معرفة نصیب کل واحد من احاد
ذالک الفریق ضربت سہام کل وارث منہ فی جزء السہم المضروب تخرج نصیبہ پھر جبکہ تو ارادہ کرے اس فریق کے ہر ہر واحد کے حصہ کی معرفت
کا تو ہر وارث کے سہام کو جزء سہم مضروب میں ضرب کر اُسکا حصہ نکل آویگا مثلاً تو مسئلہ مذکورہ میں تباین اعداد رؤس کی وجہ سے زوجتین کا حصہ اصل مسئلے میں
تین سہم کا تھا پھر جب تین کو دو زوجہ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنی ڈیڑھ ہوا سو اسکو جبکہ مضروب یعنی دو سو دس میں ضرب کیا ۳۱۵
حاصل ہوئے سو یہی حصہ ہر ہر زوجہ کا اور بنات کا نصیب اصل مسئلے سے سولہ سہم کا تھا پھر جب اسکو عدد رؤس یعنی دس پر قسمت کیا تو ایک اور تین خمس خارج ہو
سو اسکو جبکہ اسی مضروب میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہ حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور جدات کا حصہ اصل مسئلے سے چار سہم کا تھا پھر جب اسکو چھ دادیوں پر قسمت
کیا تو ایک سہم کی دو تہائیاں حاصل ہوئیں سو اسکو جبکہ مضروب مذکور میں ضرب کیا ۱۴۰ حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلے سے ایک سہم
کا تھا پھر جب اسکو سات چچوں پر قسمت کیا تو سبع یعنی ساتواں حصہ حاصل ہوا سو اسکو جب مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہر چچا کا والاوضح
طریق النسبة اور ہر وارث کے حصے کی شناخت میں واضح تر نسبت کا طریقہ ہے اس واسطے کہ اس طریق میں قسمت اور ضرب کی طرف حاجت نہیں پڑتی بخلاف دو طریقوں کے
وهو ان تنسب سہام کل فریق من اصل المسئلة الی عدد رؤسهم ثم تعطی بمثل تلك النسبة من المضروب لكل واحد من احاد ذلك الفريق اور وہ یعنی نسبت کا طریقہ
یہ ہے کہ اصل مسئلے سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط انکے عدد رؤس کی طرف پھر اسی نسبت کی مانند مضروب سے اس فریق کے ہر ایک شخص کو دے تو مسئلہ مذکورہ میں جبکہ
تو نے سہام زوجتین کی نسبت کی انکے عدد رؤس کی طرف یعنی تین کی دو کی طرف تو مثل اور نصف یعنی ڈیوڑھی نسبت ہوئی اور جبکہ تو نے ہر زوجہ کو مضروب یعنی ۲۱۰
اسی نسبت کے مانند دیا تو ۳۱۵ ہوئے اس واسطے کہ اگر ۲۱۰ کو ڈیوڑھا کیجیے تو ۳۱۵ ہوتے ہیں اور جبکہ سہام بنات یعنی سولہ کو انکے عدد رؤس یعنی دس کی طرف نسبت
کیا تو مثل اور تین خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئی پھر جبکہ ہر بیٹی کو مثل مضروب اور اسکے تین خمس کے مانند دیا تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ پہونچے اور جبکہ سہام جدات کو انکے عدد رؤس
کی طرف یعنی چار کو چھ کی طرف نسبت کیا تو واحد کے ثلثین کی نسبت پائی گئی اور جبکہ ہر جدہ کو مضروب کی دو تہائیاں دیں تو ۱۴۰ اسکا حصہ ہوا اور جبکہ سہام اعمام کو انکے عدد
رؤس کی طرف یعنی ایک کو سات کی طرف نسبت کیا تو سبع یعنی ساتویں حصے کی نسبت پائی تو جبکہ مضروب کا ساتواں حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس تیس حاصل ہوئے فائدہ
چونکہ میراث سے مقصود یہ ہے کہ ہر وارث کو اسکا حق دیا جاوے تو اس اہتمام کے واسطے علماء نے اسکے تین طریقے ذکر کیے ہیں دو طریقے مذکور ہوگئے ایک طریقہ ضرب سہام
ہر وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور واضح ہے اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا ہے وہ یہ ہے کہ مضروب کو قسمت کرے جس فریق پر تو چاہے پھر خارج قسمت کو
اسی فریق مقسوم علیہم پر ضرب کر تو حاصل ضرب حصہ ہوگا اس فریق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکور میں جبکہ تو نے مضروب یعنی ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت ۱۰۵
ہوا پھر جبکہ اس خارج کو دونوں زوجہ کے نصیب یعنی جو اصل مسئلے میں تھا یعنی تین میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے تو یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جبکہ مضروب مذکور کو دس
بیٹیوں پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پھر جب اسکو انکے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی سولہ میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہر بیٹی کا اور جبکہ اسی مضروب
کو چھ دادیوں پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پھر جب انکو جدات کے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی چار میں ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ ہر دادی کا اور جبکہ مضروب
مذکور کو اعمام سبعہ پر قسمت کیا تو ۳۰ حاصل ہوئے پھر جبکہ اس خارج کو انکے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی ایک میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہر چچا کا کما فی الطحطاوی

و اذا اردت قسمة التركة بين الورثة والغرماء یعنی کلا واحدا لا معا لتقدم الغرماء لان التصحيح انما هو لقسمة المواريث كما في شرح السراجية للسيد
اور جبکہ تو بانٹنا چاہے ورثہ اور غرماء دونوں کے ترکہ قسمت کرنا چاہے یعنی فقط وارثوں میں یا فقط قرضخواہوں میں نہ ایک ساتھ دونوں میں بسبب مقدم ہونے

ارباب دیون کے وارثوں کی قسمت چنانچہ حیدر کی شرح سراجیہ میں یہ مطلب مصرح مذکور ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب ترکہ پورا پورا اداے جمیع دیون میں اور کچھ باقی رہا تو
ارباب دیون میں اسبا قسمت کرنیکی کچھ حاجت نہ رہی وارثون میں البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ ادا ے دیون میں کافی نہ ہوا تو وارثون کے لیے کچھ باقی نہ رہا تو ان میں ترکہ
کے قسمت بھی نہوگی حاشیہ میں زادہ ہے [illegible] الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہ ہے کہ ہر گروہ کے افراد میں بالاختصاص قسمت ہوگی نہ بالاشتراک بین الطائفتین
کذا فی الطحطاوی فان کان بین الترکۃ والتصحیح مماثلۃ فظاہر سو اگر ترکہ اور تصحیح میں مماثلت اور برابری ہے تو ظاہر ہے ہم چنانچہ اگر بیٹے ماں اور باپ اور چار
بیٹیون کو چھوڑا اور ترکہ چھ دینار ہے تو ہر ایک کو ایک ایک دینار ملیگا اسواسطے کہ ثلث یعنے دو دینار والدین میں مشترک ہے اور مثلین یعنے چار دینار بنات کا حق ہے تو ترکہ بلا وقت تقسیم ہوگیا
او موافقۃ ضربت سہام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکۃ کذا فی نسخ المتن والشرح والموافق للسراجیہ وغیرہا فی وفق الترکۃ وانما یضرب
فی جمیع الترکۃ عند المباینۃ یا ترکہ اور تصحیح میں موافقت ہے تو ضرب کرے تو ہر وارث کے سہام کو تصحیح سے تمام ترکہ میں شارح نے کہا ہی عبارت ہے متن اور شرح
مصنف کے نسخون میں اور سراجیہ وغیرہ کے موافق یون ہے کہ سہام کو وفق ترکہ میں ضرب کرے اور تمام ترکہ میں تو ضرب کیجاتی ہے فقط مباینت کے وقت ہم سراجیہ وغیرہا کا مطلب
چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں واضح کیا چنانچہ محل میں مذکور کیا ہے یہ ہے کہ مباینت کا حکم موافقت اور مداخلت میں بھی جاری ہوتا ہے تو ضرب کیے جاتے ہیں ہر وارث کے سہام
تصحیح سے جمیع ترکہ میں اور موافقت کا دوسرا طریقہ وہ ہے جسکو شارح نے ذکر کیا وہ یہ ہے کہ سہام ہر وارث کے ضرب کیے جاوین ترکہ کے وفق میں پھر حاصل ضرب کی وفق تصحیح پر قسمت
ہو تو خارج قسمت نصیب ہوگا اس وارث کا اور مداخلت شریک ہے موافقت کے اس طریقہ میں تو تجکو اختیار ہے اگر تو چاہے موافقت اور مداخلت میں تباین کا طریقہ اختیار کرے
اور چاہے ضرب فی الوفق کا طریقہ پسند کرے دونون کا مآل ایک ہے اور مباینت کی صورت کا یہ بیان ہے کہ ایک عورت اپنا زوج اور ماں اور دو سگی بہنین چھوڑ کر مرگئی اور ترکہ ۲۵
اشرفیان ہین تو اصل مسئلہ چھ سے ہے اور عول کریگا آٹھ کی طرف تو زوج کا انمین سے تین ہے اور ماں کا ایک اور ہر بہن کے دو سہم اور ترکہ اور تصحیح یعنے آٹھ مین تباین ہے پھر تو نصیب
چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کیجئے ترکہ سے تو جو نصیب ہے زوج کا تصحیح سے یعنے تین کو تمام ترکہ میں ضرب کرکے پھر حاصل ہونگے پھر اس مبلغ کو تصحیح یعنے آٹھ پر قسمت کر تو نو اشرفیان
اور ایک اشرفی کے تین ثمن خارج ہونگے تو یہ حصہ ہے زوج کا اسی طرح سے اور ماں کے نصیب کو تصحیح سے یعنے ایک کو بھی جمیع ترکہ میں ضرب کر ۲۵ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھ پر قسمت
کیا تین اشرفیان اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو یہ حصہ ہے ماں کا ترکہ سے اور بہن کے نصیب یعنے دو کو تمام ترکہ میں ضرب کر ۵۰ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھ پر قسمت کیا
چھ اشرفیان اور ربع اشرفی خارج ہوئی سو یہ حصہ ہے ہر بہن کا ترکہ مذکورہ سے اور اگر اس مسئلہ میں ترکہ ۵۰ اشرفیان فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالنصف ہے اور چاہئے کہ ۲۴
اشرفیان فرض کیجیے تو تصحیح اور ترکہ میں تداخل ہے اور ان دونون صورتون میں تجکو اختیار ہے چاہے مباینت کی مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کو وفق ترکہ
مین ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت حصہ ہوگا ہر وارث کا اور اگر ترکہ میں کسر ہو تو لازم ہے کہ بسط کرنیکی حاجت ہوگی تاکہ ترکہ ایک جنس ہو جاوے
اور بسط کا طریقہ یہ ہے کہ تصحیح کو مخرج کسر میں ضرب کرے اور حاصل پر کسر مذکورہ کو زیادہ کرے پھر اس عدد کو بھی جس سے مسئلہ تصحیح ہوگیا ہے مخرج کسر میں ضرب کرے پھر دونون
حاصل میں ضرب اور قسمت کا وہ عمل کرے جو مذکور ہو چکا تو خارج قسمت اس وارث واحد کا حصہ ہوگا سو جبکہ مسئلہ مذکورہ میں ۲۵ اشرفیان اور ثلث اشرفی کا ترکہ فرض
کیا تو ۲۵ کو ثلث کے مخرج یعنے تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۷۵ اسپر تہائی کو زیادہ کیا تو ۷۶ تہائیان ہوئین پھر تصحیح یعنے آٹھ کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے
پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھ سے ۷۶ میں ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر قسمت کیا تو خارج قسمت حصہ ہوگا اس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷۶ کا ہے اور گویا تصحیح ۲۴ کی ہے کذا
فی الطحطاوی عن الشریفی وہذا المعرفۃ نصیب کل فرد اور یہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہے و تعمل کذلک فی معرفۃ
نصیب کل فریق منہم اور اسی طرح تو عمل کرے وارثون کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے میں ہم یعنے نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ میں ضرب کرے تباین کی صورت میں
اور توافق اور تداخل میں اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا وہ حصہ ہوگا ہر فریق کا چنانچہ حصہ دو بہنون کا مسئلہ سابقہ میں تجکو معلوم
ہو چکا اور تجکو اختیار ہے کہ توافق اور تداخل میں وہ دوسرا طریقہ کرے جو عنقریب مذکور ہو چکا [illegible] حصہ ہر وارث کے بیان کو مقدم ذکر کیا ہے [illegible]

حصے کے بیان ہی اور حالانکہ ترتیب طبعی بالعکس ہی اسواسطے کہ ہر واحد کا حصہ دریافت کرنا مقصود اہم تھا وما قضاء الدیون فان وسعہا فیہا اور واسطے دیون کی تو تفصیل ہی کہ اگر مال متروک پورا پڑا ادا کرنے مین تو بہتر اور کیا خوب ہی وان لم یف وتعدد الغرماء اور اگر نہ پورا پڑا اور صاحب دیون چند لوگ ہون ہم یعنے اگر تعدد نہین بلکہ صاحب دین ایک شخص ہی تو بعد تجہیز و تکفین باقی مال کو وہی لیگا فنزل مجموع الدیون کا لتصحیح للمسألۃ ونزل کل دین غریم کسہام وارث وتعمل کما مر فی صورت عدم ایفا اور تعدد ارباب دیون کے اتارے تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلے کے اور ہر ایک کے دین کو بمنزلہ سہام وارث کے قرار دے اور وہ عمل کر تو جو قسمت مین الورثہ مین عمل کر چکا ضرب اور قسمت سے صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص مرگیا نو اشرفیون کا متروکہ چھوڑ کر اور اسپر دس اشرفیان ایک شخص کی دین ہیں اور پانچ اشرفیان دوسرے شخص کی ہین تو دونون پندرہ ہوئین کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ کے قرار دے اور مابین دیون اور ترکہ کے جو نو اشرفیان ہین نظر کرے اگر دونون مین توافق ہو چنانچہ اس صورت ہی کہ دونون مین توافق بالثلث ہی سو دس اشرفی والے دین کو وفق ترکہ یعنے تین مین ضرب کیا حاصل ہوئے تیس پھر حاصل کو تصحیح کے وفق یعنے پانچ پر قسمت کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو یہ اسکا حصہ ہوا نو اشرفیون سے اور جبکہ پانچ اشرفیون والے دین کو وفق ترکہ یعنے تین مین ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے پھر جب پندرہ کو وفق تصحیح یعنے پانچ پر قسمت کیا خارج ہوئے تین یہ پانچ اشرفیون والے کا حصہ ہی اور اگر اس صورت مین تیرہ اشرفیان ہوتین تو تیرہ اور مجموع دیون یعنے پندرہ مین جو بمنزلہ تصحیح کے ہی تباین ہی تو ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام مین ضرب کر اور حاصل کو جمیع ترکہ پر قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جبکہ دس اشرفیون والے دین کو تیرہ مین ضرب کیا ایکسو تیس حاصل ہوئے پھر جبکہ اسکو پندرہ پر قسمت کیا تو اٹھارہ اشرفیان اور ایک اشرفی کی دو تہائیان خارج ہوئین یہ دس اشرفیون والے دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اشرفیون والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ مین ضرب کیا ۶۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیان اور ایک اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہ حصہ ہوا پانچ اشرفیون والے دائن کا اور اگر اسی صورت مین پانچ اشرفیون کا ترکہ فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح مین توافق بالخمس ہوگا باوجودیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہین تو دس اشرفیون والے کے دین کو خمس ترکہ مین یعنے ایک مین ضرب کر دس حاصل ہونگے اور اس حاصل کو خمس تصحیح پر یعنے تین پر قسمت کر خارج ہونگی تین اشرفیان اور ایک اشرفی کی ایک تہائی یہ حصہ ہی دس اشرفیون والے کا اور پانچ اشرفیون والے کے دین کو بھی وفق ترکہ مین ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنے تین پر قسمت کر خارج ہوگا ایک اور دو تہائیان ایک کی یہ حصہ ہی پانچ اشرفیون والے کا اور یہ بھی اختیار ہی کہ تباین اور تداخل اور توافق مین تمام ترکہ مین ضرب کرے اور یہ بھی کہ توافق اور تداخل کی دونون صورتون مین وفق کا انمین اعتبار کرے کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی ثم شرع فی مسألۃ التخارج پھر مصنف نے بیان سے مسئلہ تخارج کا بیان شروع کیا تخارج اصطلاح فرائض مین اس سے عبارت ہی کہ ورثہ باہم صلح کرلین بعضے وارث کے اخراج پر میراث سے بعوض اس مال کے جو اسکے حصے سے کم ہو اور یہ شرعی سنت ہی محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلح مین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکو ذکر کیا ہی اور عمرو بن دینار سے روایت کی ہی کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار زوجات مین سے ایک زوجہ کو اپنے مرض موت مین طلاق دی پھر وہ عدت مین مرگئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے زوجہ مذکورہ کو اور تین زوجات کے ساتھ میراث دینے کا حکم کیا تو انکے وارثون نے اس عورت سے صلح کرلی اسکے ربع ثمن یعنے آٹھوین حصے کی چوتھائی سے اسکے نصف پر یعنے ۸۳ ہزار دینار پر اور یہ دلیل ہی تخارج کے جائز ہونے پر ذکرہ الکمال اور حالانکہ عبد الرحمن بن عوف نے چار بار اپنا تمام مال اپنی زندگی مین نصفا نصف تقسیم کردیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہ دلیل ہی اسپر کہ مال حلال کے جمع کرنے مین کچھ مضائقہ نہین یعنے بشرط ادائے حقوق واجبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنے نیک مال نیک مرد کے واسطے کیا خوب ہی کذا فی الطحطاوی فقال ومن صالح من الورثۃ والغرماء علی شیٔ معلوم منہا طرح سہامہ من التصحیح وجعل کانہ استوفی نصیبہ سو مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثون اور ارباب دیون مین سے صلح کرلے چیز معین پر ترکہ مین سے تو اس وارث کے سہام یا اس دائن کا دین تصحیح سے گرا دیا جاویگا اور یہ قرار دیا جاویگا کہ گویا اسنے اپنا حصہ بھر پایا ہم یعنے مع وجود مصالح بین الورثۃ اولا مسئلے کی تصحیح کرنا چاہیے پھر اسکے سہام کو تصحیح سے گرانا چاہیے کذا فی الشرنبلالی طحطاوی نے کہا شی معلوم کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مجہول نکل جاوے اسواسطے کہ شی مجہول پر صلح صحیح نہین اگرچہ اس سے صلح درست ہی ثم قسم الباقی من التصحیح او الدیون علی سہام من بقی منہم فتصح منہ کزوج وام وعم

مسئلہ یعنی اگر کل ترکہ اور دین مین ضرب کرے تو کل ترکہ جیسے مجموعہ دیون پر قسمت ہوگی اور وفق کی صورت مین جمع کا وفق وفق بیان ہوگا ۱۲ مسئلہ یعنے ایک تہائی چار درہم کا حصہ اور ایک کا حصہ ربع ثمن ہوا ۱۲ مسئلہ اور جس چیز پر شیخ صلح کی ہو وہ اسکو ترکہ سے خارج کر دینا چاہیے ۱۲ مسئلہ اسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے ہر وہ حصہ کہ میراث سے اسکا حق ہی اور کسی معین چیز پر بیان کی اور دوسرے نے اسی طرح ساتھ وقت مختلف کے اس پر صلح کرلی اور درست ہوگی ۱۲ بیان تخارج ۱۲

قسمت کیا جاسے باقی تصحیح یا دیون سے انکے سہام پر جو باقی رہیں وارثوں میں سے تو صحیح ہونگے سہام ما بقی سے چنانچہ زوج اور ماں اور چچا وارث ہے ہم تو مسئلہ
بوجود زوج کے چھ سے ہوا اور یہ تقسیم ہر دو وارثوں پر انہیں سے زوج کے سہام تین ہیں اور ماں کے دو سہم اور چچا کا ایک سہم فصالح الزوج علی ما فی ذمتہ من المہر
وخرج من بین الورثۃ فاطرح سہامہ من التصحیح وہے ثلثۃ واقسم باقی الترکۃ وہو ما عدا المہر بین الام والعم اثلاثا بقدر سہامہما من التصحیح قبل
التخارج حینئذ یکون سہمان للام وسہم للعم پھر زوج نے صلح کر لی اپنے حصے کی یعنی نصف میراث کی اسپر جو اسکے ذمے پر مہر زوجہ کا واجب الادا ہے اور وہ خارج
ہو گیا وارثوں کے درمیان سے تو زوج کے تین سہام تصحیح سے گرا دے اور باقی ترکہ سوائے مہر کے ماں اور چچا میں تین تہائی کرکے بقدر انکے سہام کے تصحیح قبل از تخارج سے
تقسیم کر دے اور اسوقت میں دو سہم ماں کے ہونگے اور ایک سہم چچا کا ہوگا یعنی جو سہام تھے ہر ایک وارث کی تصحیح سے تخارج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہیں زوج کے خارج ہو جانے
سے سہام باقی ورثہ میں کچھ فرق اور تغیر واقع نہیں ہوا ولا یجعل الزوج کان لم یکن لئلا ینقلب فرض الام من ثلث اصل المال الی ثلث الباقی اور یہ جائز
نہیں کہ زوج کو یوں قرار دیجیے کہ گویا کہ موجود ہی نہ تھا کہ ماں کا فرض اصل مال کی تہائی سے باقی مال کی تہائی کی طرف بدل جاوے حالانکہ اصل مال چھ سہم تھے اسکی تہائی
دو سہم ہیں اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اسکا نصف حصہ ساقط ہو کر تین سہم باقی رہینگے اسکی تہائی ایک سہم ہوا لانہ حینئذ یکون للام سہم وللعم سہمان وہو خلاف
الاجماع قالہ السید وغیرہ قلت وہذا ہو الصواب ولقد غلط فی قسمۃ ہذہ المسئلۃ صاحب المختار وصاحب المجمع البحرین وغیرہما علی ما عندی من النسخ
فانہما قسما الباقی للام سہم وللعم سہمان وقد علمت انہ خلاف الاجماع اسواسطے کہ اسوقت میں یعنی باقی مال کی قسمت میں ماں کا ایک سہم ہوگا
اور چچا کے دو سہم اور وہ مخالف اجماع کے ہے ایسا کہا ہے سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے میں کہتا ہوں اور یہی قول یعنی زوج کو نابود نہ فرض کرنا حق اور
ٹھیک ہے اور البتہ اس مسئلہ کی قسمت کرنے میں صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہما غلط کہ گئے ہیں جب اُن کتابوں کے نسخوں جو میرے پاس موجود ہیں اسواسطے کہ ان دونوں
مصنفوں نے باقی مال کو یعنی تین سہم کو نہ چھ کو قسمت کیا ہے ماں کا ایک سہم اور چچا کے دو سہم اور البتہ تجھکو سید شریف وغیرہ کے نقل کلام سے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ خلاف اجماع کے
ہے اور یہ صورت پر محمول ہے جبکہ انکا حق مختلف ہوتا ہو انکے دخال اور انکے فرض عدم سے اور جسکا حال اسطرح مختلف نہوتا ہو چنانچہ اگر بجائے چچا کے باپ ہو تو اسکے دخول کا
اعتبار کرنا لازم نہیں اسواسطے کہ ماں کا ایک سہم اور باپ کے دو سہم ہیں دونوں تقدیروں میں اور اگر یوں فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کر لی کچھ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ چچا کا حصہ یعنی
ایک سہم گرا دیا باقی رہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاویگا زوج اور ماں میں تین خمس زوج کے اور دو خمس ماں کے اور اگر یوں فرض کیجیے
کہ ماں کے حصے پر صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہو گئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ ماں کے دو سہم ساقط کر دیے چار باقی رہے تو باقی ترکہ چار حصے ہوگا انمیں سے تین زوج کے اور ایک چچا
کا کذا فی الطحطاوی قال العلامۃ قطب الدین محمد بن سلطان فی شرحہ للکنز وقولہ فاجعلہ کان لم یکن فیہ نظر ثم ذکر نحو ما حررتہ علامہ قطب الدین محمد بن
سلطان نے شرح کنز میں کہا اور ماتن کا یہ قول کہ زوج کو یوں قرار دے کہ وہ گویا کہ نہ تھا اس قول میں اعتراض ہے پھر شارح مذکور نے ویسا بیان کیا جیسا کہ تحریر ہو چکا سو اسکو
تامل کرے قال مولفہ العبد الفقیر العاجز الحقیر محمد علاء الدین بن الشیخ علی الحصنی الحنفی العباسی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ قد فرغت
من تالیفہ فی اواخر شہر المحرم الحرام سنۃ احدی وسبعین والف ہجریۃ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والسلام اس شرح کا جامع بندہ محتاج ضعیف ناچیز یعنی
محمد علاء الدین ابن شیخ علی حصن کا رہنے والا حنفی مذہب عباسی بنسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر دمشق محفوظ کا مفتی کہتا ہے کہ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا
پچھلی تاریخوں میں شہر محرم الحرام سن ایک ہزار اکہتر ہجری میں ہجرت والے رسول پر جو بہتر درود اور سلام ہو قاموس میں ہے کہ حصن کئی ایک مواضع کا نام ہے شاید کہ شارح انہیں
کسی موضع کی طرف منسوب ہے امام اور مفتی میں احتمال ہے کہ شارح کی صفت ہو یا انکے والد کی اور یہی ظاہر ہے قد بالغت فی تلخیصہ وتحریرہ وتنقیحہ اور البتہ
میں نے اس شرح کی تلخیص اور تحریر اور تنقیح میں بہت مبالغہ کیا ہے تلخیص سے مراد اختصار ہے قاموس میں ہے کہ تلخیص عبارت ہے تبیین اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالہ
قشیریہ میں کہا کہ ایجاز اور اختصار دونوں کے ایک معنی ہیں یعنی اقلال اللفظ مع توسیع المعنی یا اقلال بلا اخلال یا اقلال مبانی واکثار معانی یا رد الکثیر الی القلیل وقیل

خلل ڈالنا ۱۲

غیر ذلک سے قاموس میں ہو کہ تحریر کتاب بہ عبارت ہو کہ اسکا تقویم ہے اور تحریر برقرار رہے ہو اسکی تیسیر عبارت ہو اسکی تنبیہ کہ اذا فی الطول وفی مختصر الملا مسعود
شرح اشباہ میں کہا تحریر کلام عبارت ہے بیان بالکتابت سے اور تحریر کلام عبارت ہے بیان العبارۃ سے ... شرح تلخیص ... مفتاح میں ملا سعد
کہا ہے کہ بعض الحمد للہ کہا کہ تحریر کلام عبارت ہے تہذیب کلام سے ... فی الواقع تالیف ... اسکی تحریر اور غایت تنقیح کی ...
کتب منقول عنہا کی طرف رجوع کرے وہ اسکا یقین لائے اور شارح کے کمال کا معتقد ہو ... شارح کا کلام ... وتصنیف
او واضع کثیرۃ من قبلہ و تصحیح و تنبیہ علیہ غالبا وعلی مواضع ... من ہذا الکتاب ... مختصر ... غفرا ...
پیروی کی جو مصنف کی متن کے مواضع کثیرہ کے بدل ڈالنے میں اور اسکی تصحیح میں اور تنبیہ ... کر دیا ہے اور ... مصنف کے سہو اور خطا
کر دیا ہے الحاصل اگرچہ تلخیص اور تحریر میں نے عرق ریزی کی ... سلامت رہنا ... کہ سہو اور خطا ...
پس حق تعالے پردہ پوشی کرے اسکی جو غیر کی پردہ پوشی کرے ... انسان اگرچہ کامل ہو ... اور سہو ...
سہو اور نسیان ... اسلیے کہ نسیان آدمیت کا شعار ہے ... الناس ...
تو عیب کو خلل کو بند کرے ... بزرگ ... اور بلند مرتبہ ہو وہ ذات پاک ہے جو عیب اور زوال ... کلام ...
سخن ... آدم ... حضرت ... علیہم الصلوٰۃ والسلام ...
جل وعلا کیف لا وقد ... فی قلبی من نار البعاد عن البلاد والاولاد والاخوان والاخدان ... الکبار ... البتہ ...
اوراق سادہ ... دل ... اولاد ... اقارب ...
حیث ... الحمد للہ ...
دیباچہ مختصر معانی کی شرح میں ...
...
...
اولا و آخرا و ظاہرا و باطنا ... الرسالۃ ... القبول ...
لیکن ستایش اور شکر ہے خدا کو اول اور آخر میں اور ظاہر اور باطن میں ... الدر المختار ...
اور سبب ختم ہونے اس کتاب کے ...
ہاشم ...
...
سب کا حشر ... محمد مصطفیٰ ... صلی اللہ علیہ وسلم ...
...
وہم النصیر اور حق تعالیٰ ہمارا کافی ہے اور کیا اچھا کارساز ہے ... توفیق ...

تمت الطبع

پروردگار کا شکر کہ چوتھی جلد غایۃ الاوطار ترجمہ اردو ... مطبع ... ١٨٩٣ ... طبع سے محلی ہوئی

کہ اولاد کو بیرون ... آدم علیہ السلام ...

٢٠٥١٤

(مجلد دوم) دونوں جلدیں آخر جلد ۱۲ ملا ست
درالمختار شرح تنویر الابصار مختصر از
علامہ علاء الدین حصکفی مشہور معروف متداول
ہر چہار جلدیں کامل
فتاویٰ عالمگیری ہر چہار جلد کامل در دو جلد
ہدایہ مع الکفایہ از سید جلال الدین کرلانی
نہایت مستند شرح مشہور معروف حامل المتن
ایک جلد ۱۲ جلد اول و دوم
فتح القدیر مجلد دوم و سوم تا ...
فتاویٰ قاضیخان از امام قاضی حسن بن
منصور قاضیخان مستند معتبر مشہور متداول
مع فتاویٰ سراجیہ آخر میں بطور ضمیمہ
شرح وقایہ از امام صدر الشریعہ جلد اول
مع حاشیہ ذخیرۃ العقبیٰ یوسف چلپی و داخل
درس ... مع ...
شرح وقایہ ... مع ... عمدۃ الرعایہ ...
و ذخیرۃ العقبیٰ حاشیہ شرح وقایہ از یوسف
بن جنید چلپی متداول معروف
الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف
مستند متداول
... از ... محشی جدید
کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب
مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مشہور متداول
عینی شرح کنز الدقائق محشی مستند معروف
متداول دو جلد
(۱) دونوں جلدیں ...
(۲) دونوں جلدیں ۱۲ ملا ست

مختصر وقایہ محشی از امام صدر الشریعہ
درسی متداول
عمدۃ الرعایہ فی مسائل الزیادۃ از
مولوی تراب علی مرحوم
قدوری محشی تالیف امام ابو الحسن
درسی متداول
شرح الیاس شرح مختصر وقایہ از
شیخ محمد ... الیاس دو مجلد

اصول فقہ عربی

ثمانیہ ... شرح حسامی از مولانا
... مشہور معروف متداول
توضیح تلویح از صدر الشریعہ و سعد الدین
تفتازانی مع کامل حاشیہ از حسن چلپی
و شیخ الاسلام و ملا خسرو ... حاشیہ
حسامی از مولانا حسام الدین
شرح مسلم الثبوت از ملا بحر العلوم ...
نفیس و معروف و مستند شرح
اصول الشاشی محشی بحصول الحواشی از
ملا محمد حسن سنبھلی مرحوم

حدیث اردو

مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ
جناب مولانا محمد قطب الدین خان دہلوی مرحوم
و مغفور کامل چار جلدیں
تحفۃ الاخیار ترجمہ اردو مشارق الانوار
مترجمہ مولوی خرم علی
ترجمہ جامع ترمذی حامل المتن جلد اول
مترجمہ مولوی فضل احمد جلد ثانی زیر طبع

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ
مولانا عبد الحق محدث دہلوی چار جلد ...
... شرح ...

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی جامع الاصول
از شیخ عبد الرحمن بن علی ... معروف
جامع ترمذی امام ابو عیسیٰ ...
مع ... شرح ... ترمذی
قسطلانی شہاب الدین قسطلانی کی شرح
صحیح بخاری کی ... ارشاد الساری معروف قسطلانی
... شرح ...
سنن ابی داؤد ہر چہار جلد کامل ...
... از امام سلیمان بن اشعث ... صحاح
ستہ معروف
دلائل الخیرات با ترجمہ فارسی و اسماء
متبرکہ و خواص اسماء حسنیٰ معروف
زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل
ذخیرہ احادیث از مولانا غلام یحییٰ
مقاصد الخیرات با ترجمہ اردو از حکیم
ناصر علی صاحب آروی ... اردو کا ...

تفسیر اردو

تفسیر قادری ترجمہ اردو تفسیر حسینی
مترجمہ مولوی فخر الدین مرحوم کامل دو جلدیں
تفسیر زاد الآخرت منظوم ... تفسیر
قرآن کی کمال عمدگی سے کامل چار جلد ...

مولوی عبد السلام -

تفسیر سورۂ فاتحہ - ... از مولانا ابو الکلام الدین -

تفسیر سورۂ یوسف - ... از مولوی شرقی

ایضاً - چہار حصہ -

تفسیر سورۂ مترجم - با ترجمہ اردو -

	تفسیر فارسی	

تفسیر حسینی - از ملا حسین واعظ - متداول

مشہور پوری تفسیر خوشخط -

تفسیر بحر مواج - ہفت پارہ از علامہ قاضی دولت آبادی نفیس طریقہ تفہیم تفسیر اول منزل -

تفسیر اسرار الفاتحہ - مصنفہ ملا معین ... در تصوف -

میزان الفرقان - در اصول تفسیر از ملا محمد عثمان قیسی -

	ایضاً عربی	

عرائس البیان - جو صحیح میں مولفہ حضرت شاہ رکن الدین روزبہان شیرازی سلطان الاولیاء اور تفسیر کی حاشیہ پہ مولفہ خاتم الاولیاء محی الدین عربی دونوں تصوف میں بہت معروف و مشہور ہیں بخط نسخ کامل دو جلد میں

(جلد اول) اولین پندرہ پارہ -

(جلد دوم) آخرین پندرہ پارہ -

تفسیر بے نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سرکا تاج ہے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب مخفی تھی اسکے خزانہ کی زینت کیسی عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسم عجیب

بیان ... ہیرو شرح دیباچہ ... کی

اصطلاح ... - قرآن ... کا نام ... کا ترجمہ ... شہنشاہ ہند کا غور کرنا واقعی بیجا تھا اور فیضی مصنفہ کا غور شیدا ... یا ... کی کام کوشش ... مستند طالب کو ... ہے

فتح الخبیر - مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ ...

تفسیر جلالین مع کمالین - ... مطبوعہ دہلی -

تفسیر فتح المنیر چار جلد میں مشہور تالیف شیخ محمد بن احمد شربینی خطیب دمشق جامع ... بیضاوی وکشاف و معالم و تفسیر کبیر و غیرہ تحقیق و قرأت ... ازچپایۂ مصر

تبیان فی اعراب القرآن - مولفہ شیخ عبد اللہ بن حسین عکبری محدث مفسر نحوی متوفی سنہ ... ہجری اس فن کی کوئی کتاب ہندوستان میں طبع نہ ہوئی - غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام درج ہوگیا ہے ساتھ میں رسالہ فتح الخبیر مولانا ولی اللہ دہلوی کا لگا ہوا ہے -

تفسیر کمالین فی شرح الجلالین تفسیر جلالین پارہ عم پہ شرح مولانا تراب علی مرحوم

در النظیم - خواص و تاثیرات آیات و سورہائے قرآنی مولفہ قاضی ابو الحسن المصری -

توریت - بزبان عربی - ترجمہ بطور اصل کے اسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا - اور اردو

ترجمہ تصوف زد ... مطبع ... کی طرف ...

	اخلاق و تصوف اردو	

جامع الاخلاق - ترجمہ اخلاق جلالی -

تہذیب النفوس - از سید فخر الدین ...

پاس و دانش - مولفہ مولوی محمد کریم بخش -

ادبیات ... - از سید غلام ...

ترجمہ عوارف المعارف - کامل دو جلد میں مترجمہ مولانا ابو الحسن فریدآبادی -

خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش -

بستان تہذیب - جامع اخلاق وادب مرتبہ نواب حاجی محمد عمر علی خان بہادر فیروز جنگ - مطبوعہ نظامی -

مذاق العارفین - ترجمہ احیاء العلوم امام غزالی ہر چہار جلد کامل

پیراہن یوسفی - ترجمہ مثنوی مولانا روم مع فوائد تصوف -

بحر الحقیقت - اصلاح نفس میں -

انجیات - اخلاق و موعظت میں مصنفہ منشی کانتا پرشاد -

اکسیر ہدایت - ترجمہ اردو کیمیائے سعادت جامع شریعت و حقیقت مترجمہ مولوی فخر الدین احمد کیمیائے سعادت - حصہ اول - بیان شرائف علم و ادب -

نجات المومنین - ذکر کرامات حضرت شاہ ... مطبوعہ مطبع ... پٹیالہ -